# تحریک جدید۔ایک الٰہی تحریک

جلد ہفتم

ارشادات حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ بابت تحریک جدید

۱۹۸۵ء تا ۱۹۸۷ء

تحریک جدید-ایک الٰہی تحریک

**Tahrīk-e-Jadīd – A Divine Institution**

**Volume: VII**

**(Urdu)**

**Speeches, Sermons & Sayings of:**
**Hazrat Mirzā Tahir Ahmad,** [rht]
**Khalīfatul-Masīh IV**

**1985 –1987**

**© Islam International Publications Ltd.**

**Published by:**
**Islam International Publications Ltd.**
**'Islamabad' Sheephatch Lane,**
**Tilford, Surrey GU 10 2AQ**
**United Kingdom**

**Printed in UK at:**
**Raqeem Press**
**'Islamabad' Sheephatch Lane,**
**Tilford, Surrey GU 10 2AQ**

**ISBN: 978-1-84880-122-6**

# فہرست

## 1985ء


| نمبر شمار | عناوین | تاریخ فرمودہ | صفحہ نمبر |
|---|---|---|---|
| 01 | جو حیرت انگیز پاک تبدیلیاں جماعت میں پیدا ہو رہی ہیں، یہ تقویٰ من اللہ ہی ہے | 04.01.1985 | 01 |
| 02 | اللہ تعالیٰ کی تقدیر دشمن کو گھیر کر آخری میدان جنگ کی طرف لے آئی ہے | 16.02.1985 | 09 |
| 03 | اسلام کے نمائندے کے طور پر جماعت تمام مذاہب سے برسرپیکار ہے | 22.03.1985 | 11 |
| 04 | جماعت احمدیہ پہلے بھی قوم واحد تھی اور آج بھی قوم واحد ہے | 05.04.1985 | 19 |
| 05 | ہر دوسری چیز دعوت الی اللہ کے کردار سے پھوٹتی ہے | - | 23 |
| 06 | 1985ء مساجد کی تعمیر کا سال ہے | - | 25 |
| 07 | جماعت احمدیہ کا عالمی فتح کا پروگرام | 26.04.1985 | 27 |
| 08 | آپ کے ذریعہ ایک نئی قسم کی اقوام متحدہ کی بنیاد ڈالی جائے گی | 10.05.1985 | 33 |
| 09 | رسم و رواج کی بیخ کنی شریعت کے بنیادی اصولوں میں سے ہے | 10.05.1985 | 47 |
| 10 | ہر حال میں خدمت سلسلہ کی جا سکتی ہے | 19.05.1985 | 51 |
| 11 | خصوصی دعاؤں کی تحریک | 19.06.1985 | 53 |
| 12 | جرمنی کی قسمت تبھی بدل سکتی ہے، جب آپ میں سے ہر فرد داعی الی اللہ بن جائے | 22.06.1985 | 55 |
| 13 | اللہ تعالیٰ نے جرمن قوم میں روحانی انقلاب برپا کرنے کے لئے آپ کو چن لیا ہے | - | 57 |
| 14 | اظہار خوشنودی | - | 61 |
| 15 | یورپین ممالک میں میری سب سے زیادہ امیدیں جرمنی سے وابستہ ہیں | - | 63 |
| 16 | احمدی کی آنکھ خصوصاً دوسرے احمدی کے لئے نگران کا کام کر رہی ہوتی ہے | - | 65 |
| 17 | کسی بھی تقریب میں ریاء اور تکلفات کا دخل نہیں | 01.07.1985 | 69 |
| 18 | انصار اللہ کو جماعت احمدیہ کی ذیلی تنظیموں میں سب سے فعال ہونا چاہئے | 07.07.1985 | 73 |
| 19 | جماعت احمدیہ کی غیر معمولی مالی قربانیاں | 12.07.1985 | 85 |
| 20 | انگریزی زبان کے بارے میں اصولی ہدایت | 13.07.1985 | 91 |
| 21 | آسمانی بشارت کے پورے ہونے کا وقت نزدیک ہے | 16.07.1985 | 93 |

| | | | |
|---|---|---|---|
| 22 | ہر احمدی تبلیغ کے ذریعہ دنیا میں انقلاب پیدا کرے | 19.07.1985 | 97 |
| 23 | جماعت احمدیہ تو نیکیوں کا ایک ICEBERG ہے | 26.07.1985 | 111 |
| 24 | دنیا کے ہر ملک میں بسنے والا احمدی اپنے ماحول کو اسلامی معاشرہ کو نمونہ بنادے | 27.07.1985 | 119 |
| 25 | ہمدردی کا تقاضا ہے کہ بنی نوع انسان کی روحانی فلاح و بہبود کے لئے کوشش کریں | 28.07.1985 | 125 |
| 26 | مذہبی تحریکوں کی ایک کامیابی، دوسری کامیابی کی محرک ہوتی ہے | 15.08.1985 | 129 |
| 27 | دعوت الی اللہ کے تین ہتھیار، دعا، تعلق باللہ اور علم | 25.08.1985 | 133 |
| 28 | ہر سمت میں خدا تعالیٰ ہماری زمینوں کو وسعتیں عطا فرماتا چلا جارہا ہے | 30.08.1985 | 137 |
| 29 | تبلیغ کے بغیر جماعت کی ترقی اور غلبہ کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا | - | 145 |
| 30 | وارض اللہ واسعۃ | 13.09.1985 | 149 |
| 31 | میں آپ کے لئے اس دین کا پیغام لایا ہوں، جو سراپا محبت ہے | 13.09.1985 | 163 |
| 32 | دکھوں اور بے اطمینانی کا علاج صرف اور صرف دین حق میں ہے | 17.09.1985 | 165 |
| 33 | امن اپنے پیدا کرنے والے کے ساتھ صحیح تعلق قائم کر کے ہی مل سکتا ہے | 18.09.1985 | 167 |
| 34 | یہ بھی جماعت پر ایک موسوی دور ہے | 20.09.1985 | 169 |
| 35 | جماعت احمدیہ اس خالص دین حق پر یقین رکھتی ہے، جس میں جبر کی گنجائش نہیں | 22.09.1985 | 179 |
| 36 | جرمن قوم کے ساتھ دلی وابستگی اور قبولیت دعا کا ایک واقعہ | 23.09.1985 | 181 |
| 37 | مشن بنانے کا مقصد جماعت کو بڑھانا اور اسلام کا پیغام پھیلانا ہے | - | 183 |
| 38 | اللہ کی رضا ہی اصل مقصود و مطلوب ہے | - | 187 |
| 39 | جماعت احمدیہ کو بطور خاص آج کل غیر معمولی تبلیغ کی طرف توجہ کرنی چاہئے | 27.09.1985 | 191 |
| 40 | تبلیغ کرنی ہے تو ہر احمدی کو کرنی پڑے گی | 04.10.1985 | 205 |
| 41 | اصل عزت یہ ہے کہ خدا کی خاطر تمہاری راہ میں روکیں ڈالی جائیں | 13.10.1985 | 219 |
| 42 | دورہ یورپ کے حالات اور احیاء دین کا عزم | 18.10.1985 | 221 |
| 43 | دعا کریں کہ خدا تعالیٰ کے فضلوں کو ہم جذب کر سکیں اور کماحقہ شکر ادا کر سکیں | 21.10.1985 | 237 |
| 44 | تحریک جدید للّٰہی قربانیوں میں ایک نمایاں امتیاز رکھتی ہے | 25.10.1985 | 241 |
| 45 | الٰہی سلسلوں میں حقیقی عزت اور بڑائی کا پیمانہ ماہ و سال نہیں بلکہ تقویٰ ہوتا ہے | - | 259 |
| 46 | قوم اور ملک میں جنت تبھی آتی ہے، جب مائیں خود داعیہ الی اللہ ہوں | 27.10.1985 | 261 |
| 47 | پوری طاقت کے ساتھ دعوت الی اللہ کے جہاد میں مصروف ہو جائیں | - | 265 |
| 48 | ولتنظر نفس ما قدمت لغد | 08.11.1985 | 267 |

| | | | |
|---|---|---|---|
| 275 | - | کچھ بھی ہو بند مگر دعوت اسلام نہ ہو | 49 |
| 279 | - | صحابہ رضی اللہ عنہم کے نمونے پر چلنے کا وقت قریب آ گیا ہے | 50 |
| 281 | - | يد الله فوق الجماعة | 51 |
| 283 | - | پس آپ کو ہر سمت میں خدا کے نام پر جہاد کے لئے تیار ہونا چاہیے | 52 |
| 287 | 08.12.1985 | مجلس شوریٰ ایک مقدس ادارہ ہے | 53 |
| 295 | 20.12.1985 | شاہراہ غلبۂ اسلام پر چلنے کے لئے اپنے اختلافات ختم کرنے ہوں گے | 54 |
| 299 | - | دعوت الی اللہ ہر فرد جماعت پر فرض ہے | 55 |
| 301 | - | احمدیت کی ترقی اور تمام دنیا پر اس کا غلبہ ایک اٹل تقدیر ہے | 56 |
| 303 | - | جماعت احمدیہ قومی عصبیت اور عہدہ کی طلب سے کلیۃً پاک اور بیزار ہے | 57 |
| 307 | - | دنیا کے لئے پیغام احمدیت تو امن و سلامتی کا مژدہ جاں فزا ہے | 58 |


## 1986ء


| | | | |
|---|---|---|---|
| 317 | 03.01.1986 | نئے سال کا ایک رحمت کا پھل، جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمایا | 59 |
| 321 | 31.01.1986 | اصلاح معاشرہ کے بغیر حقیقت میں اسلام کا غلبہ دنیا پر نہیں ہو سکتا | 60 |
| 323 | 23.02.1986 | جماعت احمدیہ کے لئے یہ سال غیر معمولی اہمیت کا سال ہے | 61 |
| 325 | - | ہر بچہ اور جوان اور بوڑھا پکا نمازی بن جائے | 62 |
| 327 | 21.03.1986 | عددی اکثریت کی بجائے اپنے معیار تقویٰ کو بڑھانے کی طرف توجہ کریں | 63 |
| 329 | - | نئی نسل کو خصوصاً اور بڑوں کو عموماً قرآن کریم سیکھنے اور سکھانے کی طرف توجہ دیں | 64 |
| 331 | 04.04.1986 | چندہ دینے والے اور اسے خرچ کرنے والے ہر دو اپنے معیار تقویٰ کو بلند کریں | 65 |
| 343 | 25.04.1986 | آپ نے نئی زمین اور نئے آسمان کے لئے کوشش کرنی ہے | 66 |
| 345 | - | آپ نے اس ملک کی تقدیر کو بدلنا ہے | 67 |
| 347 | 10.05.1986 | اسلام میں اتمام نعمت احمدیوں کے ہاتھوں مقدر ہے | 68 |
| 349 | 09.06.1986 | خدا سارے جہاں میں اس جماعت کو غلبہ نصیب فرمائے گا | 69 |
| 357 | 20.06.1986 | سیدنا بلال فنڈ سے سو زبانوں میں قرآن کریم کے نمونہ کے ترجمے کی اشاعت | 70 |
| 361 | - | نہ آوے ان کے گھر تک رعب دجال | 71 |
| 365 | 25.07.1986 | اللہ تعالیٰ احمدیت کو دنیا کے مظلوموں کے لئے نجات کا باعث بنائے | 72 |
| 367 | 26.07.1986 | تمام انسانی تہذیب میں صرف ایک مرد نے عورت کی آزادی کی تحریک چلائی ہے | 73 |

| | | | |
|---|---|---|---|
| 369 | 26.07.1986 | بہار آئی ہے اس وقت خزاں میں | 74 |
| 375 | 28,29.07.1986 | وقف زندگی سب سے بہترین پیشہ ہے، جو انسان اختیار کر سکتا ہے | 75 |
| 383 | 29.07.1986 | خلیفۂ وقت کے علاوہ کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ کسی قسم کی مالی تحریک کرے | 76 |
| 385 | 31.07.1986 | مبلغ کو کبھی تھکنا نہیں چاہیے اور جماعت کو مسلسل بیدار رکھنا چاہیے | 77 |
| 395 | 08.08.1986 | اشاعت قرآن، تعمیر مساجد، دعوت الی اللہ اور سیرۃ النبیؐ کے اجلاسات کی تحریک | 78 |
| 401 | 29.08.1986 | ہم نے لازماً غالب آنا ہے، ایک ملک میں نہیں، ہر ملک میں غالب آنا ہے | 79 |
| 403 | - | پوری طاقت کے ساتھ دعوت الی اللہ کے جہاد میں مصروف ہو جائیں | 80 |
| 405 | 20.09.1986 | کینیڈا میں جماعت احمدیہ کی پہلی مسجد کا سنگ بنیاد | 81 |
| 407 | 03.10.1986 | خود بھی اور اپنے بچوں کو بھی اولیاء اللہ بنانے کی کوشش کریں | 82 |
| 413 | 10.10.1986 | اسلام کے مستقبل کے لئے کینیڈا ایک بہت ہی اہم کردار ادا کر سکتا ہے | 83 |
| 425 | 17.10.1986 | بلند پروازی اختیار کریں اور روحانی رفعتوں کو حاصل کریں | 84 |
| 427 | 17.10.1986 | آپ کا یوسف تو روحانی غلبہ ہونا چاہئے | 85 |
| 435 | 24.10.1986 | آئندہ فتح و شکست کا فیصلہ نظریات کی دنیا میں نہیں ہوگا، عمل کی دنیا میں ہوگا | 86 |
| 439 | 24.10.1986 | قرآن کریم کی تعلیم کا خلاصہ امن ہے اور حصول امن کا آسان ذریعہ ذکر الٰہی ہے | 87 |
| 441 | - | تبلیغ کا میدان آپ سب کی خاص توجہ کا متقاضی ہے | 88 |
| 443 | 26.10.1986 | مغرب سے دین کا سورج دوبارہ ابھرے گا اور سارے عالم کو روشن کر دے گا | 89 |
| 447 | - | قوموں کے عروج و زوال میں عورتوں کا گہرا ہاتھ ہوتا ہے | 90 |
| 451 | 31.10.1986 | تحریک جدید انجمن احمدیہ وقف زندگی کے نظام کی سب سے نمایاں مظہر ہے | 91 |
| 463 | 07.11.1986 | جب تک آپ خود سید نہیں بنیں گے، آپ دنیا کی سیادت کیسے کریں گے؟ | 92 |
| 477 | - | صحابہ کے نمونے آپ کا مطمح نظر ہونے چاہئیں | 93 |
| 481 | - | میں ہندوستان کے افق پر اسلام کے لئے ظفر مند حالات دیکھ رہا ہوں | 94 |
| 485 | - | مجالس عاملہ بیٹھ کر غور کریں، مبلغین سے مشورہ کریں اور مناسب پروگرام بنائیں | 95 |
| 487 | - | اللہ تعالیٰ کے فضل سے احمدیت بتدریج ترقی پذیر ہے | 96 |


## 1987ء


| | | | |
|---|---|---|---|
| 491 | 09.01.1987 | جماعت احمدیہ کو اپنے وقت کی قیمت کا احساس کرنا چاہئے | 97 |
| 497 | 23.01.1987 | صد سالہ جوبلی فنڈ کی ادائیگی کا جائزہ اور قربانی کی تحریک | 98 |

| | | | |
|---|---|---|---|
| 515 | - | آج احمدیت فتح کے لئے آپ سے قربانیوں کا مطالبہ کر رہی ہے | 99 |
| 517 | 30.01.1987 | صد سالہ جوبلی کے جشن کے لئے دعوت الی اللہ کے میدان میں تیزی پیدا کریں | 100 |
| 525 | - | صحابہ کرامؓ کے نمونہ کو زندہ کرنے کے لئے جماعت احمدیہ کو قائم کیا ہے | 101 |
| 527 | 06.02.1987 | صد سالہ جوبلی منصوبہ کی کامیابی کے لئے بہت دعاؤں کی ضرورت ہے | 102 |
| 539 | 13.02.1987 | آ رہی ہے اب تو خوشبو میرے یوسف کی مجھے | 103 |
| 547 | - | روحانی جہاد میں مبلغین کے شانہ بشانہ کام کریں | 104 |
| 549 | 12.03.1987 | توکل، دعا اور حکمت سے کام کرنے والوں کو سینکڑوں پھل عطا ہو جاتے ہیں | 105 |
| 551 | 20.03.1987 | عالمی اسلامی برادری کے قیام کے لئے قدر ے مشترک چیز تقویٰ ہے | 106 |
| 553 | 03.04.1987 | کامل وقف کے سوا نبوت ہو ہی نہیں سکتی | 107 |
| 561 | 10.04.1987 | خدا کی تقدیر جماعت کو عظیم عالمی انقلاب کی طرف لے کے جا رہی ہے | 108 |
| 567 | - | مجھے جرمنی کا مستقبل بہت روشن دکھائی دیتا ہے | 109 |
| 569 | - | وہ ہمیشہ رہنے والی عید ہمیں جلد نصیب ہو، جو فتح اسلام کی عید ہے | 110 |
| 571 | - | یہ عید، تمہاری عید ہے | 111 |
| 573 | 25.05.1987 | روحانی بیماریاں بھی دنیاوی بیماریوں کی طرح زندگی کا روگ ہوتی ہیں | 112 |
| 577 | 12.06.1987 | سفید فام یورپین احمدی اگر سونا تھے تو کندن بن چکے ہیں | 113 |
| 589 | 14.06.1987 | اگر آپ نے اہل یورپ کو نہ بدلا تو وہ آپ کو بدل کر رکھ دیں گے | 114 |
| 603 | 03.07.1987 | صد سالہ جوبلی کے چندہ کی طرف توجہ کریں | 115 |
| 607 | 10.07.1987 | وقف کرنے والی اولاد کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کرنی چاہئے | 116 |
| 615 | 24.07.1987 | امراء کو جماعت میں وحدت پیدا کرنے کی ہدایت | 117 |
| 623 | 31.07.1987 | سوسائٹی میں ہر طرف نیک بات کی نصیحت کریں اور برائیوں سے روکیں | 118 |
| 627 | 01.08.1987 | بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے | 119 |
| 631 | 01.08.1987 | دوران سال نازل ہونے والے الٰہی افضال اور جماعتی ترقیات کا تذکرہ | 120 |
| 699 | 05.08.1987 | وقف زندگی کی اہمیت اور شرائط | 121 |
| 711 | 14.08.1987 | عہدیداران کمزور اور خاموش بیٹھ رہنے والوں کو خدمت دین میں لگائیں | 122 |
| 721 | 21.08.1987 | ہماری سب سے زیادہ قیمتی چیز ہمارا ایمان، اصول اور اعلیٰ اخلاقی قدریں ہیں | 123 |
| 729 | 28.08.1987 | آج جماعت کی سب سے اہم ذمہ داری خدا کا پیغام دوسروں تک پہنچانا ہے | 124 |
| 741 | - | جماعت احمدیہ کا ہر فرد تبلیغ و اشاعت دین کو اپنی زندگی کا مقصد و نصب العین بنائے | 125 |

| | | | |
|---|---|---|---|
| 743 | 18.09.1987 | جماعت احمدیہ کے خلاف مخالفانہ کوششیں اور جماعت احمدیہ کا ردعمل | 126 |
| 747 | 02.10.1987 | اللہ تعالیٰ نے آپ کو دنیا کی تقدیر بدلنے کے لئے چنا ہے | 127 |
| 755 | 09.10.1987 | سیرۃ النبیؐ کی پیروی سے امریکہ اسلام کا ایک ناقابل تسخیر قلعہ بن جائے گا | 128 |
| 767 | 16.10.1987 | احمدیت کے نزدیک خدا کے سب بندے برابر اور یکساں ہیں | 129 |
| 783 | 23.10.1987 | اگر اپنی نسلوں کو بچانا چاہتے ہیں تو پہلے اپنے آپ کو بچائیں | 130 |
| 799 | 30.10.1987 | تحریک جدید حضرت مصلح موعودؓ نے خدا تعالیٰ کے القاء کے نتیجے میں شروع کی | 131 |
| 813 | 06.11.1987 | اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھی بننا ہے تو پھر ہر احمدی پر تبلیغ فرض ہے | 132 |
| 827 | 13.11.1987 | واعتصمو ابحبل اللہ جمیعاً | 133 |
| 841 | 20.11.1987 | اللہ تعالیٰ کے فضل سے دنیا میں اسلام کے غلبہ کی ہوا چل پڑی ہے | 134 |
| 861 | 11.12.1987 | غالب آنے کے ہتھیار۔ صبر، استغفار، انکسار، تسبیح وتحمید | 135 |
| 867 | - | آپ نے فجی میں امن کے پیغامبر کے طور پر کام کرنا ہے | 136 |
| 869 | - | احمدیت اپنی ذات میں نہایت خوبصورت چیز ہے | 137 |


## اشاریہ


| | | |
|---|---|---|
| 877 | آیات قرآنیہ | 138 |
| 881 | احادیث مبارکہ | 139 |
| 883 | کلید مضامین | 140 |
| 911 | اسماء | 141 |
| 917 | مقامات | 142 |
| 925 | کتابیات | 143 |

سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ

(1928-2003ء)

# جو حیرت انگیز پاک تبدیلیاں جماعت میں پیدا ہو رہی ہیں، یہ تقویٰ من اللہ ہی ہے

## خطبہ جمعہ فرمودہ 04 جنوری 1985ء

''......قوموں پر دو قسم کے حالات آتے ہیں۔ایک وہ، جس میں تقویٰ محنت اور کسب سے کمایا جاتا ہے اور ایک وہ حالات جبکہ خدا کے فضل کی طرح خدا کی رحمت کی بارش کی طرح تقویٰ آسمان سے برستا ہے۔ جماعت احمدیہ اس وقت ایسے ہی دور میں داخل ہے۔کیونکہ خدا تعالیٰ کے احسانات کے جو کرشمے ہم دیکھ رہے ہیں، جو نیکیاں دلوں کو عطا ہو رہی ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی رضوان کی محبت دلوں میں بڑھ رہی ہے، جو عبادات کا ذوق وشوق پیدا ہو رہا ہے، جو حیرت انگیز پاک تبدیلیاں پیدا ہو رہی ہیں جماعت میں، اس میں جماعت کے کسب کا کوئی حصہ نہیں۔کسی انتظامی کوشش یا جدوجہد کا کوئی حصہ نہیں۔یہ تقویٰ من اللہ ہی ہے۔خالصۃً آسمان سے خدا کے فرشتے وہ تقویٰ قلوب پر نازل فرما رہے ہیں، جس کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ نئی نئی عظیم الشان عمارتوں کی خوشخبری دے رہا ہے۔ایسے عظیم الشان کاموں کی بنیادیں قائم کر رہا ہے اس تقویٰ کے اوپر، جس کے نتیجہ میں جماعت خدا تعالیٰ کے فضل سے ایک بالکل نئے انقلابی دور میں داخل ہو جائے گی''۔

''.....گذشتہ سال کے حالات اور واقعات کا جائزہ لیا جائے تو ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر جہت سے، ہر سمت میں جماعت احمدیہ کا قدم آگے بڑھایا ہے۔کوئی ایک بھی شعبہ زندگی نہیں ہے، جس میں جماعت احمدیہ نے گذشتہ سال نمایاں ترقی نہ کی ہو۔کوئی ایک بھی ملک ایسا نہیں ہے، جس میں جماعت احمدیہ نے نمایاں ترقی نہ کی ہو۔پاکستان جیسے ملک میں جہاں جماعت کی ہر آزادی پہ پہرے بٹھا دیئے گئے ہیں، وہاں بھی جماعت کی ہر تحریک نشوونما پا رہی ہے اور پہلے سے آگے بڑھ رہی ہے''۔

''.....جہاں تک جماعت کے اوپر اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور رحمتوں کا تعلق ہے، ان کا تو شمار ممکن نہیں ہے۔اور جتنے شعبے جماعت کے کام کر رہے ہیں، ان سب کا ذکر کر کے اگر خدا تعالیٰ کے بے شمار فضلوں کو سمیٹنے کی کوشش کی جائے تو وہ بھی ایک خطبہ جمعہ میں تو ممکن ہی نہیں ہے۔اس سے پہلے جب جلسہ سالانہ کی اجازت ہوتی تھی تو دوسرے دن کی تقریر میں جماعت احمدیہ کی مختلف جہت میں ترقیات کا ذکر ہوا کرتا تھا۔اور اس میں بھی میں نے دیکھا ہے کہ انتہائی کوشش کے باوجود بھی پچھلے دو سالوں کا تجربہ تو یہ ہے کہ کبھی بھی پورے واقعات نوٹس (Notes) کے مطابق بیان نہیں کر سکا۔حالانکہ دو، تین گھنٹے کی کھلی تقریر

ہوتی ہے۔ بڑھایا بھی جا سکتا ہے۔ لیکن بار بار نوٹس چھوڑ کر بعض جگہوں سے آگے گذر کر جلدی میں ہی باتیں بیان کرنی پڑتی تھیں۔ تا کہ کچھ اور اہم نکتے جو بعد میں آنے ہوتے ہیں، وہ رہ نہ جائیں۔ تو یہ تو ممکن ہی نہیں ہے کہ ایک جمعہ کے محدود عرصہ میں، میں یہ ساری باتیں بیان کر سکوں۔ لیکن بعض پہلوؤں سے میں نے چند چیزیں صرف اخذ کی ہیں تا کہ جماعت احمدیہ کو جو شوق ہے، ہمیشہ سے خوشخبریاں سننے کا اللہ تعالیٰ ان کے دل راضی کرے اور ان کو بتائے کہ یہ جو گذشتہ سال گزرا ہے، یہ کسی لحاظ سے بھی پہلے سالوں سے کم نہیں آیا بلکہ بہت ہی زیادہ برکتیں لے کر آیا ہے۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ تبلیغ کے معاملے میں جماعت میں ایک عظیم الشان ولولہ پیدا ہو گیا ہے پچھلے سال۔ اور کوئی ایک بھی ملک ایسا نہیں ہے، جہاں نئے نئے داعی الی اللہ پیدا نہیں ہو رہے۔ اور کثرت کے ساتھ ان کی کوششوں کو پھل لگنے لگے ہیں۔ نئی نئی جماعتیں خدا تعالیٰ نے عطا فرمائی ہیں۔ نئے نئے ملکوں میں اللہ تعالیٰ نے جماعت کا پودا لگایا ہے۔ اور بعض ملکوں میں تو جماعتوں کے طور پر جس کو فوج در فوج کہتے ہیں، اس طرح لوگ داخل ہوئے ہیں۔ اور چونکہ یہ صورت حال یعنی تبلیغ میں ایک نیا ولولہ اور نیا جوش ساری دنیا میں نمایاں ہے، اس لئے کسی ایک ملک کا نام تو نہیں لیا جا سکتا۔ لیکن آپ چونکہ یورپ میں رہنے والے ہیں، اس لئے آپ کو آپ کے ملکوں کے متعلق میں بتاتا ہوں۔ اور کیونکہ آپ میرے اوّلین مخاطب ہیں کہ انگلستان میں بھی یہ پاک تبدیلی بڑے نمایاں طور پر سامنے آ رہی ہے۔ اور یورپ کے دیگر ممالک میں بھی میرا یہ ارادہ تھا، خدا تعالیٰ کے فضل اور اس کی دی ہوئی توفیق کے مطابق کہ کوشش کروں کہ ہر جہت سے گذشتہ سالوں کے مقابل پر اس سال دس گنا زیادہ تبلیغ کی رفتار ہو جائے۔ تو جہاں تک یورپ کا تعلق ہے، وہاں تو اللہ تعالیٰ نے یہ فضل پوری طرح حساب سے بھی بڑھ کر عطا فرما دیا۔ انگلستان میں بھی گذشتہ سال کی نسبت دس گنا سے زیادہ تبلیغ میں اضافہ معلوم ہوا اور جرمنی میں بھی گذشتہ سال کے مقابل پر دس گنا زیادہ اضافہ ریکارڈ کیا گیا۔ اور دیگر ملکوں کی تمام تفاصیل تو میرے سامنے نہیں ہیں۔ لیکن جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے کہ میں ابھی یورپ کے سفر سے بھی آیا ہوں، حیرت انگیز طور پر نوجوانوں میں تبلیغ کی لگن اور جوش ہے۔ اور طبیعتیں مائل ہو رہی ہیں اس طرف۔ اس لئے میں خدا کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ یہ جس کام کی بنیاد پڑ گئی ہے کہ ہر احمدی تبلیغ کرے، اس کے نتائج اب انشاء اللہ تعالیٰ اس طرح نہیں آگے بڑھیں گے کہ ایک سے دو ہو جائیں اور دو سے تین اور تین سے چار بلکہ جیسا کہ میری دلی تمنا ہے اور دعا ہے، یہ آپس میں ضرب کھانے لگ جائیں گے۔ انشاء اللہ دو سے چار اور چار سے آٹھ اور آٹھ سے سولہ اس رفتار سے ہمیں آگے بڑھنا ہے اور اس کے بغیر ہمارا چارہ نہیں ہے۔

امر واقعہ یہ ہے کہ رفتار خواہ کتنی بھی تیز ہو، رفتاروں کے ذریعہ دنیا میں انقلاب برپا نہیں ہوا کرتے بلکہ ایکسلاریشن Acceleration کے ذریعہ انقلاب ہوا کرتے ہیں۔ ایکسلاریشن (Acceleration) کہتے ہیں، ترقی پذیر رفتار کو۔ یعنی آج اگر دس میل کی رفتار سے آپ چل رہے ہیں تو کل دس میل کی رفتار سے نہیں بلکہ گذشتہ دس میل جمع اور دس میل یعنی بیس میل کی رفتار سے آپ چل رہے ہوں اور اس سے اگلے سال بیس میل کی رفتار سے نہیں چلیں بلکہ بیس + دس میل اور تو اس تدریجی رفتار کو انگریزی میں Acceleration کہتے ہیں۔ اور دنیا میں جتنا بھی کارخانہ قدرت چل رہا ہے، اس کی بنیاد خدا تعالیٰ نے Acceleration پر رکھی ہے۔ کیونکہ بنیادی طور پر آخری انرجی کی جو صورت ہے، جو Gravitation ہے یعنی زمین کی قوت جاذبہ یا مادہ کی قوت جاذبہ، جس کو کشش ثقل بھی کہا جاتا ہے، اس کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ Acceleration پیدا کرتا ہے۔ اور جتنی انرجیز (Energies) کی مختلف شکلیں ہیں، خواہ وہ بجلی ہو یا مقناطیس یا کوئی اور شکل ہو، وہ بالآخر اسی آخری شکل کی مرہون منت ہیں اور اسی کی بدلی ہوئی مختلف صورتیں ہیں دراصل۔ تو جب خدا تعالیٰ نے اپنے نقشے کی بنیاد Acceleration پر رکھی ہے اور ہمیں متوجہ فرمایا ہے کہ تم قانون قدرت پر غور کرو اور اس سے نصیحت پکڑو اور میری سنت کے راز معلوم کرو اور میرے طریق سیکھو تو روحانی دنیا میں بھی نئی عظیم الشان تخلیقات کے لئے نئے نئے کارخانے جاری کرنے کے لئے لازم ہے کہ ہم خدا کی اس جاری کردہ سنت پر غور کریں اور اسی کو اپنائیں۔

پس آئندہ سال کے لئے اگر یہاں انگلستان میں مثلاً ایک سال میں ساٹھ ہوں اور جرمنی میں ایک سو دس یا ایک سو بیس اور ہو جائیں تو یہ تو Stagnation کی علامت ہوگی ہے، ایک مقام پر کھڑے ہو جانے والی بات ہے۔ اگر دس داعی الی اللہ یہاں پیدا ہوئے تھے تو اگلے سال کم سے کم بیس ہونے چاہئیں یا اس سے بھی زیادہ۔ اور جرمنی میں اگر پچاس پیدا ہوئے تھے تو اگلے سال سو یا اس سے بھی زیادہ ہونے چاہئیں۔ اسی طرح باقی ملکوں کو بھی میں یہی پیغام دیتا ہوں کہ نئے سال میں یہ عہد کریں اپنے رب سے کہ اے خدا! تو نے محض اپنے فضل سے ہمیں جو تیز رفتاری بخشی ہے، اس تیز رفتاری کو Acceleration میں تبدیل فرما دے، ہمارے ہر کام میں غیر معمولی سرعت ہی نہ ہو بلکہ بڑھتی رہنے والی سرعت عطا ہو، دنیا ہر سال ہمیں ایک نئے دور میں داخل ہوتا دیکھے، تیری راہ میں قدم بڑھانے کی مزید توانائی ہمیں نصیب ہو اور تیری طرف حرکت کے لئے نئے نئے پر ہمیں عطا ہوتے رہیں۔ ان دعاؤں کے ساتھ ہمیں نئے سال کا آغاز کرنا چاہیے۔

جہاں تک اس تبلیغ کے نتائج کا تعلق ہے اور روحانی طور پر اللہ تعالیٰ نے تقویٰ عطا فرمایا ہے اور اپنی رضا بخشی ہے، ہمیں اس کا تعلق ہے۔ اس کے نتیجہ میں ظاہری لحاظ سے کچھ مشکلات بھی دکھائی دیتی

ہیں۔ اور وہ مشکلات بھی دراصل اللہ کا فضل ہیں۔ مشکلات یہ ہیں کہ وہ مساجد، جو پہلے ہمارے لئے کافی ہوا کرتی تھیں، اب کافی نہیں رہیں۔ کچھ نئے آنے والے آئے ہیں، کچھ پرانے جو غافل تھے، وہ بڑی تیزی کے ساتھ جماعت کی طرف دوبارہ پلٹے ہیں۔ باہر جانے کی بجائے ان کا رخ اندر کی طرف ہو گیا ہے۔ چنانچہ وہ مساجد، جو گذشتہ دوروں میں مجھے کافی محسوس ہوتی تھیں، اب تو بالکل اتنی چھوٹی دکھائی دی ہیں کہ حیرت ہے کہ ان سے ہمارے کام کیسے چل سکیں گے۔

چنانچہ میں نے تو دو یوروپین مشنز کی تحریک کی تھی لیکن اب معلوم ہو رہا ہے کہ دو تو نہیں، یہ تو لمبا سلسلہ چلنے والا ہے۔ چنانچہ انگلستان کا جہاں تک تعلق ہے، خدا تعالیٰ نے آپ کو تو ایک بڑا وسیع مشن بھی عطا فرما دیا لیکن پھر بھی جو دوسری ضروریات ہیں، وہ پوری نہیں ہو سکتیں۔ اس لئے یہاں بھی ہمیں جگہ جگہ نئی جگہیں خریدنا پڑیں گی۔ اور اس کا ہم جائزہ لے رہے ہیں۔

ایک خوشخبری یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے گلاسگو میں ہمیں ایک بہت عظیم الشان عمارت خریدنے کی توفیق مل گئی ہے۔ جو وہاں کی جماعت کا ایک حصہ سمجھتا ہے کہ بہت دیر تک ہماری ضروریات پوری ہوتی رہیں گی۔ لیکن میں سمجھتا ہوں، وہ یہ بدظنی کر رہے ہیں اپنے رب پر۔ اگر بہت دیر تک ان کی ضروریات پوری ہوتی رہیں گی تو پھر وہ بڑھ نہیں رہے۔ اس لئے میری تو دعا ہے کہ کل ضروریات ان کی پوری نہ ہو سکیں، اتنی جلدی وہ پھیلیں اور نشوونما پائیں اور اس تیزی سے آگے قدم بڑھائیں کہ ہم دیکھتے رہ جائیں کہ یہ عمارت چھوٹی ہو گئی اور جماعت اس سے بڑی ہو گئی۔ اس لئے اب گلاسگو کی جماعت کو میری خاص نصیحت یہ ہے کہ خدا کی اس نعمت کا شکر اس رنگ میں ادا کریں کہ اس عمارت کو بھرنے کی کوشش کریں۔ جلد سے جلد اور خدا کی رحمت پر توقع رکھیں کہ جب وہ بڑھیں گے تو خدا اور عمارتیں بھی عطا کر دے گا۔ خدا تعالیٰ نے اس لحاظ سے جماعت کو کبھی بھی محروم نہیں رکھا۔

جرمنی کا سفر میرا خصوصیت کے ساتھ اس لئے تھا کہ وہاں دوسرا یوروپین مشن خریدنے کے لئے جائزہ لیا جائے۔ لیکن جب ہم ہالینڈ میں اترے وہاں کی مسجد کو دیکھ کر ہمیں تعجب ہوا کہ ہالینڈ کی مسجد بھی چھوٹی ہو گئی ہے۔ بہت سے لوگ جو پہلے تعلق نہیں رکھتے تھے، وہ کثرت کے ساتھ تعلق رکھنے لگے۔ نئے نئے احمدی ان میں داخل ہوئے اور اللہ کے فضل سے وہ جو پہلے بڑی کھلی جگہ دکھائی دیا کرتی تھی، بالکل چھوٹی ہو کے رہ گئی ہے۔ چنانچہ وہاں بھی خدا تعالیٰ نے توفیق دی۔ اگرچہ دو، تین دن کا قیام تھا لیکن جماعت نے بھی بڑی بھاگ دوڑ کی، نئی جگہیں تلاش کیں اور اس جگہ کو بھی نئی وسعت دینے کے لئے آرکیٹکٹ بلا کر ان کے ساتھ معاملات طے ہوئے۔ تو امید کرتے ہیں کہ انشاء اللہ تعالیٰ جلد خدا تعالیٰ کے

فضل کے ساتھ ہالینڈ میں بھی دو طرح ہمارے مشن وسعت پذیر ہوں گے۔ایک موجودہ عمارت کی توسیع کی جائے گی اور دوسرے ایک نیا مشن وہاں قائم کرنا ہے، انشاء اللہ۔

جب جرمنی پہنچے تو پتہ چلا کہ وہاں تو ہیمبرگ میں بھی ضرورت ہے، وہاں کولن ایک جگہ ہے، وہاں بھی ضرورت ہے اور میونخ میں بھی ضرورت ہے۔ وہاں تو جماعتیں شور مچا رہی تھیں کہ ہماری ضرورتیں پوری کرو۔آپ ایک مشن کی بات کر رہے ہیں، یہاں تو جگہ جگہ خدا کے فضل نئے مشنوں کے تقاضے کر رہے ہیں۔ چنانچہ یہی فیصلہ کرنا پڑا کہ ایک تو بڑا مرکز قائم کیا جائے ، فرینکفرٹ کے قریب۔اور وہاں خدا کے فضل سے ایک بہت اچھی اور با موقع جگہ پسند کر لی گئی ہے اور Negotiations کے لئے کہہ دیا ہے۔ بہر حال جو قیمت بھی طے ہوگی، ہم انشاء اللہ دیں گے اس کی۔

اور ہیمبرگ مشن کو بھی ہدایت کر دی گئی ہے۔ دو، تین ان کی جو تجاویز تھیں، وہ سامنے بھی آئیں لیکن وہ بھی پوری نہیں تھیں۔ان سے میں نے کہا تھا کہ بڑی جگہ بنائیں تو ان کے جو حوصلہ کی چھلانگ تھی، اسی وجہ سے کہ شاید اگلی پانچ سال کی یا دس سال کی ضرورتیں ہماری پوری ہو جائیں گی، انہوں نے چھوٹی جگہ تجویز کر دی۔ان سے میں نے کہا ہے کہ آپ کتنے سال پھل کھاتے رہے ہیں گذشتہ لوگوں کی محنت کا۔ اب ان کا شکریہ ادا کرنے کا تو یہ طریق ہے کہ آئندہ ارادہ یہ کریں کہ گویا آئندہ بیس یا تیس سال تک کی ضروریات کے لئے آپ نے کشادہ جگہ لینی ہے۔اور دعا یہ کریں کہ خدا کرے، اگلے سال ہی ہمیں اور جگہ لینی پڑے۔ یہ ڈھنگ ہیں، جو قدرت نے ہمیں سکھائے ہیں۔اس طریق پر خدا تعالیٰ نے دنیا میں نشوونما فرمائی ہے۔اور یہ جاری قوانین ہیں اللہ تعالیٰ کے، جن کے نتیجے میں تمام کائنات ترقی پذیر ہے۔اس لئے خدا تعالیٰ کی اس جاری سنت کو دیکھ کر ان سے جب ہم زندہ رہنے کے اسلوب سیکھتے ہیں تو پھر یہی نتائج سامنے آتے ہیں، جو میں آپ کے سامنے سنا رہا ہوں۔

سوئٹزرلینڈ گئے تو وہاں بھی جگہ بہت چھوٹی نظر آئی۔اگرچہ وہاں بہت زیادہ مہنگائی ہے لیکن پھر بھی ہمیں جو فوری ضروریات ہماری ہیں، وہ تو بہر حال پوری کرنی ہیں۔یعنی سوئٹزرلینڈ میں انگلستان کے مقابل پر دس گنا سے بھی زیادہ قیمتیں ہیں جائیدادوں کی۔ بہر حال ایک جگہ تو زمین کے متعلق ان کا مطالبہ تھا کہ ہمیں جلد لے کر دی جائے۔ان سے تو میں نے کہا ہے کہ آپ لوگ چونکہ تبلیغ میں ست ہیں، اس لئے ابھی آپ کا حق نہیں ہے۔آپ پہلے اپنا حق قائم کریں، ہر احمدی میں ایک جذبہ اور جوش پیدا ہو، پھر انشاء اللہ تعالیٰ چاہے جہاں سے مرضی روپیہ لانا پڑے، ہم آپ کی ضرورت پوری کر دیں گے۔لیکن ابھی ان کو

ایک سال کی میں نے مہلت دی ہے۔ اس لئے فی الحال سوئٹزر لینڈ میں سوائے پرانے مشن کی کچھ توسیع کے اور کوئی پروگرام نہیں ہے۔

جب فرانس آئے تو معلوم ہوا کہ وہاں بھی جماعت میں ایک حیرت انگیز تبدیلی ہے۔ ہم تو سمجھا کرتے تھے کہ وہاں دس، پندرہ کی ایک کمزور سی جماعت ہوگی لیکن جب جمعہ پہ ہم اکٹھے ہوئے تو صرف مرد ہی پینسٹھ تھے خدا کے فضل سے اور عورتیں اس کے علاوہ بھی تھیں۔ اور جو خدمت کرنے والی خواتین تھیں، جو سب کا خیال رکھ رہی تھیں اور کھانا وغیرہ پکاتی تھیں اور ہر قسم کی خدمت کر رہی تھیں، ان میں ایک یوروپین خاتون بھی تھیں، جو حیرت انگیز اخلاص سے دن رات محنت کر رہی تھیں وہاں۔ تو وہاں تو بالکل ایک نیا نقشہ نظر آیا جماعت کا۔ وہاں خدا کے فضل سے پیرس کے ایک بہت اچھے علاقے میں جو صاف ستھرا اور معاشرہ کے لحاظ سے بھی صحت مند علاقہ ہے، وہاں ایک بہت اچھا مشن خرید لیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ جماعت کو یہ مبارک فرمائے۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ اس کی جو قانونی Transaction ہے، وہ بھی ایک دو مہینہ کے اندر ہو جائے گی اللہ تعالیٰ کے فضل سے۔ سودا ہو چکا ہے پختہ، رقم کا ایک حصہ ادا کر دیا گیا ہے اور دوسرا موجود ہے۔ اسی طرح ایک اور جگہ بھی وہاں جائزہ لینے کی بھی ہدایت کر دی گئی ہے تا کہ فرانس میں ایک نہیں بلکہ دو مشن قائم کئے جائیں۔

تو جہاں تک بیرونی دنیا کا تعلق ہے، اخلاص کا حال دیکھیں، تبلیغ کا ذوق وشوق دیکھیں، عبادتوں کا شوق دیکھیں، نئے نئے مشنز کا قیام دیکھیں، کس لحاظ سے یہ سال برا گذرا ہے؟ امر واقع یہ ہے کہ اتنے غیر معمولی فضل ہر سمت سے خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوئے ہیں کہ اس کا شکر ادا کرنے کی طاقت ہم نہیں رکھتے۔ یہ حق ادا نہیں ہو سکتا ہم سے۔ اس لئے خدا کی رحمت کے سامنے سر جھکاتے ہوئے پرانے سال کی دہلیز سے گذریں اور نئے سال میں داخل ہوں۔ اور خدا کی رحمت کے حضور یہ سر پھر بلند اٹھیں نہ کبھی۔ کیونکہ جو خدا کے حضور شکرانہ کے طور پر اپنے سر جھکاتے ہیں، انہی کو ہمیشہ سر بلندیاں عطا ہوا کرتی ہیں۔ اور میں امید رکھتا ہوں کہ خدا کے فضلوں میں بھی اسی طرح Acceleration آئے گی انشاء اللہ، جتنی آپ اپنی کوششوں میں ایکسلاریشن (Acceleration) کریں گے۔ اللہ کی ہمیشہ سے یہ تقدیر جاری ہے کہ بندے کے تھوڑے کے مقابل پر اپنا بہت زیادہ ڈالتا ہے۔ ایک غریب آدمی کچھ تھوڑا سا جب پیش کیا کرتا ہے کسی امیر کو تو اتنا تو نہیں لوٹایا کرتا۔ اتنا تو اگر وہ لوٹائے تو یہ بڑا ہی گھٹیا کام سمجھا جاتا ہے اور بہت ہی حقیر بات سمجھی جاتی ہے۔ تو اللہ نے اپنے بندوں کو اگر یہ فطرت عطا فرمائی ہے تو آپ تصور نہیں کر سکتے کہ خدا تعالیٰ کا ردعمل کس قسم کا ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف طریق پر ہمیں سمجھایا اور خلاصہ اس کا یہ ہے کہ آپ

ایک معمولی سی حرکت کرتے ہیں، اس کو خدا تعالیٰ ایک لامتناہی حرکت میں تبدیل کر دیتا ہے۔ اتنے فضل جاری فرماتا ہے کہ اس کو آپ گن نہیں سکتے، ان کو آپ سمیٹ نہیں سکتے۔

جہاں تک پاکستان کے حالات کا تعلق ہے، ان کے فیض سے بھی یہاں آپ کے اندر روحانی تبدیلیاں ہو رہی ہیں۔ یعنی اگر آپ غور کریں تو ان ساری ترقیات کا منبع اور مرکز پاکستان میں پیدا ہونے والا دکھ ہے۔ اس لئے

وَعَسٰۤی اَنۡ تُحِبُّوۡا شَیۡئًا وَّہُوَ شَرٌّ لَّکُمۡ

(البقرۃ:217)

کا ایک عجیب منظر ہے، جو ہم دیکھ رہے ہیں۔ جس طرح تمام دنیا کی توانائی، جو اس نظام شمسی میں ہم دیکھتے ہیں، یہ سورج سے نازل ہو رہی ہے، اسی طرح ہر قسم کی توانائی کے بعض مراکز ہوا کرتے ہیں۔ یہ جو توانائی ساری دنیا میں جماعت احمدیہ میں پھیل رہی ہے، اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ اس کا مرکز پاکستانی احمدیوں کے دکھوں میں ہے۔

وہیں فرانس میں ایک فرانس کے مقامی باشندے، جو خدا کے فضل سے مخلص احمدی ہیں، انہوں نے ایک سوال کیا۔ جس کے نتیجہ میں، میں ان کو سمجھا رہا تھا کہ اس دور میں خدا تعالیٰ نے کس کس قسم کے فضل کئے ہیں۔ میں نمونے ان کو بتا رہا تھا تو ایک میں نے ان کو یہ بتایا کہ بڑی کوششیں کی گئیں کبھی خدام الاحمدیہ کی طرف سے، کبھی انصار اللہ کے طرف سے مختلف نظاموں کی طرف سے لیکن کئی ایسے تھے بیچارے نوجوان جو قابو ہی نہیں آتے تھے، تربیت کے لحاظ سے۔ کبھی نماز کے قریب نہیں پھٹکا کرتے تھے۔ ہر قوم میں کمزور ہوتے ہیں، ہمارے اندر بھی کمزور تھے۔ لیکن کوشش کے باوجود ہماری پیش نہیں جاتی تھی ان پر۔ میں نے ان کو بتایا کہ اب یہ دیکھیں کہ کیسے ہم یہ کر سکتے تھے؟ ہمارا تو اختیار ہی نہیں تھا کہ ایسے ایسے نوجوان مجھے خط لکھتے ہیں اور سینکڑوں کی تعداد میں بلکہ ہزار کے لگ بھگ اب تک خط ہو چکے ہوں گے ایسے کہ جنہوں نے یہ اطلاع دی ہے کہ ہم جو نماز کے قریب بھی نہیں پھٹکا کرتے تھے، ہم اب تہجد گزار ہو گئے ہیں۔ جب میں یہ واقعہ ان کو بتا رہا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ازدیاد ایمان کا یہ سامان پیدا فرما دیا کہ میرے پہلو میں دائیں طرف جو نوجوان بیٹھا ہوا تھا، وہ ایک دم بول پڑا کہ میں بھی ان میں سے ہی ہوں، میرا بھی یہی حال تھا، اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے میں تہجد پڑھتا ہوں، میں چندوں میں آگے آ گیا ہوں، میں قربانیوں میں آگے ہوں، تبلیغ کا شوق مجھ میں پیدا ہو گیا ہے۔ حیران رہ گیا وہ فرانسیسی احمدی نوجوان یہ دیکھ کر کہ کس طرح خدا تعالیٰ فوراً گواہ بھی پیدا فرما دیتا ہے۔

اور پاکستان کے اندر جو تبدیلیاں ہیں، وہ اس سے بہت زیادہ ہیں۔ کیونکہ وہ اس توانائی کے مرکز کے قریب تر بسنے والے لوگ ہیں۔ غموں کی جو شدت وہ محسوس کرتے ہیں، جو تمازت ان کے دلوں پر پڑ رہی ہے، آپ تو دور سے اس کا نظارہ کر کے اپنے اندر یہ تبدیلیاں محسوس کر رہے ہیں اور تصور نہیں کر سکتے کہ ان کے دلوں پر کیا گذر رہی ہے اور کس طرح یہ آگ ان کے قلبی جوہروں کو کندن بناتی چلی جارہی ہے۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ آسمان سے کثرت کے ساتھ فضل نازل ہو کر ہر جگہ ان کے ایمان کو بڑھانے کا موجب ہو رہے ہیں۔ صرف کردار کی پاک تبدیلی نہیں ہے بلکہ نشانات بھی ان پر نازل ہو رہے ہیں۔ عزم کے نئے نئے پہاڑ سر کر رہے ہیں اور ہر پہاڑ پر خدا کی رحمت اور اس کی رضا کی تجلیات بھی دیکھ رہے ہیں"۔

"......بہرحال ہم نے تو ہمیشہ سے دیکھا اور اس دور میں پہلے سے بھی بڑھ کر دیکھا کہ ہر مصیبت اور ہر آفت کے وقت خدا تعالیٰ نے ہمارے دلوں کو نئی تقویت، نیا ثبات قدم ہمیں عطا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہر بلا سے محفوظ رکھا اور ہر روک ہمارے راستے سے دور کر دی اور ہمارے قدم پہلے سے زیادہ تیز رفتاری کے ساتھ آگے بڑھتے رہے۔ جہاں تک ہمارے مخالفین کا تعلق ہے، ان کو میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان میں مخاطب کر کے یہ کہتا ہوں کہ:۔

"آسمان پر ایک شور برپا ہے اور فرشتے پاک دلوں کو کھینچ کر اس طرف لا رہے ہیں"۔

روک سکتے ہو تو روک کے دیکھ لو، تمہاری کچھ پیش نہیں جائے گی۔ وہ سعید روحیں جو خدا کے فضل سے اس کے فرشتوں کی تحریک پر جماعت کی طرف مائل ہو رہی ہیں اور پہلے سے بڑھ کر مائل ہو رہی ہیں، وہ جوق در جوق اس راہ میں آتی چلی جائیں گی۔ اور کوئی نہیں ہے، جو ان کے قدم روک سکے۔

> "......آسمان پر ایک شور برپا ہے اور فرشتے پاک دلوں کو کھینچ کر اس طرف لا رہے ہیں۔ اب اس آسمانی کارروائی کو کیا انسان روک سکتا ہے؟ بھلا اگر کچھ طاقت ہے تو روکو۔ وہ تمام مکر و فریب جو نبیوں کے مخالف کرتے رہے ہیں، وہ سب کرو اور کوئی تدبیر اٹھا نہ رکھو۔ ناخنوں تک زور لگاؤ پھر دیکھو کہ کیا بگاڑ سکتے ہو؟"

(اربعین نمبر 04، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ نمبر 473)

خدا کی قسم تم کچھ بھی جماعت احمدیہ کا نہیں بگاڑ سکتے۔ تمہاری نسلیں مخالفتوں پر ایک دوسرے کے بعد ناکامی کی موت مرتی رہیں گی لیکن جماعت احمدیہ ہمیشہ اللہ کے فضلوں اور رحمتوں کے سائے کے نیچے آگے سے آگے، آگے سے آگے، آگے سے آگے بڑھتی رہے گی"۔

(مطبوعہ خطبات طاہر جلد 04 صفحہ 02 تا 20)

# اللہ تعالیٰ کی تقدیر دشمن کو گھیر کر آخری میدان جنگ کی طرف لے آئی ہے

## ارشادفرمودہ 16 فروری 1985ء

مسجد فضل لندن میں منعقدہ مجلس عرفان کے آخر میں حضور نے انگریزی زبان میں جو نہایت اہم ارشاد فرمایا، اس کا اردو مفہوم حسب ذیل ہے:۔

''اب میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ پاکستان میں کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے متعلق کیا ہو رہا ہے۔ یہ تحریک دونوں اطراف سے دن بدن شدت اختیار کرتی چلی جا رہی ہے۔ ایک طرف احمدی یہ تہیہ کیے ہوئے ہیں کہ خواہ کچھ بھی ہو جائے، وہ نہ صرف کلمہ طیبہ پر ایمان رکھیں گے بلکہ اس کا اظہار بھی کریں گے۔ چنانچہ وہ اپنی ٹوپیوں پر کلمہ کے بیج اور کاروں پر کلمہ کے لیبل لگاتے ہیں۔ اس تحریک کے نتیجہ میں بعض مقامات پر بہت سے غیر احمدی احباب بھی اب کلمہ کے بیجوں کا مطالبہ کرنے لگے ہیں۔ اس کے برعکس حکومت پاکستان کا رویہ بھی دن بدن شدید سے شدید تر ہوتا جا رہا ہے۔ وہ احمدیوں کو صرف اس جرم میں جیلوں میں بھر رہے ہیں کہ وہ کلمہ کا بیج لگاتے ہیں۔ گرفتاریوں کا یہ سلسلہ فیصل آباد سے شروع ہوا، جہاں تیس سے زائد احمدی گرفتار کئے جا چکے ہیں۔ بعض اور مقامات پر بھی احمدیوں کو پولیس نے زدوکوب کیا ہے۔ لیکن بعض مقامات پر پولیس نے یہ کہتے ہوئے حکومت سے تعاون کرنے سے انکار بھی کیا ہے کہ کلمہ مٹانا، ہمارے فرائض میں شامل نہیں۔ بعض اور مقامات پر پولیس نے احمدیوں کو زدوکوب کرنے کے علاوہ ان کی مملوکہ اشیاء چھین کر ان کو جیل میں بھیج دیا ہے۔ ان سب احمدیوں کا صرف یہ جرم بتایا گیا ہے کہ وہ کلمہ کے بیج لگائے ہوئے تھے۔

جو بات اس وقت میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں، وہ یہ ہے کہ اب یہ آخری میدان جنگ ہے، جس کی طرف اللہ تعالیٰ کی تقدیر دشمن کو گھیر کر لے آئی ہے۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ یہاں دشمن کو کھلی کھلی شکست کا سامنا کرنا پڑے گا۔ لیکن بیرون پاکستان کے احمدیوں کو اپنے پاکستانی احمدی بھائیوں کی جس رنگ میں مدد کرنی چاہئے، وہ ابھی تک ان کی طرف سے ظہور میں نہیں آئی۔ میں نے ذمہ دار عہدیداران کو یہ ہدایت کی ہے کہ وہ دنیا بھر کے تمام احمدیوں کو میرا یہ پیغام پہنچائیں کہ وہ کلمہ دشمنی کی اس تحریک کی زیادہ سے زیادہ تشہیر کریں۔ اور دنیا کو بتائیں کہ حکومت پاکستان اسلامی حکومت کے نام پر کیا کچھ کر رہی ہے۔ دنیا کو بتایا جائے کہ کون کلمہ

کی حفاظت کر رہا ہے اور کون اس پر حملہ آور ہو رہا ہے۔ عربوں، افریقنوں، یورپین اور دیگر تمام لوگوں کو اس امر سے اچھی طرح آگاہ کیا جائے۔ ابھی تک مجھے ایسی کوئی اطلاع نہیں ملی کہ اشاعت کی یہ تحریک باقاعدہ طور پر شروع کر دی گئی ہے۔ دشمن سے ہماری جنگ کا یہ انتہائی اہم اور فیصلہ کن مقام ہے۔ یہ آواز دنیا کے کونے کونے میں پہنچنی چاہئے کہ یہ وہ آخری مقام ہے، جہاں دشمن پہنچ چکا ہے۔ اور اس کے اصلی ارادے اب کھل کر سامنے آگئے ہیں۔ یہ کلمہ کے محافظ نہیں بلکہ کلمہ کے دشمن ہیں۔...... انگلستان کی جماعت کے تمام افراد بھی اس کام میں مصروف ہو جائیں اور جو کچھ بھی کر سکتے ہیں، کریں۔ دنیا بھر کے تمام پاکستانی سفارتخانوں کو تسلسل کے ساتھ اس بات کی طرف متوجہ کیا جائے۔ عرب لوگوں اور عرب اخبارات کو احتجاجی خطوط لکھیں۔ تمام عرب، افریقی اور دوسرے مسلمان سفارتخانوں کو بتائیں کہ دین اسلام اب اس حد تک تنزل کا شکار ہو چکا ہے۔ انہیں اس بات کی طرف متوجہ کریں کہ کلمہ سے ہی اسلام کا آغاز ہوا تھا اور یہی وہ کلمہ تھا، جس کی خاطر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ نے اپنا سب کچھ قربان کر دیا تھا۔ ان سے دریافت کریں کہ کیا حضرت بلال ؓ نے کلمہ کی خاطر جو قربانیاں دیں تھیں، وہ اسی مقصد کے لئے تھیں، جو آج حکومت پاکستان کر رہی ہے۔ کیا تمام اسلامی دنیا خاموش تماشائی بن کر یہ سب کچھ دیکھتی رہے گی۔ یہ ایک ایسا جرم عظیم ہے کہ اگر انہوں نے پاکستان یا کسی بھی جگہ کے کلمہ دشمن افراد کے خلاف اپنی آواز بلند نہ کی تو وہ کبھی آسمانی سزا سے بچ نہیں سکیں گے۔ اگر وہ کلمہ دشمن افراد کا مادی اسباب کے ساتھ ہاتھ روک سکتے ہیں تو انہیں ضرور ایسا کرنا چاہئے۔ یقیناً انہیں اس کی استطاعت بھی حاصل ہے“۔

بعد ازاں اس سوال کے جواب میں کہ کیا مظاہروں اور جلوس کے ذریعہ اس کلمہ دشمن تحریک کی تشہیر کی جاسکتی ہے؟ حضور نے فرمایا:۔

”یہ کام ایسے رنگ میں نہ ہو، جیسے سیاسی پارٹیاں کرتی ہیں۔ بلکہ قرآنی حدود کے اندر رہتے ہوئے اور جماعت احمدیہ کی روایات کو ملحوظ رکھتے ہوئے جدوجہد کریں۔ ہمیں سنجیدہ، صاحب عزم محتاط اور بامقصد ہونا چاہئے۔ مقصد یہ ہونا چاہئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس کی حفاظت کی آڑ میں جماعت احمدیہ کی مخالفت کرنے والی ضیاء حکومت، ان کے حواریوں اور ملاؤں کا اصلی روپ ساری دنیا کو دکھایا جائے۔ اور بتایا جائے کہ چونکہ ان لوگوں نے کلمہ پر حملہ کیا ہے، اس لئے درحقیقت یہ لوگ خدا تعالیٰ کی توحید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے عقیدہ پر حملہ آور ہو رہے ہیں۔ پس آپ کی صدا اتنی بلند ہونی چاہئے کہ اسلام آباد میں بار بار سنی جائے اور آپ کی صدا کی بازگشت سے اسلام آباد لرز اٹھے“۔

(مطبوعہ ہفت روزہ النصر 22 فروری 1985ء)

# اسلام کے نمائندے کے طور پر جماعت تمام مذاہب سے برسر پیکار ہے

## خطبہ جمعہ فرمودہ 22 مارچ 1985ء

''.....پس جماعت احمدیہ تو خدا کے فضل سے قیام پاکستان سے پہلے قائم ہو چکی تھی اور تمام دنیا میں پھیل چکی تھی۔ پاکستان بننے کے بعد تو تم نہیں پھیلے۔ چنانچہ امریکہ میں 1920ء میں باقاعدہ مشن قائم ہو چکا تھا۔ انگلستان میں 1913ء میں مشن قائم ہوا۔ یہ جگہ جہاں آپ اس وقت بیٹھے ہوئے ہیں، 1920ء میں خریدی گئی۔ انگلستان کے پہلے مبلغ حضرت چوہدری فتح محمد سیال صاحب رضی اللہ عنہ تھے۔ غانا اور نائیجریا، مغربی افریقہ میں 1921ء میں مشن نے کام کرنا شروع کیا۔ مشرقی افریقہ میں 1896ء یعنی بیسویں صدی سے بھی پہلے جماعت احمدیہ قائم ہو چکی تھی۔ ویسے باقاعدہ مشن 1934ء میں کھولا گیا۔ ہنگری، پولینڈ اور چیکوسلواکیہ میں 1930ء میں تبلیغی مراکز کھولے جا چکے تھے۔ اسی طرح سپین، اٹلی اور البانیہ میں بھی 1936ء میں مشن قائم ہوئے۔ برما میں بھی 1935ء میں تبلیغی مشن قائم کیا گیا۔ غرضیکہ آپ سارے عالم کا جائزہ لیں تو یہ امر بخوبی سمجھ میں آجاتا ہے کہ جماعت احمدیہ تو خدا کے فضل سے مدتوں پہلے اکناف عالم میں پھیل بھی چکی تھی۔

اور دنیا میں کیا کام کر رہی تھی؟ اب یہ حصہ رہ گیا ہے۔ تو اب اس کو بھی میں بیان کر دیتا ہوں۔ اور اس سلسلہ میں ایسے ایسے لوگوں کی رائے آپ کو سناتا ہوں، جن کی آراء پر تمہیں اعتماد کرنا پڑے گا۔ یہ احمدی تو نہیں مگر اس کے باوجود حق بات ان کی زبان پر جاری ہو رہی ہے۔ چنانچہ اخبار زمیندار نے دسمبر 1926ء میں لکھا:۔

> ''ہم مسلمانوں سے دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ وہ دنیا میں اپنے دین مقدس کو پھیلانے کے لئے کیا جدوجہد کر رہے ہیں؟ ہندوستان میں سات کروڑ مسلمان آباد ہیں، کیا ان کی طرف سے ایک بھی قابل ذکر تبلیغی مشن مغربی ممالک میں کام کر رہا ہے؟ (مگر لکھنے والے کو پتہ نہیں تھا کہ ابھی تیل دریافت نہیں ہوا۔ ناقل) گھر بیٹھ کر احمدیوں کو برا بھلا کہہ لینا نہایت آسان ہے لیکن اس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ یہی

ایک جماعت ہے، جس نے اپنے مبلغین انگلستان میں اور دیگر یوروپین ممالک میں بھیج رکھے ہیں۔ کیا ندوۃ العلماء، دیوبند، فرنگی محل اور دوسرے علمی اور دینی مرکزوں سے یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ تبلیغ واشاعت حق کی سعادت میں حصہ لیں؟ کیا ہندوستان میں ایسے متمول مسلمان ہیں، جو چاہیں تو بلا دقت ایک ایک مشن کا خرچ اپنی گرہ سے دے سکتے ہیں؟ یہ سب کچھ ہے لیکن افسوس کہ عزیمت کا فقدان ہے۔ فضول جھگڑوں میں وقت ضائع کرنا اور ایک دوسرے کی پگڑی اچھالنا، آج کل کے مسلمانوں کا شعار ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بے راہ قوم پر رحم کرے"۔

(زمیندار دسمبر 1926ء)

اور انقلاب 02 مئی 1930ء لکھتا ہے:۔

"تبلیغی مذہب والے کو اس چیز کی نشر و تبلیغ کی دھن ہوتی ہے، جس کو وہ سچا سمجھتا ہے"۔

پھر لکھتا ہے:۔

"مسلمانوں کی موجودہ خوابیدہ حالت کو دیکھ کر ماننا پڑتا ہے کہ ان کے پاس حق ایک شمہ برابر نہیں ہے۔ ورنہ کیا وجہ ہے، انہیں تمام عالم میں نشر واشاعت کی دھن نہیں۔ ان کے مقابلہ میں ایک اکیلی جماعت احمدیہ ہے، جس کے مخالف نہ صرف تمام دیگر مذاہب ہیں بلکہ مسلمانوں کی انجمنیں بھی خاص اسی جماعت کے درپۓ ایذا رہتی ہیں۔ لیکن باوجود اس کے یہ چھوٹی سی جماعت دن رات اسی کوشش میں لگی ہوئی ہے کہ اسلام کی نعمت سے خود ہی لطف اندوز نہ ہو بلکہ ساری دنیا کو فائدہ اٹھانے کے قابل بنا دے"۔

اب دیکھیں کس طرح ان کا جھوٹ کھل جاتا ہے۔ مزعومہ قرطاس ابیض میں نقشہ یہ کھینچ رہے ہیں کہ احمدی ساری دنیا میں مسلمانوں کے اندر فساد پھیلانے کے لئے پھیلے ہیں۔ پاکستان میں چونکہ فساد نہیں کروا سکے، اس لئے بیرونی ملکوں میں پھیل گئے۔ اور 1953ء کے بعد یہ برآمد ہوئے پاکستان سے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون. نہ تاریخ کا ان کو کوئی پتہ ہے، نہ دنیا کے حالات کی کوئی واقفیت ہے اور نہ عقل۔ یہ رسالہ ان کی جدید تحقیقی کوششوں کا نچوڑ ہے۔ اس کی تو دو کوڑی کی بھی حیثیت نہیں ہے۔ اور واقعات کیا ہیں؟ خود ان کے اخبارات، جن کا احمدیت سے کوئی تعلق نہیں، وہ لکھتے ہیں کہ دنیا کے سارے مذاہب جماعت احمدیہ کے دشمن ہیں۔ کیونکہ اسلام کے نمائندے کے طور پر جماعت تمام مذاہب سے برسرپیکار ہے۔ اور پھر ظلم کی

حد یہ ہے کہ خود مسلمان بھی اس کے دشمن ہوئے جاتے ہیں۔ یعنی صرف دیگر مذاہب ہی جماعت احمدیہ کے مخالف نہیں بلکہ مسلمانوں کی انجمنیں بھی خاص طور پر اس جماعت کے درپئے ایذا رہتی ہیں۔ پس کون فساد کررہا ہے؟ کون ایذا دہی کے سامان بہم پہنچا رہا ہے، جماعت احمدیہ یا مسلمانوں کی یہ انجمنیں؟ لیکن باوجود اس کے کہ جماعت احمدیہ ایک چھوٹی سی جماعت ہے، پھر بھی دن رات اس کوشش میں لگی ہوئی ہے کہ اسلام کی نعمت سے خود ہی متمتع نہ ہو بلکہ ساری دنیا کو اس سے فائدہ اٹھانے کے قابل بنائے۔

چنانچہ رسالہ ''حنیف'' نومبر 1925ء میں غازی محمود دھرم پال صاحب نے ایک مقالہ لکھا، جس میں وہ لکھتے ہیں:۔

''مولانا ظفر علی کے وہ مضامین میری نظر سے گزرتے تھے، جو احمدیوں کی تکفیر اور ارتداد کی تائید میں زور وشور سے زمیندار کے کالموں میں شائع ہو رہے تھے تو ان میں سے ہر ایک مضمون کا ایک ایک لفظ دو دھاری تلوار کی طرح میرے دل کو کاٹتا اور پارہ پارہ کرتا تھا۔ میں اکثر یہ اعلان کر چکا ہوں کہ احمدی نہیں ہوں اور احمدیوں کے بعض عقائد کے ساتھ دیانتداری کے ساتھ اختلاف ہے۔ مگر باوجود اختلاف کے میں ان کو مسلمان سمجھتا ہوں اور ہندوستان کے اندر اور باہر وہ غیر مسلموں کے حملوں سے اسلام کے تحفظ کے متعلق جو بھی خدمات سرانجام دے رہے ہیں، ان کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتا ہوں''۔

کیا یہ وہ ''فساد'' ہے، جو احمدی ساری دنیا میں پھیلا رہے ہیں؟ پھر مغربی افریقہ کے مسلمانوں کی بیداری پر تبصرہ کرتے ہوئے لندن کا رسالہ ''دی افریقن ورلڈ'' (The African World) اس رائے کا اظہار کرتا ہے کہ

''نائیجریا میں احمدی جماعت آزادی حقوق کی جدوجہد میں سب سے پیش پیش ہے۔ (یہ ہے وہ فتنہ وفساد، جو احمدیت کے نام پر پاکستان سے بقول قرطاس ابیض دساور کو بھیجا جارہا ہے۔) چند سال ہی کی بات ہے کہ وہاں احمدی وکیل اور احمدی ڈاکٹر پریکٹس کرتے نظر آئیں گے۔ کیونکہ ان لوگوں کی رفتار نائیجریا میں روز افزوں ترقی پر ہے۔ یہ یقینی بات ہے کہ چند سال میں ہی افریقی مسلمان زندگی کے ہر شعبے میں اس ملک کے عیسائیوں کے دوش بدوش نظر آئیں گے اور سیاست مدن کے ایک دانا مبصر کو یہ بات نظر آرہی ہے''۔

پاکستان سے ایک دفعہ ایک وفد نائیجریا گیا۔ اس کا سارا خرچ حکومت پاکستان نے برداشت کیا تھا۔ اس وفد کو اس لئے بھجوایا گیا تھا کہ مغربی افریقہ کے ممالک میں دورہ کر کے جماعت احمدیہ کے خلاف نفرت پھیلائی جائے اور ان لوگوں کو اکسایا جائے کہ وہ بھی احمدیت کے مخالفین میں شامل ہو جائیں تا کہ مل کر اس جماعت کی بیخ کنی کی جائے۔ یہ پرانی بات ہے۔ اس وقت مولانا نسیم سیفی صاحب نائیجریا میں ہمارے مبلغ انچارج ہوا کرتے تھے۔ تو اس وفد کے متعلق یہ دلچسپ بات معلوم ہوئی کہ ان کی کسی نے پذیرائی ہی نہ کی۔ نہ تو ان کو ریڈیو پر موقع ملا اور نہ ہی ان کو ٹیلی ویژن میں آنے دیا گیا۔ اخباروں نے بھی کوئی خبر شائع نہ کی۔ تو احمدیت کی بیخ کنی پر مامور پاکستانی وفد ہمارے مبلغ سے درخواست کرنے پر مجبور ہو گیا اور کہنے لگا: بڑے بے عزت اور ذلیل ہو رہے ہیں، خدا کے لئے ہمارا کچھ انتظام کرو، ہم واپس جا کر کیا منہ دکھائیں گے۔ چنانچہ ہمارے مبلغ نے اس وقت کے نائب وزیراعظم سے درخواست کی کہ پاکستانی ہمارے بھائی ہیں، اتنا ظلم نہ کرو۔ خواہ کسی بھی نیت سے آئے ہیں، ان کی تھوڑی سی حوصلہ افزائی تو ضرور ہونی چاہیے۔ چنانچہ نائب وزیراعظم صاحب نے کہا: ہم ان کی دعوت کرتے ہیں اور آپ بھی تشریف لائیں اور خطاب کریں۔ چنانچہ وفد کی دعوت کی گئی اور وہاں انہوں نے جو خطاب کیا، اس میں بھی وہ شرارت سے باز نہ آئے اور بعض ایسے فقرے استعمال کر دیئے، جن سے جماعت احمدیہ کے متعلق شکوک پیدا ہو سکتے تھے۔ نائب وزیراعظم صاحب بڑے ذہین آدمی تھے، مسکرا کر سنتے رہے۔ آخر میں جب وہ تقریر کے لئے کھڑے ہوئے تو انہوں نے کہا کہ میاں! آپ کس جہان کی بات کر رہے ہیں۔ افریقہ پر جب دنیا کی نظر ہی کوئی نہیں تھی، کیونکہ یہ ایک تاریک براعظم تصور کیا جاتا تھا، جب افریقہ کا نام مصیبتوں اور دکھوں کے ساتھ وابستہ تھا، اس وقت آپ لوگ تو ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ کس نے ہماری فکر کی یہ جماعت احمدیہ ہے، جس نے ہمیں عیسائیوں کے چنگل سے نجات دلائی۔ یہ جماعت احمدیہ ہے، جس نے ہمیں انسانیت کے سبق سکھائے۔ اس جماعت کے متعلق آج تم یہ کہنے کے لئے آگئے ہو کہ تمہارے تعلقات کی بناء پر ہم اس جماعت کی دشمنی شروع کر دیں تو یہ خیال دل سے نکال دو۔ یہ خیال واپس لے جاؤ اپنے ملک میں۔ یہ جماعت ہماری محسن ہے۔ اور ہم اور جو کچھ بھی ہوں، محسن کش بہر حال نہیں۔

مگر اب یہ لوگ سارے واقعات بھول گئے ہیں اور سمجھتے ہیں، افریقہ میں پتہ ہی کچھ نہیں کیا ہو رہا ہے۔ بس قرطاس ابیض پڑھیں گے اور ایک دم کہہ دیں گے، اوہ بڑی خراب جماعت ہے۔ اس کو ہلاک کر دینا چاہیے۔ ساری دنیا ہوش رکھتی ہے، بے عقل نہیں ہے۔ ان کو پتہ ہے، کیا ہو رہا ہے؟ وہ نہ صرف اپنی تاریخ سے واقف ہیں بلکہ تمہاری تاریخ سے بھی واقف ہیں۔

اور پھر اور سنیے۔ شیخو شغاری صاحب، جو نائیجیریا کے سابق صدر تھے، انہوں نے جماعت احمدیہ کی طرف سے کیا فساد دیکھا اور کس طرح اس مسئلہ کو نمٹایا، اس کا پتہ ذیل کے اقتباس سے لگ جاتا ہے۔ ویسے پاکستان میں تو کہتے ہیں کہ نمٹ لیا گیا ہے، ختم ہو گیا ہے یہ مسئلہ اور باہر کی دنیا میں تھے ہی تھوڑے، اس لئے بیرونی دنیا خود ہی اس مسئلہ کو نمٹا چکی ہے۔ پس جرأت دیکھیں کہ نہ صرف یہ کہ ایک سراسر جھوٹا رسالہ شائع کیا بلکہ مختلف زبانوں میں ترجمہ کروا کر اسے ساری دنیا میں پھیلا رہے ہیں۔ پڑھنے والا ان کے متعلق کیا سوچے گا کہ جماعت احمدیہ یورپ میں بھی نہیں رہی، افریقہ میں بھی نہیں رہی، امریکہ میں بھی نہیں رہی۔ ہر ایک ملک میں ان کی صف لپیٹ دی گئی ہے کیونکہ یہ بالکل معمولی سی تعداد میں تھے۔ اس لئے ہر ملک میں بڑی عمدگی سے اس مسئلہ سے نمٹا جا چکا ہے۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ جماعت احمدیہ کیا فساد مچاتی ہے۔ شیخو شغاری صاحب نے اپنی تقریر میں فرمایا:۔

"یہ امر میرے لئے باعث سکون ہے کہ جماعت احمدیہ تبلیغ اسلام، سکولوں اور ہسپتالوں کے قیام میں بدستور بڑے عزم و ثبات کے ساتھ آگے بڑھ رہی ہے۔ اس جہت میں جماعت کی مساعی انتہائی قابل تعریف اور دوسری رضا کار تنظیموں کے لئے باعث تقلید ہیں، جن پر جماعت احمدیہ بجا طور پر فخر کر سکتی ہے"۔

یہ ہے مسئلہ، جو دساور کو بھیجا گیا تھا اور اس سے اس طرح نمٹ لیا گیا ہے۔

اور سیرالیون مسلم کانگریس کے صدر اور ملک کے وزیر مملکت مصطفیٰ سنوسی نے فرمایا:۔

"احمدیت ایک سچائی ہے اور سچائی کے لئے دن رات ہماری بے لوث خدمت کر رہی ہے۔ 12 سیکنڈری سکول اور 50 پرائمری سکول چلانا، معمولی بات نہیں۔ یہ کام صرف اخلاص، جذبہ، نیک نیتی جیسی خوبیوں سے آراستہ لوگ ہی سرانجام دے سکتے ہیں"۔

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے سیرالیون کے وزیر رسل و رسائل آنریبل کانڈے بورے نے ایک موقع پر فرمایا:۔

"ایک بہت ہی قلیل عرصہ میں جماعت احمدیہ نے بڑے کارنامے کر دکھائے ہیں۔ تعلیم کے لحاظ سے بہت سے پرائمری سکولوں کے علاوہ سیکنڈری سکول بھی قائم کئے ہیں۔ لوگوں کی خدمت کے لئے احمدی ڈاکٹر تشریف لا رہے ہیں اور لوگوں کی روحانی اصلاح کے لئے مبلغین ملک کے تقریباً ہر حصہ میں موجود ہیں"۔

(بحوالہ روزنامہ الفضل 18 فروری 1962ء)

اور خود پاکستانی نمائندے، جو مختلف وقتوں میں وہاں دورہ کرتے رہے ہیں، ان میں سے ایک کی زبانی سنیئے کہ جماعت احمدیہ کیا ہے؟ اور کس طرح اس مسئلہ سے نمٹا جا چکا ہے؟ پاکستان ٹائمز لاہور میں ایک مضمون شائع ہوا، جسے مشرق وسطیٰ کے نمائندہ خصوصی فرید ایس جعفری نے لکھا تھا۔ جعفری صاحب حکومت پاکستان کی طرف سے بھجوائے جانے والے اس کشمیر ڈیلی گیشن کا ذکر کرتے ہیں، جو افریقہ کے دورہ پر گیا تھا۔ جعفری صاحب خود بھی اس وفد میں شامل تھے۔ انہوں نے یہ نوٹ انگریزی میں لکھا ہے، میں اس کا اردو میں ترجمہ پڑھ کر سنا دیتا ہوں:۔

> "احمدی مبلغین حیرت انگیز طور پر بہت مقبول ہیں۔ یہاں تک کہ صدر نکرومہ کے نزدیک بھی وہ ہر دل عزیز ہیں۔ مجھے بتایا گیا کہ وہ حقیقی معنوں میں انسانی خدمت کر رہے ہیں۔ کیونکہ وہ غانا کے نوجوانوں کو مذہبی اور دنیوی تعلیم دیتے ہیں اور کسی قسم کی تلخی یا نفرت لوگوں کے درمیان پیدا نہیں کرتے۔ (تم تو کہتے ہو، تلخی پیدا کرنے جاتے ہیں، نفرت پیدا کرنے جاتے ہیں۔ لیکن تمہارے یہ اپنے نمائندے، جو وفد کا حصہ تھے، وہ کہہ رہے ہیں کہ احمدی کسی قسم کی تلخی اور نفرت پیدا کرنے کے لئے نہیں آئے بلکہ) وہ درحقیقت لوگوں کے درمیان اتحاد کے لئے کام کر رہے ہیں۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ احمدی مبلغین کا لوگوں سے رابطہ عیسائی مبلغین سے بھی بہتر ہے۔ انہیں خوش آمدید کہا جاتا ہے اور پسند کیا جاتا ہے"۔

(پاکستان ٹائمز لاہور 14 اگست 1964ء صفحہ 14-12)

اس قسم کے اور بھی بہت سے حوالے ہیں لیکن اس مضمون کا ایک اور حصہ بیان کرنا ضروری ہے، اس لئے اس کو میں سر دست ختم کرتا ہوں"۔

".....تمہارے لئے ایک ہی راستہ ہے کہ اس شخص کو قبول کرو، جسے خدا نے علم و عرفان بخشا ہے۔ جس کے متعلق حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشخبری ہے۔ وہ، جو خدا کی طرف سے تمہارے لیے ہر مصیبت، ہر بیماری کا علاج لے کر آیا تھا۔ اس کو تو تم نے رد کر دیا ہے۔ اب پیچھے اپنے لئے تم کیا چاہتے ہو۔ یہ جو کچھ تھا، یہ میں نے تمہیں پڑھ کر سنا دیا، اس کے سوا تمہارا اور کوئی مقدر نہیں۔ اگر زندگی چاہتے ہو تو ان لوگوں سے نجات حاصل کرو، جن کو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام فتنوں کی آماجگاہ قرار دیا اور تمام فتنوں کا منبع و ماویٰ قرار دیا۔ یاد رکھو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے انکار کے بعد تم

زندگی کی راہ ہرگز نہیں دیکھ سکتے۔ جو مرض، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تشخیص فرما دی، اسے لازماً ماننا پڑے گا۔ آج نہیں مانو گے تو کل تمہاری نسلیں قبول کریں گی۔ اور اس مرض کا وہی علاج ہوگا، جو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجویز فرمایا۔ یعنی امام مہدی، امام ربانی کو قبول کرنا پڑے گا۔ اس مسیح موعود کو ماننا پڑے گا، جسے خدا نے اسلام کے احیاء نو کے لئے مبعوث فرمایا ہے۔ اگر نہیں مانو گے تو پھر ہمیشہ کے لئے تمہارے مقدر میں ایک موت ہے، اس کے سوا اور کچھ نہیں"۔

(مطبوعہ خطبات طاہر جلد 04 صفحہ 245 تا 278)

# جماعت احمدیہ پہلے بھی قوم واحد تھی اور آج بھی قوم واحد ہے

## خطاب فرمودہ 05اپریل 1985ء برموقع جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ انگلستان

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے پاکستان سے بے سروسامانی کی حالت میں انگلستان آنے اور پھر یہاں خدا تعالیٰ کی تائید ونصرت سے معمور جلوؤں کا ذکر کرتے ہوئے جماعت احمدیہ انگلستان کی بےلوث خدمات کو سراہا۔ نیز فرمایا کہ

''جماعت احمدیہ پہلے بھی قوم واحد تھی اور آج بھی قوم واحد ہے۔ جو اس کو منتشر کرنے کے خواب دیکھ رہے تھے، وہ خود انتشار کا شکار ہو گئے''۔

حضور نے انگلستان میں متفرق کاموں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ

''ان کاموں میں جملہ افراد جماعت احمدیہ خصوصاً ڈاکٹروں تک نے بےلوث خدمت کی ہے اور کر رہے ہیں''۔

حضور نے گذشتہ ایک سال میں افضال باری تعالیٰ کا تذکرہ کرتے ہوئے دو یورپین مراکز کے قیام کا ذکر فرمایا کہ

''اس تحریک میں 02 کروڑ، 03لاکھ، 67ہزار روپے جمع ہوئے۔ پہلے یورپین مرکز کے لئے انگلستان میں ٹل فورڈ کے مقام پر 25 ایکڑ کے رقبہ پر مشتمل ایک وسیع وعریض سکول اور اس کے ہوسٹل کی عمارت خرید لی گئی ہے۔ اسی طرح مغربی جرمنی میں فرینکفرٹ کے نواح میں گروس گیراؤ کے مقام پر ساڑھے سولہ ایکڑ بموقع زمین لے لی گئی ہے، جس میں بعض عمارتیں بھی موجود ہیں۔ نیز مغربی جرمنی کے شہر کولون میں ایک تین منزلہ عمارت خرید لی گئی ہے۔ جس میں دو بڑے بڑے ہال بہت سے کمرے اور دیگر ضروریات موجود ہیں''۔

حضور نے فرمایا کہ

اشاعت حق کے میدان میں نمایاں اور حیرت انگیز ترقی ہوئی ہے۔ بڑی کثرت سے جماعتیں قائم ہوئی ہیں۔ (بھارتی پنجاب کے) ضلع گورداسپور میں 78 نئی جماعتیں قائم ہوئی ہیں۔

لوگوں کے جماعت حقہ میں فوج درفوج داخل ہونے کے متعلق ایک ملک کا ذکر کرتے ہوئے حضور نے فرمایا کہ وہاں ایک دن میں چار صد سے زائد افراد نے احمدیت قبول کی۔ اسی طرح اور ملکوں کا تذکرہ بھی فرمایا۔ اور فرمایا کہ تناسب کے لحاظ سے بیعتوں میں گزشتہ سالوں کی نسبت سو فیصد اضافہ ہوا ہے۔

پھر حضور نے نصرت جہاں اسکیم، زرعی اسکیم اور سکولوں اور ہسپتالوں کے قیام کے سلسلہ میں نمایاں ترقی اور خدا تعالیٰ کے واضح تائیدی نشانات کا ذکر فرمایا۔ نیز بتایا کہ

''لٹریچر کے سلسلہ میں متعدد زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم اور حضرت بانی سلسلہ کی بعض کتب کے تراجم کے علاوہ دیگر دینی کتب اور پمفلٹ بھی کئی غیر زبانوں میں ترجمہ ہو چکے ہیں اور مزید ہو رہے ہیں۔ جس سے انشاء اللہ جلد ہی دنیا کی بڑی بڑی زبانوں میں جماعت کا لٹریچر مہیا ہو جائے گا اور جماعت کی ضروریات ایک حد تک پوری ہو جائیں گی۔ جہاں تک فرنچ ترجمہ قرآن کا تعلق ہے، یہ پریس میں جا چکا ہے اور چند ماہ تک چھپ جائے گا۔ اس کے ساتھ ہی دیباچہ تفسیر القرآن کا فرنچ ترجمہ بھی دوبارہ چھپوایا جا رہا ہے''۔

حضور نے ویڈیو اور آڈیو کیسٹس اسکیم کے بارے میں فرمایا کہ

''اب تک انگلش زبان میں اشاعت حق کے نقطۂ نگاہ سے شائع کئے جانے والے لٹریچر کی بہت کمی تھی۔ جس کو سوال و جواب کی شکل میں خدا تعالیٰ نے اب پورا کرنے کے سامان کئے ہیں۔ اور تقریباً ہر شعبہ زندگی کے متعلق تعلیم حقہ ان کیسٹس کی صورت میں مہیا ہو چکی ہے۔ علاوہ ازیں دنیا کی اہم زبانوں میں کیسٹس موجود ہیں، جن کی کثرت سے اشاعت کی جا رہی ہے۔ یورپ، ایشیا اور افریقہ کے ممالک کی مقامی زبانوں میں بھی کیسٹس تیار کرنے کا سلسلہ شروع ہو چکا ہے''۔

شعبہ مال کے متعلق حضور نے جماعت احمدیہ کے اخلاص اور خدا تعالیٰ کی رحمتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ

''84ء کا سال، جسے مخالفین اپنا سال بتاتے ہیں، اس میں صرف پاکستان میں ہی اس پر آشوب دور میں لازمی چندوں میں 2 کروڑ، 74 لاکھ، 24 ہزار روپے سے بڑھ کر 3,10,86,000 روپے تک وصولی ہوئی ہے۔ اور جماعت احمدیہ کے ہر قسم کے دیگر چندوں اور مالی تحریکات میں وصولی 83ء میں 12,91,00,000 سے بڑھ کر 84ء میں 20 کروڑ 87 لاکھ تک پہنچ گئی۔ الحمد للہ علی ذالک''۔

حضور نے فرمایا کہ

''ہم خدا تعالیٰ سے امید رکھتے ہیں کہ انشاء اللہ 1986ء اور 1987ء میں ہمارا بجٹ 25 کروڑ سے بھی زیادہ ہوگا اور اگلے ابتلاء تک انشاء اللہ یہ بجٹ اربوں میں پہنچ جائے گا''۔

بعد ازاں حضور نے مختلف ممالک میں مشن ہاؤسز اور دیگر جماعتی عمارتوں کی تعمیر کا ذکر فرمایا اور فرمایا کہ

''اس ایک سال میں خدا تعالیٰ کے حضور سربسجود ہونے کے لئے 28 خانہ ہائے خدا تعمیر ہوئے ہیں اور 05 زیر تعمیر ہیں''۔

اسی طرح امریکہ میں چار نئے مراکز نیویارک، ڈیٹرائٹ، شکاگو اور لاس اینجلس کا خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا۔

بیوت الحمد سکیم کے بارے میں فرمایا کہ

''1989ء میں صد سالہ جوبلی کا جشن ہم انشاء اللہ اس طرح منائیں گے کہ دو سو مکان تعمیر کر کے غرباء کو شکرانے کے طور پر دے دیں گے''۔

مزید فرمایا کہ

''اب تک 160 غرباء کی اس فنڈ سے مدد کی جا چکی ہے''۔

(مطبوعہ ضمیمہ ماہنامہ مصباح اپریل 1985ء)

# ہر دوسری چیز دعوت الی اللہ کے کردار سے پھوٹتی ہے

## پیغام برموقع سالانہ کانفرنس جماعت احمدیہ گیمبیا منعقدہ 05 تا 07 اپریل 1985ء

حضرت خلیفة المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے برقی پیغام بنام امیر صاحب گیمبیا کا اردو ترجمہ حسب ذیل ہے:۔

بسم اللہ الرحمان الرحیم

میرے عزیز بھائی!

السلام علیکم

مجھے یہ معلوم کر کے بہت خوشی ہوئی ہے کہ آپ کی جماعت گیمبیا 5,6,7 اپریل 85ء کو اپنی سالانہ کانفرنس منعقد کر رہی ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ احمدیت پر سورج کبھی غروب نہیں ہوتا۔ احمدیہ جماعتیں ہر جگہ اسلام کی ترقی اور احمدیت کے پیغام کی اشاعت میں مصروف ہیں۔ سالانہ اجتماعات ہماری زندگی میں اہم واقعات کی حیثیت رکھتے ہیں اور ہماری تبلیغی مساعی میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

ان اجتماعات کی اہمیت کے پیش نظر ہماری ذمہ داریاں بھی بڑھ گئی ہیں۔ یہ ہمارے لئے اپنا محاسبہ کرنے، ماضی کا تنقیدی جائزہ لینے اور اس سے مستقبل کے لئے زیادہ بہتر منصوبہ بنانے کے لئے مفید سبق حاصل کرنے کا موقع ہے۔ اب سوچنے کے لئے رکنے کا وقت نہیں۔ ہمیں آگے بڑھنے، سوچنے اور منصوبہ بندی کے کام بیک وقت سرانجام دینے ہیں اور وقت کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے پہلے سے زیادہ تیز رفتاری کے ساتھ چلنا ہے۔

میرے نزدیک یہ انتہائی اہم امر ہے کہ داعی الی اللہ بنے بغیر ہماری کوئی حقیقت نہیں۔ ہر دوسری چیز دعوت الی اللہ کے کردار سے پھوٹتی ہے۔ اس لئے اپنے کردار میں وسعت پیدا کریں اور اسلام اور احمدیت کی روشنی کو دعا، صبر اور تبلیغ کے ذریعہ سارے عالم میں پھیلا دیں۔ خدا تعالیٰ آپ کی سرگرمیوں کو کامیابی اور مقبولیت سے سرفراز کرے اور جلد ساری دنیا اسلام کی آغوش میں آجائے۔

تمام احمدیوں کو میرا محبت بھرا اسلام پہنچادیں۔خدا کا فضل آپ کے شامل حال ہو۔آمین

والسلام

آپ کا مخلص

(مرزا طاہر احمد)

**خلیفۃ المسیح الرابع**

(مطبوعہ ہفت روزہ النصر 24 مئی 1985ء)

# 1985ء مساجد کی تعمیر کا سال ہے

## ارشاد بر موقع مجلس شوریٰ برطانیہ 1985ء

جلسہ سالانہ برطانیہ کے بعد ایک خصوصی مجلس شوریٰ منعقد ہوئی، جس میں 48 ممالک کے احمدی نمائندگان نے شرکت کی۔اس موقع پر حضرت خلیفة المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے نمائندگان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ

''1985ء مساجد کی تعمیر کا سال ہے۔اس سال کے دوران تمام ایسی جماعتیں، جن کے پاس مسجد موجود نہیں، وہ مسجد تعمیر کرنے کی بھرپور جدوجہد کریں''۔

حضور نے مزید فرمایا کہ

''گزشتہ سال دنیا بھر میں 28 مساجد جماعت احمدیہ کی طرف سے تعمیر کی گئیں۔مگر اس سال پہلے سے زیادہ خدا تعالیٰ کے افضال جماعت پر نازل ہونے والے ہیں اور عنقریب لوگ گروہ در گروہ جماعت احمدیہ میں داخل ہوں گے''۔

حضور نے حاضرین کو تبلیغ دین کے فریضہ کی طرف بھی توجہ دلائی۔

(مطبوعہ ہفت روزہ النصر 3 مئی 1985ء، بحوالہ The Daily Jang London, Friaday April 26,1985)

# جماعت احمدیہ کا عالمی فتح کا پروگرام

## خطبہ جمعہ فرمودہ 26اپریل 1985ء

”.....وہی خدا ہے، جس نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دین حق اور ہدایت کے ساتھ بھیجا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کے بھیجنے کا مقصد یہ بیان فرماتا ہے، الحق لیظھرہ علی الدین کلہ تا کہ دنیا کے تمام ادیان پر اس کو غالب کر دے۔

پس یہ وہ سازش ہے، جس کے ہم غلام ہیں، جس میں ہم ملوث ہیں۔ ہم تو اقراری مجرم ہیں، اس جرم میں جو چاہو، ہم سے کرو۔ جماعت احمدیہ کے قیام کا تو مقصد ہی اس عزم کو پورا کرنا ہے، جسے تم سازش کہہ رہے ہو۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا تعالیٰ نے بار بار مختلف ممالک کی فتوحات کی خبریں دیں۔ اور ایک دو ملک کی نہیں بلکہ تمام دنیا میں جماعت احمدیہ کے غالب آنے کی خبریں عطا فرمائیں۔ اور آپ نے بڑی قوت اور شان کے ساتھ اسلام کے آخری غلبہ کے اعلان فرمائے۔ تو جو جماعت اتنے بڑے جرم کی اقراری ہے، اس کی یہ چھوٹی سے بات آپ کو کیا فائدہ دے گی کہ اس جماعت نے بلوچستان پر قبضہ کرنے کی خواہش کا اظہار کیا ہے۔

ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تبلیغ کی راہ میں جب روکیں ڈالی گئیں تو آپ نے فرمایا:۔

> ”.....مخالف ہماری تبلیغ کو روکنا چاہتے ہیں، مجھے تو اللہ تعالیٰ نے میری جماعت ریت کے ذروں کی طرح دکھائی ہے“۔

(تذکرۃ، صفحہ 690)

پھر فرمایا:۔

> ”.....کہ خدا تعالیٰ نے مجھے خبر دی ہے کہ روس میں، میں تمہاری جماعت کو ریت کے ذروں کی طرح پھیلا دوں گا“۔

(تذکرۃ، صفحہ 691)

اب دیکھئے کہ روس کے لئے بھی جماعت احمدیہ ایک خطرہ ہے۔ پھر آپ فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے مجھے خبر دی ہے:۔

”.....دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا“۔

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد 01 صفحہ 665 حاشیہ در حاشیہ نمبر 04)

پھر فرمایا:۔

”میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا“۔

(تذکرۃ، صفحہ 260)

پس کون سا ملک ہے، جو اس سازش سے باہر رہ گیا ہے۔ روس کو بھی جا کر انگیخت کرو کہ تمہارے خلاف بھی ایک خوفناک سازش تیار ہو رہی ہے اور امریکہ کو بھی انگیخت کرو کہ تمہارے خلاف بھی ایک خوفناک سازش تیار ہو رہی ہے اور جاپان کو بھی انگیخت کرو اور چین کو بھی انگیخت کرو۔ جتنے تمہارے پیادے ہیں، وہ ہم پر چڑھا لاؤ۔ جتنے تمہارے سوار ہیں، ہم پر چڑھا دو۔ مگر خدا کی قسم تمہاری ساری طاقتیں ناکام جائیں گی۔ کیونکہ یہ وہ منصوبہ ہے، جو قرآن کریم نے پیش فرمایا ہے۔ اور قرآنی منصوبہ کو دنیا کی کوئی طاقت ناکام نہیں بنا سکتی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس آخری فتح کے انجام کا ذکر کرتے ہوئے خود فرماتے ہیں کہ یہ دنیاوی فتح نہیں، ملکوں اور تاجوں اور تختوں کی فتح نہیں بلکہ یہ تو ایک روحانی فتح ہے۔ فرماتے ہیں:۔

مجھ کو کیا ملکوں سے میرا ملک ہے سب سے جدا
مجھ کو کیا تاجوں سے میرا تاج ہے رضوان یار

(براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 141)

پس اس سازش میں ہم ضرور ملوث ہیں اور رضوان یار کی خاطر ہم تمام دنیا میں سر دھڑ کی بازی لگائے ہوئے ہیں اور اس راہ میں کسی قربانی کو پیش کرنے سے دریغ نہیں کریں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ

”.....میں ہر دم اس فکر میں ہوں کہ ہمارا اور نصاریٰ کا کسی طرح فیصلہ ہو جائے۔ میرا دل مردہ پرستی کے فتنہ سے خون ہوتا جاتا ہے“۔

گویا کہ تمام عیسائی ممالک کے خلاف ایک سازش ہورہی ہے۔ اوران کا یہ حال ہے کہ قوم کو فرضی خطرات میں مبتلا رکھنا چاہتے ہیں اور حقیقی خطرات سے بالکل نابلد ہیں۔ انہیں یہ نظر ہی نہیں آرہا کہ خطرہ ہے کہاں اور کس طرف سے آنے والا ہے۔ اور اگر علم ہے بھی تو پھر ان خطرات سے قوم کی توجہ عمداً اور مجرم کے طور پر ہٹا رہے ہیں۔ یعنی جماعت احمدیہ جو اسلام کے لئے دنیا کو فتح کرنے کے منصوبے بنا رہی ہے، وہ تو ان کے لئے شدید خطرہ ہے۔ اور عیسائیت، جس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خود اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ وہ اسلام کے لئے سب سے بڑا خطرہ بننے والا ہے اور وہ دجال بن کر تمام دنیا پر چھا جائیں گے، ان سے کلیتہً غافل ہیں بلکہ ان کے مددگار بن رہے ہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تبلیغ روک کر (یعنی روکنے کی کوشش کر کے، روک تو کوئی نہیں سکتا) جب انہوں نے یہ دیکھا کہ دنیا میں ان کی بدنامی ہورہی ہے اور لوگ یہ کہتے ہیں کہ عجیب حکومت ہے، جو نظریات پر پابندی لگا رہی ہے اور آزادی ضمیر کا گلا گھونٹ رہی ہے۔ تو اس کا علاج انہوں نے یہ کیا کہ ایک طرف تو ہمارا جلسہ سالانہ تک ان سے برداشت نہیں ہو رہا تھا اور وہ بند کیا ہوا تھا اور دوسری طرف پاکستان ٹیلی ویژن پر پادری آکر باقاعدہ عیسائیت کی تبلیغ کر رہے تھے اور یسوع مسیح کو نجات دہندہ کے طور پر پیش کر رہے تھے۔ اس طریق عمل سے ان کا دوغلہ پن بھی ثابت ہو جاتا ہے اور ان کے الزامات کی حقیقت بھی کھل جاتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جب بھی انسان غلط اقدام کرے تو اس سے غلط نتیجے نکلتے ہیں۔ جب جماعت احمدیہ کی تبلیغ ایک خطرہ بنا کر روکنے کی کوشش کی تو ساری دنیا میں ایک شور پڑا کہ یہ کیا ظلم کر رہے ہو۔ تو یہ ظاہر کرنے کی خاطر کہ یہ جھوٹ بول رہے ہیں، ہم تو آزادی ضمیر کے محافظ ہیں۔ انہوں نے عیسائیوں کو چھٹی دے دی بلکہ پاکستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ یہ واقعہ ہوا کہ اس (SO CALLED) نام نہاد اسلامی حکومت کے ماتحت باقاعدہ ٹیلی ویژن پر عیسائیت کی تبلیغ کی گئی اور یسوع مسیح کو بطور نجات دہندہ کے پیش کیا گیا۔ لیکن ہمیں اس کی کوئی پرواہ نہیں۔ اگر انہوں نے ہماری پشت پر سے حملے کرنے ہیں تو کرتے چلے جائیں۔ ہمارا رخ تو اسلام دشمن طاقتوں کی طرف ہے۔ ہمیشہ سے تھا اور ہمیشہ رہے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ

> ”..... میں ہر دم اس فکر میں ہوں کہ ہمارا اور نصاریٰ کا کسی طرح فیصلہ ہو جائے۔ میرا دل مردہ پرستی کے فتنے سے خون ہوتا جاتا ہے اور میری جان عجیب تنگی میں ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کون سا دلی درد کا مقام ہوگا کہ ایک عاجز انسان کو خدا بنایا گیا ہے اور

ایک مشت خاک کو رب العلمین سمجھا گیا ہے۔ میں کبھی کا اس غم سے فنا ہو جاتا، اگر میرا مولا، میرا قادر توانا مجھے تسلی نہ دیتا کہ آخر توحید کی فتح ہے۔ غیر معبود ہلاک ہوں گے اور جھوٹے خدا اپنی خدائی کے وجود سے منقطع کئے جائیں گے۔ مریم کی معبودانہ زندگی پر موت آئے گی اور نیز اس کا بیٹا اب ضرور مرے گا۔ خدا قادر فرماتا ہے کہ اگر میں چاہوں تو مریم اور اس کے بیٹے عیسیٰ اور تمام زمین کے باشندوں کو ہلاک کروں۔ سو اب اس نے چاہا کہ ان دونوں کی جھوٹی معبودانہ زندگی کو موت کا مزہ چکھاوے۔ سو اب دونوں مریں گے، کوئی ان کو بچا نہیں سکتا۔ اور وہ تمام خراب استعدادیں بھی مریں گی، جو جھوٹے خداؤں کو قبول کر لیتی تھیں۔ نئی زمین ہوگی اور نیا آسمان ہوگا۔ اب وہ دن نزدیک آتے ہیں کہ جو سچائی کا آفتاب مغرب کی طرف سے چڑھے گا اور یورپ کو سچے خدا کا پتہ لگے گا اور بعد اس کے توبہ کا دروازہ بند ہوگا کیونکہ داخل ہونے والے بڑے زور سے داخل ہو جائیں گے اور وہی باقی رہ جائیں گے، جن کے دل پر فطرت سے دروازے بند ہیں۔ اور نور سے نہیں بلکہ تاریکی سے محبت کرتے ہیں۔ قریب ہے کہ سب ملتیں ہلاک ہوں گی مگر اسلام۔ اور سب حربے ٹوٹ جائیں گے مگر اسلام کا آسمانی حربہ کہ وہ نہ ٹوٹے گا، نہ کند ہوگا، جب تک دجالیت کو پاش پاش نہ کر دے''۔

(مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ 304,305 اشتہار 14 جنوری 1897ء)

یہ ہے وہ خطرناک عالمی منصوبہ، جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے قرآن کریم کی تعلیم کو ملحوظ رکھتے ہوئے بنایا تھا۔ اور اسی منصوبے پر عمل درآمد کرنے میں ہم مصروف ہیں۔ اس لیے بلاؤ اپنی مدد کے لیے ساری عیسائی طاقتوں کو اور ان دہریہ طاقتوں کو بھی، جن کے جھوٹے خدا کو پاش پاش کرنے کا عزم لے کر جماعت احمدیہ اٹھی یا ان انسانوں کو، جن کی تعلیمات کو پارہ پارہ کرنے کا عزم لے کر اٹھی ہے، جنہوں نے خدا کی تعلیم کو رد کر کے نئی انسانی تعلیموں کو نجات دہندہ تعلیم کے طور پر دنیا کے سامنے پیش کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام پھر فرماتے ہیں کہ

''.....وہ وقت قریب ہے کہ خدا کی سچی توحید، جس کو بیابانوں کے رہنے والے اور تمام تعلیموں سے غافل بھی اپنے اندر محسوس کرتے ہیں، ملکوں میں پھیلے گی۔ اس دن

نہ کوئی مصنوعی کفارہ باقی رہے گا اور نہ کوئی مصنوعی خدا۔ اور خدا کا ایک ہی ہاتھ کفر کی سب تدبیروں کو باطل کر دے گا۔ لیکن نہ کسی تلوار سے اور نہ کسی بندوق سے۔ بلکہ مستعد روحوں کو روشنی عطا کرنے سے اور پاک دلوں پر ایک نور اتارنے سے۔ تب یہ باتیں، جو میں کہتا ہوں، سمجھ میں آئیں گی"۔

(مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ 305)

پس یہ ہے، جماعت احمدیہ کا عالمی فتح کا پروگرام اور منصوبہ، جسے تم سازش کہہ رہے ہو۔ اور یہ پروگرام جماعت احمدیہ نے آج سے نہیں بلکہ تمہارے اپنے قول کے مطابق نوے سال سے زائد عرصہ سے شروع کر رکھا ہے۔ ایک ملک میں نہیں، دنیا کے ہر ملک میں شروع کر رکھا ہے۔ اور یہ وہ پروگرام ہے، جس کا بیج قرآن کریم میں بویا گیا۔ بلکہ یہ تو وہ پروگرام ہے، جو انسانی پیدائش بلکہ کائنات کے وجود سے پہلے ہی جب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تخلیق کا فیصلہ فرمایا گیا، اس وقت یہ پروگرام بھی ساتھ ہی منصۂ شہود پر ابھرا۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ محمد مصطفیٰؐ کی تخلیق کا سوال پیدا ہو اور کائنات کی فتح کا منصوبہ ساتھ ہی تعمیر نہ کیا جائے۔ یہ دو باتیں الگ الگ ہو ہی نہیں سکتیں۔

پس قرآن کریم نے جب یہ وعدہ فرمایا کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے (یعنی خدا نے) اس لئے مبعوث فرمایا ہے کہ دنیا کے تمام دینوں پر اس کے دین کو یا اس کو غالب کر دے، تو یہ منصوبہ تو بن چکا ہے۔ اور ہم اس منصوبہ کو پورا کرنے میں اپنے سر دھڑ کی بازی لگائے ہوئے ہیں۔ تمہیں توفیق نہیں مل رہی کہ اس منصوبے کے لئے کوئی کام کرو۔ تمہیں یہ توفیق نصیب نہیں ہو رہی کہ اسلام کے غلبہ کے لئے ہماری طرح قربانیاں دو، اپنی جان، مال اور عزتیں پیش کرو، زندگیاں وقف کرو، اسلام اور دیگر مذاہب پر غور و فکر کرتے ہوئے نئے نئے نکات لے کر آؤ، نئے دلائل پیش کرو، نئے براہین سے دنیا کا مقابلہ کرو اور ان کو فتح کرو۔ لیکن تم تو ان باتوں سے عاری ہو۔ تمہارے دامن میں تو سوائے گالیوں کے اور کچھ بھی نہیں۔ سوائے جبر اور تشدد کی تلوار کے تمہارے پاس ہے کیا؟ ہم تو اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت ہی اعلیٰ اور عمدہ حالت میں پاتے ہیں۔ ہم تو اپنے وجود کو اس نقشہ کے اندر لکھا ہوا پاتے ہیں اور اپنے نقوش اس نقشہ میں مرتسم پاتے ہیں، جو قرآن کریم میں بنایا گیا۔ ہم سے زیادہ خوش نصیب اور کون سی قوم ہو سکتی ہے۔ اور تم خود ان نقوش کو ابھار رہے ہو اور تمام دنیا میں یہ اعلان کر رہے ہو کہ یہ وہ جماعت ہے، جس نے تمام دنیا کی فتح کا منصوبہ بنایا ہے اور وہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت کے سوا اور کوئی جماعت ہو ہی نہیں سکتی۔ ہم تو اس تقسیم پر راضی

ہیں۔ تمہارا دل جو چاہتا ہے، کرو۔ جو زور لگتا ہے، لگا لو۔ جتنی طاقتیں سمیٹ سکتے ہو، سمیٹ لو۔ اور ساری دنیا میں احمدیت کے خلاف پراپیگنڈا کرو کہ یہ جماعت تم سب کے لیے ایک خطرہ ہے۔ مگر ہم اس منصوبے پر عمل درآمد کرنے سے باز نہیں آئیں گے۔ ہمارا ایک بھی قدم تمہارے خوف سے پیچھے نہیں ہٹے گا۔ کیونکہ ہم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہیں اور ہم نے آپؐ کو ہی اپنے آقا اور مولیٰ کے طور پر پکڑا ہوا ہے۔ آپؐ کے دامن کو ہم نے نہیں چھوڑنا۔ آپؐ کے غلام پیچھے ہٹنے والے غلام نہیں تھے۔ آپؐ کے غلاموں کی فطرت کا خمیر اس مٹی سے نہیں اٹھایا گیا، جس مٹی میں بزدلی پائی جائے۔

پس ہم تو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ اس میدان میں لازماً آگے بڑھیں گے۔ اور ہر میدان میں آگے بڑھتے چلے جائیں گے، ہر جہت میں آگے بڑھتے چلے جائیں گے۔ ہم اور ہماری آنے والی نسلیں، ہمارے بوڑھے اور ہمارے بچے چین نہیں لیں گے، جب تک محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا تاج ظالموں کے سروں سے نوچ کر واپس حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پیش نہیں کر دیتے۔ وہی ہمارے لئے طمانیت کا وقت ہے، وہی ہمارے لئے چین اور آرام جاں ہے، اسی کی خاطر ہم مرتے ہیں اور اسی کی خاطر ہم مرتے رہیں گے۔ اللہ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ اسلام کا جھنڈا جلد از جلد دنیا کی تمام بڑی سے بڑی سلطنتوں کے بڑے سے بڑے ایوانوں پر لہرایا جائے۔ ایک ہی جھنڈا ہو اور وہ ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا ہو۔ ایک ہی اعلان ہو اور وہ نعرہ ہائے تکبیر کا اعلان ہو کہ کوئی خدا نہیں، سوائے اس خدا کے، جو ایک خدا ہے۔ اور کوئی اور رسول باقی نہیں مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم، جو آخری صاحب شریعت اور صاحب حکم رسول ہے''۔

(مطبوعہ خطبات طاہر جلد 04 صفحہ 385 تا 390)

# آپ کے ذریعہ ایک نئی قسم کی اقوام متحدہ کی بنیاد ڈالی جائے گی

## خطبہ جمعہ فرمودہ 10 مئی 1985ء

''......جماعت احمدیہ سکاٹ لینڈ کے لئے یہ جمعہ خصوصیات کے ساتھ بہت مبارک ہے کیونکہ آج ہم جس عمارت کا افتتاح کر رہے ہیں، جو ہم نے خالصۃً للہ، اللہ کی رضا جوئی کی خاطر بہت مدت کے انتظار کے بعد حاصل کی ہے۔ جماعت احمدیہ سکاٹ لینڈ میں بڑی دیر سے یہ کمی محسوس ہوتی رہی کہ کوئی ایسا مرکز نہیں، جہاں بیٹھ کر اپنی اجتماعی زندگی کو ترتیب دے سکیں۔ اور اس علاقہ کو ایسی مرکزیت عطا ہو جائے، جہاں جماعت اکٹھی ہو اور پھر مل کر خدا کی رضا کی خاطر، اس کے دین کی ترقی کے لئے منصوبے بنائیں اور اس مرکز کے گرد ہماری اجتماعی زندگی گھومنے لگے۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لئے بڑی دیر سے کوششیں کی جا رہی تھیں۔ مختلف جگہیں تلاش کی جاتی رہیں مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ ایسا مقدر تھا کہ کئی جگہیں جو ہاتھ میں آتی ہوئی نظر آتی تھیں، پھر ہاتھ سے نکل جاتی تھیں۔ خود اس عمارت کا بھی یہی حال رہا۔ شروع میں جب اس کی قیمت اسی ہزار پونڈ مقرر تھی، اس وقت بھی ہم اس کو لینے پر آمادہ تھے۔ لیکن کچھ ایسی وجوہات در پیش ہوئیں کہ یہ پھر ہاتھ سے نکل گئی۔ پھر اس کی قیمت ساٹھ ہزار پونڈ مقرر ہوئی، اس وقت بھی ہم اس کو لینے پر آمادہ تھے بلکہ پیشکش بھی کر دی تھی۔ لیکن پھر بھی ہماری وہ پیشکش قبول نہ ہوئی اور بظاہر یہی سمجھا گیا کہ اب یہ ہمارے ہاتھ سے نکل گئی۔ پھر اس کی قیمت چالیس ہزار مقرر ہوئی، اس وقت بھی ہم لینے پر آمادہ تھے۔ اور چالیس ہزار پونڈ، جو ہم نے پیشکش کی تو وہ نامنظور ہو گئی۔ اور اس طرح پھر یہ ہاتھ سے نکل گئی۔ مختلف وقتوں پر جب غالباً ساٹھ ہزار تھی، اس وقت ہماری طرف سے پچپن ہزار پیشکش ہوتی تھی۔ مختلف وقتوں میں یہ عمارت ہمارے قریب بھی آتی رہی اور دور بھی ہٹتی رہی۔ چنانچہ ایک وقت ایسا بھی آیا، جب دوست کچھ گھبرا گئے اور انہوں نے کہا کہ اب کیا کیا جائے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا۔ اس وقت میرے منہ سے یہی بات نکلی کہ آپ فکر نہ کریں، جتنی اس کی ابتدائی قیمت تھی، ہمیں اس سے زیادہ نہیں دینی پڑے گی، آپ انتظار کریں۔ چنانچہ یہ عمارت گھوم گھام کر بالآخر جماعت احمدیہ کے پاس پہنچ گئی اور اب ہمیں اس کی قیمت پینتیس ہزار پونڈ (35,000) دینی پڑی ہے۔

اگرچہ اس کی ظاہری حالت بہت خراب ہے۔ آپ یہاں جس ہال میں بیٹھے ہیں، کافی وسیع کمرہ ہے۔ میرا خیال ہے کہ اگر بھرا ہوا ہو تو تقریباً دو سو آدمی نماز پڑھ سکتے ہیں۔ اسی طرح کا ایک اور ہال اوپر ہے۔ جس ہال میں آپ بیٹھے ہوئے ہیں، اس کی حالت تو آپ کو خراب نہیں نظر آ رہی۔ امر واقعہ یہ ہے کہ جماعت نے اسے بہت محنت کر کے اس قابل بنایا ہے کہ یہ اچھا دکھائی دے رہا ہے۔ ورنہ جس جگہ ابھی جماعت احمدیہ کے رضا کار کام نہیں کر سکے، آپ اس جگہ کو جا کر دیکھیں تو یہ عمارت بہت ہی خستہ حالت میں ہے یا خستہ حالت میں تھی۔ لیکن اب انشاء اللہ تعالیٰ دیکھتے ہی دیکھتے اس کے رنگ بدلنے لگیں گے۔ اسی قسم کا ایک ہال اوپر بھی ہے۔ پھر اس سے اوپر بھی ایک منزل ہے۔ وہاں بھی بہت سے کمرے ہیں۔ خرچ تو کرنا پڑے گا اور کچھ مزید محنت کرنی پڑے گی لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ میں امید رکھتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ یہ عمارت جماعت کی موجودہ فوری ضرورتوں کو بھی پوری ہو سکے گی اور آئندہ چند سال تک بھی ہماری ضرورتیں پوری کرتی رہے گی۔ جو انجینئر زمیں نے دیکھنے کے لئے بھجوائے تھے، وہ یہ کہتے تھے کہ ہم نے اسے خوب اچھی طرح دیکھا ہے اور ہر فنی نقطہ نگاہ سے اس کی پڑتال کی ہے، اس کا صرف ٹھوس پتھر کا ملبہ وہی موجودہ قیمت، جو ہمیں دینی پڑ رہی ہے، اس سے زیادہ قیمت کا ملبہ ہے۔ اور یہ موقع اتنا اچھا ہے کہ اگر یہاں چٹیل زمین بھی پینتیس ہزار پونڈ میں مل جاتی تو وہ بھی ایک اچھا سودا تھا، اس لئے اس عمارت کو تو آنکھیں بند کر کے لے لینا چاہئے۔

جہاں تک جماعت کی ضروریات کا تعلق ہے۔ اگرچہ موجودہ حالت میں جماعت کی تعداد تھوڑی ہے اور بظاہر اتنی بڑی عمارت کی ضرورت نہیں۔ مگر ضرورتیں پھیلتی جاتی ہیں۔ اس لئے مشورہ یہی تھا کہ بہر حال اس موقع کو ہاتھ سے نہیں کھونا چاہئے۔ چنانچہ ان امور کے پیش نظر فیصلہ تو بہت دیر سے تھا لیکن ہر منزل پر آ کر کچھ روکیں بھی پیدا ہوتی رہیں لیکن خدا تعالیٰ نے بالآخر ہر روک اٹھا دی اور آج یہ مبارک جمعہ ہے، جس میں ہم اس عمارت کا افتتاح کر رہے ہیں۔

جب میں افتتاح کہتا ہوں تو میری مراد وہ افتتاح نہیں، جس کی دنیا میں رسم موجود ہے۔ اس افتتاح کے تو کوئی بھی معنی نہیں ہوتے۔ اس افتتاح کی تو کوئی بھی حقیقت نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں تو چند آدمی اکٹھے ہو کر رنگ و روپ کا مظاہرہ کر دیتے ہیں، کچھ دکھاوے ہو جاتے ہیں، کچھ تصاویر ہو جاتی ہیں، فیتے کاٹے جاتے ہیں۔ لیکن جہاں تک حقیقت کا تعلق ہے، حقیقت بالکل ویسی رہتی ہے، اس میں کوئی بھی فرق نہیں پڑتا۔ ایک آیا یا دوسرا آیا، الف نے افتتاح کروایا یا ب نے افتتاح کروایا، یہ سب بے معنی اور

حقیر چیزیں ہیں۔لیکن جب میں مذہبی نقطہ نگاہ سے افتتاح کی بات کرتا ہوں تو میری مراد اس قسم کا افتتاح ہے، جس قسم کا سورۂ فاتحہ نے قرآن کا افتتاح کیا"۔

"......پس آج ہم جس افتتاح کے لئے اکٹھے ہوئے ہیں، یہ اسی قسم کا افتتاح ہے، یہ ویسا ہی افتتاح ہے، جیسے سورۂ فاتحہ نے ہمیں سکھلایا کہ یوں افتتاح ہونا چاہئے۔اپنے اختصار میں بھی بلند ارادوں اور بلند ہمتوں کے لامتناہی مضامین اکٹھے کر دو۔ اپنے اختصار میں بھی لامتناہی ترقیات کے بیج بو دو۔ بلند ارادے لے کر ایک چھوٹی سی اینٹ کو بنیاد میں رکھو اور فیصلے یہ کرو کہ اس اینٹ سے ہم نے اتنے عظیم الشان محلات تعمیر کر دینے ہیں کہ تمام دنیا کی قومیں جو بھی اس میں پناہ لیں تو وہ ان کے لئے چھوٹے نہ ہو سکیں۔ ایسے افتتاح کرو، جیسے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے افتتاح فرمائے۔ ایسے افتتاح کرو، جیسے اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے افتتاح فرمائے۔ اور پھر اللہ پر توکل رکھو۔ پھر دیکھو کہ خدا تعالیٰ ان افتتاحات میں کتنی برکتیں نازل فرماتا ہے، کتنی برکتیں رکھ دیتا ہے۔حضرت مصلح موعود نے بھی اسی قسم کے افتتاح کا تصور باندھا، جب یہ شعر کہا:۔

ہے ساعت سعد آئی اسلام کی جنگوں کی
آغاز تو میں کر دوں انجام خدا جانے

(کلام محمود، صفحہ 120)

یہ وہی جنگیں ہیں، جن کے میدان آج سکاٹ لینڈ میں بھی کھلے ہوئے ہیں۔ یہ وہی درخت ہے، جس کا بیج حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے بویا تھا اور دنیا کو یہ خبر دی تھی کہ اس کی شاخیں تمام دنیا پر پھیلیں گی اور تمام دنیا اس کے رحمت والے سایہ سے فیض پائے گی۔ آج اس کی ایک شاخ سکاٹ لینڈ میں بھی پہنچی ہوئی ہے اور اسی کو مزید طاقت دینے کے لئے ہم یہ سارے کاروبار کر رہے ہیں۔ اس لئے بظاہر یہ ایک معمولی سا افتتاح ہے، ایک بوسیدہ اور پرانی عمارت کا افتتاح ہے، جو دنیا کی نظر میں اپنے انجام کو پہنچ چکی ہے۔ اور اتنی بوسیدہ ہوگئی کہ ہر نئی بار اس کی قیمت پہلے سے کم پڑتی رہی۔ گویا وہ اپنی عمر کے کنارے پر پہنچی ہوئی عمارت ہے۔ مگر یہ عجیب دیوانی جماعت ہے کہ اس کا آج افتتاح کر رہی ہے۔ لیکن دنیا کی نظر میں دیوانی ہے، خدا کی نظر میں نہیں۔ ہم نے اس عمارت میں نئی زندگی ڈالنی ہے۔ اس عمارت کے تن مردہ کو نئی روح بخشنی ہے۔ ہم نے اس عمارت میں ذکر الٰہی کر کے اس کے بھاگ جگانے ہیں، اسے نئے نصیب عطا کرنے ہیں۔ یہ ہے وہ افتتاح، جو ہم آج کر رہے ہیں۔ اور اگر آپ اس روح کے ساتھ

اس کے درودیوار پر محبت الٰہی کے نقش کر دیں گے۔ اگر آپ ایسی روح اور انہی نیک ارادوں کے ساتھ ذکر اور درود کے ساتھ اس عمارت کی فضاؤں کو بھر دیں گے تو اس کی ساری نحوستیں اور ساری بوسیدگیاں ہمیشہ کے لئے اس کو چھوڑ دیں گی۔ اس عمارت پر نئی رونق آجائے گی، اس عمارت کا چہرہ پہچانا نہیں جائے گا، اس میں نور بس جائے گا۔ لوگ آئیں گے اور اس کے نور سے استفادہ کریں گے۔ یہ آپ ہی کے دل کا نور ہے، جس نے اس عمارت میں منتقل ہونا ہے۔ یہ آپ ہی کی روحانی زندگی ہے، جس نے اس عمارت کو زندگی بخشنی ہے۔ اور جب آپ ایسا کریں گے تو یہ عمارت پھر آپ کو ان سب نیکیوں کا بدلہ دے گی۔ اس عمارت کا فیض پھر آپ کو بھی پہنچے گا۔ وہ نور، جو آپ اس کو بخشیں گے، وہ زندگی، جو آپ اس کو عطا کریں گے، وہ ساری جماعتی زندگی اور سارے جماعتی نور کی شکل میں پھر ابھرے گی۔ یہ ہے الٰہی نظام، جس کے ذریعہ چیزیں ایک دوسرے سے باہمی قوت پاجاتی ہیں اور بڑھتی چلی جاتی ہیں۔

پس آج ہم دعا کے ساتھ اس عمارت کا افتتاح کریں گے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس عمارت کو ایک مذہبی، روحانی عمارت میں تبدیل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اس عمارت کے سارے گناہ، جو ماضی میں یہاں ہو چکے یا وہ ساری بدکاریاں یا خدا تعالیٰ سے دوری کی باتیں، جن کا کبھی اس عمارت سے تعلق رہا ہے، وہ مٹے ہوئے حرف کی طرح مٹ جائیں اور کوئی نشان ان کا باقی نہ رہے۔ اس عمارت پر نئی عبادتیں مرتسم ہوں۔ اللہ اور محمد کے نام لکھے جائیں۔ اللہ اور محمد کا ذکر اس میں چلے۔ یہاں تک کہ اس عمارت کو بالکل ایک نئی زندگی عطا ہو جائے۔ پس ان ارادوں کے ساتھ ہم اس عمارت کا افتتاح کر رہے ہیں۔

جیسا کہ میں نے کہا ہے کہ یہ افتتاح بظاہر معمولی ہے لیکن فی الحقیقت ہم بہت بڑے عزائم کے ساتھ، بہت بڑے نیک ارادوں کے ساتھ اس افتتاح کے لئے اکٹھے ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک ارادے کا ذکر میں نے پہلے بھی کیا تھا اور وہ یہ تھا کہ جب ہم نے عمارت لی تو آپ میں سے بعض دوست کہہ رہے تھے کہ اتنی بڑی عمارت کو ہم نے کیا کرنا ہے؟ یہ تو ایسی ہی بات ہے، جیسے کسی بچے نے لفافہ میں دو گولیاں ڈالی ہوں اور لفافہ اتنا بڑا ہو کہ اس میں دس کلو گولیاں پڑسکتی ہوں۔ خلخل کرتا خالی کمرہ اور اس میں دو چار آدمی بیٹھے ہوں، یہ منظر بعض لوگوں کو اچھا نظر نہیں آیا۔ اس لئے انہوں نے کہا کہ ہم نے یہ عمارت کیا کرنی ہے؟ یہ تو بری لگے گی۔ ہم دو چار آدمی ہیں، اتنی بڑی عمارت کیا کرتے پھریں گے؟

چنانچہ میں نے ان کو (یعنی جس نے مجھے بتایا میں نے) جواب دیا کہ اگر دو چار ہیں تو خدا نے آپ کو دو چار رہنے کے لئے تو نہیں بنایا۔ اول تو یہ کہ اگر آپ دو چار بھی ہیں تو اتنی بڑی عمارت کا حق پھر

یوں ادا کریں کہ اس کے کونے کونے میں خدا تعالیٰ کو سجدے کریں، کونے میں دعائیں کریں اور اللہ کا ذکر بلند کریں۔ پھر یہ عمارت آپ کو دو چار نہیں رہنے دے گی، یہ اپنے نمازی خود پیدا کرے گی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہی سلوک ہے، جو جماعت احمدیہ کے ساتھ ہمیشہ سے ہوتا چلا آیا ہے۔ بہت بڑی چھلانگ ماری اور کوئی بہت بڑی عمارت تعمیر کر دی تو دیکھتے ہی دیکھتے یہ محسوس ہوا کہ وہ عمارت چھوٹی تھی اور اس کے آباد کرنے والے اس کی وسعت سے کہیں زیادہ آگے نکل گئے۔ ہمیشہ سے جماعت کے ساتھ یہی سلوک ہو رہا ہے۔ ہمیشہ ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس الہام

وسع مکانک

(تذکرۃ صفحہ 41)

کو اس شان سے پورا ہوتے دیکھا ہے کہ کسی مکان کو وسعت دی اور پھر وہ مکان چھوٹا رہ گیا۔ پھر وسعت دی اور پھر چھوٹا رہ گیا۔ اور

وسع مکانک

کا حکم کہ اپنے مکان کو وسعت دیتے چلے جاؤ، یہ قائم رہا۔ اسی طرح کبھی ایک دفعہ بھی ایسا واقعہ نہیں ہوا کہ جماعت احمدیہ نے کوئی عمارت بنائی ہو اور وہ عمارت بڑی رہ گئی ہو بلکہ چھوٹی ہو جاتی ہے۔

ابھی ہم نے انگلستان میں پچیس ایکڑ زمین اسلام آباد میں لی تو وہاں اتنی بڑی بڑی بلڈنگز ہیں کہ بعض لوگوں کا خیال تھا کہ ہم ان کو کیسے سنبھال لیں گے؟ لیکن ابھی پورا سال بھی نہیں گزرا بلکہ صرف آغاز ہی ہوا ہے کہ وہ عمارت چھوٹی نظر آنے لگی ہے۔ وہاں ہم نے سکول بھی کھولنا ہے۔ بہت سے جماعتی پروگرام ہیں، ایسے میں اب محسوس ہو رہا ہے کہ توسیع کے لیے درخواست کرنی پڑے گی۔ کیونکہ یہ عمارت تو ہمارے سارے کاموں کے لئے کافی نہیں ہے۔

پس خدا تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے جب آپ بڑی بڑی عمارتیں لیتے ہیں یا بڑی بڑی عمارتیں تعمیر کرتے ہیں تو خدا تعالیٰ کام اتنے بڑھا دیتا ہے اور اسے آباد کرنے والے اپنے بندے اتنے عطا کر دیتا ہے کہ پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ عمارتیں چھوٹی نظر آنے لگتی ہیں۔ تو یہ بھی میرا ایک ارادہ تھا کہ میں آپ کو یہ بتاؤں اور سمجھاؤں کہ آپ اس عمارت کو چھوٹا کر کے دکھائیں اور جلد از جلد چھوٹا کریں۔

پس آپ کے لئے پہلا پروگرام تو یہی ہے کہ تبلیغ میں اتنی کوشش کریں اور یہاں کے مقامی دوستوں کو اتنی جلدی اسلام سے روشناس کروائیں اور انہیں اسلام کی طرف کھینچ کر لے آئیں کہ ہمیں یہ

عمارت دیکھتے ہی دیکھتے حقیقتاً چھوٹی دکھائی دینے لگی۔ مگر یہ تو پہلی منزل ہے۔ دوسرا قدم پھر یہ ہوگا کہ خدا تعالیٰ اس عمارت کے نتیجہ میں آپ کو جو نئے نئے پھل عطا کرے گا، وہ خود بیج بن جائیں، وہ خود نشو ونما کا ذریعہ بن جائیں۔ اگر آپ کی جیبیں چھوٹی ہیں تو وہ وسیع جیبیں لے کر آپ کے پاس آجائیں۔ اور پھر آپ اپنے ماحول میں اردگرد نئی عمارتیں اور نئی نئی زمینیں خریدنا شروع کر دیں۔ اور سکاٹ لینڈ کی فتح کے لئے اسے بیج بنا دیں۔ اور صرف گلاسگو فتح نہ ہو بلکہ اس عمارت میں سارے سکاٹ لینڈ کی فتح کا بیج بو یا جائے۔

پس اگر آپ اس بلند ارادے کے ساتھ افتتاح کریں اور خدا پر توکل کریں تو آج آپ کو بظاہر یہ عجیب باتیں دکھائی دے رہی ہوں گی۔ آپ سوچتے ہوں گے کہ یہ بہت بڑی بڑی باتیں ہیں لیکن اس سے زیادہ بڑی بات تو نہیں کہ فاقوں کے ساتھ پتھر توڑے جا رہے ہوں اور قیصر وکسریٰ کی خوشخبریاں دی جا رہی ہوں کہ قیصر وکسریٰ کے خزانے میرے ہاتھ دے دیئے گئے ہیں، ان کے محلات کی چابیاں مجھے پکڑا دی گئی ہیں۔ یہ دنیا کا افتتاح نہیں ہے، اس بات کو یاد رکھیں کہ یہ ایک مذہبی افتتاح ہے۔ اور مذہبی افتتاح اسی قسم کی باتوں سے کیا جاتا ہے۔ اور وہ جو خدا پر توکل رکھتے ہیں، ان کی پگلی باتیں بھی خدا سچی کر کے دکھا دیتا ہے۔ ان کی پگلی باتیں بھی دنیا کے سیانوں کی باتوں سے اپنی عقل، اپنی حکمت اور اپنی معرفت میں آگے بڑھ جاتی ہیں۔ چونکہ یہ ایک مذہبی عمارت ہے، اس لئے اس کا افتتاح بھی مذہبی اسلوب پر ہونا چاہئے۔ بلند ارادوں کے ساتھ افتتاح کریں۔ اور پھر ان ارادوں کو جلد از جلد عمل کے سانچوں میں ڈھالنے کی کوشش کریں"۔

".... بہر حال جب میں نے غور کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ سورۃ جمعہ کے ساتھ تو جماعت احمدیہ کا بہت گہرا تعلق ہے۔ اتنا گہرا تعلق ہے کہ کسی اور سورۃ سے جماعت احمدیہ کا براہ راست اتنا گہرا تعلق نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ثانیہ کا ذکر ہے، جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ پوری ہوئی۔

وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ

کا ذکر ہے۔ ان آخرین کا، جو صحابہ سے نہیں ملے تھے لیکن ایک دن انہوں نے مل جانا تھا۔ اس مضمون کا ذکر ہے، جسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یوں بیان فرماتے ہیں:۔

صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا

(درثمین، صفحہ 56)

اس مصرعہ کی بنیاد بھی اسی سورۃ جمعہ پر ہے۔ چنانچہ جب میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ سورۃ جمعہ تو جماعت احمدیہ کے ساتھ بہت گہرا تعلق رکھتی ہے۔ نہ صرف ایک عام تعلق بلکہ کئی رنگ میں تعلق رکھتے ہیں"۔

”.....پھر سورۂ جمعہ کے ذریعے تمام دنیا کا اجتماع، جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے ہونا ہے، سورۂ جمعہ کے ذریعے اس کی خوشخبری بھی دے دی گئی۔ کیونکہ مفسرین کی بھاری اکثریت یہ تسلیم کرتی ہے کہ خدا تعالیٰ نے جو یہ وعدہ دیا تھا کہ وہ تمام دنیا کے ادیان پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو غالب کر دے گا، یہ وعدہ مسیح اور مہدی کے زمانے میں پورا ہونا ہے۔ اور اس سورت میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ثانیہ کا ذکر آیا تو وہ مہدی کی شکل میں ہی آیا ہے۔ پس یہ سورت عجیب طور پر جمع کے مضمون کو جمع کر رہی ہے۔ مہدی کے ذریعے تمام عالم کو جمع کیا جائے گا۔ اور وہ جو وہ تحریک چلائے گا، اس کے ذریعہ اس کا بھی اس سورت میں ذکر موجود ہے اور زمانوں کو بھی جمع کر دیا جائے گا“۔

”.....پس سورۂ جمعہ کا جماعت احمدیہ کے ساتھ بہت ہی گہرا تعلق ہے اور اس میں ہر قسم کی خوشخبریاں عطا کر دی گئی ہیں۔ آپ کے ذریعے زمانے کی تقدیر بدلی جائے گی۔ آپ کے ذریعہ تمام دنیا کی قوموں کو ایک ہاتھ پر جمع کیا جائے گا اور ایک نئی قسم کی اقوام متحدہ کی بنیاد ڈالی جائے گی۔ اس اقوام متحدہ کی بنیاد ڈالی جائے گی، جس کا ذکر سورۂ جمعہ میں ملتا ہے۔ آپ کے ذریعے مختلف زمانے اکٹھے کر دیئے جائیں گے۔ اور انسانوں کو ہر قسم کی نعمتیں اور رحمتیں عطا کی جائیں گی۔

کتنی عظیم الشان سورت ہے اور کتنا اس میں ذکر ملتا ہے۔ لیکن ایک شرط کے ساتھ اور وہ شرط یہ ہے:۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

کہ جب تمہیں جمعہ کے دن بلایا جائے، جمعہ کے دن سے مراد اگر ظاہری جمعہ کا دن لیا جائے تو یہ بھی درست ہے، ہر ہفتہ آپ کو بلایا جاتا ہے۔ لیکن یہ سورت، جن وسیع معانی میں جمعہ کا ذکر کر رہی ہے، اگر ان معنی میں آپ اس پر غور کریں تو اس آیت کا یہ مطلب ہوگا کہ اے ایمان والو! جب خدا کی طرف سے ایک بلانے والا تمام بنی نوع انسان کو ایک ہاتھ پر اکٹھا ہونے کی آواز دے اور جب یہ آواز دے کہ آؤ اور میرے ذریعہ زمانوں کو بھی اکٹھا ہوتے دیکھو، اس وقت تجارتوں کو ترجیح نہ دو۔ اس کی آواز پر دنیا کے منافع کی قدر نہ کرو۔ اس کی اس آواز پر دنیا کے مقابل پر ان سب کو تج کر کے اس کی طرف دوڑے چلے آؤ، اس کی آواز پر لبیک کہو۔ اگر تم دنیا کو اس آواز کی خاطر چھوڑ دو گے اور دنیا کو اس آواز کی خاطر چھوڑ دو گے اور دنیا کے منافع کی پرواہ نہیں کرو گے تو پھر ہم تمہیں خوشخبری دیتے ہیں کہ ہم تمہیں فضلوں سے محروم نہیں کریں گے۔ اس آواز کو قبول کرنے کے بعد تم دنیا میں پھیل جاؤ گے۔

جب تم اپنا فریضہ ادا کر دو گے، جب تم سب کچھ خدا کے حضور پیش کر دو گے۔ پھر فرمایا: فاذا قضیت الصلوٰۃ، قضیت الصلوٰۃ، کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ جب عبادت کے تقاضے پورے ہو جائیں، جب تم اپنی نیتیں پوری کر دکھاؤ گے اور لبیک کہہ دو گے، فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون. پھر خدا تعالیٰ تمہیں تمام دنیا میں پھیلا دے گا۔ زمین کے کناروں تک تمہیں پہنچائے گا۔ وہاں دنیا کے لحاظ سے بھی فضل جوئی کرو گے اور دین کے لحاظ سے بھی فضل جوئی کرو گے۔ بظاہر تم دنیا کے کاموں کے لئے بھی نکلو گے لیکن اللہ کے ذکر کے ساتھ نکلو گے۔ اگر تم صناع ہو تو صناعی کے ساتھ ذکر الٰہی بلند کر رہے ہو گے، اگر تم تاجر ہو تو اپنی تجارتوں کے ساتھ ذکر الٰہی بلند کر رہے ہو گے، اگر تم ڈاکٹر ہو تو اپنی ڈاکٹری کے ساتھ ذکر الٰہی بلند کر رہے ہو گے، اگر تم سائنسدان ہو تو سائنس کے کاموں کے ساتھ ذکر الٰہی کو بلند کر رہے ہو گے۔ غرضیکہ تمام دنیا میں ذکر پھیلانے کا ایک ذریعہ یہ ہو گا۔

پس اس آیت میں کئی قسم کے وقف کا ذکر ہے۔ ایک وقف خاص بھی مذکور ہے کہ دنیا کے سب کام کلیۃً چھوڑ کر جب آواز آئے تو اپنی ساری زندگی خدا کے حضور پیش کر دو۔ دوسرا وقف عام کا بھی ذکر ہے کہ یہ فیصلہ کر لو کہ میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا۔ دنیا کو چھوڑ کر دین کی آواز پر لبیک کہنے کا یہ مطلب ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جو شرائط بیعت ہیں، ان میں یہ داخل ہے کہ میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا۔ تو اس آیت سے مراد یہ ہے کہ جب خدا کے نام پر بلانے والا تمہیں عظیم جمعہ کے لئے بلائے تو تم یہ فیصلہ کر کے اس کے حضور حاضر ہو کے ہم دنیا کو ترک کر دیں گے اور جب بھی دین کے ساتھ مقابلہ ہو گا تو دین کو ترجیح دیں گے۔ فرمایا: جب تم یہ عہد کر کے اس کے حضور حاضر ہو جاؤ گے، پھر تمہیں اس شرط کے ساتھ اجازت مل جائے گی کہ چونکہ تم سب کچھ خدا کو دے بیٹھے ہو، اب تمہارا کچھ نہیں رہا۔ اس لئے اب تم جاؤ اور پھیلو اور دنیا کے کام بھی کرو لیکن اس عزم کے ساتھ کہ دنیا کے کاموں کے ساتھ ذکر الٰہی کو نہیں بھولنا بلکہ اسے غالب رکھنا ہے۔

اس مضمون کو اس طرح بیان فرمایا: وابتغوا من فضل اللہ کے فضل کو ڈھونڈو۔ واذکروا اللہ کثیرا۔ وابتغوا کے ساتھ کثیرا کا لفظ استعمال نہیں کیا، لیکن واذکروا اللہ کے ساتھ کثیرا کا لفظ استعمال فرمایا۔ دنیا کے کام کرو مگر ذکر الٰہی غالب رہے۔ اللہ کی محبت اور پیار تمہارے دنیا کے ہر ایک کام پر چھا جائے اور اسے مغلوب کر لے۔ چونکہ ابتغاء فضل دنیا کے معنوں میں بھی مراد ہے، اس لئے میں یہ معنی

لے رہا ہوں کہ دنیا کے کاموں میں خدا کا فضل ڈھونڈو لیکن کثرت کے ساتھ ذکر کرتے ہوئے۔اس کثرت کے ساتھ کہ تمہاری دنیا کی جستجو پر غالب آجائے۔اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ تمہیں عظیم الشان فتوحات عطا فرمائے گا۔اس وقت بھی یہی ہو رہا ہے۔

اس وقت خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ دونوں قسم کے وقف پورے کر رہی ہے۔ایسے بھی ہزاروں لوگ ہیں، جنہوں نے سب کام چھوڑ کر اپنے آپ کو کلیۃً خدمت دین کے لئے پیش کر دیا ہے اور اپنا کچھ بھی باقی نہیں رہنے دیا۔اگر جماعت ان کو چپڑ اسی لگاتی ہے تو وہ خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے، اسے بھی رحمت اور فضل کے طور پر قبول کرتے ہیں۔اگر جماعت انہیں مبلغ لگاتی ہے تو اس پر بھی خدا کا شکر ادا کرتے ہیں۔اگر ماتحت لگاتی ہے تو تب بھی شکر کرتے ہیں۔اگر حاکم اور افسر بناتی ہے، تب بھی شکر کرتے ہیں۔شکر اس بات پر نہیں کرتے کہ انہیں کیا بنایا گیا ہے۔شکر اس بات پر کرتے ہیں کہ ہر حالت میں ان کو قبول کر لیا گیا ہے۔اور انہیں اس فوج میں داخل کر لیا گیا، جس کا سورۃ جمعہ میں ذکر ہے کہ سب کچھ چھوڑ کر خدا کے حضور حاضر ہو جاؤ۔اور ان میں لکھوکھا ایسے بھی ہیں، جیسا کہ آپ میں سے اکثریت یہاں ایسی ہے، جو اپنے دنیا کے کاموں پر نکلے ہوئے ہیں۔اپنے وطن سے دور سکاٹ لینڈ میں۔کبھی آپ بچپن میں سوچ بھی نہیں سکتے کہ اللہ کے فضلوں کی تلاش میں اتنی دور نکل جائیں گے۔لیکن خدا نے انتظام کر دیا۔آپ جیسے کروڑوں اور لوگ ہیں، جو اپنے اپنے وطنوں کو چھوڑ کر دوسرے ملکوں میں چلے گئے ہیں۔لیکن ان میں اور آپ میں کتنا فرق ہے؟ وہ دنیا کمانے کے لئے آئے اور دنیا کما کر واپس چلے جاتے ہیں۔پھر آپ بظاہر دنیا کمانے کے لئے آئے ہیں مگر چونکہ آپ نے ہر جگہ ذکر الٰہی کو غالب رکھا ہوا ہے اور ہر جگہ آپ خود بھی ذکر الٰہی کرتے ہیں اور اس کو آگے پھیلاتے بھی جاتے ہیں، ذکر الٰہی خود بھی کرتے ہیں اور ذکر الٰہی کرنے والے بھی پیدا کرتے چلے جاتے ہیں اور واذکروا اللہ کثیرًا کے اس مفہوم کو آپ ادا کر رہے ہیں۔

پس اس قسم کے بھی واقفین ہیں اور یہی نظام ہے، جس کی بنیاد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعے رکھی گئی تھی اور جس کے نتیجہ میں سب دنیا نے فتح ہونا ہے۔پس یہ جو اشارہ ہے کہ دسویں جمعہ اور دس یعنی Friday کے معنی اگر سورۃ جمعہ کے لئے جائیں اور 10th سے مراد دسویں آیت مراد لی جائے تو اس میں ایک بہت بڑی خوشخبری یہ ہمیں ملتی ہے کہ وہ وقت بطور خاص آ گیا ہے، جبکہ آپ نے دنیا کو کلیۃً ترک کرنے کے فیصلے کر لینے ہیں، جب اپنے عزم دہرانے ہیں، جب اس عہد بیعت کی تجدید کرنی ہے کہ ہم ہرگز کسی قیمت پر بھی اپنی دنیا کو اپنے دین کی راہ میں حائل نہیں ہونے دیں گے۔جہاں تک ہمارے

نفوس کا تعلق ہے، ہم سب کچھ چھوڑ بیٹھے ہیں۔ اگر ہمیں اجازت ملتی ہے تو ہم دوسرے کام بھی کریں گے مگر اس عہد کے ساتھ کہ دوسرے کاموں پر ذکر الٰہی کو ہمیشہ غالب رکھیں گے۔ کثرت کے ساتھ ذکر کرتے چلے جائیں گے اور خدا کے فضل کی تلاش کرتے چلے جائیں گے۔ اب ذکر کے ساتھ جب آپ خدا کے فضل کے مضمون کو ملاتے ہیں تو فضل کا مضمون عام دنیاوی معنوں کے سوا دوسرے معنی بھی اختیار کر لیتا ہے۔ وابتغوا من فضل اللّٰه کا حکم عام دنیا کے انسانوں پر بھی لگتا ہے۔ اس کے معنی یہ بھی ہیں کہ دنیا کی چیزیں تلاش کرو، دنیا کے رزق تلاش کرو، دنیا کے عہدے تلاش کرو، دنیا کی ترقیات تلاش کرو۔ لیکن جب خدا کے بعض بندے ذکر الٰہی کو ساتھ شامل کر لیتے ہیں تو واذکروا اللّٰہ کثیرًا کے ساتھ اس فضل کا مضمون وسیع ہو جاتا ہے۔ اس صورت میں اس کا مطلب یہ بنتا ہے کہ اس دنیا میں ہی اپنے دین کی سعادتیں بھی ڈھونڈ لو، اسی دنیا میں اپنے بلند دینی اور روحانی مراتب بھی تلاش کرو کیونکہ تم ذکر الٰہی ساتھ ساتھ کرتے چلے جا رہے ہو۔ خدا کا فضل محدود صورت میں تم پر نازل نہیں ہوگا۔ تم بظاہر دنیا کمانے والوں میں سے بھی خدا کے ولی پیدا ہوں گے۔ تم بظاہر دنیا کمانے والوں میں سے عظیم الشان روحانی بندے پیدا ہوں گے۔ تم بظاہر دنیا کمانے والوں میں سے خدا کے ایسے ایسے پیارے پیدا ہوں گے کہ ان کو وہ ساری دنیا پر ترجیح دے گا، اپنے علاقے کے قطب وغوث اور ولی پیدا ہوں گے۔ اگر وہ ذکر الٰہی کو کثرت سے ادا کرنے کے عہد پر پورا اترتے ہیں تو ان کا فضل لامتناہی ہو جائے گا۔ جو فضل وہ تلاش کرتے ہیں، وہ محدود نہیں رہے گا بلکہ اس کی حدیں پھیل جائیں گی۔ دنیا پر بھی پھیل جائیں گی اور دین پر بھی پھیل جائیں گی۔ اس نقطہ نگاہ سے آپ اللہ تعالیٰ کے اس منشاء کو پورا کرنے کی سعی کریں۔

منشائے الٰہی یہ ہے کہ آج جماعت جس دور میں داخل ہوئی ہے، اس میں پہلے سے بہت زیادہ بڑھ کر کثرت کے ساتھ ہمیں اپنی طاقتوں کو اور اپنے ان تمام قویٰ کو جسمانی یا روحانی یا ذہنی قویٰ ہوں، ان ساری طاقتوں کو، جو خدا نے ہمیں عطا فرمائی ہیں، اللہ تعالیٰ کی خاطر وقف کر دیں۔ دنیا کمائیں اس شرط کے ساتھ کہ دین اس پر غالب رہے۔ یہ ایک خاص وقت آ گیا ہے۔ اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ بڑی کثرت کے ساتھ جماعت کو دنیا میں پھیلا دے گا اور دنیا کی ہر قوم کے اوپر، دنیا کے ہر دین پر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم اور آپؐ ہی کے دین کو غالب فرما دے گا۔

پس یہ جمعہ اس لحاظ سے بھی ہمارے لئے اہمیت رکھتا ہے کہ ہم آج اس جمعہ پر یہ عہد کریں گے۔ اس جمعہ پر یہ ارادے لے کر پھر دنیا میں پھیلیں گے۔ اگر خدا کا منشاء اس کشفی نظارے سے یہی ہے کہ

جماعت سے مزید قربانی چاہتا ہے۔ جماعت احمدیہ کو اپنی مزید قربانی پیش کرنے کی ہدایت فرما رہا ہے تو ہم حاضر ہیں۔ اس کے لئے بھی جو ہم سے چاہتا ہے، ہم حاضر ہیں۔ ہمارا کچھ بھی اپنا نہیں۔ ہم اسی کی خاطر زندہ رہیں گے اور اسی کی خاطر مریں گے۔ لیکن اپنے اس عہد سے پیچھے نہیں ہٹیں گے کہ جب تک تمام دنیا پر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بادشاہی کو غالب نہ کر دیں، اس وقت تک ہم چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ اب ایک ملک نہیں ہے، جس کو ہم نے اسلام کے لئے فتح کرنا ہے۔ دو، چار یا پچاس یا سو ملک نہیں ہیں، ساری دنیا میں ایک بھی ملک ایسا نہیں چھوڑنا، جہاں ہم نے اسلام کو غالب کر کے نہیں دکھانا۔ کوئی ملک بھی ایسا نہیں رہنے دینا، جس کے ہر حصہ پر اسلام کو غالب نہیں کرنا، اتنے بڑے کام کو ہم نے سرانجام دینا ہے۔

اب آپ سوچیں تو سہی کہ سکاٹ لینڈ کی وسعتوں کے نقطہ نگاہ سے ہم نے یہ کام کیا ہے۔ اس لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے تاکید کی ضرورت ہے۔ اس لئے آپ کو یاددہانی کروائی جاتی ہے۔ بیسیوں سال سے یہاں احمدی آباد ہیں۔ ایک، دو، چار کم وبیش کبھی کم ہوئے، کبھی زیادہ۔ لیکن یہ سارا علاقہ اسی طرح پڑا ہوا ہے، جس طرح کسی زمین پر ہل نہ چلایا گیا ہو۔ Fallow Land کے طور پر۔ ابھی تک اس کی وادیاں بھی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے بے خبر ہیں، اس کے پہاڑوں کی چوٹیاں بھی بے خبر ہیں۔ اس کی جھیلیں بھی بے خبر ہیں اور اس کی خشکیاں بھی بے خبر ہیں۔ آج آپ سکاٹ لینڈ کے کسی کونے میں چلے جائیں اور ان سے پوچھیں کہ اسلام کیا ہے؟ اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین کیا ہے؟ تو ان کو پتہ ہی نہیں ہوگا۔ اس لئے یہ بلند ارادے تو بہت بابرکت ہیں۔ لیکن یہ بلند ارادے، جس محنت کا تقاضا کرتے ہیں، وہ محنت ہم نے ابھی شروع نہیں کی۔

آپ میں سے اکثریت ابھی تک ایسی ہے، جو بار بار کی یاددہانیوں کے باوجود داعی الی اللہ نہیں بن سکی۔ اکثریت ایسی ہے، جو اگر بننا چاہتی بھی ہے تو جانتی نہیں کہ کیسے بنے؟ ان کو سلیقہ نہیں آتا، علم سے محروم ہیں۔ بچے ہیں، جن میں ولولہ پیدا ہوتا ہے لیکن ان کو پتہ نہیں کہ زرخیز مٹی بنانے میں بہت محنت کی ضرورت ہے۔ احمدی کو از سر نو زندہ احمدی بنانے کے لئے بہت محنت کی ضرورت ہے۔ اور پھر ان سب کو تبلیغ میں جھونکنا اور پھر ان سے نئے نئے کام لینا اور پھر عظیم الشان فتوحات کی توقع رکھنا اور دعائیں کرنا کہ اللہ وہ دن ہمیں دکھا بھی دے، بہت بڑے کام پڑے ہوئے ہیں۔ تو آج اس افتتاح پر ان سارے امور کو مدنظر رکھ کر آپ دعائیں کریں۔ اور یہ فیصلہ کر کے یہاں سے اٹھیں کہ سکاٹ لینڈ کو آپ نے فتح کرنا ہے۔ یہ درست ہے، آپ مٹھی بھر ہیں، بہت تھوڑے ہیں۔ آپ کے مقابل پر بہت وسیع علاقہ ہے لیکن یہ کام

آپ ہی کے سپرد ہے۔ سکاٹ لینڈ کی فتح کے لئے سکاٹ لینڈ کے احمدی نے اٹھنا ہے، انگلستان کے احمدی نے اٹھنا ہے۔ ہر ملک کے احمدی باشندے کا فرض ہے کہ وہ اپنے ملک کو فتح کرے۔ اور یہ کام ہے، اگر آپ بلند ارادے اور ہمت کے ساتھ اس کام کو شروع کر دیں اور دعاؤں سے غافل نہ ہوں تو یہ کام آسان ہو جائے گا۔ بظاہر یہ بات بہت بڑی ہے۔

جیسا کہ میں نے پہلے بھی متنبہ کر دیا تھا کہ اس افتتاح کے موقع پر میں نے باتیں ویسی ہی کرنی ہیں، جنہیں سن کر بعض لوگ کہتے ہیں، پاگل ہو گئے۔ لیکن مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ کیونکہ جن آقاؤں کا میں غلام ہوں، وہ بھی ایسی ہی باتیں کیا کرتے تھے۔ ان کو سننے والے بھی یہی کہا کرتے تھے کہ پاگل ہو گئے۔ لیکن پاگل ہوئے بغیر فتوحات نصیب نہیں ہوا کرتیں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں، جب تک اپنی دیوانگی کو اس حال تک نہ پہنچا دیں کہ دنیا آپ کو پاگل کہنے لگ جائے، پاگل سمجھنے لگ جائے، اس وقت تک دنیا کی فتوحات کے خواب پورے نہیں ہوا کرتے۔ یا اس رستہ کو چھوڑ دیں، جس رستے پر پاگل کہلائے بغیر بات بنتی نہیں ہے اور پھر دنیا کے خزانوں کا رستہ اختیار کر لیں۔ اگر اس رستہ پر قائم رہنا ہے تو پھر وہ حرکتیں کریں، اپنی وہ ادائیں بنائیں، جن اداؤں پر پتھر پڑا کرتے ہیں، جن حرکتوں کو دیکھ کر دنیا پاگل پاگل کہا کرتی ہے۔ ان کے بغیر عظیم فتوحات نصیب نہیں ہوا کرتیں۔ آپ تو تعداد میں بہت زیادہ ہیں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا تھا کہ اے میرے بندے! اٹھ اور تمام دنیا میں اعلان کر دے کہ تو دنیا کا فاتح ہے۔ ساری دنیا تیری خاطر پیدا کی گئی ہے، تیرے دین کو تمام دنیا کے ادیان پر غلبہ نصیب ہوگا، اس وقت آپ کتنے تھے؟ ایک تھے۔ ایک کو کل عالم سے جو نسبت ہو سکتی ہے، اس کے مقابل پر تو آپ کی نسبت بہت زیادہ ہے۔ آپ تو بیسیوں ہیں۔ اگر ہزاروں نہیں تو دو، اڑھائی سو یا تین سو کے قریب تو ہوں گے۔ یہاں سکاٹ لینڈ میں بچے اور بڑے ملا کر اتنی بڑی تعداد ہے کہ سکاٹ لینڈ کی آبادی اس کے مقابل پر کچھ بھی نہیں ہے۔

یہ سوچیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا تھا کہ تو ایک ہے۔ عرب کے مقابل پر بھی بظاہر تیری کوئی حیثیت نہیں۔ مگر میں تجھے صرف شام کی فتح کے لئے کھڑا نہیں کر رہا، میں تجھے صرف عرب کی فتح کے لئے کھڑا نہیں کر رہا، تجھے میں صرف روم کی فتح کے لئے کھڑا نہیں کر رہا، میں تجھے مشرق اور مغرب، شمال اور جنوب کا بادشاہ بناتا ہوں۔ اور اس دنیا کا بادشاہ بھی بناتا ہوں اور اُس دنیا کا بھی بادشاہ بناتا ہوں۔ تمام عالم کو تیرے زیر نگیں کر کے دکھاؤں گا۔ اٹھ اور یہ اعلان کر دے کہ تو سب دنیا کو فتح کرنے کے لئے کل عالمین کے لئے رحمت کے طور پر آیا ہے۔ اتنے عظیم الشان مرشد ہوں جن کے، ان کے

غلاموں کو بھی تو یہی زیب دیتا ہے کہ وہ ویسی ہی باتیں کریں۔اس لئے آج یہ ارادے لے کر اٹھیں کہ آپ نے ان خوابوں کو حقیقتوں میں بدل دینا ہے۔آپ میں سے ہر ایک مبلغ بن جائے۔اس جگہ کو جو بظاہر آپ کو بڑی دکھائی دے رہی ہے،اس کو دیکھتے دیکھتے چھوٹا بنا کے دکھا دیں۔اتنا چھوٹا کر دیں کہ آپ حیرت سے مڑ کر دیکھیں کہ اس جگہ کو ہم کسی زمانہ میں بڑا کہا کرتے تھے،یہ تو کچھ بھی نہیں۔پھر نئی جگہیں تلاش کریں، نئی بستیاں تلاش کریں، نئے علاقے تلاش کریں، دیکھتے ہی دیکھتے پھیلیں اور بڑھیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان روحانی فرزندوں میں داخل ہو جائیں، جن کے متعلق آپ نے فرمایا:۔

بہار آئی ہے اس وقت خزاں میں
کھلے ہیں پھول میرے بوستاں میں

(درثمین،صفحہ 50)

ہر طرف باغ و بہار لگا دیں، ہر طرف نئی انجمنیں بنا دیں۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذکر کے لئے، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کے لئے، اللہ کے ذکر کے لئے نئی نئی مجالس قائم ہوں، نئے نئے دور چلیں، اس علاقے کو نئی رونقیں نصیب ہو جائیں۔یہ وہ جنتیں ہیں، جن کی تمنا لئے ہم جیتے ہیں اور جن کو دیکھنے کی تمنا لئے اس دنیا سے رخصت ہوں گے۔

میری دعا ہے اور آپ میرے ساتھ اس دعا میں شامل ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہم میں سے ہر ایک کی زندگی میں ایسی بہت سی جنتیں ہمیں دکھائے، جو کسی زمانہ میں، جو ہماری خوابوں کی بستیاں تھیں، وہ حقیقت کی بستیاں بن جائیں۔وہ بڑے بڑے عظیم الشان نظارے، جن کو دیکھ کر، جن کے تصور میں ہم راتوں کو سویا کرتے تھے کہ خدا کرے کہ یوں ہو اور خدا کرے کہ اس بستی میں بھی اسلام غالب آجائے اور اس بستی میں اسلام غالب آجائے۔خدا کرے کہ یوں ہو۔خدا کرے کہ ہم اپنی زندگیوں میں یہ باتیں پوری ہوتی دیکھیں اور جب خدا کی طرف سے ہمیں بلاوا آئے تو خدا کے حضور بہت راضی واپس لوٹیں۔بظاہر ہماری تمنائیں تو پاگلوں والی تھیں، ہماری باتیں تو دیوانوں کی بڑوں کی طرح تھیں لیکن اے ہمارے آقا! اے ہمارے مالک خدا! تو نے ہماری ساری تمناؤں کو پورا کر دیا۔ہماری دیوانگی کی بڑوں کو بھی دنیا کے فرزانوں کی باتوں سے بھی زیادہ سچا کر کے دکھا دیا۔یہ ہے وہ راضیۃً مرضیۃً کی واپسی، جس کے لئے میری دعا ہے کہ اللہ مجھے بھی نصیب فرمائے اور آپ کو بھی نصیب فرمائے''۔

خطبہ ثانیہ کے دوران حضور نے فرمایا:۔

”جس دعا کا میں نے ذکر کیا تھا، وہ الگ اجتماعی دعا ہوگی بلکہ نماز جمعہ میں بھی دعا کریں اور نماز جمعہ کے بعد بھی اپنے طور پر یہ دعائیں کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اس افتتاح کو غیر معمولی برکتیں عطا فرمائے اور ہماری توقع سے بڑھ کر پھل لگائے۔ایک زمانہ تھا جب بشیر آرچرڈ صاحب بیچارے یہاں اکیلے تھے اور دعا کے لئے مجھے بھی بڑی بے چینی اور سخت گھبراہٹ کے ساتھ خط لکھا کرتے تھے کہ میں کیا کروں، کچھ بھی نہیں بنتا، کوئی توجہ نہیں دے رہا، جماعت بھی بالکل چھوٹی سی ہے، وہ بھی نہیں آتی۔اور لگتا ہے، میں تو اکیلا ہی چھوڑا گیا ہوں۔اس وقت شاید وہ یہی سمجھتے ہوں گے کہ میری دعائیں قبول نہیں ہو رہیں۔لیکن اب دیکھ لیں، اللہ کے فضل کے ساتھ رونق بھی ہے، جماعت توجہ بھی کر رہی ہے، بیعتیں بھی ہو رہی ہیں۔ابھی میں نے سنا ہے کہ قریب زمانہ میں ہی ایک Scotish نوجوان خدا کے فضل سے احمدی ہوئے ہیں۔اللہ تعالیٰ دعائیں قبول کرتا ہے۔لوگوں کو یونہی وہم ہے کہ دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔اپنے وقت پر کرتا ہے۔بعض دفعہ سمجھ بھی نہیں آتی کہ قبول ہو بھی رہی ہیں۔لیکن بعد میں ایک دم لگتا ہے کہ ساری دعاؤں کو پھل تیار ہو رہا تھا۔ تو دعائیں ضرور کریں اور کثرت سے کریں اور ان سے غافل نہ ہوں اور کرتے چلے جائیں۔ پھر دیکھیں انشاءاللہ خدا آپ کی حقیر کوششوں کو بھی عظیم الشان پھل عطا فرمائے گا۔انشاءاللہ“۔

(مطبوعہ خطبات طاہر جلد 04 صفحہ 425 تا 447)

# رسم ورواج کی بیخ کنی شریعت کے بنیادی اصولوں میں سے ہے

## خطاب فرمودہ 10 مئی 1985ء برموقع تقریب آمین

حضرت خلیفة المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

''جماعت احمدیہ رسوم کے خلاف ہے۔ اور وہ سنتیں، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جاری فرمائیں، وہ رسوم نہیں کہلاتیں بلکہ سنت کہلاتی ہیں۔ جتنی بھی رسوم بعد میں اسلام میں داخل ہوئیں، ان کے خلاف جماعت احمدیہ جہاد کرتی ہے۔ خواہ وہ چھوٹی سمجھی جائیں یا بڑی۔ رسوم سے شریعت پر بہت سے ایسے بوجھ پڑ جاتے ہیں، جو خدا کی طرف سے نہیں ڈالے گئے۔ اور لوگوں کی طاقتیں ان راہوں پر چلنے کی بجائے جو شریعت نے مقرر کی ہیں، لوگوں کی بنائی ہوئی رسموں کی راہ پر چلنے لگتی ہیں۔ چنانچہ یہی حال آج امت محمدیہ کا، بڑے درد کے ساتھ کہنا پڑتا ہے، ہو چکا ہے۔ اصل حقائق شریعت کے پس پشت جا پڑے اور قل اور چالیسویں اور گیارھویں اور اس قسم کی دیگر رسموں نے شریعت کی جگہ لے لی۔ رسموں کے خلاف جہاد بہت اہمیت رکھتا ہے''۔

فرمایا:۔

''ہمیشہ امتیں رسموں کی وجہ سے ہلاک ہوئیں۔ چنانچہ قرآن کریم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات گنواتے ہوئے، ایک یہ بات بھی گنوائی کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت بڑا احسان ہے کہ وہ بوجھ، جو لوگوں نے اپنے اوپر ڈال لئے تھے، جو گلے کا طوق بن چکے تھے، ایسے بوجھ بھی تھے کہ گردن کا طوق بن گئے، ان سب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اتار کے ایک طرف پھینک دیا اور آزاد کر دیا۔ یہ ہے بہت عظیم الشان احسان ایک نبی کا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل غلام حضرت مسیح موعودؑ نے بھی بعینہ وہی احسان ہم پر فرمایا، جبکہ تیرہ سو سال کی وہ رسمیں، جو بعد میں پیدا ہوئیں، ان سے یک طرح ہمیں آزاد کر دیا۔ لیکن بد قسمتی ہے قوموں کی کہ ہمیشہ رسموں کی طرف دوڑتی ہیں اور کوشش کرتی ہیں کہ چھوٹی چھوٹی رسموں کو اختیار کر کے بظاہر اپنی زندگی میں زینت پیدا کریں۔

Birthday ہے، وہ سمجھتے ہیں کہ بڑی زینت پیدا ہو جائے گی، تحفے ملیں گے، تحفے دیے جائیں گے اور ہر سال پھونکیں مار کے بتیاں بجھائیں گے۔ یہ دکھاوے کی چیزیں شروع میں بڑی نرم لگتی

ہیں لیکن جب یہ رسمیں بڑھ جاتی ہیں تو پھر شریعت کی جگہ نہیں رہتی۔ اب مغربی تہذیب میں شریعت کی گنجائش کہاں باقی رہ گئی ہے؟ رسموں اور دنیا پرستی نے قبضہ کر لیا ہے۔ لوگ کہتے ہیں، اس میں کیا حرج ہے؟ چار بتیوں یا دس بتیوں کو پھونکیں مار کر بجھا دیا اور سب نے مل کر کیک کھا لیا، بڑا مزا آتا ہے، کیا فرق پڑتا ہے؟ لیکن پھر کیک ہی کھاتے ہیں لوگ، خدمت دین کے لئے کچھ باقی نہیں رہتا۔ صدقات کی محبت اٹھ جاتی ہے، غریب پروری اور غرباء کو کھانا کھلانے کا شوق غائب ہو جاتا ہے۔ ہزار قسم کی بدیاں ہزار قسم کی نیکیوں کو دھکیل دیتی ہیں"۔

"شریعت سے عدم توجہ کے نتیجے میں رسوم جگہ لیتی ہیں۔ ورنہ جس شخص نے شریعت کو پوری طرح ادا کیا اور اس کی روح کو سمجھا ہے، اس بے چارے کو تو ہوش ہی نہیں رہتی، شریعت کے حق ادا کرنے سے۔ وہ وہم وگمان بھی نہیں کر سکتا کہ ذمہ داریوں کو پورا کر کے پھر زائد وقت دوسری چیزوں کو دے۔ جب رسمیں جماعتوں میں داخل ہو رہی ہوں تو سب سے بڑے خطرے کی گھنٹی یہ بجتی ہے کہ جماعت کی نیکی میں کمی آ گئی ہے، اس کے رجحانات ٹیڑھے ہو رہے ہیں اور پھر وہ غلط رستوں پر قدم مارتی ہے۔ اس لئے رسم ورواج کی بیخ کنی بنیادی اصولوں میں سے ہے شریعت کے، اس کو ثانوی حیثیت نہ دیں۔ رسموں کی طرف متوجہ ہونا ہی بتا رہا ہے کہ کوئی بیماری آ گئی ہے۔ اس لئے اس کی پوری قوت کے ساتھ جہاد کے طور پر بھی بیخ کنی ضروری ہے"۔

"اس کے بعد اب میں آپ کو بتاتا ہوں کہ یہ جو سنت حضرت مسیح موعودؑ نے بطور ایک حکم عدل کے قائم فرمائی ہے۔ اس لئے حکم عدل کا جو فیصلہ ہے، وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ ہے۔ اس لئے یہ جو سنت ہے، "آمین" کے اوپر کچھ دعوت کا اہتمام کرنا اور بچوں کی خوشی منانا، اسے ہرگز رسم قرار نہیں دیا جا سکتا۔ ایک شریعت کی مہر لگی ہوئی ہے اس پر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی مہر لگی ہوئی ہے۔ اور خدا نے جس شخص کو مقرر فرمایا وہ معصوم عن الخطاء ہوتا ہے، وہ غلطی کر ہی نہیں سکتا۔ لیکن غلطیاں آگے ہوتی ہیں پھر۔ اور میں انہی کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ غلطیاں تو یہ ہوتی ہیں کہ جو سنت قائم کی گئی، اس سے آگے بڑھ کر مزید باتیں اس میں داخل کر دی گئیں۔ مثلاً دیکھا ہوا ہے کہ جو لوگ "برتھ ڈے" پر Presents لے کے آتے ہیں، تو کہا کہ ٹھیک ہے، اب اجازت تو ہو گئی، "آمین" منانے کی، اب تحفے لے کر چلو۔

چنانچہ آج بھی اور کل بھی میری بیوی نے مجھ پر بڑا زور دیا کہ بڑا تعلق ہے ان لوگوں سے، آپ ضرور تحفہ دینے دیں، ان کی خوشی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے کہ "آمین" کی اجازت ہے، تو کرنے دیں۔ میں نے کہا: سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ایک آنہ بھی نہیں دینا تحفہ۔ کیونکہ تم اگر آج ایک آنہ تحفہ دو گی تو کل رسمیں بن جائیں گی اور پھر لاکھوں کے تحائف چلا کریں گے اور نمود و نمائش بن جائے گی۔

جن مصیبتوں سے، جن اندھیروں سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں نکالا ہے، ہمارے قدم ہلکے کئے، سنت محمد مصطفیٰ ﷺ کو زندہ کیا اور اسی پر بس رہنے اور اسی کو کافی رہنے کی تلقین کی، اتنی نعمتوں کو حاصل کرنے کے بعد پھر آپ دوبارہ اندھیروں میں چلے جائیں، یہ تو بڑے ظلم کی بات ہے۔اس لئے ہرگز اس کی اجازت نہیں ہونی چاہئے۔

چنانچہ آپ میں سے بعض لوگ لائے ہوں گے ضرور، مجھے اندازہ ہے، سجا بنا کے پیکٹس۔ان کو واپس لے جائیں گھر۔اس فیملی کو کوئی ضرورت نہیں ہے، آپ کے تحفوں کی۔آپ کی دعاؤں کی ضرورت ہے، وہ ہم مل کے یہاں کریں گے۔

اور میری موجودگی میں ایک سنت ہو اور پھر اس کو رسم بنا دیا جائے، اس سے تو جماعت پھر اور کئی سبق آگے نکالے گی نئے نئے۔اور آگے رسم و رواج جاری ہو جائے گا۔اس لئے میں اس کی اجازت نہیں دیتا۔دعا کریں، بچی کے لئے۔اللہ اس کے علم و عرفان میں ترقی دے، اس خاندان کو روحانی ترقیات عطا فرمائے۔اور جتنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ ﷺ کی غلامی میں آپؑ کے کسی خلیفہ برحق نے ہمارے لئے جائز قرار دیا ہے، اسی پر خوش رہیں اور اسی کو کافی سمجھیں۔اور وہی ہے، جو دراصل آپ کے لئے اور دین و دنیا کے لئے کافی ہونا چاہئے''۔

(مطبوعہ ہفت روزہ النصر 07 جون 1985ء)

# ہر حال میں خدمت سلسلہ کی جا سکتی ہے

## خطاب فرمودہ 19 مئی 1985ء

ناظم اعلیٰ مجلس انصار اللہ یو کے کی الوداعی تقریب کے موقع پر فرمودہ خطاب کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔ حضور نے فرمایا کہ

''الوداع ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ اب کام ختم ہو گیا۔ بلکہ ہر حال میں خدمت سلسلہ کی جا سکتی ہے اور دوبارہ اسی خدمت پر انسان مامور ہو سکتا ہے''۔

نیز فرمایا کہ

''پہلے عہدیدار کام کو ایک سطح تک پہنچاتے ہیں اور پھر بعد میں آنے والے اپنے فرض منصبی کے طور پر اس سطح کو آگے بڑھاتے ہیں اور ایک بلند مقام تک لے جاتے ہیں اور اس طرح ہر کام ہمیشہ ترقی کی جانب رواں دواں رہتا ہے''۔

حضور نے مکرم بنگوی صاحب کی خوبیوں کا ذکر کرتے ہوئے آپ کی خدمات کو سراہا اور دعا کرائی۔

(مطبوعہ ضمیمہ ماہنامہ مصباح جولائی 1985ء)

# خصوصی دعاؤں کی تحریک

## ارشاد فرمودہ 19 جون 1985ء

رمضان المبارک کی اختتامی دعا کے موقع پر قرآن کریم کی آخری تین سورتوں کے درس کے بعد حضور نے فرمایا:۔

''دنیا کے بہت سے ملکوں سے رپوٹ ملی ہے کہ انہوں نے تحریک جدید کے وعدے پورے کر دیئے ہیں۔ ان ملکوں کی تعداد 17 ہے۔ پاکستان سے ابھی اعداد و شمار نہیں ملے۔ وقف جدید والوں نے بھی کہا ہے کہ جنہوں نے وعدے پورے کئے، ان کے لئے دعا کی جائے''۔

حضور نے مزید فرمایا کہ

''دعا کے لئے صدر انجمن کے اداروں، انصار اللہ کے کارکنان، خدام الاحمدیہ کے کارکنان اور دیگر اداروں کے لئے بھی دعا کی جائے''۔

پاکستان کے احمدیوں کے لئے خصوصی دعاؤں کی تحریک کرتے ہوئے حضور نے فرمایا:۔

''پاکستان کے احمدیوں کے لئے خصوصی دعائیں کریں، جو بہت مشکلات میں ہیں۔ ان کی تکالیف کا آپ اندازہ بھی نہیں لگا سکتے۔ نیز بیماروں کے لئے۔ ایسے والدین کے لئے، جن کو اپنی بچیوں کی شادیاں کرانے میں مشکلات درپیش ہیں۔ بے اولاد لوگ، طلباء۔ ایسے لوگ، جن کو مالی مشکلات درپیش ہیں۔ مقروض لوگ، گھریلو ناچاقی اور حادثات میں مبتلا لوگ۔ معذور بچے۔ ایسے لوگ، جن پر مقدمات ہیں اور جنہیں بے قصور جیلوں میں ڈال دیا گیا ہے۔ اور احمدیت کی خاطر جان قربان کرنے والوں کے یتیم بچوں کے لئے بھی دعا کریں''۔

(مطبوعہ ضمیمہ ماہنامہ انصار اللہ جولائی 1985ء)

# جرمنی کی قسمت تبھی بدل سکتی ہے، جب آپ میں سے ہر فرد داعی الیٰ اللہ بن جائے

## پیغام فرمودہ 22 جون 1985ء

جماعت احمدیہ مغربی جرمنی کا دسواں سالانہ جلسہ 22,23 جون 1985ء کو ناصر باغ میں منعقد ہوا۔اس موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے انگریزی میں جو پیغام ارسال فرمایا، اس کا ترجمہ درج ذیل ہے:۔

پیارے بھائیو اور بہنو!

السلام علیکم

مجھے اس امر کی انتہائی خوشی ہے کہ جماعت احمدیہ مغربی جرمنی اپنا جلسہ سالانہ 22 اور 23 جون 1985ء کو منعقد کر رہی ہے۔الحمد للہ۔میں اللہ تعالیٰ سے اس کی نمایاں کامیابی کے لئے دعا کرتا ہوں۔خدا کرے کہ یہ (جلسہ) آپ سب کے لئے اس کے ان گنت انعامات کا سرچشمہ ثابت ہو۔مغربی جرمنی کے ممبران مجھے اس وجہ سے بہت عزیز ہیں کہ وہ ...... احمدیت کا پیغام جرمنوں اور جرمنی میں رہنے والے دوسری قومیتوں کے باشندوں کو پہنچا رہے ہیں۔1984ء میں جرمنی اپنی بیعتوں کے ٹارگٹ سے بڑھ گیا اور خدا کے فضل سے اس عرصہ میں یک صد سے زائد افراد نے احمدیت .....کو قبول کیا۔الحمد للہ جرمنی سے موصول ہونے والے خطوط سے مجھے دلی خوشی محسوس ہوتی ہے کیونکہ ان میں وہاں رہنے والے احمدیوں کی (دعوت الی اللہ۔ناقل) کی کاوشوں کا ذکر ہوتا ہے۔اور میں ان کے لئے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے ان کی کوششوں کو کامیابی سے ہمکنار فرمائے۔

تاہم میں آپ کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرنا چاہتا ہوں کہ ابھی تک وہاں ایک خاصی تعداد ایسے احمدیوں کی ہے، جنہوں نے ابھی تک اپنے آپ کو داعین الیٰ اللہ یعنی وہ، جو لوگوں کو اللہ کی طرف دعوت دیتے اور بلاتے ہیں، میں تبدیل نہیں کیا۔میں آپ میں سے ہر مرد، عورت، جوان اور بوڑھے کو آپ کے اس اہم فرض کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔آپ کے ملک کی قسمت صرف اسی وقت تبدیل ہو سکتی ہے، جب آپ میں سے ہر فرد داعی الی اللہ بن جائے اور دعاؤں، صبر، محبت اور اچھے نمونے کے ذریعہ

(احمدیت۔ناقل) کا پیغام اپنے ملک کے لوگوں تک پہنچانے میں مداومت اختیار کرے۔ ہر سال آپ کی کوششیں کئی گنا ہو جانی چاہئیں۔ پس اس سال اپنی کوششوں کو کم از کم دس گنا بڑھا دیں۔ تا کہ آپ 1985ء کا سال ختم ہونے تک ایک ہزار افراد کو.....احمدیت کی آغوش میں لانے کے قابل ہو سکیں۔

میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اپنے فضل سے آپ کی کوششوں کو نمایاں کامیابی سے ہمکنار فرمائے۔اور خدا کرے کہ......روحانی فتح اور احمدیت کی کامیابی کا دن آپ کے ملک میں جلد طلوع ہو۔آمین۔سب کو محبت بھرا اسلام۔اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی رحمت سے نوازے۔

مرزا طاہر احمد

امام جماعت احمدیہ

لنڈن 22.06.1985

(مطبوعہ ضمیمہ ماہنامہ مصباح اگست 1985ء)

# اللہ تعالیٰ نے جرمن قوم میں روحانی انقلاب برپا کرنے کے لئے آپ کو چن لیا ہے

## پیغام بر موقع جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ مغربی جرمنی 1985ء

پیارے عزیزان!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اس وقت آپ مغربی جرمنی میں جلسہ سالانہ میں شامل ہونے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔اللہ تعالیٰ اس اجتماع کو ہر رنگ میں بابرکت بنائے اور اس میں شامل ہونے والوں کو اپنی رحمتوں اور برکتوں سے نوازے۔

عزیزو! آپ خدا کے وہ خوش نصیب بندے ہیں، جنہوں نے زمانہ کے مصلح (حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ) کو پہچانا، اس پر ایمان لائے۔اور اس کی جماعت میں شامل ہو کر اس جہاد میں مصروف ہوئے ہیں، جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا۔

آپ میں سے اکثر وہ ہیں، جو سخت مشکل حالات میں پاکستان سے ہجرت کر کے کسب معاش کی خاطر جرمنی گئے اور جب خدا تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ کی محنت کا پاکیزہ رزق عطا فرمایا تو اللہ تعالیٰ کے اس احسان کو بھولے نہیں بلکہ اس کی راہ میں مسابقت کی روح کے ساتھ مالی قربانی کی۔جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جرمن مشن، جو کبھی اپنے اخراجات پورے کرنے کے لئے دیگر ممالک کا محتاج ہوا کرتا تھا، نہ صرف خود کفیل ہو گیا بلکہ دوسرے ضرورت مند ممالک کا سہارا بن گیا۔اور ان کی مالی ضروریات کو بھی پورا کرنے لگا۔اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس نیکی کو قبول فرمایا اور آپ سے عفو اور درگزر اور پیار کا معاملہ فرمایا اور ہر قسم کی مشکلات میں آپ کا حامی و ناصر ہوا۔اور آپ کے ساتھ ایسا معاملہ فرمایا، جو آپ کو سب دوسروں سے ممتاز کرنے والا تھا اور ہر بصیرت کی آنکھ سے دیکھنے والا یہ دیکھ سکتا تھا کہ احمدیوں کا ایک مولیٰ ہے، جو ان کو بے سہارا نہیں چھوڑتا اور ان کے ساتھ غیر معمولی محبت اور پیار کا معاملہ کرتا ہے۔

آپ میں سے بعض ایسے تھے، جو عبادت کے حقوق بھی بڑی توجہ سے ادا کرتے تھے اور تہجد کو بھی انہوں نے اپنا شعار بنائے رکھا۔اور بھاری اکثریت ایسی تھی کہ دنیا کے دھندوں میں پڑ کر عبادت کی طرف سے کچھ غافل تو ہوئے لیکن جہاں تک بس چلا گرتے پڑتے اپنی کمزوریوں پر احساس ندامت کے

ساتھ پانچ نمازوں کو قائم کرنے کی حتی المقدور کوشش کرتے رہے۔لیکن جہاں تک دعا کا تعلق ہے، شاید ہی آپ میں سے کوئی بدنصیب ایسا ہو، جو دعا سے غافل رہا ہو۔ ہر مشکل اور ہر مصیبت میں آپ لوگوں نے خدا کے آستانہ پر جھک کر بڑی گریہ وزاری کے ساتھ اپنے رب سے اپنے گناہوں کی معافیاں مانگیں اور خیر کے طالب ہوئے۔اور (امام) وقت کو بھی دعاؤں کے لئے لکھا اور دیگر بزرگان سلسلہ سے بھی دعاؤں کی درخواست کی۔ چنانچہ آپ جانتے ہیں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی حالات میں آپ کی دعاؤں کو قبولیت کا شرف بخشا اور دست غیب سے آپ کی تائید فرمائی اور اپنے قرب کے نشان دکھلائے اور سچی خوابوں کے ذریعہ مشکلات کے دور ہونے کی خوشخبریاں عطا کیں۔اور من وعن ان خوشخبریوں کو پورا فرما کر آپ کے ایمان و اخلاص کے دل بڑھاتا رہا۔

اللہ تعالیٰ کی یہ سنت کریمانہ ہے کہ ایک نیکی کے بدلے دس نیکیوں کی بلکہ اس سے بھی زیادہ کی توفیق عطا فرماتا ہے۔اور نیکیوں کے اجر کا ایک طریق یہ بھی ہے کہ تھوڑی نیکیوں کے بدلے زیادہ نیکیوں کی توفیق ملتی ہے۔ اور اس طرح انسان اجر اور ثواب کے ایک نہ ختم ہونے والے راستہ پر چل پڑتا ہے۔ جو درحقیقت اللہ کے لامتناہی فضل کا راستہ ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے اب آپ کو اپنے تازہ فضل سے اس طرح نوازا ہے کہ آپ کو میری دعوت الی اللہ کی سکیم میں بھی مسابقت کی روح کے ساتھ، بڑے اخلاص اور ولولے کے ساتھ حصہ لینے کی توفیق بخشی اور روز بروز پہلے سے بڑھ کر اس تحریک میں وسعت اور شدت پیدا فرماتا چلا جارہا ہے۔ جرمنی میں بسنے والے تمام احمدی، خواہ وہ جرمن قوم کے باشندہ ہوں، جیسے عبداللہ صاحب اور ہدایت اللہ جمیل یا امریکن نژاد احمدی ہوں، جیسے محمودہ مبارکہ مظفر یا پاکستان سے جا کر یا دیگر ممالک سے جا کر وہاں بسے ہوں، سبھی خدا تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق کے مطابق (دعوت الی اللہ) کے میدان میں ایک دوسرے سے بڑھ کر سرگرمی دکھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ یہاں تک کہ اب اکثر خطوط جو جرمنی سے میرے نام آتے ہیں، ان میں بڑی عاجزی کے ساتھ اس دعا کی درخواست ملتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں کامیاب داعی الی اللہ بنادے اور توفیق بخشے کہ اپنا وعدہ جلد از جلد پورا کر سکیں۔

اللہ تعالیٰ جلد جلد ان کوششوں کے پھل بھی عطا فرما رہا ہے۔اور نئی نئی بیعتوں کی اطلاع پا کر دل خوشی سے حمد و شکر کے ترانے گانے لگتا ہے۔آپ کے نئے امیر ملک، ملک منصور عمر سلمہ اللہ کو بھی (دعوت الی اللہ) کی خاص دھن ہے۔اور وہ دن رات اسی کوشش میں مصروف رہتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ

کو ان کے ساتھ بھر پور تعاون کی توفیق حاصل ہو رہی ہے اور فی سبیل اللہ، اطاعت اور تعاون علی البرّ والتقویٰ کے بہترین نمونے آپ دکھا رہے ہیں۔

ان سب باتوں پر جب میں نظر ڈالتا ہوں تو جرمنی کی جماعت کے لئے غیر معمولی محبت اپنے دل میں پاتا ہوں۔ اور طبعی جوش کے ساتھ ایک پہاڑی چشمہ کی طرح جماعت احمدیہ جرمنی کے مرد و زن، طفل و جوان کے لئے دل سے دعاؤں کے دھارے ابلتے ہیں۔ اللہ آپ پر ہمیشہ اپنے فضلوں کی بارش برسائے اور آپ کا حامی و ناصر ہو۔ آپ کے تھوڑے کئے کو بھی بہت بنا دے، آپ کی معمولی کوشش کو بھی بکثرت بہترین دائمی اور شیریں اثمار عطا فرمائے۔ آپ ہمیشہ اپنے رب سے راضی رہیں اور آپ کا رب ہمیشہ آپ سے راضی رہے۔

یاد رکھیں کہ جرمن قوم میں (دین حق) کا روحانی انقلاب برپا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے آج آپ کو چن لیا ہے۔ اور یہ عظیم تاریخی سعادت آپ کے نصیب میں رکھ دی ہے۔ اگر جرمنی کی ساری جماعت (دعوت الی اللہ) میں منہمک ہو جائے تو دیکھتے دیکھتے اس ملک میں حیرت انگیز تبدیلیاں رونما ہونے لگیں گی۔ اور اپنی آنکھوں سے آپ یہ نظارہ دیکھ لیں گے کہ فوج در فوج جرمن (دین حق) میں داخل ہو رہے ہیں۔ یہ ایک ایسی فوز عظیم ہے کہ اس کے حصول کے لئے آپ کے دلوں میں بے قرار تمنائیں مچلنی چاہئیں۔ اور (دین حق کی دعوت) کے جوش سے دلوں میں اک آگ سی لگ جانی چاہیے۔

خدا کرے ایسا ہی ہو۔ اور خدا کرے کہ آپ کو پہلے سے بڑھ کر دعاؤں کی توفیق ملے۔ اور آپ کی دعائیں آسمان پر ایک تہلکہ مچا دیں۔ اور آپ کی مقبول دعاؤں کا شور سرزمین جرمنی میں ایک روحانی قیامت برپا کر دے۔ اور وہ ماجرا جو سرزمین عرب میں گزرا تھا، غلامان محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں سے جرمنی کی سرزمین پر بھی گزر جائے۔ وہ ماجرا کیا تھا؟ حضرت (بانی سلسلہ) فرماتے ہیں:۔

> ”..... وہ جو عرب کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرا گزرا کہ لاکھوں مردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہو گئے اور پشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے اور آنکھوں کے اندھے بینا ہوئے اور گونگوں کی زبان پر الٰہی معارف جاری ہوئے اور دنیا میں یکدفعہ ایک ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ نہ پہلے اس سے کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا۔ کچھ جانتے ہو کہ وہ کیا تھا؟ وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دعائیں ہی تھیں، جنہوں نے دنیا میں شور مچا دیا۔ اور وہ عجائب باتیں دکھلائیں کہ جو اس امی، بے کس سے محالات کی طرح نظر آتی تھیں۔ اللّٰھم صلّ وسلّم و

**بارک علیه واله بعددهمه وغمه وحذنه لهذه الامة وانزل علیه انوار رحمتک الی الابد"۔**

(برکات الدعا، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 10,11)

اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو اور آپ کا دین بھی سنوار دے اور دنیا بھی۔ اور حسنات دارین سے آپ سب کے دامن اور برکتوں سے آپ کے گھر بھر دے۔ آمین!

والسلام

خاکسار

مرزا طاہر احمد

امام جماعت احمدیہ

(مطبوعہ ضمیمہ ماہنامہ تحریک جدید جون 1985ء)

# اظہار خوشنودی

## پیغام بر موقع جلسہ سالانہ مغربی جرمنی

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے جماعت احمدیہ مغربی جرمنی کے دسویں جلسہ سالانہ کے کامیاب انعقاد پر خوشنودی کا اظہار فرماتے ہوئے، حسب ذیل پیغام دیا:۔

''جلسہ سالانہ مغربی جرمنی کی کامیابی پر بہت بہت مبارکباد۔ بہت خوشی ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے 1200 (بارہ صد) افراد نے شمولیت اختیار کی۔ اور اس میں جرمن احمدی 20 تھے، جرمن عیسائی 25 اور (غیر از جماعت مسلمان احباب۔ ناقل) 23 تھے۔ آپ نے پہلا قدم اٹھالیا ہے، اب اس تعداد کو سینکڑوں تک لے کر جائیں اور آئندہ آپ سے ہزاروں کا مطالبہ کریں گے''۔

(مطبوعہ ضمیمہ ماہنامہ مصباح اگست 1985ء)

# یورپین ممالک میں میری سب سے زیادہ امیدیں جرمنی سے وابستہ ہیں

## پیغام برموقع تقریب جوبلی بیت النور فرینکفورٹ

احباب جماعت احمدیہ مغربی جرمنی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے جماعت احمدیہ کو اس بات کی توفیق دی کہ یورپ کے مختلف ممالک میں (خانہ ہائے خدا) تعمیر کرنے اور ان .....کو مرکز بنا کر خدا کا نام بلند کرنے کے ساتھ ساتھ ان ممالک کے رہنے والوں کو (دین حق) کے نور سے منور کرے۔

(بیت) نور فرینکفورٹ بھی ان ....میں سے ایک ہے۔ اور اب جبکہ اس ..... کے قیام پر 25 سال کا عرصہ گزر چکا ہے، ہم اللہ تعالیٰ کے شکر کے طور پر اس.....کی جوبلی کا اہتمام کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ مغربی جرمنی کی جماعت نے (دعوت الی اللہ) کی طرف توجہ کی ہے۔ اور (بیت) نور فرینکفورٹ کی جوبلی کا ساتھ اس ....مہم کے ساتھ منطبق ہو رہا ہے۔ اگر مغربی جرمنی کے سارے دوست اس طرح محنت اور دعا کرتے رہے تو مجھے امید ہے کہ جماعت احمدیہ کی صد سالہ جوبلی 1989ء تک مغربی جرمنی کی جماعت کو ایک ہزار نئی بیعتیں کروانے کا جو ٹارگٹ دیا گیا ہے، وہ انشاء اللہ پورا ہو جائے گا۔ بلکہ خدا کرے، اس سے آگے بڑھ جائے۔

یورپین ممالک میں میری سب سے زیادہ امیدیں جرمنی سے وابستہ ہیں۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جرمن قوم نے ہمارے نوجوانوں کے ساتھ حسن سلوک کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس قوم کے ساتھ رحمت کا سلوک کرنا چاہتا ہے۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ اس قوم کو اس نیکی کی جزا نہ ملے۔ یہی وجہ ہے کہ میں جرمنی کے بارے میں زیادہ پر امید ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس قوم پر توقع سے بڑھ کر فضل فرمائے اور یہ جلد از جلد احمدیت کے نور سے منور ہوں۔

ہر احمدی کا فرض ہے کہ وہ (خدمت دین) کے کام میں جت جائے اور اس وقت تک چین نہ لے، جب تک کم از کم اپنے ایک جرمن بھائی کو احمدی نہ بنا لے۔ (دین حق) اور احمدیت کے پیغام کو مغربی

جرمنی کے رہنے والوں تک پہنچانے کے لئے Audio Cassetes اور Video Cassets کا استعمال وسیع پیمانے پر ہونا چاہیے۔ مغربی جرمنی کی جماعت Cassets کی تیاری اور تقسیم کے نظام کو بہتر بنائے اور اس کو منظّم کرے اور اس میں باقاعدگی پیدا کرے۔ اگر اس غرض کے لئے وسیع پیمانے پر خرچ بھی کرنا پڑے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ سب کا حامی و ناصر ہو اور آپ کو اپنی رضا کی راہوں پر چلنے کی توفیق دے۔ امین۔

والسلام

خاکسار

مرزا طاہر احمد

(مطبوعہ ضمیمہ ماہنامہ تحریک جدید جون 1985ء)

# احمدی کی آنکھ خصوصاً دوسرے احمدی کے لئے نگران کا کام کر رہی ہوتی ہے

## پیغام برموقع جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ امریکہ منعقدہ 27 تا 29 جون 1985ء

بسم اللہ الرحمان الرحیم

میرے عزیز بھائیو، بہنو اور بچو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ سن کر خوشی ہوئی کہ جماعت احمدیہ امریکہ مؤرخہ 27,28,29 احسان / جون کو جلسہ سالانہ منعقد کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس جلسہ کو علمی، عملی، اخلاقی اور روحانی ترقی کا موجب بنائے اور اس کی برکتوں سے ہر فرد جماعت وافر حصہ پائے۔

آپ ایک ایسے ملک میں ہیں، جو مالی طاقت کے لحاظ سے اتنی بلندی تک پہنچ چکا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل نہ بچائے تو یہ مال و دولت فرعونیت پیدا کر دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امریکہ کا معاشرہ اخلاقی اور روحانی لحاظ سے تحت الثریٰ سے باتیں کر رہا ہے۔ اس پہلو سے یہ معاشرہ نہ صرف بذات خود اتنا گر چکا ہے بلکہ اخلاقی اور روحانی لحاظ سے یہ ساری دنیا کے معاشروں اور تہذیبوں کو تباہ کرنے کا سرچشمہ بن چکا ہے۔ روس اور امریکہ کے حالات پر جب نظر پڑتی ہے تو سورۃ الفجر کا مضمون نظر کے سامنے آجاتا ہے اور

الَّذِيْنَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ﴿۱۲﴾ فَاَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ ﴿۱۳﴾

کا نقشہ نظر آنے لگتا ہے۔

اس پہلو سے جماعت احمدیہ امریکہ پر غیر معمولی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ اگر وہاں جماعت احمدیہ تیزی سے ترقی کرے تو اللہ کے فضل اور رحم کے ساتھ ایک عظیم الشان طاقت کے سرچشمہ سے استفادہ کر سکتی ہے۔ اور اس کے زہر آلود اور ہلاک کرنے والے پانی کو آب حیات میں تبدیل کر سکتی ہے۔ امریکہ میں جس قدر تیزی سے پھیلنے کے امکانات ہیں اور بعض طبقات میں جتنی طلب اور پیاس پیدا ہو چکی ہے، اس کے پیش نظر اگر حکمت اور تدبر اور دعا کے ساتھ کام کیا جائے تو بہت تیزی کے ساتھ جماعت کی ترقی کے امکانات روشن ہو جاتے ہیں۔

اس لئے اول پیغام تو میرا یہی ہے کہ اس طرف غیر معمولی توجہ کی جائے۔ دوسرے، منتشر گھرانوں کی تربیت کی فکر کی جائے، جو لوگ جماعت کی نظر سے ہٹ کر الگ رہتے ہیں۔ اور اتنے وسیع ملک میں ایسا ہونا عین ممکن ہے۔ جبکہ اکثر و بیشتر ایسا ہی ہوتا ہوگا کہ ان گھرانوں کی تربیت کئی طرح سے بہت بری طرح متاثر ہوئی ہوگی۔

احمدی کی آنکھ خصوصاً دوسرے احمدی کے لئے نگران کا کام کر رہی ہوتی ہے۔ اسی لئے قرآن کریم نے ساری امت کو ہی شہید قرار دیا ہے۔ جب یہ نگران نظر موجود نہ رہے تو ایسے لوگ، جو غیب سے ڈرنے کے عادی نہیں ہوتے اور جن کا خدا صرف غیب کا خدا ہوتا ہے اور شہادت کا خدا نہیں ہوتا، وہ لوگ اس نگرانی کے فقدان کی وجہ سے دنیا کی کشش میں بہکنے اور ہر قسم کی آسائشوں میں ملوث ہونے لگتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ یہ بھی پسند نہیں کرتے کہ احمدی ان سے زیادہ میل جول رکھیں۔ احمدیہ مراکز سے ان کا تعلق سوشل تعلق بن جاتا ہے۔ جو عید، بقر عید یا کسی خاص غمی خوشی پر اکٹھا ہونے کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔

اس سے ایک شدید نقصان یہ پہنچتا ہے کہ باجماعت نماز کی عادت اٹھ جانے کی وجہ سے گھر میں نمازوں کی پابندی کا معیار بہت تیزی سے گرنے لگتا ہے۔ ایک اور شدید نقصان یہ پہنچتا ہے کہ بچے، احمدی بچوں کا ماحول نہ ملنے کی وجہ سے خالصۃً دنیاداری کے ماحول میں پرورش پانے لگتے ہیں اور اپنی اقدار سے ان کی نظریں پھر جاتی ہیں اور دین میں کوئی دلچسپی باقی نہیں رہتی۔ اور ایک نگاہ تغافل پیدا ہو جاتی ہے، جو رفتہ رفتہ مکمل اجنبیت پر جا کر ختم ہوتی ہے۔ ایک اور نقصان یہ ہے کہ عالمگیر جماعت کے ساتھ رابطہ کٹ جانے کی وجہ سے اپنی عظمت کا احساس نہیں رہتا اور ایک غالب معاشرے میں اپنے آپ کو بالکل معمولی اور بے دست و پا دیکھتے ہوئے عزم اور ہمت کوتاہ ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک ہاری ہوئی ذہنیت کا شکار ہو کر اسلامی اقدار کی خاطر جدوجہد ہی چھوڑ دی جاتی ہے۔ اور عظیم الشان قربانی سے ناواقف ہونے کی وجہ سے ولولہ پیدا نہیں ہوتا اور مزاج میں ایک بے مروتی سی پیدا ہونے لگتی ہے۔

اس قسم کے خطرات جس قدر جماعت کو امریکہ میں درپیش ہیں، دنیا میں کسی اور ملک میں نہیں۔ کیونکہ اس پر مستزاد وہاں کی مادی ترقی ہے، جو فلک بوس عمارتوں کی طرح انسان پر اپنی ہیبت طاری کر دیتی ہے۔ اور دلوں پر رعب دجال پیدا ہو جاتا ہے۔ جس سے بچنے کے لئے حضرت مسیح موعودؑ نے خصوصیت سے دعا مانگی تھی کہ

نہ آوے ان کے گھر تک رعب دجال

پس ان سب امور پر نظر رکھتے ہوئے، ان گھروں کی فکر کرنی چاہیے اوران کے لئے چارہ جوئی کرنی چاہئے۔ اگر یہ جماعت کی شہادت کی آنکھ سے کٹے رہے تو دنیا کی ہلاکتوں سے کئی قسم کے خطرات انہیں درپیش رہیں گے۔ اوران کی اولادوں پر خصوصیت سے سخت مہلک اثر پڑے گا۔ دیگرامور کے علاوہ ان سب باتوں کا علاج تبلیغ پر زور دینا ہے اور گھروں میں نماز باجماعت پر غیر معمولی توجہ دینا ہے۔ پس میں امید کرتا ہوں کہ جماعت احمدیہ امریکہ ان ہر دو پہلو پر خصوصی جدوجہد کرے گی۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی ان کوششوں میں غیر معمولی برکت ڈالے اوراس کے فرشتے احمدی گھروں کے محافظ اور نگران بن جائیں۔ اوراحمدی گھروں پراس آیت کے مضمون کا بتمامہ خیر وبرکت کے ساتھ اطلاق ہو۔

لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ

(الرعد:12)

اللہ تعالیٰ آپ سب کا حافظ وناصراور معین ومددگار ہو۔ آمین۔

والسلام

خاکسار

(مرزا طاہر احمد)

خلیفۃ المسیح الرابع

(مطبوعہ ہفت روزہ النصر 6 جون 1986ء)

# کسی بھی تقریب میں ریاء اور تکلفات کا دخل نہیں

## ارشادات فرمودہ یکم جولائی 1985ء

آمین کی ایک تقریب کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے جو ارشادات فرمائے، ان کا خلاصہ درج ذیل ہے:۔

تلاوت اور نظم کے ترجمہ کے متعلق حضور نے ارشاد فرمایا:۔

" تلاوت اور نظم کا انگریزی میں ترجمہ بھی ہونا چاہیے۔ اور آئندہ سے یہ اصول بن جائے اور اس پر بالالتزام عمل کیا جائے"۔

اس کے بعد حضور نے دینی تقریبات میں سادگی کے پہلوؤں پر روشنی ڈالی اور فرمایا کہ

"کسی بھی تقریب میں ریاء اور تکلفات کا دخل نہیں ہے"۔

بعض مستشرق یہ کہتے ہیں کہ چونکہ اسلام صحرا کا مذہب ہے، اس لئے اس کے رسم و رواج سادہ ہیں۔ اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے حضور نے فرمایا کہ

" اسلام ایک نہایت سادہ مذہب ہے۔ اس میں بہت کم مذہبی یا تمدنی رسومات پائی جاتی ہیں۔ ہماری تقریبات میں کسی قسم کی نمود و نمائش، ناچ گانا یا شراب نوشی نہیں ہوتی۔ جو کہ آج کی دنیا کے لئے موجب لطف ہوتا ہے۔ ہماری تقریبات دعاؤں سے بھرپور ہوتی ہیں۔ مثلاً عید کے روز، جو کہ کرسمس کی طرح مسلمانوں کا ایک سالانہ تہوار ہے، ہماری دعاؤں میں کمی کی بجائے زیادتی ہو جاتی ہے۔ عام طور پر بھی اسلامی تعلیمات میں ہر روز 6 نمازیں ادا کی جاتی ہیں۔ جن میں ایک نماز تہجد ہے۔

کچھ مغربی سکالرز اس سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ یہ مذہب ایک نہایت پسماندہ علاقے کا مذہب ہے اور وہ اسے عرب کی تہذیب قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ ایک نہایت غیر ترقی یافتہ علاقے میں پیدا ہوئے، اس لئے اسی علاقہ کی اقدار اور رسومات کو تعلیمات اسلام میں شامل کر لیا۔ حالانکہ یہ حقیقت سے بہت بعید ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ عرب کی تقریبات اور تہوار ناچ گانوں، شراب نوشی، لڑائیوں اور ایسی ہی دیگر بد رسوم پر مشتمل ہوتی تھیں، جو کہ ایک انسانی ذہن لطف اندوز ہونے کے لئے سوچ سکتا ہے۔

اسلامی اور مغربی تہذیب کے تہواروں میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ مغربی تہذیب کے تہواروں کے موقع پر عام طور پر جرائم کی تعداد میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کے برعکس اسلامی تہواروں مثلاً عیدین کے مواقع پر جرائم کی تعداد عام دنوں کی نسبت کم ہو جاتی ہے۔ باوجود اس کے کہ آج کے مسلمان اسلامی اقدار سے بہت دور جا چکے ہیں۔

اسلام میں ہماری انفرادی زندگیوں میں بھی ان عیدین کے تہواروں کے علاوہ چند ایک روز ہی ایسے ہیں، جو کہ منائے جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر ''سالگرہ'' کی رسم مغربی تہذیب کا ایک خاصہ بن چکا ہے اور اب اکثر مسلمان ممالک بھی اس سے متاثر ہیں اور اسے رسم کے طور پر مناتے ہیں۔ لیکن جماعت احمدیہ جو کہ تجدید دین کے لئے وجود میں آئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے والی جماعت ہے، ایسی تمام رسوم کے نا صرف خلاف ہے بلکہ قلع قمع کرتی ہے، جو کہ بعد میں اسلام میں داخل ہوئیں۔ اور جب بھی آپ اس قسم کی غیر اسلامی رسومات میں ملوث ہوتے ہیں تو یہ بلا وجہ غیر ضروری مالی بوجھ اور پریشانیوں کا موجب بن جاتی ہیں۔ اسی لئے ہم سادگی کو زیادہ پسند کرتے ہیں''۔

فرمایا:۔

''آج کا روز بھی، جسے ہم بہت اہمیت دیتے ہیں، اس وجہ سے کہ ہمارے بچے نے قرآن کریم، جو کہ خدا تعالیٰ کی الہامی کتاب ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی، خدا کے فضل سے مکمل کر لی۔ اور اس موقع پر کوئی تصنع کوئی بناوٹ اور بے معنی خوشی نہیں ہے بلکہ بچے سے قرآن کریم کا ایک حصہ سن لیا، اجتماعی دعا کر لی اور چائے کے ساتھ کچھ مٹھائی وغیرہ کھا لی۔ اس تقریب کا نہایت اہم اور ضروری حصہ دعا ہے، نہ کہ تحفے تحائف دینا اور لینا۔ اور یہی ہم اپنے بچے کو بھی سکھانا چاہتے ہیں۔ آج بھی یہاں جو مہمان آئے ہیں، وہ بھی بغیر تحائف کے آئے ہیں۔ یہ رسم ہم میں داخل ہونا شروع ہو گئی تھی، اس لئے گزشتہ اسی قسم کے ایک موقع پر میں نے جماعت کو تحائف دینے پر اس وجہ سے پابندی لگا دی تا کہ ہماری سوسائٹی پر غیر ضروری بوجھ نہ پڑنے شروع ہو جائیں۔ کیونکہ یہ دیکھا گیا ہے کہ وقت کے ساتھ ساتھ چھوٹی چھوٹی رسوم جو بظاہر نقصان دہ نہیں لگتیں اور لوگ کہتے ہیں کہ بچے کو ایک چھوٹا سا تحفہ دینے میں کون سی قباحت ہے لیکن آہستہ آہستہ یہ چھوٹی چھوٹی باتیں ہمیں اندھیروں کی طرف دھکیل دیتی ہیں۔ اور یہی چیز پھر تصنع میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ اور خواہ کوئی اسے برداشت کر سکے یا نہ، وہ اسے ضروری سمجھنے لگ جاتے ہیں۔ چنانچہ میں نے اس رواج کو مزید فروغ دینے پر پابندی عائد کر دی اور مجھے یہ جان کر نہایت خوشی

ہوئی کہ اس چھوٹی سی معصوم بچی نے ، جسے گزشتہ موقع پر تحفے دیئے گئے ، ہنستے مسکراتے ہوئے واپس لوٹا دیئے۔لہٰذا بجائے اس کے کہ ہم بچوں کو تحائف وغیرہ جیسی رسوم میں ملوث کر دیتے ،ان کی توجہ دعاؤں کی طرف مبذول کروا دی۔تا کہ وہ تحائف کی نسبت دعا کو زیادہ اہمیت دیں اور اس کی اہمیت کو سمجھنے لگیں۔اور اگر ایسا نہ ہو تو پھر وہ بے صبری سے تحفوں کی امید میں ہی لگے رہتے ہیں''۔

حضور نے مزید فرمایا:۔

''ہم اپنے بچوں کی توجہ دعاؤں کی طرف اس لئے مبذول کرواتے ہیں تا کہ انہیں یہ اہمیت واضح ہو کہ اس کے نتیجے میں خدا تعالیٰ کے فضل نازل ہوں گے۔اور شاید ہی کوئی ایسا احمدی گھرانہ ہو، جس کے بچے نے اپنی دعاؤں کے پھل نہ پائے ہوں۔ اور اگر بالفرض ہم بعض اوقات نا امید بھی ہو جائیں تو ہمارے بچے ہمیں یقین دلا دیتے ہیں کہ خدا تعالیٰ ہماری دعاؤں کے نتیجہ میں ضرور فضل فرمائے گا۔لہٰذا بجائے اس کے کہ والدین اپنے بچوں کو کہیں کہ فکر کی بات نہیں ہے، بچے اپنے والدین کی فکرمندی دور کر دیتے ہیں اور یہی چیز ایک حقیقت حال بن کر سامنے آجاتی ہے اور دعاؤں کے معجزات کی وجہ سے ان کے اندر ایک نئی قوت پیدا ہو جاتی ہے''۔

اس موقع پر حضور نے بچوں کی دعا کی قبولیت کے بعض ایمان افروز واقعات سنائے، ان واقعات کے بعد حضور نے بتایا کہ

''..... یہ ورثہ صرف مسلمانوں کا ہی نہیں بلکہ تمام انسانوں کے لئے ایک پیغام ہے۔اور یہی بات میں آپ سب کے ذہنوں میں راسخ کرنا چاہتا ہوں کہ اپنے بچوں کے دل میں خدا اور اس کی حقیقی محبت ڈالیں۔اور پھر دیکھیں کہ ہر گھر میں کس طرح معجزات ظاہر ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ بچے کا تو کوئی مذہب نہیں ہوتا۔وہ تو بالکل معصوم ہوتا ہے۔بچہ خواہ مسلمان گھر میں پیدا ہو یا عیسائی کے گھر میں یا کسی اور کے، خدا تعالیٰ کا وجود ان سب کے لئے ایک جیسا ہوتا ہے۔یہی ایک طریق ہے کہ ہم اپنی آئندہ نسلوں کو تیار کر سکتے ہیں۔لیکن کس قدر افسوس ہے کہ ہم اپنی آئندہ نسل کو اپنے ہاتھوں اب تباہ و برباد کر رہے ہیں۔ مذہب سے لگاؤ کم ہوتا چلا جا رہا ہے اور ایک نسل کے بعد دوسری نسل بگڑتی اور ضائع ہوتی چلی جا رہی ہے۔ اب یہی ایک فارمولا رہ گیا ہے، جو میں آپ سب کے لئے تجویز کرتا ہوں۔اسی ذریعے سے آپ اپنے بچوں کو خالق حقیقی کی طرف واپس لا سکتے ہیں۔اور پھر اسی پر توکل کریں اور اسی پر چھوڑ دیں کہ وہ انہیں صراط مستقیم پر چلائے۔میرے نزدیک یہی ایک طریق ہے، (دعا کا) جس کے بہت بڑے نتائج برآمد ہو

سکتے ہیں۔ایسے تمام لوگوں کے بچے اپنے مالک سے پیار کرنے والے بن جائیں گے اور خدا تعالیٰ کبھی بھی انہیں ضائع نہیں کرے گا۔اس کے علاوہ تمام حربے، جو کہ انسان کو تباہ و برباد کر سکتے ہیں، اس ایک کے مقابل پر کچھ بھی حیثیت نہ رکھیں گے۔آج اگر تمام دنیا اس پر عمل کرنا شروع کر دے تو تمام جھوٹے قصے اور اسلحہ کے استعمال سے پیش آمدہ تباہی کا خاتمہ کیا جا سکتا ہے۔پس اپنے بچوں کو خدا تعالیٰ سے پیار کرنا سکھائیں اور پھر دیکھیں کہ وہ کبھی ضائع نہیں کرے گا اور یہی وقت کا اہم تقاضا ہے۔اللہ تعالیٰ کا فضل ہمیشہ آپ کے شامل حال ہو۔آمین"۔

(مطبوعہ ہفت روزہ النصر 5 جولائی 1985ء وضمیمہ ماہنامہ انصار اللہ ستمبر 1985ء)

# انصاراللہ کو جماعت احمدیہ کی ذیلی تنظیموں میں سب سے فعال ہونا چاہئے

## خطاب فرمودہ 07 جولائی 1985ء برموقع سالانہ اجتماع انصاراللہ یو. کے

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے انگریزی خطاب کا اردو ترجمہ حسب ذیل ہے:۔
فرمایا:۔

"الحمدللہ. آج ہمارا اجتماع اپنے کامیاب اختتام کو پہنچ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام احباب کو اپنے فضل سے نوازے، جنہوں نے کسی بھی حیثیت سے اس اجتماع کو کامیاب بنانے کے لئے کوشش کی ہے۔ اسی طرح ان کو بھی، جو اجتماع میں شرکت کے لئے حاضر ہوئے۔ اگرچہ انصاراللہ کی کل تعداد کے مقابلہ پر اجتماع میں شریک ہونے والے انصار کی تعداد تسلی بخش نہیں۔ کیونکہ انصار شرکاء کی زیادہ سے زیادہ تعداد 200 بتائی گئی ہے۔ اور خدام واطفال سمیت شرکاء کی تعداد 297 ریکارڈ کی گئی ہے۔ اسی طرح اعداد وشمار میں گزشتہ سال کے شرکاء کی تعداد بھی نہیں دی گئی، جس کی وجہ سے موازنہ نہیں کیا جاسکتا۔ حالانکہ میں جماعت احمدیہ کے تمام ذیلی اداروں کو مسلسل اس طرف توجہ دلا رہا ہوں کہ جب بھی رپورٹ پیش کریں تو اس میں گزشتہ اعداد وشمار کے ساتھ موازنہ بھی دکھائیں۔ لہٰذا یہ بہت ہی اہم بات ہے کہ ہم ہمیشہ ایسی صورت حال میں ہوں کہ اپنی ترقی کی رفتار کو پرکھ سکیں کہ ہم آگے جا رہے ہیں یا پیچھے؟ اور گزشتہ اعداد وشمار کے بغیر ایسا ممکن نہیں۔ اب اگرچہ (رپورٹ کی روشنی میں تو) میرے لئے یہ جاننا ممکن نہیں کہ آپ ترقی کر رہے یا نہیں؟ تاہم میں اللہ تعالیٰ سے امید رکھتا ہوں کہ ہمارا قدم ترقی کی طرف ہی ہے۔

مجلس انصاراللہ کے اندر غفلت کی ایک عمومی کیفیت پائی جاتی ہے، جسے ختم کرنے کے لئے میں مسلسل جدوجہد کرتا رہا ہوں۔ چند سال قبل جب میں انصاراللہ کا صدر تھا تو میرا یہ خاص مشن تھا کہ میں انصاراللہ کو بار بار بتاتا تھا کہ آپ اپنے اس مقام کا احساس کریں، جو جماعت احمدیہ کے اندر آپ کو حاصل ہے۔ اور یہ وہ مقام ہے، جو کسی اور کو حاصل نہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ انصاراللہ کے لفظ سے عام طور پر یہ مفہوم سمجھا جاتا ہے کہ یہ چند بوڑھے لوگوں کا مجموعہ ہے، جو کسی کام میں حصہ لیں یا نہ لیں، کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اور یہ کہ مجلس انصاراللہ ریٹائرڈ لوگوں کی تنظیم ہے، جنہیں موت کے انتظار کے علاوہ اور کچھ کام نہیں

ہے۔ یہ وہ عجیب وغریب اور غلط تصور ہے، جو انصار اللہ کی تنظیم کے ساتھ منسلک چلا آرہا ہے۔ جبکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ آپ نے ابھی قرآن کریم کی جو آیات سنیں ہیں، ان میں بتایا گیا ہے کہ آپ سب میں چنیدہ افراد ہیں۔ آپ وہ لوگ ہیں، جن کا ذکر قرآن کریم میں اس طرح کیا گیا ہے کہ جب حضرت عیسیٰ نے اپنے حواریوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ کون ہیں، جو خدا تعالیٰ کے دین کے لئے میرے مددگار ہوں گے؟ تو حواریوں نے فوراً جواب دیا:" نحن انصار اللّٰه" کہ ہم ہیں، جو خدا کے دین کے لئے مددگار ہوں گے۔ اگرچہ ان آیات میں مخصوص طور پر ایسے لوگوں کا ذکر نہیں کیا گیا، جن کی عمر 40 سال سے زائد ہے۔ لیکن حضرت مصلح موعودؓ نے اسی غرض سے انصار اللہ کی اصطلاح قرآن کریم سے لی تا آپ کو ہمیشہ یاددہانی ہوتی رہے کہ آپ وہ لوگ ہیں، جنہوں نے خدا تعالیٰ کے دین کی خدمت اور حضرت مسیح موعودؑ کے مشن کی تکمیل کے لئے ہمیشہ صف اول میں رہنے کا عہد کیا ہے۔ پس آپ کو جماعت احمدیہ کی ذیلی تنظیموں میں سب سے فعال تنظیم ہونا چاہئے۔

علاوہ ازیں میں اپنے انصار بھائیوں کو اس طرف بھی بار بار متوجہ کرتا رہا ہوں کہ آپ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ اللہ تعالیٰ جب بھی کسی نبی کو مبعوث فرماتا ہے تو سوائے شاذ کے وہ چالیس سال کی عمر والوں میں سے ہی ہوتا ہے۔ اب اگر چالیس سال کے بعد کام کرنے والی زندگی ختم ہو چکتی ہے اور ریٹائرمنٹ کی عمر شروع ہو جاتی ہے تو پھر الٰہی انتخاب درست معلوم نہیں ہوتا۔ اور یہ بات ناممکن ہے۔ اصل حقیقت یہی ہے کہ سب سے زیادہ ذمہ داری کا کام انہی لوگوں کو دیا جاتا ہے، جو 40 سال کی عمر کو پہنچ چکتے ہیں۔ اور انبیاء کی زندگی کا مطالعہ کرنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ ان کے کام میں کمی واقع ہونے کی بجائے اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کی جدوجہد تیز سے تیز ہوتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ موت کا وقت آجاتا ہے اور وہ اپنے رب کے حضور حاضر ہو جاتے ہیں۔ وہ آخر دم تک کام کرتے رہتے ہیں اور ان کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ وہ زندگی کے آخری لمحہ تک کام کی توفیق پاتے رہیں۔

مندرجہ بالا امور کے پیش نظر اور بعض اور اسباب کے پیش نظر، جن کو یہاں بیان کرنے کا وقت نہیں، میں یہ امر خاص طور پر آپ کے ذہن نشین کروانا چاہتا ہوں کہ آپ عمر کے ایسے حصہ سے تعلق رکھتے ہیں، جس میں انسان کو سب سے زیادہ نتیجہ خیز اور سب سے زیادہ ذمہ دار ہونا چاہئے۔ اور آپ کو بار بار یاددہانیوں کی ضرورت نہیں ہونی چاہئے۔ آپ اس عمر سے تعلق رکھتے ہیں، جن میں مُذَکِّرِین یعنی نصیحت کرنے والے مقرر کیے جاتے ہیں اور وہ خود نصیحت کے محتاج نہیں ہوتے۔ پس آپ ساری احمدیت کے

نگران ہیں۔ آپ بلاامتیاز عمر احمدیت کے تمام نوجوانوں، بچوں اور مستورات کے نگران ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ اعلیٰ کردار اور اعلیٰ صفات کے محافظ ہیں۔ اگر آپ دیکھیں کہ بعض افراد کسی قسم کی کمزوری کی طرف مائل ہو رہے ہیں تو آپ کے دل ودماغ میں فوراً خطرہ کی گھنٹی بجنی چاہئے۔ اور اس کو دور کرنے کے لئے مجلس انصاراللہ انفرادی اور اجتماعی طور پر ذمہ دار ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ماضی میں جماعت احمدیہ کے خلفاء بدی کو مٹانے اور نیکی کو قائم کرنے کا کام انصاراللہ کے سپرد کرتے رہے ہیں۔ علاوہ ازیں چونکہ اکثر اوقات خاندان کے سربراہ انصاراللہ کے اراکین ہوتے ہیں اور قوموں کی اصلاح کے کام کا آغاز خاندان کی اصلاح سے ہوتا ہے، اس لئے بھی انصاراللہ زیادہ ذمہ دار بن جاتے ہیں۔ کسی بھی زاویہ سے دیکھیں، آپ کی عمر کے لوگ زیادہ ذمہ دار، زیادہ اثر انگیز اور زیادہ جواب دہ ثابت ہوتے ہیں۔

چونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر زیادہ ذمہ داریاں ڈالی ہیں، اس لئے اگر آپ انہیں صحیح طور پر ادا کرنے میں ناکام ہوں گے تو زیادہ جواب دہ بن جاتے ہیں۔ ہماری خوش قسمتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ہمیں بار بار اس طرف توجہ دلائی ہے کہ مسلسل دعاؤں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی مدد ونصرت کو کھینچنے کی کوشش کرتے رہو۔

اس پس منظر میں، میں آپ کو ایک نہایت اہم ذمہ داری کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ جس کے متعلق میرا خیال تھا کہ آپ اس ذمہ داری کو جماعت احمدیہ کی باقی تنظیموں کی نسبت زیادہ بہتر رنگ میں ادا کریں گے۔ وہ اہم ذمہ داری غیر احمدیوں اور غیر مسلموں کو تبلیغ کرنے سے تعلق رکھتی ہے۔

چند سال قبل پاکستان میں جب میں نے یہ کام شروع کیا تو اس کے بہت حوصلہ افزاء نتائج سامنے آئے۔ اگرچہ کسی شخص کو ایسا مبلغ بنانا، جو دوسروں کے عقیدہ کو بدل سکے، ایک مشکل کام ہے۔ لیکن قوموں کی ترقی اور اعلیٰ نتائج کے حصول کے لئے صبر واستقلال سب سے اہم ہتھیار ہوتے ہیں۔ پس جب ہم نے کام کا آغاز کیا تو آہستہ آہستہ مجلس عاملہ کی مدد اور ان کے صبر واستقلال کے ساتھ ہم کام کو تیز تر کرنے کے قابل ہو گئے۔ یہاں تک کہ بہت جلد مجلس خدام الاحمدیہ نے یہ محسوس کرنا شروع کر دیا کہ مجلس انصاراللہ نے انہیں اس میدان میں شکست دے دی ہے۔ حالانکہ پہلے مجلس خدام الاحمدیہ اس کام میں مجلس انصاراللہ سے آگے تھی۔ کیونکہ ان کی سالانہ رپورٹ کے مطابق وہ ہر سال کچھ نہ کچھ بیعتیں کروا لیتے تھے لیکن انصاراللہ کے ریکارڈ میں کوئی بیعت نہ تھی۔ لیکن جب کوشش کر کے سب مجالس انصاراللہ سے مکمل رپورٹیں منگوائیں، تب بھی یہی معلوم ہوا کہ کوئی شخص اس نہایت اہم کام کی طرف متوجہ نہ تھا۔ پس باوجود

اس کے کہ انصار اللہ تبلیغ کے کام میں خدام الاحمدیہ سے پیچھے تھی، پھر بھی دو، تین سالوں کے اندر اندر خدا تعالیٰ کے فضل سے مجلس انصار اللہ، مجلس خدام الاحمدیہ سے آگے نکل گئی۔ پھر بعد میں خدام الاحمدیہ نے بھی تگ ودو کر کے کمی کو پورا کر لیا۔ اگرچہ مجھے معلوم نہیں کہ اب ان دونوں تنظیموں کے باہمی مقابلہ کی کیا حالت ہے؟ تاہم دونوں اس کام میں تسلسل کے ساتھ جدو جہد کر رہی ہیں۔

لیکن مجلس انصار اللہ یو.کے نے اس میدان میں کوئی ایسا قابل ذکر کام نہیں کیا، جسے میں اس وقت فخر کے ساتھ پیش کر سکوں۔ انگلستان میں تبلیغ کا کام بالعموم مرکزی مبلغین کی تگ ودو سے ہو رہا ہے۔ اور ان کی کوششوں کے نتائج میں بھی باہم بہت فرق نظر آتا ہے۔ بعض اپنی خداداد صلاحیتوں کی وجہ سے دوسروں کی نسبت زیادہ تعداد میں رضا کار مبلغ بنانے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ اور بعض تبلیغ کے فن میں زیادہ مہارت رکھتے تھے، لہذا انہوں نے دوسروں کی نسبت زیادہ اچھے رنگ میں تبلیغ کا فن سکھایا ہے۔ اور اب صورتحال یہ ہے کہ جب مبلغین کے زیر نگرانی کام کرنے والے مختلف ریجنز کے کام کا جائزہ لیا جائے تو ان میں ایک نمایاں فرق محسوس ہوتا ہے۔ کچھ بہت پیچھے ہیں اور کچھ خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت آگے ہیں۔ اگرچہ اس جائزہ سے بعض کا کام قابل تعریف اور بعض کا قابل فکر معلوم ہوتا ہے۔ لیکن میرے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اس جائزہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ احمدیت، جس مادہ سے بنی ہے، وہ قابل تعریف ہے۔ اگر آپ کام کو منظم کریں، اگر آپ احباب جماعت کو بار بار ان کی ذمہ داریوں کی طرف متوجہ کریں اور ٹھیک طور پر ان کی نگرانی کریں تو وہ نتیجہ خیز کام کرنے لگتے ہیں۔

چنانچہ باوجود یہ کہ یو.کے میں خدام الاحمدیہ اور انصار اللہ تمام ریجنوں میں ایک جیسی ہے، پھر بھی جہاں کام کو منظم کرنے والے عہدیداران بہتر صفات کے مالک تھے، وہاں جماعت نے بہت بہتر نتائج پیدا کئے ہیں۔ مالی قربانیوں کے میدان میں بھی جماعتوں کی حالت کا موازنہ کیا جائے تو یہی امر نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔

جہاں تک احمدیوں کے مقام کا تعلق ہے، وہ اس لحاظ سے بہت اعلیٰ ہے کہ احمدی ہمیشہ نیکی کی بات کو سننے کے لئے تیار ہوتا ہے۔ وہ ایسی حالت میں ہوتا ہے، جس میں انسان نصیحت کو قبول کرتا ہے اور بہترین ردعمل ظاہر کرتا ہے۔ اور یہی ترقی کے لئے سب سے ضروری امر ہے۔ اگر کوئی شخص نصیحت کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو تو پھر خدا تعالیٰ کے فضل سے مستقبل میں ترقی اور بہتری کی امید ہوتی ہے۔ اور جب وہ نصیحت کو قبول کرنا چھوڑ دے، تب ہلاکت کا خوف ہوتا ہے۔

اس کی مثال اسی طرح ہے، جیسے ڈاکٹر کے نزدیک یہ بات زیادہ اہمیت نہیں رکھتی کہ بیماری کس حد تک بڑھ چکی ہے؟ اس کے نزدیک سب سے زیادہ اہمیت اس بات کو حاصل ہوتی ہے کہ آیا مریض کا جسم دوائی کے اثر کو قبول کرتا ہے یا نہیں؟ اگر کرتا ہو تو ہمیشہ خدا تعالیٰ کے فضل سے صحتیابی کی امید ہوتی ہے۔ اگر اثر قبول کرنے کی حالت گزر چکی ہو تو خواہ آپ کچھ بھی کریں، کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوگا۔

مجھے یاد ہے، ایک دفعہ ایک مریض کو مجھے دیکھنے کا موقع ملا، جسے کسی متعدی مرض کی وجہ سے 107 یا 108 تک بخار ہو چکا تھا، ڈاکٹر نے جسم پر برف استعمال کر کے بخار کم کرنے کی کوشش کی لیکن کوئی فرق نہ پڑا۔ اپنے مخصوص شعبہ میں لاہور کا سب سے ماہر اور اچھا ڈاکٹر تھا۔ میں نے اس سے دریافت کیا کہ کیا وجہ ہے کہ باوجودیکہ آپ کے پاس جدید اور مؤثر ادویات موجود ہیں، پھر بھی بخار میں کمی واقع نہیں ہو رہی؟ ڈاکٹر نے جواب دیا کہ جب تک جسم دوائی کا اثر قبول نہ کرے، اس وقت تک محض دوائی کچھ نہیں کر سکتی۔ اگرچہ ہم نے مریض پر اینٹی بائٹک ادویات کا ضرورت سے کچھ زیادہ ہی بوجھ ڈال دیا ہے لیکن جسم کوئی اثر قبول کرنے کے لئے تیار نہیں۔ لہٰذا ہم بے دست و پا ہیں، کچھ نہیں کر سکتے۔ اس سے قبل میرا خیال تھا کہ اگر متعدی بخار کے مریض کو اینٹی بائٹک دوائیاں دی جائیں اور یہ بیکٹیریا کے مطابق موزوں ہوں تو دوائی بہر حال اثر کرتی ہے۔ لیکن اس دن میری یہ غلط فہمی دور ہوگئی اور مجھے معلوم ہوا کہ اصل بات یہ ہے کہ جسم کو خود اثر قبول کرنے کے قابل ہونا چاہیے، تب کوئی مفید نتیجہ ظاہر ہوتا ہے۔

پس اس نقطہ نگاہ سے خدا تعالیٰ کے فضل سے احمدیت اپنے اندر اثر قبول کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے، جہاں بھی ہم نے کام کیا، تجربہ کیا، ہر میدان میں احمدیت کو زندہ پایا۔ ممکن ہے، بعض اوقات کہیں نیند اور غفلت کی کیفیت طاری ہو۔ لیکن پھر بھی آپ احمدی کو بیدار کر کے اس سے کام لے سکتے ہیں اور وہ نیک اثر کو قبول کرنے کے لئے تیار ہو جائے گا۔

بنیادی طور پر ایک احمدی کی تربیت اچھی ہوتی ہے۔ ان لوگوں کی حالت، جو کام کروانے کے ذمہ دار ہوتے ہیں، ان کی حالت بعض اوقات بدلتی رہتی ہے، جس کے نتیجہ میں نتائج بھی بدل جاتے ہیں۔ جب آپ کہتے ہیں کہ جماعت احمدیہ کینیڈا یا جماعت احمدیہ امریکہ کسی دوسرے ملک سے پیچھے ہے یا آگے ہے، اس میں جماعت کا قصور نہیں ہوتا بلکہ اس کے ذمہ دار جماعت کے عہدیدار ہوتے ہیں۔

پس مجلس انصار اللہ کی ذمہ داری تمام کی تمام ایگزیکٹو باڈی پر جا پڑتی ہے۔ اس لئے جب میں آپ سے خطاب کرتا ہوں تو آپ اس بات کو ذہن نشین کر لیں کہ آپ میں سے ہر ایک نے اپنی ذمہ داری

ادا کرنی ہے۔ اور آپ انفرادی ذمہ داریوں سے کسی صورت میں سبکدوش نہیں ہو سکتے۔ لیکن مرکزی مجلس عاملہ اور مقامی مجالس عاملہ کے اراکین پر بہت زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ انہیں اس بات پر پختہ یقین ہونا چاہئے کہ اگر وہ پوری سنجیدگی کے ساتھ جدوجہد کریں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ اس کے اچھے نتائج ضرور پیدا ہوں گے۔ لیکن اگر عہدیداران ہی انصار اللہ کے کام کو نہ صرف اختیاری سمجھیں بلکہ غیر ضروری سمجھیں اور یہ خیال کرنے لگیں کہ کام کریں یا نہ کریں، اس سے کچھ فرق نہیں پڑے گا۔ تو پھر یہی غفلت کی کیفیت باقی انصار میں پیدا ہو جائے گی اور ان کا احساس ذمہ داری عہدیداران سے بھی کم ہو جائے گا۔

پس یہ وقت ہے کہ مجلس انصار اللہ یو.کے کے کام کو انقلابی جذبہ سے شروع کیا جائے اور خاص طور پر ایک میدان میں، میں آپ کی کاوشوں کا نتیجہ ضرور برآمد ہوتے دیکھنا چاہتا ہوں۔ اور وہ ہے، تبلیغ۔ دعوت الی اللہ یعنی لوگوں کو خدا کے نام پر خدا کی طرف بلانا۔ یہی کام اس وقت سب سے زیادہ ضروری ہے، جو ہم نے کرنا ہے۔ میں اس امر کی جتنی بھی تلقین کروں، پھر بھی اس کی اہمیت مزید تلقین کا مطالبہ کرتی رہے گی۔ اگر میں متواتر آپ لوگوں کو اس کی ضرورت اور اہمیت کے متعلق تلقین کرتا رہوں، پھر بھی میں اپنے فرض کو مکمل طور پر ادا کرنے میں قاصر رہوں گا۔ اور نہ ہی آپ کے دل و دماغ میں اس کی حقیقی اہمیت کو نقش کر سکوں گا۔ زمانہ بہت تیز رفتاری سے گزر رہا ہے، پہلے ہی یہ ہمیں بہت پیچھے چھوڑ گیا ہے اور دنیا میں تیزی سے تغیرات رونما ہو رہے ہیں اور اس زمانے کو نئی شکل دی جارہی ہے۔ اور آپ سے یہ توقع کی گئی ہے کہ آپ نے دنیا کی تقدیر کو بدلنا ہے۔ یہ بہت اہم اور مشکل کام ہے، جو آپ کے کندھوں پر ڈالا گیا ہے۔ مگر بدقسمتی سے ہم میں سے اکثر نیند کی حالت میں ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اگر ہم جماعت میں صرف اپنی ذاتی بیداری کا ثبوت دے دیں تو یہ کافی ہے۔ حالانکہ یہ ہرگز کافی نہیں۔ جہاد فی سبیل اللہ، اللہ کے راستہ میں قربانی کرنا، اللہ کے لئے بدی کے خلاف جنگ کرنا اور اللہ کے لئے دوسروں کو اسلام میں شامل کرنا، آدھا ایمان ہے۔

ایمان دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ایک حصہ کا تعلق آپ کی اپنی ذات سے ہے۔ یعنی آپ، آپ کے بیوی بچے اور رشتہ دار اور جماعت۔ دوسرے حصہ کا تعلق باقی کی دنیا سے ہے۔ اور یہی ہم کو قرآن کریم اور احادیث نبویہ ؐ بتاتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا نمونہ بھی اس معاملہ میں نہایت واضح ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ یعنی دوسروں کو اسلام کی دعوت دینا، اگر پہلے حصہ سے زیادہ اہم نہیں تو کم بھی ہرگز نہیں۔ اور اس کے باوجود ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ فروعی حصہ ہے اور ہم کریں یا نہ کریں، کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ حالانکہ اس کا اثر یہ ہوا ہے کہ ہم اس مقام سے بہت پیچھے جا پڑے ہیں، جس پر ہم کو

بہت پہلے پہنچ جانا چاہیے تھا۔ اور ہم اس غفلت کی وجہ سے دوہرے طور پر متاثر ہو رہے ہیں۔ اگر ایک پہیہ کمزور ہے اور دوسرے پہیے کی رفتار کا ساتھ نہیں دے رہا تو گاڑی کی رفتار کمزور پہیے کی رفتار سے ناپی جائے گی۔ اور گاڑی کی رفتار تیز ہونے کی بجائے کم ہوتے ہوتے آخر کار ایک وقت ایسا آئے گا کہ گاڑی آگے بڑھنے کی بجائے اپنے گرد ہی چکر لگاتی رہے گی۔ پس گاڑی کا توازن بگڑ جائے گا اور اس کی رفتار تیز ہونے کی بجائے کم ہوتی جائے گی۔ جو کہ بہت خطرناک بات ہے۔ یہی حال تبلیغ نہ کرنے والی جماعت کا ہوتا ہے۔ اور یہ ایک ایسی سزا ہوگی، جو ہم اپنے ہی ہاتھوں اٹھائیں گے۔

حقیقت یہ ہے کہ وہ جماعت، جو دوسروں کو اپنے اندر شمولیت کی دعوت دینے کے فریضے کو بھلا بیٹھے، وہ اپنی اولادوں کو بھی کھو دیتے ہیں۔ اور ان بلندیوں کو کھو دیتے ہیں، جو انہوں نے پہلے حاصل کی تھیں۔ اور ہر پہلو سے اچھائی کا معیار گرنے لگتا ہے۔ اسی طرح جماعت کی اندرونی تربیت کی ضامن بھی وہ تبلیغ ہے، جو بیرونی دنیا میں کی جاتی ہے۔ اگر آپ تبلیغ کا معیار گرا دیں تو آپ کبھی بھی اخلاق کے اس اعلیٰ معیار کو قائم نہیں رکھ سکتے، جس کی آپ سے توقع کی جاتی ہے۔ وہ قوم جو اپنے اندر ہی گھومتی رہے، اس میں عبادت، اخلاق اور قربانی کا معیار بھی گر جاتا ہے۔ اور کچھ عرصہ کے بعد ایسی قوم باقی دنیا سے بالکل کٹ کر رہ جاتی ہے۔ اور وہ اس حیثیت کو اس لئے قبول کر لیتے ہیں کہ یہ ایک آسان رستہ ہوتا ہے۔ مثلاً یہودیوں کو دیکھئے کہ انہوں نے بھی دوسروں کو تبلیغ کرنے کا سلسلہ بند کر دیا اور اس حیثیت کو قبول کر لیا۔ اس کے نتیجہ میں وہ باقی دنیا کے معاملات سے بالکل منقطع ہو گئے اور ہزاروں سال سے بیرونی دنیا میں ان کی ترقی بالکل رک گئی۔ اور اس امر نے خود ان کے لئے بھی اور دوسری دنیا کے لئے بھی بے شمار مسائل پیدا کر دیئے ہیں۔ اور آج یہ واحد سبب ہی دنیا کے بعض بڑے بڑے مصائب کا موجب بن گیا ہے۔

جب آپ باقی دنیا سے منقطع ہو کر رہنے لگتے ہیں تو آپ کی کیفیت وہی ہوتی ہے، جو اس چیز کی ہوتی ہے، جسے تھرموس کی بوتل میں بند کر دیا گیا ہو اور باہر کے درجہ حرارت کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہ ہو۔ اس صورت میں نہ آپ کو باہر والے لوگوں کا کوئی احساس ہوتا ہے اور نہ باہر والوں کو آپ کا کوئی احساس ہوتا ہے۔ ایک دوسرے سے کلیۃً لاتعلقی ہو جاتی ہے۔ ایسی صورت میں آپ اس تکلیف کو، جو آپ کو یا آپ کی جماعت کو پہنچتی ہے، بے حد محسوس کرتے ہیں۔ لیکن باقی لوگوں کی تکالیف کا آپ کو ذرہ بھی احساس نہیں ہوتا۔ تب دونوں گروہوں کے دلوں میں ایک دوسرے کے لئے سخت دلی اور نفرت کے احساسات ترقی کرنے لگتے ہیں۔ اور دونوں کے درمیان ایک جنگ شروع ہو جاتی ہے، جس کا مقصد ایک دوسرے کے

علاقے کو فتح کرنا نہیں ہوتا بلکہ دو مختلف نظریات کے ساتھ ایک دوسرے کو تباہ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اسلام دوسرے کے علاقے کو تباہ و برباد کرنے کی ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ اسلام دوسروں کے علاقے سے محبت کی تعلیم دیتا ہے، اس جذبہ کے ساتھ کہ ان میں ترقی اور اصلاح کی کوشش کی جائے۔

پس آج اس قسم کا تعلق یہودیوں اور باقی دنیا کے درمیان استوار ہو چکا ہے، جس کے نتیجہ میں دونوں کے درمیان دشمنی اور نفرت کی کشمکش جاری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر غیر یہودی ہزاروں کی تعداد میں بھی ہلاک ہو جائیں تو یہودیوں کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔ لیکن اگر تین، چار یہودی کسی تکلیف میں گرفتار ہو جائیں تو ساری یہودی قوم اس کو اس قدر اہمیت دیتی ہے گویا ان لوگوں کی تکلیف کو باقی دنیا کی تکلیف سے کوئی نسبت ہی نہیں۔ اس قسم کا مظاہرہ کئی دفعہ ہو چکا ہے، مثلاً کوئی قوم یہ سوچ بھی نہیں سکتی کہ وہ اپنی قوم کے چار جنگی قیدیوں کی خاطر دشمن کے 64 ہزار جنگی قیدی چھوڑنے کے لئے تیار ہو جائے۔ لیکن یہودیوں نے ایسا ہی کیا۔ کیونکہ ان کے نزدیک وہ چار یہودی، جو 1956ء میں مصر کے قبضہ میں تھے، وہ ان 64 ہزار مصری جنگی قیدیوں سے زیادہ قیمتی تھے، جن میں ان کے بڑے بڑے جرنیل اور افسران بھی شامل تھے۔ اس موقع پر جب کسی اخباری نمائندے نے اس شخص سے، جو یہودیوں کی طرف سے جنگی قیدیوں کے تبادلہ پر متعین تھا، خاص طور پر اس امر کے متعلق دریافت کیا تو اس نے جواب دیا کہ ہمیں تعداد کے اس غیر معمولی فرق کا احساس ہے لیکن اصل چیز جنس ہے، تعداد کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ ہمارے نزدیک 64 ہزار کی کوئی حیثیت نہیں مگر چار یہودی بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔

دنیا کے معاملات سے علیحدگی کا یہی نتیجہ ہوتا ہے اور ایک غیر وسعت پذیر جماعت ہمیشہ علیحدگی پسند ہوتی ہے اور انجام کار یہ حالت لامتناہی دشمنیوں کا پیش خیمہ بن جاتی ہے۔ بعض اوقات ایک جماعت ظلم کرتی ہے تو بعض اوقات دوسری۔ بعض اوقات نازی ازم کی شکل اختیار کر لیتی ہے تو بعض اوقات ایسے حالات پیدا کر دیتی ہے، جیسے لبنان میں یہودیوں کے ہاتھوں مسلمانوں کے قتل عام کی صورت میں ظاہر ہو رہے ہیں۔ لیکن یہ باہمی کشمکش چلتی چلی جاتی ہے، جس سے اعلیٰ انسانی اقدار کو سخت نقصان پہنچتا ہے۔

پس جو قومیں علاوہ دیگر اسباب کے بنیادی طور پر تبلیغ کے ذریعہ پھیلنے کے واسطے بنائی گئی ہیں اور یہ اسباب متعدد ہوتے ہیں، جنہیں یکے بعد دیگرے بیان کیا جا سکتا ہے، ایسی قوموں کے لئے تبلیغ کرنا لازمی ہو جاتا ہے۔ اور اگر آپ کے لئے تبلیغ کے ذریعہ پھیلنا مقدر ہے مگر آپ اس میدان میں کامیابی حاصل کرنے میں ناکام رہتے ہیں تو اس کا لازمی انجام یہی ہوگا کہ باقی دنیا کے ساتھ آپ کی طرف سے ناپسندیدہ دشمنی کا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔

اب اس صورت حال میں مسئلہ کے حل پر غور کرنا چاہیے۔ ایسی صورت میں دو قسم کے رد عمل ظاہر ہوا کرتے ہیں۔ کچھ لوگ مکمل شکست قبول کر لیتے ہیں اور اپنے مخصوص دائرہ میں ایسے بند ہو کر رہ جاتے ہیں کہ باقی دنیا کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں رہتا۔ اس قسم کے گروہ آج کل مسلمانوں میں بھی پائے جاتے ہیں اور غیر مسلموں میں بھی۔ دوسرا رد عمل یہ ہوتا ہے کہ آپ جنگ وجدل کے لئے تیار ہو جاتے ہیں اور آپ سوچنے لگتے ہیں کہ اب ہم پر اتنا ظلم ہو چکا ہے کہ ہمیں انتقام لینے کا حق حاصل ہے۔ یہی وہ رد عمل ہے، جو آج کی یہودیت نے اختیار کیا ہوا ہے، جسے صیہونیت کا نام بھی دیا جاتا ہے۔

لیکن یاد رکھئے، آپ کے لئے ان دونوں میں سے کوئی بھی رد عمل جائز نہیں۔ آپ کی تقدیر یہ ہے کہ آپ نے ساری دنیا میں ایک عظیم انقلاب پیدا کرنا ہے لیکن اس مقصد کے لئے جس تڑپ کا ہونا ضروری ہے، وہ بہت سے احمدیوں میں پائی نہیں جاتی۔ بہت سے احمدی تبلیغ کی اہمیت محسوس نہیں کر رہے۔ بہت سے ایسے احمدی ہیں، جنہیں ابھی یہ احساس نہیں کہ وہ اس دنیا میں اس وقت تک باعزت طور پر زندہ نہیں رہ سکتے، جب تک وہ دوسری دنیا کو پوری ذمہ داری کے ساتھ تبلیغ نہیں کرتے۔ تبلیغ کا کام بہت فرحت بخش ہے۔ یہ کوئی ایسا کام نہیں، جو زندگی کو بدمزہ کر دے۔ میں آپ کو بار بار اس طرف متوجہ کر چکا ہوں کہ آپ اس کام سے ڈرتے کیوں ہیں۔ بے شک یہ کام مختلف قسم کی دشمنیوں کو جنم دیتا ہے لیکن وہ دشمنیاں یک طرفہ ہوتی ہیں۔ آپ اپنے مخالفوں کے دل جیتنا چاہتے ہیں اور وہ آپ کے دلوں کو تباہ کرنے کے درپے ہوتے ہیں۔ پس یہ ایک ایسی جنگ ہوتی ہے، جو دو مختلف نظریوں کے ساتھ لڑی جارہی ہوتی ہے۔ لیکن ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بات کی ضمانت دی گئی ہے کہ اگر تم خدا تعالیٰ کی خاطر یہ کام کرو گے تو بڑی سے بڑی مخالفت اور دشمنی تمہارا کچھ بھی بگاڑ نہ سکے گی۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے، میں تمہاری حفاظت کروں گا، تم سے محبت کروں گا اور انجام کار تمام اطراف سے تم ہی دشمن کے علاقوں کو فتح کرنے والے ہو گے۔ یہ وہ ضمانت ہے، جو ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کی گئی ہے۔ اور ہم میں سے ان لوگوں سے جنہوں نے تبلیغ کا کام کیا ہے، انہوں نے اس الٰہی وعدہ کو اپنی زندگیوں میں پورا ہوتے ہوئے خود مشاہدہ کیا ہے۔ خدا تعالیٰ ہی ہے، جو انجام کار ہر نقصان سے ہمیں محفوظ رکھتا ہے۔ اس وعدہ کی وجہ سے، جو اس نے تبلیغ اسلام کرنے والوں کے ساتھ کیا ہوا ہے۔

دوسری بات جو بہت اہم ہے اور آپ کو ہمیشہ ذہن نشین رکھنی چاہیے، وہ یہ ہے کہ تبلیغ کا کام کوئی بے لذت کام نہیں ہے۔ بلکہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ جو لوگ ایک دفعہ تبلیغ کرنا شروع کر دیتے ہیں اور

پھر ان کے ذریعہ کوئی شخص ہدایت پا جاتا ہے، کوئی یہاں، کوئی وہاں، ایسے شخص سے ذرا دریافت تو کیجئے اور اس کی خوشی اور راحت کا مشاہدہ تو کیجئے۔ ایک دفعہ آپ مبلغ بن جائیں، پھر دیکھئے آپ کس طرح اس نشہ کے عادی ہو جاتے ہیں۔ اور پھر بڑے سے بڑا دباؤ بھی آپ کو تبلیغ سے ہرگز نہیں روک سکے گا۔ ایسی حالت میں آپ کو کسی یاد دہانی کروانے والے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ بلکہ آپ خود دوسروں کو نصیحت کرنے لگ جائیں گے کہ آؤ اور ہمارے ساتھ تبلیغ کے جہاد میں شامل ہو جاؤ۔

تبلیغ کا عمل اپنے اندر مسلسل پھیلنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب ایک منظّم جدوجہد کے ساتھ آپ کچھ افراد کو کامیاب طور پر مبلغ بنا دیتے ہیں تو پھر وہ آپ پر کوئی بوجھ نہیں رہیں گے۔ تبلیغ کی اپنی لذت ہی انہیں اس کام میں مصروف رکھے گی۔ اور پھر آپ اپنی توجہ مزید لوگوں کی طرف کر سکیں گے۔ یہی وہ بات ہے، جو میں آخر میں کہنی چاہتا ہوں اور تبلیغ کے کام کو منظّم کرنے کے لئے یہ بات بہت اہمیت رکھتی ہے۔ عام طور پر ایسا ہوتا ہے کہ جب بھی مجلس خدام الاحمدیہ، مجلس انصار اللہ یا کوئی اور جماعتی تنظیم کسی کام کو منظّم کرنے کی طرف متوجہ ہوتی ہے تو بجائے اس کے کہ پہلے چند افراد کا انتخاب کر کے انہیں تربیت دی جائے، ساری جماعت کو بیک وقت تربیت دینا شروع کر دیا جاتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کی کوشش نتیجہ خیز ثابت نہیں ہوتی۔ مثلاً اگر بیک وقت تمام احمدیوں کو مبلغ بننے کی تلقین کریں گے تو نتیجہ کچھ بھی نہیں نکلے گا۔ کیونکہ عمومی طور پر کسی کو تبلیغ کرنا یا مبلغ بننے کی تلقین کرنا، کبھی نتیجہ خیز نہیں ہوتا۔ جب تک چند افراد کو منتخب کر کے باقاعدہ طور پر ان پر پوری توجہ مبذول نہ کی جائے۔

اصل بات یہ ہے کہ نصیحت دو طور پر کرنی چاہیے۔ ایک عموم نصیحت، جو سب کو کی جائے۔ جیسے فوج میں دور مار والی بمباری بھی بہت ضروری ہوتی ہے لیکن فتح حاصل کرنے کے لئے سپاہیوں کی مدد سے مخصوص علاقہ پر قبضہ کرنا بھی ضروری ہوتا ہے۔ یہ ایک نہایت اہم اصول ہے، جس پر عمل کر کے میں نے اپنے جماعتی فرائض کی ادائیگی میں ہمیشہ بہت فائدہ اٹھایا ہے۔ بے شک آپ تمام افراد جماعت کو عمومی تلقین کریں کہ تبلیغ کا کام بہت اہم ہے۔ لیکن آپ خصوصی توجہ صرف اتنے ہی لوگوں پر دیں، جن کو آپ واقعی داعی الی اللہ بنا سکتے ہیں۔ یہ دونوں کام بیک وقت ہونے چاہئیں۔ نہ یہ کہ ایک کام کو دوسرے کی خاطر قربان کر دیا جائے۔ لیکن اگر عمومی طور پر ساری جماعت کو بار بار ان کے فرائض بتا کر یہ سوچنے لگیں کہ آپ نے اپنا فرض ادا کر دیا اور پھر اس سے غافل ہو جائیں تو میں سب کو یہی بتایا کرتا ہوں کہ اس کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہ ہوگا۔ جماعتی تنظیم کے کاموں میں جب بھی مجھے ناکامی کا مشاہدہ کرنا پڑا، اس کا واحد

سبب یہی بات ہوتی تھی کہ جب میں نے دریافت کیا کہ فلاں کام کیوں نہیں ہوا تو سوائے شاذ کے یہی جواب ملا کہ حضور! ہم نے تمام افراد تک پیغام پہنچا دیا تھا اور ان کی ذمہ داری بھی بتا دی تھی لیکن کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ کیوں کامیابی نہ ہوئی؟ اس لئے کہ آپ سب تک پیغام پہنچا کر اس کام سے لاتعلق ہو گئے، آپ نے اس کام کا پیچھا نہیں کیا۔ آپ نے پیغام پہنچا کر یہ سمجھ لیا کہ آپ نے اپنا فرض ادا کر دیا اور اس پر آپ خوش ہو گئے۔ ایسی پیغام رسانی اور ایسی نصائح کوئی مفید نتیجہ پیدا نہیں کر سکتیں۔

اصل طریق یہ ہے کہ سب کو نصیحت کریں۔ پھر اس کام کے ساتھ ایک دلی وابستگی پیدا کر لیں۔ پہلے ایک حصہ جماعت کو منتخب کریں اور انہیں بطور نمونہ تیار کر دیں۔ علاوہ ازیں جب آپ لوگوں کو کوئی نصیحت کریں تو ایک قلبی تعلق کے ساتھ بات کریں۔ اور اگر بالفرض وہ اپنا فرض ادا نہ کریں تو انہیں آپ کے چہرے پر گہرے رنج کے آثار نظر آنے چاہئیں۔ اور جب وہ آپ کو نصیحت کرتے ہوئے سنیں تو انہیں معلوم ہو کہ آپ اپنے دل و دماغ کی گہرائیوں سے بات کر رہے ہیں۔ اور انہیں آپ کی قلبی کیفیت کی روشنی اور حرارت محسوس ہونی چاہیے۔ اور اس کے بعد وہ مشاہدہ کریں کہ آپ نے عملی طور پر اپنے آپ کو اس کام کے لئے وقف کر دیا ہے۔ اور آپ نے اپنی طرف سے انتہائی کوشش کر دی ہے۔ اگر آپ اس طریق سے کام کریں گے تو آپ دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی کوششوں کو آپ کی توقع سے بھی بڑھ کر ثمر آور کر دے گا۔

انسان کے پاس چونکہ وقت محدود ہوتا ہے، اس لئے ایک وقت میں چند افراد کو ہی منتخب کر کے ان کی تربیت کرنی چاہیے۔ اور اس کام کا ایک اور اہم پہلو یہ بھی ہے کہ لوگوں کو داعی الی اللہ بنانے کا کام ایسا نہیں کہ آپ کو مستقل طور پر ان لوگوں پر توجہ رکھنی پڑے۔ جب آپ نے چند لوگوں کو داعی الی اللہ بنا دیا اور وہ بذات خود کام کرنے کے قابل ہو گئے تو پھر آپ پر ان کا کوئی بوجھ نہیں ہوگا۔ کیونکہ خواہ آپ ان کو بھول جائیں، تب بھی وہ داعی الی اللہ ہی رہیں گے۔ جو لوگ ایک دفعہ تبلیغ کا مزہ چکھ لیتے ہیں، پھر وہ کبھی اس کام کو ترک نہیں کر سکتے۔ کیونکہ وہ اس نشہ کے عادی ہو جاتے ہیں۔

پس یہ ایک بہت مفید اصول ہے کہ آپ صبر و تحمل سے پہلے چند لوگوں میں اللہ تعالیٰ کے راستے میں تبلیغ کرنے کی امنگ پیدا کر دیں۔ اس کے بعد پھر اپنی توجہ چند اور افراد کی طرف منتقل کریں۔ کچھ لوگ یہاں، کچھ لوگ وہاں، کچھ لوگ اس سال، کچھ لوگ اگلے سال۔ اس طرح آپ مسلسل نتائج پیدا کرتے چلے جائیں گے۔ نتیجۃً پانچ، دس سال کے عرصہ میں انشاء اللہ تعالیٰ تمام ممبران مجلس انصار اللہ یو۔ کے مؤثر طور پر اللہ کے راستہ میں تبلیغ کرنے والی ایک فوج بن سکتی ہے۔ اور اگر ایسا ہو، اگرچہ یہ "اگر" بظاہر مشکل نظر آتا

ہے لیکن جتنا بڑا آپ اپنے آپ کو سمجھتے ہیں، درحقیقت آپ اس سے کہیں زیادہ بڑے ہیں۔ تبلیغ کی ذمہ واری اللہ تعالیٰ نے خود آپ پر ڈالی ہے۔ اس لئے یقیناً اس نے کوئی خوبی دیکھ کر ہی آپ کو اس ذمہ واری کا اہل سمجھا ہے۔ جو بظاہر مشکل نظر آتی ہے لیکن یہ ناممکن نہیں۔ اس لئے یہ ''اگر'' اتنا مشکل بھی نہیں۔ پس اگر ہر مجلس انصار اللہ یہ عہد کرے اور انجام کار اپنے آپ کو داعی الی اللہ میں تبدیل کرلے اور ہر ممبر کو اس بات کا احساس ہو کہ وہ کون ہے؟ اور سوسائٹی میں اس کا مقام کیا ہے؟ اور یہی پیغام وہ اپنی اولادوں اور اہل وعیال کو دے تو انشاء اللہ تعالیٰ چند سال میں انگلستان میں ایک انقلابی تبدیلی پیدا ہو جائے گی۔

ذرا تصور تو کریں کہ اگر تمام ممبران جماعت مؤثر داعی الی اللہ بن جائیں تو کیا یہی امر اس دنیا کو جنت بنانے کے مترادف نہ ہوگا؟ تب آپ کی ترقیات ہر جہت میں اس قدر تیز ہوں گی کہ کوئی دشمن آپ کے سامنے آنے کی جرأت نہ کر سکے گا۔ اور آپ ہر قسم کی رکاوٹوں کو دور کرتے ہوئے اس قدر خوبصورتی، جوش اور غیر معمولی جذبہ سے آگے بڑھیں گے کہ آپ کا ایسا کرنا، اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا بھی باعث ہوگا اور اس کی پیار بھری نظریں بھی آپ پر پڑیں گی۔ وہ فرمائے گا کہ یہ وہ لوگ ہیں، جن کی کاوشیں ہر جہت میں پھل پھول رہی ہیں۔ اور یہ باغ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا باغ ہے، جس میں بہار اپنے پورے جوبن پر ہوگی۔

میں امید کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ آپ تبلیغ کے اس نہایت اہم فریضہ کی طرف پوری توجہ کا مظاہرہ کریں گے۔ آج یہ فریضہ اس لئے غیر معمولی توجہ کا محتاج ہے کہ بدقسمتی سے اس وقت سب سے کم توجہ اس طرف کی جارہی ہے اور دوسری طرف دنیا ہمیں پیچھے چھوڑ کر نہایت سرعت کے ساتھ آگے بڑھتی جارہی ہے۔ لیکن ہم اس کا پوری طرح احساس نہیں کر رہے۔

آیئے، اب ہم سب مل کر دعا کرلیں۔''

(مطبوعہ ہفت روزہ النصر 12 جولائی 1985ء)

# جماعت احمدیہ کی غیر معمولی مالی قربانیاں

## خطبہ جمعہ فرمودہ 12 جولائی 1985ء

”..... یہ ہے وہ جماعت، جس کا قرآن کریم میں ذکر ہے۔ اور قرآن کریم کے اذکار ایک غیر معمولی مقام رکھتے ہیں۔ خدا تعالیٰ جب اپنے بندوں کا ذکر فرماتا ہے تو لازماً وہ باتیں پوری ہوتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں اور قرآن کریم بار بار یہ امور بھی بیان فرماتا ہے کہ جو ہماری خاطر مالی قربانیاں پیش کرتے ہیں اور ہم پر توکل کرتے ہیں، ہم ان کے اموال میں کمی نہیں آنے دیتے۔ ہم انہیں بڑھاتے ہیں اور انہیں لاوارث نہیں چھوڑا کرتے۔ جماعت احمدیہ خدا تعالیٰ کے فضل سے مالی قربانیوں میں بھی قرآن کریم کی کھینچی ہوئی تصویروں کے مطابق اپنے نقوش بنا رہی ہے۔ اس آئینہ میں اپنا چہرہ دیکھ رہی ہے۔ خدا تعالیٰ کے فضلوں کی جو بارش پہلوں پر برسا کرتی تھی، ہم پر بھی برس رہی ہے۔ تو اس جماعت کی مخالفت کے نتیجہ میں کیسے کوئی پہلے نقصان پہنچا سکتا ہے۔ دشمن کے لئے اس کے سوا اور کوئی صورت نہیں ہے کہ وہ اپنے غیظ و غضب میں جلتا رہے اور تکلیف میں مبتلا ہوتا چلا جائے، حسد کی آگ بھڑکتی چلی جائے، اس کے سوا اس کے نصیبے میں کچھ نہیں ہے۔

جماعت احمدیہ کی ہلاکت دیکھنے والی آنکھیں لازماً ناکامی کی آگ میں جلتی ہوئی مریں گی، ختم ہو جائیں گی اور ان کے دلوں میں حسد کی آگ اور زیادہ بھڑکتی رہے گی۔ لیکن ان کو یہ تسکین کبھی نصیب نہیں ہو سکتی کہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے جماعت احمدیہ کو ذلیل اور نامراد اور ناکام ہوتے دیکھ لیا ہے۔ اس کے برعکس آپ بھی اور آپ کی آئندہ نسلیں بھی ہمیشہ نہایت خطرناک سے خطرناک حالات میں بھی اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو اپنے اوپر پہلے سے زیادہ برستا دیکھیں گے۔ اور اپنے دین کے معیار کو ہمیشہ بلند تر ہوتا ہوا دیکھیں گے۔ قرآن کریم کے یہ وعدے ہیں جو کبھی ٹل نہیں سکتے۔ ناممکن ہے کہ کوئی انہیں غلط کر کے دکھادے۔

تحریک جدید کا بھی یہی حال ہوا۔ ہمارے وکیل المال اول ہیں، ان کو اتنی عادت نہیں ہے کہ گھبراہٹ کے خط لکھیں۔ لیکن اس سال وہ بھی گھبرا گئے۔ انہوں نے پچیس فی صد اضافہ تجویز کیا تھا، جو معمولی اضافہ نہیں ہے۔ گزشتہ کی کل آمد کے مقابل پر پچیس صد اضافہ کے ساتھ بجٹ رکھ لیا تھا اور سخت

گھبراہٹ تھی کہ اضافہ اتنا، بڑی سخت گھبراہٹ تھی اوراس کے مقابل پر حالات ایسے خطرناک تو کیا کریں گے؟ انہوں نے بھی اطلاع دی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے گزشتہ سال کے مقابل پر اب تک دس لاکھ زائد وصولی ہو چکی ہے۔ اور 25 فی صد کا جو اضافہ تھا، وہ پورا ہو گیا ہے۔ اور ابھی اللہ کے فضل سے چندہ بھجوانے والے بھجوا رہے ہیں۔ پاکستان کے سب اضلاع سے ابھی اطلاعیں بھی نہیں پہنچیں۔

یہ جو اللہ کے فضلوں کی بارشیں ہیں، کسی ایک جگہ نہیں ہے۔ تمام دنیا میں یہی حالت ہے۔ ایک بھی ملک ایسا نہیں، جس کے چندوں میں کمی آئی ہو یا جس کے حالات خطرناک ہونے کے نتیجہ میں چندوں پر بد اثر پڑا ہو۔ نائیجیریا کے حالات آپ جانتے ہیں، سیرالیون کے حالات آپ جانتے ہیں، غانا کے حالات آپ جانتے ہیں، افریقہ کے اکثر ممالک میں قحط سالیاں اور خطرناک قسم کے مالی بحران اور کئی قسم کی آزمائشیں ایسی آپڑیں کہ فاقہ کشی کے نہایت ہی دردناک مناظر دیکھنے میں آئے۔

ایک موقع پر ہمارے مربی نے مجھے لکھا کہ بعض دفعہ تو ایسے دردناک مناظر دیکھنے میں آتے ہیں کہ باہر معمولی سا دروازہ کھٹکا، جس میں کوئی خاص جان نہیں تھی۔ تو ہمارا مبلغ یوں ہی اٹھ کر چلا گیا کہ شاید کوئی عدم دلچسپی سے کر رہا ہے، خیر دیکھ لیں کون ہے؟ دروازہ کھول کر دیکھا تو ایک آدمی بے ہوش پڑا ہے اور فاقوں سے پنجر بنا ہوا تھا۔ اس میں اتنی بھی طاقت نہیں تھی کہ روٹی کی خاطر زور سے دروازہ ہی کھٹکا لیتا۔ اس بیچارے کو اٹھا کر اندر لائے اور خدمت خاطر کی۔ جو کچھ ان کے پاس تھا، پیش کیا۔ ہوش آئی اور پھر کچھ دن کھلا پلا کر اس کو فارغ کیا۔

افریقہ کے اکثر ممالک میں فاقہ کشی، اقتصادی نہایت ہی دردناک حالات ہیں۔ وہاں کے سب مبلغین نے یہ اطلاع دی اور اللہ تعالیٰ کی حمد میں آنسو بہاتے ہوئے یہ اطلاع دی کہ جب انہوں نے چندوں کی تحریک کی تو ہر موقع پر خدا کے فضل سے پہلے سے نمایاں طور پر زیادہ چندہ وصول ہوا۔ اور ہم حیران ہو کر گھروں کو واپس لوٹا کرتے تھے کہ یہ ہو کیا رہا ہے؟ وہ ممالک جو غیروں سے امداد لے کر زندہ رہ رہے ہیں، جب خدا کی راہ میں خرچ کرنے کا وقت آتا ہے تو وہ اپنی تنگی، اپنے دکھ اور اپنی تکلیفوں بھول کر وہ خدا کی راہ میں قربانی میں آگے ہی قدم بڑھا رہے ہیں، پیچھے نہیں ہٹ رہے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ اپنے فضلوں کی بارش ان پر برسا رہا ہے، ان میں غیر معمولی ترقی ہو رہی ہے۔ خدا تعالیٰ حیرت انگیز طور پر ان کے مسائل حل کرتا ہے، ان کی دعاؤں کو قبول فرماتا ہے، اپنے قرب کے حیرت انگیز معجزے ان کو دکھا رہا ہے۔ اور افریقن جنگلوں میں بسنے والے احمدی اللہ کے قرب کے نشانات کے ایسے ایسے حیرت انگیز واقعات لکھتے ہیں کہ دل حمد سے بھر کر خدا کی راہ میں چھلکنے لگتا ہے"۔

''.....میرے گزشتہ خطبہ جمعہ کے نتیجہ میں بعض لوگوں کے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ ہم جب یہ کہتے ہیں کہ بے مثل ہے تو عیسائیت بھی تو بے شمار مالی قربانی کر رہی ہے۔ اس قربانی کو پھر بے مثل کیسے کہہ سکتے ہیں؟ اصل واقعہ یہ ہے کہ بہت سے لوگ سطحی نظر سے ایک جائزہ لے لیتے ہیں، ان میں تجزیے کی توفیق نہیں ہوتی۔ کسی ملک میں بھی عیسائیت کی مالی قربانی کا جماعت احمدیہ کی مالی قربانی سے موازنہ کر کے دیکھیں تو اتنا نمایاں بنیادی اور امتیازی فرق ہے کہ کسی مشابہت کا سوال ہی باقی نہیں رہتا۔

افریقہ ہے، جہاں عیسائیوں نے عیسائیت کو فروغ دینے کے لئے ارب ہا ارب روپیہ خرچ کیا ہے۔ مگر جو عیسائی پیدا کئے، وہ عیسائیت کے لئے خرچ نہیں کر رہے۔ وہ پیسے کھا کر عیسائی ہو رہے ہیں۔ جو نتیجہ پیدا کیا ہے، وہ انسانیت کے تقاضوں کے بالکل برعکس نتیجہ پیدا کیا ہے۔ اور تنگی کے پیسے اور انتہائی دکھ کی حالت میں آج کے زمانے میں عیسائیت میں انفاق کا کوئی تصور ہی نہیں ہے۔ پیسہ کہاں سے آتا ہے؟ ایک تو پرانے زمانوں میں حکومتوں میں چرچ کا بہت دخل تھا اور عیسائی چرچ غیر معمولی طور پر دولت مند ہو گیا ہے۔ اور دوسرے ان میں ایسی بے شمار بوڑھی عورتیں مرتی ہیں، جن کی اولاد نہیں ہوتی لیکن بے شمار دولت ہوتی ہے اور وہ مرتے وقت اپنا پیسہ چرچوں کو دے جاتی ہیں۔ لیکن جہاں تک ان کے عوام الناس کا تعلق ہے، نکال کے تو دکھائیں، دس احمدیوں کے مقابل پر جن کی قوموں کی لاکھ تعداد وہ دس کے مقابل پر دس بھی نہیں دکھا سکتے، جن میں جماعت احمدیہ کے غرباء کی طرح مالی قربانی کی روح پائی جاتی ہو۔

جماعت احمدیہ نے افریقہ کو مسلمان بنایا تو چندہ دینے والا مسلمان بنایا اور قربانی کرنے والا مسلمان بنایا۔ اور ساری جماعت قربانی میں شامل ہوگئی۔ جس ملک میں بھی جماعت داخل ہو رہی ہے، وہاں خدا کی راہ میں خرچ کرنے والے پیدا کر رہی ہے۔ اور بھی کئی فرق ہیں مگر یہ ایک ایسا بنیادی اور نمایاں فرق ہے کہ ہم بلاشبہ سر بلند کر کے یہ کہہ سکتے ہیں کہ ساری دنیا میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کی جماعت کے مقابل پر مالی قربانی میں کوئی نظیر نہیں ملتی''۔

''.....اب میں آپ کو دو خوشخبریاں بھی دیتا ہوں اور ایک نئی تحریک کا اعلان بھی کرتا ہوں۔ دو خوشخبریاں یہ ہیں کہ فرانسیسی ترجمہ قرآن کریم کے بعد اب خدا تعالیٰ کے فضل سے اسی سال روسی زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ بھی پریس میں دیا جا رہا ہے۔ صابر صدیقی صاحب، جو ہمارے رشین زبان کے ماہر ہیں اور رشین زبان کے ایک اور احمدی طالب علم خاور صاحب، ان دونوں کے سپرد میں نے نگرانی کی تھی کہ اس کو دوبارہ دیکھ لیں، ایک دفعہ۔ انہوں نے کل مجھے اطمینان دلایا ہے کہ خدا کے فضل سے یہ ترجمہ ہر پہلو سے

پریس میں دیئے جانے کے لائق ہوگیا ہے۔ Italian ترجمہ بھی خدا کے فضل سے مکمل مل گیا ہے۔ اور Introduction کا ترجمہ بھی مل گیا ہے۔ Italian زبان میں اسلامی اصول کی فلاسفی کا ترجمہ بھی مل گیا ہے۔ اب ان دو زبانوں میں نہایت ہی پیش قیمت اضافہ ہوگا۔ بلکہ قیمت کے لفظوں میں تو اس کو ادا ہی نہیں کیا جاسکتا۔ قرآن کریم کا کسی زبان میں شائع کیا جانا اور پھر ان معارف کے ساتھ، جو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قرآن کے معارف عطا فرمائے، اس زمانے کی بہت بڑی خدمت ہے تو جماعت احمدیہ کو توفیق مل رہی ہے۔ اور اس کے لئے چندے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ پہلے سے ہی ایسے مخلصین ہیں، ان معاملات میں اپنی سیٹیں بک کروالی ہیں۔ پیشتر اس کے کہ میں اس بارہ میں تحریک کرتا، انہوں نے کہا، جی ہمیں موقع دیں، ہم اپنی طرف سے اس کا سارا خرچ برداشت کرنے کے لئے تیار ہیں۔ میں نے کہا: ٹھیک ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق عطا فرمائے۔ چنانچہ فرانسیسی اور اٹالین اور رشین زبان میں قرآن کریم کے جو تراجم شائع ہوں گے، ان کے تمام اخراجات خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت کے چند مخلصین پہلے سے ہی ادا کر چکے ہیں یا وعدہ کئے بیٹھے ہیں کہ جب بھی ہم مانگیں گے، وہ دے دیں گے۔

اس کے علاوہ جو دوسرا لٹریچر شائع ہونے والا ہے، وہ بھی بڑی کثرت سے ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کے علاوہ تفسیر کبیر ہے اور سلسلہ کا اور بہت سا لٹریچر ہے، اس کو مختلف زبانوں میں ہم نے شائع کرنا ہے۔ لیکن سب سے بڑی دقت اردو میں نوری نستعلیق خط کی کتابت کی دقت ہے۔ اس وقت ہمیں جس تیزی کے ساتھ تمام دنیا میں لٹریچر پھیلانے کے لئے جو بے قراری ہے، اس کے مقابل پر کاتب لکھنے میں بہت سا وقت لے لیتا ہے اور اب صحت کتابت کا معیار بھی گر گیا ہے۔ اس لئے غلطیاں بھی اتنی کرتا ہے۔ پہلے اس کی کتابت ختم ہونے کا انتظار، پھر اس کی مرمتیں لگوائی جائیں اور پھر بھی وہ ٹھیک نہ لکھے تو پھر دوبارہ بھیجا جائے۔ اتنا وقت ضائع ہو جاتا ہے اس سے۔ پھر بھی بعض دفعہ ایسی خوفناک غلطیاں رہ جاتی ہیں۔ بہت تکلیف دہ صورت حال ہے۔

چنانچہ ہم نے یہاں انگلستان میں جائزہ لیا تو پتہ چلا کہ دنیا میں کمپیوٹر کی ایک ایسی کمپنی موجود ہے، جس نے اردو نستعلیق نوری خط کا ٹائپ رائٹر تیار کر لیا ہے اور وہ ایک ایسا Computerised ٹائپ رائٹر ہے، جو نہایت ہی اعلیٰ پیمانے پر کتابت کر سکتا ہے۔ آپ تھوڑی سی زائد رقم دیں تو ہر زبان اس پر اس طرح ٹائپ ہو سکتی ہے، جس طرح پریس کے لئے Compose کیا جاتا ہے۔ اور بڑے سے بڑے لفظوں میں بھی اور چھوٹے سے چھوٹے لفظوں میں بھی تمام Computerised ہے۔

تو سلسلہ کا کام زیادہ انتظار نہیں کر سکتا۔ گو مشین کی قیمت زیادہ ہے، یعنی صرف اردو نستعلیق کے لئے مکمل حالت میں اگر اس کو لیں تو ایک لاکھ پونڈ خرچ آئے گا۔ لیکن جو ضرورتیں ہیں، ان کے مقابل پر ایک لاکھ کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔ اسی طرح جب ہم باقی اہم ضروری زبانیں اس میں داخل کر لیں گے، جواب ہمیں لازماً لینی پڑیں گی تو ڈیڑھ لاکھ پونڈ تک صرف پریس کا خرچ ہے۔ اس کے علاوہ اس پر ماہانہ اخراجات بھی اٹھیں گے۔ کیونکہ یہ بہت ہی Complex یعنی باریک اور الجھی ہوئی مشین ہے، جسے ہر آدمی آسانی سے سمجھ نہیں سکتا۔

بہر حال سر دست میں ڈیڑھ لاکھ پونڈ کی تحریک کرتا ہوں۔ اور میں جس طرح خدا تعالیٰ مجھے ہمیشہ توفیق عطا فرماتا ہے اور شاید کوئی شکوہ بھی کرے کہ تمہیں ہر تحریک کا پہلے پتہ لگتا ہے، اس لئے تم پہل کر جاتے ہو، میں پہلا چندہ میں اپنی طرف سے لکھوا دیا کرتا ہوں۔ مگر ضروری نہیں کہ خدا کے ہاں میں پہلا ہی شمار ہوں۔ ہو سکتا ہے، کوئی اور زیادہ اخلاص میں بڑھ کر لکھوائے تو بعد میں بھی آئے اور آگے نکل جائے۔ اس لئے مجھے تو بہر حال اس وقت ایک فائدہ ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ میرے دل میں تحریک ڈالتا ہے تو بہر حال پہلا میں ہی ہوتا ہوں اس وقت۔ تو ایک ہزار پونڈ سے میں اس تحریک کا آغاز کرتا ہوں اور اس کے لئے کوئی شرح مقرر نہیں کرتا۔ مجھے علم ہے، اس وقت جماعت کی جو حالت ہے، وہ یہ ہے اگر میں پانچ آدمیوں کو کہوں کہ آپ دے دیں تو بلا تردد وہ شکریہ ادا کرتے ہوئے یہ رقم فوراً دے دیں گے۔ اگر میں ڈیڑھ سو آدمیوں کو کہوں کہ ایک، ایک ہزار پونڈ دے دو تو ڈیڑھ سو آدمی آسانی سے جماعت میں دے دے گا۔ لیکن اس میں کچھ فوائد بھی ہیں اور نقصانات بھی ہیں۔ ایک بڑا نقصان یہ ہے کہ اس طرح غرباء محروم رہ جاتے ہیں۔ بعض خصوصی تحریکات کو چھوڑ کر عمومی طور پر میں ایسی تحریک ہی پسند کرتا ہوں، جس میں تمام غرباء کو ضرور حصہ مل جائے۔

جہاں تک قرآن کریم کی اشاعت کا تعلق ہے، اس لحاظ سے بھی یہ تحریک کھلی ہے کہ یہ سلسلہ تو اب ختم ہونے والا ہے ہی نہیں۔ حضرت مصلح موعود نے پہلے سے جماعت میں یہ تحریک کر رکھی ہے کہ جو چاہے، اپنے سال کی پہلی آمد یا مہینے کی پہلی آمد یا اور خوشی کے موقع پر خدمت قرآن کے لئے دیتا رہے یا مساجد کی تعمیر کے لئے دیتا رہے۔ پس جہاں تک خدمت قرآن کا تعلق ہے تو ضروری تو نہیں، ہر شخص فرنچ خدمت قرآن میں شامل ہو۔ وہ بہر حال ایک کھلی تحریک ہے۔ اللہ تعالیٰ اور بھی تراجم کی توفیق عطا فرما رہا ہے، اس میں انشاء اللہ عام تحریکیں بھی چلیں گی۔

اس لئے آخر میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ میں اس تحریک کو آپ تک پہنچا کر ختم کرتا ہوں۔ کتنا دیں؟ کیسے دیں؟ اور کیا دیں؟ اس مفہوم کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بہتر کوئی نہیں کر سکتا۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"تم اے عزیزو! میرے پیارو! میرے درخت وجود کی سرسبز شاخو! جو خدا تعالیٰ کی رحمت سے جو تم پر ہے، میرے سلسلہ بیعت میں داخل ہو"۔

عجیب الفاظ سے یاد کیا ہے آپ کو اور مجھے اور ہم سب کو۔ عجیب شان ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا نے کیسا جاذب کا کلام عطا فرمایا ہے۔ کون ہے جو کہہ سکتا ہے کہ جھوٹے کی زبان کے یہ کلمات ہیں۔ سچ کے دل کے سرچشمے سے پھوٹنے والی صداقت ہے۔ فرماتے ہیں:۔

"تم اے عزیزو! میرے پیارو! میرے درخت کی سرسبز شاخو! جو خدا تعالیٰ کی رحمت سے جو تم پر ہے، میرے سلسلہ بیعت میں داخل ہو اور اپنی زندگی، اپنا آرام، اپنا مال اس راہ میں فدا کر رہے ہو۔ اگرچہ میں جانتا ہوں کہ میں جو کچھ کہوں، تم اسے قبول کرنا اپنی سعادت سمجھو گے۔ اور جہاں تک تمہاری طاقت ہے، دریغ نہیں کرو گے"۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عظیم مقام، جس کا اس زمانے میں اکثر لوگ تصور بھی نہیں کر سکتے۔ لیکن میں آپ کا ایک ادنیٰ غلام درغلام ہوں، میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نمائندگی میں دعوے سے یہ کہتا ہوں کہ جماعت میں آج بکثرت ایسے موجود ہیں، جن پر آج بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فقرہ صادق آتا ہے کہ:

"میں جانتا ہوں کہ میں جو کچھ کہوں، تم اسے قبول کرنا اپنی سعادت سمجھو گے۔ اور جہاں تک تمہاری طاقت ہے، دریغ نہیں کرو گے۔ لیکن میں اس خدمت کے لئے معین طور پر اپنی زبان سے تم پر کچھ فرض نہیں کر سکتا۔ تا کہ تمہاری خدمتیں نہ میرے کہنے کی مجبوری سے بلکہ اپنی خوشی سے ہوں"۔

(فتح اسلام، روحانی خزائن جلد 03 صفحہ 34)

لیکن یہ فریضہ تمام قوم میں مشترک ہے اور سب پر لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ کو اخلاص اور قربانی کی راہوں میں ہمیشہ آگے سے آگے بڑھاتا چلا جائے اور تصدیق کے نتیجہ میں خدا کی راہ میں رزق خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور اسی کے نتیجہ میں پھر فضلوں کی بارش برساتا رہے۔ ہم تصدیق کی کھٹی کھانے والے ہوں، تکذیب کی کھٹی کھانے والے نہ ہوں۔ آمین"۔

(خطبات طاہر جلد 04 صفحہ 605 تا 625)

# انگریزی زبان کے بارے میں اصولی ہدایت

## ارشاد فرمودہ 13 جولائی 1985ء

لجنہ اماء اللہ کی ایک تقریب میں حضرت خلیفة المسیح الرابع رحمہ اللہ نے انگریزی زبان کے بارے میں اصولی ہدایت دیتے ہوئے، ارشاد فرمایا کہ

''چونکہ ہم میں انگریز احباب بھی شامل ہیں، اس لئے جہاں ایک فرد بھی انگریز ہو یا اردو نہ سمجھتا ہو، وہاں ہمیں انگریزی میں ہی بات چیت کرنی چاہیے۔ ہماری جماعت میں بہت سے انگریز داخل ہوئے مگر انگریزی گفتگو میسر نہ آنے کی وجہ سے وہ پیچھے ہٹتے چلے گئے۔ گویا ایک دروازے سے داخل ہوئے اور دوسرے دروازے سے نکل گئے۔ ان انگریزوں کے احمدیت میں باقی نہ رہنے کی یہ انتہائی اہم اور بنیادی وجہ ہے۔ اس لئے ہمیں ایسی محفلوں اور بات چیت کے مواقع پر انگریزی میں ہی بات کرنی چاہیے''۔

(مطبوعہ ضمیمہ ماہنامہ انصار اللہ اگست 1985ء)

# آسمانی بشارت کے پورے ہونے کا وقت نزدیک ہے

## پیغام فرمودہ 16 جولائی 1985ء بر موقع جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ امریکہ

بسم اللہ الرحمان الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھو الناصر

برادران احمدیت!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مجھے یہ معلوم کر کے بہت مسرت ہوئی کہ جماعت ہائے احمدیہ امریکہ کی سالانہ کنونشن 2، 3، 4 اگست 1985ء کو میڈیسن میں منعقد ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس میں شامل ہونے والوں کو ہر نوع کی برکات سے نوازے اور یہ کنونشن اسلام کے عالمگیر روحانی انقلاب کے لئے سنگ میل ثابت ہو۔ آمین

میں اس مبارک موقع پر جبکہ ملک کے کونہ کونہ سے شمع احمدیت کے پروانے جمع ہیں، یہ پیغام دینا چاہتا ہوں کہ تاریخ عالم میں انقلابی نبی صرف ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جن کی قوت قدسیہ اور تاثیرات روحانیہ کی برکت سے، جس طرح پہلے زمانہ میں عظیم روحانی تغیر رونما ہوا، اسی طرح آخری زمانہ میں بھی مقدر ہے۔ اور حضرت مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ السلام کا مقصد بعثت بھی یہی ہے۔ چنانچہ آپ نے اپنے دعویٰ مسیحیت کی پہلی کتاب ”فتح اسلام“ (مطبوعہ 1891ء) میں بذریعہ الہام خبر دی کہ:۔

”......اسلام کے لئے پھر اس تازگی اور روشنی کا دن آئے گا، جو پہلے وقتوں میں آچکا ہے۔ اور وہ آفتاب اپنے پورے کمال کے ساتھ پھر چڑھے گا، جیسا کہ پہلے چڑھ چکا ہے“۔

(فتح اسلام، روحانی خزائن جلد 3، صفحہ 10)

”......وہ وقت دور نہیں بلکہ بہت قریب ہے کہ جب تم فرشتوں کی فوجیں آسمان سے اترتی اور ایشیا اور یورپ اور امریکہ کے دلوں پر نازل ہوتی دیکھو گے“۔

(فتح اسلام، روحانی خزائن جلد 3، صفحہ 13، بقیہ حاشیہ)

ازاں بعد 1904ء میں فرمایا:۔

”..... میں دیکھتا ہوں کہ جب سے خدا نے مجھے دنیا میں مامور کر کے بھیجا ہے، اسی وقت سے دنیا میں ایک انقلاب عظیم ہو رہا ہے۔ یورپ اور امریکہ میں جو لوگ حضرت عیسیٰؑ کی خدائی کے دلدادہ تھے، اب ان کے محقق خود بخود اس عقیدہ سے علیحدہ ہوتے جاتے ہیں۔ اور وہ قوم، جو باپ دادوں سے بتوں اور دیوتوں پر فریفتہ تھی، بہتوں کو ان میں سے یہ بات سمجھ آ گئی ہے کہ بت کچھ چیز نہیں ہیں۔ اور گو وہ لوگ ابھی روحانیت سے بے خبر ہیں اور صرف چند الفاظ کو رسمی طور پر لئے بیٹھے ہیں۔ لیکن کچھ شک نہیں کہ ہزار ہا بیہودہ رسوم اور بدعات اور شرک کی رسیاں انہوں نے اپنے گلے پر سے اتار دی ہیں۔ اور توحید کی ڈیوڑھی کے قریب کھڑے ہو گئے ہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ کچھ تھوڑے زمانہ کے بعد عنایت الٰہی ان میں سے بہتوں کو اپنے ایک خاص ہاتھ سے دھکا دے کر سچی اور کامل توحید کے اس دارالامان میں داخل کر دے گی، جس کے ساتھ کامل محبت اور کامل خوف اور کامل معرفت عطا کی جاتی ہے۔ یہ امید میری محض خیالی نہیں ہے بلکہ خدا کی پاک وحی سے یہ بشارت مجھے ملی ہے“۔

(لیکچر لاہور صفحہ 35، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 181)

میں دیکھ رہا ہوں کہ خدا کے فضل سے اس آسمانی بشارت کے پورے ہونے کا وقت نزدیک ہے۔ مگر امریکہ کے ہر احمدی مرد اور احمدی خاتون کو یاد رکھنا چاہیے کہ اس انقلاب نو کو قریب تر لانے کے لئے ضروری ہے کہ وہ پر جوش داعی الی اللہ کی حیثیت سے احمدیت کی تبلیغ میں پہلے سے بڑھ کر سرگرم عمل ہو جائیں۔ اور دیوانہ وار امریکہ کے اصل باشندوں تک بھی پیغام حق پہنچائیں اور بیرونی ممالک سے آ کر آباد ہونے والوں تک بھی۔ خصوصاً پاکستانیوں تک۔ کیونکہ پاکستان لاکھوں احمدیوں کا محبوب وطن ہے۔ اس میں احمدیت کا مرکز ہے اور اس مملکت کے قیام واستحکام کے لئے انہوں نے بے شمار قربانیاں دی ہیں۔ اور اپنے خون سے اس کی آبیاری کی ہے۔

مجھے امید ہے کہ ایک نئے جذبہ اور ولولہ کے ساتھ تمام ممبران جماعت احمدیہ امریکہ مرد کیا اور عورتیں کیا، بڑے کیا اور چھوٹے کیا، دعاؤں کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے ہوئے، تبلیغ اسلام میں مصروف ہو جائیں گے۔ یہ تبلیغ با مقصد ہونی چاہیے۔ اور جب تک آپ کی تبلیغ کے نتیجہ میں آپ کو روحانی اولاد عطا نہ ہونی شروع ہو جائے، آپ کو اطمینان سے نہیں بیٹھنا چاہیے۔

بالآخر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ میں دعا کرتا ہوں کہ:۔

''اے میرے قادر خدا...... ہمیں وہ وقت دکھا کہ باطل معبودوں کی پرستش دنیا سے اٹھ جائے اور زمین پر تیری پرستش اخلاص سے کی جائے اور زمین تیرے راست باز اور مؤحد بندوں سے بھر جائے، جیسا کہ سمندر پانی سے بھرا ہوا ہے۔ اور تیرے رسول کریم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور سچائی دلوں میں بیٹھ جائے۔ آمین''۔

اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو اور آپ کی طرف سے مجھے خوشیاں دکھائے۔

خداحافظ

والسلام

خاکسار

(دستخط) مرزا طاہر احمد

خلیفۃ المسیح الرابع

۱۶ وفا ہش ۱۳۶۴/16 جولائی 1985ء

(مطبوعہ ہفت روزہ النصر 02 اگست 1985ء و ضمیمہ ماہنامہ انصاراللہ اگست 1985ء)

# ہر احمدی تبلیغ کے ذریعہ دنیا میں انقلاب پیدا کرے

## خطبہ جمعہ فرمودہ 19 جولائی 1985ء

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیت کریمہ کی تلاوت کی:

يَاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۞

(المائدۃ:68)

یہ جو آیت میں نے تلاوت کی ہے، اس میں اللہ تعالیٰ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ تو ضرور تبلیغ کر، لازماً لوگوں تک پیغام پہنچا۔ وہ پیغام، جو تیری طرف نازل کیا جا رہا ہے۔ یعنی مــــن ربک تیرے رب کی طرف سے۔ اگر تو نے ایسا نہ کیا تو، تو نے اللہ تعالیٰ کے پیغام پہنچانے کا حق ادا نہیں کیا۔

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ

اور اللہ تعالیٰ تجھے لوگوں کے گزند سے محفوظ رکھے گا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا۔

اس آیت کریمہ میں کئی پہلو ہیں، جو خاص طور پر آج کل جماعت احمدیہ کے پیش نظر رہنے چاہئیں۔ پہلی بات تو یہ کہ گو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تنہا مخاطب معلوم ہوتے ہیں اور بڑی سختی معلوم ہوتی ہے اس کلام میں، یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مخاطب اور یہ فرمایا جا رہا ہے کہ اگر تو نے تبلیغ نہ کی تو، تو نے اپنی رسالت کا یا میری پیغام رسانی کا حق ہی ادا نہیں کیا۔ اب یہ عجیب بات ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، جو سب پیغام رسانوں سے زیادہ امانت دار تھے، جن کے متعلق خود قرآن گواہی دیتا ہے کہ وہ امانت، جس کو زمین اور آسمان اور پہاڑوں نے اٹھانے سے انکار کر دیا، یہ میرا بندہ مرد کامل آگے بڑھا اور اس امانت کو اٹھالیا۔ آپؐ کے متعلق کوئی بعید امکان بھی نہیں ہے کہ آپ پیغام رسانی سے باز رہیں۔ شدید دکھوں، شدید مصائب کے مقابل پر آپؐ اس وقت جبکہ تنہا تھے، اس وقت بڑی جرأت کے

ساتھ اللہ تعالیٰ کی اس امانت کا حق ادا فرماتے رہے، تو آپؐ کو مخاطب کر کے کیوں ایسا کہا گیا ہے؟ میں نے پہلے بھی ایک دفعہ بیان کیا تھا کہ یہاں دراصل امت محمدیہ کو متنبہ کرنا مقصود ہے۔ مخاطب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور تنبیہ امت کو کی جارہی ہے۔ یہ طرز کلام عام دنیا میں بھی اختیار کی جاتی ہے اور خود اقدس حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اختیار فرمائی۔ جب یہ کہا کہ میری بیٹی اگر چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔ کوئی دور کا بھی احتمال نہیں تھا، حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء کا چوری کرنے کا۔ جو خاتون جنت ہیں، جو تمام خواتین میں افضل، ان کے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ یہ چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔ تو یہ احتمالات ایسے نہیں ہیں، جو ہو سکتے ہیں۔ یہ ایک محاورہ کلام ہے۔ مراد یہ ہوتی ہے کہ جو میرے سب سے زیادہ قریبی ہے، جس سے بڑھ کر کوئی وجود نظر نہیں آسکتا تمہیں، وہ بھی اگر رعایت کا مستحق نہیں تو تم جو ادنیٰ ہو تم کیسے رعایت کے مستحق ہو گے؟

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرما کر تبلیغ کی فرضیت کو امت محمدیہ پر ظاہر کرنے کا اس سے زیادہ اور کوئی قوی اور سخت ذریعہ ممکن نہیں تھا۔ تنبیہ ساری امت کو کی جارہی ہے۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کو کی جارہی ہے۔ ایک طرف یہ آواز اٹھ رہی ہے اور دوسری طرف قرآن ہمیں فرعون کی آواز بھی سنا رہا ہے، جو یہ کہتی سنائی دیتی ہے وہ آواز

اِنِّیْٓ اَخَافُ اَنْ یُّبَدِّلَ دِیْنَکُمْ اَوْ اَنْ یُّظْهِرَ فِی الْاَرْضِ الْفَسَادَ

(المؤمن:27)

کہ یہ تبلیغ کا کیا قصہ شروع کر دیا ان لوگوں نے۔ مجھے تو ڈر یہ ہے کہ جس انہماک کے ساتھ، جس شدت کے ساتھ، جس قوت کے ساتھ یہ لوگ تبلیغ کا کام کر رہے ہیں یا تو تمہارا مذہب تبدیل کر دیں گے، ایسے آثار نظر آرہے تھے حضرت موسیٰ کی تبلیغ میں فرعون کو کہ اس کو پتہ لگ گیا تھا کہ اس شدت کے ساتھ، اس حکمت کے ساتھ، اس گہری تاثیر کے ساتھ جب قوم کو پیغام پہنچایا جائے گا تو وہ لازماً قبول کر لیں گے۔ تو اس نے کہا: یا تو یہ تمہارا مذہب تبدیل کر دیں گے اور یا پھر سارے ملک میں فساد پھیل جائے گا۔ مطلب یہ تھا کہ مذہب تو ہم تبدیل نہیں ہونے دیں گے، یہ دوسری بات ہوگی۔ تبلیغ کے نتیجہ میں فساد برپا ہوگا۔ یہ تو فرعون کی بات ہے۔ لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ تبلیغ کا فساد کے ساتھ کوئی تعلق ہے ضرور۔ کیونکہ جب زمین و آسمان ابھی پیدا بھی نہیں کیے گئے، جب کہ آدم کی تخلیق کا سوال زیر غور تھا، اس وقت قرآن کریم ہمیں بتاتا ہے:۔

وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَ یَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَ نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَ نُقَدِّسُ لَكَ ؕ قَالَ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۱﴾

(البقرة:31)

یہ اس وقت سے سوال اٹھا ہوا ہے، جب یہ انسان پیدا ہی نہیں ہوا تھا۔ جب خدا نے دنیا میں خلیفہ یعنی نبی بنانے کا فیصلہ کیا اور سلسلہ انبیاء جاری کرنے کا فیصلہ فرمایا تو ملائکہ تو متکبر نہیں تھے، ملائکہ میں تو کوئی فرعونیت نہیں تھی۔ لیکن اپنی لاعلمی میں ظاہری صورت میں وہ بھی اس اشتباہ میں مبتلا ہو گئے، انہوں نے سمجھا کہ اگر وہ جا کر نیا World Order پیدا کرے گا، انقلابی باتیں کرے گا، دلائل کے ساتھ پرانے رسم و رواج کو توڑ کر ایک نیا زمین و آسمان پیدا کرے گا تو ایسی صورت میں لوگ لازماً مخالفت کریں گے۔ اور فساد پھیل جائے گا۔ لیکن اپنی غلطی سے اور لاعلمی میں انہوں نے بھی فساد کی ذمہ داری گویا آدم پر ڈال دی اور خلیفۃ اللہ پر ڈال دی۔ اس کے جواب میں خدا تعالیٰ نے صرف اتنا فرمایا:۔

اِنِّیْۤ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ

میں زیادہ جانتا ہوں، تمہیں کیا پتہ؟

اب بظاہر اس بات میں بڑی تحدی تو ہے مگر دلیل کوئی نہیں۔ کوئی آپ سے گفتگو کر رہا ہے دلیل کے ساتھ، آپ کہیں مجھے زیادہ پتہ ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ اس میں کچھ ناراضگی کا اظہار ہے۔ اس طرز کلام میں۔ اور کچھ یہ بتانا مقصود ہے کہ تم ذمہ داری غلط ڈال رہے ہو۔ اگر غور کرو تو خود اس نتیجے تک پہنچ سکتے ہو، کسی ایسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے، جس کا تمہیں علم ہو نہ سکتا ہو، جس تک تمہاری رسائی نہ ہو، تھوڑا سا تدبر کرو، اپنے مقام کو دیکھو، مزید غور کرو تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ فساد تو ہو گا لیکن ذمہ داری میرے خلیفہ پر نہیں ہو گی، ذمہ داری دوسروں پر ہو گی۔

اب ذمہ داری کے لحاظ سے کئی قسم کے احتمالات سامنے آتے ہیں۔ تبلیغ اگر غلط طریقے سے کی جائے تو اس کے نتیجہ میں فساد ہو سکتا ہے۔ دل آزاری کی باتیں کی جائیں اور ناواجب ایسے دباؤ اختیار کئے جائیں کہ جس کے نتیجہ میں لوگ مجبور ہو جائیں مذہب تبدیل کرنے پر مثلاً پیسے دے کر، عورتوں کا لالچ دے کر، جس طرح بعض قومیں کرتی ہیں، نوکریوں کا لالچ دے کر اور دنیاوی اثرات استعمال کر کے اگر تبلیغ کی جائے تو لازماً اس کے نتیجہ میں یقیناً فساد بھی ہو گا اور فساد کی ذمہ داری تبلیغ کرنے والوں پر ہو گی۔ اس

لئے یہ معاملہ الجھ جاتا ہے۔ کیسے معلوم ہو کہ تبلیغ فی ذاتہ ایک ایسی چیز ہے، جس کے نتیجے میں لازماً اشتعال پیدا ہوگا، خواہ سو فیصدی تم معصوم ہو، یہ سوال اٹھتا ہے۔ جو چاہے، طریق اختیار کر لو احتیاط کا۔ جس طرح چاہو، حکمت سے کام لو۔ جتنی چاہو، قربانیاں پیش کرو۔ جس قدر بھی تم میں توفیق ہے، تم صبر سے کام لو اور ایثار سے کام لو۔ لیکن تبلیغ فی ذاتہ اپنے اندر ایک ایسی بات رکھتی ہے کہ لازماً اس کے نتیجے میں فساد ہوگا اور تمہاری مخالفت ہوگی۔ یہ کیسے معلوم ہوا؟ اس کا سب سے قطعی ثبوت اس آیت میں ہے، جو میں نے آپ کے سامنے ابھی تلاوت کی ہے۔ فرماتا ہے:۔

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر حکمت کے ساتھ تو تبلیغ کوئی کرنے والا کوئی پیدا نہیں ہو سکتا تھا۔ جتنے انبیاء آئے، انہوں نے بھی حکمت سے کی۔ جتنے گزشتہ انبیاء تھے، انہوں نے بھی صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ نرمی اور ملائمت سے بات کی۔ اور جہاں تک ان سے ہو سکا، وہ دل آزاری کے مقامات سے بچے۔ لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر تبلیغ کو حکمت اور عاجزی اور انکساری اور ایثار کے ساتھ اور صبر کے ساتھ اور پیار کے ساتھ اور رحمت اور شفقت کے ساتھ کرنے کا گر تو اور کسی کو نہیں آتا تھا۔ پس یہ جو فرمایا مخاطب کر کے کہ اللہ تجھے لوگوں سے بچائے گا، اس میں یہ تنبیہ تھی کہ باوجود اس کے کہ تجھ پر کوئی حرف نہیں رکھ سکتا، تجھ پر کوئی انگلی نہیں اٹھ سکتی کہ تو نے اس رنگ میں تبلیغ کر دی کہ دنیا میں فساد پھیل گیا لیکن اس کے باوجود پھیلے گا، اس کے باوجود لوگ تمہاری مخالفت کریں گے، اس کے باوجود تمہیں دکھ دیئے جائیں گے۔ چنانچہ آغاز رسالت سے ہی اس کے آثار ظاہر ہو گئے تھے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی وحی نازل ہوئی اور حضرت خدیجہؓ نے آپ کی تسلی کی خاطر اپنے چچا زاد، عم زاد کو بلایا انہوں نے سمجھایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آ کے کہ یہ جو بات ہے، اس میں کوئی وہم کی بات نہیں، یہ رسالت کا مضمون ہے، آپ کو اللہ تعالیٰ رسول بنا رہا ہے۔ اور یہ کہنے کے بعد جب اس نے یہ کہا کہ افسوس اس وقت پر میں وہاں نہیں ہوں گا۔ کاش میں ہوتا تو میں تیری مدد کرتا، جب قوم تجھے اپنے وطن سے نکال دے گی۔ حیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر ظاہر ہوئی۔ تعجب سے، بڑی معصومیت سے پوچھا: مجھے نکال دے گی؟ یعنی میں اتنا ان لوگوں کے لیے مسلسل مجسم خیر مجھ سے ہمیشہ ان کو بھلائی پہنچی ہے اور اس سے قبل حضرت خدیجہؓ ان باتوں کو دہرا بھی چکی تھیں کہ جن کو چٹی پڑ جائے اور کوئی ادا نہ کر سکے، ان کی چٹی کو وہ آپؐ بوجھ اٹھا لیتے ہیں، یتیموں اور بیوؤں کی خبر گیری کرنے والے، وہ نوادر اخلاق، جو دنیا سے معدوم ہو چکے

ہیں، ان کو آپؐ نے دوبارہ دنیا میں قائم کر دیا ہے۔ ایسے حسین اخلاق کا مالک انسان اس کو یہ کہا جائے کہ قوم تجھے نکال دے گی تو تعجب تو اسے ہوگا۔ پس آغاز رسالت سے یہی مقدر تھا اور اس آیت میں حضور اکرمؐ کو مخاطب کرنے کے نتیجہ میں یہ مسئلہ ہمیں سمجھ آیا۔ ورنہ اگر ساری امت کو مخاطب کیا جاتا تو ہرگز نہیں کہہ سکتے تھے کہ تبلیغ کے نتیجہ میں فساد لازماً پیدا ہوتا ہے۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ مطلب صرف اتنا ہے کہ لوگ غلطیاں کریں گے، غلط طریق پر تبلیغیں کریں گے، دل آزاریاں کریں گے، اس لیے فساد پھیلے گا۔ تو واحد کے صیغہ میں مخاطب کرنے میں ایک اور بڑا عظیم الشان مضمون ہاتھ آ گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ کے باوجود، باوجود اس کے کہ آپؐ سے زیادہ پیار اور محبت اور شفقت اور رحمت اور حکمت کے ساتھ اور کوئی تبلیغ نہیں کر سکتا، پھر بھی دنیا آپؐ کی مخالف ہو جائے گی اور آپ کی ایذارسانی کی کوشش کرے گی۔ ساتھ ہی یہ بھی پتہ چلا کہ ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو ہر قسم کی غلطی سے پاک تھے، اس لیے لازماً فریق ثانی پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ فساد تو ہوگا لیکن فساد کے ذمہ دار وہ ہیں، جو دکھ پہنچانے کے لیے مظالم کی راہ سے اور تعدی کی راہ سے اور جبر کی راہ سے خدا کے پیغام کو روکنے کی کوشش کرنے والے ہوں گے۔

اس لئے جہاں تک تبلیغ کا تعلق ہے، ہر احمدی کو یہ دو نکات خوب ذہن نشین کر لینے چاہئیں۔

اول: یہ کہ تبلیغ کوئی طوعی چندہ نہیں ہے، کوئی نفل نہیں ہے کہ نہ بھی ادا کریں گے تو آپ کی روحانی شخصیت مکمل ہو جائے گی۔ فریضہ ہے اور ایسی شدت کے ساتھ خدا تعالیٰ کا حکم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ تو نے رسالت کو ہی ضائع کر دیا اگر تبلیغ نہ کی تو۔ آپ کی امت بھی جوابدہ ہے۔ ہم میں سے ہر ایک جوابدہ ہے۔ پیغام رسانی لازماً ایک ایسا فریضہ ہے، جس سے کسی وقت انسان غافل ہو نہیں سکتا۔ اجازت نہیں ہے کہ غافل رہے۔

اور دوسری بات: یہ کہ آپ جو چاہیں کریں، جتنی چاہیں حکمت سے کام لیں اور حکمت سے کام لینا پڑے گا، نرمی کریں اور دکھ دہی سے بچیں اور پیار اور محبت کو شیوہ بنائیں اور ایثار سے کام لیں لیکن یہ نہ سوچ بیٹھیں کہ اس کی وجہ سے آپ کی مخالفت نہیں ہوگی۔ یہ تو خدا تعالیٰ نے پہلے سے متنبہ فرما دیا ہے۔ ابھی آپ پیدا ہی نہیں ہوئے تھے، ابھی انسان پیدا نہیں ہوا تھا، ابھی کائنات وجود میں نہیں آئی تھی، اس وقت ایک مکالمے کی شکل میں اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے بنی نوع انسان کو متنبہ فرما دیا کہ جب بھی خدا کی طرف سے رسول آئیں گے تو فساد ضرور برپا ہوں گے۔ لیکن فساد کی ذمہ داری کلیۃً فریق مخالف پر ہوگی، ہمارے رسولوں پر نہیں ہوگی۔

چنانچہ جب اس صورت حال پر نظر ڈالتے ہیں تو اور بھی بہت سی باتیں ہمارے ہاتھ آتی ہیں فائدے کی اور بہت سے حکمت کے راز ہمیں معلوم ہوتے ہیں۔اور ایک بڑا ایک دلچسپ مضمون ہے، جس میں آپ غوطے لگائیں تو کئی قسم کے نہایت ہی قیمتی موتی آپ کے ہاتھ آئیں گے۔

جب ذمہ داری فساد کی نہیں ہے تو مبلغ کو یہ بتادیا کہ اس طرح تبلیغ کرنی ہے کہ دشمن تم پر نظر رکھے گا، دشمن تلاش کرے گا کہ تم سے ادنیٰ سی بھی ایسی غلطی ہو کہ جس کے نتیجہ میں تم پر ذمہ داری پھینک سکے۔اور بار بار متنبہ کر دیا کہ دشمن تلاش میں ہے، بہانہ جوئی کر رہا ہے، اس لئے خبردار۔چنانچہ فرعون کا ذکر فرمایا یا دیگر مخالفین انبیاء کا ذکر فرمایا، وہ یہ عذر تراشتے ہیں، تمہاری مخالفت کے۔تو دراصل آپ کو متنبہ کیا جارہا ہے پہلے سے ہی۔انگریزی میں کہتے ہیں: Fore Warned is Fore Armed جس کو پہلے سے متنبہ کر دیا جائے گویا کہ اس کے ہاتھ میں دفاعی ہتھیار پکڑا دیا گیا۔تو آپ کے ہاتھ میں خدا تعالیٰ نے کئی دفاعی ہتھیار پکڑا دیئے ہیں۔وہ سارے عذر جو غیر تلاش کرتے ہیں، معصوموں کو دکھ دینے کے، وہ بتا دیئے۔اور فرمایا: یہاں بھی احتیاط کرنا، یہاں بھی احتیاط کرنا اور یہاں بھی احتیاط کرنا۔یاد رکھنا کہ تم سید المعصومین کے غلام ہو، اس لیے تمہارے اندر بھی لوگ عصمت کا رنگ دیکھیں گے۔اور کسی قسم کی بیوقوفی سرزد نہ ہو، کسی قسم کی حماقت نہ سرزد ہو، کوئی غلطی نہ کر بیٹھنا کہ واقعۃً دشمن کے ہاتھ میں کوئی بہانہ آجائے کہ اس وجہ سے ہم ان کو مارتے ہیں، اس وجہ سے ان کی مخالفت کرتے ہیں۔یہ ان کی غلطی ہے۔

تو دیکھئے تھوڑے سے کلام میں یہ فصاحت و بلاغت کا قرآن کریم کا کمال ہے کہ کتنی باتیں ہمیں بتادیں۔اور یہ بتادیا کہ دشمن تاک میں رہے گا، وہ پہلے سے ہی ارادے کیے بیٹھا ہے کہ فساد وہ کرے گا اور ذمہ داری تم پر ڈالے گا۔جس طرح بتیس دانتوں میں زبان ہوتی ہے، وہ تمہارا حال ہوگا۔فرق صرف یہ ہوگا کہ زبان تمہاری اور دانت دشمن کے، جو ہر لحہ اس انتظار میں رہیں گے کہ ذرا غلطی ہو، زبان سے حرکت الٹ ہو جائے، بے احتیاطی اختیار کرے زبان تو جہاں تک ممکن ہے، وہ دانت اس کو کاٹ کے پھینک دیں۔یہ صورت حال ہے، جس میں ہمیں تبلیغ کرنی ہے۔اور اس کے باوجود یہ یقین بھی رکھنا ہے کہ تبلیغ کے نتیجہ میں دکھ دیئے جائیں گے۔یہ ہے توازن، جس کو اپنے ذہنوں میں آپ قائم کریں گے تو صحیح مبلغ بنیں گے ورنہ غلطیاں کریں گے، ٹھوکریں کھائیں گے۔

اب جو تبلیغ کا چرچا عام ہے احمدیوں کی طرف سے، اللہ کے فضل سے بڑی تیزی سے پھل بھی لگ رہے ہیں، نئی نئی قومیں داخل ہو رہی ہیں اور خدا تعالیٰ ایسی جگہ بھی تبلیغ کے انتظام فرما رہا ہے، جہاں ہماری پہنچ

بھی نہیں تھی۔ جہاں ہماری تبلیغ کی کوشش کا ایک ذرّہ بھی دخل نہیں تھا۔ اور یہ خدا تعالیٰ اس لئے نشان ظاہر فرما رہا ہے کہ وہ ہمیں مطلع کرے کہ میں محبت اور رحمت کی نظر سے تمہاری کوششوں کو دیکھ رہا ہوں۔ اور یہ بھی بتانا چاہتا ہے کہ تبلیغ تو بطور فریضہ کے تم کر رہے ہو۔ کیونکہ ہم چاہتے ہیں کہ تمہاری قربانی کا حصہ اس میں شامل ہو۔ لیکن میں نتیجہ نکالنے میں تمہاری تبلیغ کا محتاج نہیں ہوں، تمہاری تبلیغ کا منتظر ضرور ہوں۔ کیونکہ یہ قانون قدرت ہے کہ جب تک قومیں اپنا حصہ نہ ڈالیں، اللہ تعالیٰ اپنے فضل کا حصہ نہیں ڈال کرتا۔ ایسے ایسے جزائر سے، ایسے ایسے نئے ملکوں سے اطلاعیں آرہی ہیں بیعتوں کی کہ آدمی حیران رہ جاتا ہے۔

ساؤتھ افریقہ کے دو ممالک سے کل ہی مثلاً ایک بیعت پہنچی ہے، جو ایسا باشندہ ہے، جو دو ممالک کے درمیان ایسا معلق ہے کہ اس طرف بھی قدم رکھ سکتا ہے اور اس طرف بھی قدم رکھ سکتا ہے۔ دونوں طرف رشتہ داریاں یا قبیلے ہیں۔ اور وہ بڑی سوچ اور سمجھ کے بعد خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ پہلے عیسائیت سے مسلمان ہوا اور پھر اس نے احمدی ہونے کا فیصلہ کیا۔ اور مسلمان بھی احمدیہ لٹریچر کے ذریعہ ہوا۔ چنانچہ اس کا ایک بہت ہی عمدہ خط کل مجھے ملا۔ اس نے لکھا ہے کہ میں جو احمدی ہو رہا ہوں، اتنے سال کی مسلسل جہد وجہد اور تلاش کے بعد میں ہوا ہوں۔ اور یہ لٹریچر میرے زیر مطالعہ ہے۔ اور یہ یہ دلائل میں زیر نظر لایا ہوں۔ ان پر غور کیا ہے اور بڑی سوچ اور سمجھ کے بعد، بڑے تحمل کے ساتھ یہ فیصلہ کر رہا ہوں۔ لیکن ساتھ یہ بھی فیصلہ کر رہا ہوں کہ اب میں احمدیت کے لیے وقف ہو گیا ہوں۔ اور ان دونوں ممالک میں، میں تبلیغ کروں گا، انشاء اللہ۔ اور اس معاملہ میں آپ میری رہنمائی کریں۔ اور کسی احمدی سے اس کا رابطہ قائم نہیں ہوا۔ لٹریچر کسی ذریعے سے پہنچ گیا، جس طرح ہم بعض دفعہ ڈاک کے ذریعہ تقسیم کرتے رہتے ہیں۔ اور خدا کے فضل سے وہ دل بدلا اور ان دو ممالک میں احمدیت کے قیام کا خدا تعالیٰ نے ایک ذریعہ مہیا کر دیا۔

اسی طرح بعض جزائر سے مختلف ایسی اطلاعات آرہی ہیں، جن سے پتہ چلتا ہے کہ جب آپ تھوڑی سی کوشش کرتے ہیں تو آسمان اس سے زیادہ کوشش شروع کر دیتا ہے اور آپ کی کوشش کو خدا رائیگاں نہیں جانے دے گا۔ اس لیے اس کی طرف مزید توجہ کریں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ بہت سے احمدی ایسے ہیں، تقریباً ہر روز کی ڈاک میں ایسے خطوط ملتے ہیں، جنہوں نے پہلے کبھی تبلیغ نہیں کی تھی، اب کی ہے تو وہ حیران رہ گئے ہیں کہ ہم کیوں غافل بیٹھے ہوئے تھے۔ اور بعض جن کو پھل ملے ہیں، ان کی تو کایا ہی پلٹ گئی۔ ایسا ان کو چسکا پڑ گیا ہے کہ گویا بعد میں جو جنت ملنی تھی، وہ اس دنیا میں مل گئی۔ اور جن کو نہیں پھل لگ رہے، وہ بے چین اور بے قرار ہیں کہ ہمیں بھی خدا وہ وقت نصیب فرمائے کہ ہماری تبلیغ سے احمدی ہوں۔

جہاں یہ سب کچھ ہو رہا ہے، وہاں بعض واقعات ایسے بھی ملتے ہیں کہ ایک پرامن جگہ ہے، جہاں کوئی مخالفت نہیں، امریکہ میں مثلاً بعض علاقوں میں، اور وہاں مبلغ نے کثرت کے ساتھ لٹریچر تقسیم کرنا شروع کر دیا اور پتے ڈھونڈے اور ان پتہ جات پر لٹریچر بذریعہ ڈاک بھجوایا۔ اور اس سے پہلے اس کو متنبہ کر دیا گیا کہ دیکھو، ایسی حرکت نہ کرو، یہ امن برباد ہو جائے گا، شدید مخالفت ہوگی۔ اور پھر جب مخالفت ہوئی، جیسا کہ ہونی تھی تو پھر مبلغ کو مطعون کیا گیا کہ دیکھا، ہم کہتے نہیں تھے کہ مخالفت ہوگی۔ کہتے تو تھے لیکن اسی طرح کہتے تھے، جس طرح فرشتے نبوت کے بعد خدا کو کہتے کہ کیوں خدا ہم کہتے نہیں تھے کہ فساد ہوگا؟ تم کیا کہتے ہو؟ یہ کیا کہتے تھے کہ تمہاری پیشگوئی کیا حقیقت رکھتی ہے، جو چند دن کی پیشگوئی ہے۔ قرآن کریم تو وہ پیشگوئی بیان فرما رہا ہے، جو تخلیق کائنات سے پہلے کی ایک پیشگوئی ہے۔ اس وقت بھی تو فرشتوں نے یہی کہا تھا کہ اے خدا! اگر رسول بھیجے گا یعنی پیغمبر تبلیغ کرنے والا تو فساد برپا ہوگا۔ پس کیا ان کا حق نہیں تھا کہ وہ خدا کو کہتے کہ کیوں ہم نہیں کہتے تھے؟ یہ ”ہم نہ کہتے تھے“ کی جو کھیل ہے، یہ مذہب کے معاملات میں نہیں چل سکتی۔ یہ تو وہاں چلتی ہے، جہاں نادانی کی باتیں ہوں، جہاں غفلت کی حالت میں غلط اندازے لگا کر کوئی فعل کیا جائے۔ اور ایک متنبہ کرنے والا پہلے متنبہ کر چکا ہو لیکن اگر خطرات کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کوئی قدم اٹھایا ہو، علم ہو کہ کیا نتیجہ نکلے گا تو پھر دوسرے کا یہ حق نہیں رہا کرتا کہ ہم نہیں کہتے تھے۔ پس تبلیغ کا معاملہ اس دنیا سے تعلق رکھتا ہے، جہاں سب کچھ پہلے سے علم ہے۔ اور علم ہونا چاہئے کہ یہ ہوگا۔ پھر آپ اس میدان میں قدم رکھتے ہیں۔ پھر دوسرے یہ حق نہیں رکھتا کہ وہ کہے، کیوں جی ہم نہیں کہتے تھے کہ یہ ہوگا۔ اب کہتے ہیں، تم کیا کہتے تھے؟ ہم بھی یہی کہتے تھے، ہمارے باپ دادا بھی یہی کہتے آئے ہیں، آدم بھی یہی کہتے تھے اور آدم کی پیدائش سے پہلے فرشتے بھی یہی کہا کرتے تھے۔ تم ہمیں کیا نئی بات بتاتے ہو؟ یہ دراصل لاعلمی کی بات ہے۔ حقیقت میں فساد کی ذمہ داری کا انتقال دو طرح سے قرآن کریم میں ملتا ہے۔ ایک تو تکبر اور فرعونیت کے نتیجہ میں ماریں گے ہم، ذمہ دار تم ہو، یہ ہے وہ اعلان اور یہ اعلان کرنے والے تو خدا کی نظر میں شدید مجرم ٹھہرتے ہیں لیکن کچھ معصوم لوگ بھی ہیں، چنانچہ فرشتہ صورت ان کو دکھایا گیا ہے۔ پس یہ جو احمدی ہیں بچارے، یہ فرشتوں کی ذیل میں آتے ہیں کہ معصومیت اور لاعلمی کی بناء پر یہ بات کر رہے ہیں۔ میں ان کو قصوروار نہیں سمجھتا۔ لیکن کہتے غلط ہیں بہر حال۔ اور اگر وہ یہ کہتے ہیں کہ کیوں جی ہم نے متنبہ کر دیا تھا تو ان کی تو پھر مثال ویسی ہی ہے، جیسے پنجابی کی کہاوت میں کہتے ہیں کہ ایک طوطا باوجود اس تنبیہ کے کہ اس نگری میں نہ جانا، وہاں پکڑے جاؤ

گے۔ وہ کسی نگری میں چلا گیا اور پکڑا گیا۔ اور تنبیہ چونکہ طوطی کی طرف سے آئی تھی، اس لیے طوطی پھر اڑ کر وہاں پہنچی اور جب وہ پنجرہ میں قید تھا تو پنجابی کی کہاوت ہے کہ وہ دیوار کے کنارے بیٹھ کر یہ گیت گانے لگی کہ ”طوطیا مَنموتیا میں آکھ رہی میں ویکھ رہی کہ ایس نگری نہ جا۔ ایس نگری دے لوگ برے تے لیندے پھائیاں پا“۔ اے طوطے! میں تجھے کہہ ہٹی، تجھے بار بار تنبیہ کی کہ ایس نگری نہ جا، اس بستی میں نہ جانا، اس نگری کے لوگ برے ہیں، یہ پھائیاں ڈال لیا کرتے ہیں، یہ پھندے ڈال لیا کرتے ہیں اور پھنسا لیا کرتے ہیں۔ اور اسی طرح ایک شاعر کہتا ہے کہ

زنہار نہ ہونا طرف ان بے ادبوں کے

طوطے کا پھنسنا تو بیوقوفی کے نتیجہ میں تھا لیکن خدا کے انبیاء جب ان پھندوں میں پھنستے ہیں تو بیوقوفی کے نتیجہ میں نہیں بلکہ اس علم کے باوجود کہ ہم جہاں جائیں گے، وہاں ضرور ہم سے یہ سلوک کیا جائے گا، دیکھتے ہوئے، موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے، وہ قدم آگے بڑھاتے ہیں۔ اس لیے ان کو کوئی بیوقوف نہیں کہہ سکتا۔ اگر کوئی احمدی یہ کہتا ہے اور مربی کو چھیڑتا ہے کہ دیکھا ہم نہیں کہتے تھے کہ فساد ہوگا تو اس کو پھر مذہب کی حقیقت کا علم ہی کوئی نہیں۔ وہ تو پھر گڑیوں کی کہانیوں میں بسنے والا شخص ہے۔ قصص انبیاء سے اس کو کوئی واقفیت نہیں۔ مگر جب ہم مذہب کی دنیا میں سنجیدگی سے ان باتوں پر غور کرتے ہیں تو ہم قصص انبیاء کی باتیں کر رہے ہیں۔ یہ طوطا مینا کے قصے نہیں سنا رہے۔ اور قصص انبیاء کا مضمون تو یہی ہے کہ تبلیغ کے ساتھ لازماً ایک فساد لگا ہوا ہے۔ اور لازماً اس فساد کی ذمہ داری دشمن پر عائد ہوتی ہے، تم پر عائد نہیں ہوتی۔ اگر تم تبلیغ کو اس طرح کرو گے، جس طرح کہ تبلیغ کرنے کا حق ہے، جس طرح کہ گذشتہ زمانوں میں انبیاء کرتے چلے آئے اور جس طرح سب انبیاء سے بڑھ کر حکمت اور پیار اور بالغ نظری کے ساتھ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ کی۔

پس تبلیغ ہمیں کرنی ہے، ہم تو مجبور ہیں۔ اور ساتھ ہی ایک اور عظیم الشان بات اس آیت میں بیان فرمائی گئی۔ وہ یہ ہے کہ ان دو شرطوں کو پورا کرنے والے تم بنو۔ تبلیغ کرو اور ضرور کرو۔ تبلیغ اس طرح کرو، جس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ کرتے ہیں:۔

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ

اللہ تعالیٰ تو ہر شخص جو یہ دو شرطیں پوری کرتا ہے یا ہر قوم جو یہ دو شرطیں پوری کرتی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں ذمہ دار ہوں، اس بات کا، میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ تمہارا دنیا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکے

گی۔ یعنی مخالفت تو ہوگی لیکن ہم دنیا کو یہ توفیق نہیں دیں گے کہ تمہارا نقصان کر سکے، تمہیں کم کر کے دکھا دے، تمہیں چھوٹا بنا کے دکھا دے۔

پس جب ہم ان باتوں پر غور کرتے ہیں تو ایک احمدی کے لئے یہ تینوں امور پیش نظر رہنے چاہئیں۔ نہ صرف یہ کہ وہ احتیاط اور حکمت کے ساتھ، پیار اور محبت کے ساتھ تبلیغ کرے۔ محبتوں کو ابھارتا ہوا تبلیغ کرے، نفرتوں کو انگیخت کرتا ہوا تبلیغ نہ کرے۔ اور تبلیغ اس طرح کرے، جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ فرمایا کرتے تھے۔ دشمن کے لیے بھی دل ہلاک ہو رہا ہوتا تھا غم سے کہ نادان مخالفت کر رہا ہے لاعلمی کے نتیجہ میں۔ دشمن کی مخالفت کے نتیجہ میں آنکھوں سے شعلے نہیں برسا کرتے تھے بلکہ محبت کے پانی بہتے تھے۔ دعاؤں کے وقت آنسو برسا کرتے تھے ان کے لئے۔ یہ ہے تبلیغ کا رنگ، اگر اس رنگ کو اختیار کریں گے تو خدا کا یہ وعدہ لازماً آپ کے حق میں پورا ہوگا:۔

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ

اللہ حفاظت کرنے والا ہے، اسی پر توکل کریں، وہ ضرور آپ کو بچالے گا۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ

یہ آخری ٹکڑا ہے، اس آیت کا۔ اب یہ بھی بڑا تعجب انگیز ہے کہ ایک طرف تو اللہ تعالیٰ اتنا زور دے رہا ہے کہ ضرور کرنی ہے تبلیغ اور اس طرح کرنی ہے، جس طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے ہیں، مخالفت کے باوجود کرنی ہے، اللہ پر توکل کرتے ہوئے کرنی ہے۔ اور ساتھ اعلان کر دیا:۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ

کہ اللہ کافروں کو ہدایت دیتا ہی نہیں۔ کبھی ہدایت نہیں دیتا۔ اگر ہدایت دیتا ہی نہیں تو اس مصیبت میں کیوں ڈال دیا۔ پھر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو، آپ کے سب غلاموں کو قیامت تک کے لیے حکم دے دیا کہ تبلیغ کرتے چلے جاؤ۔ اور اعلان یہ کر دیا:۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ

اللہ تعالیٰ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا۔

یہاں لایھدی القوم الکافرین میں دو باتیں خاص طور پر پیش نظر ہے۔ ”کسی کافر کو ہدایت نہیں دیتا“ یہ تو اس کا ترجمہ ہے ہی غلط۔ قوم الکافرین ہے اور ایک صفت کے ساتھ باندھا گیا ہے ان کو۔ دراصل ہر انبیاء کے مخاطب لوگوں کا یہ حال ہوا کرتا ہے کہ بعض پیشہ ور مکفرین بن جایا کرتے ہیں اور قوم کا یہ

محاورہ عرب میں اسی لئے استعمال ہوتا ہے۔ ہم جاہلوں کی قوم میں سے نہیں ہیں، جب یہ کہتے ہیں عرب تو مراد یہ نہیں کہ ہم اس قبیلے میں سے نہیں ہیں، جو جاہل ہے یا ظاہری لحاظ سے اس قوم میں سے نہیں ہیں۔ یہ عربی محاورہ ہے، جب قوم کا لفظ استعمال ہوتا ہے تو مراد یہ ہے، وہ لوگ، جو اس چیز کے لیے مخصوص ہو چکے ہیں، اس زمرے میں ہم شمار نہیں ہو سکتے، جس زمرے میں یہ بد بخت لوگ ہیں۔ تو القوم الکافرین فرمایا گیا ہے۔ یہ نہیں فرمایا گیا ہے کہ کسی کافر کو نعوذ باللہ خدا ہدایت ہی نہیں دیتا۔ اگر ہدایت ہی نہیں دیتا تو اس مصیبت کو کھڑا کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ خواہ مخواہ کا ہنگامہ برپا کیا، فساد ہوئے اور نتیجہ یہ کہ ہدایت ملنی کسی کو نہیں۔ اس لیے غلط ترجمہ ہے، اگر کوئی یہ ترجمہ کرتا ہے۔ القوم الکافرین سے خاص معنی مراد ہے۔ وہ لوگ جن کا پیشہ بن گیا ہے، مخالفت کرنا، وہ لوگ جن کے مقدر میں انکار رہے۔ وہ ہمیشہ ہر حال میں تمام انبیاء کے مخاطب میں ضرور کچھ نہ کچھ لوگ رہتے ہیں، جن کو آئمۃ الکفر فرمایا گیا ہے دوسری جگہ اور آئمۃ التکفیر بھی کہا جاتا ہے۔ تو القوم الکافرین سے مراد یہ ہے کہ تمہارے مقابلہ پر ایک جماعت لازماً ایسے شدید مخالفین کی رہے گی، جن کو تمہارا حسن خلق تبدیل نہیں کر سکے گا۔ اور کوئی بھی تم طریق کار اختیار کرو، وہ تبلیغ ان پر اثر نہیں کرے گی۔ لیکن ان کی وجہ سے باقی قوم کو محروم نہیں ہونے دیا جائے گا۔ اس لیے ہم تمہیں حکم دیتے ہیں کہ باوجود ایسے شدید ٹولے کو اپنے سامنے صف آراء دیکھتے ہوئے، ایسے شدید معاندین کو اپنے سامنے ہر قسم کے ہتھیاروں سے مسلح ہو کر ہر قسم کی ایذاء دہی پر آمادہ پاتے ہوئے، تم جب صف آراء دیکھو گے تو حوصلہ نہیں ہارنا۔ ہمیں پتہ ہے کہ ایسے لوگ موجود ہیں، ہمیں علم ہے خدا نے ہدایت دینی ہوتی ہے۔ خدا جانتا ہے کہ ان لوگوں کو وہ ہدایت نہیں دے گا۔ اس کے باوجود یہ حکم ہے کہ تم نے تبلیغ سے باز نہیں آنا۔ کیونکہ قوم کی جو دوسری اکثریت ہے بھاری، جس کو القوم الکافرین نہیں کہا جا سکتا، نادان ہیں، لاعلم ہیں، جاہل ہیں، ان کو ہدایت نصیب ہو جائے گی۔ پس اس لئے یہ مضمون اس شکل میں مکمل ہوتا ہے۔

تبلیغ میں حسن خلق کو بھی بہت دخل ہے اور جتنا آپ کے دل میں نرمی ہوگی، بنی نوع انسان کی ہمدردی ہوگی، سچائی سے پیار ہوگا، تقویٰ ہوگا، خدا کا خوف ہوگا دل میں اور حسن خلق اس کے علاوہ بھی ہوگا۔ اگرچہ انہی چیزوں سے پیدا ہوتا ہے لیکن عام بنی نوع انسان نہ تقویٰ کو دیکھ سکتے ہیں، نہ خوف خدا کو دیکھ سکتے ہیں دوسرے رنگ میں، نہ آپ کے دل کے اندر جھانک کر آپ کی خوبیوں کو دیکھ سکتے ہیں لیکن انہی جڑوں میں سے کچھ شاخیں پھوٹتی ہیں، جس کو عرف عام میں اخلاق کہتے ہیں۔ اور تقویٰ کی بنیاد پر جو اخلاق قائم ہوتے ہیں، وہ عام دنیا کے اخلاق سے بہت بہتر ہوتے ہیں، بہت گہرے اور بہت مستقل

ہوتے ہیں۔تو جہاں تک تبلیغ کا تعلق ہے، حسن خلق بہت ہی ضروری ہے۔لیکن صرف حسن خلق کافی نہیں۔ یہ غلط فہمی بھی دل سے نکال دیں۔کئی احمدی کہتے ہیں کہ ہم اپنے اخلاق سے تبلیغ کر رہے ہیں۔اور جو شکایت مجھے معلوم ہوئی، اس میں یہ بھی محاورہ شامل کیا گیا تھا کہ فلاں مبلغ نے علاقے میں اچھا بھلا امن برباد کر دیا، آگ لگا دی وہاں، حالانکہ ہم نے اسے متنبہ بھی کر دیا تھا اور بتا دیا تھا کہ ہم بہت حسن خلق سے خاموش تبلیغ کر رہے ہیں اور کسی مزید شور ڈالنے کی ضرورت نہیں ہے۔حسن خلق کا انکار تو ممکن ہی نہیں ہے۔ایک بہت ہی بڑا اور مؤثر ہتھیار ہے، جس کے ذریعہ تبلیغ پھل لاتی ہے۔اس میں کوئی شک نہیں۔ لیکن محض حسن خلق اور زبان سے خاموشی، یہ تو نہ انبیاء کا دستور ہے، نہ کوئی معقول آدمی اسے تسلیم کر سکتا ہے کہ اس طرح تبلیغ پھیل جائے گی۔اگر خدا تعالیٰ نے صرف حسن خلق سے کام لینا ہوتا اور بـلّـغ کے حکم کی ضرورت نہ ہوتی تو آپ کے خلق کو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق سے کیا نسبت ہے۔

چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر حسن اخلاق لے کر آپ دنیا میں تبلیغ کریں گے؟ تمام انبیاء حسن خلق سے آراستہ تھے اور اپنے اپنے زمانے میں اپنے اپنے عالم میں اخلاق میں بہترین تھے، سب سے بلند تر مقام پر فائز تھے۔ان کو خدا نے کیوں نہیں کہہ دیا کہ حسن خلق لے کر چلو اور کسی تبلیغ کی ضرورت نہیں۔اس لیے یہ بات درست نہیں ہے آپ کی کہ خالی حسن خلق کافی ہوا کرتا ہے۔یہ تو ایک بزدلی کا بہانہ ہے، یہ تو ایک گریز کی راہ ہے، جو بعض لوگ اختیار کرتے ہیں۔

پس جو کمزور ہیں اور جو بزدل ہیں، وہ ایک طرف ہٹ جائیں۔جماعت تو لازماً آگے بڑھے گی۔کتنی دیر ہوگئی ہے آپ کو اس ذلت اور رسوائی کی حالت میں زندگی بسر کرتے ہوئے۔جب تک آپ تھوڑے رہیں گے، آپ کو ہر وقت کا فرعون حقیر گردانے گا اور آپ پر ظلم کرے گا۔اور سب سے بڑا آپ پر ظلم یہ کرے گا کہ آپ کے مقدس اور پیارے بزرگوں کو گندی گالیاں دے گا اور آپ کچھ کر نہیں سکیں گے۔ کرنا چاہیں گے بھی تو خدا کی تعلیم آپ کو کچھ نہیں کرنے دے گی۔دکھ آپ کا بڑھتا رہے گا اور آپ حیران ہوں گے کہ ہمیں اس دکھ میں کیوں مبتلا کیا گیا ہے؟ کیوں اس دکھ کو دور کرنے کی راہ ہمارے لیے بند کر دی گئی ہے؟ جب ہم تیار ہیں اپنی گردن کٹوانے کے لیے اور دوسروں کی گردن کاٹنے کے لیے اور خدا کے نام پر اور خدا کی غیرت کی خاطر ہم یہ چاہتے ہیں تو اس سے کیوں روکا گیا ہے؟ اور اگر اس سے روکا گیا ہے تو خدا ان لوگوں کو کیوں کھلی چھٹی دے رہا ہے؟ اس لیے دے رہا ہے کہ آپ کو دکھوں میں مبتلا کر کے آپ کو یاد

کروائے کہ آپ دنیا کی تقدیر بدلنے کے لیے پیدا کئے گئے ہیں۔ جب تک آپ تبلیغ کے ذریعہ عالمی انقلاب برپا نہیں کر لیتے، آپ کو لازماً اس دکھ کی زندگی میں سے گزرنا پڑے گا۔ اور ہم کوئی چارہ نہیں رہنے دیں گے تمہارے لئے، کوئی راستہ نہیں چھوڑیں گے تمہارے لئے۔ یا ہمیشہ کے لیے دکھوں اور ذلت کی زندگی قبول کر لو یا تبلیغ کرو اور دنیا میں انقلاب برپا کر دو، تیسری راہ ہی کوئی نہیں۔

پس یہ ہے جماعت احمدیہ کا منصب اور جماعت احمدیہ کا مقام۔ پس اگر دکھ ہیں دنیا میں، اگر دکھ پہنچانے کی اجازت دے رہا ہے خدا تعالیٰ تو آپ کو یاد دہانی کرواتا ہے۔ اور ہر دفعہ جب یہ صورت حال پیدا ہوتی ہے تو قرآن کریم آپ کو متنبہ کر رہا ہوتا ہے، ہم نے تمہیں پہلے ہی بتا دیا تھا کہ فرعون نے یہ کہا تھا کہ یہ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيلُونَ ہیں، یہ ہمارے لئے غیظ دلانے والے ہیں۔ تو جب تک تم تھوڑے ہو تم غیظ دلاتے رہو گے۔ تمہارا تھوڑا ہونا، تمہارا کمزور ہونا ہی غیظ کا موجب ہے۔ ورنہ تم میں قصور کوئی نہیں ہے۔ جو قصور دشمن کو نظر آ رہا ہے، وہ تو یہی ہے۔ تو اس قصور کو درست کرو۔ اور وہ تبلیغ کے سوا درست نہیں ہو سکتا۔ اس لیے ایک ہی راہ ہے ہمارے لئے، جو احمدی جہاں تک بس پاتا ہے، جہاں تک اس کی پیش جاتی ہے، اپنے گردوپیش، اپنے ماحول میں، ہر جگہ انقلابی رنگ میں ایک وقف کی صورت میں تبلیغ شروع کر دے۔ تب وہ اپنی غیرت کے اظہار میں سچا ہوگا۔ تب وہ کہہ سکے گا خدا سے کہ اے خدا! اب تو ہمیں ان کے دکھ سے بچا۔ تیری خاطر جو کچھ ہم سے ہو سکتا تھا، وہ ہم کر رہے ہیں۔ جس کی تو نے اجازت نہیں دی تھی، وہ ہم نہیں کر رہے۔ اب تو ہمیں اس دل آزاری سے محفوظ رکھ۔ پھر خدا دیکھیں کس طرح آپ کی تبلیغ میں برکت دیتا ہے۔ کس طرح آپ کے کمزور بھی ان کے بڑے بڑے طاقتوروں پر غالب آ جائیں گے۔ آپ کے جاہل بھی ان میں سے بڑے بڑے عالموں کے منہ بند کر دیں گے۔ ایک نیا مضمون تبلیغ کا آپ کے لیے ظاہر ہوگا۔ زمین بھی آپ کے لیے نرم کر دی جائے گی اور آسمان بھی آپ پر رحمتوں کی بارش برسائے گا۔ اور ایسی نشو ونما ہوگی آپ کی تبلیغ میں کہ دشمن کے لیے سوائے حسد میں جل جانے کے اور کچھ نہیں باقی رہے گا۔ آپ دن کو بھی پھولیں گے اور پھلیں گے اور رات کو بھی پھولیں گے اور پھلیں گے۔ اور صبح کو بھی پھولیں اور پھلیں گے اور شام کو بھی پھولیں گے اور پھلیں گے۔ کوئی نہیں، جو آپ کی نشو ونما کو روک سکے۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔ اور خدا کرے آپ اپنے منصب اور مقام کو سمجھنے والے ہوں"۔

(مطبوعہ خطبات طاہر جلد 04 صفحہ 627 تا 640)

# جماعت احمدیہ تو نیکیوں کا ایک ICEBERG ہے

## خطبہ جمعہ فرمودہ 26 جولائی 1985ء

''.....چنانچہ یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ جب سے انہوں نے یہ حرکتیں شروع کی ہیں، باہر نکل کر جماعت کا مقابلہ، اس کثرت سے پاکستانی غیر احمدی احمدیت کی طرف متوجہ ہوئے ہیں کہ بعض تلاش کر کر کے احمدیوں کے پاس پہنچتے ہیں کہ بھئی ہمیں تو لوگ یہ بتا رہے ہیں تمہارے متعلق، بتاؤ کیا بات ہے؟ کیا قصہ ہے؟ ہر سطح پر جہاں داعی الی اللہ بننے میں لوگوں نے سستی کی تھی، وہاں ان مولویوں کی کوششوں کے نتیجہ میں جن کو تبلیغ کرنی ہے، وہ خود پہنچ رہے ہیں، احمدیوں کے پاس۔ ان کو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر داعی الی اللہ بنا رہے ہیں۔ چنانچہ مجھے روزمرہ ایسی اطلاعیں ملتی ہیں۔ ہم سفر کر رہے تھے، پتہ لگا کہ ہم احمدی ہیں، ہمیں پکڑ لیا کہ بتاؤ ہمیں کچھ کیا مذہب ہے؟ کیا بات ہے؟ کیا اختلاف ہے؟ ہمارے گھر پر آئے، ہم سے پوچھا۔ مجلس میں ملے، ہم سے پوچھا۔ تو جو تبلیغ نہیں کرتے تھے، ان سے تبلیغ کروائی جا رہی ہے اب۔ اور اس کے نتیجہ میں جماعت احمدیہ میں ایک نیا حوصلہ پیدا ہو رہا ہے، نیا ولولہ پیدا ہو رہا ہے، علم کا ایک نیا شوق پیدا ہو رہا ہے اور پھر جب وہ ہمیں لکھتے ہیں کہ یہ یہ اعتراض ہیں تو لٹریچر کی ایک طلب پیدا ہو جاتی ہے اور ہم محسوس کرتے ہیں کہ فلاں فلاں جگہ خلاء ہیں، اس قسم کا لٹریچر تیار ہونا چاہئے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے لٹریچر کی تیاری کی طرف غیر معمولی توجہ پیدا ہو گئی ہے اور ہر زبان کا یہی حال ہے۔ کثرت کے ساتھ ترکی زبان کے جاننے والے، یوگوسلاوین جاننے والے، اٹالین جاننے والے، جرمن جاننے والے، ہر زبان کے بولنے والے یہ بھنک سن چکے ہیں کہ کوئی واقعہ گذر رہا ہے۔ کچھ احمدیت کے اوپر جو مظالم ہوئے ہیں، پاکستان میں کچھ اس کے نتیجہ میں، کچھ علماء کے شور کے نتیجہ میں، کچھ حکومت پاکستان نے جو لٹریچر تقسیم کروایا، اس کے نتیجہ میں۔ اور یہ بھی لوگ بڑے تعجب سے مجھے لکھ رہے ہیں کہ ہم EMBASSIES میں، مختلف سفارت خانوں میں، مختلف بڑے بڑے افسروں کو جب ملنے جاتے ہیں تو ان کو سب پہلے سے ہی پتہ ہوتا ہے۔ اس کثرت سے جماعت کا پروپیگنڈا ہوا ہے دنیا میں کہ آپ ارب ہا ارب روپیہ بھی خرچ کرتے تو کبھی اتنے عظیم الشان، اتنے وسیع پروپیگنڈا کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتے تھے۔

عربوں کو جو توجہ پیدا ہوئی ہے، وہ حیرت انگیز ہے۔ اور مختلف طبقات کو جو پہلے بالکل خالی تھے ہماری تبلیغ سے، بعض قومیں ہیں، جو خالی تھیں۔ ان طبقات کو، ان قوموں کو توجہ پیدا ہوگئی ہے، خدا کے فضل سے۔ اور ایک عجیب EXCITEMENT کی کیفیت پیدا ہوگئی ہے احمدیوں میں۔ اب تو کہتے ہیں کہ اب جلدی ہو، جو کچھ بھی ہونا ہے۔ ہمارا علم بڑھے، ہمیں کتابیں زیادہ ملیں، نئے نئے ذرائع ہاتھ آئیں اور EXCITEMENT کی حالت میں ذہن پھر تدبیریں بھی بڑی سوچتا ہے۔

چنانچہ عام طور پر جو لوگ خاموش طبیعت کے تھے، ان کے ذہن میں کوئی ترکیب آیا ہی نہیں کرتی تھی، اب خط آتے ہیں۔ ایسی ایسی باتیں اللہ تعالیٰ ان کو سمجھاتا ہے کہ پڑھتے ہوئے مزہ آجاتا ہے۔ ہر آدمی دنیا کے کونے میں بیٹھا ہو، ایک تدبیر کر رہا ہے۔ اور وہ سوچ رہا ہے کہ کس طرح ان کو شکست دی جائے؟ اور کس طرح ان سے اس ظلم کا نیکی کے ذریعہ سے انتقام لیا جائے؟ کس طرح ان کو ہر میدان میں مایوس اور نامراد کر دیا جائے۔ ساری دنیا کا جو احمدی ذہن ہے، جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے پہلے سے ہی چمکا ہوا ہے اور صیقل ہے، اس کی ترکیبیں یہاں اکٹھی ہوتی جارہی ہیں اور اس کا نام خلافت ہے۔ تمام جماعت کا اجتماعی فکر، تمام جماعت کا اجتماعی دل، تمام جماعت کی اجتماعی قوت، تمام جماعت کے اجتماعی احساسات اور ولولے جب یہ ایک دماغ میں اکٹھے ہو جاتے ہیں، جب ایک دل میں دھڑکنے لگتے ہیں، جب ایک خون کی رگوں میں دوڑنے لگتے ہیں تو اس کا نام خلافت ہے۔ یہ چیز بنائے سے نہیں بن سکتی۔ کوئی مصنوعی ذریعہ خلافت پیدا ہی نہیں کر سکتا۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی دین ہے، اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہے، جو نبوت کے ذریعہ خلافت کو جاری کرتی ہے۔ اور پھر ایک وجود بنا دیتی ہے لاکھوں کو، جو کروڑوں بھی ہو جائیں تو ایک وجود رہتے ہیں۔ اور ان کی ساری استعدادیں پھر اکٹھی ہو کر مجتمع ہوتی ہیں۔ ایک مرکز پر اور پھر مزید صیقل ہو کر، دعاؤں کے ساتھ چمک کر پھر وہ انتشار اختیار کرتی ہیں، پھیلتی ہے۔ ایسی جماعت کو یہ لوگ ہرانے کے لئے نکلے ہیں۔ جب اپنے محفوظ قلعوں میں بھی لڑنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔ قوانین کی دیواریں کھڑی کر لیں اپنے اردگرد اور اس کے باوجود روتے رہے اور آج تک رو رہے ہیں کہ پھر بھی ہم احمدیت کی دستبرد سے محفوظ نہیں رہے۔ ہماری دیواروں میں دراڑیں ڈال دی ہیں ان لوگوں نے، آج بھی تبلیغ جاری ہے۔ اسی طرح آج بھی Defy کر رہے ہیں ایک آمر کے احکام کو آج بھی اپنے اسلام پر برملا عمل کر رہے ہیں، یہ اعلان بھی ساتھ ساتھ ہو رہا ہے"۔

"..... پس جب میں نے تحریک کی تو ڈیڑھ لاکھ پونڈ کی تحریک کی پریس کے لئے اور وہ بھی ضرورت دراصل احمدیت کی فتح کا ایک نشان تھا۔ ان کی کوششیں، ان کی جہد و جہد مخالفانہ، جس قدر بھی یہ زور مار سکتے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس کثرت کے ساتھ لٹریچر کی طلب پیدا ہوئی کہ اب ہمارے لیے کہ ممکن نہیں تھا کہ عام جو رسمی ذرائع ہیں، ان کے ذریعہ ہم اس ضرورت کو پورا کرسکیں۔ ہر روز نئے خیالات دل میں اٹھتے ہیں۔ ہر روز نئے نئے مضامین اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے، ساری جماعت کے اجتماعی دماغ کو۔ اور اس کے نتیجہ میں جس طرح ہمیں پہنچنا چاہیے لوگوں تک اس کے لئے لازمی تھا کہ ہم اپنا ایک جدید پریس، اگر پریس نہیں تو جدید کمپیوٹر سے خط و کتابت کا نظام اپنا اختیار کرلیں۔ کیونکہ زیادہ دیر اسی میں لگا کرتی ہے۔ میں نے یہ سوچ کر کہ پہلے یورپین تحریک ہے اور بہت غیر معمولی جماعت نے قربانی کی ہے، ڈیڑھ لاکھ پونڈ کی تحریک کی تھی۔ اور یہ تو یقین تھا کہ ڈیڑھ لاکھ پونڈ پورا ہو جائے گا۔ لیکن یہ خیال نہیں تھا کہ اس تیزی سے جماعت اس طرح فدائیت کے ساتھ پیش کرے گی کہ ابھی دو تین ملکوں کا بھی پورا چندہ نہیں ملا۔ یعنی وعدے نہیں ملے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک لاکھ، سات ہزار پونڈ کے وعدے ہو چکے ہیں۔ صرف لندن کے امیر صاحب نے لندن کی جماعت کی طرف سے پچاس ہزار پونڈ کا وعدہ کیا۔ اور اس میں سے تفصیلی انفرادی وعدے اب تک چونتیس ہزار پاؤنڈ کے مل چکے ہیں۔ اور ابھی لندن کی بھاری اکثریت حصہ لینے والی باقی ہے۔ اور انگلستان کی جماعتوں کو چونکہ خطبہ دیر سے پہنچا، ابھی وہاں سے پوری Response نہیں ہوئی۔ اور ان کے غالباً چودہ ہزار پونڈ کے صرف ابھی تک آئے ہیں وعدے اور صرف انگلستان کے ہی گویا کہ چونسٹھ ہزار پونڈ کے وعدے ہو چکے ہیں۔ اور باقی جیسا کے میں نے بیان کیا ہے، ابھی آنے والے ہیں۔ امریکہ پڑا ہوا ہے، کینیڈا پڑا ہوا ہے، پاکستان پڑا ہوا ہے، بہت سے Gulf (خلیج) کے علاقے خالی پڑے ہوئے ہیں، ابھی تک آسٹریلیا ہے، انڈونیشیا ہے، تمام افریقن ممالک ہیں۔ تو ابھی تو جماعت کا ایک بہت ہی معمولی جزو ہے، جس نے حصہ لیا ہے۔ اور جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے، ایک لاکھ پونڈ سے اوپر وعدے ہو چکے ہیں۔ اور وصولی بھی تیزی کے ساتھ جاری ہے۔ اس لیے اس میں تو کوئی وہم کا سوال ہی نہیں کہ ڈیڑھ لاکھ پورا ہوگا یا نہیں ہوگا؟ مجھے توقع ہے کہ انشاء اللہ ڈیڑھ لاکھ بھی پورا ہوگا اور آگے جو یہ فکر تھی کہ اس کے RUNNING EXPENSES، ماہانہ اخراجات کیسے چلیں گے، وہ بھی انشاءاللہ مزید تحریک کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ اسی تحریک سے ہی اللہ تعالیٰ ان کا بھی انتظام فرمادے گا۔

یہ ساری برکتیں ہیں اسی مخالفت کی۔ یعنی ویسے تو اللہ کے فضل کی برکتیں ہیں مگر مخالفت نے بھی ایک حصہ لیا ہے، اس میں۔ کیونکہ یہ ہو نہیں سکتا کہ آپ کے نام پر آپ کو دکھ دے کر رزق کمار ہے ہوں اور ہمارا رزق ساتھ نہ بڑھ رہا ہو۔ اس لیے ہمارا رزق تو بڑھنا ہی بڑھنا ہے۔ جب یہ اپنا ناپاک رزق بڑھاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ہمارا پاک رزق بڑی شدت کے ساتھ بڑھانے لگتا ہے۔ اور یہ ہو نہیں سکتا کہ رزق کی دوڑ میں اللہ تعالیٰ جماعت کے طیب رزق کو ان کے غیر طیب رزق سے پیچھے رہنے دے۔ اس رزق نے آگے آگے بڑھنا ہے، اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ۔

اب ایک حصہ رہتا ہے، اس سلسلہ میں، جس کی میں تحریک کرنی چاہتا ہوں۔ اور وہ ہے اچھی قسم کے Typist (ٹائپسٹ) کا وقف کرنا۔ یہ جو Computerise پریس نہیں کہنا چاہئے، یہ جو لکھنے کا نظام ہم خرید رہے ہیں، ٹائپنگ کا، اس میں دنیا کی تقریباً تمام زبانیں اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ Cover ہو جائیں گی۔ اور جاپانی بھی، انڈونیشین بھی، Finnish، رشین بھی، اٹالین، اردو، ہندی، گورمکھی ہر چیز اس میں cover ہو سکتی ہے۔

نہایت اعلیٰ ٹائپ ہے اور Computerise ہونے کی وجہ سے ہر قسم کی اس میں سہولت سیٹنگ (setting) کی غلطیاں نکالنے کی ہر چیز موجود ہے۔ اور معمولی سی رقم مزید خرچ کرنے پر ایک پوری نئی زبان کے لیے جو مشینری کی ضرورت ہے، وہ ساتھ Attach ہو سکتی ہے۔ اس لیے اس میں ہمیں اب اچھے کارکنوں کی ضرورت پیش آئے گی۔ ان سے ہم نے جو جائزہ لیا ہے، ماہرین سے، وہ کہتے ہیں کہ اس قسم کے ٹائپ میں یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ انسان زبان جانتا ہو۔ ہم سے یہ فن سیکھ لے اور ہم خود سکھا دیں گے، اس کو۔ کسی زبان کا ٹائپسٹ ہو، صرف وہ Letters سے، جو حروف لکھے ہوتے ہیں ان سے شناسائی کرلے اور اس کو زبان کے معنی آنے کی بھی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یعنی یہاں بیٹھے ہم جو آدمی ٹرینڈ (Trained) کرلیں گے، وہ Finnish زبان میں اس کو دیں کتابیں، وہ تب بھی وہ ٹائپ کرلیں گے، رشین زبان میں دیں، تب بھی ٹائپ کرلیں گے اور کم وبیش اسی رفتار کے اوپر نکال سکتے ہیں۔ حروف کی شناسائی بس اتنی کافی ہے۔

تو اس کے لئے بہر حال جماعت احمدیہ کے اندر یہ ہمیشہ دونوں پہلو متوازن رہے ہیں۔ اَنفُس یعنی نفوس کی قربانی اور اموال کی قربانی۔ اور یہ ایسی جماعت ہے، جس میں یہ توازن بھی اس کے ایک امتیاز کی علامت ہے۔ یعنی کبھی آپ یہ نہیں دیکھیں گے کہ جماعت احمدیہ میں مالی قربانی کی تحریک کی گئی ہو اور

وہی کافی سمجھی گئی ہو۔ جان کی قربانی، وقت کی قربانی اور خدا تعالیٰ کی طرف سے ودیعت کردہ تمام اقدار کی قربانی ساتھ چلتی ہے۔ اور یہی متوازن شکل ہے روحانی جماعتوں کی، جو قرآن کریم پیش کرتا ہے۔ اگر یہ چیزیں ساتھ نہ ہوں تو پھر تو Mercenaries قسم کے لوگ بن جائیں گے۔ یعنی پیسے کے ذریعہ کام چلانے والے یا پیسے کے ذریعہ اپنی خدمات پیش کرنے والے۔ اور اس کے نتیجہ میں یہ چونکہ روح ہے جماعت کی کہ وقف ساتھ چل رہا ہے، وقت کا وقف خواہ وہ جزوی ہو، خواہ وہ ساری عمر کا ہو۔ اس کے نتیجہ میں ایک مخفی دولت ہے جماعت کی، جو اعداد و شمار میں ظاہر کی ہی نہیں جاسکتی۔ کروڑوں روپیہ کا اگر چندہ ہے تو کروڑہا کروڑ روپیہ کا وقت ہے جماعت احمدیہ کا اور ان کی صلاحیتیں ہیں، جو دنیا کے معاوضے کے بغیر استعمال ہو رہی ہیں۔ اگر ان ساری صلاحیتوں کو آپ خریدیں تو کم سے کم تین گنا زیادہ روپے کی ضرورت ہے۔ اور یہ جو میرا اندازہ ہے، یہ محفوظ اندازہ ہے۔

پس جماعت احمدیہ تو نیکیوں کا ایک ICEBERG، جس کا 1/3 ظاہر ہو رہا ہوتا ہے اور 2/3 سمندر میں چھپا ہوا ہوتا ہے۔ دیکھنے والا سمجھتا ہے کہ بس اتنی سی چوٹی ہے۔ حالانکہ قانون قدرت نے اس کے 2/3 حصہ کو چھپایا ہوا ہوتا ہے، نظر سے۔ تو بعض لوگ بدیوں کے ICEBERG ہوتے ہیں، وہ جتنا ظاہر کرتے ہیں، اس سے زیادہ بدیاں دل میں چھپی ہوئی ہوتی ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے:۔

وَمَا تُخْفِي صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ

(آل عمران:119)

ایسے لوگوں کے دلوں نے جو بدیاں چھپائی ہوئی ہیں، وہ ان سے زیادہ ہوتی ہیں، جو منہ سے بول رہے ہوتے ہیں۔ اور کچھ لوگ نیکیوں کے ICEBERG ہوتے ہیں، وہ خدا کی راہ میں جتنا پیش کرتے ہیں، اس سے بہت زیادہ ہے، جو مخفی طور پر دے رہے ہوتے ہیں۔ اور دنیا کو پتہ نہیں لگ سکتا کہ وہ کیا واقعہ ہو رہا ہے۔ چنانچہ جماعت احمدیہ کی ساری تاریخ میں ہر خدمت میں یہ حصہ ایک نمایاں حصہ ہے۔ جو دراصل برکتوں کا ضامن ہے۔ اور علاوہ اس وقف کے ساری جماعت مسلسل اپنے وقت کو خرچ کر رہی ہے، خدا تعالیٰ کی خاطر۔ اور ان ان گنت قطرات کی ہر لحہ ہونے والی یا ہر روز ہونے والی قربانیوں کو اگر آپ شمار کر لیں اور Convert کر لیں پیسوں میں تو جماعت ایک بہت ہی عظیم الشان دنیا کی طاقت کے طور پر ابھر سکتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ لوگ رعب کھاتے ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ بڑا پیسہ ہے جماعت کے پاس۔ اور احمدی بچارے سادگی میں کہتے ہیں کہ نہیں، ہم تو بڑی غریب جماعت ہیں، ہمارے پاس کہاں

سے پیسہ۔ بھئی تم کہاں سے غریب جماعت ہو گئے، تمہاری ساری مجموعی طاقت جو ہے، وہ ایک عظیم طاقتور جماعت کی طاقت ہے۔ اور اس پر مستزاد یہ کہ اللہ تمہارا ضامن ہے۔ خدا کی رحمت اور حفاظت کا سایہ تمہارے سروں پر ہے۔تم سے زیادہ امیر جماعت دنیا میں ہو ہی کوئی نہیں سکتی۔ اس لیے کہا کرو کہ ہاں ہم ہیں لیکن اس سے زیادہ ہیں، جتنا تم سمجھ رہے ہو۔

ہمارے پیچھے تمام دنیا کے خزانوں کے مالک کی طاقتیں بھی شامل ہیں۔ دنیا کے سب سے قوی ہستی بلکہ کائنات کی سب سے قوی ہستی، وہ جو قوتوں کا سرچشمہ ہے، جس نے سب کچھ پیدا کیا ہے، وہ ہماری پشت پناہی کر رہی ہے۔ اس لئے نہ ہم غریب جماعت ہیں، نہ کمزور جماعت ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ہم نے لازماً آگے سے آگے بڑھتے چلے جانا ہے۔ کوئی دشمن نہیں پیدا ہوا اور نہ ہوگا آپ کے دیکھنے میں، نہ آپ کی اولادیں ایسا دشمن دیکھیں گی، جو آپ پر غالب آسکے یا آپ کی اولادوں پر غالب آسکے۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں، جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، قیامت تک یہی ہے تقدیر خدا کی، جو جاری ہو چکی ہے اور جاری رہے گی۔ آپ نے بہر حال بڑھنا ہے، ہر حالت میں بڑھنا ہے۔ دکھوں میں بھی بڑھنا ہے، سکھوں میں بھی بڑھنا ہے، اندھیروں میں بھی بڑھنا ہے، روشنیوں میں بھی بڑھنا ہے، تکلیف میں بھی بڑھنا ہے، راحت و آرام بھی بڑھنا ہے۔ بڑھنا آپ کا مقدر ہے اور یہ وہ مقدر ہے، جسے دشمن اب تبدیل نہیں کر سکتا۔

پس وقف کی یہ چھوٹی سی تحریک بھی میں کرتا ہوں کہ اگر ایسے دوست ہوں، جو ٹائپ کا کام جانتے ہوں اور بے شک ریٹائر ہو چکے ہوں، ان کے اندر خدا تعالیٰ نے صلاحیت بخشی ہو محنت کی تو ایسے دوست وقف کریں۔ اور ان کو پھر ہم ٹریننگ دیں گے خود۔ اور میرے ذہن میں یہ نقشہ ہے، جس قسم کا کام جماعت کا پھیل رہا ہے لٹریچر میں کہ ہمیں آٹھ گھنٹے کی شفٹ کی بجائے بہت جلد چوبیس گھنٹے کام لینا پڑے گا اس مشین سے۔ تو کم از کم ہمیں تین شفٹیں چاہئیں۔ ایک ٹائپسٹ آئے جگہ چھوڑے تو دوسرا اس کی جگہ آجائے، پھر اس کی جگہ تیسرا آجائے۔ اور اس طرح تین یا چار یا جتنی دیر بھی ہم معلوم کر لیں گے زیادہ EFFICIENCY کے ساتھ کوئی شخص ٹائپ کر سکتا ہے، اتنے آدمی ہم رکھیں گے۔ ضروری نہیں کہ آٹھ گھنٹے کی ہی شفٹ ہو۔ اگر تین گھنٹے میں بھرپور کام ملتا ہے تو تین تین گھنٹے کے بعد بدلنا پڑے گا۔ تو ہمیں ایک ٹیم چاہئے۔ اور ایک کمپیوٹر کا ماہر بھی چاہیے، جو Over all نگرانی کرے، اس کی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے پھر دیکھیں آپ کس طرح ساری دنیا میں لٹریچر پھیلتا ہے۔ اب آپ تیاری کریں، اپنی دعوت الی اللہ

میں بھر پور حصہ لینے کی۔ پہلے جو یہ شکوے ہوا کرتے تھے کہ جی ہمارے پاس ہے کچھ نہیں دینے کے لیے۔ تو دینے کے لیے بہت کچھ خدا نے تیار کروا دیا ہے اور ہو رہا ہے۔ پس اب تبلیغ شروع کر دیں۔ جس قوم کا آدمی آپ کو ملے گا، انشاء اللہ اس قوم کا لٹریچر آپ کو مہیا کر دیا جائے گا۔ جس قوم کی زبان جاننے والا آدمی آپ کو ملے گا، اس قوم کی کیسٹ بھی مہیا کر دی جائے گی، اس قوم کی وڈیو بھی مہیا کر دی جائے گی۔ اور خدا کے فضل سے ان چیزوں کا حالانکہ ابھی آغاز ہے، ابھی سے بہت ہی اچھا پھل ہمیں ملنا شروع ہو گیا ہے اور بیعتوں میں ساری دنیا میں بہت نمایاں اضافہ ہے۔ الحمدللہ رب العلمین"۔

(مطبوعہ خطبات طاہر جلد 04 صفحہ 641 تا 653)

# دنیا کے ہر ملک میں بسنے والا احمدی اپنے ماحول کو اسلامی معاشرہ کا نمونہ بنادے

## خطاب فرمودہ 27 جولائی 1985ء

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے احمدیہ سمر سکول اسلام آباد یو۔ کے برائے طالبات کا افتتاح فرماتے ہوئے انگریزی زبان میں جو خطاب فرمایا،اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:۔

حضور نے کلاس کے کامیاب آغاز پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے بعد فرمایا کہ

''ان کلاسوں کی یورپ میں ایک لمبے عرصہ سے شدید ضرورت محسوس ہو رہی تھی لیکن ہمارے پاس کوئی مناسب جگہ نہ تھی۔تربیت کا مسئلہ غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے۔کیونکہ ہم جس تہذیب اور معاشرہ سے تعلق رکھتے ہیں،اس کی بعض باتیں ایسی ہیں کہ یا تو ہمیں ان باتوں کو مغربی تہذیب پر مقدم رکھنا ہوگا یا شکست تسلیم کرنی ہوگی۔اس میں کسی موافقت کی گنجائش نہیں۔پس موزوں جگہ میسر نہ ہونے کہ وجہ سے یہاں ہم اسلامی تہذیب اور معاشرہ کے حسن و خوبی کو پوری طرح اپنی آئندہ نسل کے سامنے عملی طور پر پیش نہیں کر سکتے تھے۔حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام زندگی کی تمام لذتوں اور مسرتوں کو جائز قرار دیتا ہے،جو انسان کے لئے مفید ہیں اور صرف ان چیزوں سے منع کرتا ہے،جو بالآخر انسان کو تباہی کے کنارے پر لاکھڑا کرتی ہیں۔آج اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کو اس غرض کے لئے کھڑا کیا ہے کہ وہ اسلامی تہذیب اور معاشرہ کی برتری کو قائم کرے۔پس ہماری آئندہ نسل اور بالخصوص احمدی لڑکیوں کا یہ فرض ہے کہ وہ اسلامی تہذیب کی خوبیوں کو ذاتی علم اور ذاتی تجربہ کی روشنی میں دنیا کے سامنے پیش کریں۔

انیسویں صدی کے آخر میں اور حضرت مسیح موعودؑ کی آمد سے قبل اسلامی دنیا کی حالت یہ تھی کہ وہ دو حصوں میں بٹ چکی تھی۔کچھ لوگ ماڈرنسٹ کہلائے،جنہوں نے مغربی تہذیب کی خوبیوں کو عیسائیت کی خوبیاں سمجھ لیا اور اسلامی معاشروں کی خامیوں کو اسلام کی خامیاں تصور کر لیا۔حالانکہ دونوں باتیں درست نہ تھیں۔کیونکہ مختلف اسلامی ملکوں میں جو تہذیبیں نظر آ رہی ہیں،وہ ایک دوسرے سے مختلف تھیں اور ان پر اپنے مخصوص علاقہ کے قبل از اسلام تمدن کا گہرا اثر تھا۔مثلاً ہندوستان کے مسلمان شادی بیاہ اور وفات کی رسوم کے لحاظ سے ہندو معاشرہ سے گہرے طور پر متاثر ہوئے۔اور یہی حال دوسرے مسلمان ممالک کا

تھا۔ اس کے برعکس موجودہ مغربی تہذیب عیسائیت سے غیر عیسائیت کی طرف جانے کے نتیجہ میں ظہور پذیر ہوئی ہے۔ اور دن بدن یہ لوگ عیسائیت سے دور سے دور تر جا رہے ہیں۔ اور موجودہ مغربی تہذیب سیاسی غلبہ اور سائنسی علوم میں ترقی کے نتیجہ میں معرض وجود میں آئی، نہ کہ عیسائیت کی وجہ سے۔ لیکن بدقسمتی سے بہت سے مسلمان اس بات کو سمجھ نہ سکے اور انہوں نے اپنے معاشرہ کی کمزوریوں کو اسلام کی طرف منسوب کر دیا۔ اور اس طرح وہ اسلامی تعلیم سے بیزار ہو کر مغربی تہذیب کی طرف مائل ہونے لگے۔ اس کے بالمقابل مسلمانوں کا دوسرا طبقہ مغربی تہذیب کی ہر بات کی مخالفت کرنے لگا اور اچھی باتوں سے بھی نفرت کرنے لگا۔ اور یہ لوگ محبّ وطن کہلانے لگے۔ یہ وہ لوگ تھے، جنہوں نے مذہب کے نام پر اپنی مستورات کو اور بھی پسماندگی کی طرف دھکیل دیا۔ ایسے لوگ اسلام، ہندومت اور سکھ مت، سب مذاہب میں پائے جاتے تھے۔ چنانچہ 19ویں صدی کے آخر میں بہت سے ایسے مصنفین ملتے ہیں، جنہوں نے بالخصوص طبقہ نسواں کی پسماندگی کا نقشہ ایسے رنگ میں پیش کیا ہے کہ پڑھنے والا چیخ اٹھتا ہے اور اس پسماندگی کا ذمہ دار ہمیشہ مذہب کو ٹھہرایا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ مذہب سے بیزار ہونے لگے اور مغربی تہذیب کے دلدادہ ہو گئے۔

ان حالات میں حضرت مسیح موعودؑ کے بابرکت وجود کی شکل میں ہندوستان کے صوبہ پنجاب کے قادیان نامی گاؤں سے ایک نئی روشنی نمودار ہوئی۔ آپ کا سب سے بڑا معجزہ، وہ پاکیزہ اور حکیمانہ تعلیم ہے، جو آپ نے دنیا کے سامنے پیش کی۔ جو کہ اسلام کی ہی تعلیم تھی لیکن اسے غلط طور پر سمجھا اور پیش کیا گیا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اسلامی تعلیم کی حکمت اور اس کا فلسفہ اس رنگ میں تفصیل سے بیان کیا کہ وہی مستورات، جو پہلے مذہب سے متنفر تھیں، وہ اسلام کی تعلیم پر خوشی سے عمل کرنے لگیں۔ انہوں نے جائز باتوں کو اختیار کیا اور ناجائز باتوں سے اجتناب کر لیا۔ اس کے برعکس غیر احمدی علماء کا رویہ یہ تھا کہ وہ اسلامی احکام کی حکمت بتائے بغیر صرف یہ کہتے تھے کہ یہ حکم ہے، اگر عمل نہیں کرو گے تو جہنم میں جاؤ گے۔ اور اگر ہماری بات نہیں مانو گے تو ہم تمہارے خلاف معاشرہ میں ایسی نفرت پیدا کر دیں گے کہ لوگ تمہارے گھروں اور تمہاری املاک کو تباہ کر دیں گے۔

حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب ”اسلامی اصول کی فلاسفی“ کا یہ اثر ہوا کہ مغربی دنیا پہلی مرتبہ اسلام کی تعلیم کو اخلاقی نقطۂ نگاہ سے سوچنے اور سمجھنے لگی۔ حضرت مسیح موعودؑ کا یہ لیکچر لاہور میں جس کانفرنس میں پڑھا گیا، اس میں تمام مذاہب کے نمائندوں نے اپنے اپنے مذاہب کا نقطۂ نگاہ پیش کیا۔ لیکن حضرت اقدسؑ کے

لیکچر سے اس حد تک متأثر ہوئے کہ پہلے تو بعض دوسرے مذاہب کے نمائندوں نے اپنا وقت حضورؒ کے لیکچر کے لئے دے دیا اور پھر بھی جب لیکچر مکمل نہ ہوا تو سامعین کے اصرار پر کانفرنس کے مقررہ دنوں میں ایک دن کا اضافہ کر دیا گیا۔ جو کہ بہت غیر معمولی بات تھی۔ اصل بات یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اس کتاب کو پڑھ اور سمجھ لے تو پھر اس کے لئے کسی بیرونی دباؤ کی ضرورت نہیں ہوگی، وہ خود بخود اپنی خوشی سے اسلام کی تعلیم پر عمل کرنا شروع کر دے گا۔ لہٰذا آپ بھی اس کتاب کا مطالعہ کریں، پھر آپ پر حقیقت حال واضح ہوگی۔

جماعت احمدیہ میں عورتوں کو پردہ کی اسلامی حدود کے اندر رہتے ہوئے کھیلوں اور مباحثوں میں حصہ لینے کے ساتھ ساتھ زندگی کے تمام صحت مند مشاغل میں حصہ لینے کا موقع ملتا ہے۔ اور احمدی مستورات نے برقع کے ساتھ مختلف علوم میں اتنی ترقی کی کہ دنیا حیران رہ گئی۔ انہوں نے ایسی کھیلوں میں بھی حصہ لیا، جنہیں عام طور پر مردوں کی کھیلیں سمجھا جاتا ہے۔ لیکن یہ سب کچھ کسی کی نقل میں نہیں تھا بلکہ اسلام نے ہی عورت کو یہ حقوق دیئے ہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ کے ظہور کے وقت حالت یہ تھی کہ ایک دفعہ جب حضورؑ امرتسر کے ریلوے اسٹیشن پر اپنی اہلیہ، حضرت اماں جانؓ کے ساتھ چہل قدمی اور گفتگو فرما رہے تھے تو بعض صحابہ نے اس پر تعجب اور پریشانی کا اظہار کیا کہ دوسرے لوگ کیا کہیں گے۔ لیکن حضورؑ نے فرمایا کہ اگر کوئی پوچھے تو کہہ دو کہ یہ میری بیوی ہے اور بس۔ نیز یہ فرمایا کہ اسلام نے عورت کو یہ حقوق دیئے ہیں، اس لئے ہمیں اس میں کوئی پریشانی نہیں ہونی چاہیے۔

اس قسم کے واقعات کے نتیجہ میں احمدیت میں ایک نئے معاشرہ نے جنم لیا، جو بظاہر مغربی تہذیب اور اسلام کا امتزاج معلوم ہوتا ہے۔ لیکن درحقیقت یہ حقیقی اسلام ہے۔ جو ہر پہلو سے حسین اور کامل دین ہے۔ مغربی معاشرہ کا تجزیہ کیا جائے تو بہت سی چیزیں ایسی ہیں، جو اسلام سے پہلے اس معاشرہ میں نہ تھیں اور اسلام سے ہی یہ چیزیں مغربی معاشرہ نے لی ہیں۔ مثلاً پہلے عورت کو طلاق لینے کا کوئی حق نہ ہوتا تھا۔ اسی طرح اسلام عورت کو یہ حق دیتا ہے کہ وہ گھر کے اخراجات پورا کرنے کے لئے کمانے کی ذمہ دار نہیں۔ اس کے برعکس مرد ذمہ دار ہے اور عورت بچوں کی نگہداشت کی ذمہ دار ہے۔ اگرچہ عورت کو کام کی اجازت ہے لیکن بچوں کی نگہداشت اس کا اولین فرض ہے۔ کیونکہ اس نظام قدرت کو کوئی تبدیل نہیں کر سکتا کہ عورت ہی اولاد پیدا کرتی ہے اور وہی اس کی پرورش کی زیادہ اہل ہے۔ اس نظام قدرت کو توڑنے کے نتیجہ میں ہر آنے والی نسل، پہلی نسل سے زیادہ غیر ذمہ دار اور شفقت مادری سے محروم ہوگی اور میاں بیوی کے تعلقات کا توازن بھی مجروح ہو جائے گا۔

جماعت احمدیہ کو دیکھ کر اب غیر احمدی حضرات بھی اسلامی معاشرہ کو غیر اسلامی معاشروں سے بہتر قرار دینے لگے ہیں۔ لیکن وہ صرف تھیوری پیش کرتے ہیں اور ان کے پاس اس موجودہ دور میں کوئی عملی نمونہ نہیں، جو تھیوری کی صداقت میں پیش کر سکیں۔ جبکہ تھیوری ایک خواب ہوتی ہے اور نمونہ حقیقت ہوتی ہے۔ اور خواب میں انسان خواہ ساری دنیا کا مالک بن جائے لیکن ایسی خواب کی خاطر انسان ان دو پونڈز کو بھی چھوڑنے کو تیار نہ ہوگا، جو حقیقتاً اس کے پاس موجود ہیں۔ جماعت احمدیہ نے تھیوری کے ساتھ ساتھ قادیان اور ربوہ کی صورت میں اسلامی معاشرہ کا نمونہ بھی پیدا کیا ہے۔ لیکن اب ضرورت اس بات کی ہے کہ دنیا کے ہر ملک میں بسنے والا احمدی اپنے ماحول کو اسلامی معاشرہ کا نمونہ بنا دے۔ اور اسی مقصد کے پیش نظر اس سمر سکول کا اجراء کیا گیا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جب میں نے اس کلاس کا پروگرام دیکھا تو میں نے ہدایت کی کہ اس میں تیر اندازی، نشانہ بندوق، تیراکی، کراٹے اور مارشل آرٹس کی کھیلوں کو بھی شامل کیا جائے۔ اور میں نے بتایا کہ حضرت مصلح موعودؓ کا طریق یہ ہوا کرتا تھا کہ آپ اپنی بیٹیوں اور بیٹوں کو تمام صحت مند مشاغل زندگی میں حصہ لینے کی نہ صرف اجازت دیتے تھے بلکہ خود بھی ان کے ساتھ شامل ہوتے تھے۔ علاوہ ازیں بچپن سے ہمارے دلوں میں اس بات کو راسخ کیا کہ تکلیف کے وقت سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرو اور اس سے دعا کرو۔ کیونکہ خدا تعالیٰ ایک زندہ حقیقت ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ کی اس تربیت کا ہی نتیجہ ہے کہ آپ کی بیٹیاں امریکہ اور یورپ کے مغربی معاشروں میں گئیں اور انہوں نے تمام صحت مند دلچسپیوں میں پورا پورا حصہ لیا لیکن انہوں نے برقع نہیں چھوڑا۔ اس لئے نہیں کہ ان کے خاوند اسے ناپسند کرتے تھے بلکہ اس لیے کہ انہیں حقیقی راحت اور خوشی بھی اسی میں ہی محسوس ہوئی۔ قادیان میں لڑکیوں کا عمومی معیار ایسا تھا کہ تعلیم یافتہ لوگ ہمیشہ قادیان میں رشتہ کے خواہش مند ہوا کرتے تھے۔ کیونکہ قادیان کی لڑکیاں زیادہ تعلیم یافتہ، سمجھدار، سلیقہ شعار، گھل مل جانے والی اور ہر قسم کی عمومی معلومات رکھنے کی وجہ سے خاوندوں کے ساتھ تمام موضوعات پر تبادلہ خیال کرنے کی اہلیت رکھتی تھیں۔

یہاں، اس کلاس میں اگرچہ وہ ساری چیزیں یک دم تو پیدا نہیں کی جاسکتیں لیکن آپ کو کسی قدر اندازہ ہو جائے گا کہ احمدی لڑکیوں کی نشوونما کس رنگ میں ہونی چاہئے۔ انتظامات میں آپ کو کچھ نقائص بھی نظر آئیں گے لیکن اسے نظر انداز کر دیں۔ اور آئندہ سال انشاء اللہ تعالیٰ مزید بہتر انتظامات ہوں گے۔ وہ عورتیں، جو تنقید کرنے میں فراخ دل اور تعریف کرنے میں کنجوس ہوتی ہیں، وہ اپنے گھروں میں

کبھی خوش نہیں رہ سکتیں۔اس لئے آپ اپنے اندر یہ کمزوری پیدا نہ ہونے دیں۔لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ غلطیوں کو نوٹ کریں اوران سے سبق سیکھیں اور آپ اپنی زندگی میں ان باتوں سے اجتناب کریں۔لیکن بعض لوگ اس کے برعکس عمل کرتے ہیں۔وہ تنقید تو ضرور کریں گے لیکن اس قسم کے حالات میں خود بھی وہی غلطیاں دہرائیں گے"۔

آخر میں فرمایا:۔

"کلاس کے اختتام پر جب آپ اپنے گھروں میں جائیں گے تو جو باتیں یہاں سیکھی ہیں،ان کو یادرکھیں اوران پر عمل پیرا ہوں۔اوراس طالبعلم کی طرح نہ کریں، جو اپنا آخری امتحان دے کر جب گھر جاتا ہے تو اپنے دماغ سے پڑھائی کے بوجھ کو اتار پھینکنا چاہتا ہے۔یہاں آپ اس قسم کی پڑھائی کے لئے نہیں آئیں اور نہ اس طرح کا کوئی امتحان ہوگا۔یہاں آپ ایسا سبق سیکھنے آئی ہیں، جسے آپ ہمیشہ محفوظ رکھیں اوراسے اپنی زندگی کا حصہ بنالیں اور جب آپ واپس جائیں تو آپ کے والدین اور آپ کی سہیلیاں آپ کو ایک تبدیل شدہ شخصیت میں پائیں۔جو زیادہ دلکش اور پسندیدہ ہو، جو زیادہ فراخدل ہو، جو دوسروں پر زیادہ احسان کرنے والی اور دوسروں سے کم احسان کی توقع رکھنے والی ہو۔اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے فضلوں سے نوازے۔آمین"۔

(مطبوعہ ہفت روزہ النصر 16 اگست 1985ء)

# ہمدردی کا تقاضا ہے کہ بنی نوع انسان کی روحانی فلاح و بہبود کے لئے کوشش کریں

## پیغام فرمودہ 28 جولائی 1985ء بر موقع یورپین اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ یوکے

بسم اللہ الرحمان الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھو الناصر

مجھے یہ معلوم کر کے از حد خوشی ہوئی ہے کہ مجلس خدام الاحمدیہ انگلستان، یورپ کی مجالس خدام الاحمدیہ کے دوسرے اجتماع کے موقع پر ایک سووینیئر شائع کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس اجتماع کو تمام یورپ کے لئے عظیم روحانی انقلاب کا پیش خیمہ بنا دے۔ اور نوجوانان احمدیت کو ایسا زبردست جوش، غیر معمولی ولولہ اور بے مثال جذبہ عطا فرمائے کہ وہ مستقبل کی ہر ذمہ داری کو کمال خوبی کے ساتھ ادا کر سکیں۔ امین۔

میرے نہایت پیارے عزیزو! درخت مسیح موعود کی سرسبز شاخو!! اور احمدیت کے نونہالو!!!

ہمارے محبوب امام حضرت امیر المؤمنین مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے 1937ء میں مجلس خدام الاحمدیہ کی بنیاد رکھی اور احمدی نوجوانوں کو خدام الاحمدیہ تجویز فرمایا۔ تا احمدیت کے معیار کے مطابق صرف اپنے ملک، اپنی قوم اور اپنی جماعت ہی کی نہیں، پوری دنیا کی خدمت کرنے والے ہوں۔ میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ اس عظیم الشان نصب العین کی تکمیل کے لئے آپ کی نظر ہمیشہ سیدنا حضرت مسیح موعود اور مہدی مسعود علیہ السلام کے اس ارشاد پر رہنی چاہیے:۔

> ”....چاہیے کہ اسلام کی ساری تصویر تمہارے وجود میں نمودار ہو۔ اور تمہاری پیشانیوں میں اثر سجود نظر آوے۔ اور خدا تعالیٰ کی بزرگی تم میں قائم ہو۔ اگر قرآن اور حدیث کے مقابل پر ایک جہان عقلی دلائل کا دیکھو تو ہرگز اس کو قبول نہ کرو۔ اور یقیناً سمجھو کہ عقل نے لغزش کھائی ہے۔ توحید پر قائم رہو اور نماز کے پابند ہو جاؤ۔ اور اپنے مولائے حقیقی کے حکموں کو سب سے مقدم رکھو۔ اور اسلام کے لئے سارے دکھ اٹھاؤ“۔

(ازالہ اوہام حصہ دوم صفحہ 452 روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 552)

یورپ کے احمدی نوجوانوں کا دوسرا فرض یہ ہے کہ وہ زندگی بھر اللہ تعالیٰ کے تمام بندوں کی خدمت اور ہمدردی اور چارہ جوئی اور سچی غم خواری میں وقف رہیں۔ اور نہ صرف زبان سے بلکہ اپنے عمل سے اور پاک نمونہ سے ثابت کر دیں کہ انسانی تعلقات کے دائرہ میں بھی اسلام کی تعلیم ہر دوسری تعلیم سے افضل واعلیٰ اور اکمل اور احسن ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعودؑ اس تعلیم کا نچوڑ چند فقروں میں یہ بیان فرماتے ہیں:۔

"..... قرآن انجیل کی طرح یہ نہیں کہتا کہ اپنے دشمنوں سے پیار کرو بلکہ وہ کہتا ہے کہ چاہئے کہ نفسانی رنگ میں تیرا کوئی بھی دشمن نہ ہو اور تیری ہمدردی ہر ایک کے لئے عام ہو۔ مگر جو تیرے خدا کا دشمن، تیرے رسول کا دشمن اور کتاب اللہ کا دشمن ہے، وہی تیرا دشمن ہوگا۔ سو تو ایسوں کو بھی دعوت اور دعا سے محروم نہ رکھ۔ اور چاہیے کہ تو ان کے اعمال سے دشمنی رکھے، نہ ان کی ذات سے۔ اور کوشش کرے کہ وہ درست ہو جائیں۔ اور اس بارے میں فرمایا ہے:۔

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی

یعنی خدا تم سے کیا چاہتا ہے؟ بس یہی کہ تم تمام نوع انسان سے عدل کے ساتھ پیش آیا کرو۔ پھر اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ ان سے بھی نیکی کرو، جنہوں نے تم سے کوئی نیکی نہیں کی۔ پھر اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ تم مخلوق خدا سے ایسی ہمدردی کے ساتھ پیش آؤ کہ گویا تم ان کے حقیقی رشتہ دار ہو۔ جیسا کہ مائیں اپنے بچوں سے پیش آتی ہیں۔ کیونکہ احسان میں ایک خودنمائی کا مادہ بھی مخفی ہوتا ہے۔ اور احسان کرنے والا کبھی اپنے احسان کو جتلا بھی دیتا ہے۔ لیکن وہ، جو ماں کی طرح طبعی جوش سے نیکی کرتا ہے، وہ کبھی خودنمائی نہیں کر سکتا۔ پس آخری درجہ نیکیوں کا طبعی جوش ہے، جو ماں کی طرح ہو"۔

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 30,31)

بنی نوع انسان سے سچی ہمدردی کا اوّلین تقاضا یہ ہے کہ ان کی مادی فلاح و بہبود سے بڑھ کر ان کی روحانی فلاح و بہبود کے لئے کوشش کریں۔ اور اس کوشش میں اپنے آقا و مولیٰ پیغمبر کامل حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلوب سیکھیں اور آپ ہی کے رنگ پکڑیں۔ جس طرح آپؐ بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے ہمہ وقت غم و فسردگی میں مبتلا رہتے تھے اور اپنی جان کو یہ ایک روگ سا لگا رکھا تھا۔

چاہیے کہ آپ میں سے بھی ہر ایک اس جانکاہی اور دلسوزی کے ساتھ فریضہ تبلیغ ادا کرے۔ اور چین سے نہ بیٹھے، جب تک مغرب سے سچائی کے سورج کے طلوع ہونے کے آثار ہویدا نہ ہو جائیں۔ اور وہ صبح صادق نمودار نہ ہو جائے، جس کی بشارت مخبر صادقؐ نے ہمیں 1400 برس پہلے دی تھی۔ مغرب سے اس طلوع آفتاب کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

”.....اس عاجز پر جو ایک رؤیا میں ظاہر کیا گیا، وہ یہ ہے، جو مغرب کی طرف سے آفتاب کا چڑھنا یہ معنی رکھتا ہے کہ ممالک مغربی، جو قدیم سے ظلمت کفر و ضلالت میں ہیں، آفتاب صداقت سے منور کئے جائیں گے اور ان کو اسلام سے حصہ ملے گا۔ اور میں نے دیکھا کہ میں شہر لنڈن میں ایک منبر پر کھڑا ہوں اور انگریزی زبان میں ایک نہایت مدلل بیان سے اسلام کی صداقت ظاہر کر رہا ہوں۔ بعد اس کے میں نے بہت سے پرندے پکڑے، جو چھوٹے چھوٹے درختوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اور ان کے رنگ سفید تھے اور شائد تیتر کے جسم کے موافق ان کا جسم ہوگا۔ سو میں نے اس کی یہ تعبیر کی کہ اگرچہ میں نہیں مگر میری تحریریں ان لوگوں میں پھیلیں گی اور بہت سے راست باز انگریز صداقت کا شکار ہو جائیں گے۔ درحقیقت آج تک مغربی ملکوں کی مناسبت دینی سچائیوں کے ساتھ بہت کم رہی ہے۔ گویا خدا تعالیٰ نے دین کی تمام عقل ایشیا کو دے دی۔ اور دنیا کی عقل تمام یورپ اور امریکہ کو۔ نبیوں کا سلسلہ بھی اوّل سے آخر تک ایشیا کے ہی حصہ میں رہا اور ولایت کے کمالات بھی انہیں لوگوں کو ملے۔ اب خدا تعالیٰ ان لوگوں پر نظر رحمت ڈالنا چاہتا ہے“۔

(ازالہ اوہام حصہ دوم صفحہ 276,277 روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 376,377)

پس اے میرے عزیزو! آپ کامل یقین اور توکل اور صبر اور استقلال اور جانسوزی اور وفاداری کے ساتھ اپنی تمام صلاحیتوں سے کام لیتے ہوئے ان روشن دنوں کو قریب تر لانے کی کوشش کرتے رہیں، جن کا آنا آسمان پر مقدر ہو چکا ہے۔

اور دعا سے بھی کسی وقت غافل نہ رہیں۔ کیونکہ یہ دعا ہی ہے، جو ہماری کوشش کے بے رنگ خاکوں میں کامیابی کے رنگ بھرتی ہے۔ اور ہمارے منصوبوں کی بے جان تصویروں کو زندگی عطا کرتی ہے۔ بظاہر یہ کام ہماری طاقت سے بڑھ کر اور سخت مشکل بلکہ محال نظر آتا ہے۔ مگر بہر حالت یہ ہو کر رہے گا۔ یہ ایک تقدیر مبرم ہے، جسے کوئی ٹال نہیں سکتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

”.....وہ دن نزدیک آتے ہیں کہ جو سچائی کا آفتاب مغرب کی طرف سے چڑھے گا۔ اور یورپ کو سچے خدا کا پتہ لگے گا اور بعد اس کے کہ توبہ کا دروازہ بند ہوگا کیونکہ داخل ہونے والے بڑے زور سے داخل ہو جائیں گے اور وہی باقی رہ جائیں گے، جن کے دل پر فطرت سے دروازے بند ہیں۔ اور نور سے نہیں بلکہ تاریکی سے محبت رکھتے ہیں۔قریب ہے کہ سب ملتیں ہلاک ہوں گی مگر اسلام۔ اور سب حربے ٹوٹ جائیں گے مگر اسلام کا آسمانی حربہ کہ وہ نہ ٹوٹے گا، نہ کند ہوگا، جب تک دجالیت کو پاش پاش نہ کر دے“۔

(الاشتہار مستیقناً بوحی اللہ القہار مؤرخہ 14 جنوری 1897ء مجموعہ اشتہارات جلد 2 صفحہ 304,305 بحوالہ تذکرہ صفحہ 244)

والسلام

خاکسار

(دستخط) مرزا طاہر احمد

خلیفۃ المسیح الرابع

۲۸ وفا ۱۳۶۴ ہش بمطابق 28 جولائی 1985ء

(مطبوعہ ہفت روزہ النصر 11 اپریل 1986ء وضمیمہ ماہنامہ تحریک جدید ستمبر 1985ء)

# مذہبی تحریکوں کی ایک کامیابی، دوسری کامیابی کی محرک ہوتی ہے

## خطاب فرمودہ 15 اگست 1985ء

سمر کلاس برائے طالبات برطانیہ کی اختتامی تقریب کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے جو خطاب فرمایا، اس کا خلاصہ درج ذیل ہے:۔

حضور نے فرمایا:۔

"تمام تعریفیں محض اور محض خدا تعالیٰ کے لئے ہیں۔ اس نے اپنی رحمت ہر جگہ اور ہر ایک پر نازل فرمائی ہے۔ اور خصوصاً جماعت احمدیہ کے ساتھ اس کا انتہائی رحمت کا تعلق ہے۔ اس لئے ہم خواہ اس کا کتنا ہی شکرادا کریں، اس کا حق ادا نہیں کر سکتے"۔

کلاس کی کامیابی کے متعلق فرمایا:۔

"بفضل خدا یہ کلاس ہماری توقعات سے بہت بڑھ کر کامیاب ہوئی ہے۔ ہمیں خدشہ تھا کہ شاید اس کلاس میں شامل ہونے والی بچیاں اس میں بعض نقائص پائیں۔ اور یہ بھی ڈر تھا کہ ہوسکتا ہے، منتظمات و کارکنات بعض وجوہات کی بناء پر کماحقہ اپنے فرائض ادا نہ کر سکیں۔ مگر یہ تمام خدشات خدا تعالیٰ کے فضل سے غلط ثابت ہوئے۔ احمدی خواتین کا یہ کردار قابل فخر ہے کہ انہوں نے بھرپور عزم کے ساتھ جملہ فرائض کو ادا کیا"۔

حضور نے فرمایا:۔

"میرے لئے ہمہ وقت مصروفیات کے باعث یہ ممکن نہ تھا کہ زیادہ وقت دے سکتا، اس لئے صرف چار پانچ دن کے لئے ہی آسکا۔ چنانچہ میں نے ہر بچی کو خوش پایا۔ اور یہ خوشی کوئی رسمی نہیں تھی بلکہ حقیقی مسرت تھی۔ اور جب میں نے بچیوں سے اس کلاس کے بارہ میں پوچھا تو ان کے ریمارکس انتہائی خوش کن تھے۔ خصوصاً عزیزہ عائشہ، جو ہمارے سوئس احمدی مکرم رفیق چانن صاحب کی صاحبزادی ہیں، اسے جب میں نے پوچھا کہ تم نے اس کلاس سے کیا استفادہ کیا؟ تو اس نے کہا:۔

This class has shown me where i belong.

کہ اس کلاس نے مجھے یاد کرا دیا ہے کہ میں کن لوگوں میں سے ہوں۔

حضور نے فرمایا کہ

''یہ اتنا پیارا تبصرہ تھا کہ اس نے تمام حقیقت کو آشکار کر دیا۔ اور یہ سادہ اور چھوٹا سا فقرہ اس حقیقت حال سے معمور اور معنی خیز تھا کہ اس سے بہتر الفاظ میں کسی طرح تسلی نہیں ہو سکتی تھی''۔

فرمایا:۔

''ان کے علاوہ منتظمات اور منتظمین سب اس کلاس کی کامیابی سے خوش تھے اور ہر ایک کو اس پر تسلی تھی۔ اور یہ ہمارے لئے ایک انعام کے طور پر ہے۔ مذہبی تحریکوں کا انعام ایک موقع کی کامیابی کے ساتھ ہی ختم نہیں ہو جاتا۔ بلکہ ایک کامیابی دوسری کامیابی کی اور ایک خوشی دوسری خوشی کی اور ایک انعام دوسرے انعام کا محرک ہوتا ہے۔ اور یہ ازدیاد ایمان کا موجب ہوتا ہے''۔

حضور نے مزید فرمایا کہ

''یہ امر بھی خوشی کا باعث ہے کہ جب آپ گھر جائیں گی تو پہلے سے بہتر اور عظیم ہوں گی۔ اور اپنے مستقبل کی ذمہ داریوں کو احسن طور پر نبھانے میں آپ کے لئے یہاں کی تربیت اور تعلیم مد ہو گی۔ انشاء اللہ''۔

فرمایا:۔

''آپ سب کے ہم مشکور ہیں کہ آپ نے اس کلاس کو کامیاب بنانے میں حصہ لیا۔ اور میں سب کے لئے دعا گو ہوں گا۔ انشاء اللہ''۔

حضور نے فرمایا:۔

''بعض وجوہات کے پیش نظر میرا یہ یقین ہے کہ یہ بیج جو بویا گیا ہے، یہ اب بڑھے گا اور ہم اس درخت کے ثمرات حاصل کریں گے۔ اور اللہ تعالیٰ ہماری عاجزانہ کوششوں کو بار آور فرمائے گا۔ اور ہماری اولادیں مستقبل میں ان ثمرات سے متمتع ہوں گی''۔

فرمایا کہ

''یہی نہیں کہ صرف آئندہ نسلیں ان سب مساعی کے پھل کھائیں گی بلکہ ہم خود بھی ان کے پھلوں سے متمتع ہوں گے۔ کیونکہ روحانی کوششوں کے پھل اسی وقت بھی ظاہر ہوتے ہیں اور مستقبل میں بھی ظاہر ہوتے رہتے ہیں''۔

اس پر حضور نے اس بادشاہ کا واقعہ سنایا، جس نے ایک بوڑھے شخص کو کھجور کا درخت اگاتے دیکھا تو اس سے پوچھا کہ تم اس عمر یہ درخت لگا رہے ہو، یہ تو بہت مدت کے بعد پھل دیتا ہے۔ اس کے جواب میں

اس شخص نے کہا کہ ہمارے بڑوں نے درخت لگائے تو ہم نے پھل کھائے۔ ہم لگائیں گے تو ہماری اولادیں کھائیں گی۔اس بات پر بادشاہ خوش ہوا اور اسے انعام دیا۔اس شخص نے کہا، آپ کہتے تھے کہ تم اس کا پھل حاصل نہیں کرسکو گے۔ یہ دیکھیں اس کا پھل مجھے ابھی مل گیا ہے۔اس پر بادشاہ نے اور انعام دیا۔ چنانچہ اسی طرح اس بوڑھے نے تین چار مرتبہ انعام حاصل کیا۔اور بادشاہ یہ کہہ کر روانہ ہوگیا کہ ہم اسی طرح کھڑے رہے اور اس کے جواب پر انعام دیتے رہے تو ہمارے خزانے خالی ہو جائیں گے اور وہ چل پڑا۔

حضور نے فرمایا:۔

''یہ تو ایک واقعہ کی کہانی ہے۔مگر روحانی زندگی میں ایسے واقعات ہم حقیقت کے روپ میں مشاہدہ کرتے ہیں۔اور ہر احمدی یہ نظارے دیکھتا ہے کہ جب وہ خدا کی راہ میں کوشش کرتا ہے تو خدا تعالیٰ کس طرح اس کو اور اس کی نسل در نسل کو اس کے ثمرات عطا فرماتا چلا جاتا ہے۔اور خدا تعالیٰ کے پھلوں کا اختتام نہیں ہوتا''۔

فرمایا:۔

''دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آئندہ کلاسوں کو پہلے سے زیادہ کامیاب کرے۔اور آپ سب کو آپ کی کوششوں کے ثمرات سے نوازے اور آنے والی نسلوں کو بھی ان پھلوں سے نوازے''۔

حضور نے فرمایا:۔

''میں آپ سب سے خوش ہوں، جو طالبات کے رنگ میں شامل ہوئیں اور ان سے بھی جنہوں نے انتظامات کئے۔اور انشاءاللہ تعالیٰ میں آپ سب کے لئے دعا گو رہوں گا''۔

(مطبوعہ ضمیمہ ماہنامہ انصاراللہ ستمبر1985ء)

# دعوت الی اللہ کے تین ہتھیار، دعا، تعلق باللہ اور علم

## خطاب فرمودہ 25 اگست 1985ء برموقع یورپین اجتماع خدام الاحمدیہ برطانیہ

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور رحمہ اللہ نے فرمایا:۔

''اس موقع پر یہ مشکل ہے کہ کس زبان میں آپ کو مخاطب کروں۔ کیونکہ جرمنی سے آئے ہوئے اکثر خدام ایسے ہیں، جو انگریزی بالکل نہیں سمجھتے۔ اور برطانیہ کے بعض خدام ایسے ہیں، جو اردو بالکل نہیں سمجھتے۔ اور اصول یہ ہے کہ جہاں ایسی تقریب ہو، وہاں کی لوکل زبان میں سامعین کو مخاطب کیا جائے۔ ہمارے رسمی اور مستقل قسم کے جلسوں اور پروگراموں میں یہی اصول ہے۔ لیکن بعض اوقات عالمی تقاضوں کے پیش نظر ایک اور اصول کے تحت پہلے اصول کو نظر انداز بھی کیا گیا ہے۔ خطبہ جمعہ بھی اس لئے اردو میں دیتا ہوں کہ یہ تمام دنیا کے احمدیوں کا حق ہے۔ جن کی اکثریت تا حال اردو بولنے اور سمجھنے والی ہے۔ لیکن یہ اجتماع چونکہ برطانیہ کا ہے، اس لئے آج کا خطاب انگریزی میں کروں گا۔ مگر اردو بھی ضروری ہے کیونکہ خصوصاً پاکستان کا اردو دان طبقہ اردو خطابات کا متمنی رہتا ہے''۔

نیز حضور نے فرمایا:۔

''آج اردو میں ساتھ ساتھ ترجمہ کرنے کا بندوبست نہیں، لہذا جو بات میں انگریزی میں کہوں گا، اس کو ساتھ ہی اردو میں بھی بیان کر دوں گا''۔

اس اصولی امر کے بعد حضور نے اجتماع کی غیر معمولی کامیابی پر خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور انتظامات میں حصہ لینے والے دوستوں کے لئے دعا کی اور فرمایا:۔

''ہر احمدی اور خصوصاً نوجوانوں پر اس زمانہ میں سب سے بڑا جہاد، سب سے زیادہ اہم کام اور ذمہ داری تبلیغ ہے۔ یہ تبلیغ ہر دوسرے مذاہب کے افراد کو بھی اور لامذہب شخص کو بھی کرنی ہے۔ اور تادم واپسیں اس ذمہ داری کی ادائیگی ضروری ہے۔ پس ہر احمدی تبلیغ میں شامل ہو۔ اور خصوصاً نوجوانوں پر یہ اہم فریضہ ہے''۔

فرمایا:۔

''یہ محاورہ کہ ''موت اور زندگی کا سوال ہے''میں، میں یہ اصلاح کرتا ہوں کہ احمدی کی زندگی اور موت کا سوال نہیں بلکہ زندگی اور زندگی کا سوال ہے۔ کیونکہ احمدیت کی ڈکشنری میں موت کا کوئی لفظ نہیں۔

اوراس زندگی کے لئے اس وقت کا سب سے اہم تقاضا تبلیغ ہے۔ اور سب سے بڑا جہاد تبلیغ ہے۔ اور جس طرح جہاد میں اسلحہ کا استعمال ہوتا ہے اور بعض ہتھیاروں کی ضرورت ہوتی ہے اور جنگ میں ہتھیار استعمال کرنے کا طریقہ آنا ضروری ہے ورنہ بعض اوقات وہی ہتھیار اپنے خلاف استعمال ہونے لگتے ہیں۔ پس جہاں تبلیغ کے لئے دلائل اور کتب کا مطالعہ بہت ضروری ہے، وہاں سب سے مقدم ہتھیار دعا ہے۔ اس کے بغیر کسی کام کی توفیق نہیں مل سکتی۔ نہ پڑھنے اور نہ سمجھنے کی۔ دعا کے بغیر نہ خدا سے محبت کا تعلق پیدا ہو سکتا ہے اور نہ قرآن اور حدیث کا علم حاصل ہو سکتا ہے۔ کیونکہ قرآن کریم کے علم کے لئے یہ شرط ہے کہ

لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ

اسے صرف پاک لوگ ہی حاصل کر سکتے ہیں"۔

حضور رحمہ اللہ نے فرمایا:۔

" یہ دعا ایک بہت بڑا خزانہ ہے، جو احمدیت کے ساتھ ہمیں ملا ہے۔ اور اس زمانہ میں حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ ہمیں اس کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔ اور آپؑ نے شدت اور کثرت کے ساتھ دعا کی اہمیت واضح کی ہے۔ پرانی تمام کتب، جو پہلے بزرگوں نے لکھیں، ان سب کو جمع بھی کر دیا جائے، تب بھی اپنی اہمیت، کثرت، شدت اور حکمت کے لحاظ سے حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔

پس تبلیغ کو دعا کے ساتھ شروع کریں۔ اور دعا کو اپنا اوڑھنا، بچھونا بنائیں۔ پھر دیکھیں کہ آپ کے لئے کس طرح تبلیغ کے نئے نئے راستے کھلتے ہیں، نئے نئے دلائل سوجھتے ہیں، خطرات کے وقت اور مشکل فیصلوں کے وقت کس طرح آپ کے لئے آسانی کے سامان پیدا ہوتے ہیں"۔

فرمایا:۔

" دعا کے بعد دوسرا ہتھیار تعلق باللہ ہے۔ کیونکہ ہتھیار خواہ کتنا بھی اعلیٰ ہو، اس کو چلانے کے لئے طاقت (انرجی) کی ضرورت ہوتی ہے۔ چلانے کے فن اور داؤ پیچ کے علاوہ طاقت بھی بہت ضروری ہوتی ہے۔ تبلیغ میں یہ طاقت (انرجی) اللہ تعالیٰ سے تعلق ہے۔ جس طرح مادی دنیا میں ہر قسم کی طاقت کا انحصار یا ہر قسم کی طاقت کا سرچشمہ سورج ہے، اسی طرح روحانی دنیا میں تمام تر طاقتوں کا سرچشمہ تعلق باللہ ہے۔ اور دعا کی جان بھی اللہ تعالیٰ کی محبت میں ہے۔ پس اپنے عسر و یسر میں خدا تعالیٰ سے تعلق قائم رکھیں۔ کیونکہ امن کے وقت میں اگر کسی طرح تعلق قائم ہو تو وہی مشکل میں بھی کام آتا ہے۔ ورنہ مشکل میں تعلق قائم کرنا زیادہ مشکل ہو جاتا ہے"۔

حضور نے فرمایا:۔

’’تبلیغ کے لئے تیسرا ہتھیار علم ہے۔ صرف اپنے مذہب کا علم ہی کافی نہیں بلکہ دوسرے کے مذہب کا اور مذہب کے علاوہ لامذہب تحریکوں مثلاً کمیونزم وغیرہ کا علم بھی ضروری ہے‘‘۔

فرمایا:۔

’’علم حاصل کرنے کے دو طریقے ہیں:۔

ایک مطالعہ اور تحقیق وغیرہ۔

اور دوسرے عملاً میدان کارزار میں کودنا اور تجربہ کرنا وغیرہ‘‘۔

حضور نے فرمایا کہ

’’علم کے حصول کے لئے کئی چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ اور پھر بھی انسان صرف اپنے مذہب کا مطالعہ بھی مکمل نہیں کرسکتا۔ اور یہ بہت مشکل ہے کہ ایک شخص اپنے مذہب کا بھی پورا علم رکھتا ہو اور دوسرے مذہب کا بھی۔ لیکن اس زمانہ میں یہ مشکل اس طرح حل کر دی گئی ہے کہ عام طور پر لوگ مذہب سے دور ہیں۔ وہ خواہ مذہبی ہوں یا دہریہ، مذہب کا مطالعہ بہت کم رکھتے ہیں۔ اس لیے آپ کو بات کرنی آسان ہو جاتی ہے‘‘۔

اس کے بعد حضور نے بیرونی جماعتوں میں سے جرمنی کے خدام کے جذبہ تبلیغ کو سراہا اور ان کی مزید حوصلہ افزائی فرمائی اور بہت تبلیغ کرنے کی تلقین فرمائی۔ نیز فرمایا:۔

’’جرمنی والے بعض خط لکھتے ہیں کہ ہم تبلیغ میں بہت زور مار رہے ہیں مگر کامیابی نہیں ہوتی‘‘۔

فرمایا:۔

’’ایسے موقع پر آپ کے لئے علم نہیں بلکہ صرف دو ہتھیار باقی رہ جاتے ہیں، دعا اور تعلق باللہ۔ پس خدا والے بنیں تو آپ کے اندر ایک کشش ہوگی اور دوسرا آپ کے اندر اپنے لئے ایک محبت محسوس کرے گا۔ اور یہی فرق ہے، مولویت میں اور اللہ والے میں۔ مولویت معاشرے کو دھکے دیتی ہے، ایک دوسرے کے خلاف نفرت اور تکفیر کی تعلیم دیتی ہے اور اس پر تسلی نہ ہو تو قتل پر ترغیب دیتی ہے۔ مگر اللہ والے معاشرے کو اپنی طرف کھینچتے ہیں اور یہی کشش تھی، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر موجود تھی کہ دشمن بھی آپ کی طرف مائل ہوتا چلا جاتا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ ہمیں طاقت عطا فرمائے اور حوصلہ اور موقع دے اور ہم ہر وقت اس کو یاد کرنے والے ہوں‘‘۔

(مطبوعہ ہفت روزہ النصر 23 اگست 1985ء وضمیمہ ماہنامہ انصار اللہ ستمبر 1985ء)

# ہر سمت میں خدا تعالیٰ ہماری زمینوں کو وسعتیں عطا فرماتا چلا جارہا ہے

## خطبہ جمعہ فرمودہ 30 اگست 1985ء

"..... جب مومن کو غم ملتا ہے تو جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے، اس کی قربانی کا مادہ بڑھ جاتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمت ملتی ہے تو نیا حوصلہ آجاتا ہے اور یقین کر لیتا ہے کہ ہم جو قربانی بھی خدا کی خاطر کرتے ہیں، اس کے نتیجے میں اس دنیا میں بھی اجر پانے لگ جاتے ہیں۔ پھر بھی اس کی قربانی کا مادہ بڑھتا ہے اور اللہ کے فضل کی تقدیر اس کے لئے اس کے علاوہ بھی جاری ہوتی ہے۔ ان کے مسائل آسان ہو جاتے ہیں، ان کی مشکلات دور ہو جاتی ہیں، غیر معمولی حالات میں اللہ تعالیٰ کی طرف انہیں ایسی چیزیں مل جاتی ہیں، جو عام حالات میں انسان سوچ بھی نہیں سکتا۔ اور پھر کوئی جب غور کرتا ہے کہ یہ کیسے چیز ملی تو حیرت سے دیکھتا ہے کہ واقعۃً سوائے اس کے کہ خدا کی تقدیر کام کر رہی ہو، ہمیں یہ ملنی نہیں چاہئے تھی۔

چنانچہ مثلاً اسلام آباد، جماعت احمدیہ انگلستان کے لئے ایک یوروپین مرکز کے طور پر لیا گیا۔ میرے ساتھ اس سلسلے میں کئی مہینے تک چوہدری انور احمد صاحب کاہلوں اور آفتاب احمد صاحب اور ارشد باقی صاحب نے محنت کی، جگہیں تلاش کیں، کئی جگہ دل بھی آجاتا رہا، کئی جگہ سودے بھی ہو گئے لیکن عین آخری وقت میں آکر کوئی نہ کوئی وجہ ایسی ہو جاتی تھی کہ یا ہمارا دل اتر جاتا تھا یا جس سے خرید رہے تھے، اس کا دل اتر جاتا تھا۔ اور جگہ ہم یہی بیان کیا کرتے تھے کہ یہ جگہ چاہئے۔ اس سے ملتی جلتی کوئی تھوڑی سی ملتی تھی مگر بالکل یہ جگہ نہیں مل سکتی تھی۔ اور لوگ بتاتے تھے کہ یہ ایسی جگہ انگلستان میں پھر آپ کہتے ہیں، لندن کے قریب، سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اور جب ہر طرف سے مایوسی ہوگئی تب یہ جگہ اچانک سامنے آئی۔ تب اس کا اشتہار نکلا، اس سے پہلے یہ مارکیٹ میں آئی نہیں تھی۔ اور جب آئی، اس وقت پتہ چلا کہ خدا تعالیٰ کیوں ہم سے یہ کھیلیں کھیل رہا تھا۔ امیدیں دلاتا تھا، واپس لے لیتا تھا۔ دل آتا تھا تو دل اتار دیتا تھا، کبھی ہمارا، کبھی دوسرے فریق کا۔ تو جب یہ جگہ سامنے آئی، اس وقت دل نے گواہی دے دی کہ ہاں یہ ہماری ہے اور وہ فوراً ہماری ہوگئی۔ اور اس کے نتیجہ میں بہت سی برکتیں ملی ہیں۔ اس جماعت کو نئی وسعتیں مل گئی ہیں۔ اتنا تیزی کے ساتھ اسلام آباد کے فوائد انگلستان کی جماعت محسوس کرنے لگی ہے کہ اب یوں لگتا ہے کہ اس کے بغیر ہم گذارہ کیسے کر رہے تھے۔

چنانچہ اور باتوں کے علاوہ ابھی جب بچیوں کی تربیتی کلاس لگی ہے تو گیارہ سال سے لے کر پچیس سال کی بچیاں، جن کی مائیں ہر وقت فکر مند رہتی تھیں کہ اسلامی معاشرہ کا ماحول ان کو نصیب نہیں ہے، کوئی ایسی جگہ نہیں ہے، جہاں ان کے اندر خود اعتمادی پیدا ہو، پتہ ہو کہ اسلام ان سے کیا تقاضے کرتا ہے؟ ان کی خاطر اسلام کیا کیا سہولتیں ان کو مہیا فرماتا ہے؟ اسلامی زندگی قید نہیں ہے بلکہ ایک نعمت ہے۔ اس قسم کی باتیں جب تک ایک غالب معاشرے کے اندر کوئی داخل ہو کر تجربے میں سے نہ گذرے، یقین نہیں کر سکتا۔ اب نظریاتی لحاظ سے لاکھ ان کو سمجھا دیں، جب تک اسلامی معاشرہ کو کوئی چکھے نہ، اس ماحول میں سے نہ گذرے، اسے میسر ہی نہیں آسکتی یہ بات۔ اب جب وہاں تربیتی کلاس ہوئی ہے بچیوں کی تو اس میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ ایسے سارے فوائد ان کو میسر آ گئے، جو لندن کی مسجد میں یا کسی اور جگہ میسر آ ہی نہیں سکتے تھے۔ دن رات وہاں ٹھہرنا، بہترین ہوسٹل خدا نے بنے بنائے دے دیئے۔ کھیلوں کے کھلے میدان کسی پردے کی ضرورت نہیں۔ وہاں دوڑتی پھرتی تھیں، آزادی کے ساتھ۔ ان کو تیراکی بھی سکھائی گئی، ان کو گھوڑا سواری بھی سکھائی گئی، ان کو تیر اندازی بھی سکھائی گئی، ان کو بندوق چلانا بھی سکھایا گیا، ان کو سائیکلنگ بھی سکھائی گئی۔ ہر قسم کی دلچسپیاں وہ پہلے دیکھا کرتی تھیں کہ غیر قومیں ان سے مزے لوٹ رہی ہیں اور ہمارے لئے گویا حرام ہیں۔ ان کو بتایا گیا کہ کچھ بھی تمہارے لئے یہ حرام نہیں۔ ہاں بعض شرائط ہیں۔ تمہاری پاک دامنی کی حفاظت کی شرط کے ساتھ، ہر چیز تمہارے لئے جائز ہے۔ پھر ہر قسم کے علوم ان کو دیئے گئے، گھر گرہستی کے طریق ان کو سمجھائے گئے۔ کوئی پہلو ایسا نہیں رکھا، جس سے ایک عورت کی شخصیت میں حسن پیدا ہوتا ہو اور وہ ان کو وہاں دینے کی نہ کوشش کی گئی ہو۔ متوازن احمدی خاتون کی شخصیت، جو ہماری مستقبل کے بچوں کی ذمہ دار ہے، اس کی تعمیر کرنے میں اسلام آباد نے تین ہفتے میں ایک ایسا کردار ادا کیا ہے کہ آپ اس سے پہلے اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ باہر سے آئی ہوئی بچیاں صرف انگلستان سے نہیں، یورپ سے، امریکہ سے، کینیڈا سے، ان کی تو بالکل آنکھیں کھل گئیں۔ میں نے بچیوں سے جب الگ الگ پوچھا تو بڑے دلچسپ جواب مجھے ملے ہیں۔ ایک بچی نے کہا کہ مجھے تو اب معلوم ہوا ہے کہ میرا وجود ہے کیا؟ اپنی زندگی کا مقصد مجھے سمجھ آ گیا ہے۔ ایک بچی نے بتایا کہ Now I know where I belong. ماں باپ میرے احمدی تھے۔ (والد تو ان کے سوئس ہیں، جو عیسائیوں سے مسلمان ہوئے) لیکن اس نے ایک فقرے میں بڑی گہری بات اور بڑے پیار کی بات کہہ دی کہ:

For the first time, now I realised where I belong.

ماں باپ احمدی ہیں مگر اسی یوروپین ماحول میں پلی ہے، اچھا ماحول ہے لیکن ان تین ہفتوں نے اسے بتادیا کہ تم کس جگہ سے تعلق رکھنے والی ہو، کیا تمہارا مقام ہے۔ اور جو پہلی ساری زندگی کے سبق اس کو نہیں بتا سکے تھے۔ اور ایسے ایسے عجیب خطوط بچیوں کے موصول ہو رہے ہیں کہ ہر روز پڑھ کے میرا دل حمد اور شکر سے بھر جاتا ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ ہمیں تو خدا تعالیٰ نے بچالیا ہے۔ آپ اندازہ نہیں کر سکتے کہ ہمارے اندر کیا انقلابات برپا ہوئے ہیں۔ احمدیت سے تعلق، اسلام کی محبت اور ذاتی وابستگی، اللہ تعالیٰ سے پیار، یہ ساری نعمتیں ہمیں دو، تین ہفتے میں ایسی مل گئی ہیں کہ بعض بچیوں نے کہا ہے کہ اب تو ہم بے قراری سے اگلے سال کا انتظار کر رہی ہیں۔ حالانکہ اس سے پہلے منتظمین کا تأثر یہ تھا کہ تین ہفتے بہت لمبا وقت دے دیا گیا ہے، اس میں تو بچیاں بور ہو جائیں گی۔ تو بور ہونے کی بجائے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایسے ولولے لے کر لوٹی ہیں کہ حیرت ہوتی ہے ان کو دیکھ کر کہ کتنی جلدی ان میں تبدیلی رونما ہوئی ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے جو یہ وعدہ کیا تھا کہ

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۭ وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ

اس وعدہ کو ہم ہر جہت میں پورا ہوتے دیکھ رہے ہیں۔ احمدیوں کی نئی نسلیں سنور رہی ہیں، اس ابتلاء کے نتیجہ میں۔ ہر دل میں نئی وسعتیں پیدا ہو رہی ہیں، ہر ذہن میں نئی وسعتیں پیدا ہو رہی ہیں۔ اور یہ وسعتیں ہیں، جو باہر کے لوگ اپنی کوتاہ بینی کے نتیجے میں دیکھ نہیں سکتے۔ یہ تو کوئی صاحب ایمان ہی ہے، جس کی نظر دیکھ لیتی ہے، ان چیزوں کو یا وہ جن کے دل پر گذرتی ہے۔ اور یہ وسعتیں ساری دنیا میں تمام احمدیوں کو نصیب ہو رہی ہیں۔

فجی میں بیٹھے لوگ، جو دور دراز ایک جزیرہ ہے، وہ بھی لکھ رہے ہیں کہ اس ابتلاء میں تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں نئے حوصلے، نئے ولولے عطا کر دیئے ہیں۔ احمدیت کے لئے خدمت کی جو تمنا اب پیدا ہوئی ہے، اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی۔ افریقہ کے بیابان جنگلوں میں اور وہ جسے تاریک براعظم کہا جاتا ہے، ان کے تاریک ترین گوشوں سے ایسے خط آ رہے ہیں کہ جو ابتلاء کا حوالہ دے کر یہ لکھتے ہیں کہ یہ ابتلاء کیا آیا ہے، ہمیں تو اللہ تعالیٰ نے روشنی عطا کر دی ہے، نیا نور بخش دیا ہے۔ اب ہم یہ فیصلہ کر چکے ہیں کہ اپنا سب کچھ خدا کی راہ میں لٹا دیں گے۔

اور باتوں کو چھوڑ دیجئے، یہ جو قلبی کیفیات میں وسعتیں نصیب ہوئی ہیں اور دماغوں میں جو پاک تبدیلیاں پیدا ہوئی ہیں، یہی ایک عظیم الشان خدا تعالیٰ کا انعام ہے کہ

يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا

کے نتیجہ میں جو خدا تعالیٰ کے وعدے تھے، ان کو ہم پورا ہوتے دیکھ رہے ہیں۔ اور ظاہری طور پر جو لوگ دیکھنا چاہتے ہیں، ان کے لئے اب تفصیل سے بیان کرنے کا تو وقت نہیں، مختصراً میں آپ کو بتاتا ہوں، ایسی چیزیں، جو صرف ظاہری آنکھ کو نظر آسکتی ہیں، دنیا کے ہر ملک میں تبلیغی وسعت پیدا ہوگئی ہے۔ دنیا کے ہر ملک میں بیعتوں کا گراف تدریجاً اونچا ہونا شروع ہوگیا ہے۔ یعنی اتفاقی حادثے کے طور پر نہیں بلکہ پہلے سالوں کے مقابل پر نمایاں اونچا ہوا اور پھر اونچا ہوتا رہا اور ہر اگلا مہینہ پہلے سے زیادہ داعیان الی اللہ کی رپورٹیں لے کر آرہا ہے۔ ہر اگلا مہینہ ہمیں بتا رہا ہے کہ ہر ملک میں خدا تعالیٰ کے فضل سے تبلیغ میں وسعت پیدا ہوئی ہے۔ اور ہر ملک میں نئی جماعتیں قائم ہو رہی ہیں۔ نئے دیہات خدا تعالیٰ عطا کر رہا ہے، جہاں اس سے پہلے کبھی احمدیت داخل نہیں ہوئی تھی۔ اور جب میں ہر ملک کہتا ہوں تو پاکستان اس میں شامل ہے۔ کوئی دنیا کا ایسا خطہ نہیں، جو خدا تعالیٰ کے ان فضلوں سے خالی ہو۔ اور وہ ممالک، جہاں پہلے ہمارے مشن قائم تھے، جہاں مسجدیں موجود تھیں، وہاں خدا تعالیٰ بہت زیادہ وسیع زمینیں نئی عطا فرما رہا ہے۔ نئے مشن عطا کر رہا ہے، نئی مسجدوں کی جگہیں عطا کر رہا ہے۔

یورپ میں ہی جو پچھلے ایک سال کے اندر نئی وسعتیں ملی ہیں، آپ ان کو دیکھیں تو حیران رہ جاتے ہیں۔ ہر ملک میں خدا تعالیٰ نئے سامان پیدا کر رہا ہے، نئی جگہوں کے۔ اور یہ سلسلہ جاری ہے بند نہیں ہوا۔ اور پھر کلیۃً نئے ممالک میں مشن کھولنے کی خدا توفیق عطا فرما رہا ہے، نئے جزیروں میں۔ میں نے ابھی بتایا تھا کہ فجی کے قریب ایک جزیرے میں، اس سے پہلے بھی ایک دفعہ بتا چکا ہوں، خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے ایک مبلغ ہمیں عطا کر دیا ہے۔ اور ایسا خدا تعالیٰ کا تصرف ہوا کہ ایک صاحب نے مجھ سے ملنے کے لئے وقت مانگا۔ ان کو وقت دینے سے دو دن پہلے مجھے فجی سے اطلاع ملی کہ فلاں جزیرہ ہے، اور وہاں مشن اگر قائم ہو تو بہت اچھی بات ہے۔ وہاں عیسائی بھی ہیں اور فلاں فلاں بھی ہیں لیکن کوئی مسلمان نہیں ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی خدا کا تصرف ہے کہ اس جزیرے کے متعلق ایک مضمون بھی مجھے مل گیا اور دو دن کے بعد وہ صاحب جب ملاقات کے لئے آئے تو مجھے کہا کہ میں مشورہ کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا کیا مشورہ؟ انہوں نے کہا جی کہ مشکل یہ ہے کہ مجھے میری فلاں ملک میں نوکری تھی، بڑی اچھی تھی، وہاں سے تو انہوں نے نکال دیا ہے، United Nation میں، میں نے درخواست دی تھی۔ اور United Nation نے یہ جواب دیا ہے کہ فلاں جزیرے میں ہمارے پاس نوکری ہے اور کہیں نہیں۔ میں نے کہا مشورہ؟ اس میں مشورہ کیا، یہ تو اللہ تعالیٰ کی عطا ہے۔ میں تو بیٹھا ہوا منتظر تھا کہ خدا کوئی رستہ دے تو ہم وہاں پہنچیں۔ تو جاؤ اور مبلغ بنو وہاں جا کر خدا کے فضل سے۔ چنانچہ ان کو جاتے ہی خدا تعالیٰ نے کیتھولک

عیسائیوں میں سے ایک بڑا اچھا پھل عطا کیا۔ اور ان کے بیوی بچے پیچھے گئے تو انہوں نے ان کی بیوی بچوں میں تبلیغ کی، اب وہ پورا خاندان خدا کے فضل سے احمدی ہو گیا۔

ماریشس کے قریب ایک جزیرہ ہے۔ وہاں بھی خدا تعالیٰ نے عیسائیوں میں سے اور کیتھولک عیسائیوں میں، جو اپنے مذہب میں بڑے شدید ہیں، ان میں سے ایک نوجوان عطا کیا۔ پھر اس کے ساتھ اور بیعتیں شروع ہو گئیں۔ اور اب انہوں نے اصرار کیا ہے کہ ہمیں فوراً مشن قائم کر کے دیا جائے۔ چنانچہ مرکزی نمائندہ اب جا کر وہاں دورہ کرے گا اور ان کو مشن انشاء اللہ تعالیٰ لے کر دے گا۔

برازیل میں ہم بڑی دیر سے منتظر تھے کہ وہاں مشن قائم کیا جائے۔ جنوبی امریکہ میں جماعت احمدیہ کا ایک بھی مشن نہیں تھا۔ اگرچہ احمدی کچھ وہاں پہنچے ہوئے تھے لیکن مشن کہیں قائم نہیں تھا۔ چنانچہ خدا کے فضل سے برازیل میں پہلا مشن قائم ہو گیا ہے۔ اور اب ہم وہاں وسیع زمین کی تلاش کر رہے ہیں، جہاں انشاء اللہ نہایت ہی شاندار مسجد اور مشن ہاؤس قائم ہو گا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے تو ارادہ یہ ہے کہ اتنی وسیع زمین ہو کہ بہت سے احمدی خاندانوں کو بھی وہاں آباد کیا جا سکے۔ ایک احمدی گاؤں بن جائے اور وہاں اس کے امکانات ہیں۔

تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی فضلوں کی بارش ہو رہی ہے، خدا ہم پر ایسے احسانات نازل فرما رہا ہے ہم پر کہ ہر روز ہم خدا کے اس وعدے کو پورا ہوتے دیکھتے ہیں کہ

وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ

عام زمینیں دنیا کی تو دو طرفوں میں پھیلتی ہیں لیکن خدا کی زمین تو شش جہات میں پھیل رہی ہے۔ ہر لحاظ سے، ہر پہلو سے خدا کی زمین کو ہم وسعت پذیر ہوتا دیکھ رہے ہیں۔

اسلامی ممالک سے نئے رابطے پیدا ہوئے۔ جہاں سب سے زیادہ کوشش کی گئی کہ اسلامی ممالک ہم سے بدظن ہو جائیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے میں آج یہ آپ کو عظیم خوشخبری سناتا ہوں کہ جنیوا میں جو Human Rights Sub-Commision اس مسئلہ پر غور کر رہا تھا کہ مذہبی طور پر جماعت احمدیہ کو مسلمان کہلانے کے حق سے محروم کر کے ان پر ظلم کیا گیا ہے اور اسی طرح دیگر مذہبی بنیادی حقوق چھین کر ان پر ظلم کیا گیا ہے، وہاں یہ کافی عرصے سے معاملہ زیر غور تھا۔ جماعت انگلستان کے کئی مخلصین اس میں حصہ لے رہے تھے اور بھی جہاں تک ہمارا بس چلا، ہم نے کوشش کی۔ تو کل رات مجھے فون پر وہاں سے اطلاع ملی ہے کہ جو ریزولیوشن پاس ہوا ہے، اس میں اسلامی ملکوں نے ہماری تائید کی ہے۔ اور دو ممالک، جن پر اپنی حکومتوں کا بڑا شدید دباؤ تھا یعنی پاکستان کی وجہ سے وہ اس موقع پر اٹھ کر باہر چلے گئے

تاکہ ہمیں یہ ووٹ نہ دینا پڑے کہ پاکستان ٹھیک کر رہا ہے۔ بتایئے کون کون سی جہات ہیں، جن میں خدا نئی وسعتیں عطا نہیں کر رہا؟ بعض اسلامی ممالک سے میرا رابطہ ہوا ہے، اللہ کے فضل سے اور ان کے سرکردہ لوگوں نے وعدے کئے ہیں کہ ہم ان غلط فہمیوں کو دور کرنے میں تمہاری مدد کریں گے اور واقعۃً جماعت احمدیہ پر شدید ظلم ہوا ہے، اسلام کی صف اوّل کی مجاہد جماعت ہے اور اسے اسلام دشمن طاقت کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے، بڑی اندھیر نگری ہے۔

تو ہر سمت میں خدا تعالیٰ ہماری زمینوں کو وسعتیں عطا فرماتا چلا جا رہا ہے۔ ایسی زبانوں میں اسلامی لٹریچر تیار کرنے کی توفیق ملی ہے اور بڑی جلدی اب انشاء اللہ بڑھ جائے گی، جن میں کبھی کچھ نہیں تھا۔ پہلی مرتبہ خدا کے فضل سے بالکل نئی زبانوں میں اسلامی لٹریچر اور بڑے بڑے وسیع علاقوں سے تعلق رکھنے والی وہ زبانیں ہیں، ان میں خدا تعالیٰ نے پیدا کرنے کی توفیق بخشی ہے۔ چونکہ بیک وقت بہت سا کام شروع ہوا ہوا ہے اور پختگی کے قریب ہے۔ اس وقت نظر نہیں آرہا کیونکہ پھل جب تک پکے نہ، خواہ لاکھوں کی تعداد میں لگا ہو، مارکیٹ میں تو نظر نہیں آیا کرتا۔ لیکن جب پک جائے گا تو اچانک ہر طرف وہ آپ کو اس پھل کی خوشبو، اس کا رنگ روپ، اس کے مزے حاصل ہونے شروع ہو جائیں گے۔

پریس کی تحریک کی گئی تھی۔ ڈیڑھ لاکھ پاؤنڈز کی تحریک کی تھی اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے سوا دو لاکھ تک کے وعدے آچکے ہیں اور ابھی بہت سے ممالک کی طرف سے آرہے ہیں۔ اور مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ اڑھائی لاکھ سے تین لاکھ تک تو آسانی سے یہ وعدے پہنچ جائیں گے۔ ڈیڑھ لاکھ کی ضرورت تھی بنیادی مشینری کے لئے لیکن اس کے علاوہ اس کی Installation، اس کے ماہرین کی تیاری اور پھر ماہانہ اخراجات کے لئے ہمیں بتایا گیا تھا کہ ایک بڑی رقم کی ضرورت پیش آئے گی۔ تو اللہ تعالیٰ نے خود ہی اس کا انتظام فرما دیا۔ جو زائد رقم ہے، اس کو ہم اس طرح استعمال کریں گے کہ اس کی ماہانہ آمد اس پریس کے سارے اخراجات کے لئے انشاء اللہ کفیل ہو جائے گی۔ کوئی حصہ ایسا نہیں ہے، جس طرف نظر جاتی ہو اور خدا نے وہاں نئی وسعتیں عطا نہ فرما دی ہوں۔

مشرقی یورپ میں خدا نے تبلیغ کے نئے رستے کھول دیئے ہیں۔ نئی نئی قوموں میں نئے رستے کھول رہا ہے۔ چنانچہ ایک اشتراکی ملک سے ایک تاتاری پروفیسر نے بیعت کی ہے۔ اور وہ بہت ہی مخلص ہیں اور بہت تعلیم یافتہ، اپنی یونیورسٹی میں مذہبی امور کے وہ ایک سند سمجھے جاتے ہیں۔ اور اتفاق سے بیعت کرنے سے پہلے ان کو یہ کام ملا تھا کہ مذاہب کے تعارف پر وہ ایک کتاب لکھیں۔ چنانچہ انہوں نے ہمیں لکھا ہے کہ اب بتاؤ پھر کیا ہے اسلام اور احمدیت کیا ہے؟ اور جو کچھ کہو گے، وہی کچھ لکھا جائے گا۔ حیرت

ہے کہ کس طرح خدا تعالیٰ اپنے فضل سے یہ سامان فرما رہا ہے۔ اور تاتاری لیڈر ایسے ہیں، جن سے ہمارا اب رابطہ ہے۔ ان کے متعلق توقع ہے کہ اگر وہ خدا تعالیٰ کے فضل سے حقیقی مسلمان بن جائیں تو ان کی قوم پوری کی پوری ان کے ساتھ آسکتی ہے، اس کے بھی امکانات ہیں۔

یوگوسلاویہ سے پہلی دفعہ نوجوان نے تعلیم حاصل کرنے کے لئے اپنے آپ کو وقف کیا ہے۔ ان کو محدود وقت میں اجازت مل سکتی ہے۔ تو تین مہینے کی جوان کو چھٹیاں ہیں، وہ یہاں انشاء اللہ آکے گزاریں گے اور دینی تعلیم حاصل کریں گے اور اپنے ملک میں جاکر پھر وہ پیغام پہنچائیں گے۔

ہنگری میں خدا تعالیٰ کے فضل سے نیا رابطہ قائم ہو چکا ہے۔ اور روس میں خدا تعالیٰ کے فضل سے نئے روابط قائم ہو چکے ہیں۔ ایک رابطہ نہیں، کئی روابط۔ اور وہاں سے ایک بیعت تو براہ راست لینن گراڈ سے آئی تھی۔ اس کے بعد اب پتہ چلا ہے کہ وہاں جگہ جگہ احمدی پھیلے ہوئے تھے، جنہوں نے کبھی بتایا ہی نہیں تھا۔ لیکن چونکہ انگلستان سے رابطہ نسبتاً آسان ہے، اس لئے وہ اللہ کے فضل سے اب آتے ہیں، ملتے ہیں، رابطہ قائم کرتے ہیں آکے، نئی ہدایتیں لیتے ہیں آکے۔ کوئی دنیا کا حصہ ایسا نہیں رہا، جہاں خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے احمدیت کے نفوذ کے سامان پیدا نہیں کر دیئے"۔

"......پس آپ کو مبارک ہو۔ جن کے غم بھی مبارک ہیں، جن کی خوشیاں بھی مبارک ہیں، جن کے خوف بھی مبارک ہیں اور جن کی امیدیں بھی مبارک ہیں۔ اور ہر حال سے گذر کر ہم گواہ ہیں، ہم شاہد ہیں کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے نئی رحمتیں خدا سے حاصل کی ہیں اور نئی برکتیں اللہ کی طرف سے حاصل کی ہیں۔ اور اس سب پر مستزاد یہ کہ خدا کا وعدہ ہے اور خدا کی انگلی آسمان سے اشارے کر رہی ہے کہ اے میرے بندو! جنہوں نے صبر کیا، میں تمہیں بے حساب اجر دوں گا اور ہر جہت سے تمہاری زمین پھیلتی چلی جائے گی اور نئی وسعتیں اسے عطا ہوتی چلی جائیں گی اور اپنے مخالفین کی وہ دنیا دیکھ کر ایک لمحہ کے لئے بھی مایوس نہ ہونا کہ ان کی عمر ذرا لمبی ہوگئی۔ کیونکہ خدا کہتا ہے کہ وہ خود جانتے ہیں کہ ان کا زمانہ تیزی سے گذرتا چلا جا رہا ہے اور ان کی زمینیں تنگ ہوتی چلی جارہی ہیں۔ خدا کی تقدیر کا گھیرا روز بروز ان پر زیادہ تنگ ہو رہا ہے۔ جہاں یہ باتیں ہمارے دل میں نئے حوصلے عطا کرتی ہیں، ہمیں نئے اطمینان بخشتی ہیں، وہاں شکر کی طرف بھی تو توجہ دلاتی ہیں۔ اس لئے کثرت سے خدا تعالیٰ کا شکر کریں۔ دن رات خدا کا شکر کریں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کا یہ بھی وعدہ ہے کہ شکر کرو گے تو پھر میں مزید بڑھا دوں گا۔ یہ بھی ایک وسعت کی جہت ہے۔ تو شکر کر کے دیکھیں، پھر دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کس طرح اس شکر کے نتیجے میں بھی آپ کو نئی وسعتیں عطا فرمائے گا"۔

(خطبات طاہر جلد 04 صفحہ 729 تا 744)

# تبلیغ کے بغیر جماعت کی ترقی اور غلبہ کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا

## پیغام بر موقع تربیتی کلاس جماعت احمدیہ مقبوضہ کشمیر منعقدہ یکم تا20 ستمبر 1985ء

بسم اللہ الرحمان الرحیم

پیارے بھائیو!

اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت آپ سب کے شامل حال رہے۔ آمین

آپ سب کے لئے میرا پیغام یہ ہے کہ احباب جماعت کی تربیت اور ان میں تبلیغ احمدیت کی اہلیت بڑھانے کے لیے جو کلاسیں منعقد کی جارہی ہیں، ان سے پوری طرح فائدہ اٹھائیں۔ ایسی کلاسیں، اگرچہ وقتی اور محدود نوعیت کی ہوتی ہیں لیکن ان کے مفید نتائج کو وسیع اور دیرپا بنایا جا سکتا ہے۔ جو افراد ان کلاسوں میں شامل ہوں، انہیں مندرجہ ذیل تین باتوں پر خصوصی توجہ رکھنی چاہیے۔

اوّل: یہ کہ ایسے ہنگامی پروگرام دراصل خفتہ جذبہ کو بیدار کرنے کے لئے وضع کئے جاتے ہیں۔ اور مقصد یہ ہوتا ہے کہ کلاس میں شامل ہونے والے جو کچھ سیکھیں، اس کو آگے پھیلانے کا کام کریں۔ قرآن کریم میں اس کی بابت ہمیں واضح آیت ملتی ہے، جس کا ترجمہ یہ ہے:۔

”اور مومنوں کے لئے ممکن نہ تھا کہ وہ سب کے سب (اکٹھے ہو کر تعلیم دین کے لئے) نکل پڑیں۔ پس کیوں نہ ہوا کہ ان کی جماعت میں سے ایک گروہ نکل پڑتا تا کہ وہ دین پوری طرح سیکھتے اور اپنی قوم کو واپس لوٹ کر (بے دینی سے) ہشیار کرتے۔ تا کہ وہ (گمراہی سے) ڈرنے لگیں“۔

(توبہ:122)

پس وہ افراد، جو کلاسوں میں شامل ہوں، انہیں یہ امر پیش نظر رکھنا چاہیے کہ جو نیک باتیں اور علمی دلائل وہ سیکھیں، وہ ایک لحاظ سے ان کے امین ہیں۔ اور یہ امانت انہوں نے آگے اپنی جماعتوں کو یا اپنے دیگر احمدی بھائیوں تک پہنچانی ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر کلاس میں شمولیت کی غرض پوری نہیں ہوتی۔

دوئم: یہ کہ ایسی کلاسیں، جو منعقد کی جاتی ہیں، ان کے بعض دیگر تقاضے بھی ہیں، جو نظروں سے اوجھل نہیں رہنے چاہئیں۔ مثلاً یہ کہ کلاس کا ایک پروگرام اور ڈسپلن ہوتا ہے۔ پروگرام کے بغیر انسانی

کوششوں میں جامعیت نہیں آتی بلکہ ایک پراگندگی اور انتشار کی کیفیت غالب رہتی ہے۔ اور ڈسپلن کے بغیر نظم وضبط برقرار نہیں رہ سکتا۔ اور یہ دونوں باتیں جہاں افراد کے لئے بڑی بنیادی ہیں، وہاں قومی زندگی میں ان کی اہمیت کہیں زیادہ ہے۔ اس لئے آپ جہاں خود نظم وضبط کی پابندی کریں، وہاں جماعت کے دیگر افراد میں بھی نظم وضبط کی پابندی کے اوصاف اجاگر کریں۔ اور اس کے لئے ایک احمدی کو پہلا اور آخری سبق یہی ہے کہ وہ ہر سطح پر اطاعت کو اپنا شعار بنائے۔ ہمارے محبوب آقا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اطاعت کی اہمیت واضح کرتے ہوئے فرمایا:۔

"من أطاع أميري فقد أطاعني ومن أطاعني فقد أطاع الله. ومن عصى أميري فقد عصاني ومن عصاني فقد عصى الله"۔

یعنی جو شخص میرے مقرر کردہ امیر یا افسر کی اطاعت کرتا ہے، وہ دراصل میری اطاعت کر رہا ہے۔ اور جو میری اطاعت کرتا ہے، وہ دراصل اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے۔ اور جو میرے مقرر کردہ امیر کی نافرمانی کرتا ہے، وہ دراصل میرا نافرمان ہے۔ اور جو میری نافرمانی کرے، وہ دراصل میرے بھیجنے والے خدا تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے۔

پس جماعت کی روح ہی نظم وضبط اور اطاعت کرنا ہے۔ اس لئے ہمارے سب پروگراموں میں یہ روح نمایاں اور نکھر کر نظر آنی چاہیے۔ ایسی روح رکھنے والی جماعت کے سر پر ہی خدا کا ہاتھ ہوتا ہے۔ جیسے حدیث نبویؐ ہے کہ

يد الله على الجماعة۔

سوئم: یہ کہ تربیتی امور کے علاوہ تبلیغ کے فریضہ کی اہمیت اچھی طرح سمجھنے کی ضرورت ہے۔ جماعتی تربیت تو دراصل مجاہدین تیار کرنے کے مترادف ہے۔ اور تبلیغ کرنا ان مخلصین مجاہدین کا آگے فریضہ ہے۔ جس فوج سے لڑائی کا کام نہ لیا جائے، اس کی تیاری کی ضرورت ہی کیا ہے؟ پس احمدیت کے زیر تربیت آنے والے ہر فرد کی اصل ذمہ داری تبلیغ کرنا ہے۔ اس کے بغیر جماعت کی ترقی اور دیگر تمام ادیان پر اس کے غلبہ کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی ہمارے سامنے ہے کہ آپ کس طرح تبلیغ کے لئے مضطرب رہتے تھے۔ اور ہر گھڑی اور ہر لمحہ اپنی زندگی کا آپ نے تبلیغ کے جہاد میں صرف کیا۔ اور جو روحانی

خزائن آپ کو اللہ کی طرف سے عطا ہوئے، انہیں دوسروں تک پہنچانے میں آپ غیر معمولی جوش وجذبہ رکھتے تھے۔ چنانچہ خود آپ ہی کے الفاظ میں حسب ذیل عبارت ہمیں ہمیشہ پیش نظر رکھنی چاہیے۔آپ فرماتے ہیں:۔

''......میری ہمدردی کے جوش کا اصل محرک یہ ہے کہ میں نے ایک سونے کی کان نکالی ہے اور مجھے جواہرات کے معدن پر اطلاع ہوئی ہے اور مجھے خوش قسمتی سے ایک چمکتا ہوا اور ایک بے بہا ہیرا اس کان سے ملا ہے اور اس کی اس قدر قیمت ہے کہ اگر میں اپنے ان تمام بنی نوع بھائیوں میں وہ قیمت تقسیم کروں تو سب کے سب اس شخص سے زیادہ دولت مند ہو جائیں گے، جس کے پاس آج دنیا میں سب سے بڑھ کر سونا چاندی ہے۔ وہ ہیرا کیا ہے؟ سچا خدا۔ اور اس کو حاصل کرنا یہ ہے کہ اس کو پہچاننا اور سچا ایمان اس پر لانا اور سچی محبت کے ساتھ اس سے تعلق پیدا کرنا اور سچی برکات اس سے پانا۔ پس اس قدر دولت پا کر سخت ظلم ہے کہ میں بنی نوع کو اس سے محروم رکھوں۔ اور وہ بھوکے مریں اور میں عیش کروں۔ نہ، مجھ سے ہرگز نہیں ہوگا۔ میرا دل ان کے فقر و فاقہ کو دیکھ کر کباب ہو جاتا ہے، ان کی تاریکی اور تنگ گزرانی پر میری جان گھٹتی جاتی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آسمانی مال سے ان کے گھر بھر جائیں اور سچائی اور یقین کے جواہران کو اتنے ملیں کہ ان کے دامن استعداد پر ہو جائیں''۔

(اربعین نمبر 1 صفحہ 2,3 روحانی خزائن، جلد 17 صفحہ 344,345)

پس اے عزیز بھائیو! اوّلاً خود اس قیمتی ہیرے سے تعلق پیدا کرو، ان جواہرات سے اپنے گھر بھر و اور پھر دنیا کی غربت اور روحانی فقر و فاقہ کو مٹانے کے لئے تبلیغ کرو، تبلیغ کرو، تبلیغ کرو۔

خدا تعالیٰ آپ سب کا حامی و ناصر ہو۔ اپنی محبت اور پیار کی دولت سے آپ سب کو مالا مال کرے۔ اور روحانی مردوں کو آپ کے ذریعہ دائمی زندگی سے ہم کنار کرے۔ آمین۔ میری طرف سے جملہ احباب جماعت مرد و زن اور بچوں اور بچیوں کو محبت بھرا اسلام پہنچا دیں۔ جزاکم اللہ تعالیٰ۔

والسلام

مرزا طاہر احمد

**خلیفة المسیح الرابع**

(مطبوعہ ہفت روزہ النصر 31 جنوری 1986ء وضمیمہ ماہنامہ انصار اللہ ستمبر 1985ء)

# وارض اللہ واسعة

## خطبہ جمعہ فرمودہ 13 ستمبر 1985ء

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:۔

”گزشتہ خطبہ میں، میں نے یہ ذکر کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا بڑا قطعی اور واضح وعدہ ہے کہ وہ لوگ، جو میری خاطر دکھ دیئے جاتے ہیں، جو صبر اور حوصلہ کے ساتھ محض میرے نام کی خاطر اور میری عزت کی خاطر تکلیفیں برداشت کرتے ہیں، میں ان کو انعام پر انعام دیتا ہوں، اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اور خصوصیت کے ساتھ اس دنیا میں انعام کا ذکر اس لئے فرمایا گیا کہ لوگ کہیں اس خیال سے مایوس نہ ہو جائیں یا کمزور ایمان رکھنے والے ٹھوکر نہ کھا جائیں کہ آخرت کے وعدے ہیں اور آخرت کس نے دیکھی ہے۔ اس لئے اس موقع پر جہاں دکھوں کا ذکر ہے، وہاں

فِیۡ ہٰذِہِ الدُّنۡیَا حَسَنَۃٌ

(الزمر:11)

پر زور دیا گیا۔ یہ بتانے کے لئے کہ تم اس دنیا میں ہی اپنے نیک اعمال کا اجر پا جاؤ گے۔ تا کہ تمہیں یقین ہو اور تمہارے ایمان میں اضافہ ہو کہ آخرت میں یہی خدا ہے، جو انعام واکرام دینے کا وعدہ کر رہا ہے، اس سے بہت بڑھ کر وہ ہم سے اپنے وعدے پورے فرمائے گا۔

اس کے بعد خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاَرۡضُ اللّٰہِ وَاسِعَۃٌ

(الزمر:11)

یقیناً خدا کی زمین بہت بڑھنے والی ہے۔ 'وسیع ہے' بھی اس کے معنی ہیں اور 'وسعت پذیر ہے' بھی اس کا ترجمہ کیا جا سکتا ہے۔ اور اس موقع پر خصوصیت کے ساتھ زیادہ موزوں معنی وسعت پذیر کے ہوں گے۔ کہ لوگ تو تمہیں تنگ کرنے کی کوشش کریں گے، تمہارے حلقے تم پر تنگ کرتے چلے جائیں گے اور یہ سمجھیں گے کہ تمہاری زمینیں چھوٹی ہو گئیں لیکن تم جب خدا کی خاطر یہ تکلیفیں برداشت کر رہے ہو تو تم اللہ کی زمین میں آ گئے ہو اور اللہ کی زمین کو کون تنگ کر سکتا ہے۔

وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ

یقیناً اللہ کی زمین بہت وسیع ہے اور یقیناً اللہ کی زمین وسعت پذیر ہے۔ وہ بڑھتی ہی چلی جائے گی اور ناممکن ہے کہ تم اس کی وسعتوں کو روک سکو۔

اس وعدہ کو بھی ہم نے اپنی آنکھوں کے سامنے بارہا پورا ہوتے دیکھا۔ ساری جماعت احمدیہ کی تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ جب لوگ یعنی دشمن جماعت احمدیہ کے گھر چھین رہے تھے یا جلا رہے تھے تو اللہ تعالیٰ آسمان سے یہ ہدایت دے رہا تھا کہ

وسع مکانک

(تذکرۃ صفحہ 41)

اپنے مکانوں کو وسیع کرنے کی تیاری کرو۔ اور ہر دفعہ جماعت احمدیت کے مکانات ہر ابتلاء کے بعد وسیع تر ہوتے چلے گئے۔ اس کی بارہا میں نے مثالیں دی ہیں۔ اتنی کثرت کے ساتھ اس کی مثالیں ہر ابتلاء کے دور میں ملتی ہیں کہ سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں تک ہیں کہ جن احمدی گھروں کو جلایا گیا یا لوٹا گیا، جن کو کھنڈروں میں تبدیل کیا گیا، ان گھروں کے مکینوں کو خدا تعالیٰ نے اتنے وسیع مکان عطا فرمائے، اتنے خوبصورت، اتنے عظیم الشان کہ ان کے مقابل پر وہ پہلے گھر محض جھونپڑے دکھائی دیتے تھے۔ تو یہ تو ایک انفرادی سلوک تھا خدا تعالیٰ کا جماعت کے ساتھ۔ اسی قسم کا سلوک بلکہ اس سے بھی بڑھ کر جماعت کے ساتھ بھی ہوتا چلا آیا ہے۔ ایک ملک میں زمین تنگ کرنے کی کوشش کی گئی تو نئے ملک عطا کر دیئے گئے۔ نئی تبلیغ میں وسعتیں پیدا کر دی گئیں اور نئی سرزمین خدا کی طرف سے عطا ہونے لگی۔

اس دور ابتلاء میں بھی انگلستان میں اسلام آباد کی وسیع سرزمین عطا فرمائی گئی۔ جس میں بہت سی ایسی سہولتیں موجود تھیں اور اتنے بڑے وسیع کوارٹرز موجود تھے، جن کو مکان تو نہیں کہنا درست، مگر وہ بیرکس قسم کی جس طرح کی فوجی بیرکس ہوتی ہیں، اس شکل کی اس میں عمارتیں موجود تھیں کہ وہاں خدا کے فضل سے جلسہ سالانہ انگلستان منعقد کرنے کی توفیق عطا ہوئی۔ اور تقریباً 800 مہمان ان بلڈنگز میں وہاں ٹھہر سکے۔ اور انگلستان کے معیار سے ایک بہت ہی بڑی چیز ہے کہ کسی عمارت میں 800 مہمان ٹھہر سکیں۔ اور اس کے علاوہ جلسہ کے لئے وسیع میدان بہت ہی کھلا، خدا کے فضل سے انتظام ہوسکتا ہے۔ اور جتنے دوست آئے، وہ تو خیر چھ، سات ہزار تھے۔ اگر ربوہ کے مقابل کا جلسہ ڈیڑھ، دو لاکھ افراد کا جلسہ وہاں منعقد کرنا چاہیں تو اس کی بھی خدا کے فضل سے گنجائش موجود ہے۔ اور با آسانی عورتوں اور مردوں کو ملا کر ایک جیسا جلسہ منعقد ہوسکتا ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اب ہمیں ہالینڈ میں یہ دوسرا مرکز عطا فرمایا ہے۔ جو یوروپین مراکز کی تحریک کا یہ ایک بچہ ہے۔ تحریک تو میں نے دو مراکز کے لئے کی تھی، ایک جرمنی میں اور ایک انگلستان میں۔ لیکن اللہ تعالیٰ عجیب شان سے اپنے وعدوں کو پورے فرماتا ہے۔ ہمیشہ توقع سے بہت بڑھ کر عطا کرتا ہے۔ اور جتنی چھلانگ ہماری امنگیں لگا سکتی ہیں، ان سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی اجابت دعا رحمت لے کر نازل ہوتی ہے۔ اور بہت زیادہ رفعتیں عطا کرتی ہے، اس سے جو ہم تصور باندھتے ہیں۔ چنانچہ اس دور ابتلاء کا یہ بھی ایک کرشمہ ہے کہ خدا تعالیٰ سے ہم نے دو مرکز مانگے تھے، خدا تعالیٰ نے دو سے زائد دیئے اور اب یہ تیسرا مرکز ہے۔ ایک جرمنی میں ہے، جس کا افتتاح بعد میں ہوگا۔ لیکن جوں جوں افتتاح ہوتا رہے گا، میں بتاتا چلا جاؤں گا آپ کو۔ تو بہر حال یہ دوسرا مرکز ہے، جس کا افتتاح ہو رہا ہے۔ اور یہ ہماری امیدوں سے، ہمارے منصوبوں سے بالکل الگ ایک نئی چیز عطا ہوئی ہے۔

اس مرکز کی تفصیل یہ ہے کہ جب میں گزشتہ مرتبہ ہالینڈ آیا تو محسوس کیا کہ مسجد بہت ہی چھوٹی ہو گئی ہے اور رہائش کی جگہیں بھی بہت ہی محدود ہیں۔ دو مربی بھی وہاں ٹھیک طریق پر اپنے خاندانوں سمیت نہیں ٹھہر سکتے۔ بہت تنگی میں گزارہ کر رہے تھے۔ اور جب کوئی باہر سے مہمان آئے تو کم سے کم ایک مربی کو تو ضرور باہر جانا پڑتا ہے۔ ورنہ زیادہ مہمان ہوں تو دونوں مربیوں کو جگہ خالی کر کے خود کسی کا مہمان بننا پڑتا ہے۔ عورتوں کے لئے الگ کوئی انتظام نہیں تھا، بچوں کے لئے وہاں کوئی انتظام نہیں تھا۔ اور کافی دقتیں تھیں۔ تو وہاں یہ تحریک ہوئی کہ ہالینڈ کو اپنی کوئی جگہ بنانی چاہئے۔ جائزہ لیا گیا کہ اس بلڈنگ کو وسیع کرنے کے کہاں تک امکانات ہیں؟ اور وہ جو سکیم ہے، وہ اپنی جگہ ابھی بھی چل رہی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ حسب توفیق اس عمارت کو بھی وسعت دی جائے گی۔ کیونکہ ہیگ کی جماعت کے لئے بھی وہ کافی نہیں رہی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ایک کمیٹی یہاں بنائی گئی، جس میں مردوں کے علاوہ ایک خاتون مسز باہری بھی شامل ہیں۔ اور ان سے کہا گیا کہ آپ اپنی توفیق کے مطابق سارے ہالینڈ پر نظر ڈالیں اور دیکھیں کہ کون سی امکانی طور پر اچھی ہو سکتی ہے، جہاں ہمیں کوئی جگہ مل جائے؟ مجھے کمیٹی والوں نے بتایا کہ بہت مہنگی جگہیں ہیں، زمین بھی یہاں مشکل سے ملتی ہے، سوائے اس کے کہ کسی دور کے علاقے میں کسی چھوڑی ہوئی خانقاہ کو آپ لینا پسند کریں۔ میں نے کہا: وہ تو ہم نہیں پسند کرتے، ہمیں تو کوئی باقاعدہ شریفانہ جگہ چاہئے۔ شریفانہ میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ خانقاہیں تو شریفانہ ہی ہوتی ہیں لیکن وہاں بتایا گیا ہے کہ مجرموں نے بھی وہاں اڈے لگائے ہوئے ہوتے ہیں اور افیون کے رسیا لوگ اور Drug Addicts (منشیات کے عادی) جن کو اور جگہ نہیں ملتی،

Truants، بھاگے ہوئے گھروں سے، یہ ان چھوڑی ہوئی خانقاہوں میں جا کر بیٹھ جاتے ہیں اور پھر حکومت کے لئے بڑا مشکل ہو جاتا ہے، ان کو وہاں سے نکالنا۔ وہاں بیچاری جماعت احمدیہ کہاں سے مرکز بنائے گی؟ اور کتنا بعد ہوگا، دونوں مزاجوں میں، جو لوگ وہاں بسے ہوئے ہیں اور ہم جو بسانا چاہتے ہیں، وہاں جا کر نئی شان سے؟ اس لئے وہ تو مجھے پسند ہی نہیں آئی۔ جگہیں ویسے بہت سستی مل رہی تھیں لیکن سارے جھگڑے ہمیں خود ہی طے کرنے پڑنے تھے۔ ان کو نکالو یا لڑائیاں۔ تو ان سے یہ جھگڑے ہم کہاں کر سکتے تھے۔ تو بہر حال ان کا خیال تھا کہ دوسری جگہوں میں اتنی وسیع جگہ جس طرح کہ آپ کے ذہن میں ہے، ملنی مشکل ہوگی۔ لیکن اللہ تعالیٰ اگر انتظام کرنے کو آتا ہے تو اس کی پہلے سے بڑی تیاریاں شروع کی ہوئی ہوتی ہیں اور حالات کو اس طرف لے کے جا رہا ہوتا ہے گھیر کے کہ جس کے نتیجہ میں، جس مقام پر خدا تعالیٰ چاہتا ہے، وہیں ان حالات نے جا کے رونما ہونا ہوتا ہے۔

یہ Complex بلڈنگ کا جو ہمیں ملا ہے، اس کی تاریخ یہ ہے کہ پہلے یہ Recreation کے لئے یعنی Tourists (سیاحوں) کو کھینچنے کے لئے، ان کی رہائش گاہ کے لئے یہ عمارت بنائی گئی۔ ایک عمارت نہیں، چار عمارتیں ہیں۔ تو بہر حال اس زمانہ میں ابھی Tourists زیادہ یہاں نہیں آتے تھے اور شروع میں عمارت بھی ایک ہی تھی۔ 1910ء میں یہ جس میں ہم اس وقت بیٹھے نماز پڑھنے کے لئے اکٹھے ہوئے ہیں، یہ عمارت بنائی گئی، جس کو ہم بلڈنگ (A) اے کہہ رہے ہیں۔ یہ بلڈنگ A اگرچہ 1910ء کی تعمیر شدہ ہے لیکن جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں، نہایت ہی اعلیٰ معیار کی ہے۔ اس کی تعمیر یوں محسوس ہوتی ہے کہ بالکل نئی بنی ہوئی ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے، بہت ہی اچھا Maintain کیا گیا ہے۔ اس زمانہ میں اس طرف کو Tourists کا زیادہ رجحان نہیں تھا۔ اگرچہ علاقہ بہت ہی خوبصورت ہے، جھیلیں بھی ہیں، ہر قسم کا حسن یہاں موجود ہے۔ پہاڑیاں بھی ہیں، جنگلات بھی ہیں، جنگلی جانور بھی اور جنگلی جانوروں کے Zoo (چڑیا گھر) اور National Museum (قومی عجائب گھر) وغیرہ کئی قسم کی چیزیں یہاں موجود ہیں۔ لیکن اس وقت ابھی اتنا رجحان نہیں تھا Tourists کا، غریب علاقہ تھا اور زرعی علاقہ تھا۔ تو کچھ عرصہ کے بعد انہوں نے، بنانے والوں نے پھر وہ ارادہ چھوڑ دیا اور 60s میں آئے، کچھ اور عمارتیں ساتھ یہاں بنائی گئیں اور اس کو بیمار بچوں کے لئے۔ یعنی بیمار سے مراد یہ ہے کہ جن کے ذہن بیمار ہوتے ہیں، بچپن سے کسی بیماری کی وجہ سے ان کی نشو ونما رک جاتی ہے، ایسے بچوں کے لئے ایک گھر سے تبدیل کر دیا گیا، اس علاقے کو، اس سارے Complex کو۔ اور اس کے لئے حکومت کی طرف سے جو بھی معیار ہے،

بہت بلند ہیں۔ ان معیاروں کے مطابق تمام احتیاطیں برت کے نہایت ہی عمدہ عمارتیں تعمیر کی گئیں اور کچھ عرصہ تک انہیں بچوں کے لئے یہ عمارتیں وقف رہیں۔ لیکن اس کے بعد حکومت نے ایک بہت بڑا کمپلیکس ان بچوں کے لئے یہاں سے قریب ہی ایک خوبصورت جگہ پر بنا دیا اور یہاں کے بچے اپنے طور پر جن کے ماں باپ فیس دیتے تھے، ان کو جب حکومت کی طرف سے سہولت مل گئی تو وہ سارے بچے یہاں سے اٹھا کر اس Complex میں لے گئے۔

اب اس کی جو شکل رہ گئی باقی، وہ ایسی تھی کہ بروکر(Broker) نے مجھے بتایا کہ اس میں کوئی اکیلا انسان چھوٹے خاندان والا ویسے ہی نہیں آ سکتا تھا اور اتنے بڑے Complex کو سنبھالنا بہت مشکل کام تھا، اس لئے اس کی جو قیمت ہونی چاہئے عمارتوں کے لحاظ سے، اس سے تقریباً تیسرے حصہ پر یہ فروخت کے لئے مہیا ہو گئی۔ اور سودا طے کرانے والے ایجنٹ کہتا کہ جب میں نے آپ کی جماعت کا یہ اشتہار پڑھا کہ ہمیں اس قسم کی جگہ چاہئے تو اسی وقت پھر میں نے رابطہ کیا۔ میں نے کہا کہ آپ کے لئے تو بنی بنائی جگہ موجود ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بغیر کسی دقت کے یہ سودا طے ہو گیا۔

اسلام آباد کا جو علاقہ ہمیں ملا ہے، وہ بھی صاف نظر آ رہا تھا کہ اس میں خدا تعالیٰ کی تقدیر گھیر کر وہاں پہنچا رہی تھی، جہاں ہمیں ضرورت تھی۔ اور بالکل غیر معمولی حالات میں وہ بھی خدا تعالیٰ نے عطا فرمایا۔ اب یہ جو علاقہ ہے، ایک تو علاقہ بہت خوبصورت ہے اور ہالینڈ کا سب سے زیادہ علاقہ بلاشبہ ہر ایک بتانے والا یہی بتاتا ہے اور آج کل Tourist Attraction یعنی سیاحوں کی دلچسپی کا مرکز بنا ہوا ہے۔ ہمارے اردگرد قریب ہی چند منٹ کے فاصلے پر یعنی چند منٹ کے چلنے کے فاصلے پر Camping Grounds ہیں، بڑی اچھی۔ وہاں جماعت کے دوست جب اگر کسی بڑی ضرورت کے وقت یہاں ٹھہرنا چاہیں زیادہ تعداد میں تو یہ سہولت بھی خدا نے مہیا کر دی ہے ہمیں۔ اور اس میں بنے بنائے چھوٹے چھوٹے مکان ہیں اور Camping صرف یہ نہیں Tents اپنے لے کر آئیں بلکہ مکان بھی مل جاتے ہیں وہاں اور بڑے اچھے Trailers (ٹریلرز) وغیرہ، ہر قسم کی سہولتیں اور بڑا سستا علاقہ ہے۔ علاقہ اس لحاظ سے پھر اس کے ماحول میں بہت ہی شریف لوگ بستے ہیں۔

اور جو سب سے زیادہ اہم چیز ہے، میری نظر میں وہ یہ ہے کہ ہمارے ہمسائے بہت شریف لوگ ہیں۔ اکثر حصہ ایسے معمر لوگوں سے آباد ہے، جو امن اور سکینت چاہتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں ایسے خوش نما علاقے میں جا کے بسیں، جہاں کوئی ان کو تنگ نہ کرے۔ اور وہ آخری ایام مزے سے بغیر کسی ذہنی الجھن

کے بسر کریں۔ چنانچہ ہمارے ہمسائے میں ایک رئیر ایڈمرل ریٹائرڈ ہیں، ایک ہمارے ہمسائے میں وہ Ambassador ہوتے تھے ہالینڈ کے کہیں۔ وہاں سے ریٹائر ہو کر یہاں آئے ہوئے ہیں۔ غرضیکہ ایسے لوگ، جو ہالینڈ کی سوسائٹی میں Cream سمجھے جاتے ہیں، وہ جب اپنے کاموں سے فارغ ہوتے ہیں تو اس علاقے میں آکر بس جاتے ہیں اور ان کا رویہ بعض دوسری قوموں کے برعکس متکبرانہ نہیں۔ کیونکہ میں نے دیکھا ہے، ایسے علاقے متکبر بھی ہو جاتے ہیں کیونکہ بڑے بڑے لوگ وہاں بستے ہیں۔ ان کے اندر ایک سرکشی سی آجاتی ہے۔ لیکن یہاں کے لوگ بڑے ہی Humble اور توقع کے بالکل برعکس بہت ہی خوش مزاج یعنی اپنے ہمسایوں کا خیال رکھنے والے ہیں۔ چنانچہ میں مثال دیتا ہوں ہمارے ساتھ ہی ایک ریٹائرڈ Military Attache رہتے ہیں، جن سے پوچھا مبلغ نے کہ ہمارے بچوں کے لئے سکول چاہئے، بتائیں کون سا؟ تو انہوں نے کہا: آپ فکر نہ کریں۔ وہ بہترین سکول جو تھا، وہاں ان کے بچوں کو خود ساتھ لے کر گئے اپنی موٹر میں اور وہاں داخل کروایا۔ اور ان کی بیوی ابھی بھی یہاں سے بچے کو Collect کرتی ہے اور خود وہ سکول لے کر جاتے ہیں۔ تو اتنے بااخلاق لوگ ہیں کہ ہمسائے کا ہر طرح سے خیال رکھنے والے اور پھر مذہبی علاقہ ہے۔ حمید صاحب نے مجھے بتایا ہے کہ ہالینڈ کے سارے علاقوں میں یہ مذہبی مشہور ہے۔ ان کا فکری رجحان مذہب کی طرف ہے۔ پھر ان کو پھولوں سے بہت محبت ہے۔ اس لئے آپ دیکھیں گے کہ بہت ہی خوبصورت گھر ہیں اردگرد، خوب سجے ہوئے۔ تو جس قسم کا ماحول جماعت احمدیہ کو چاہئے، وہ سارا ماحول یہاں میسر ہے۔

اور Complex اتنا بڑا ہے کہ جس عمارت میں یہ آپ بیٹھے ہوئے ہیں اس وقت یہاں نیچے بہت ہی بڑا کچن ہے، جو سینکڑوں کے لئے کھانا تیار کر سکتا ہے۔ اس کے لئے سارا سامان موجود ہے۔ وہ بھی اس قیمت کے اندر شامل ہے۔ اور جس جگہ ہم بیٹھے ہوئے ہیں، جسے مسجد میں تبدیل کیا گیا ہے، اس کے ساتھ کھلے ہال اور موجود ہیں۔ میرا ارادہ ہے کہ انشاء اللہ اگر یہاں کی حکومت نے اجازت دے دی اور غالباً اجازت آسانی سے مل جاتی ہے کہ اندرونی تبدیلیاں کر لی جائیں۔ تو کچھ اندرونی تبدیلیاں کر کے کچھ مسجد کا Symbol چھت کے اوپر تعمیر کر کے اسے کافی وسیع مسجد میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ عورتوں اور مردوں کو ملا کر یہاں کی ضرورت کے لحاظ سے میرا خیال ہے کوئی دو، تین سو نمازی آسانی سے یہاں نماز پڑھ سکیں گے۔ جب ہم اس کو شامل کر لیں گے اور اگر کچھ آگے بڑھنے کی اجازت دے دی گئی تو انشاء اللہ بہت ہی خوبصورت بڑی وسیع مسجد بن جائے گی۔

اس کے اوپر منزلوں میں دو منزلیں ہیں، ان میں بائیس کمرے ہیں رہائش کے لئے اور نہایت اچھے غسل خانے وغیرہ اور تمام دیگر ضروریات موجود ہیں۔ جو بیچنے والے تھے، وہ حوصلے والے لوگ تھے۔ چنانچہ پردے بھی انہوں نے اسی طرح اچھے اور خوبصورت لٹکے ہوئے رہنے دیئے اور کوئی دوسرا سامان بھی اٹھا کر نہیں گئے کہ Cutlery تک انہوں نے ساتھ ہی مہیا کر دی۔ کچن کی جتنی Appliances لگی ہوئی تھیں، وہ ساری اسی طرح لگی رہنے دی گئیں۔ کوئی ایک حصہ بھی ایسا نہیں ہے، جو انہوں نے ہٹایا ہو یا جس کے پیسے زائد مانگے ہوں۔ صرف قالین تھے، جو قانون کی مجبوری سے Remove کر کے ان کو جلانے پڑے۔ کیونکہ جو پبلک بلڈنگ فروخت کی جائے، یہاں کا قانون مطالبہ کرتا ہے کہ ان کے قالین نکال دیئے جائیں ورنہ بیماریاں منتقل ہونے کا خطرہ ہے۔

ساتھ ایک بہت بڑی وسیع بلڈنگ ہے، جسے ہم ''B'' بی کہتے ہیں۔ یہ یہاں کی ایک بڑی پولیٹیکل پارٹی کے پاس فی الحال کرایہ پر ہے۔ اور پاکستان کے لحاظ سے اسّی ہزار روپے سالانہ کرایہ ہے اس عمارت کا۔ اور یہ بھی بہت وسیع عمارت ہے۔ اس میں بڑے بڑے ہالز ہیں اور سر دست ہم ان کو قانوناً واپس نہیں لے سکتے۔ لیکن جب یہ مدت ختم ہو جائے گی تو پھر انشاء اللہ جماعتی استعمال میں آ جائے گی۔

ایک اور بہت بڑی بلڈنگ ہے، جس کو ہم ''C'' سی کہتے ہیں۔ یہ بلڈنگ اپنے رقبہ کے لحاظ سے اور گنجائش کے لحاظ سے ان سب سے بڑی ہے۔ اس میں نو (۹) بڑے بڑے ہال ہیں، جنہیں اجتماعی رہائش گاہ کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ تین منازل ہیں اور کچن ان کے لئے الگ ہیں، Toilets، ہر قسم کی سہولتیں ساتھ اور اس کے لئے ان کو مزید کسی تعمیراتی تبدیلی کی ضرورت نہیں، وہاں۔ یعنی ہمارے ہاں سے جس طرح قیام کا رواج ہے یہاں، چھوٹا سا ایک سالانہ جلسہ یہاں کیا جائے تو جلسہ سالانہ قادیان کے جو نقوش لوگوں کے ذہن میں موجود ہیں، جن کو ربوہ میں بھی ہم نے زندہ کیا اور قائم رکھا، خدا کے فضل سے وہی اب غیر ملکوں میں منتقل ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ اور اسلام آباد میں بھی وہ نقوش منتقل ہو کر ثبت ہو چکے ہیں، اسلام آباد یو۔ کے میں۔ تو ہالینڈ میں بھی انشاء اللہ وہی نقوش یہاں ثبت ہو جائیں گے۔ اور اسی طرز پر ہم یہاں رہائش اختیار کریں گے، جس طرح قادیان یا ربوہ یا اب اسلام آباد میں شروع ہوئی۔ تو اس لحاظ سے ہم زمین پر اگر Mattresses ڈال کر ان ہالوں کو استعمال کریں تو بعض کا اندازہ تو یہ تھا کہ پانچ یا چھ سو تک مہمان یہاں ٹھہر سکتے ہیں۔ لیکن میرا خیال ہے کہ تین سو یا چار سو کے درمیان 4 سو تک غالباً آسانی سے Accommodate ہو سکیں گے۔ اب یہ بائیس کمرے جو اوپر ہیں، ان میں بھی 66 کی

گنجائش ہے اور نیچے جو ہال ہیں، ان کو شامل کرلیا جائے تو اس عمارت میں بھی ایک سو کی گنجائش ہے۔ تو اس لئے امید ہے کہ چار، سو پانچ سو تک یہاں مہمانوں کی گنجائش نکل آئے گی۔ اور پھر ان کی ضروریات بھی ساری یہیں سے مہیا ہو جائیں گی، کسی نئی تعمیر کی ضرورت نہیں۔

تو عملاً خدا تعالیٰ نے ایک یوروپین مرکز ہمیں عطا فرما دیا ہے۔ اور ہمیں اندازہ ہی نہیں تھا، خریدتے وقت کہ کیا ہو رہا ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں، یہ ہالینڈ کے لئے خوش خبری ہے۔ اگر ہالینڈ کو ضرورت نہ ہوتی اتنی وسیع جگہوں کی تو خدا تعالیٰ کو اتنی بڑی جگہ دینے کی ضرورت نہیں تھی۔ نہ ہم نے مانگی تھی اتنی بڑی جگہ، نہ وہم تھا کہ مل جائے گی۔ یہ خود بخود تقدیر گھیر گھار کے یہ جگہ ہمارے لئے لے آئی اور تحفۃً پیش کردی ہے۔ اتنی تھوڑی قیمت پر اتنا بڑا رقبہ مل جانا۔ پھر سوا ایکڑ رقبہ ہے اس کا۔ جو ہالینڈ کے لحاظ سے ایک بہت بڑا رقبہ ہے، خدا کے فضل کے ساتھ۔

تو اس میں مجھے تو خدا تعالیٰ کی یہ تقدیر دکھائی نظر آتی ہے کہ ہالینڈ میں انشاءاللہ جماعت کی ترقی ہوگی۔ اور آثار اس کے نظر بھی آرہے ہیں۔ ایک تو ہالینڈ کے جو احمدی Hollandish (اصلی باشندے) ہیں، جو کچھ پیچھے تھے، بہت آگے آچکے ہیں اب۔ اور تبلیغ کا سب کو شوق ہے اور فدائی ہیں اور متوازن ہیں، ذہنی Extremes نہیں ہیں۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ ماحول اچھا ہے۔

دوسرے ہالینڈ، جماعت احمدیہ کے معاملے میں عموماً بہت شریفانہ سلوک کر رہا ہے۔ جو سب کمیشن (Sub Comission) جو معاملہ پیش کیا تھا جماعت کے متعلق اور اس سے پہلے جوان کے مخفی اجلاس میں معاملہ در پیش تھا، اس میں مسلسل ہالینڈ نے جماعت احمدیہ کی حمایت کی ہے۔ یہاں کے اخبارات بھی تعاون کرتے ہیں۔ یہاں کی حکومت جس طرح بھی ممکن ہے، ان کے لئے ہمدردانہ رویہ رکھتی ہے۔ تو جو لوگ خدا کے بندوں سے شریفانہ سلوک کیا کرتے ہیں، یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ اللہ ان کو جزا نہ دے۔ اور اس سے بہتر جزاء کوئی نہیں ہوسکتی کہ اللہ تعالیٰ اپنی ہدایت کے لئے ان لوگوں کو چن لے، ان پر فضل نازل فرمائے۔

تو جو بنیادیں قائم ہو رہی ہیں، جو آثار مجھے دکھائی دے رہے ہیں اور جس رنگ میں ہالینڈ کے نوجوان احمدی خدا کے فضل سے منہمک ہوگئے ہیں تبلیغ میں، اس سے میں امید رکھتا ہوں کہ اس Complex کو اللہ تعالیٰ جلد از جلد بھرنا شروع کردے گا۔ یعنی خالی عمارتیں استعمال میں آجائیں گی۔ اور بھی کئی استعمال ہیں، جو اس وقت میرے ذہن میں ہیں۔

کل جو بروکر (Broker) تشریف لائے ہوئے تھے، ان کا یہ خیال تھا کہ اتنی چھوٹی سی جماعت کے لئے اتنی بڑی عمارت ہے تو کیوں نہ کرایہ پر چڑھائی جائے؟ چنانچہ انہوں نے یہ تجویز پیش کی کہ ”C“ بلڈنگ جس کو میں نے کہا ہے، اس بلڈنگ کو آپ کرایہ پر دے دیں تو دس ہزار پونڈ سالانہ کرایہ مل جائے گا۔ اس سے اندازہ کریں، بلڈنگ کی حالت کیا ہے اور کتنی وسیع ہے؟ یعنی دو لاکھ روپیہ سالانہ کرایہ یہ صرف اسی عمارت کا مل سکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ آپ کی باقی ساری عمارتیں آپ کی ضرورت سے زیادہ ہیں تو آپ اس کو کیوں نہیں دے دیتے؟ میں نے کہا: یہ فیصلہ تو ہم اس طرح آناً فاناً نہیں کر سکتے، تسلی سے کریں گے، دیکھیں گے۔ مگر میں تمہیں اتنا بتا دیتا ہوں کہ جب چھ مہینے پہلے ہم نے اسلام آباد لیا تھا تو وہاں بھی لوگوں کو وہم تھا کہ اتنے بڑے Complex کو کس طرح سنبھالیں گے؟ کس طرح وہاں عمارتیں خالی خولی خل خل کریں گی؟ اور ہمارے لئے ممکن نہیں ہوگا، دیکھ بھال پر اتنا خرچ کرنا پڑے گا۔ اور میں نے اس کو کہا: آنے سے پہلے، تین نئے مربیوں کے کوارٹرز کے بنانے کا آڈر دے کر آیا ہوں۔ اتنی جگہ تنگ ہوگئی ہے فوراً۔

اللہ تعالیٰ تو جب جگہیں وسیع دیتا ہے تو کام بھی بڑھا دیتا ہے۔ وہاں تو اب جگہیں تلاش کرنی پڑتی ہیں کہ فلاں دفتر کے لئے کس طرح جگہ مہیا کی جائے؟ اور جو بیرکس ہیں، وہ تو بہر حال سکولز کے لئے ہم نے رکھی ہوئی ہیں۔ بڑی بڑی جو Dormitories ہیں یا ہالز ہیں، وہ ہماری روزمرہ کی ضرورتوں اور جلسوں وغیرہ کے لئے بھی چھوٹے ہو جاتے ہیں۔ وہ تو چند مہینے کے اندر اندر دیکھتے دیکھتے اسلام آباد بڑا ہونے کی بجائے وہ چھوٹا نظر آنے لگ گیا ہے۔ اس لئے جب اللہ تعالیٰ کا جب یہ سلوک ہے تو میں تو دعا کرتا ہوں کہ پرسوں کی بجائے یہ Complex ہمارے لئے کل چھوٹا ہو جائے۔ جتنی تیزی سے ہم ترقی کریں گے، اتنی تیزی کے ساتھ ہماری عمارتیں ہمارے پیچھے رہنا شروع ہو جائیں گی۔ اور ان کا چھوٹا ہونا، اللہ کا انعام ہے۔ یہ کوئی بری خبر نہیں ہے کہ جگہ تنگ ہوگئی ہیں۔

میں اس کی مثال ہمیشہ یہ دیا کرتا ہوں، جماعت کو بار بار سمجھانے کے لئے کہ ماں جس بچے کے کپڑے چھوٹے ہوا کریں، جلدی جلدی آج ایک کپڑا بنایا، کل وہ، بچے کا قد اوپر نکل جائے اور چھوٹا ہو جائے، بوٹ خریدنے پڑیں بار بار اور وہ چھوٹے ہو جائیں تو وہ یہ دعا تو نہیں کیا کرتی کہ اے اللہ! اس بچے کا قد روک لے، یہ بڑا ہونا بند ہو جائے، مجھے مصیبت پڑی ہوئی ہے، کپڑے بنا بنا کر تھک جاتی ہوں اور پھر بھی چھوٹے ہو جاتے ہیں، وہ تو دیکھ دیکھ کر نہال ہوتی ہے۔ وہ تو کہتی ہے کپڑے میرے بچے کو لگ جائیں لیکن یہ بڑھتا رہے۔ تو جماعت کے ساتھ خلفاء کا یہی ہوتا ہے تعلق۔ بڑھتی رہیں اور جگہیں چھوٹی ہوتی رہیں، وہ تو نہال ہوتے رہیں گے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ایک موقع پر فرمایا تھا: یہ کام میرے دل میں اس قدر اس کے لئے جوش ہے کہ اگر مجھے اپنے کپڑے بھی بیچنے پڑیں تو تب بھی میں لگادوں گا۔ لیکن جماعت کو اللہ نے اتنا اخلاص بخشا ہے کہ اس کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، محاورے کے طور پر یہ استعمال ہوتی ہیں باتیں عملاً اس کا موقع نہیں پیش آتا۔ لیکن تمنا کے لحاظ سے یہ بات درست ہے کہ خصوصیت کے ساتھ خلیفۂ وقت کو تو ایسا عشق ہے جماعت کی ترقی کے ساتھ کہ اگر اس کی ساری محنتیں کسی عمارت کو وسعت دینے میں خرچ ہو جائیں اور وہ عمارت چھوٹی ہو جائے تو اس کو یہ افسوس نہیں ہوگا کہ میری محنتیں ضائع گئیں۔ وہ نہال ہو جائے گا اس بات پر، وہ خدا کے حضور قربان ہوگا خوشی کے ساتھ، الحمد للہ ہماری محنتوں کو پھل لگ گیا۔

تو اس لحاظ سے دعائیں کریں کہ یہ جو مرکز لوگوں کو آج بڑا نظر آرہا ہے اور حقیقتاً اس وقت تو ہمیں بڑا نظر آرہا ہے، یہ دیکھتے دیکھتے چھوٹا ہو جائے اور بڑی تیزی کے ساتھ جماعت یہاں ترقی کرنے لگے۔ اس وقت جب تک یہ ہمیں بڑا دکھائی دے رہا ہے، موجودہ مقامی جماعت کی ضرورتوں سے زیادہ دکھائی دے رہا ہے، اس وقت تک میرے ذہن میں دو، تین منصوبے ہیں، جو امکاناً ہم جائزہ لیں گے۔ اگر قابل عمل ہوئے تو انشاء اللہ ان پر عمل کیا جائے گا۔

ایک تو یہ کہ ہمیں بچوں کے لئے ایک بہت اچھے سکول کی ضرورت ہے۔ اور اگر یہاں کی حکومت ہمیں اجازت دے کہ ہم اپنے اساتذہ باہر سے لاسکیں تو یورپ کے احمدی لڑکوں کے لئے یہاں سکول کھولنے کا بہترین ماحول ہے۔ کوئی جرم نہیں ہے ارد گرد، بہت ہی Peacefull پرامن ماحول ہے اور ایسی اچھی فضا ہے کہ وہ صحت مند انسانی مزاج پر اور عادتوں پر وہ صحت مند اثر ڈالنے والی ہے۔ اس لئے بچوں کے اس سے بہتر جگہ سکول کے لئے اور جگہ نہیں سوچی جاسکتی۔ اور پھر ان کی رہائش کی ضروریات ہر قسم کی پہلے ہی موجود ہیں۔ تو بچوں کا سکول یہاں اگر امکان ہوا، ہم جائزہ لیں گے تو وہ انشاء اللہ تعالیٰ یہاں کھولا جاسکے گا۔

دوسرے اسے خاص طور پر واقفین عارضی کے لئے میں سمجھتا ہوں، استعمال کرنا چاہئے۔ لوگ سیر کے لئے باہر جاتے ہیں اور سیر کے لئے جتنی ضروریات انسان کی ہوتی ہیں، وہ ساری یہاں پوری ہو سکتی ہیں۔ اس لئے یوروپین احمدی انگلستان کے، جرمنی کے یا دوسرے علاقوں کے وہ وقف عارضی کریں، بجائے سیر کرنے کے۔ سیر اللہ تعالیٰ خود ان کی کروادے گا یہاں۔ اور یہاں اتنے Tourists آتے ہیں کہ ان کے لئے تبلیغ کے بھر پور مواقع ہیں۔ رہائش ان کو مفت مہیا کی جائے گی، جماعت کی طرف سے۔ ورنہ پہلے واقفین عارضی کے لئے رہائش مہیا کرنے کی کوئی ذمہ داری نہیں ہوتی تھی۔ تو جو بھی خاندان خواہ

وہ پاکستان سے آئے، خواہ وہ دنیا کے کسی اور حصہ سے آئے، اگر وقف عارضی کر کے ہالینڈ آنا چاہے تو ان کے لئے اس Complex میں انشاء اللہ تعالیٰ بغیر کسی پیسے کے رہائش مہیا کر دی جائے گی اور کھانا پکانے کی سہولتیں بھی دے دی جائیں گی۔ کھانے کا خرچ ان کا اپنا اور محنت اپنی شرط یہ ہے کہ جگہ کو صاف رکھنا ہے اور جس طرح صاف وصول کی تھی، اس سے زیادہ صاف چھوڑ کر جائیں۔ کم صاف نہ ہو اور زیادہ صاف نہیں کر سکتے تو پھولوں کا کوئی پودا ہی لگا دیں یہاں تحفۃً۔ جگہ کو اور ماحول کے مطابق خوبصورت بنانے کی کوشش کریں۔ ارد گرد تبلیغ کے بے حد مواقع ہیں خدا کے فضل سے۔ کیونکہ جو Tourist آتا ہے، اس کے پاس وقت بہت ہوتا ہے۔ اس کو تبلیغ کی جاسکتی ہے، اس سے دوستیاں بنائی جاسکتی ہیں۔ ساری دنیا کے لئے نہایت عمدہ تبلیغی مرکز بن سکتا ہے۔ کیونکہ یہاں تقریباً سب دنیا سے لوگ آتے ہیں۔ اور سکول کا اور اس کا ٹکراؤ نہیں ہے۔ کیونکہ چھٹیاں ہوتی ہیں، انہی دنوں میں یہ سیاحوں کا موسم شروع ہوتا ہے۔ اور انہی دنوں میں والدین کو بھی توفیق ملتی ہے عموماً کہ وہ چھٹیوں پر آجائیں۔ لیکن اگر اس کے علاوہ بھی ہو تو میرے خیال میں سکول کی ضرورتیں پوری کرنے کے باوجود یہاں انشاء اللہ اتنی جگہ مل جائے گی کہ روزمرہ کے آنے والے واقفین زندگی با آسانی سے یہاں ٹھہر سکیں گے۔

ایک تیسرا منصوبہ میرے ذہن میں یہ ہے کہ انگلستان میں ہمیں اشاعت کا جو مرکز ہے، اس میں دقت پیدا ہونی شروع ہوگئی ہے۔ بہت تیزی کے ساتھ پھیل رہی ہے۔ اور ہالینڈ میں اشاعت کے لحاظ سے ایک اچھا موقع ہے۔ یہاں مطبع خانے بھی بڑے عمدہ معیاری ہیں، کاغذ بھی نسبتاً سستا ملتا ہے اور ویسے بھی ہر قسم کی سہولتیں یہاں سے دنیا میں لٹریچر بھجوانے کی موجود ہوں گی۔ لیکن یہ بھی منحصر ہے اس بات پر کہ یہاں کی حکومت ہمیں اجازت دیتی ہے یا نہیں؟ ہم کوشش کریں گے، ان کے لئے تو آمدن کا ذریعہ ہے۔ لکھوکھا پونڈ تک یہ معاملہ پھیل جائے گا دیکھتے دیکھتے انشاء اللہ، سالانہ خرچ کے لحاظ سے۔ کیونکہ اتنے وسیع منصوبے اشاعت کے جن کی بنیادیں ڈالی جارہی ہیں کہ ابھی چند سال کے اندر اندر لاکھوں پونڈ سالانہ عام بات ہوگی، اس کے لئے۔ یعنی اتنا بڑا خرچ نہیں سمجھا جائے گا۔ اور پھر یہ انشاء اللہ تیزی سے ترقی کرنے والا معاملہ ہے۔ جس ملک میں یہ مرکز ہو، یہ اس کی خوش قسمتی ہے۔ تو آئندہ جا کر تو اس نے اربوں تک معاملہ پہنچ جانا ہے۔ بہت ہی اچھی بنیاد قائم ہو جائے گی۔ اس کے لئے بھی بہترین جگہ ہے۔ یعنی اشاعت کے کام کے لئے یہ مرکز۔ مصنفین بھی یہاں آکر، یہاں بیٹھ کے نہایت ہی عمدہ ماحول میں اپنی خدمات سرانجام دے سکتے ہیں، ترجمہ کرنے والے بیٹھ سکتے ہیں آکر اور علمی لحاظ سے یہاں کی جو یونیورسٹیز (Universities) ہیں، ان کو

خاص طور پر اسلامیات میں ایک خاص مقام حاصل ہے۔ Orientalists (مستشرقین) پیدا کرنے میں ہالینڈ نے ایک بڑا کام کیا ہے اور بڑا بھاری لٹریچر ہے اسلام کے اوپر، جو ہالینڈ میں پہلے سے موجود ہے۔ Hollandish آبادیوں میں نفوذ کرنے کے لئے کئی علاقے ایسے ہیں، جو ہالینڈ کے رسوخ میں ہیں۔ وہاں اثر پیدا کرنے کے لئے ہالینڈ سے اشاعت زیادہ مفید ثابت ہوسکتی ہے۔

توامکانات تو کئی روشن ہورہے ہیں لیکن ہم کہہ نہیں سکتے کہ ان میں سے ہر ایک یا ان میں سے کوئی بھی ہم پورا کرسکیں گے کہ نہیں؟ لیکن یہ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے منصوبے، جو ہمارے حق میں آسمان میں بن رہے ہیں، انہوں نے تو بہر حال کھلنا ہے اور انہوں نے پورا بھی ہونا ہے۔ اور جو عمارتیں، جو خدا تعالیٰ نے ہمیں عطا کی ہیں، یہ جتنی بڑی نظر آرہی ہیں، یہ مجھے یقین ہے کہ کچھ عرصہ کے اندر انشاء اللہ تعالیٰ یہ چھوٹی ہوتی دکھائی دیں گی۔ اور جماعت کے کام بڑی تیزی کے ساتھ پھیلنے شروع ہو جائیں گے۔ اس لئے ایک مرکز اور مراکز کو جنم دے گا، اللہ کے فضل اور اس کے رحم کے ساتھ۔

اب ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہالینڈ کی جماعت کو اب یہ توفیق عطا فرمائے کہ اپنی بڑھتی ہوئی ذمہ داریوں کو بڑھتی ہوئی دعاؤں کے ساتھ اور بڑھتی ہوئی محنت اور خلوص کے ساتھ پورا کرنے کی اللہ تعالیٰ ان کو توفیق عطا فرمائے۔ دعاؤں کے اوپر میں سب سے زیادہ زور دیتا ہوں۔ اسی لئے اس کا آخر پر ذکر کرتا ہوں تا کہ آخری یاد، جو ذہن میں نقش رہ جائے، وہ یہ ہو کہ دعا کے بغیر کوئی چیز بھی ممکن نہیں۔ تو ہالینڈ کی جماعت کو اب اپنے لئے دعا بہت کرنی چاہئے۔ کیونکہ جب خدا تعالیٰ انعام کرتا ہے تو اس کا شکر ادا کرنا اور پھر یہ خدا سے توفیق مانگنی کہ ہم اس انعام کے اہل ہوں، یہ انعام ہمارے اندر رچ بس جائے، ہمیں اس انعام کے سارے حقوق ادا کرنے کی توفیق ملے اور آئندہ بکثرت دوسرے انعامات کا پیش خیمہ بن جائے۔ کیونکہ خدا کا یہ قانون ہے کہ جب آپ اس کا شکر ادا کرتے ہیں تو شکر کے مزید مواقع مہیا فرماتا ہے۔ اس لئے یہ چیز تو دعا کے بغیر ممکن نہیں۔ اس لئے آپ دعائیں کریں۔ خاص طور پر ہالینڈ کی جماعت اپنے لئے دعا کرے کہ اس انعام کا حق ادا کرنے کی خدا ان کو توفیق بخشے اور ہر مشکل، جو اس راہ میں پیش آئے، اس کے لئے دعا کیا کریں۔ کیونکہ میرا یہ تجربہ ہے اور ساری زندگی کا نچوڑ ہے کہ کام خواہ کتنا بھی آسان ہو، جب دعا سے انسان غافل ہو رہا ہو، خیال ہی نہ آئے کہ اس کے لئے دعا کی ضرورت ہے تو اس میں بعض دفعہ مشکلات پیدا ہو جاتی ہیں۔ لیکن کام خواہ کتنا بھی مشکل ہو، اگر دعا کی طرف صحیح توجہ پیدا ہو

جائے اورانسان اپنے دل میں عاجزی محسوس کرتے ہوئے، اپنے آپ کولاشئی محسوس کرتے ہوئے، اسباب کودیکھتے ہوئے بھی یہ سمجھتا ہوکہ یہ بے کار ہوجاتے ہیں، ان کا کوئی بھی فائدہ نہیں ہوا کرتا، اگر خدا کی یہ مرضی نہ ہو۔اس رنگ میں جب دعا کرے انسان تو ساری مشکلات دیکھتے دیکھتے یوں غائب ہوجاتی ہیں، جیسے تھی ہی نہیں۔وہ مشکلات بالکل ایک بچے کا ڈراؤنا خواب لگتی ہیں کہ آنکھ کھل جائے تو نہ وہ خواب، نہ وہ ڈراور نہ وہ خوف کی جگہیں۔اسی طرح دعائیں مومن کی آنکھیں کھولتی ہیں۔دعاؤں کے ذریعہ انسان ایک شعور کی نئی دنیا میں داخل ہوتا ہے۔اس وقت اس کو پتہ چلتا ہے کہ دعا کے بغیر وہ ایک ڈراؤنا خواب دیکھ رہا تھا اور اگر دعا نہ ہوتی تو اسی خواب میں وہ ہلاک ہوسکتا تھا۔اس لئے شعور عطا کرنے کے لئے خدا کے وجود کا اور اس کے قرب کا اور اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے لئے کہ ہاں وہ موجود ہے اور وہ ہماری مدد کرتا ہے اور ہمارے سارے کام آسان کرتا ہے، دعائیں سب سے زیادہ اہم ذریعہ ہیں۔

اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اتنا زور دیا ہے دعا پر کہ میں نے پہلے بھی ایک دفعہ بیان کیا تھا کہ آپ سارے پرانے بزرگوں کے مضامین اکٹھے کرلیں، جو دعا کے متعلق انہوں نے لکھے ہوں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات ایک طرف رکھیں تو وہ تحریرات ان سب پر بھاری ہوں گی۔ایک زندگی میں آپ نے تیرہ سو سال کی زندگیوں کا، دعاؤں کا نچوڑ بیان کیا اور اس سے بڑھ کر بیان کر دیا۔اور حقیقت یہ ہے کہ یہ بنیادی چیز ہے۔اس دور میں ایمان کو ثریا سے لانا، دعا کے بغیر ممکن نہیں۔اور چونکہ دعا کے نتیجہ میں آپ کو خدا تعالیٰ نے ثریا سے ایمان کو کھینچ لانے کی توفیق بخشی، اس لئے یہی سب سے زیادہ راگ ہے، جو آپ نے الاپا ہے۔اور خدا کی حمد میں اور لوگوں کو سمجھایا ہے کہ دعا کرو، دعا کے ذریعے تمہارے سارے کام بنیں گے، دعا کے ذریعہ تمہیں ایمان نصیب ہوگا، دعا کے ذریعہ تمہیں ایمان کے مطابق عمل نصیب ہوگا اور خدا کا قرب بڑھتا رہے گا۔

اس لئے ہالینڈ بالخصوص اور باقی ساری دنیا کی جماعتیں عموماً اپنی دعاؤں میں اس مرکز ہالینڈ کو یاد رکھیں۔ایک رسمی افتتاح تو اس کا آج شام کو ہوگا لیکن اصل افتتاح یہی جمعہ کے وقت کا افتتاح ہے۔تو ہم دعا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنے فضلوں کے ساتھ ہمیں نہ صرف اس مرکز کو پھولتا پھلتا، دن رات نشو ونما پاتا ہوا، دیکھنے کی توفیق بخشے بلکہ جلد از جلد نئے مراکز عطا کرتا چلا جائے۔اور جتنا دشمن کوشش کر رہا ہے کہ ہماری زمین تنگ ہو، اس سے ہزاروں گنا زیادہ وہ خدا کی زمین بڑھنے اور پھیلنے لگے، جو اس نے ہمیں عطا کی ہے“۔

خطبہ ثانیہ کے دوران حضور نے فرمایا:۔

''یہاں کی جماعت کی چونکہ ابھی پوری طرح اس طرح تربیت نہیں ہے اور شاید ان کے پاس ذرائع بھی نہ ہوں، ترجمہ کا انتظام یہاں نہیں ہوتا۔ انگلستان کی جماعت میں خدا کے فضل سے ہو رہا ہے اور بڑا اچھا انتظام ہو گیا ہے۔ کوشش یہ کرنی چاہئے کہ آئندہ یہاں جو بھی اہم تقریبات ہوں یا خطبات، جو اردو میں ہوں کسی وجہ سے یا کسی اور زبان میں، ان کا ساتھ ترجمہ ہونا چاہئے۔ اور باہر تو ہمیں یہ سہولت ہے انگلستان میں کہ انگریزی کا ترجمہ سننے والے تھوڑے ہیں، اس لئے ان کو ہال میں بٹھا دیتے ہیں، یہاں شاید مشکل ہو۔ یا یہاں بھی ہو سکتا ہے ایسے ہال میں۔ میرا خیال ہے کہ جب تعمیر میں تبدیلیاں پیدا کریں تو شیشہ کی جگہ شیشہ کی دیوار ہو، جس کے پرے وہ دوست بیٹھیں، جو ترجمہ Hollandish زبان میں سننا چاہتے ہیں تو آسانی ہوگی۔ کوئی ایسی مشکل نہیں ہے، ایک چھوٹا سا لاؤڈ سپیکر وہاں لگ جائے اور ایک جگہ الگ بیٹھ کر کوئی ترجمہ کرنے والا ساتھ ساتھ ترجمہ کرے۔ ان کا حق ہے کہ ان کو فوری طور پر اپنی زبان میں کچھ ملے۔ اس لئے آج کا ترجمہ آپ فوری طور پر سارا ترجمہ تو ممکن نہیں ہوگا، Summary، خلاصہ نہیں بلکہ Summary نسبتاً زیادہ ہوتی ہے، وہ تیار کر کے ان کو مہیا کر دیں کیسٹ تا کہ ان کو پتہ تو لگے کہ کیا کہا گیا ہے''۔

(مطبوعہ خطبات طاہر جلد 04 صفحہ 771 تا 785)

# میں آپ کے لئے اس دین کا پیغام لایا ہوں، جو سراپا محبت ہے

## خطاب فرمودہ 13 ستمبر 1985ء برموقع افتتاح بیت النور ہالینڈ

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے اپنے اس پر معارف خطاب میں نہایت دلکش انداز میں حاضرین کو احمدیت کا پیغام پہنچایا۔حضور نے فرمایا کہ

''ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے ہمیں اس مرکز کے افتتاح کی توفیق بخشی۔ہم اللہ تعالیٰ سے امید رکھتے ہیں کہ وہ ہمارے کام میں اتنی وسعت پیدا کرے گا کہ یہ کمپلیکس، جو اس وقت ڈچ جماعت کی تعداد کی نسبت بڑا نظر آتا ہے، چھوٹا رہ جائے گا''۔

فرمایا:۔

''میری اس امید کی بنیاد یہ ہے کہ ڈچ قوم خوبصورتی کو بہت پسند کرتی ہے اور اگر ان کے سامنے دین حق کی خوبصورتی واضح کر دی جائے تو ممکن نہیں کہ وہ اس خوبصورتی سے حصہ نہ لیں۔دوسرے یہ کہ ڈچ قوم میں یہ خصوصیت بھی ہے کہ اس کے مزاج میں منافقت نہیں ہے۔جو وہ ظاہر کرتے ہیں، وہی ان کے اندر بھی ہے۔اس کا اظہار ان کی اس عادت سے بھی ہوتا ہے کہ وہ اپنے گھروں میں بیٹھتے ہیں تو کمروں کی کھڑکیوں کے پردے ہٹا دیتے ہیں اور باہر سے ان کے گھروں کا اندرونی حصہ صاف نظر آتا ہے، جو بہت ہی خوبصورتی سے سجایا ہوتا ہے''۔

فرمایا:۔

''اس عادت سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ ڈچ اپنا اندرونہ چھپاتے نہیں۔اور وہ اندر اور باہر سے ایک جیسے ہیں۔اور مذہبی نقطہ نگاہ سے یہ ایک بہت اعلیٰ خاصیت ہے''۔

(مطبوعہ ضمیمہ ماہنامہ مصباح اکتوبر 1985ء)

حضور نے مزید فرمایا کہ

''اگر آج کی دنیا کے مسائل کا تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ سیاسی لیڈروں کے دعاوی اور عمل میں تضاد کا نتیجہ ہے۔ڈچ قوم ایسی دو عملی کا رویہ نہیں رکھتی''۔

(مطبوعہ ہفت روزہ النصر 13 دسمبر 1985ء)

حضور نے حقیقی دینی تعلیم کے محاسن اور خوبیوں کو حاضرین کے سامنے پیش کرتے ہوئے انہیں دین حق کی طرف دعوت دی اور فرمایا کہ

"میں آپ کے پاس اسلام کا پیغام لایا ہوں، جو سراسر محبت ہے اور اس میں نفرت کی کوئی گنجائش نہیں۔ اور نہ اس میں جبر ہے۔ آج اگر کوئی کسی قسم کے جبر کا قائل ہے تو اسے اسلام کی نمائندگی کا کوئی حق نہیں"۔

فرمایا:۔

"اسلام کی خوبیوں پر بہت کچھ کہا جا سکتا ہے۔ لیکن آج میں آپ کے سامنے اس کی ایک خوبی کا ذکر کروں گا۔ جس کا دعویٰ بھی کسی اور مذہب میں نہیں ملتا۔ اور وہ یہ ہے کہ اسلام کی رو سے خدا تعالیٰ کی ذات پر کسی کی اجارہ داری نہیں۔ اس وجہ سے جہاں مسلمانوں کو اسلام نے یہ حکم دیا کہ جملہ اقوام کے انبیاء پر ایمان لاؤ، وہاں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام کسی قوم سے مخصوص نہیں فرمایا بلکہ آپ کو تمام دنیا کے لئے مبعوث فرمایا"۔

حضور نے یہ پر معارف بات بھی بیان فرمائی کہ

"مختلف مذہب کے پیروکاروں سے جو بڑی غلطی سرزد ہوئی ہے، وہ یہ ہے کہ وہ خدا تعالیٰ سے زیادہ اس کے نمائندوں (یعنی انبیاء) کے ساتھ وفاداری کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ چنانچہ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جب خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی دوسرا نمائندہ آتا ہے تو اس کے سابقہ نمائندہ کے ساتھ وابستگی کی وجہ سے اس نئے نمائندہ کو قبول نہیں کیا جاتا۔ جبکہ اگر خدا تعالیٰ سے وابستگی اور وفاداری رکھی جائے تو اس کے ہر نمائندہ کو قبول کرنا ضروری ہے"۔

آخر میں حضور نے تمام حاضرین اور شہر کے لارڈ میئر کا شکریہ ادا کیا اور ان کا بھی شکریہ ادا کیا، جو اس تقریب میں شمولیت کے لئے خود حاضر نہ ہو سکے لیکن محبت کے اظہار کے لئے انہوں نے پھولوں اور پودوں کے تحفے ارسال کئے تھے۔

(مطبوعہ ہفت روزہ النصر 13 دسمبر 1985ء)

# دکھوں اور بے اطمینانی کا علاج صرف اور صرف دین حق میں ہے

## خطاب فرمودہ 17 ستمبر 1985ء

کولن میں جماعت احمدیہ مغربی جرمنی کے ایک نئے مرکز کے افتتاح کے موقع پر حضرت خلیفة المسیح الرابع رحمہ اللہ نے جو خطاب فرمایا، اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:۔

حضور نے جرمنی میں موجودہ نئی ترقیات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ

''کولون جرمنی میں جماعت احمدیہ کا تیسرا نیا سنٹر کھولنے کی اللہ تعالیٰ نے ہمیں توفیق دی ہے''۔

حضور نے جرمنز کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ

''تمہارے دکھوں اور بے اطمینانی کا علاج صرف اور صرف دین حق میں ہے۔ جو انسان کو زندہ خدا سے ملاتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے تعلق کے بغیر انسان کبھی سکون کی زندگی نہیں گزار سکتا''۔

(مطبوعہ ضمیمہ ماہنامہ تحریک جدید ستمبر 1985ء)

# امن اپنے پیدا کرنے والے کے ساتھ صحیح تعلق قائم کر کے ہی مل سکتا ہے

## خطاب فرمودہ 18 ستمبر 1985ء برموقع افتتاح بیت النصر کولون جرمنی

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

''سورۃ فاتحہ اپنے معنوں کے لحاظ سے بہت وسیع اور گہری ہے، جو مسلم دنیا میں کثرت سے پڑھی جاتی ہے۔اور خاص طور پر ایسے موقع پر پڑھی جاتی ہے، جب انسان نے کوئی کامیابی حاصل کی ہو۔انسان کو یہ یاد دلانے کے لئے پڑھی جاتی ہے کہ وہ بہت کمزور ہے، تمام تعریف صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ انسان کی فطرت ہے کہ جب وہ کوئی معرکہ سرانجام دیتا ہے تو اپنے اس کارنامے پر بے انتہا فخر کرتا ہے اور اس کامیابی کو اپنی قوت بازو کا نتیجہ سمجھتا ہے۔اس سورۃ میں یہ بتایا گیا ہے کہ تمام انسانی کوششیں صرف اسی کے فضل سے بارآور ہوتی ہیں۔اور ہماری کوششیں بہت حقیر ہیں اور صرف اللہ تعالیٰ ہی تعریف کے قابل ہے۔اور اس کو خوش کر کے تم بھی تعریف کے مستحق بن سکتے ہو''۔

پھر فرمایا:۔

''آج ہم اللہ تعالیٰ کے شکر گزار ہیں کہ اس نے یہاں کے احمدیوں کو جرمنی میں ایک اور نیا سنٹر کھولنے کی توفیق دی ہے۔ یہ تیسرا بڑا سنٹر ہے۔ فرینکفورٹ اور ہمبرگ میں دو مراکز پہلے سے موجود ہیں۔ جماعت احمدیہ صرف جرمنی میں ہی نہیں بلکہ تمام دنیا میں نئے مراکز قائم کر رہی ہے۔ یہاں تک کہ پولینڈ، ہنگری، روس میں بھی جماعت احمدیہ کا وجود ہے۔

آپ لوگوں کو اسلام کے متعلق غلط تأثر دیا گیا ہے ورنہ اسلام امن و آشتی کا مذہب ہے اور ہم آپ کے ملک میں امن کا پیغام ہی لے کر آئے ہیں۔آپ کو اسلام کے پیغام سے کسی قسم کا خطرہ نہیں۔ اسلام تو نام ہی امن کا ہے۔اگر اسلام میں نفرت، دشمنی، اور ظلم کے عنصر شامل ہو جائیں تو وہ اپنی شخصیت کھو دے گا۔اسلام محبت، امن اور انسانوں میں باہمی اخوت کا پیغام ہے''۔

جرمنی میں تیسرا مرکز کھولنے کی ضرورت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ

''پہلی وجہ تو یہ کہ جرمنی میں قبول کرنے والوں کے لئے جو بہت مخلص اور کام کرنے والے ہیں، سہولت مہیا کی جائے تا کہ وہ اپنی زندگی اسلام کے اصولوں کے مطابق ڈھال سکیں۔

دوسری وجہ تمام یورپین ممالک میں سے جرمنی میں اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جرمن قوم بے سکونی میں مبتلا ہے اور ذہنی سکون کی متلاشی ہے۔ان کے لئے زیادہ سے زیادہ اسلام کا مطالعہ کرنے کے مواقع دستیاب کئے جائیں''۔

حضور نے جرمن قوم کی بے سکونی کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ

''دونوں (عظیم) جنگوں میں نہ صرف یہ کہ جرمن قوم نے سب سے زیادہ تکلیف اٹھائی بلکہ ان جنگوں کے شروع کرنے کا تکلیف دہ احساس بھی شدت سے پایا جاتا ہے، جس کی وجہ سے وہ سخت ذہنی اذیت میں مبتلا ہیں۔اور آج اسلام کے علاوہ کوئی اور مذہب جرمن قوم کی اس ذہنی خلش کو دور نہیں کرسکتا اور نہ ہی ان کے احساس ندامت کو ختم کر کے ان کو نئی زندگی دے سکتا ہے''۔

فرمایا کہ

''میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ جرمن قوم ایک بہادر اور غیور قوم ہے۔انہیں کوئی کھوکھلا فلسفہ مطمئن نہیں کرسکتا۔اسلام ان کے سامنے ایسے اصول پیش کرتا ہے، جنہیں اپنا کر وہ پرسکون زندگی بسر کرسکتے ہیں۔ یاد رکھیں کہ جن کے دل پرسکون نہیں ہوتے ، وہ کبھی امن قائم نہیں کرسکتے۔مختلف مذاہب میں ذہنی سکون کے حصول کے مختلف طریقے بتائے گئے ہیں۔لیکن دراصل امن اپنے پیدا کرنے والے کے ساتھ صحیح تعلق قائم کر کے ہی مل سکتا ہے۔ایسے لوگ جب سکون حاصل کر لیتے ہیں تو وہ اس سکون کو صرف اپنے تک ہی محدود نہیں رکھتے بلکہ دوسروں کو بھی اس میں شامل کرتے ہیں۔جب انسان کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہو جاتا ہے، جو زندہ خدا ہے تو زندگی میں ایک ایسی تبدیلی آتی ہے کہ انسان خود بخود پرسکون ہو جاتا ہے اور دنیاوی تکالیف کو خاطر میں نہیں لاتا۔حضرت عیسیٰؑ نے کیوں اتنی تکالیف برداشت کیں؟ کیونکہ خدا ان کے ساتھ تھا''۔

فرمایا:۔

''آج مذہب کے نام پر ہمیں بھی تکلیفیں دی جارہی ہیں۔ کیونکہ روز اول سے ماننے والے تکالیف برداشت کرتے آئے ہیں۔احمدی اس سے مستثنیٰ نہیں۔احمدیوں کو پاکستان میں کلمہ پڑھنے پر مار پڑ رہی ہے اور ان پر طرح طرح کی پابندیاں ہیں۔ بظاہر یوں لگتا ہے کہ ان کا امن ختم ہو گیا ہے لیکن وہ تو بہت خوش ہیں اور خوشی خوشی مار کھا رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں تکالیف اٹھانے پر فخر کرتے ہیں''۔

حضور نے مزید فرمایا:۔

''یاد رکھیں ہم جس امن کا پیغام لے کر آپ کے پاس آئے ہیں، وہ آپ کو تکلیف نہیں دے گا بلکہ آپ کو اپنی نظروں، دوسرے انسانوں کی نظروں میں اور آپ کے پیدا کرنے والے خدا کی نظروں میں بہت اونچا مقام عطا کر دے گا''۔

(مطبوعہ ہفت روزہ النصر 27 ستمبر 1985ء)

# یہ بھی جماعت پر ایک موسوی دور ہے

## خطبہ جمعہ فرمودہ 20 ستمبر 1985ء

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور رحمہ اللہ نے فرمایا:۔

''گذشتہ خطبہ جمعہ میں نے Nunspeet ہالینڈ سے دیا تھا۔ اور اس میں اس بات کا ذکر کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے جو قرآن کریم میں مومنین سے قطعی وعدہ فرمایا ہے کہ تم اگر میری خاطر دکھ اٹھاؤ گے تو میں تمہاری زمینیں وسیع کرتا چلا جاؤں گا یعنی تمہیں اپنی زمین میں لے آؤں گا۔ اور اللہ کی زمین وسیع ہے، ان معنوں میں وہ وعدہ ہے۔ اور یہ بھی بشارت ہے کہ اس دنیا میں بھی تمہیں نقد و نقد انعام ملیں گے اور آخری دنیا کے پھر انعام تو مقدر رہیں ہی۔ اور یہ بھی وعدہ ہے کہ خدا کے انعامات کا سلسلہ لامتناہی ہوا کرتا ہے۔ وہ کسی ایک جگہ جا کر ٹھہر نہیں جاتا۔ تو جن کو خدا تعالیٰ کے وعدے اس دنیا میں ہی پورے ہوتے دکھائی دینے لگیں، ان کے لئے دوہری خوشخبری یہ ہے کہ آخرت کے وعدوں پر بھی پہلے سے بڑھ کر ایمان پیدا ہو جاتا ہے۔ جن کو اس دنیا میں کوئی خوشخبریاں پوری ہوتی دکھائی نہ دیں، ان کے لئے آخرت کی امیدیں بھی موہوم ہیں۔ سوائے اس کے کہ ایک امید لگائے بیٹھے ہیں، اس سے زیادہ اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ تبھی قرآن کریم سے پتہ چلتا ہے کہ خصوصاً ابتلاء کے دور میں اللہ تعالیٰ کے فرشتے یہ پیغام لے کر آتے ہیں کہ:

نَحۡنُ اَوۡلِیٰٓؤُکُمۡ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَ فِی الۡاٰخِرَۃِ

(حٰمٓ السجدة:32)

ہم تمہارے ساتھ ہیں، تمہارے دوست بن کے رہیں گے، اس دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی۔ یہ بتانے کے لئے کہ آخرت کا وعدہ محض کوئی فرضی قصہ نہیں ہے، اس لئے خدا نے زیادہ یقین پیدا کرنے کے لئے، زیادہ ایمان پیدا کرنے کے لئے ہمیں اس دنیا میں یہ حکم دے کر بھیجا ہے کہ ہم اب تمہارے ساتھ رہا کریں گے۔ چنانچہ ایک دائمی رفاقت فرشتوں کی نصیب ہو جاتی ہے اور ہر منزل پر، ہر موڑ پر ان کا قرب محسوس ہوتا ہے۔

جماعت احمدیہ آج کل جس ابتلا کے دور سے گذر رہی ہے، بعض لوگوں کی نظر اس ابتلاء پر ہے اور بے قرار رہتے ہیں کہ کب یہ دور ختم ہوگا۔ لیکن اللہ کے انعامات پر بھی تو نظر کرنی چاہئے وہ کس کثرت

کے ساتھ اور کس تیزی کے ساتھ نازل ہو رہے ہیں۔ دراصل ابتلاء کو انعام سے ایک خاص نسبت ہے۔ اس لئے ابتلاء کے لمبا ہونے کی دعا تو میں نہیں کہتا لیکن ابتلاء کے دوران خدا کی رضا پر، خدا کے انعامات پر راضی ہونے کی عادت تو ڈالنی چاہئے۔ اور کثرت کے ساتھ ان انعامات کا ذکر کرنا چاہئے اور کثرت کے ساتھ حمد کرنی چاہئے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے۔

چنانچہ ہالینڈ میں خدا تعالیٰ نے ہمیں جو مرکز عطا فرمایا ہے، اس کو آپ دیکھیں تو آپ حیران ہوں گے کہ کتنی شاندار جگہ ہے، کیسی خوبصورت جگہ، کتنی عظیم اور وسیع جگہ ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی علاقے کے لوگوں میں توجہ بھی پیدا فرما دی۔ اور جس کثرت کے ساتھ وہاں کے معززین تشریف لائے اور انہوں نے جس قسم کے اظہار کئے، اس سے اس جماعت کی امیدیں بہت بڑھ گئی ہیں۔ اور پھر ان کے علاوہ بعض عرب معززین کی توجہ بھی اس طرح پھیر دی اور وہ بھی آئے اور مراسم بڑھائے۔ اور آئندہ کے لئے بعض ایسے ملکوں کے دوست ہیں، جن کے ساتھ بہت سے گروہ ہیں، وہ مستقل رابطہ رکھنے کے عہد کر کے گئے ہیں۔ بلکہ خود مطالبہ کیا ہے کہ ہمیں مزید لٹریچر مہیا کیا جائے۔ تو جہاں خدا وسیع جگہیں عطا فرما رہا ہے، وہاں وسیع جگہوں کو بھرنے کے لئے لوگوں کے دل بھی ساتھ ساتھ پھیر رہا ہے اور مائل فرماتا چلا جا رہا ہے۔ اور یہ ایک جگہ نہیں ہر جگہ یہی سلسلہ چلا ہے۔

چنانچہ ہالینڈ کے بعد بیلجیئم کے پہلے مشن کے افتتاح کے لئے گیا۔ اور ہالینڈ میں تو پہلے ایک لمبے عرصہ سے مشن قائم تھا، بیلجیئم میں مبلغ کرائے کے مکان میں رہتا تھا۔ جماعت کے پاس باقاعدہ کوئی عمارت نہیں تھی۔ اس لحاظ سے اسے ایک تاریخی حیثیت حاصل ہے کہ وہ پہلی عمارت، جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک نئے ملک میں عطا فرمائی ہے، اس کے افتتاح کا بھی بہت جلد پہلے افتتاح کے بعد موقع مل گیا۔ اور وہ عمارت بھی بہت ہی کشادہ اور وسیع ہے۔ اس کے دو بڑے ہال ہیں اور رہائش کے لئے ایک بہت اعلیٰ دو منزلہ فلیٹ، اس کے ساتھ کمرے مزید رہائش کے لئے جہاں گنجائش ہے، اس کے ساتھ غسل خانے اور دوسری سہولتیں ہیں۔ پھر دوسری طرف اس کے دفتر کے لئے بہت وسیع کشادہ جگہ، پھر اس عمارت میں زیر زمین بہت بڑی گنجائش رکھی ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ مہمانوں کو ٹھہرانے کے لئے اس کے ایک کنارے پر کھلی جگہ ہے۔ عمارت کا قبضہ ابھی نیا ہی لیا گیا ہے لیکن تھوڑے سے عرصے میں انہوں نے تیاری کر کے پچاس مہمانوں کے لئے وہیں جگہ بنا لی تھی۔ اور اگر اس کو پوری طرح استعمال میں لایا جائے، ہر قسم کی ضرورتیں مہیا وہاں کر دی جائیں تو ایک بہت بڑا شاندار مرکز بن جاتا ہے۔

اور یہ جتنی نئی جگہیں اللہ تعالیٰ عطا فرما رہا ہے، پرانے سب مراکز سے اپنی گنجائش میں اور رقبے میں زیادہ ہیں۔ اس کے ساتھ بھی ایک بہت ہی خوبصورت اور وسیع پائین باغ ہے۔ اور وہاں دور تک سیر کی جگہ ہے اور وہ سارا اس عمارت کے ساتھ ہی ملحق ہے۔ اور پھر ساتھ اور رقبہ بھی مل رہا ہے تا کہ کوئی بہت عظیم الشان مسجد بنانے کی اللہ تعالیٰ جب توفیق عطا فرمائے تو ساتھ کے رقبے میں وہ تعمیر کر لی جائے۔ اور وہاں کا سارا علاقہ بیلجیئم کے بہترین علاقے پر مشتمل ہے۔ اور برسلز کا وہ حصہ، جو ساؤتھ ویسٹ ہے، یعنی جنوب مغربی۔ اس میں نہایت اچھی قسم کے لوگ صاف ستھرے، جرائم سے پاک علاقہ ہے، مہذب تعلیم یافتہ لوگ ہیں۔ اور باوجود اس کے کہ پہلے ایک لمبے عرصہ تک مبلغ کی موجودگی کے باوجود وہاں لوگوں کو توجہ نہیں تھی۔ لیکن اس علاقے کے لوگوں نے غیر معمولی تعاون کیا ہے۔ ہالینڈ کی طرح یہاں کے معززین بھی اردگرد سے مسجد کے لئے پھولوں کے تحائف لے کر آتے رہے، بعضوں نے اور تحائف پیش کئے، بعض مستقل لگانے کے لئے پودے لے کر آئے۔ خدا نے دلوں میں ایسی محبت پیدا کر دی تھی کہ دیکھ کر حیرت ہوتی تھی۔

اور یہاں بھی خدا تعالیٰ نے عربوں میں سے بعض معززین عطا فرمائے۔ ایک عرب پروفیسر ہیں، ان کے تو دل کی کیفیت یہ ہو گئی تھی کہ پہلے تو کہنے لگے کہ میں تو احمدی ہوں لیکن ابھی بیعت نہیں کروں گا اور پہلے میں لوگوں کو تیار کروں گا۔ پھر وہ دوسرے دوستوں کو بھی لے کے آئے، ان کو بھی تبلیغ کروائی۔ پھر دوبارہ دوسرے دوستوں کو لے کر آئے، ان کو تبلیغ کروائی۔ اور آخر پر ایک دوست نے، جنہوں نے کچھ عرصہ پہلے بیعت کی، انہوں نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ میں دستی بیعت کرنی چاہتا ہوں۔ اور جب دستی بیعت ہو رہی تھی تو انہوں نے اور ان کے ساتھیوں نے بھی فوراً دستی بیعت میں شمولیت کر لی، اور ان سے مزید علیحدگی برداشت نہیں ہوئی۔ وہ بڑے قابل آدمی ہیں، ان کا ہزاروں پر اثر ہے اور اس علاقہ میں بہت ہی معزز ہیں۔ میں نے تو ہزاروں پر اثر کہا ہے، ان کا یہ بیان تھا کہ یہاں ہمارے ملک اور ساتھ کے ملک کے کئی لاکھ باشندے ہیں اور میں انشاء اللہ ان سب تک پیغام پہنچاؤں گا۔

تو جب خدا نئی زمینیں عطا کرتا ہے تو ساتھ زمینیں بھرنے والے بھی عطا کر دیا کرتا ہے۔ یہ ہے، اس کی شان۔ محاورہ ہے کہ کوئی کسی سے کچھ مانگے تو غریب آدمی پھر بہانے کے طور پر مزید بھی مانگتا رہتا ہے کہ اونٹ دے، لادنے والے بھی ساتھ دے۔ ہمارے تو مانگنے کے بہانے ہوتے ہیں، خدا کی عطا کے بہانے ہوتے ہیں۔ وہ ایک چیز دیتا ہے تو اس کی ضروریات کے دوسرے حصے بھی خود بخود پورے کرتا چلا جاتا ہے۔ چنانچہ بیلجیئم کا نیا مشن، جو بہت دعاؤں کے ساتھ کھولا گیا ہے، اس کے ساتھ بھی اللہ تعالیٰ نے وہی شان دکھائی، وہی وعدے پورے کئے۔

اور جو معززین تشریف لائے، انہوں نے بہت لمبا عرصہ تک وہاں بیٹھ کر سوال و جواب کی مجلس میں شرکت کی۔ اور خود ایسے سوال کئے۔ میں تو براہ راست پہلے تبلیغ تو نہیں کرنی چاہتا تھا کیونکہ مہمانوں پر یہ بات بعض دفعہ بوجھ ہو جاتی ہے کہ بلایا ہے کس غرض سے، افتتاح کے لئے اور ساتھ اپنی ساری تبلیغ شروع کر دی۔ لیکن خدا نے ان کے دل میں سوال ایسے ڈال دیئے اور پھر جوابوں میں ایسی دلچسپی پیدا ہو گئی کہ وہ مجلس ختم ہونے میں نہیں آتی تھی۔ یہاں تک کہ چونکہ میئر صاحب بھی تشریف لائے ہوئے تھے، جو پارلیمنٹ کے ممبر بھی ہیں، ان کی مصروفیات بہت زیادہ ہیں، ایک اور الیکشن قریب تھا تو ان پر بھی رحم کرتے ہوئے، انہوں نے یہ نہیں کہا، میں نے خود یہ کہا کہ اب بعض لوگوں کو کام ہوں گے، اس لئے ہم مجلس ختم کرتے ہیں۔ لیکن جو بیٹھنے والے تھے، ان کی کیفیت تو یہ تھی کہ بیٹھے رہتے اور سوال کرتے چلے جاتے، کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہم نے بعد میں بھی بعض معززین سے رابطہ کیا۔ رات کھانے پہ ایک دو دوستوں کو پیغام بھجوایا۔ وہاں یہ عادت نہیں ہے کہ دو گھنٹے کے نوٹس پر پہنچ جائیں لیکن خدا کے فضل سے دو گھنٹے کے نوٹس پر ہی پہنچ گئے۔ اور پھر بڑے لمبا عرصہ تک مختلف موضوعات پر گفتگو جماعت کے مسائل پر ہوتی رہی۔ اللہ تعالیٰ ساتھ ساتھ دل بھی بدل رہا ہے۔

اس کے بعد کولن پہنچا۔ جس کا جو اصل تلفظ ہے، وہ تو میرے لئے بڑا مشکل ہے۔ کوئلن کر کے کچھ کہتے ہیں، جرمن۔ لیکن ہمارے عام دوست کولن کہہ دیتے ہیں یا کولون۔ تو جو بھی ہے کولن شہر مشہور ہے، سب کو پتہ ہے۔ وہاں کی اردگرد کی جماعتوں کے لئے کوئی مرکز نہیں تھا۔ چنانچہ ان کی خواہش تھی کہ ہمیں بھی کوئی مرکز لے کر دیا جائے۔ مرکز تو آج سے چند مہینے پہلے ان کو لے دیا گیا مگر مجھے پہلی دفعہ دیکھنے کا موقع ملا۔ وہ عمارت بھی خدا کے فضل سے بہت وسیع عمارت ہے۔ اتنی وسیع کہ آپ کے پرانے دونوں مراکز ہیمبرگ کا مشن اور فرینکفرٹ کا مشن دونوں مل کر بھی اس کا ایک حصہ بنتے ہیں۔ اور ابھی وہ ساری عمارت ہمارے پاس نہیں ہے۔ اس کا رقبہ سات ہزار مربع فٹ ہے، جو تعمیر شدہ رقبہ ہے۔ اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کتنی وسیع عمارت عطا فرمائی ہے۔ اور تین منزلیں ہیں۔ اوپر کی منزل میں ابھی بننے کی گنجائش ہے۔ نیچے کی منزل میں دونوں طرف جہاں سے داخلے کا رستہ ہے، اس کے دونوں طرف وسیع ہال ہیں اور وہ ابھی کرائے پر ہیں۔ اور کرایہ بھی چار ہزار مارک مہینہ کا ہے۔ تو بیس ہزار روپے ماہانہ ان کا کرایہ بھی ساتھ مل رہا ہے۔ جب ہماری ضرورتیں پھیلیں گی تو ہم اس عمارت کو خالی کروائیں گے۔

وہاں بھی اللہ تعالیٰ نے بڑا رجحان پیدا کر دیا۔ ہماری توقع سے بہت زیادہ مہمان تشریف لائے۔ میئر تو وہاں موجود نہیں تھے مگر ہمارے علاقے کے جو حکومت کے افسر اعلیٰ ہیں، حکومت کی طرف وہ وہاں

تشریف لائے ہوئے تھے۔ بہت لمبا عرصہ وہاں بھی سوال و جواب کی مجلس چلتی رہی اور سارے دوست بڑی گہری دلچسپی لیتے رہے۔ کھانے کے بعد بھی ٹھہر گئے اور کھانے کے بعد بھی پھر ایک مجلس لگ گئی۔ بعض دوست مزید باتیں کرنا چاہتے تھے۔

جوان کے دلوں کی کیفیت نظر آئی ہے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس وقت اسلام کے پھیلنے کے وسیع امکانات پیدا ہو گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فرشتے دلوں کو تبدیل کر رہے ہیں۔ اور یہ ساری ابتلاء کی برکت ہے۔ اس جگہ میں پہلے بھی آتا رہا ہوں، خلافت سے پہلے بھی، خلافت کے بعد بھی اور اس قسم کے عمومی رجحانات کہ عربوں میں بھی، یورپینز میں بھی اس طرح توجہ پیدا ہوئی ہو اور جماعت کے لئے نرم گوشے پیدا ہو گئے ہوں، یہ پہلے کبھی نظر نہیں آیا۔ عربوں میں تو خدا کے فضل سے اللہ تعالیٰ کی طرف ایسی تحریک ملتی ہے کہ جن کو آپ سب سے زیادہ سخت سمجھتے تھے، وہ آج احمدیت کے لئے سب سے زیادہ نرم ہو گئے ہیں۔ کہیں اتنی جلدی کوئی قوم بیعت نہیں کر رہی، جتنی جلدی اب عرب کر رہے ہیں۔

میں یہ باتیں آپ کو اس لئے بتا رہا ہوں کہ اب آپ کا فرض ہے کہ اس پکے ہوئے پھل کو محفوظ کریں اور سنبھالیں۔ جب خدا کی طرف سے پھل پکنے کے وقت آتے ہیں تو ان کو سنبھالنا ایک بڑی ذمہ داری ہو جایا کرتی ہے۔ اور جو لوگ سنبھال نہیں سکتے، ان کا پھل پھر ضائع ہو جاتا ہے، گل سڑ جاتا ہے۔ اپنے ہاتھ نہیں آتا بلکہ پھر دوسرے جانور کھا جاتے ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ آج کے زمانے میں پرانی تہذیب، پرانے تجربوں سے سب انسان مایوس ہیں، کسی کو سکون میسر نہیں ہے۔ اور اگر ان کو صحیح معنوں میں ایسے لوگ ملیں، جن کا تعلق خدا سے ان کو محسوس ہو، یہ ایک بنیادی شرط ہے تو ان کی طرف وہ بہت تیزی سے مائل ہوں گے۔ ورنہ فرضی باتوں کی طرف وہ مائل نہیں ہوں گے۔ فرضی باتیں تو انہوں نے پہلے بھی بہت دیکھی ہیں اور ان فرضی باتوں سے تنگ آئے پڑے ہیں۔ اس لئے عملاً خدا تعالیٰ کا قرب، جو انسان کی شخصیت میں تبدیلی پیدا کر دیا کرتا ہے، وہ قرب پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ اور اگر آپ یہ کر لیں تو ایک عظیم الشان تاریخی انقلاب میں آپ حصہ لینے والے بن جائیں گے۔ اور یہ وہ کام ہے، جو بظاہر بہت ہی بڑا مشکل نظر آتا ہے۔ کیونکہ انسانی زندگی کا مقصود سب سے اوپر کا کام ہے۔ لیکن سب سے آسان بھی ہے۔ کیونکہ اگر میں آپ کو کہوں کہ علم کے لحاظ سے مبلغ بنیں تو اس کے لئے تو بہت ہی پاپڑ بیلنے پڑیں گے۔ زبانیں سیکھنی پڑیں گی اور عربی کی بنیادی تعلیم حاصل کرنی پڑے گی، قرآن کریم کا مطالعہ ہے، احادیث کا مطالعہ ہے، گذشتہ علماء نے کیا کچھ لکھا؟

مفسرین نے کیا لکھا؟ فقہ کے ماہرین نے کیا لکھا؟ اور جماعت احمدیہ کے لٹریچر میں کیا کیا کچھ ہے؟ اور ان علماء کے پاس جو ہماری مخالفت کرتے ہیں، کیا دلائل ہیں؟ اور ہم اس کا کیا جواب دیتے ہیں؟ علم کا اتنا وسیع میدان ہے۔ اور پھر اسلام کے دشمن مذاہب کیا کہتے ہیں؟ اور ان سے کیسے نمٹ سکتے ہیں؟ یہ تو لگتا ہے، ایک لامتناہی سمندر ہے۔ عام آدمی کی طبیعت سوچتی ہے تو گھبرا جاتی ہے کہ یہ تو میرے بس کی بات نظر نہیں آتی۔ لیکن تعلق باللہ میں یہ ایک عجیب بات ہے کہ جس لمحے آپ فیصلہ کرتے ہیں کہ میں خدا کا ہونا چاہتا ہوں، اسی لمحے خدا آپ کا ہو جاتا ہے۔ کوئی روک حائل نہیں ہوتی، کوئی پردہ بیچ میں حائل نہیں ہوتا۔ اور جب کسی کو خدا مل جاتا ہے تو یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ اس کے اندر ایک عظیم انقلاب برپا نہ ہو، اس کی شخصیت میں ایک تبدیلی رونما نہ ہو جائے۔

اور آج اس تبدیلی کی ضرورت ہے۔ آج ضرورت ہے کہ ہم ایسے نوجوان پیدا کریں، جن کے اندر دنیا فرق محسوس کرنے لگے۔ ان کی بات میں وزن آجائے، ان کی اداؤں میں وقار پیدا ہو جائے۔ جو ان سے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرے، وہ محسوس کر رہا ہو کہ میں کسی ایسی ہستی سے بات کر رہا ہوں، جس کا تعلق بڑے لوگوں سے ہے۔ شروع میں تو اس کو بڑے لوگ نظر آئیں گے کیونکہ خدا تعالیٰ تو آپ کے پس منظر میں ہوگا۔ کیونکہ جس طرح بڑے آدمی کے ساتھ رہ کر، شاہوں کی مصاحبت میں پھر کر انسان کے اندر ایک نئی ادا پیدا ہو جاتی ہے اور دیکھنے والا محسوس کرتا ہے کہ اونچی مجالس سے آیا ہے۔ تو جب خدا سے تعلق پیدا ہو تو کیسے کوئی محسوس نہیں کرے گا کہ بہت اونچی مجالس کا رہنے والا انسان ہے۔ اس کے آداب، اس کی گفتگو، اس کا سلیقہ، اس میں کوئی وزن ہے، کوئی وقار ہے، ایک یقین ہے، ایک خود اعتمادی ہے۔ اور یہ چیزیں ہیں، جنہوں نے دنیا فتح کرنی ہے۔ پھر علم بھی خدا خود عطا فرماتا ہے اور ایسے ایسے دلائل پھر سکھاتا چلا جاتا ہے کہ ایک عام آدمی سے ویسے توقع نہیں ہو سکتی۔

چنانچہ میرا یہ بھی تجربہ ہے کہ وہ احمدی، جو خالصۃً للہ اللہ کی محبت میں دعوت الی اللہ کا کام شروع کر دیتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ خدا ہماری مدد کرے گا، وہ جب اپنی تبلیغی رپورٹیں بھیجتے ہیں تو بعض دفعہ میں حیرت میں مبتلا ہوں کہ یہ نکتے ان کو کس طرح سمجھ آگئے۔ کوئی تعلیم نہیں لیکن بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ دشمن نے ایک سوال اٹھایا، جو بڑی عیاری سے اٹھایا گیا اور اس پر میرا دل چاہتا تھا کہ کاش یہ جواب دیتا۔ اور اگلا فقرہ ہی اس کا وہ ہوتا تھا کہ پھر خدا نے میرے دل میں یہ بات ڈالی، پھر میں نے یہ جواب دیا اور مسلسل اس طرح کے مضمون چلتے چلے جاتے ہیں۔ میں ان لوگوں کو جانتا ہوں، ان کی علمی حالت کا مجھے پتہ ہے۔ ناممکن ہے ان کے لئے وہ باتیں کرنا، جب تک ان کو خدا نہ بتا رہا ہو۔

بنیادی بات علم نہیں ہے، بنیادی بات اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کا پیار ہے۔اس لئے آپ اس کی طرف توجہ کریں اور بے دھڑک ہو کر اس میدان میں کود پڑیں۔سارا جرمنی آپ کے لئے فتح کرنے کے لئے کھلا پڑا ہے اور یہاں بھی وہ رو چلتی ہوئی دکھائی دے رہی ہے۔

جو دوست یہاں پرسوں کی مجلس میں تھے، انہوں نے دیکھا ہوگا کہ بعض جرمن نوجوان، جو بڑے مخلص احمدی ہیں، وہ اپنے کچھ ساتھیوں کو لے کر آئے تھے۔کچھ اور دوسرے دوست بھی موجود تھے۔صاف اللہ کی تقدیر کا ہاتھ نظر آتا ہے کہ تھوڑی دیر کے اندر ہی ان کی کیفیت بدل گئی۔ان کی دلچسپی کا انداز بدل گیا اور بڑی حکمت کے ساتھ انہوں نے اس بات کا اظہار کیا کہ ہم احمدیت کے قائل ہوتے چلے جارہے ہیں۔

چنانچہ عبداللہ صاحب نے مجھے بتایا کہ ایک نوجوان، جو بڑا مضبوط اور توانائی سے بھرپور ہے، اپنے جسم کے لحاظ سے بھی مضبوط اور جوان ہے اور ذہنی افتاد لحاظ سے، اپنی بات پہ قائم اور سمجھ کر چلنے والا، وہ عارضی طور پر صرف ایک رات کے لئے آیا تھا، دوسرے دن بھی ٹھہر گیا۔اور پھر عبداللہ صاحب سے اس نے کہا کہ میری نوکری کا بھی سوال ہے، جو شاید نکل جائے اور میں واپس نہ جاؤں۔مگر کوئی پرواہ نہیں، اب میرا جانے کو دل نہیں چاہتا۔اور وہ ٹھہر گیا۔تو حیرت ہوتی ہے کہ کس طرح خدا تعالیٰ آناً فاناً ان قوموں کے دل بھی بدل رہا ہے۔

وہاں اخباری نمائندوں سے ملاقات ہوئی ہے تو شروع میں ان کے چہرے اور تھے، ان کا رویہ اور تھا، اسلام کے خلاف تشدد پایا جاتا تھا اور بعض اعتراض تو بڑی سختی سے کئے۔لیکن جب خدا تعالیٰ نے مجھے جواب دینے کی توفیق عطا فرمائی تو دیکھتے ہی دیکھتے ان کے چہرے نرم پڑ گئے اور ان کی باتوں کا رخ بدل گیا۔وہ ساری ویڈیو ریکارڈڈ چیز ہے اور جرمن میں ہمارے ہیوبش صاحب اس کا ترجمہ کر رہے تھے۔ ان کو بھی خدا تعالیٰ نے اس وقت ایسی توفیق عطا فرمائی۔بیماری کی وجہ سے وہ پہلے ترجمے میں کچھ کمزور ہو گئے تھے لیکن اس وقت تو ایسا چلے ہیں، جس طرح فر فر ایک دریا بہہ رہا ہو۔جب وہ جرمن زبان میں ترجمہ کرتے تھے تو بہت ہی گہرا اثر ان کی گفتگو کا دوسروں کے چہروں پر نظر آرہا ہوتا تھا۔یہاں تک کہ عبداللہ صاحب نے مجھے بتایا کہ وہاں کے پریس کا نمائندہ اپنے ساتھی کو کہہ رہا تھا کہ اب یہاں آدمی سوال کیا کرے؟ ہر سوال کا جواب ایسا آجاتا ہے کہ منہ بند ہو جاتا ہے۔مغربی پریس سے یہ تبصرہ جو ہے، یہ معمولی بات نہیں۔بڑے آزاد منش لوگ ہیں، خصوصاً اسلام پر حملہ کرنے میں تو بڑی دلیری دکھاتے ہیں۔پھر ایشیائی ملک کا ایک آدمی، جو پاکستان سے پھر آیا ہو، اس کے متعلق تو ان کے رویے ہی بالکل بدل جاتے ہیں۔اور وہی رویہ تھا، جو شروع شروع میں نظر آرہا تھا۔

تو یہ ایک مسلسل اللہ کی تقدیر کا ہاتھ دکھائی دے رہا ہے۔ معمولی سی بصیرت بھی کسی میں ہوتو وہ اس کو دیکھنے سے رہ نہیں سکتا۔ یعنی ہو نہیں سکتا کہ وہ اس حقیقت کو نظرانداز کر سکے۔ اس لئے آپ خدا کی اس تقدیر کے ساتھ ساتھ چلیں۔ اللہ نے جو پھل تیار کئے ہیں، ان کو توڑنے کے لئے ہاتھ تو بڑھائیں۔ اگر آپ نہیں بڑھائیں گے، یہ کہہ کر، یہ بہانے ڈھونڈ کر کہ ہمیں زبان نہیں آتی، ہمیں علم نہیں ہے تو یہ سارے بہانے ہیں۔ ایک چیز، جو آپ کو آتی ہے اور آسکتی ہے، وہ اللہ سے تعلق ہے۔ تعلق پیدا کریں گے تو آپ کے اندر چٹخ سے ایک چیز کھل جاتی ہے، جیسے غنچہ کھلتا ہے۔ اس طرح آپ کے رکے ہوئے دل میں ایک غنچہ کھل جائے گا۔ آپ اس کی چٹخ محسوس کریں گے۔ پتہ لگ جائے گا کہ میرے ساتھ ایک واقعہ ہو گیا ہے، جس نے مجھے بدل دیا ہے۔ اس واقعہ کے نتیجہ میں پھر جو کچھ ہونا ہے، ہوتا ہے۔

اس لئے ہر احمدی نوجوان، جو یہاں آیا ہوا ہے، بڑی تکلیفیں اٹھا کر آیا ہے۔ بعض لوگ اپنی جائیدادیں بیچ کر جو رہی سہی بیچاروں کے پاس تھیں، بیچ کر آگئے ہیں۔ بعضوں کے ماں باپ نے قرضے اٹھا لئے ہیں۔ آئے تو اس لئے ہیں کہ وہاں کی تکلیفوں سے نجات پائیں، ہر روز کی جو اذیتیں تھیں، ان سے نجات پائیں اور آزاد ملک میں جا کر باعزت روزی کمائیں اور پھر اپنے والدین کے قرضے اتاریں اور ان کی مصیبت دور کریں۔ یہ نیتیں ہیں۔ لیکن یہاں خدا نے اس سے بھی بڑھ کر خزانہ آپ کے لئے رکھا ہے۔ حضرت موسیٰؑ آگ لینے گئے تھے لیکن نور الٰہی ان کو نصیب ہو گیا۔ تو یہ بھی جماعت پر ایک موسوی دور ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات میں واضح طور پر ملتا ہے کہ ایک موسوی دور تم پر آنے والا ہے۔ تو آپ اس دور کے نمائندہ ہیں، اس دور کے نشان ہیں۔ آپ بھی گھروں سے آگ لینے کے لئے نکلے تھے لیکن خدا یہاں نور دینے کے لئے بیٹھا ہوا ہے۔ یہاں آپ کو نئے نور سے منور کرنے کے لئے بیٹھا ہے۔ اس لئے کیوں آگ پر راضی ہو جاتے ہیں؟ اس نور کی طرف لپکیں، جو آپ کا منتظر بیٹھا ہوا ہے۔ آپ کے لئے ہر ہجرت کی جگہ کوہ طور بن جائے گی۔ کیونکہ خدا نے اپنے الہامات میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو واضح بشارتیں دی ہیں کہ ایسا دور آنے والا ہے۔ اور مجھے تو صاف دکھائی دے رہا ہے کہ وہ دور آچکا ہے۔

یہاں بھی آپ کا مشن اتنا چھوٹا ہو چکا ہے کہ اگر اس علاقے کی ساری جماعت آجائے تو ناممکن ہے کہ اس چھوٹے سے کمرے میں اکٹھے ہو جائیں اور بہت تکلیف نظر آتی ہے۔ جب گذشتہ دفعہ آیا تھا تو اس دفعہ بھی یہی حالت تھی، اب اس سے بھی زیادہ خراب حالت ہے۔ اور بیچاری مستورات کے لئے تو بالکل ہی جگہ کوئی نہیں۔ ان کے لئے ٹینٹ بھی جو لگایا ہوا تھا، اس میں اس طرح ٹھونسی ہوئی تھیں جرمن

خواتین بھی اور دوسری بھی کہ دم گھٹتا تھا۔ پھر بچوں کے شور سے وہاں ایک قیامت آئی پڑی تھی۔ تو یہاں بھی اللہ تعالیٰ آپ کے لئے جگہ مہیا فرمائے گا، انشاء اللہ۔ قریب ہی ہم نے جائزہ لیا ہے۔ اور جو جائزے لئے ہیں، ان میں کوشش یہی ہوگی کہ بہت ہی اچھی کھلی جگہ ملے اور یہاں بہت شاندار مسجد بنائی جائے، جو تاریخی حیثیت رکھتی ہو اور تمام جرمنی کی مسجدوں میں سب سے زیادہ بڑی اور نمایاں ہو۔ اگرچہ وہ دولتیں ہمارے پاس نہیں ہیں، جو دنیا کے ممالک کی دولتیں ہیں۔ جنہوں نے تیل کی دولت سے یا دوسری دولتوں سے مسجدیں بنائی ہیں۔ لیکن خدا کے فضل اتنے ہیں کہ ناممکن ہے کہ اگر آپ خلوص نیت سے دعا کریں کہ اے خدا! ہمیں سب سے بڑی، سب سے شاندار مسجد عطا کر تو وہ مسجد نہ عطا کردے۔ اب تو وہ دینے کے بہانے ڈھونڈ رہا ہے، جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا ہے۔ اس لئے ان دعاؤں کے ساتھ ہمیں امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ بہت وسیع جگہ بھی مل جائے گی اور بہت ہی اچھی، خوبصورت، شاندار مسجد بھی نصیب ہو جائے گی۔ لیکن اس کی شان آپ ہیں، یہ یاد رکھیں۔ ظاہری شان تو صرف لوگوں کو کھینچنے کے لئے ہے۔ اگر آپ تقویٰ لے کر اس مسجد میں نہ گئے، اگر آپ نے مسجد کو بھرنے کی کوشش نہ کی تو پھر وہ بے شان کی مسجد ہو گی۔ اس لئے ابھی سے اس کی تیاری شروع کردیں۔ جتنی وسیع مسجد ہو، یہ عہد کریں کہ ہم نے جلدی سے جلدی اس کو بھرنا ہے۔ اور جب آپ مسجد بھریں گے، خدا آپ کو لازماً اور مسجد عطا فرمادے گا۔

اس طرح یہ دور ہے، جو لامتناہی ترقیات کا دور ہو جاتا ہے۔ اور ہم اپنی آنکھوں سے اس دور کو اپنے آگے بھی دیکھ رہے ہیں، اپنے پیچھے بھی، اپنے دائیں بھی، اپنے بائیں بھی۔ اس دور میں سے اس طرح گذر رہے ہیں، جس طرح پہاڑ پر چلتے چلتے کوئی رحمتوں کے بادل میں داخل ہو جاتا ہے۔ چاروں طرف سے بادل گھیر لیتے ہیں۔ آج جماعت احمدیہ اللہ کی رحمتوں کے بادل میں گھر چکی ہے۔ اس کے قطرات کو اپنی زبان پر، اپنے سر، آنکھوں پر لے رہی ہے۔ اس لئے اس دور سے پورا فائدہ اٹھائیں۔ دشمن کی باتوں سے آپ کو کیا خوف ہو سکتا ہے؟ وہ تو بے چارے نادان ہیں، جاہل ہیں۔ وہ کہتے ہیں: ہم جماعت احمدیہ کا تعاقب کریں گے۔ جہاں جائیں گے، ہم ان کے پیچھے پیچھے، پاکستان کا مولوی کہتا ہے: ہم ان کا تعاقب کریں گے۔ ان کی حیثیت کیا ہے، آپ کا تعاقب کرنے کی؟ آپ خدا کی جماعت ہیں، آپ کی پروازیں خدا کی عطا کے نتیجہ میں ملتی ہیں۔ آپ کی دوڑیں تو اللہ کی قدرت سے نصیب ہونے والی دوڑیں ہیں۔ آپ کو پکڑ کون سکتا ہے؟ آپ کا تعاقب کر کون سکتا ہے؟ اسی قسم کی باتیں جب حضرت مصلح موعودؓ کے دور میں احرار نے کی تھیں۔ تو آپ نے ان کو ایک جواب دیا تھا۔ آپ نے فرمایا:

مجھے پکڑنے پہ قدرت کہاں تجھے صیاد
کہ باغ حسن محمد کی عندلیب ہوں میں

(کلام محمود:107)

پس آج ساری جماعت کی طرف سے میں دشمنوں کو یہی جواب دیتا ہوں کہ

ہمیں پکڑنے کی قدرت کہاں تجھے صیاد
کہ باغ محمد کی عندلیب ہیں ہم

اور حسن محمد کی تو ہر منزل ایک نئی منزل کی طرف کھینچ کر لے کر جاتی ہے، ایک نئی منزل کا پتہ دیتی ہے۔ اس لئے آپ کے مقدر میں آگے سے آگے بڑھنا ہے۔ مڑ کر دیکھنا نہیں ہے کہ ہم کیا چھوڑ آئے ہیں۔ اللہ کی رحمت پر بھروسہ کرتے ہوئے، اس پر توکل کرتے ہوئے، اس سے دعائیں مانگتے ہوئے، حسن محمد کی نئی منازل کی طرف بڑھتے چلے جائیں اور خائب و خاسر دشمن پیچھے بیٹھا رہ جائے گا۔ اس کو توفیق نہیں ہے کہ نیک باتوں میں آپ کا کوئی تعاقب کر سکے۔ بدیوں میں وہ جو چاہے، کرتا پھرے۔ اس سے ہمیں کوئی غرض نہیں ہے۔ وہ اس کا مقام ہے، وہ اس کو زیب دیتا ہے۔ لیکن نیکیوں میں کوئی ہم سے آگے بڑھ سکے، اس کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ اس لئے اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے، یہ عہد لے کر اٹھیں کہ ہم ہر نئے مرکز کو، جو خدا ہمیں عطا فرماتا چلا جائے گا، اس کے فضل اور اس کی رحمت اور اس کی دی ہوئی توفیق کے نتیجہ میں جلد سے جلد اللہ سے محبت کرنے والے، پیار کرنے والے، اللہ کے رسول سے محبت کرنے والے اور پیار کرنے والے خدا کے بندوں سے بھرتے چلے جائیں۔ اور یہی ہمارے تحفے ہیں خدا کے حضور اور یہی ہمارے شکرانے کا اظہار ہے۔ اور جب آپ بھرتے چلے جائیں گے تو خدا آپ کو نئے وسیع تر مراکز عطا فرماتا چلا جائے گا"۔

(مطبوعہ خطبات طاہر جلد 04 صفحہ نمبر 787 تا 797)

# جماعت احمدیہ اس خالص دین حق پر یقین رکھتی ہے، جس میں جبر کی گنجائش نہیں

## خطاب فرمودہ 22 ستمبر 1985ء

گروس گیراؤ کے قصبہ میں جماعت احمدیہ مغربی جرمنی کے نئے خرید کردہ مرکز ناصر باغ کے افتتاح کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے انگریزی زبان میں خطاب فرمایا۔ جس کا ساتھ ساتھ جرمن میں رواں ترجمہ پیش کیا گیا۔ حضور نے اپنے خطاب میں فرمایا:۔

''میں سب سے پہلے خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں، جس نے آج ہمیں اس تقریب کے لیے موقع عطا فرمایا ہے۔ اس کے ساتھ ان دوستوں کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں، جو ہماری جماعت سے تعلق نہیں رکھتے اور یہاں وقت نکال کر تشریف لائے ہیں''۔

حضور نے فرمایا:۔

''ہم نے اس جگہ کو اس لیے خریدا ہے کہ ہمارا فرینکفرٹ کا خانہ خدا چھوٹا ہو گیا ہے۔ ہمارے ہمسائے اگرچہ اچھے لوگ ہیں لیکن پھر بھی انہیں بعض دفعہ ہماری وجہ سے تکلیف ہوتی ہے۔ اس لیے یہ بڑی جگہ لے لی گئی ہے تا کہ ہمارے جلسے اور دوسری مذہبی تقریبات یہاں منائی جا سکیں''۔

حضور نے مزید فرمایا کہ

''اللہ تعالیٰ نے ہر چیز خوبصورت تخلیق فرمائی ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ انسان بعض اوقات خوبصورت نظر نہیں آتا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب انسان اچھائی کا راستہ اختیار کرتا ہے تو خوبصورت نظر آتا ہے، جب برائی کے راستے پر چلتا ہے تو خوبصورتی کھو دیتا ہے۔ اچھائی اور برائی کے دونوں راستے انسان کو دکھائے گئے ہیں۔ اچھائی کا راستہ اختیار کر کے وہ خدا کے قریب ہوتا ہے اور خوبصورت نظر آتا ہے۔ اور برائی کا راستہ اسے خدا سے دور اور بدزیب بنا دیتا ہے''۔

(مطبوعہ ضمیمہ ماہنامہ انصار اللہ دسمبر 1985ء)

فرمایا:۔

''جماعت احمدیہ آج سے 1400 سال قبل اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ اس خالص دین حق پر یقین رکھتی ہے، جس میں جبر اور ناانصافی کی کوئی گنجائش نہیں۔ احمدیت اس حقیقی دین ہی کی تصویر ہے۔ اسی لئے وہ امن کی علمبردار ہے۔ اور دنیا میں امن اور آشتی اور باہمی رواداری اور اخوت کے قیام کے لئے جدوجہد کر رہی ہے''۔

(مطبوعہ ضمیمہ ماہنامہ تحریک جدید ستمبر 1985ء)

# جرمن قوم کے ساتھ دلی وابستگی اور قبولیت دعا کا ایک واقعہ

## ارشاد فرمودہ 23 ستمبر 1985ء

حضرت خلیفة المسیح الرابع رحمہ اللہ نے جرمن قوم کے ساتھ اپنے انس اور تعلق کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:۔

''میں لنڈن ٹی وی میں جرمن کھلاڑی کو کھیلتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ وہ کھیل ہار رہا تھا تو میں نے دعا کی کہ اے خدا! اسے جیت عطا فرما۔ میں نے اسی وقت اپنے گھر والوں کو کہہ دیا کہ یہ جرمن نوجوان ضرور جیتے گا۔ کیونکہ مجھے قبولیت دعا کا یقین ہو گیا تھا۔ چنانچہ خدا کے فضل سے یہ جرمن کھلاڑی جیت گیا۔ آپ لوگ شاید دعا کی حقیقت کو پوری طرح نہ سمجھ سکیں۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ یہ قبولیت دعا کا معجزہ تھا۔ اور اس سے میری جرمن قوم کے ساتھ دلی وابستگی کا پتہ چلتا ہے۔ کیونکہ یہ وہ قوم ہے، جس نے ہمارے نوجوانوں کے ساتھ احسان کا سلوک کیا ہے''۔

اس موقع پر حضور نے یہ بھی فرمایا کہ

''جرمن حکومت مجھے اپنی جماعت کے افراد سے ملنے کے لئے جرمنی کا ویزا دینے میں فراخدل نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے اپنے بعض اصول ہیں، جن کی وہ پابندی کرتے ہیں۔ لیکن جرمن عوام ہم سے محبت کرتے ہیں اور ہمارے دلوں میں بھی ان کے لئے محبت اور احسان مندی کے جذبات ہیں''۔

(مطبوعہ ضمیمہ ماہنامہ انصار اللہ دسمبر 1985ء)

# مشن بنانے کا مقصد جماعت کو بڑھانا اور اسلام کا پیغام پھیلانا ہے

## ارشادات فرمودہ دوران دورہ یورپ 1985ء

**26 ستمبر، زیورک**

پریس کانفرس کے دوران سوالوں کے جواب دیتے ہوئے حضور رحمہ اللہ نے فرمایا:۔

''میں اکثر جماعت سے ملنے کے لئے بیرونی ممالک میں جاتا رہتا ہوں۔گزشتہ ڈیڑھ سال سے انگلینڈ میں مقیم ہوں۔اس دوران دوسری بار سوئٹزرلینڈ آیا ہوں۔گزشتہ دورہ میں یہاں پریس کانفرنس نہیں بلا سکا تھا۔اس دفعہ میں نے سمجھا کہ پریس والوں سے بھی مل لیں۔یہاں آنے سے پہلے ہیگ (ہالینڈ) سے 180 کلومیٹر کے فاصلہ پر ایک نئے سنٹر کا افتتاح کیا۔اس کے بعد برسلز (بیلجیئم) کے خوبصورت حصہ میں ایک بہت بڑے سنٹر کا افتتاح کیا۔ جرمنی میں پہلے سے دو مشن کام کر رہے تھے لیکن جماعت کی ضروریات بہت تیزی سے بڑھ رہی ہیں۔چنانچہ ہم نے ایک اور سنٹر کولون میں بھی بنایا ہے۔میں ہمبرگ بھی گیا، وہاں پر اپنی ضروریات کے پیش نظر ایک اور جگہ لینے کا جائزہ لے رہے ہیں۔برلن میں بھی ہماری کافی بڑی جماعت ہے، وہاں بھی جگہ خریدنے کی کوشش کر رہے ہیں۔فرینکفورٹ میں بھی ہماری پہلی جگہ بہت چھوٹی ہوگئی ہے، وہاں پہلے مشن کے قریب ایک بہت بڑی جگہ، جو 26 ہزار مربع میٹر سے حاصل کی ہے،اس کی افتتاحی تقریب میں ایک ہزار سے زائد احباب شامل ہوئے۔اس کے بعد ہم میونخ گئے، وہاں بھی جگہ خریدنے کی کوشش ہے۔لیکن دوران قیام کوئی حتمی فیصلہ نہیں ہوا۔وہاں سے ہم سیدھے سوئٹزرلینڈ آئے ہیں اور پھر یہاں سے اٹلی جانا ہے۔وہاں ہم پہلا مشن کھولیں گے، جو Verona سے 20 کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔اس کے بعد سپین جائیں گے، وہاں قرطبہ کے قریب پہلے ہی مشن موجود ہے۔اس کے علاوہ میڈرڈ اور غرناطہ میں بھی ہمارے مشن ہیں۔اب ہم غرناطہ کے لئے نئی جگہ حاصل کرنے جارہے ہیں۔اس کے بعد برطانیہ واپسی سے پیشتر فرانس میں پیرس کے قریب ایک سنٹر کا افتتاح کروں گا، جو کہ فرانس میں جماعت کا پہلا سنٹر ہوگا''۔

اس سوال کے جواب میں کہ اتنے زیادہ مشن ہاؤس کھولنے کی کیا ضرورت ہے؟ کیا آپ کی جماعت کی تعداد بہت زیادہ ہے یا کوئی اور وجہ ہے؟ حضور نے فرمایا:۔

''سب سے پہلی ضرورت تو یہ ہے کہ آپ نے عیسائی مشن ساری دنیا میں قائم کیے ہوئے ہیں، کیا آپ مسلمانوں کے لئے یہ ضرورت نہیں سمجھتے کہ وہ یورپ میں مشن کھولیں؟ یہ سوال مجھے بہت ہی عجیب محسوس ہوتا ہے۔ اگر آپ اپنا مذہب ساری دنیا میں پھیلانے میں کوشاں ہیں تو ہم اپنے مذہب کی اشاعت محبت، تبادلہ خیال اور مسلسل جدوجہد کے ذریعہ کیوں نہ کریں؟ مشن اس لئے نہیں بنائے جارہے کہ کچھ لوگ انہیں استعمال کریں۔ بلکہ اس لئے بنائے جارہے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ لوگ ان سے استفادہ کریں۔ ان مشنز کو بنانے کا مقصد جماعت کو بڑھانا ہے تاکہ اسلام کے پیغام کو مزید پھیلا سکیں''۔

ایک اور سوال کے جواب میں حضور نے فرمایا:۔

''جرمنی میں ہماری جماعت دو ہزار گھرانوں پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ انڈونیشیا، جنوبی افریقہ، یوگنڈا، کینیا، تنزانیہ، موریطانیہ، ہندوستان، بنگلہ دیش، فجی اور ماریشس میں بڑی بڑی جماعتیں موجود ہیں۔ ہماری جماعت ساری دنیا میں پھیلی ہوئی ہے''۔

آپ سوئس لوگوں کے لئے کیا کر رہے ہیں؟

فرمایا:

''میں سوئس (swiss) لوگوں کے لئے بہت فکرمند ہوں۔ ان کے نوجوان زیادہ تر لادینیت کی طرف رجحان ظاہر کر رہے ہیں۔ پہلے میرا خیال تھا کہ انہیں علم ہی نہیں کہ مذہب کی بنیادی تعلیم کیا ہے؟ لیکن اب تو وہ لادینیت کا پرچار کر رہے ہیں اور زیادہ سے زیادہ لوگ اس طرف مائل ہو رہے ہیں، جو کہ بہت ہی قابل تشویش امر ہے۔ یہ نوجوان مستقبل میں سوسائٹی کو چیلنج کریں گے اور نظم وضبط کے لئے ایک مسئلہ پیدا کر دیں گے۔ اس لئے تمام مذہبی تنظیموں کے لئے یہ لمحہ فکریہ ہے۔ ہم سب کا خدا ایک ہے، اس لئے ہمیں اس نوجوان نسل کو واپس لانا چاہیے۔ اور بتانا چاہیے کہ خدا تعالیٰ کی ہستی موجود ہے۔ اس کے بغیر سوسائٹی کا وجود خطرے میں ہے۔ گزشتہ جنگ میں سوئس سوسائٹی محفوظ رہی مگر آئندہ آنے والی تباہی میں مجھے اس سوسائٹی کی حفاظت نظر نہیں آتی۔ اگر اس نے اپنے خالق کی طرف رجوع نہ کیا تو یہ بہت خطرناک صورت حال ہوگی۔ پس نوجوانوں کو خدا تعالیٰ کی طرف لانا ہی سب سے اہم مسئلہ ہے۔ انہیں مسلمان بنانا بعد کی بات ہے۔

میں اپنی اوراپنی جماعت کی طرف سے سوئس لوگوں کی خدمت کے لئے تیار ہوں۔ یہاں کی نوجوان نسل کوعلم، دلائل اور سائنس کی رو سے یہ باور کرانے کے لئے تیار ہوں کہ ان کا کوئی خالق بھی ہے۔ بلکہ نوجوانوں کا اپنا وجود کسی خالق کامحتاج ہے۔میں ہر طرح سے مدد کرنے کوتیار ہوں تا کہ انہیں خالق حقیقی کی طرف واپس لایا جاسکے''۔

آخر پرایک سوال کے جواب میں فرمایا:۔

''میرا یورپ کا موجودہ دورہ پانچ ہفتوں کا ہے۔لیکن میں یورپ میں کسی بھی وقت آسکتا ہوں۔ اس لئے سوئٹزرلینڈ میں انسانیت کی بنیاد پر کسی سیمینار(seminar) یا اجلاس میں شرکت کرنے کے لئے ہروقت آنے کوتیار ہوں''۔

(مطبوعہ ہفت روزہ النصر 27 ستمبر 1985ء وضمیمہ ماہنامہ خالد نومبر 1985ء)

# اللہ کی رضا ہی اصل مقصود و مطلوب ہے

## پیغام بر موقع جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ تنزانیہ منعقدہ 27 تا 29 ستمبر 1985ء

بسم اللہ الرحمان الرحیم

پیارے بھائیو اور بہنو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میری دعا ہے کہ جماعت ہائے احمدیہ تنزانیہ کا یہ جلسہ سالانہ ہر جہت سے انتہائی کامیاب اور بابرکت ہو۔ خدا تعالیٰ کے فضلوں اور رحمتوں کے آپ وارث ٹھہریں۔ اور اللہ تعالیٰ آپ سب کو، جو محض للہ اس جلسہ میں شامل ہو رہے ہیں، ان باتوں کی توفیق دے، جن سے وہ راضی ہو جائے کہ اللہ کی رضا ہی اصل مقصود و مطلوب ہے۔

ورضوانٌ من اللہ اکبر

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"......اے عزیزو! تم نے وہ وقت پایا ہے، جس کی بشارت تمام نبیوں نے دی ہے۔ اور اس شخص کو یعنی مسیح موعود کو تم نے دیکھ لیا، جس کے دیکھنے کے لئے بہت سے پیغمبروں نے بھی خواہش کی تھی۔ اس لئے اب اپنے ایمانوں کو خوب مضبوط کرو اور اپنی راہیں درست کرو، اپنے دلوں کو پاک کرو اور اپنے مولیٰ کو راضی کرو"۔

(اربعین نمبر 4 صفحہ 100 روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 442)

مگر خدا تعالیٰ کو کس طرح راضی کیا جائے؟ اس کے قرب اور پیار کی لذت کو کیونکر حاصل کیا جائے؟ اس اہم سوال کا جواب دیتے ہوئے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"......ہم کیونکر خدا تعالیٰ کو راضی کریں اور کیونکر وہ ہمارے ساتھ ہو۔ اس کا اس نے مجھے بار بار یہی جواب دیا کہ تقویٰ سے۔ سو اے میرے پیارے بھائیو! کوشش کرو تا متقی بن جاؤ۔ بغیر عمل کے سب باتیں ہیچ ہیں۔ اور بغیر اخلاص کے کوئی عمل مقبول نہیں۔ سو تقویٰ یہی ہے کہ ان تمام نقصانوں سے بچ کر خدا تعالیٰ کی طرف قدم اٹھاؤ

اور پرہیزگاری کی باریک راہوں کی رعایت رکھو۔ سب سے اوّل اپنے دلوں میں انکساراور صفائی اور اخلاص پیدا کرو۔ اور سچ مُچ دلوں کے حلیم اور سلیم اور غریب بن جاؤ کہ ہر یک خیر اور شر کا بیج پہلے دل میں ہی پیدا ہوتا ہے۔ اگر تیرا دل شر سے خالی ہے تو تیری زبان بھی شر سے خالی ہوگی اور ایسا ہی تیری آنکھ اور تیرے سارے اعضاء۔ ہر یک نور یا اندھیرا پہلے دل میں ہی پیدا ہوتا ہے اور پھر رفتہ رفتہ تمام بدن پر محیط ہو جاتا ہے۔ سو اپنے دلوں کو ہر دم ٹٹولتے رہو۔ اور جیسے پان کھانے والا اپنے پانوں کو پھیرتا رہتا ہے اور ردی ٹکڑے کو کاٹتا ہے اور باہر پھینکتا ہے، اسی طرح تم بھی اپنے دلوں کے مخفی خیالات اور مخفی عادات اور مخفی جذبات اور مخفی ملکات کو اپنی نظر کے سامنے پھیرتے رہو اور جس خیال یا عادات یا ملکہ کو ردی پاؤ، اس کو کاٹ کر باہر پھینکو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ تمہارے سارے دل کو ناپاک کر دیوے اور پھر تم کاٹے جاؤ"۔

(ازالہ اوہام، حصہ دوم صفحہ 447,448 روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 547,548)

اسی طرح فرمایا:۔

"......تم اگر چاہتے ہو کہ آسمان پر تم سے خدا راضی ہو تو تم باہم ایسے ایک ہو جاؤ، جیسے ایک پیٹ میں سے دو بھائی۔ تم میں سے زیادہ بزرگ وہی ہے، جو زیادہ اپنے بھائی کے گناہ بخشتا ہے۔ اور بد بخت ہے، وہ جو ضد کرتا ہے اور نہیں بخشتا۔ سو اس کا مجھ میں حصہ نہیں۔ خدا کی لعنت سے بہت خائف رہو کہ وہ قدوس اور غیور ہے۔ بدکار خدا کا قرب حاصل نہیں کر سکتا، متکبر اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا، ظالم اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا، خائن اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ اور ہر ایک جو اس کے نام کے لئے غیرت مند نہیں، اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا"۔

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 12,13)

اس وقت دنیا ایک تباہی کے کنارے کھڑی ہے۔ باہمی محبت و پیار اور امن وسلامتی کا فقدان ہے۔ جگہ جگہ نفرتوں کی آگیں بھڑکائی جارہی ہیں اور انسان اپنے ہی بھائیوں کے خون کا پیاسا ہو رہا ہے۔ گناہوں کی کثرت ہے اور فسق وفجور کی فراوانی۔ شرک اور دہریت کا ایک سیلاب ہے، جو نوع انسانی کو بہائے لے جارہا ہے۔ وہ لوگ، جو خدا تعالیٰ پر ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں، بدقسمتی سے ان کا ایک بڑا حصہ بھی یقین کے مرتبہ سے عاری ہے۔ اور عملاً انہوں نے خدائے واحد کی بجائے اس دنیا کو اور نفسانی خواہشات کو

اپنا معبود بنا رکھا ہے۔ خدا کے نام کے لئے کوئی غیرت ان میں باقی نہیں رہی۔ وہ اس سے کلیۃً غافل اور دنیا سے آرام یافتہ ہیں۔ ان دردناک حالات میں اللہ تعالیٰ نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ تا نوع انسانی کو جھوٹ، شرک، ظلم اور ہر ایک بدعملی اور ناانصافی اور بداخلاقی سے نجات دے کر سچائی، راست بازی، اعلیٰ اخلاق، حلم، انصاف اور توحید خالص کو دنیا میں قائم کیا جائے۔

چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:۔

"..... چونکہ میں تثلیث کی خرابیوں کی اصلاح کے لئے بھیجا گیا ہوں، اس لئے یہ دردناک نظارہ کہ ایسے لوگ دنیا میں چالیس کروڑ سے بھی کچھ زیادہ پائے جاتے ہیں، جنہوں نے حضرت عیسیٰؑ کو خدا سمجھ رکھا ہے، میرے دل پر اس قدر صدمہ پہنچاتا رہا ہے کہ میں گمان نہیں کر سکتا کہ مجھ پر میری تمام زندگی میں اس سے بڑھ کر کوئی غم گزرا ہو۔ بلکہ اگر ہم و غم سے مرنا میرے لئے ممکن ہوتا تو یہ غم مجھے ہلاک کر دیتا کہ کیوں یہ لوگ خدائے واحد لاشریک کو چھوڑ کر ایک عاجز انسان کی پرستش کر رہے ہیں۔ اور کیوں یہ لوگ اس نبی پر ایمان نہیں لاتے، جو سچی ہدایت اور راہ راست لے کر دنیا میں آیا ہے۔ ہر ایک وقت مجھے یہ اندیشہ رہا ہے کہ اس غم کے صدمات سے میں ہلاک نہ ہو جاؤں۔ .......... اور میرا اس درد سے یہ حال ہے کہ اگر دوسرے لوگ بہشت چاہتے ہیں تو میرا بہشت یہی ہے کہ میں اپنی زندگی میں اس شرک سے انسانوں کو رہائی پاتے اور خدا کا جلال ظاہر ہوتے دیکھ لوں"۔

(تبلیغ رسالت جلد ہشتم صفحہ 71,72)

اسی طرح آپؑ فرماتے ہیں:۔

"..... میں نے ایک سونے کی کان نکالی ہے۔ اور مجھے جواہرات کے معدن پر اطلاع ہوئی ہے۔ اور مجھے خوش قسمتی سے ایک چمکتا ہوا اور ایک بے بہا ہیرا اس کان سے ملا ہے۔ اور اس کی اس قدر قیمت ہے کہ اگر میں اپنے ان تمام بنی نوع بھائیوں میں وہ قیمت تقسیم کروں تو سب کے سب اس شخص سے زیادہ دولت مند ہو جائیں گے، جس کے پاس آج دنیا میں سب سے بڑھ کر سونا چاندی ہے۔ وہ ہیرا کیا ہے؟ سچا خدا۔ اور اس کو حاصل کرنا یہ ہے کہ اس کو پہچاننا اور سچا ایمان اس پر لانا اور سچی محبت کے

ساتھ اس سے تعلق پیدا کرنا اور سچی برکات اس سے پانا۔ پس اس قدر دولت پا کر سخت ظلم ہے کہ میں بنی نوع کو اس سے محروم رکھوں۔ اور وہ بھوکے مریں اور میں عیش کروں۔ یہ مجھ سے ہرگز نہیں ہوگا۔ میرا دل ان کے فقر و فاقہ کو دیکھ کر کباب ہو جاتا ہے۔ ان کی تاریکی اور تنگ گزرانی پر میری جان گھٹتی جاتی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آسمانی مال سے ان کے گھر بھر جائیں اور سچائی اور یقین کے جواہر ان کو اتنے ملیں کہ ان کے دامن استعداد پر ہو جائیں"۔

(اربعین نمبر 1 صفحہ 2,3 روحانی خزائن 17 صفحہ 344,345)

پس اے مسیح محمدی کے غلامو!

اگر تم خدا تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنا چاہتے ہو تو اس کی عظمت اپنے دلوں میں بٹھاؤ۔ محبت الٰہی کی لو تیز تر کرو اور دعوت الی اللہ کے عظیم الشان جہاد میں شامل ہو کر اس کی توحید کو قائم کرنے کے لئے اپنی پوری طاقت سے کوشش کرو۔ دنیا اپنے اسباب اور عزیزوں پر اسے مقدم نہیں رکھتی مگر تم اسے مقدم رکھو تا آسمان پر اس کی جماعت میں لکھے جاؤ۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"..... تمہیں خوشخبری ہو کہ قرب پانے کا میدان خالی ہے۔ ہر ایک قوم دنیا سے پیار کر رہی ہے۔ اور وہ بات، جس سے خدا راضی ہو، اس کی طرف دنیا کو توجہ نہیں۔ وہ لوگ، جو پورے زور سے اس دروازہ میں داخل ہونا چاہتے ہیں، ان کے لئے موقع ہے کہ اپنے جوہر دکھائیں اور خدا سے خاص انعام پاویں"۔

(رسالہ الوصیت صفحہ 10,11 روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 308,309)

والسلام

خاکسار

مرزا طاہر احمد

خلیفۃ المسیح الرابع

(مطبوعہ ہفت روزہ النصر 7 فروری 1986ء وضمیمہ ماہنامہ انصار اللہ ستمبر 1985ء)

# جماعت احمدیہ کو بطور خاص آج کل غیر معمولی تبلیغ کی طرف توجہ کرنی چاہئے

## خطبہ جمعہ فرمودہ 27 ستمبر 1985ء

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

''گذشتہ خطبہ جمعہ جو میں نے ہیمبرگ میں دیا تھا، اس میں یہ ذکر کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جماعت کا رعب وسعت پذیر ہے۔ اور ہم ایک ایسے دور میں سے گزر رہے ہیں، جس میں بطور خاص اللہ تعالیٰ کے اس وعدے کو بڑی شان سے پورا ہوتے دیکھ رہے ہیں کہ

هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ

کہ اے اللہ کی زمین میں بسنے والو! میری زمین ہمیشہ وسعت پذیر رہی ہے۔ ہمیشہ وسعت پذیر رہے گی اور کوئی نہیں، جو اس زمین کو تنگ کر سکے۔ یہ مفہوم ہے اس آیت کا، جسے ہم ایک عظیم شان کے ساتھ اس دور میں بطور خاص پورا ہوتے دیکھ رہے ہیں۔ اس خطبہ سے قبل جو دورہ یورپ کے تأثرات تھے، ان کا مختصر ذکر میں نے اس خطبے میں کیا تھا۔ آج کے خطبے میں اس کے بعد کے سفر کے چند حالات بیان کرتا ہوں تاکہ احباب جماعت کے دل حمد و شکر سے لبریز ہوں اور ان کا شکر پہلے سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے احسانات کو کھینچنے کا موجب بنے۔

ہیمبرگ کے بعد دوسرا پڑاؤ فرینکفرٹ میں اس مقام پر تھا، جو خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ایک نئی جگہ فرینکفرٹ مسجد کے قریب ہی ہمیں عطا ہوئی ہے، اس جگہ کا نام ناصر باغ رکھا گیا ہے۔ اس کا رقبہ ساڑھے چھ ایکڑ ہے اور بہت ہی خوبصورت علاقے میں واقع ہے۔ اردگرد چونکہ جنگلات ہیں اور سیر گاہیں ہیں اور پرندے پالنے کی خوبصورت جگہیں ہیں، اس لئے اس جگہ یہ خطرہ کوئی نہیں کہ ہمسایوں کو کوئی اعتراض ہو کہ لوگ کثرت سے آتے ہیں اور ان کے آرام میں مخل ہوتے ہیں۔ پورے جوش کے ساتھ، پورے زور کے ساتھ نعرہ ہائے تکبیر بلند ہوتے رہے اور قطعاً اس بات کا کوئی احتمال نہیں تھا کہ ہمسایوں کو اس پر کسی قسم کا اعتراض ہو۔ وہاں ایک بنی بنائی عمارت بھی ساتھ ہی مل گئی۔ جس کو خدام نے بڑی محنت کے ساتھ اور بڑے ولولے کے ساتھ بہت اچھی حالت میں ایسی شکل میں بنا دیا کہ ایک حصہ اس کا خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ایک وسیع مسجد کے طور پر استعمال ہونے لگا ہے۔ اور یہ مسجد کا رقبہ، جو نئی جگہ ملی ہے، یہ

فرینکفرٹ کی پہلی مسجد کے مقابل پر بہت زیادہ ہے۔ اسی طرح مستورات کے لئے بھی وہاں جگہ موجود ہے۔ پہلے سے ہی غسل خانوں وغیرہ کا انتظام تھا اور اسے اور بھی بہتر کر دیا گیا ہے۔ ایک مبلغ کی رہائش کی جگہ بھی بنی بنائی مل گئی تھی مگر اس وقت اس کی حالت خراب تھی۔ خدام نے بڑی محنت کی ہے اور بہت کم خرچ پر اسے نہایت اعلیٰ حالت میں تبدیل کر دیا ہے۔ اسی طرح گیٹ اور بیرونی جالی وغیرہ کے اوپر خدام نے بڑی محنت کی ہے اور حیرت انگیز طور پر جماعت کے پیسے بچائے ہیں۔ مثلاً وہ گیٹ، جس کے لئے باقاعدہ بنانے والے چھ ہزار مارک طلب کر رہے تھے، ہمارے احمدی نوجوانوں نے بارہ سو میں سامان خرید کر مکمل کر دیا ہے۔ اور بہت خوبصورت گیٹ بنایا ہے۔ اسی طرح بیرونی دیوار کے لئے جالی تلاش کر کے حاصل کر لی۔ اور اللہ تعالیٰ کا فضل ایسا ہوا کہ وہ جالی پھینکنے کے لئے لے جائی جارہی تھی، حالانکہ نہایت ہی عمدہ حالت میں تھی۔ اور چونکہ گورنمنٹ کے حکومت کے بعض دفاعی محکموں کے معیار اتنے بلند ہیں کہ بیرونی دیوار کی جالی کی معمولی سی بھی حالت خراب ہو تو اسے پھینکوا دیتے ہیں۔ ایک احمدی دوست کو پتہ چلا تو انہوں نے کہا: ہمیں چاہئے، اس کی ضرورت ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ اگر ضرورت ہے تو ہم نے پھینکنی ہی ہے، ہم آپ کے گھر آپ کے ساتھ چھوڑ آئیں گے۔ چنانچہ ان کے ٹرک جالیاں لاد کے تین ٹرک بھر کے وہاں پہنچ گئے اور بجائے پھینکنے وہ نہایت ہی عمدہ استعمال میں آگئی۔ بازار سے کافی خرچ کرنے کے بعد قیمتاً جو نئی جالی ملتی ہے، اس سے وہ بہت بہتر حالت میں ہے اور بہت مضبوط اور موٹی بنی ہوئی ہے۔ بہر حال اس جگہ پر وہاں کی جماعت نے، خدام نے بھی اور انصار نے بھی اور لجنات نے بھی بہت محنت کی ہے۔ پہلی دفعہ جب میں نے دیکھی تھی تو اس کے مقابل پر اس کی بالکل کایا پلٹ دی ہے۔

ہر جگہ جماعت احمدیہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جو جگہیں حاصل کرتی ہے، اپنی خدمت کی رو سے، ایثار کے جذبے کے ساتھ اس کے اندر نئے رنگ بھر دیتی ہے، نئی شکلیں بنا دیتی ہے۔ اور یہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک معجزہ ہے۔ اس دور میں جماعت احمدیہ دنیا سے الگ تھلگ اپنے اوقات کے مصرف خدمت دین کے لئے وقف کر رہی ہے۔ اور انگلستان میں بھی یہی ہوا تھا۔ جب اسلام آباد خریدا گیا ہے، اس کی حالت اس وقت کچھ اور تھی۔ جب ہم نے اس کو آباد کیا تو پہچانا نہیں جاتا تھا۔ ارد گرد کے لوگ حیرت سے دیکھنے آیا کرتے تھے کہ یہ وہی جگہ ہے، جو کچھ عرصہ، چند مہینے پہلے تم لوگوں نے لی تھی۔

تو بہر حال خدا کا بہت بڑا احسان ہوا، بہت اچھی جگہ مل گئی اور وہاں افتتاح بھی بہت ہی عمدہ ہوا۔ کثرت سے مہمان، معززین تشریف لائے ہوئے تھے اور ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے نمائندے بھی آئے ہوئے تھے۔ اسی شام کو ریڈیو پر بھی خبریں آئیں، ٹیلی ویژن پر بھی دکھایا گیا اور اخبارات کے نمائندگان

نے بھی بہت اچھی رپورٹنگ کی۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ہمسائے بہت اچھے ملے ہیں۔ میئر کہیں باہر گئے ہوئے تھے، اس لئے ان کے نمائندے تشریف لائے تھے۔ انہوں نے بہت عمدہ خیالات کا اظہار کیا۔ اور جو دوست مہمان تشریف لائے تھے، انہوں نے اتنی دلچسپی شروع کر دی کہ بعض ان میں سے اصرار کے ساتھ ٹھہر گئے کہ ہم شام کی مجلس سوال و جواب میں بھی حصہ لیں گے۔

هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ

میں صرف ظاہری زمینوں کی فراخی کا ذکر نہیں ہے بلکہ اول طور پر روحانی زمینوں کی فراخی کا ذکر ہے۔ دین کو پھیلنے سے روکا جاتا ہے، اس لئے، بتایا گیا ہے اور تسلی دی گئی ہے کہ جو اللہ کا دین ہو، اس کو پھیلنے سے کوئی روک نہیں سکتا۔ ہر روز اسے نئی وسعتیں عطا ہوتی چلی جاتی ہیں۔ جتنے مراکز بھی خدا تعالیٰ نے نئے عطا کئے ہیں، ان میں بھی اصل میں حکمت ہے۔ یہ وعدہ ہے کہ ہم تمہاری روحانی زمین کو پھیلانے والے ہیں، اس لئے نئی زمینیں عطا کر رہے ہیں ورنہ ظاہری طور پر مادی طور پر دنیا کی چند زمینیں یا چند مکانات حاصل ہونے سے ہمیں کیا خوشی ہو سکتی ہے۔ اصل اس کے پیچھے یہ روح کارفرما ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ کو الہاماً اللہ تعالیٰ نے

وسع مکانک

فرما کر یہ بتایا کہ ہم تیرے ماننے والوں میں، تیرے ارادت مندوں میں، تیری پیروی کرنے والوں میں بہت بڑی وسعت دینے والے ہیں، اس کے لئے تیاری کر اور اپنے مکانات کو وسعت دے۔ یہ وجہ ہے کہ میں جن خدا تعالیٰ کے فضلوں کا ذکر کر رہا ہوں اور ان نئی وسعتوں کے ساتھ جو زمینی وسعتیں، روحانی دینی وسعتیں ساتھ ساتھ ملنی شروع ہو گئی ہیں اور ان کے آثار بڑے نمایاں دکھائے دینے لگے ہیں۔

چنانچہ جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے، اس افتتاحی پروگرام میں جو مہمان تشریف لائے ہوئے تھے، ان میں عرب بھی تھے، ان میں یورپین بھی تھے، امریکن بھی اور جرمن بھی ہر قسم کے لوگ تھے۔ اور متعدد مہمان ان میں سے ٹھہر گئے اور اصرار کیا، خود خواہش کی، مجھے بھی مل کے کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ کچھ سوالات کریں۔ چنانچہ میں نے ان سے کہا: اگر آپ چاہتے ہیں تو بے شک شام تک ٹھہریں۔ چنانچہ بڑے خلوص کے ساتھ انہوں نے حصہ لیا۔ اور اگر بعد میں ہمارا ایک اور پروگرام نہ ہوتا تو وہ مجلس ختم ہونے میں نہیں آرہی تھی۔ دوستوں کی بہت خواہش تھی کہ ہم اپنے سوالات کریں مگر چونکہ ایک اور جگہ بھی پروگرام تھا، اس لئے بہر حال غالباً ڈیڑھ، دو گھنٹے کے بعد اس مجلس کو ختم کرنا پڑا۔ شاید زیادہ وقت تھا، دو گھنٹے کے لگ بھگ تھا۔

وہاں یہ بات بھی دیکھنے میں آئی کہ اسلام میں جو غیر معمولی دلچسپی ہے، وہ بھی بڑھتی چلی جارہی ہے۔اور اتنی جلدی تائید میں سر ہلنے لگ جاتے ہیں کہ اس سے پہلے مجھے تصور بھی نہیں تھا کہ ایک مجلس میں اتنی جلدی بعض لوگ اپنے خیالات تبدیل کر سکتے ہیں۔اور جماعت احمدیہ کا جہاں تک تعلق ہے، صرف غیر مسلموں میں ہی نہیں، ان مسلمانوں میں بھی بہت تیزی سے دلچسپی بڑھ رہی ہے، جو اس سے پہلے ہم سے متنفر تھے۔اور جو پہلے سوال انہوں نے کئے ان سوالات سے ان کے چہروں کے اثرات سے یوں محسوس ہوتا تھا کہ خشونت اور نفرت پائی جاتی ہے اور کچھ غصہ پایا جاتا ہے۔لیکن جب میں نے ان کے سوالات کے جوابات دیئے تو چہروں کے تأثر بدلنے شروع ہو گئے۔اور کچھ عرصے کے بعد بہت انہماک پیدا ہو گیا۔آخر پر ان سے جب معذرت کر کے، اس لئے کہ بعض جرمن دوست بھی تھے، ان سے بھی وعدہ کیا ہوا تھا کہ آپ کے سوالات کے جواب دوں گا، تو جب میں نے دوسری طرف توجہ کی، پھر بھی وہ آخر وقت تک بیٹھے رہے۔اور صرف یہی نہیں بلکہ دوسرے دن صبح جب ہم باہر جارہے تھے تو وہ پھر پہنچے ہوئے تھے۔میں نے ان کو دیکھ کر معذرت کی کہ میں تو باہر جارہا ہوں۔تو انہوں نے کہا کہ ہم ٹھہرتے ہیں۔چنانچہ ظہر کی نماز میں شامل ہوئے۔ظہر کی نماز کے بعد پھر بیٹھ گئے اور پھر سوالات کئے۔اور آخر پر ان کا تأثر یہ تھا کہ ان کے جو لیڈر تھے، انہوں نے مجھے یہ کہا کہ آپ ہمارے لئے یہ دعا کریں کہ ہم آپ کی جماعت میں جلد شامل ہو جائیں۔

اب یہ چوبیس گھنٹے کے اندر اندر یہ واقعہ رونما ہوا ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی زمین پھیلنے کے لئے تیار بیٹھی ہے۔اور خدا تعالیٰ کے فرشتے اس زمین کو پھیلا رہے ہیں۔''تیار بیٹھی'' کا محاورہ میں نے اس لئے استعمال کیا کہ کچھ اس میں آپ کی کوشش کا بھی دخل ہو گا۔کچھ نہ کچھ آپ کو لازماً کرنا پڑے گا، ہاتھ تو پھیلانے پڑیں گے تاکہ جو وسعتیں ہیں، اس میں کچھ آپ کا بھی حصہ ہو جائے۔اس کے بغیر زمین از خود نہیں پھیلا کرتی۔کچھ معمولی جدوجہد، کچھ کوشش، کچھ تمنا کا دخل ہوا کرتا ہے، جو بندوں کے اختیار میں ہوتی ہے۔اس لئے جماعت احمدیہ کو بطور خاص آج کل غیر معمولی تبلیغ کی طرف توجہ کرنی چاہئے۔اس وقت اگر سستی ہوگئی تو ایسے وقت بار بار قوموں کو نصیب نہیں ہوا کرتے۔جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے، ہر طرف خدا کے فضل سے تیزی کے ساتھ جماعت احمدیہ کے اندر دلچسپی پیدا ہو رہی ہے اور رجحان بڑھتا چلا جارہا ہے۔کوئی جگہ ایسی نہیں ہے، جہاں میں گیا ہوں اور وہاں بیعتیں نہ ہوئی ہوں۔مختلف ممالک کے لوگ ہیں، جو تھوڑی دیر کے اندر جماعت احمدیہ سے رابطہ پیدا کرتے ہی بیعتوں پر تیار ہو جاتے ہیں۔اور پھر خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ بڑے بڑے مخلص پیدا ہوتے ہیں۔

فرینکفرٹ میں جو غیروں کے ساتھ ملاقات کا پروگرام تھا، وہ بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت اچھا رہا۔اور پریس کانفرنس بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت کامیاب رہی۔مقامی معززین تشریف لائے ہوئے تھے، ان کے ساتھ شام کے وقت جو مجلس لگی، سارے فرینکفرٹ کے چوٹی کے معززین اس میں شامل تھے۔سارے تو نہیں کہہ سکتے لیکن ان کے نمائندے تھے۔وہ مجلس بھی ختم ہونے میں نہیں آتی تھی۔ ان ممالک کے لئے یہ بات بڑی تعجب کی بات ہے کہ چھ بجے یا ساڑھے چھ بجے بلایا جائے اور اس کے بعد ساڑھے دس بجے تک مجلس چلتی رہے۔اور وہاں یہی کیفیت تھی۔بالآخر اس خیال سے کہ کہیں کچھ لوگوں کو جلدی نہ ہو یا وہ ادب واحترام کی وجہ سے نہ اٹھ رہے ہوں۔میں نے خود کہا کہ اگر اب پسند کریں تو بند کر دیتے ہیں۔اس کے بعد پھر ایک صاحب ہیں، انہوں نے یہ کہا کہ آخری سوال ضرور کرنے دیں۔چنانچہ انہوں نے پھر بھی سوال کیا۔اور اس وقت جو لوگ موجود تھے، ان سب کا یہ تأثر تھا کہ ان کو صرف کوئی علمی دلچسپی نہیں تھی۔کچھ عرصہ کے بعد اسلام کے ساتھ گہری وابستگی نظر آنے لگ گئی تھی۔بڑی گہری دلچسپی قلبی تعلق کی صورت میں ظاہر ہو رہی تھی۔

یہ وہ باتیں ہیں، جو مجھے مجبور کر رہی ہیں کہ بار بار جماعت کو توجہ دلاؤں کہ تبلیغ کا حق ادا کریں۔ اور دیکھیں گے کہ انشاء اللہ تھوڑی سی کوشش کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہمیں بہت سے پھل عطا فرمائے گا۔جرمنی میں ہی جن دوستوں کو خدا تعالیٰ نے بڑی بیعتیں کروانے کی توفیق عطا فرمائی ہے، ان میں سے بعض ایسے ہیں، جن کو بالکل عربی نہیں آتی لیکن عربوں کی بیعتیں کروائی ہیں۔ترکی نہیں آتی لیکن ترکوں کی بیعتیں کروائی ہیں۔جس طرح بھی ان کی پیش جاتی ہے، وہ اشاروں سے کچھ ٹوٹی پھوٹی جرمن زبان میں، کچھ اور ذرائع کو اختیار کرتے ہوئے ایک دفعہ اس جذبے کے ساتھ ان تک پیغام پہنچاتے ہیں کہ پھر وہ لٹریچر لینے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔کیسٹس تیار ہیں، ان کو لینے دینے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔اور باقی پھر خدا تعالیٰ کے فرشتے خود ان لوگوں کو سنبھال لیتے ہیں۔

اس وقت جماعت بڑی تیزی کے ساتھ ہر زبان میں لٹریچر تیار کر رہی ہے۔انشاء اللہ تعالیٰ چند ماہ کے اندر اندر اور بھی بہت سا لٹریچر آپ کو ملے گا۔کیسٹس ہر اہم زبان میں تیار ہو رہی ہیں، کچھ ہو چکی ہیں۔مختلف زبانوں میں وڈیو ریکارڈنگ تیار ہو رہی ہیں اور ہو چکی ہیں۔اور اگر کوئی احمدی کسی بھی ملک کے باشندے کو تبلیغ کرنا چاہے، اب اس کے لئے یہ بہانہ نہیں ہے کہ مثلاً مجھے جاپانی نہیں آتی، مجھے کورین نہیں آتی، مجھے اٹالین نہیں آتی، مجھے یونانی نہیں آتی۔ان سب زبانوں میں اور اس کے علاوہ بہت سی اور

زبانوں میں جہاں پہلے لٹریچر موجود نہیں تھا، وہاں کچھ لٹریچر تیار ہو چکا ہے، کچھ ہو رہا ہے، انشاء اللہ اور بھی ہوگا۔ روسی زبان میں قرآن کریم اب آخری مکمل صورت میں پریس میں جا رہا ہے۔ اور جو ساتھ چھوٹا سا منسلکہ تعارفی لٹریچر ہے، وہ بھی تیار ہو رہا ہے۔

اس لئے میں جماعت کو بار بار توجہ دلاتا ہوں کہ اب آپ کا یہ عذر خدا کے حضور قابل قبول نہیں رہے گا کہ ہمیں زبانیں نہیں آتی تھیں، ہمیں علم نہیں تھا۔ نہ زیادہ زبانوں کی ضرورت ہے، نہ زیادہ علم کی ضرورت ہے۔ ضرورت ہے تقویٰ کی، دعا کی، لگن کی۔ ایک جذبہ ہو اور انسان اپنا مقصد بنا لے۔ دھن کی طرح اس کے سر پر یہ سوار ہو جائے کہ جس طرح بھی ہو، میں نے روحانی طور پر اللہ تعالیٰ سے اولاد لے کر چھوڑنی ہے۔

چنانچہ جرمنی کے دورے میں، میں نے دیکھا ہے کہ جن لوگوں نے مجھے خاص طور پر دعا کے لئے لکھا تھا، بعض لوگ اتنا پریشان تھے کہ وہ کہتے تھے کہ ہمیں تو ایک مرض لگ گیا ہے کہ ہم نے وعدہ کیا تھا کہ ہم بیعت کروائیں گے اور کوئی بیعت نہیں ہو سکی، وہ دعا کے لئے لکھ رہے تھے۔ جس طرح بعض دفعہ ماؤں کی گود میں، جو اولاد سے مایوس ہو چکی ہیں، بچہ دیکھ کر روحانی طور پر بڑی مسرت ہوتی ہیں، اس طرح ان کی گودوں کو خدا نے بھر دیا اور ان کو روحانی بچے عطا فرمائے گئے۔

ایک نوجوان نے مجھے لکھا کہ میں نے آپ کو خط لکھا تھا کہ میرے وعدے کے پورا ہونے کا آخری دن آ رہا ہے اور اب تک کوئی احمدی نہیں ہوا۔ ایسا میں بے قرار تھا، میں نے بڑے درد سے چٹھی لکھی کہ میرے پاس چند گھنٹے باقی ہیں، میں کیا کروں اور کوئی پیش نہیں جا رہی؟ کہتے ہیں خط کے دو، تین گھنٹے بعد میرا ایک غیر احمدی بھائی، جو کسی طرح مانا ہی نہیں کرتا تھا، پہنچ گیا اور اس کے ساتھ مجلس لگی اور اسی رات دوسرا دن چڑھنے سے پہلے پہلے اس نے بیعت کر لی۔ اللہ کے فرشتے اس کو گھیر کے لائے تھے۔ اللہ کے فرشتوں نے دلوں میں تبدیلی پیدا کی۔

جماعت کو تو خدا تعالیٰ صرف ایک بہانہ عطا فرما دیتا ہے کہ گویا ہم نے بھی ہاتھ لگایا ہے۔ اپنی خدمت کی کچھ سعادت نصیب ہو جائے۔ ورنہ یہ خدا کے فرشتے ہیں، انہوں نے بہر حال کام کرنا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی تحریرات سے پتہ چلتا ہے کہ جب وقت آتا ہے تو خدا کے فرشتے خود روحوں کو سعادتوں کی طرف ہانکتے ہوئے لے آتے ہیں۔ اس لئے آپ کو پہلے سے بڑھ کر توجہ کرنی چاہئے اور دعا کے ساتھ توجہ کرنی چاہئے۔ ہر احمدی اپنے آپ کو ایک ایسی ماں کی طرح محسوس کرے، جس کی گود اللہ تعالیٰ کے فضلوں سے خالی ہے اور بے قرار ہو جائے کہ کاش مجھے بھی روحانی اولاد عطا ہو۔ پھر دیکھیں کہ کس تیزی کے ساتھ خدا تعالیٰ ہر طرف وسعتیں عطا فرمائے گا۔

جہاں تک ہیمبرگ کی زمین کا تعلق ہے، جیسا کہ میں نے وہاں بھی ذکر کیا تھا، ہم نے وہاں جگہیں دیکھی ہیں۔ اور ایک جگہ خصوصیت کے ساتھ بہت ہی اچھی ہے، جو بہت پسند آئی ہے۔ ان کے ساتھ گفت وشنید چل رہی ہے۔ دعا کرنی چاہئے اور میں دعا کی تحریک کرتا ہوں کہ اگر وہ اللہ کے نزدیک جماعت احمدیہ اور اسلام کے حق میں بہتر جگہ ہے اور سعید روحوں کو کھینچنے کے لئے جذب کرنے کے لئے اس نے کوئی اہم کردار ادا کرنا ہے تو اللہ تعالیٰ نہ صرف یہ کہ وہ جگہ ہمیں عطا فرمائے بلکہ پھر وہاں نہایت ہی خوبصورت شاندار مسجد بنانے کی بھی توفیق بخشے اور اپنے فضل سے ساری ضرورتیں پوری فرمائے۔

بہرحال فرینکفرٹ کے سارے واقعات، تبلیغی قصے بیان کرنے تو مشکل ہیں۔ اب میں جنوبی حصہ کی بات کرتا ہوں کہ فرینکفرٹ سے پھر ہم میونخ پہنچے۔ میونخ کا علاقہ ایسا ہے، جہاں ابھی کچھ عرصہ پہلے ہم نے مبلغ بھیجا ہے۔ اردگرد کچھ جماعتیں ہیں لیکن کوئی مرکز نہیں اور مبلغ بھی کرائے کے مکان میں رہتا ہے اور شہر بہت بڑا ہے۔ اور میونخ گواریا کا سب سے اہم مرکز ہے۔ یہاں کے لوگ بھی اپنے مزاج کی خاص رعونت کے لحاظ سے مشہور ہیں اور عام لوگوں کو اور عام باتوں کو خاطر میں لانے والے لوگ نہیں ہیں۔ تو باقی جرمن قوم کے مقابل ہمیشہ سے تاریخی طور پر یہی رویہ رہا ہے۔ ان مشکل حالات میں وہاں کسی خاص غیر معمولی کامیابی کی توقع تو نہیں تھی۔ مگر بہرحال چونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے کام ہیں، اسی نے کرنے ہیں، اس لئے جو وہاں پروگرام رکھا گیا، غیروں کو بھی بلایا گیا ملاقات کے لئے مگر بہت زیادہ نہیں آئے۔ جہاں تک سوال و جواب کی مجلس کا تعلق ہے، میرا خیال ہے، پندرہ، بیس مہمان تھے، جو آئے تھے۔ باقی احمدی ہی اردگرد سے اکٹھے ہوگئے۔ جہاں تک پریس کانفرنس کا تعلق ہے، اس میں بھی وہی رویہ تھا یعنی عدم تعلق تھا لاعلمی کی وجہ سے۔ فرینکفرٹ، ہیمبرگ وغیرہ میں تو خدا کے فضل سے جماعت کا ایک تاریخی کردار ہے، جس سے لوگ واقف ہو چکے ہیں لیکن اس جنوبی حصے میں ابھی تک کوئی واقفیت نہیں۔

چنانچہ سب سے زیادہ معاندانہ رویہ پریس کانفرنس میں میونخ میں اختیار کیا گیا۔ تعداد کی کمی کے لحاظ سے بھی اور جو آئے، ان کا رویہ بھی شروع میں معاندانہ تھا بلکہ تحقیر آمیز تھا۔ پوچھا کہ آپ لوگ کیوں آ گئے ہیں؟ کیا کرنا ہے آپ نے؟ کوئی آپ کی بات نہیں مانے گا، لغو بات ہے۔ آپ ہمارے ملک میں آ کے عیسائیوں کو کچھ سنائیں گے، یہ تو بے تعلق بات ہے۔ اس لئے یہاں ہمیں اب ضرورت کوئی نہیں۔ یہ رویہ پریس کا تھا۔ چنانچہ میں نے بھی ان کو جگانے کے لئے پھر اسی زبان میں گفتگو کی۔ میں نے کہا: آپ ساری دنیا میں چرچ پھیلا رہے ہیں اور ساری دنیا میں آپ تبلیغ کر رہے ہیں۔ آپ کا یہ کیا حق ہے کہ ہمیں

یہاں آنے سے روکیں؟ ہم ضرور آئیں گے۔آپ ہوتے کون ہیں ہمیں روکنے والے؟ یا تو اپنے چرچ بند کریں ساری دنیا سے اور Pack کر کے اکٹھے ہو جائیں۔ہم پر آپ کو اعتراض کا کیا حق ہے؟ اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ جرمن قوم یا اس علاقے کے لوگ مسلمان نہیں ہوں گے۔میں نے کہا کہ آپ کا تو بالکل غلط خیال ہے۔کل رات پہلی دفعہ چند گھنٹوں کی مجلس سوال جواب ہوئی تھی اور وہیں آپ کے علاقے کی جرمن خاتون نے بیعت کی ہے اور ایک عرب نے بیعت کی ہے۔ایک پاکستانی نے یہاں بیعت کی ہے۔تو خدا ہمیں پھل دے چکا ہے اور آپ کہتے ہیں کہ تمہیں پھل نہیں ملے گا۔

بہرحال جس طرح کی شدت اس کی تھی ، اسی طرح کی میں نے بھی شدت اختیار کی اور تھوڑی دیر کے بعد دیکھتے ہی دیکھتے صاحب نرم پڑ گئے اور پھر دلچسپی بھی پیدا ہوگئی۔اور پوچھنے لگے کہ اچھا آپ کا اسلام ہے کیا؟ ہمیں بتائیں تو سہی؟ جب میں نے ان کو بتایا کیا فرق ہے، آپ میں اور مسلمانوں میں؟ میں نے بتایا کہ ہمارا فرق مسلمانوں سے ہی نہیں بلکہ مسلمانوں کے دوسرے فرقے اور عیسائی ایک طرف اور ہمارا عقیدہ الگ ایک طرف ہے۔آپ دونوں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کو زندہ آسمان پر مان رہے ہیں اور سمجھ رہے ہیں کہ وہ خود آئیں گے۔اور ہم کہتے ہیں کہ کبھی بھی خدا کا کوئی بندہ آسمان پر زندہ نہیں چڑھا، نہ کبھی آسمان سے اترا ہے۔یہ روحانی محاورے ہوتے ہیں، جن کو وہ نہیں سمجھ سکتے۔بہرحال اس قسم کی بڑی تفصیل سے جب میں نے یہ باتیں سمجھائیں تو کچھ دیر کے بعد کہتا ہے کہ میں آپ کے ساتھ سو فیصدی متفق ہوں۔ جو آپ کہہ رہے ہیں، وہ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں۔میں نے کہا: ابھی تو تم کہتے تھے کہ یہاں آپ کی بات کوئی نہیں مانے گا۔اور اس خدا نے تمہیں بھی بات ماننے والا بنا دیا ہے۔اور تمہارے منہ سے کہلوا دیا ہے کہ میں اب آپ کے ساتھ ہوں۔ہنس پڑا اور کہتا ہے کہ بات یہ ہے کہ میں کیتھولک چرچ کا نمائندہ ہوں۔ کیتھولک چرچ کا اخبار ہے، اس کا نمائندہ ہوں، اس لئے میں مجبور ہوں۔آپ کی باتوں سے میں اتفاق کرتا ہوں لیکن میرا اخبار چھاپے گا نہیں، اس لئے میں معذرت خواہ ہوں۔میں نے کہا: مجھے تو صرف اللہ تعالیٰ کے فضل کا یہی نظارہ چاہئے تھا کہ جہاں تم کہہ رہے تھے تکبر سے کہ تم کیا کرنے آئے ، یہاں تمہاری بات کوئی نہیں مانے گا؟ تمہیں خدا نے منوا کر بتا دیا کہ اس طرح خدا بات منوایا کرتا ہے۔

اور صرف یہی نہیں، اسی پریس کانفرنس کا ایک اور پھل اللہ تعالیٰ نے اس طرح عطا فرما دیا کہ کچھ عرب شیوخ آئے ہوئے تھے۔جہاں سے گزر کے پریس کانفرنس کے لئے ہم آئے، وہاں وہ ایک طرف بیٹھے ہوئے تھے۔واپسی پر میں نے ان کو السلام علیکم کہا اور گزر گیا۔دوبارہ جب ہم ظہر کی نماز کے لئے آئے ہیں تو وہی عرب دوست وہاں بیٹھے ہوئے تھے۔انہوں نے مجھے پیغام بھجوایا کہ ہم آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔

خیر وہاں ان سے ملاقات ہوئی۔ سرسری ملاقات کا خیال تھا لیکن اچھا خاصا گھنٹہ، ڈیڑھ گھنٹہ ان کے ساتھ پھر خوب گفتگو ہوئی۔ اور انہوں نے بتایا کہ ہمارے اندر پاکستانی ملاؤں نے اور بعض دوسرے لوگوں نے آپ کے خلاف اتنا زہر بھرا ہوا ہے کہ آپ اندازہ نہیں کر سکتے کہ کس قسم کا لٹریچر ہم تک یہ پہنچاتے ہیں اور یک طرفہ باتیں سن سن کے ہم تو آپ سے شدید متنفر ہیں۔ اور اب جو دیکھا ہے، ہمیں کچھ اور بات نظر آئی۔ اب ہمیں دلچسپی پیدا ہوئی کہ ہم پوچھیں تو سہی یہ کون ہیں؟ کیا بات ہے؟ چنانچہ اسی مجلس میں وفات مسیحؑ کے متعلق سارے کے سارے قائل ہو گئے، ایک نے بھی انکار نہیں کیا۔ اور خاتم النبیینؐ کے متعلق جماعت احمدیہ کی تشریح پر جب گفتگو ہوئی تو ایک دوست تھے، جنہوں نے کہا کہ ابھی میں تحقیق مزید کرنی چاہتا ہوں۔ اور چار دوسرے دوست تھے، جنہوں نے تائید میں سر ہلانا شروع کر دیا کہ ہاں یہ مسئلہ ہمیں سمجھ آ رہا ہے۔ اور وہ جو دوست تھے، جن کا میں ذکر کر رہا ہوں، ان کے نام پتے میں نہیں بتانا چاہتا، حکمت کے خلاف ہے۔ مگر یہ اپنے علاقوں کے اچھے معزز لوگ ہیں۔ اور اتنی گہری دلچسپی کا اظہار کیا ہے کہ اپنے پتے دیئے ہیں اور یہ وعدہ کیا ہے کہ ہم جو لٹریچر بھجیں گے، سب کا مطالعہ کریں گے، کیسٹس سنیں گے اور پھر اگر کوئی سوال ہمارے دل میں پیدا ہوا تو پھر لکھیں گے کہ اس بارے میں ہماری تسلی نہیں ہوئی۔ تا کہ آپ کو موقع دے سکیں تسلی کرانے کا۔ اور ایک صاحب ان میں سے، جو اوپر ہمارے مردانہ کمرہ تھا، اس میں تشریف لائے، ساتھ کھانا بھی کھایا اور پھر اس کے بعد محبت پیار کے رنگ میں اظہار کرتے رہے۔

تو جس جس جگہ یہ زمین تنگ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، وہاں وہاں خدا ہمیں زمینیں عطا فرما رہا ہے۔ عربوں کو ہم سے دور کرنے کی بڑی شدید کوشش کی گئی تھی، جیسا کہ انہوں نے ہی ہمیں بتایا۔ اس کے علاوہ بھی بعض دوسرے عرب دوست، جو بیعتیں کرتے ہیں، وہ بتاتے ہیں کہ انہوں نے بڑی شدید نفرت پیدا کر رکھی ہے۔ آپ لوگوں کے خلاف اتنا جھوٹ بولا جاتا ہے کہ وہ یک طرفہ سن سن کر ہم سمجھتے ہیں کہ آپ کا دین ہی کچھ اور ہے۔ اور انہی لوگوں میں سے خدا تعالیٰ اب یہ از خود پھل عطا کر رہا ہے۔ ان کے علاقوں میں پہلے احمدیوں پر ظلم ہوا کرتے تھے، جن کا میں ذکر کر رہا ہوں۔ اب میں امید رکھتا ہوں کہ انشاء اللہ ان کے رویے بالکل بدل جائیں گے۔

جس خدا کا یہ وعدہ ہے کہ

هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ

اس کی زمین نہ صرف وسعت پذیر ہے بلکہ ہر جہت میں وسعت پذیر ہے۔ اس کی وسعتوں کا آپ اندازہ کر ہی نہیں سکتے۔ کیونکہ ظاہری طور پر زمین بھی وسعت پذیر ہے، روحانی طور پر جماعت کے

پھیلاؤ کے لحاظ سے بھی وسعت پذیر ہے۔ مختلف قوموں کے اندر توجہ پیدا کرنے کے لحاظ سے بھی زمین وسعت پذیر ہے۔ اور اس کے علاوہ آسمان پر کئی فیصلے ہو رہے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی تقدیر اپنے طور پر کام کر رہی ہے، جس کا مستقبل سے تعلق ہے اور ہم نہیں جانتے کہ کس کس رنگ میں خدا تعالیٰ کے فضل نازل ہوں گے اور کس کس رنگ میں جماعت کو نئی وسعتیں عطا ہوں گی۔ لیکن یہ میں ضرور جانتا ہوں کہ جب آسمان حرکت میں آجائے، جب خدا تعالیٰ کی تقدیر فیصلہ کرے کہ میں نے اس جماعت کو بہر حال بڑھانا ہے اور عزت دینی ہے، اس وقت جماعت کی یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ ضرور خدا کی تقدیر کے ساتھ چلے، اس کے مخالف نہ چلے۔ آج جو بھی آپ میں سے بیٹھ رہنے والا ہے، وہ مخالف چلنے والے کے مترادف ہوگا۔ چند قدم اس سمت میں اٹھائیں، یہ تیز ہوائیں آپ کو خود آگے کھینچ کر لے جائیں گی۔ بہت سے آثار ایسے نظر آرہے ہیں، بہت سی خوشخبریاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی مل رہی ہیں کہ جن سے میں سمجھتا ہوں کہ بہت جلد جلد اللہ تعالیٰ اس جماعت کو بڑھانے والا ہے۔

یہاں جو تجربہ ہوا، وہ بھی بہت ہی خوشکن تھا۔ لیکن اس کا ذکر میں انشاء اللہ آئندہ کسی خطبے میں کروں گا، جو غالباً سپین میں ہوگا۔ بہر حال اس وقت میں اس کو اتنا ہی مختصر کرتا ہوں کہ ہر احمدی ہر جہت میں تبلیغ کی کوشش کرے۔ بچے بھی کوشش کریں، مرد بھی کوشش کریں، عورتیں بھی کوشش کریں۔ ابھی تک میں نے جو اندازہ لگایا تھا کہ اتنی خدا تعالیٰ کی فوج ہے، جو اگر میدان میں کود پڑے تو عظیم انقلاب برپا ہو جائے، اس کا دسواں حصہ بھی ابھی تک میدان عمل میں نہیں اترا۔ جب میں دوستوں سے ملتا ہوں، سرسری جائزہ لیتا ہوں تو یہ معلوم کر کے افسوس ہوتا ہے کہ ابھی تک بہت سے دلوں میں صرف خواہشات ہی پیدا ہو رہی ہیں، عملاً ان کو ابھی توفیق نہیں ملی۔ اور جماعت کی بھاری طاقت ابھی تک میدان عمل میں نہیں اتری۔ حالانکہ وقت بڑی تیزی سے ہاتھ سے گزر رہا ہے۔ زمانے میں انقلاب آنے والے ہیں۔ تمام دنیا میں بہت بڑی بڑی تبدیلیاں پیدا ہونے والی ہیں۔ اور ان کے لئے جتنی تیاری کا وقت تھا، وہ تیاری ابھی ہم پوری نہیں کر سکے۔ اس لئے ہر احمدی، جس تک میری آواز پہنچتی ہے، وہ خود اپنا نگران بن جائے۔ اس کے ساتھ میں تو ہر وقت پھر نہیں سکتا، نہ تو کوئی میرا نمائندہ، مبلغ پھر سکتا ہے۔ لیکن خدا اس کے ساتھ ہمیشہ رہتا ہے۔ اس لئے اپنے خدا کو حاضر ناظر جان کر یہ عہد کرے کہ میں نے یہ عہد کرنا ہے، حقیقتاً دل کے ساتھ کہ سال کے اندر انشاء اللہ ایک احمدی ضرور بناؤں گا۔ اور پھر دعا شروع کر دے تو یہ ہرگز مشکل نہیں۔ یہ بھی ایک فطری بات ہے۔

کچھ عرصہ پہلے سیریا، شام کے دو نوجوان یہاں تشریف لائے ہوئے تھے، وہ نئے احمدی ہوئے ہیں، بہت ہی غیر معمولی جوش ان کے اندر تبلیغ کا پایا جاتا ہے۔ اور یہ بات صرف ان میں ہی نہیں، عام

عربوں میں بھی دیکھی گئی ہے کہ جو احمدی ہوتا ہے، اس قدر محبت اس کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہو جاتی ہے کہ ان کو دیکھ کر رشک آتا ہے۔ کاش جماعت کے ہر فرد میں ایسا للّٰہی عشق کا رنگ پیدا ہو جائے۔ چنانچہ ان دونوں جوانوں میں سے ایک نے کہا کہ میرے دل میں تو سوائے اس کے اور کوئی ترکیب نہیں آرہی کہ ہر احمدی یہ عہد کرے کہ وہ سال میں ایک احمدی ضرور بنائے گا۔ میں نے کہا: تم نے میرا کوئی خطبہ سنا ہے یا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی کوئی کتاب پڑھی ہے، جس میں یہ ذکر تھا۔ یہ خیال کس طرح آیا۔ اس نے کہا کہ یہ ترکیب خدا تعالیٰ نے خود میرے دل میں ڈالی ہے۔ اور کہا کہ میں عہد کرتا ہوں بلکہ میں تو زیادہ عہد کر رہا ہوں۔ اس نے کہا کہ میں تو انشاء اللہ تعالیٰ زیادہ بناؤں گا۔ لیکن ہر احمدی ایک بنائے۔ اور یہ کہہ کر اس نے کہا کہ میں نے بہت سوچا ہے اور بہت غور کیا ہے کہ یہ بہت ہی آسان کام ہے، بالکل مشکل نہیں۔ معمولی سی توجہ اور دعا کے ساتھ ایک انسان کوشش کرے تو اس کو پھل مل جاتا ہے۔ تو جو چیز آسان ہو، جو چیز ہماری دسترس میں ہو، اس کو نہ لینا جبکہ اللہ کی تقدیر وہ پھل ہاتھ میں پکڑانا چاہتی ہو، یہ بڑی محرومی ہے۔

ایک موقع پر گجرات کی بات ہے، وہاں ایک جماعت میں، میں نے ان کو جا کر سمجھایا، تبلیغ کے متعلق گفتگو کی تو ان کو میں نے مثال دی۔ میں نے کہا: آج کل ہوا چلی ہوئی ہے، یہاں بھی خدا کے فضل سے اور تم سوچ نہیں رہے کہ تمہاری مثال کیا ہے؟ کافی بیچارے سست تھے، اس لئے مجھے ان سے تھوڑی سی سختی بھی کرنی پڑی۔ میں نے کہا: تمہاری مثال تو ان دو افیمیوں کی سی ہو گئی ہے، جو ایک بیری کے درخت کے نیچے لیٹے ہوئے تھے اور افیم کے نشے میں دھت۔ ایک کے پاس ایک اچھا سا موٹا سا بیر آ کے گرا۔ تو اس نے دوسرے دوست سے کہا کہ بیر ذرا میرے منہ میں ڈال دو۔ اس نے کہا: جاؤ جاؤ اپنا کام آپ کرو، میں آرام سے لیٹا ہوں۔ خیر ان کی رات گزر گئی۔ کچھ عرصے کے بعد ایک مسافر جا رہا تھا، مسافر گھوڑے پر سوار جا رہا تھا کہ اس شخص نے اس کو آواز دی۔ اس نے کہا: بھائی ذرا اترو! ایک بات سن جاؤ ضروری۔ اس بیچارے نے اتر کر درخت سے اپنا گھوڑا باندھا۔ اس نے پوچھا: کیا بات ہے؟ اس نے کہا کہ ایک بیر پڑا ہوا ہے، میرے سرہانے یہ ذرا اٹھا کر میرے منہ میں ڈال دینا۔ مسافر کو بڑا غصہ آیا۔ اس نے کہا: تم بڑے ذلیل آدمی ہو، مجھے راستہ چلتے گھوڑے پر سے اتارا کہ یہ بیر میرے منہ میں ڈال دو۔ تم سے آپ نہیں اٹھایا گیا۔ اتنے میں دوسرے آدمی نے بھی توجہ شروع کی کہ کیا گفتگو ہو رہی ہے؟ وہ بیچ میں بول پڑا۔ کہتا ہے: جناب! آپ کو اندازہ نہیں، یہ کیسا ذلیل آدمی ہے۔ ساری رات کتا میرا منہ چاٹتا رہا، اس کمبخت نے ہش

تک نہیں کہا۔ اتنا اس کو احساس نہیں پیدا ہوا، اتنی شرم نہیں آئی کہ ساتھ ہی لیٹا ہوا ہے، کتا اس کا منہ چاٹ رہا ہے کہ میں ہٹا ہی دوں، اس کو ہش ہی کہہ دوں۔ اس شخص کی بات ہی چھوڑو، بڑا ہی نکما آدمی ہے۔ اس نے کہا: آپ دونوں ہی معذور ہیں، میں یہاں سے رخصت ہوتا ہوں۔ میں نے کہا: اب اللہ کی تقدیر بیر گرا چکی ہے، آپ کے سرہانے پڑا ہے اور آپ ہاتھ ہلا کر وہ بیر ہی اٹھا کر منہ میں نہیں ڈال سکتے؟

اس وقت تو بیعتوں کا یہی حال نظر آرہا ہے۔ نہ صرف پھل پکے ہیں بلکہ گر رہے ہیں، آپ کے پاس پڑے ہوئے ہیں۔ اگر آپ نے ان پھلوں کو نہیں اٹھایا تو جانور کھائیں گے یا یہ گل سڑ جائیں گے، دشمنوں کے ہاتھ لگ جائیں گے۔ یہی موسم ہے تبلیغ کا اور خدا تعالیٰ کے عطا کردہ پھلوں سے استفادے کا۔ اس لئے دائیں بھی کوشش کریں، بائیں بھی کوشش کریں۔ آگے بھی، پیچھے بھی۔ اپنے سارے ماحول میں تلاش کریں۔ کہاں سعید فطرت روحیں موجود ہیں؟ اور ان کی طرف توجہ کریں، محبت سے، پیار سے، اخلاص سے، اخلاق کے ساتھ۔ بعض دفعہ ان کو جھنجھوڑتے ہوئے۔ اور پھر دیکھیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کے اندر کیسی تبدیلی پیدا ہوتی ہے۔ اور خاص طور پر دعاؤں سے کام لیں۔

کیونکہ جیسا کہ میں بار بار بیان کر چکا ہوں، سب سے بڑا خزانہ، جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے اس دور میں ہمیں دیا ہے، وہ دعاؤں کا خزانہ ہے۔ عجیب دولت عطا فرما دی ہے۔ ہر سستی کا علاج یہی دعا ہی ہے، ہر کمزوری کا علاج یہی دعا ہی ہے، ہر مسئلہ جو انسان کے لئے پیدا ہوتا ہے، اس کو دعا حل کر دیتی ہے۔ اس لئے دعا پر بہت زور دیں۔ اور جو دعا کی عادت ڈالے گا، وہ دیکھے گا کہ اس کے اعمال کے نتائج میں کتنا فرق پڑ جاتا ہے۔ عام آدمی بھی محنت کرتا ہے لیکن دعا کرنے والے کی محنت کو بہت زیادہ پھل لگتے ہیں۔

ایک دفعہ حضرت مصلح موعود سندھ دورے پہ گئے۔ اس زمانے میں موسم خراب تھے، اس لئے عمومی فصلیں گندی تھیں۔ تو سارے پھر کے دیکھا، اکثر فصلیں بڑی خراب تھیں۔ ایک علاقے میں گئے تو وہاں ساری فصلیں اچھی لہلہاتی ہوئی۔ ہمارے وہاں جو مینیجر تھے، ان سے حضرت صاحب نے پوچھا، مولوی قدرت اللہ صاحب سنوری اس وقت مینیجر ہوا کرتے تھے۔ حضرت صاحب نے پوچھا کہ مولوی صاحب آپ نے یہ کیا تدبیر کی ہے؟ بڑے بڑے پرانے تجربہ کار زمیندار مینیجر ہیں اور ان کی فصلیں بالکل بے کار ہیں۔ آپ کی فصل بہت اچھی ہے، آپ کو کون سا نسخہ ہاتھ آ گیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ حضور میں تو زمیندار ہوں ہی نہیں، میرا تجربہ کوئی نہیں۔ مجھے تو صرف ایک نسخہ ہاتھ آیا ہے۔ میں نے ہر کھیت کے ہر کونے پر دو دو نفل پڑے ہیں اور دعائیں کی ہیں۔ اے خدا! میں کچھ نہیں جانتا، سلسلے کا کام ہے، سلسلے کا مال ہے تو اپنے فضل سے برکت عطا فرما۔

تو دیکھیں اب دنیا کی عقل میں یہ بات انہونی ہے۔ اس کا تعلق ہی کوئی نہیں۔ موسم بگڑے ہوئے ہیں، فضا میں خشکی ہے۔ زمیندار کہتے ہیں، کن نہیں پڑ رہا یعنی پھل نہیں پڑ رہا۔ یہ کیفیت ہر کھیت کی برابر ہے۔ ایک ہی طرح کی زمینیں ہیں اور دو فقلوں کا ان سے کیا تعلق؟ کیا فضا میں تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے؟ کیا زمین میں تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے؟ مگر جو خدا ہر تقدیر کا مالک خدا ہے، اس تک جب بات پہنچ جائے اور وہ فیصلہ کر لے کہ میں نے اس بندے کی بات قبول کرنی ہے۔ تو پھر انہی حالات میں قوت کی ایک نئی لہر پیدا ہو جاتی ہے۔ ہر چیز وہی رہتی ہے لیکن پھل میں فرق پڑ جاتا ہے۔ تو یہ جماعت کے تجربہ کی باتیں ہیں۔ ایک لمبے وسیع تجربہ کی باتیں ہیں، کوئی ایک دو آدمی کے تجربہ کی بات نہیں۔

آپ کو میں بار بار سمجھا رہا ہوں، جب بھی کوئی مشکل ہو یا تبلیغ کرنے کو دل نہیں چاہتا۔ اگر تبلیغ پر دوست مائل نہیں ہوتا یا شرم آتی ہے کہ میں ایک ساتھی سے، جس سے ساری عمر کے اور طرح کے تعلقات ہیں، اس سے تبلیغی بات کیسے کروں گا، دعا کریں۔ دعا کریں تو وہ تبلیغ کی بات چھیڑ دے گا۔ میرا یہ ذاتی تجربہ ہے کہ بعض دفعہ بعض لوگوں کو تبلیغ کرنے کے لئے حالات نفسیاتی لحاظ سے بڑے سنگین ہوتے ہیں۔ لیکن دعا کے نتیجہ میں اس کا دل اس طرف مائل ہو جاتا ہے۔ اور بہت سے لوگ خطوں میں آج کل مجھے یہی لکھتے رہتے ہیں کہ سفر کر رہے تھے، سوچ رہے تھے کہ کیا کریں؟ کس طرح لوگوں کو مائل کریں؟ دعا کی تو دوسرے نے خود بات چھیڑ دی اور اس کے نتیجہ میں تبلیغ شروع ہو گئی۔ تو جو آخری مرکزی نقطہ ہے، اول بھی دراصل وہی کہنا چاہئے اور آخر بھی وہی، وہ یہ ہے کہ دعا کی طرف توجہ کریں۔ اور پھر خاص طور پر دعا کا ایک بہت بڑا فائدہ یہ پہنچے گا کہ جب آپ کی دعا قبول ہو گی۔ اور وہ ضرور ہوتی ہے تو پھر آپ کو خدا سے محبت بڑھے گی، اس سے پیار بڑھے گا۔ ایک زندہ نشان بن کے پھریں گے۔ پھر یہ دہریت کا ماحول آپ کو متاثر نہیں کر سکے گا۔ کوئی آ کے آپ کو دلائل دے گا تو آپ کہیں گے: تم پاگل ہو گئے ہو، مجھ سے میرا خدا تعلق رکھتا ہے، پیار کرتا ہے، میں اس کی محبت کا اظہار دیکھ چکا ہوں۔ ناممکن حالات میں میری باتیں سنتا ہے۔ تم کس دنیا کی باتیں کر رہے ہو۔ مجھے سمجھانے آئے ہو کہ خدا نہیں؟ بڑا فرق پڑ جاتا ہے، دعا کے نتیجہ میں۔ خدا کو دیکھنا ایک اور بات ہے اور نظریاتی طور پر کسی خدا پر ایمان لانا، یہ بالکل اور چیز ہے۔ اس لئے آپ بہت کوشش کے ساتھ جدوجہد کے ساتھ تبلیغ کریں۔ لیکن دعا کے بغیر آپ کو کوئی توفیق نصیب نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ ساری جماعت کو توفیق عطا فرمائے۔

دعا میں ایک بات اور کہنی چاہتا تھا کہ جو کچھ آپ دیکھ رہے ہیں، خدا کی خاص رحمتیں، خدا کے جو فضل نازل ہوتے اس وقت آپ دیکھ رہے ہیں، ان میں پاکستان کے مظلوم احمدیوں کی دعاؤں کا بہت

بڑا دخل ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ وہ بعض دعائیں، جن کے متعلق خدا نے فیصلہ کیا ہے کہ میں ضرور سنوں گا، ان میں سے ایک مظلوم کی دعا ہے۔ کیونکہ وہ مظلومیت کے دور میں سے گزر رہے ہیں، اس لئے یہ جو کچھ ہوائیں چل رہی ہیں، یہ بھی ان کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ مجھے بعض دفعہ خدا کی رحمت کی یہ ہوائیں یوں لگتا ہے، میرے پیارے بھائیوں کی آہیں چل رہی ہیں۔ یہ ہوائیں نہیں چل رہیں، وہی آہیں ہیں، جن کو خدا تعالیٰ نے رحمت کی ہوا میں تبدیل فرما دیا ہے۔ ان کے آنسو ہیں، جو خدا کے فضلوں کی بارش بن کر برس رہے ہیں۔ اس لئے ان کے لئے بھی آپ دعائیں کریں۔ باقی دنیا پر ان کا احسان ہے کہ نہایت دردناک حالات میں نہایت صبر کے ساتھ انہوں نے گذارے کئے ہیں اور دعائیں کر کر کے آپ کے حالات تبدیل کر رہے ہیں۔ خدا کی رحمتوں کی بارشیں ساری دنیا میں برس رہی ہیں، اس لئے ہمارا فرض ہے،

هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ

(الرحمان:61)

کہ اپنے ان مظلوم بھائیوں کے لئے بہت کثرت سے دعائیں کریں۔ اللہ تعالیٰ ان کے دن بھی بدلے اور ان پر بھی اس کثرت کے ساتھ خدا کی رحمتیں نازل ہوں کہ ان کو اپنے ماضی کی قربانیاں ان رحمتوں کے، ان فضلوں کے مقابل پر بالکل حقیر اور بے معنی دکھائی دیں۔ میں حیران ہوں کہ ہم نے تو کچھ بھی قربانی نہیں کی، پھر خدا نے اتنے فضل کیوں نازل فرمائے ہیں۔ اس لئے جب آپ دعائیں کریں تو پھر ان کے لئے بھی دعائیں کریں۔ اور پھر یہ سلسلہ انشاء اللہ تعالیٰ اسی طرح ایک دوسرے کے لئے رحمتوں کا سلسلہ بنتا چلا جائے گا''۔

(مطبوعہ خطبات طاہر جلد 04 صفحہ 799 تا 814)

# تبلیغ کرنی ہے تو ہر احمدی کو کرنی پڑے گی

## خطبہ جمعہ فرمودہ 04 اکتوبر 1985ء

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:۔

''جو گذشتہ خطبہ جمعہ میں نے زیورک دیا تھا، اس میں، میں نے یہ ذکر کیا تھا کہ چونکہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ بڑا ابھر پور سفر گزر رہا ہے اور اس خطبہ میں وقت کے لحاظ سے یہ ممکن نہیں رہا کہ سوئٹزرلینڈ کے سفر کے حالات بھی بیان کروں، اس لئے انشاء اللہ آئندہ خطبہ میں سوئٹزرلینڈ کے حالات کے بیان سے اپنے خطبے کا آغاز کروں گا۔

جیسا کہ احباب کو معلوم ہو چکا ہے، یہ سارا سفر اللہ تعالیٰ کے اس وعدے کو پورا ہوتے دیکھتے ہوئے گزرا ہے کہ خدا کی زمین وسیع ہے۔ اور اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ کے بندوں کی زمین بھی وسیع ہے۔ اور دنیا کی کوئی طاقت خدا کے سچے بندوں کی زمین کو تنگ نہیں کر سکتی۔ اس وعدے کو پورا ہوتے جماعت بارہا دیکھ چکی ہے۔ ہر دفعہ جب دشمن نے جماعت کی زمین کو تنگ کرنے کی کوشش کی، اللہ تعالیٰ نے اسے نئی وسعتیں عطا فرمائیں۔ اور یہ سفر تو بالخصوص انہیں نظاروں میں گزر رہا ہے۔ میں نے یہ ذکر کیا تھا کہ نہ صرف یہ کہ ظاہری زمینیں اللہ تعالیٰ وسیع عطا فرما رہا ہے بلکہ روحانی لحاظ سے بھی تبلیغ کے نئے نئے امکانات روشن کرتا چلا جا رہا ہے۔ نئے خطوں میں خدا تعالیٰ جماعت کے پودے لگا رہا ہے، نئی قوموں میں پودے لگا رہا ہے، نئی قبولیت کے دروازے کھول رہا ہے۔ اور ایسے ایسے دل اس تیزی کے ساتھ مائل ہو رہے ہیں کہ جن دلوں کے متعلق وہم بھی نہیں آسکتا تھا کہ مدتوں کی کوشش کے بعد بھی وہ دل پسیجیں گے۔ بعض اوقات تو دیکھتے دیکھتے چند گھنٹے کے اندر اندر کایا پلٹ جاتی ہے۔

میں نے جماعت کو بار بار سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ یہ کیفیات ایسی ہیں، جو انسانی ذرائع کے بس کی بات نہیں ہے۔ اللہ مقلب القلوب ہے، سوائے خدا تعالیٰ کے دلوں پر کسی کو کوئی قدرت حاصل نہیں۔ آناً فاناً دل بدل جایا کرتے ہیں، محبتیں نفرتوں میں بدل جاتی ہیں، نفرتیں محبتوں میں بدل جاتی ہیں۔ مگر اس پر محض اللہ کا تصرف ہے۔ اور قرآن کریم خوب کھول کر اس بات کو آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ اے محمد تیرا بھی اختیار نہیں ہے دلوں پر۔

لَوۡ اَنۡفَقۡتَ مَا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا
(الانفال:64)

تیرے جیسا حسین جاذب نظر وجود اور پھر فیاض ایسا ہو کہ جو کچھ ہے، وہ خرچ کر دے۔ اور تو ایسا وجود ہے کہ اگر ساری دنیا کے خزانے بھی تجھے ہم عطا کر دیتے، تب بھی خدا کی راہ میں خرچ کر دیتا۔

لَوۡ اَنۡفَقۡتَ مَا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا

کا مطلب یہ ہے، اگر ہم تجھے زمین کے خزانوں پر قدرت دیتے تو اس کا طبعی نتیجہ، ایک لازمی نتیجہ یہ نکلنا تھا کہ تو نے سب کچھ خدا کی راہ میں لٹا دینا تھا، تب بھی یہ دل تیرے لئے نہیں بدل سکتے تھے۔ یہ اللہ ہے، جس نے دلوں کو تبدیل کیا ہے اور باہمی محبت بھی پیدا کی ہے اور تیرے لئے بھی عشق پیدا کر دیا ہے۔

یہ وہ بنیادی نکتہ ہے، جسے ہمیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے۔ اور جب دلوں کو بدلتے ہوئے ہم دیکھتے ہیں تو حمد اور شکر کی طرف طبیعت مائل ہونی چاہئے، نہ کہ اپنی کسی چالاکی یا اپنی کسی بڑائی کی طرف۔ اور خصوصاً اس دور میں جس تیزی سے ہم جماعت کی طرف رجحان دیکھ رہے ہیں، اس کے بعد تو حقیقتاً اندھا بھی ہو تو اس کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں کہ انسانی کوشش کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔ انسانی کوشش جو نظر آرہی ہے، وہ بھی توفیق باری سے نظر آرہی ہے۔ اللہ توفیق عطا فرما رہا ہے، خود ہلا رہا ہے پکڑ پکڑ کے، خود چلا رہا ہے اور پھر وہ رستے آسان کرتا چلا جاتا ہے، لمبے سفر جلدی جلدی طے فرما رہا ہے۔ اس لئے جیسا کہ میں نے وہاں توجہ دلائی تھی، اب پھر توجہ دلاتا ہوں کہ اس دوران دعا بہت کریں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور فضلوں کی جب یہ باتیں سنیں تو انکسار زیادہ طبیعت میں ہونا چاہئے۔ پہلے سے بڑھ کر دعا کی طرف توجہ ہونی چاہئے۔ حمد اور شکر میں پہلے سے بڑھ جانا چاہئے۔ اور پھر دیکھیں کہ اللہ انشاء اللہ اپنے فضل کے ساتھ کس طرح اور مزید مشکلات کو جماعت کے لئے حل فرماتا چلا جائے گا۔

زیورک میں جہاں تک نئی جائیداد کا تعلق ہے، وہ تو وہاں نہیں خریدی گئی۔ نہ اس سفر سے پہلے اس قسم کا کوئی خیال ہی تھا۔ لیکن چونکہ خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت وسعت پذیر وہاں بھی ہے، اس لئے وہاں کی موجودہ عمارت کی توسیع کرنے کے لئے ایک پروگرام بنایا گیا تھا۔ چنانچہ وہاں آرکیٹیکٹ (Architect) تشریف لائے ہوئے تھے، ان سے اور بعض جماعت کے دوسرے دوستوں سے مشورہ کے بعد قانون جس حد تک بھی وسعت کی اجازت دے سکتا ہے، اس حد تک اس عمارت میں توسیع کا فیصلہ کر لیا گیا ہے۔ جس کے نتیجہ میں اب خدا تعالیٰ کے فضل سے احمدی خواتین کے لئے ایک کافی وسیع کمرہ مل جائے گا۔ جس کی کمی کی وجہ سے بہت تکلیف پہنچا کرتی تھی۔ اور ان کے بچوں کے لئے، ان کو نماز میں

حاضر ہوں تو کوئی خاتون ان بچوں کو کھلائیں اور ان کا بہلائیں تا کہ نمازوں میں بچوں کے شور کی وجہ سے خلل واقع نہ ہو، ان کے بچوں کے لئے ایک الگ کمرہ رکھ دیا گیا ہے۔ ان کے وضو وغیرہ کرنے کے لئے علیحدہ جگہ۔ چھوٹا سا ایک باورچی خانہ بھی مہیا کر دیا گیا ہے، یعنی آئندہ کے Plan میں۔ اسی طرح مردوں کے لئے الگ چھوٹا سا باورچی خانہ، آئے گئے کے لئے چائے بنانے وغیرہ کے لئے اور غسل خانوں کا انتظام، مزید رہائش کے کمرے۔ گویا کہ قانون جس حد تک بھی وسعت کی اجازت دے سکتا ہے اس زمین کی نسبت سے، انشاء اللہ تعالیٰ اس مشن کو وسعت دے دی جائے گی۔

جہاں تک لوگوں کا تعلق ہے، جماعت کے لئے خدا تعالیٰ نے اس قدر دل نرم کر دیئے ہیں کہ اب جو میرا مختصر قیام تھا اس میں بھی بالکل صاف نظر آ رہا تھا کہ ایک نئی رو جماعت کی طرف توجہ کی پیدا ہو رہی ہے۔ بنیادی طور پر پروگرام میں دو حصے تھے۔ ایک معززین شہر کو ایک ہوٹل میں دعوت دی گئی تھی اور اس میں بڑے بڑے چوٹی کے جو مختلف ممالک ہیں، بڑی بڑی طاقتیں کہلاتی ہیں، ان کے جو نمائندے وہاں زیورک میں موجود تھے، وہاں اور چھوٹے ممالک جو ہیں، جو بیچارے Third world countries کہلاتے ہیں، ان کے نمائندوں کو بھی بلایا گیا، چوٹی کے صحافیوں کو بھی بلایا گیا، چوٹی کے وکلاء اور دوسرے دانشوروں اور پروفیسروں وغیرہ کو بلایا گیا۔ اور توقع سے بڑھ کر خدا تعالیٰ کے فضل سے انہوں نے دعوت کو قبول کیا اور بعض بڑی بڑی طاقتوں کے نمائندے بھی موجود تھے۔ افریقہ کے ممالک کے اور دیگر بعض ممالک کے نمائندے بھی خدا کے فضل سے وہاں تشریف لائے ہوئے تھے۔ چوٹی کے دانشور وہاں موجود تھے، ایسے صحافی بھی تھے، جن کا سارے ملک میں وقار ہے اور بڑی عزت سے ان کو دیکھا جاتا ہے، بڑے عالم، پروفیسر صاحبان، میئر، اسمبلیوں کے ممبر اس قسم کا طبقہ موجود تھا اور خدا کے فضل سے ہر طبقہ کی اچھی نمائندگی تھی۔

چائے وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد عموماً ایسی Receptions میں تعارف ہوتا ہے اور چند باتوں کے بعد پھر مجلسیں برخاست ہو جایا کرتی ہیں۔ لیکن ملاقات کے دوران ہی بعض دوستوں نے بعض باتیں جماعت کے متعلق معلوم کرنی چاہیں تو میں نے ان سے کہا کہ بجائے اس کے کہ میں ایک ایک کو جواب دوں، ہم اکٹھے بیٹھیں گے بعد میں، اس کے بعد آپ سب سے بات ہو جائے گی۔ چنانچہ میرا یہ خیال تھا کہ چند لوگ بیٹھ جائیں گے اور اکثر کی پہلے سے ہی مصروفیات ہوتی ہیں اور جلدی جانا پڑتا ہے، ایسے سب لوگ چلے جائیں گے۔ لیکن سوائے ایک دوست کے جنہوں نے پہلے ہی مجھے کہا تھا، صبح بھی وہ ملنے آئے تھے اور انہوں نے کہا تھا کہ شام کو میں جلدی اجازت چاہوں گا کیونکہ میری ایک Appointment ہے، ان کے سوا کوئی بھی اٹھ کر نہیں گیا۔

جب یہ اعلان کیا گیا کہ جو دوست سوال کرنا چاہیں کسی موضوع پر تو شوق سے سوال کریں۔ تو اتنی دیر ہوگئی، ساڑھے چھ سے بلایا ہوا تھا رات کے دس بج گئے اور اس سے بھی اوپر وقت ہو رہا تھا۔ اور یہ شام کی چائے تھی، کھانے کا وقت بھی نہیں تھا۔ ان کا کھانے کا وقت گزر چکا تھا اور ہماری طرف سے کھانا پیش نہیں تھا، اس کے باوجود وہ دوست اٹھ نہیں رہے تھے۔ اور اتنی بھرپور مجلس ہوئی ہے، ہر قسم کے موضوعات پر سوالات کئے گئے اور ان معززین نے اتنی گہری دلچسپی کا اظہار کیا ہے کہ حیرت ہوتی تھی کہ جس طرح ہمارے ملکوں میں ایک رویہ ہوتا ہے، اخلاق اور محبت سے سوالات کرنے اور جواب لینے کا عام طور پر مغربی دنیا میں یہ نظر نہیں آتا۔ مگر بالکل وہی رنگ اور وہی کیفیت پیدا ہوگئی تھی بلکہ ہمارے بعض ساتھی تو جواب دیتے وقت میرا منہ دیکھنے کی بجائے ان لوگوں کے منہ دیکھ رہے تھے جو جواب سن رہے تھے اور کبھی ان کے چہرے پر نظر پڑتی تھی تو ان کی بشاشت سے مجھے بھی یہ اندازہ ہو جاتا تھا کہ یہ جواب کس رنگ میں قبول کیا گیا ہے۔ چنانچہ بعضوں نے بعد میں کہا کہ سوال کرنے والا تو جواب سنتے وقت اتنا تائید کرتا تھا کہ حیرت ہوتی تھی کہ اس کا سر مسلسل تائید میں ہلتا ہی چلا جاتا تھا۔ جب دس سے زیادہ وقت ہوگیا تو میں نے خود یہ اعلان کیا کہ ہوسکتا ہے بعض شرفاء اخلاق کی وجہ سے محض رک گئے ہوں، یہاں سے جانا بداخلاقی سمجھتے ہوں اور ان کو ضرورت ہو، اس لئے اگرچہ سوال ختم نہیں بھی ہوئے تو میں سمجھتا ہوں کہ مجلس کو ختم ہونا چاہئے۔

جب یہ بات ہوئی تو اس وقت بھی ہاتھ اٹھنے شروع ہوگئے۔ بہر حال میں چونکہ اعلان کر چکا تھا تو مجلس کو ختم کیا گیا۔ لیکن رخصت ہوتے وقت بعض لوگوں نے شکوہ کیا کہ ہم نے تو ابھی سوال اور کرنے تھے اور وقت چاہئے تھا۔ چنانچہ ایک خاتون تھیں، انہوں نے کہا کہ میرے تو حیات بعد الموت کے متعلق بڑے ضروری سوالات ہیں، مجھے تو ان کے لئے وقت چاہئے۔ کچھ اور صحافی اکٹھے ہوگئے اور وہیں دوبارہ پھر ایک مجلس لگ گئی اور کوئی نصف گھنٹہ کے قریب کھڑے ہو کر ان سے باتیں ہوئیں۔ پھر انہوں نے کہا: جی ہمارے تو سوال ختم ہی نہیں ہوئے، اب کیا کیا جائے۔

دوسرے دن جو مجلس تھی، وہ ہمارے احمدیوں کے لئے رکھی ہوئی تھی۔ عموماً جو ہماری مجلس سوال و جواب ہوتی ہے۔ تو ہم نے پھر اس کو بھی ان غیروں کے لئے مجلس میں بدل دیا اور ان کو کہا کہ آپ کل تشریف لے آئیں۔ تو اس خاتون نے کہا: میں تو Appointment کینسل کر کے آؤں گی اور مجھے تو جب تک سوال کے جواب نہ ملے، میری تسلی نہیں ہونی۔ ایک احمدی سے بعد میں اس نے کہا کہ ساری زندگی کے میرے خیالات بدل گئے ہیں اس مجلس میں، اب مجھے اپنی زندگی کا ایک نیا نقشہ بنانا ہوگا، اس

لئے میرے لئے ضروری ہے کہ میں جاؤں اور بقیہ سوالات کروں۔اسی طرح ہمارے دوسری مجلس میں اور بھی بعض معززین جو سوال نہیں کر سکے تھے، وہ وہاں پہنچے ہوئے تھے۔ کچھ ہمارے ہمسائے تھے، وہ وہاں پہنچے ہوئے تھے۔اور دوسری مجلس نماز مغرب کے بعد شروع ہوئی اور اتنی دیر ہوگئی کہ ان کو کھانا پیش کرنا تھا، اس میں دیر ہورہی تھی۔ پھر ہم نے کھانے کا اعلان کیا اور دوبارہ یہ کہا کہ کھانے کے بعد دوست جو تشریف لے جاسکتے ہیں۔ ہاں اگر کسی نے ضرور ٹھہرنا ہے تو پھر بے شک ٹھہر جائے۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ اکثر ان میں سے ٹھہر گئے۔ پھر اور رات تقریباً ساڑھے گیارہ یا پونے بارہ بج گئے اور بعض ہمارے ساتھی سفر کے تھکے ہوئے نظر آرہے تھے تو ان سے میں نے کہا کہ انہوں نے آگے سفر کرنا ہے، یہ بیچارے تھک گئے ہیں، ترجمہ کرنے والے تھک گئے تھے۔ آخر انہوں نے جواب ہی دے دیا۔ دوستوں نے بھی کہا کہ ہمیں انگریزی کی اتنی سمجھ آجاتی ہے تو یہ وقت ضائع ہوگا، اس لئے ترجمہ نہ ہی کروایا جائے۔

یہ میں بتا رہا ہوں اس لئے کہ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ کتنی گہری توجہ ہے اور اسلام میں ایک حقیقی دلچسپی پیدا ہو چکی ہے۔ شروع میں اس طرح سوالات کرتے ہیں، جس طرح کوئی اسلام پر باقاعدہ حملہ کر رہا ہے اور آخر پر طفل مکتب کی طرح ان کے سوالات کا رنگ ہو جاتا تھا۔علم کی خاطر مزید تجسس کے لئے کہ کیا ہے؟ کچھ ہمیں بھی حقیقت معلوم ہو۔

یہ جو کیفیات ہیں، یہ اللہ کی دین ہے اور اب تک میں نے جتنے ملکوں کا دورہ کیا ہے، ان سب میں یہ قدر مشترک ہے۔ شروع کے چہرے اور ہوتے ہیں، بعد کے چہرے اور ہوتے ہیں۔ شروع میں سوالات کا رنگ اور ہوتا ہے، بعد میں سوالات کا رنگ اور ہوتا ہے۔ اور یہ اس وجہ سے کہ اسلام کے متعلق ان کو شروع میں غلط فہمیاں بہت ہیں۔ جب وہ سوال شروع کرتے ہیں تو ایک اور اسلام کا تصور باندھ کر سوال شروع کرتے ہیں اور چند جوابات میں جب اسلام کی حقیقی شکل ان کو نظر آتی ہے تو اس حقیقی شکل میں اتنا حسن ہے، اتنی جاذبیت ہے، اتنی دلربائی ہے اسلام میں کہ ان کے ذہنوں کا نہیں، دلوں کا تعلق ساتھ ہی شروع ہو جاتا ہے۔ اور بالکل بدلی ہوئی کیفیت میں پھر لوگ رخصت ہوتے ہیں۔

یہ وہ رو ہے، جو خدا تعالیٰ کی طرف سے چلائی گئی اور اس سے ہمیں بہر حال مزید استفادہ کرنا ہے۔ جس کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ ہر احمدی مبلغ بنے۔ ہر احمدی اپنے ماحول میں ان مخفی بے چینیوں کو ابھارے جو بے چینیاں اس وقت سارے مغرب کو بے قرار کئے ہوئے ہیں۔ اور انہیں سب کچھ حاصل ہونے کے باوجود گویا کچھ بھی حاصل نہیں ہے۔ ان کو ٹٹول کر دیکھیں تب آپ کو معلوم ہوگا کہ ان کی ظاہری

خوشیوں کی کوئی حقیقت نہیں۔ ہنستے ہوئے چہرے کے پیچھے دکھ چھپے ہوئے ہیں۔ بظاہر سب کچھ ان کو حاصل ہے، اس کے باوجود ان کی روحوں میں ایک خلا محسوس ہو رہا ہے۔ اور ان کے دل طلب کر رہے ہیں کہ ہمیں وہ چیز نہیں ملی، جس کے لئے ہم پیدا کئے گئے ہیں۔ اس لئے وہاں سے تبلیغ کو شروع کرنا چاہئے۔ محض اسلام کا پیغام دینے کی خاطر آپ کسی کو روکیں گے کہ مجھ سے اسلام کا پیغام لیتے جاؤ، کوئی دلچسپی نہیں لے گا۔ پہلے آپ ان سے تعلق بڑھائیں، ان کے دلوں کو کریدیں، ہر راکھ کے ڈھیر میں آپ کو چنگاریاں نظر آئیں گی، ہر سینے میں بے چینی دکھائی دے گی۔ وہاں سے آپ کا کام شروع ہوتا ہے، اس کی تسکین کے لئے جب آپ اسلام کی تعلیم ان کو پہنچائیں گے تو پھر دیکھیں گے کہ ان کی کیفیت بدل جاتی ہے۔

چنانچہ وہاں سے رخصت ہونے کے بعد اگلا سفر ہمارا اٹلی کا تھا۔ اٹلی میں کوشش یہ ہے کہ پہلا احمدیہ مشن اب قائم ہو جائے۔ آج تک اس سے پہلے کوئی جگہ بھی جماعت احمدیہ اٹلی نہیں لے سکی۔ ایک زمانہ میں مولوی شریف صاحب تھے، ان کو بطور مبلغ بھجوایا گیا تھا۔ لیکن وہ بھی ایک عارضی سا تجربہ رہا۔ آج کل وہ بیمار ہیں، صاحب فراش ہیں، اٹلی میں وہیں آباد ہو گئے تھے لیکن باقاعدہ مبلغ نہیں رہ سکے اور مشن قائم نہیں ہو سکا۔ اس لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کو بھی اٹلی کے متعلق بڑی خواہش تھی کہ وہاں مشن قائم ہو۔ اوڈے میں ایک جگہ تلاش کی گئی، بڑی دیر تک اس کی پیروی بھی کی گئی لیکن بالآخر کامیابی نہیں ہو سکی۔ تو اس لئے اٹلی کا دورہ خاص طور پر ایک مشن کی تلاش کا دورہ تھا۔ اور اس سے پہلے ایک قصبہ جس کا نام ویرونا ہے، یہ شمالی اٹلی میں تقریباً شمال کے وسط میں ایک صاف ستھرا اور وسیع قصبہ ہے۔ جو بہت بڑا شہر تو نہیں تین لاکھ کے قریب آبادی ہے لیکن یونیورسٹی ٹاؤن ہونے کے لحاظ سے اور بعض خصوصیات اس کو حاصل ہیں۔ پھر وہ شمالی علاقہ بڑا خوبصورت ہے، لوگ سیروں کے لئے آتے ہیں، ان وجوہات سے اسے ایک خاص مقام حاصل ہے۔ پھر Shakespeare نے جو Romeo and Juliet ڈرامہ لکھا ہے، وہ اسی علاقے سے تعلق رکھتا ہے۔ اور جن لوگوں نے وہ ڈرامہ پڑھا ہوا ہے، انگریزی کے علاوہ بھی بے شمار زبانوں میں اس کے ترجمے ہوئے ہیں، ان کو ایک طبعی دلچسپی ہے کہ Romeo and Juliet کا علاقہ آ کے دیکھیں۔ پھر وہاں بعض بہت ہی خوبصورت Lakes ہیں۔ Lakes District کہلاتا ہے اٹلی کا اور اس کے بالکل قریب ہی پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر وہ Lakes شروع ہو جاتی ہیں۔ تو اس لحاظ سے اس علاقے میں ہمیں دلچسپی تھی کہ ساری دنیا کا ٹورسٹ آتا ہے۔ لوگ صاف ستھرے ہیں، مزاج کے بہت اچھے ہیں۔ بعض گندی عادتیں، جو بعض دوسرے اٹلی کے علاقوں میں

ہیں، وہاں نہیں ہیں۔ دکاندار لین دین میں صاف ہیں، چوری شاذ کے طور پر ہے وہاں ورنہ جنوب میں تو بہت زیادہ چوری ہوتی ہے۔ عام فراڈ نہیں کرتے، اچھی خصلتوں کے مالک لوگ ہیں۔ بہت مذہبی ہیں۔ اس خیال سے جو ہم نے آخری وفد بھجوایا تو اس نے وہاں ایک جگہ تلاش کی۔ ہمارے وکیل التبشیر مکرم منصور احمد خاں، جو آج کل میرے ساتھ سفر پر ہیں، ان کو اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا تعلق بنوا دیا، جس کے نتیجہ میں ایک ایسی جگہ ملی ہے، جو ویرونا سے تقریباً 15 کلومیٹر شمال میں واقع ہے اور اونچی پہاڑی پر ہے اور جو بڑی بڑی سڑکوں سے صاف نظر آتی ہے۔ جس طرح یہاں سپین کا مشن ہے۔ اس کے علاوہ وہاں ایک سفید رنگ کی بہت وسیع عمارت پہلے سے بنی ہوئی ہے۔ اور اس عمارت کی طرز بھی مشرقی طرز ہے یعنی ذرا معمولی سی تبدیلی کی جائے تو وہ مسجد بن جائے گی۔ اس کے گنبد اس کی طرز تعمیر مغربی عمارت کی نہیں ہے بلکہ مشرقی عمارت کی ہے۔ ایک وسیع ہال ہے، جس میں دو اڑھائی سو آدمی نماز پڑھ سکتا ہے اور رخ بھی تقریباً قبلہ کی طرف ہے۔ معمولی تبدیلی سے اس کو مسجد میں تبدیل کیا جاسکتا ہے۔ مبلغ کے لئے رہائش کی جگہ ہے۔ اور چار ایکڑ زمین اتنے بڑے شہر کے قریب ایک بہت اجنبی بات ہے۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ اس زمین پر ایک وسیع عمارت کا نقشہ اصولاً منظور شدہ ہے۔ تفصیلات اس کی ابھی طے نہیں ہوئیں لیکن حکومت نے اجازت دے رکھی ہے کہ یہاں اگر دو سو آدمیوں کی رہائش کے لئے کوئی ہوٹل کھولنا چاہے یا کوئی بڑی عمارت بنانا چاہے تو اس کی بھی اجازت ہے۔ تو اس قسم کے بہت سے اس کے جاذب نظر پہلو تھے، جن کی وجہ سے مجھے دلچسپی پیدا ہوئی، میں نے کہا کہ ہاں میں ضرور موقع پر جا کر دیکھوں گا۔

چنانچہ وہاں جب ہم گئے، چونکہ احمدیت اٹلی میں متعارف نہیں ہے، اس لئے پہلے سے ہم نے نمائندے بھیج کر سوئٹزرلینڈ سے شیخ ناصر احمد صاحب کو بھجوا کر ایک تقریب کا انتظام کروا رکھا تھا۔ اور ڈاکٹر عبدالسلام صاحب چونکہ Trieste میں ہوتے ہیں، ان کی خواہش تھی کہ وہ بھی شامل ہوں اور ان کی طرف سے وہ دعوت دی جائے۔ چنانچہ ڈاکٹر عبدالسلام کی طرف سے وہاں کے علاقے کے معززین کو دعوت دی گئی اور پریس کو دعوت دی گئی۔ ایک تو ڈاکٹر صاحب نوبل پرائز یافتہ ہیں، نوبل پرائز کے حامل ہیں، اس کے نتیجہ میں اٹلی میں ان کی خاص طور پر عزت ہے۔ کیونکہ اٹلی میں ہر نوبل پرائز پانے والے کو غیر معمولی عزت سے دیکھا جاتا ہے۔ ویسے ساری دنیا میں دیکھا جاتا ہے لیکن یورپ میں اٹلی کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ نوبل پرائز کی بڑی عزت ہے۔ اور دوسرے ڈاکٹر صاحب نے اٹلی کی بڑی خدمت کی ہے۔ Trieste میں اپنا تحقیقاتی مرکز قائم کر کے اور ساری دنیا کے سائینٹسٹ (scientist)

ان کی نگرانی میں وہاں آتے ہیں اور تربیت حاصل کرتے ہیں۔ اور اٹلی کے سائینٹسٹ بھی بڑا فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ تو اس لئے بھی ان کا خصوصیت کے ساتھ دوہرا تعلق ہے۔ بہر حال ڈاکٹر صاحب کی اس تقریب میں شمولیت اور ان کی طرف سے دعوت کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے بڑا فضل کیا۔ جتنی ہمیں توقع تھی، اس سے زیادہ معززین تشریف لائے۔ حالانکہ احمدیت کا ان کو کوئی تعارف نہیں تھا۔

بہر حال تقریب کا آغاز تو ڈاکٹر صاحب کے تعارف سے ہوا لیکن جب سوال وجواب کا وقت دیا گیا تو پھر براہ راست اسلام میں ان کی دلچسپی قائم ہوگئی یعنی رخ بدل گیا۔ آغاز تو ہوا ہے ڈاکٹر صاحب کی شخصیت میں دلچسپی سے اور جب سوال وجواب شروع ہوئے تو وہ شخصیت ایک طرف ہوگئی اور اسلام کی شخصیت اور اسلام کا حسن اور اسلام کا وقار اور اسلام کی عظمت یہ ان کے سامنے آگئیں۔ اور پھر بڑی دلچسپ مجلس سوال وجواب کی لگی۔ اور جو پریس تھا، اس نے بھی بڑی دلچسپی لی۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن پہلے ہی خبریں دے رہے تھے اور اس وقت بھی ٹیلی ویژن کے نمائندے آئے ہوئے تھے، جنہوں نے پروگرام کو Televise کیا۔ تو خدا تعالیٰ کے فضل سے وہاں احمدیت کے تعارف کا آغاز بہت اچھا ہوا ہے۔ اور زمین کا تو ابھی ہم نے طے نہیں کی، وہ ابھی سودا ہو رہا ہے۔ لیکن اس تقریب کے بہانے احمدیت کا وہاں ایسا شاندار تعارف ہو گیا کہ ہم اسلام کو کیا سمجھتے ہیں۔ وہ اسلام، جس پہ ہم عاشق ہیں، وہ یہ ہے۔ اور ہمیں اس سے غرض کوئی نہیں کہ خمینی کا اسلام کیا ہے یا کسی اور کا اسلام کیا ہے؟ ہم تو قرآن کے اسلام کو جانتے ہیں اور محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسلام کو جانتے ہیں۔ اس اسلام پر تمہیں کوئی اعتراض ہے تو پیش کرو، ہم جواب دیں گے۔ یہ اس تقریب کا مضمون تھا اور بعض اعتراض ہوئے بھی اور بعض سوالات ہوئے اور عمومی ناواقفیت کی وجہ سے ایسے سوال بھی ہوئے، جن سے صاف پتہ چلتا تھا کہ کسی بیچارے کو اسلام کا پتہ ہی کچھ نہیں کہ کیا چیز ہے؟ بہر حال ان کو آخر پر میں نے یہ بتایا کہ اگر آپ کو واقعی دلچسپی ہے تو چلتے پھرتے تو ان اہم امور کے جواب نہیں دئے جاسکتے۔ آپ ہمیں یہاں مرکز بنانے دیں۔ پھر انشاء اللہ دوستیاں ہوں گی، تعلقات بڑھیں گے، پھر مجلسیں لگا کریں گی۔ لیکن اگر آپ نے مرکز ہی نہ بنانے دیا تو مسافر سے سوال کریں پلیٹ فارم پر اس کا تو کوئی مزہ نہیں ہے، پہلے یہاں جمنے تو دیں۔ بہر حال ان لوگوں نے اچھا اثر لیا اور خوشی کے ماحول میں یہ تقریب ختم ہوئی۔

اس کے لئے بھی میں جماعت کو دعا کی تحریک کرنا چاہتا ہوں کہ اٹلی چونکہ بڑا عظیم ملک ہے اور بڑی دور دور تک دنیا میں اس کے اثرات ہیں۔ اٹلی کی دو طرح کی اہمیتیں ہیں۔ ایک تو اس کی بعض

نو آبادیات ہیں، جن پر اٹلی کی تہذیب کا، اٹلی کی زبان کا بڑا گہرا اثر ہے۔ اور دوسرے یہ کہ اٹالین قوم میں یہ خصوصیت ہے کہ بعض ملکوں میں چینیوں کی طرح اپنی نو آبادیاں سی بنا کر رہتے ہیں۔ اور بڑی بڑی ان کی Colonies ہیں امریکہ میں۔ اور بعض غیر قوموں اور غیر علاقوں میں بھی ان کے بہت زبردست اثرات ہیں۔ اس لئے اٹالین قوم میں اسلام کا داخل ہونا، اسلام کے لئے اور بھی بہت سی فتوحات کے دروازے کھولے گا۔ یورپ کی بہت اہم قوم ہے، جسے اب تک ہم پیغام صحیح معنوں میں نہیں پہنچا سکے۔ تو اس کے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ جماعت کو احسن رنگ میں اسلام کی چہرہ نمائی کی توفیق بخشے اور جلد از جلد اس قوم کے دل اسلام کے لئے پھیرے۔ ایک اور اہمیت اس کو یہ ہے کہ یہ تثلیث کا گڑھ ہے اور پوپ کا مرکز ہے۔ اور صلیب توڑنا اگر اس طرح ہو کہ مرکز کو چھوڑ کر ارد گرد صلیب ٹوٹنی شروع ہو جائے اور مرکزی صلیب قائم رہے تو یہ پیش گوئی صحیح معنوں میں پوری نہیں ہوتی۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس پیشگوئی کو صحیح معنوں میں پوری طرح اس زمانے میں ثابت کرنے کے لئے ہمارے لئے ضروری ہے کہ اٹلی میں صلیب کو توڑا جائے۔ اگر اٹلی میں صلیب ٹوٹ جائے تو ساری دنیا میں صلیب ٹوٹ جاتی ہے۔ کیونکہ یہ پوپ کی جگہ ہے، ان کے روحانی خلیفہ کی جگہ ہے اور یہاں سے ساری دنیا میں ان کے مبلغین جاتے ہیں اور شرک کا فساد پھیلاتے ہیں۔ یہاں سب سے زیادہ ضرورت تھی، جہاں اب تک ہمارا مرکز نہیں تھا۔ اس لئے بھی مجھے اس کی خاص طور پر ایک تڑپ تھی کہ یہاں جلد سے جلد مشن کھولنا چاہیے۔

چنانچہ وہاں جب سوالات ہوئے تو ان میں سے ایک سوال یہ بھی تھا کہ آپ یہاں کیا کرنے آئے ہیں اور کیا کریں گے؟ اس پر میں نے ان کو جواب دیا کہ آپ یہ کیا باتیں کر رہے ہیں، آپ کو یہ حق ہے کہ لاکھوں مشن آپ نے ساری دنیا میں کھولے ہوئے ہیں اور توقع رکھتے ہیں کہ آپ کے ساتھ ساری دنیا میں حسن سلوک ہو اور یہاں ایک اسلام کا مشن آپ سے برداشت نہیں ہو رہا اور آپ کی بھنویں اوپر چڑھ گئیں ہیں کہ آپ یہاں کیا کریں گے؟ چنانچہ اس جواب کا کافی اثر پڑا چہروں پر اور کچھ چہروں پر ملامت کے آثار بھی نظر آتے دیکھے۔ اور ایک موقع پر جب ہم اکٹھے بعد میں چائے پی رہے تھے تو جو میرے مترجم تھے، وہ ڈاکٹر عبد السلام صاحب کے وہاں مشن کی سیکرٹری ہیں، ان کے میاں ہیں۔ وہ قرآن کریم کے ترجمہ کی نظر ثانی بھی کر رہے ہیں، بڑے قابل آدمی ہیں۔ وہ مہمانوں کے ایک گروہ کے سامنے اٹالین میں بڑی زبردست تقریر کر رہے تھے، ان کے اوپر خاص جوش تھا۔ تو بعد میں، میں نے پتہ کیا تو یہ کہہ رہے تھے ان کو کہ دیکھو کیسے ہم شرمندہ ہوئے ہیں۔ ساری دنیا میں تم لوگ اپنی تبلیغ کر رہے ہو اور ایک

مشن شریف لوگوں کا آتا ہے، جن کے ارادے نیک ہیں، جو با اخلاق لوگ ہیں۔ وہ یہاں تم لوگوں سے کچھ کہنے کے لئے آتے ہیں اور تم آگے سے یہ پوچھتے ہو کہ تم کیا کرنے آئے ہو؟ یہاں کھلے ہاتھوں سے استقبال ہونا چاہئے تھا۔ اگر تمہارا حق ہے تو ان کا بھی حق ہے کہ یہاں آئیں اور آ کر تمہیں تبلیغ کریں۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ ساری عیسائیت کی جان اس وقت اٹلی میں ہے۔ اگرچہ فرقے بے شمار ہیں لیکن جو لوگ پوپ کو نہیں بھی مانتے، وہ بھی یہ ضرور مانتے ہیں کہ ساری دنیا کی عیسائیت کی جان یہاں اٹلی میں ہے۔ اٹلی پر ہمارا جوابی حملہ ضروری ہے۔ اور ضروری نہیں ہوا کرتا کہ قلب سے حملہ شروع ہو بلکہ بسا اوقات قلب کی باری بعد میں آیا کرتی ہے۔ یہ ایک خاص علامت خدا تعالیٰ کی طرف سے نصرت کی ہے۔ جسے میں ایک علامت کے طور پر دیکھ رہا ہوں کہ اب قلب کی باری آ رہی ہے، عیسائیت کے دل پر حملہ کرنے کی باری آئی ہے۔ اور ہمارا جو حملہ دل پر ہے، اس کا مطلب صرف اتنا ہوتا ہے کہ اس کے سینے سے نکال کر اپنے سینے میں دلوں کو اکٹھا کر لو۔ یا اس سے بھی زیادہ اس حملے کا خوبصورت اظہار یہ ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ بیان فرمایا کرتے تھے، ایک سوال کے جواب میں کہ دلوں کو کرو گے کیا؟ تو انہوں نے کہا: خالق و مالک حقیقی کے قدموں میں لوٹا دیں گے۔ جہاں سے یہ دل بھاگے ہوئے ہیں۔ تو میں جب کہتا ہوں، دلوں پر حملہ تو مراد یہی ہے کہ اب وقت آ گیا ہے کہ عیسائیت کے دل پر حملہ کیا جائے اور اسے حقیقی خدا کے قدموں کی طرف لوٹا دیا جائے، جس سے وہ دور جا چکا ہے۔ اس لئے میں اٹلی کے مشن کو بہت ہی غیر معمولی اہمیت دیتا ہوں اور اسی لئے میں بار بار آپ کو اس کے لئے دعا کی تحریک کر رہا ہوں۔

جہاں تک سپین کا تعلق ہے۔ یہاں بھی انشاء اللہ ایک مشن کے اضافے کا پروگرام ہے۔ غرناطہ دو دن تک جائیں گے، انشاء اللہ۔ وہاں پہلے سے بعض زمینیں دیکھی گئی ہیں۔ وہاں جائزہ لیں گے۔ اگر وہ پسند آ گئیں انشاء اللہ اگر وہ جگہیں اچھی ہوئیں؟ تو ان میں سے کوئی مناسب جگہ لے لی جائے گی۔

لیکن جہاں تک کہ یہاں کی تبلیغ کا تعلق ہے، ابھی تک مجھے تسلی نہیں ہے۔ باوجود اس کے کہ تین مشنری یہاں موجود ہیں اور وہ وسیع پیمانے پر اپنی طاقت کے مطابق رابطہ رکھ رہے ہیں۔ لٹریچر خود ہی شائع کرتے ہیں، اس کو تقسیم کراتے ہیں، تمام اخبارات سے، تمام بڑے بڑے لوگوں سے، یونیورسٹیوں سے، دانشوروں سے، مقامی لوگوں سے، غیر ملکی مسافروں سے سب سے رابطہ ہے۔ لیکن اس کے باوجود ابھی تک وہ نتیجہ نہیں پیدا ہوا، جس کی ہم توقع رکھتے ہیں۔ اور شاذ کے طور پر سپینش چہرے نظر آتے ہیں اور زیادہ

تر غیر ملکی ہیں، جو یہاں سپین میں آباد ہو چکے ہیں۔ اس وقت احمدیت کا وجود غیر ملکیوں سے بنا ہوا ہے، نہ کہ مقامیوں سے، یہ میں کہنا چاہتا ہوں۔ یہ صورت حال فکر مند کرنے والی ہے۔ اور یہاں کام کی جتنی بڑی ضرورت ہے، اس کے لحاظ سے مایوسی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لیکن میں آپ کو تنبیہ کرنا چاہتا ہوں کہ ضرورت کے لحاظ ہم اس کا کروڑواں حصہ بھی نہیں کر سکے۔ جس ملک میں ایک مشن قائم ہوا تقریباً نصف صدی گزر چکی ہو اور آج بھی مقامی لوگوں کے گنتی کے نفوس ہیں، یہ بات قابل فکر ہے۔ ہزار عذر پیش کئے جائیں کہ آئے اور پھر دوسرے ملکوں میں چلے گئے، مرکز نہ ہونے کی وجہ سے دوست آئے اور پھر رابطہ قائم نہیں رہ سکا۔ اور بہت سی باتیں ہیں، جو پیش کی جاسکتی ہیں۔ لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ سب عذر ایک طرف، یہ صورت حال اپنی جگہ پھر بھی تکلیف دہ رہے گی۔ اسے ہم نے بدلنا ہے۔ اور اسے ہم نہیں بدل سکتے، جب تک مقامی جماعت میں سے ہر شخص خود مبلغ نہیں بنتا۔

ایک مبلغ کا کام دراصل تبلیغ کو منظّم کرنا ہے، لٹریچر پیدا کرنا ہے، تبلیغ کی تربیت دینا ہے اور وسیع پیمانے پر لوگوں سے رابطہ اور احمدیت کے نام کا تعارف کروانا اور اسلام کے نام کا عمومی تعارف کروانا، یہ کام ہیں مبلغ کے۔ اور انفرادی طور پر جتنا اس کو وقت ملے، وہ پھر تبلیغ بھی کرے۔ لیکن انقلابی تبلیغ، جس سے ملکوں کے حالات بدلا کرتے ہیں، وہ ہر فرد کا کام ہوا کرتا ہے۔ وہی کرے تو تبلیغ ہوتی ہے، ورنہ نہیں ہوتی۔ میں اس سے پہلے بھی بارہا مثالیں دے چکا ہوں۔ انگلستان ہے، جرمنی ہے، جب سے میں ان علاقوں میں آیا ہوں، ان کی تبلیغ میں کئی گنا زیادہ تیزی آچکی ہے۔ اس کی یہ وجہ نہیں کہ مبلغ کام نہیں کرتا تھا، اس نے شروع کر دیا۔ بلکہ احمدی، جو وہاں آباد ہیں، وہ کام نہیں کرتے تھے، انہوں نے اب کام شروع کر دیا ہے۔ اس لئے آپ سب جو یہاں بیٹھے میری آواز کو سن رہے ہیں، آپ سب میرے مخاطب ہیں۔ آپ اگر کام کریں گے تو تبلیغ کے نتائج ظاہر ہوں گے۔ مقامی لوگ خدا تعالیٰ کے فضل سے اسلام قبول کرنا شروع کر دیں گے۔ اگر آپ لوگوں نے یہ سمجھا کہ میر صاحب (مکرم سید محمود احمد ناصر صاحب) یا کرم الٰہی صاحب ظفر یا ستار صاحب (مکرم عبدالستار خان صاحب) یہی لٹریچر شائع کریں گے اور تقسیم کر دیں اور یہ کافی ہے تو پھر یہ غلط فہمی ہے۔ آپ کی اس کو دل سے نکال دیں، ورنہ اسی طرح بیٹھے رہ جائیں گے۔ سپین کو اگر احمدی کرنا ہے تو ہر احمدی مرد، ہر احمدی عورت، ہر احمدی بچے کو اپنے ماحول میں کام کرنا ہوگا۔ اور اس کے علم کی کمی اس کی راہ میں حائل نہیں ہوگی۔ کیونکہ اب کیسٹ کے، لٹریچر کے ایسے ذرائع پیدا ہو چکے ہیں کہ کم علم لوگ بھی، جن کو زبان پر بھی عبور نہیں ہے، وہ بھی اچھی تبلیغ کر لیتے ہیں۔ میں نے بارہا جرمنی کے احمدیوں کی مثالیں دی ہیں۔ ان

میں سے اکثر آپ جانتے ہیں پاکستان میں جو نسبتاً کم پڑھے ہوئے بچے تھے، وہی باہر نکلے ہیں۔ اور بعض ان میں سے ایسے ہیں، جو بمشکل ٹوٹی پھوٹی جرمن بولتے ہیں لیکن خدا تعالیٰ نے ان کو تبلیغ کے ذریعے مخلص فدائی احمدی عطا کر دیئے ہیں۔ اس لئے کہ ان کے دل میں محبت ہے، دعا گو ہیں اور جوش اور محبت کے ساتھ بات پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جو نہیں سمجھا سکتے، اس کے لئے لٹریچر دے دیتے ہیں، کیسٹ مہیا کر دیتے ہیں۔ تو ایسے ذرائع بن چکے ہیں، کیسٹ ہیں، وڈیو ہیں، لٹریچر ہے ہر قسم کا تو اس کے ذریعے یہ آپ کی کمی پوری ہو سکتی ہے۔ صرف دل میں ایک طلب ہونی چاہئے اور طلب کے ساتھ بے قراری چاہئے۔ عام معمولی طلب نہیں۔ پھر ایک دعا ہو بے قراری کی کہ اے خدا! ہمیں کوئی پھل دے، ہم بے کار بیٹھے ہوئے ہیں۔ جب تک تو ہمیں روحانی اولاد عطا نہیں فرماتا، ہمیں چین نہیں آئے گا۔ جب تک تبلیغ میں یہ رنگ نہیں آتا، اس وقت تک تبلیغ کامیاب نہیں ہو سکتی۔ اس لئے یہ رنگ پیدا کریں۔

متعدد مرتبہ میں نے جماعت کو توجہ دلائی ہے کہ تبلیغ کو روحانی اولاد کے رنگ میں دیکھیں اور اس کے لئے وہ رجحان پیدا کریں، جو ایک ماں کو بچے کی خواہش کے لئے ہوتا ہے۔ ایک طبعی بات ہے کہ ہر عورت کو بچے کی خواہش ہوتی ہے۔ اور جس کو بچہ نہ ہو رہا ہو، اس کی بے قراری بعض دفعہ دیکھی نہیں جاتی۔ مجھے تو اس طرح پتہ ہے کہ مجھے خط آتے ہیں۔ دعا کے بعد اللہ تعالیٰ انہیں اولاد بھی عطا فرما دیتا ہے اور پھر ان کے جو خط ہیں، وہ پڑھنے والے ہوتے ہیں کہ کس طرح وہ خدا کی حمد کے گیت گاتیں اور کس طرح شکر ادا کرتی ہیں۔ یہ ہے وہ اصل تڑپ، جو جب تک تبلیغ میں منتقل نہ ہو جائے، اس وقت تک صحیح معنوں میں آپ کی دعاؤں میں جان نہیں پیدا ہوگی۔ اس لئے یہ فیصلہ کریں دل میں کہ آپ نے روحانی طور پر صاحب اولاد ہونا ہے۔ اور پھر اپنے دن گنیں کہ کتنے دن ضائع ہو گئے اور جو بقیہ وقت ہے، اس کو میں کس طرح استعمال میں لاؤں کہ مجھے خدا تعالیٰ اپنی روحانی اولاد عطا کر دے۔ پھر آپ دیکھیں گے کہ آپ کی تبلیغ کا رجحان ہی بالکل اور ہو جائے گا، آپ کی اندرونی طور پر ایک کایا پلٹ جائے گی۔ اس لئے تبلیغ کرنی ہے تو ہر احمدی کو کرنی پڑے گی۔ اپنے ماحول میں کریں، اپنے دوستوں میں کریں، نئی دوستیاں اس خاطر بنائیں، تعلقات بنانے کے لئے بالکل مستعد اور تیار رہا کریں۔ جہاں موقع ملے کسی سے بات کرنے کا بہانہ بنایا اور اس کے ساتھ تعلقات قائم کر لئے اور پھر تبلیغ شروع کر دی۔

یہ چیزیں ہر جگہ ہونی چاہئیں۔ مگر سپین میں خصوصیت کے ساتھ اس لئے کہ یہاں ہزاروں، لاکھوں گرجے ایسے ہیں، جو پہلے مسجدیں ہوتی تھیں۔ نظر پڑتی ہے تو بعض اوقات جی چاہتا ہے، چیخیں

ماری جائیں۔ نا قابل بیان دکھ پہنچتا ہے۔ بلا مبالغہ یہ کیفیت ہے۔کل مجھے میر صاحب بتا رہے تھے تو اس وقت میری حالت نا قابل برداشت تھی۔ جب میں یہ بات سن رہا تھا کہ ایک گاؤں میں گئے اور وہاں جا کر پوچھا کہ یہاں کوئی مسجد ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ دیکھو یہ سارے گرجے یہ سب مسجدیں ہیں۔ یہ سمجھے کہ شاید مذاق کر رہے ہیں۔ ہم نے کہا کہ ہم تو مسجد کا پوچھ رہے ہیں، گرجوں کی کیا بات کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا: دیکھو تو سہی جا کر۔ انہوں نے دیکھا تو ابھی تک عبارتیں لکھی ہوئی ہیں کہ فلاں بادشاہ اس مسجد میں آیا تھا، فلاں مسلمان بزرگ اس مسجد میں آیا تھا۔ جس ملک کی یہ حالت ہو، وہاں کی تو گلی گلی پکار رہی ہے، آپ کو تبلیغ کے لئے۔ اینٹ اینٹ دہائی دے رہی ہے کہ اے مسلمانو! اگر تم میں کوئی غیرت ہے اور کوئی محبت ہے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خدائے واحد وقہار کے ساتھ تو اٹھو اور اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرو۔ تم میں سے ہر ایک کو طارق بن جانا چاہئے، تم میں سے ہر ایک کو خالد ہو جانا چاہئے۔ تم میں سے ہر ایک میں وہ جذبہ جہاد پیدا ہونا چاہئے، جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ساتھیوں میں پیدا کیا تھا۔ سنتے نہیں آپ ان بستیوں کی آوازیں! اینٹ اینٹ پکار رہی ہے یہاں! تم پر فرض ہے، تم جو یہاں آ کر دوبارہ آباد ہوئے ہو کہ دوبارہ اسلام سے اس ملک کو آشنا کرو، سارے گرجے دوبارہ اپنی مسجدوں میں تبدیل کرو۔ لیکن اس طرح کہ پہلے دلوں میں وہ مسجدیں بناؤ۔ تلوار کے زور سے نہیں، جبر کے ساتھ نہیں۔ ہر دل میں خدائے واحد کی محبت ڈال دو۔ پھر دیکھو کہ سارے گرجے از خود مسجدوں میں تبدیل ہونے شروع ہو جائیں گے۔ اور اس دفعہ اس شان کے ساتھ یہ تبدیلی پیدا کرو کہ پھر قیامت تک کے لئے شیطان ان جگہوں سے مایوس ہو جائے اور ہمیشہ ہمیش کے لئے یہ عبادت گاہیں خدائے واحد کے لئے وقف رہیں۔ پھر دیکھیں کہ آپ کو خدا تعالیٰ کیا مقام اور کیا مرتبے عطا کرتا ہے۔ تمام دنیا میں ہمیشہ ہمیش کے لئے آپ کے گیت گائے جائیں گے، آپ کے ناموں سے تاریخ کے آغاز ہوں گے۔ یہ مؤرخ کہا کرے گا کہ فلاں احمدی نوجوان اس طرح کپڑے بیچنے آیا تھا، فلاں احمدی نوجوان اس طرح ایک معمولی تجارت کے لئے آیا تھا اور اس نے یہ یہ تبدیلیاں پیدا کیں۔ فلاں گاؤں میں اس نے پودا لگایا، فلاں گاؤں میں اس نے پودا لگایا، فلاں گاؤں میں اس نے پودا لگایا۔ فلاں گرجے پھر مسجدوں میں تبدیل ہوئے۔ اور یہ فلاں مجاہد کے کارناموں کے نتیجہ میں ہے۔ یہ ہے وہ زندگی، ہمیشگی کی زندگی جس کی طرف سپین آپ کو بلا رہا ہے۔ اس لئے اس کی طرف توجہ کریں اور اللہ پر توکل رکھیں اور دعائیں کریں اور پھر آپ دیکھیں کہ کس طرح خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ روز روز رنگ بدلنے شروع ہو جائیں گے۔

آج بھی مجلس میں، جو شام کو یہاں کے مربیوں وغیرہ کے ساتھ ہوگی، ہم مزید غور کریں گے۔ پالیسی کے متعلق، لائحہ عمل کے متعلق جو جو تبدیلیاں ضروری ہیں، وہ اختیار کی جائیں۔لیکن موجودہ صورت حال بہر حال قبول نہیں ہے۔ یہ جو ٹھنڈا ٹھنڈا چلنے کا طریقہ ہے، مجھے تو پسند ہی نہیں ہے۔ خدا کی راہ میں چلنا ہے، جان مار کے چلیں، زور کے ساتھ چلیں، چھاتی کھول کر سر بلند کر کے چلیں اور نئے قلعے فتح کریں۔آپ خدا کے جرنیل ہیں۔آج تو ہر احمدی جرنیل ہے، سپاہی والی بات بھول جائیں، آپ نے نئے علاقے فتح کرنے ہیں، آپ کے سپرد قومیں کی گئی ہیں، آپ کو قوموں کا سردار بنایا گیا ہے۔ اپنا مقام تو پہچانیں، آپ ہیں کون؟ پھر دیکھیں آپ کی تو کیفیت ہی بدل جائے گی، آپ کی ادائیں بدل جائیں گی۔ ذمہ داریوں کا احساس پیدا کر کے دعائیں کرتے ہوئے۔ انشاء اللہ تعالیٰ آپ کے لئے مقدر ہو چکا ہے کہ آپ نے ان علاقوں کو سر کرنا ہے۔

اس لئے میں امید کرتا ہوں کہ خاص طور پر مقامی احمدی دوست اس ذمہ داری کو پورا کرنے کی حتی الامکان کوشش کریں گے اور بڑا عظیم شرف ہے، جو ان کو حاصل ہونے والا ہے۔ عظیم سعادتیں ہیں، جو انتظار کر رہی ہیں۔ علاوہ ازیں تمام دنیا کے احمدیوں کو میں توجہ دلاتا ہوں کہ وہ خاص طور پر سپین کے لئے دعائیں کریں۔ یہ اتنی دردناک جگہ ہے، ایسی دردناک سرزمین ہے آج اسلام کے لئے کہ روحوں کو چین نصیب نہیں ہوسکتا، جب تک ہم دوبارہ اسلام کے جھنڈے نہ گاڑ دیں۔ جب تک ہر گرجے کو خدائے واحد کی پرستش کے لئے دوبارہ وقف نہ کر دیں، ہمیں چین نہیں ہوگا۔

دیکھو کس شان سے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ سے بتوں کو نکالا۔ سینکڑوں سال سے وہاں آباد تھے۔ایک بت بھی وہاں باقی نہیں رہنے دیا۔اس لئے کہ آپ نے پہلے دلوں کے بت نکالے تھے، پھر خود بخود مکہ کے بت وہاں سے بھاگ گئے۔ ان کے رہنے کی کوئی صورت باقی نہیں رہی۔ آپ بھی اسی طرح کریں۔آپ بھی اسی آقا کے غلام ہیں۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بار بار درود بھیجیں۔اور ایک یہ بھی ذریعہ ہے، دعاؤں کی قبولیت کا۔ یاد کریں کہ کس طرح خدا تعالیٰ نے کس شان کے ساتھ آپ کو خانہ کعبہ سے بتوں کو نکالنے کی توفیق بخشی تھی۔ اور اسی محمد کی محبت کے واسطے دے دے کر خدا سے عرض کریں کہ اے خدا! ہم بھی تو اسی کے غلام ہیں، ہمیں بھی توفیق بخش کہ ہم بھی ان شرک کی آماجگاہوں کو ختم کر دیں، ہم بھی یہاں سے صلیب کو توڑنے والے ہوں اور ہمیشہ ہمیش کے لئے تیری وحدانیت کے گیت گانے والا یہ ملک بن جائے۔ ان دعاؤں کے ساتھ آپ آگے بڑھیں۔ اللہ آپ کے ساتھ ہو، اللہ آپ کو توفیق بخشے اور ساری دنیا کی جماعت احمدیہ کی دعائیں آپ کے ساتھ ہوں۔ آمین''۔

(مطبوعہ خطبات طاہر جلد 04 صفحہ 815 تا 830)

# اصل عزت یہ ہے کہ خدا کی خاطر تمہاری راہ میں روکیں ڈالی جائیں

## خطاب فرمودہ 13 اکتوبر 1985ء بر موقع افتتاح احمدیہ مسلم مشن فرانس

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایمان افروز خطاب میں فرمایا:۔

"یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے اس مختصر دورہ یورپ میں چار مراکز کے افتتاح کی توفیق دی۔ اور اب پانچویں مرکز کے افتتاح کی توفیق ملی ہے۔ اور اس کے علاوہ اٹلی میں خدا تعالیٰ کے پہلے گھر کے قیام اور غرناطہ و میونخ میں مشنز و مساجد قائم کرنے کا جائزہ بھی اس دورہ میں لیا گیا ہے۔ جن کے بارہ میں پہلے سے کوشش ہو رہی ہے اور انشاء اللہ العزیز نومبر 85ء تک کل آٹھ مراکز کے قیام کی توفیق مل جائے گی"۔

فرمایا:۔

"ہر ابتلاء کے دور میں اللہ تعالیٰ غیر معمولی فضل اور ثمرات عطا فرماتا ہے۔ گزشتہ 50 سال میں سپین کو ملا کر یورپ میں آٹھ مراکز کے قیام کی توفیق ملی۔ جبکہ اس ایک سال میں ہی 8 مراکز کے قیام کی توفیق انشاء اللہ ملے گی۔ گویا ایک سال میں 50 سال کی نسبت سے اللہ تعالیٰ نے فضل فرمائے ہیں"۔

اس ذکر پر فرمایا کہ

"اللہ تعالیٰ کے حمد و شکر سے ہمارے دل لبریز ہیں۔ اس لئے وہی افتتاح سب سے بہتر ہے، جو سورۃ فاتحہ سکھاتی ہے"۔

حضور نے فرمایا:۔

"پہلے خیال تھا کہ اس افتتاح کو تقریب کا رنگ دے کر غیروں کو بھی بلایا جائے۔ لیکن مقامی ڈپٹی میئر کو یہ بات ناگوار گزری اور وہ آغاز سے ہی اس کے قیام کی مخالفت کا فیصلہ کر چکے ہیں۔ شروع میں اس اطلاع کے ساتھ مجھے خفیف سا خیال آیا کہ ہم افتتاح نہیں کر سکیں گے۔ لیکن پھر اللہ تعالیٰ نے زور سے یہ بات میرے دل میں ڈالی کہ ایک کیا ہزار ڈپٹی میئرز بھی خدا تعالیٰ کے کام میں روک نہیں بن سکتے"۔

مزید فرمایا کہ

"اصل بات تو یہ ہے کہ حقیقی افتتاح تو وہی ہے، جس میں متقی شرکت کریں۔ غیروں کو بلانے کی حیثیت تو ثانوی ہے۔ جس سے مقصد یہ پیش نظر ہوتا ہے کہ وہ اس موقع پر اسلام سے شناسائی حاصل

کریں۔ جماعت احمدیہ کے ساتھ جو حسن سلوک مختلف ممالک میں ہو رہا ہے، ضروری نہیں کہ ہر جگہ ہو۔ ابتداء میں حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ دہلی اور امرتسر وغیرہ میں کیا سلوک ہوا۔ اسی طرح حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا سلوک ہوا، جبکہ آپؐ طائف کو زندگی بخشنے گئے تو انہوں نے جواباً موت برسائی۔ یہ استقبال ہماری تاریخ کا اولین استقبال ہے اور وہی ہمارا سرمایہ ہے۔ اگر بعد میں بعض ممالک سینے سے بھی لگائیں تو اس اولین استقبال کی عظمت سے ان کا کوئی مقابلہ نہیں۔ اصل عزت یہ ہے کہ خدا کی خاطر تمہاری راہ میں روکیں ڈالی جائیں۔ یورپ کے دوسرے ممالک کا تجربہ پہلے بزرگوں کی قربانیوں کا پھل ہے۔ اور یہاں اگر آپ دعائیں کریں گے اور احمدیت یعنی حقیقی اسلام کے پھیلاؤ کے لئے ہر ممکن کوشش کریں گے تو یہ روکیں زیادہ زور پیدا کر دیں گی۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے جب رفعتوں سے پانی گرتا ہے تو دنیا والے اس کو روک نہیں سکتے۔ جس جماعت کا سرچشمہ خدا تعالیٰ کی ذات ہے، اس کے لئے دنیا کی طاقتیں روک بننا چاہیں بھی تو ناممکن ہے کہ اس آسمانی پانی کو روک سکیں"۔

فرمایا:۔

"اب ہمیں پہلے سے دس گنا کوشش کرنا ہوگی۔ اور دعاؤں کا معیار بلند کر کے ہمیں خدا تعالیٰ پر انحصار کرنا چاہیے۔ ان دو فیصلوں کے ساتھ ہم اس مشن کا افتتاح کریں گے"۔

پھر فرمایا کہ

"فرانس کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ کیونکہ حالیہ اعداد و شمار کی رو سے یورپ میں سب سے بڑھ کر یہاں لوگ مسلمان ہو رہے ہیں۔ دوسری طرف فرانسیسی نو آبادیات پر فرانس کا ایک خاص اثر ہے۔ اب ہم فرانسیسی زبان میں اعلیٰ طباعت والا لٹریچر یہاں پھیلائیں گے۔ جو ایک مشن کی کمی تھی، وہ قائم ہو گیا۔ اب جلد یہاں ایک باقاعدہ مبلغ متعین ہو جائیں گے۔ دنیا بھر کی جماعت کا اور خصوصاً فرانس کی جماعت کا فرض ہے کہ خصوصی دعائیں کریں۔ امید ہے کہ آج کی تاریخ سے فرانس میں ایک نئے باب کا اضافہ ہوگا"۔

آخر پر حضور نے نہایت پرشوکت انداز میں فرمایا:۔

"جب سے یہ روک پڑی ہے، اس وقت سے میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ پیرس کے مضافات میں کھلی زمین پر ہم مسجد بنائیں گے۔ تم اگر ایک روک ڈالنا چاہتے ہو تو ہم پیرس میں ہی کئی مساجد بنائیں گے"۔

اس کے بعد حضور انور نے پرسوز اجتماعی دعا کروائی۔

(مطبوعہ ہفت روزہ النصر 11 اکتوبر 1985ء)

# دورہ یورپ کے حالات اور احیاء دین کا عزم

## خطبہ جمعہ فرمودہ 18 اکتوبر 1985ء

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:۔

''یورپ کا یہ سفر، جو ابھی ہم نے اختیار کیا، تقریباً ایک مہینے اور چار دن کا سفر تھا۔ اور یہ تمام عرصہ خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ بہت ہی مصروفیت میں کٹا۔ یہ سفر مصروف بھی بہت رہا اور کئی لحاظ سے خدا تعالیٰ کے فضل اور اس کے احسان کے ساتھ بہت مفید بھی ثابت ہوا۔

اس سفر کے دوران خدا تعالیٰ کے فضل اور احسان کے نتیجہ میں پانچ نئے مراکز کے افتتاح کی توفیق ملی۔ جن میں سے آخری مرکز جس کا افتتاح کیا گیا، وہ فرانس کا تھا۔ اس سے پہلے تو یہی ارادہ تھا کہ فرانس میں انگلستان کی جماعت کو خصوصیت سے شمولیت کی عام دعوت دی جائے اور اس کے لئے دعوت عملاً دی بھی گئی اور تیاریاں بھی بہت ہو چکی تھیں۔ لیکن ہم سپین میں ہی تھے تو معلوم ہوا وہاں ابھی تیاری مکمل نہیں۔ اور جس جگہ مشن کھولا جا رہا ہے، وہاں کے ڈپٹی مئیر کا رویہ بھی معاندانہ ہے۔ اور اس مشن کو آسانی سے وہ قبول نہیں کر رہے۔ اس لئے ان حالات میں بہتر ہے کہ تقریب یا تو نہ کی جائے یا مختصر کی جائے۔ چنانچہ نہ کرنے کا تو سوال ہی نہیں تھا۔ اس لئے میں نے کہا کہ فرانس کی جماعت کے جو دوست ہوں گے، ان کے ساتھ مل بیٹھ کر ہم دعا کے ذریعہ افتتاح کر دیں گے۔ رفتہ رفتہ جب ان لوگوں کو معلوم ہوگا کہ ہم کیسے ہیں؟ کیسا اخلاق رکھتے ہیں؟ تو ان کے دل جیتنے کی بعد پھر آہستہ آہستہ کیفیت بدل جائے گی۔

امر واقعہ یہ ہے کہ فرانس کے ساتھ احمدیت کا جو پہلا رابطہ ہوا ہے، وہ بھی کوئی ایسا خوشکن اور نتیجہ خیز ثابت نہیں ہوا۔ یہ 1946ء کی بات ہے، جب حضرت مصلح موعودؓ نے یورپ میں جنگ کے بعد نئے مشن ہاؤسز، نئی مساجد کی تعمیر کا پروگرام بنایا اور اسی سال سے نافذ العمل کرنا شروع کر دیا۔ اس میں فرانس بھی تھا۔ اور 1946ء میں اگرچہ کرایہ کا مکان تھا، باقاعدہ کوئی عمارت تو خریدی نہیں جا سکی یا مسجد کے لئے زمین بھی نہیں لی گئی۔ لیکن سپین کی طرح یہاں یہی مبلغ بھجوا دیئے گئے تھے، جو تقریباً پانچ سال پیرس میں ٹھہرے ہیں۔ اور ان کی رپورٹوں سے یہی تأثر لیا گیا، حضرت مصلح موعود نے بعض دفعہ خطبوں میں بھی

ذکر فرمایا کہ فرانس کی زمین سردست اسلام کے لئے سنگلاخ معلوم ہوتی ہے۔ اور اس قوم کے رویے میں تکبر پایا جاتا ہے۔ اور پیرس خصوصیت کے ساتھ چونکہ ساری دنیا کی عیاشی کا مرکز ہے، اس لئے وہاں مادہ پرستی اور دنیا سے محبت کا جو رنگ ہے، وہ یورپ کے دوسرے شہروں میں نہیں ملتا۔ تو پانچ سال کے تجربے کے بعد وہ مشن بند کر دیا گیا۔

اس دفعہ بھی ہمارا تجربہ یہی رہا کہ فرانس میں خصوصیت کے ساتھ پیرس، کیونکہ جب میں فرانس کہتا ہوں تو فرانس تو ایک وسیع ملک ہے اور اس کے مختلف خطوں کے لوگ مختلف مزاج رکھتے ہیں، اس لئے میں سارے فرانس کے متعلق کوئی فتویٰ نہیں دینا چاہتا۔ لیکن پیرس خصوصیت کے ساتھ ایک ایسی جگہ ہے، جہاں ابھی بھی وہی دنیا پرستی کا رنگ غیر معمولی طور پر غالب ہے۔ اور اہل فرانس کے مزاج کو اگر پیرس کے پیمانے سے ماپا جائے تو آج بھی یہی فیصلہ ہوگا کہ نہایت متکبر ہیں اور دنیا پرست ہیں۔ لیکن میرے نزدیک یہ پیمانہ درست نہیں۔ نہ لندن سے انگریز کا مزاج پہچانا جا سکتا ہے، نہ پیرس سے اہل فرانس کا مزاج پہچانا جا سکتا ہے۔ South of France جہاں جہاں سے ہم گزرے ہیں، وہاں بالکل اور قسم کے لوگ ہم نے دیکھے۔ بڑے خلیق اور مہمان نواز اور ہنس مکھ، باہر سے آنے والوں کا کھلے بازوؤں سے استقبال کرنے والے، ان کے رنگ بالکل مختلف تھے لیکن پیرس میں بالکل ایک اور رنگ نظر آیا۔

بہر حال اس مشن کا افتتاح ہوا دعاؤں کے ساتھ اور پر سوز دعاؤں کے ساتھ اور جماعت فرانس کی ایک کافی تعداد خدا کے فضل سے وہاں موجود تھی۔ جماعت فرانس کو ایک مرکز مل گیا ہے اور امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ اب وہاں احمدیت کا نور دن بدن زیادہ شان کے ساتھ، زیادہ وسعت کے ساتھ اور جہاں تک دلوں کا تعلق ہے، زیادہ گہرائی کے ساتھ ہر طرف منتشر ہونے لگے گا۔

فرانس کا کچھ اتنا قصور بھی نہیں کیونکہ فرانس تعارف کے لحاظ سے ابھی بہت پیچھے ہے۔ عجیب اتفاق ہوا ہے کہ فرانس اور فرانس کی جو Colonies تھیں، ان سب جگہ میں احمدیت کا تعارف بہت دیر سے شروع ہوا ہے۔ افریقہ میں بھی جہاں جہاں فرانس کی حکومت تھی، فرانس کا رسوخ تھا، وہاں جماعتی تعارف بہت لیٹ شروع ہوا ہے۔ تو ان چیزوں کا بہت اثر پڑتا ہے۔ ان کو پوری طرح علم نہیں کہ جماعت ہے کیا؟ ان کو ہماری عالمی حیثیت کا ہی پتہ کچھ نہیں۔ اس لئے وقت لگے گا۔ لیکن بہر حال مجھے تو اس تجربے سے جو اہل فرانس کی آواز آئی ہے، وہ یہ ہے کہ

بہرہ ہوں میں تو چاہئے دونا ہو التفات
سنتا نہیں ہوں بات مکرر کہے بغیر

(دیوان غالب، صفحہ 111)

میں بہرا ہوں تو مجھے چھوڑ تو نہیں دو گے، ذرا اور اونچی آواز میں اور بار بار مجھے آواز پہنچاؤ۔ چنانچہ میں نے وہاں افتتاح کے وقت اپنے اس ردعمل کا اظہار یوں کیا کہ جہاں تک جماعت احمدیہ کا ردعمل ہے، وہ تو یہ ہے کہ اب ایک نہیں انشاء اللہ تعالیٰ فوری طور پر فرانس میں دو مرکز بنائیں گے۔ اور یہ تو ایک مکان لیا گیا ہے، بڑا اچھا اور وسیع مکان ہے، بہت کشادہ کمرے ہیں اور کچھ عرصہ تک جماعت کی آئندہ ضروریات کے لئے انشاء اللہ تعالیٰ بہت حد تک کفیل رہے گا۔ لیکن اب خیال یہ ہے کہ یا پیرس کے گردونواح میں یا جنوبی فرانس میں، جہاں لوگوں کے اخلاق بہتر معلوم ہوئے ہیں، وہاں ایک وسیع خطہ زمین لے کر وہاں نہایت خوبصورت اور عظیم الشان مسجد بنائی جائے۔ اور مسجد کے ساتھ پھر مشن ہاؤس بھی قائم کیا جائے۔ تو ہم تو انشاء اللہ تعالیٰ وہ لوگ نہیں ہیں، جن کے خمیر میں مایوسی پائی جاتی ہو یا شکست لکھی گئی ہو۔ ہم تو انشاء اللہ تعالیٰ اہل فرانس کو بہر حال فتح کریں گے اور ان کے دل جیتیں گے۔ کیونکہ فرانس کو ایک عالمی حیثیت حاصل ہے۔ اس کے اثرات دنیا میں اور بھی بہت سے ملکوں اور قوموں پر پڑتے ہیں۔ اگر فرانس میں احمدیت کا مشن مضبوط ہو جائے تو کثرت کے ساتھ دنیا میں فرانسیسی بولنے والے علاقے ہیں، جہاں خدا تعالیٰ کے فضل سے نفوذ کی راہیں نکل آئیں گی۔ اس لئے یہ غیر معمولی اہمیت کا علاقہ ہے، اسے ہم بہر حال نہیں چھوڑیں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر اس زمانہ میں غیر معمولی مالی مشکلات اور بعض دوسری دقتیں پیش نہ ہوتیں تو حضرت مصلح موعود بھی اس مشن کو بند نہ کرتے۔ مگر دوسرے بیرونی ممالک سے طلب شروع ہو چکی تھی اور اس زمانہ میں واقفین بھی تھوڑے تھے اور جماعت احمدیہ کی مالی حالت بھی ایسی نہیں تھی کہ ہر قسم کے پھیلتے ہوئے مطالبوں کو پورا کر سکے۔ اس لئے لازماً حضرت مصلح موعود کے مزاج کو میں سمجھتا ہوں، کبھی ہو نہیں سکتا کہ آپ نے مایوسی کی حالت میں مشن بند کیا ہو۔ وقتی طور پر اس ارادہ کے ساتھ بند کیا ہوگا کہ بعد میں جب بھی خدا توفیق دے گا، ہم انشاء اللہ بڑے زور کے ساتھ اس کام کو دوبارہ شروع کریں گے۔ تو اس کام کو دوبارہ شروع کرنے کا خدا کے فضل سے اس دورے میں آغاز ہو چکا ہے۔ باقی احباب جماعت دعائیں کریں، اللہ تعالیٰ دلوں کو بدلنے والا ہے۔ اور فرانس کی سرزمین کو جو عملاً اسلام کی طلب پیدا ہو چکی ہے، اس کے دوسرے آثار ظاہر ہو رہے ہیں۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ اب وقت آ گیا ہے کہ ہم دوبارہ اب پورے زور کے ساتھ یہاں کوشش کریں اور دعاؤں کی مدد سے ہم انشاء اللہ تعالیٰ کامیاب ہوں گے۔

اس سفر میں پانچ مراکز کا افتتاح کرنے کی توفیق ملی۔ اور چار جگہ نئی زمینیں دیکھی گئیں، جہاں سودا ہو رہا ہے۔ اور امید ہے انشاء اللہ تعالیٰ وہاں بھی اس سال کے اندر یا اس سال کے آخر تک زمینیں خرید لیں گے۔ اور ہو سکتا ہے آئندہ سال ہم وہاں باقاعدہ مشنوں کی تعمیر کا کام بھی شروع کر دیں۔

ایک جرمنی کے شمال میں ہیمبرگ میں ہمارا مشن بہت چھوٹا ہو چکا تھا۔ وہاں خدا تعالیٰ کے فضل سے زمین کا ایک بہت ہی اعلیٰ اور وسیع ٹکڑا مل رہا ہے، جس علاقے کے میئر نے وعدہ بھی کیا ہے کہ معاہدہ میں شامل کرلوں گا کہ مسجد آپ بنا سکتے ہیں۔ دوسرے تعمیر کی وہاں بڑی وسیع گنجائش موجود ہے۔ یعنی ایسا علاقہ ہے، جہاں جرمنی میں پہلے سے ہی تعمیر کی اجازت دی جا چکی ہے۔ ورنہ جرمنی میں زمینوں کا حاصل کرنا، جہاں تعمیر کی جا سکے، بہت ہی مشکل کام ہے۔ اور اگر آپ بغیر اجازت کے زمین لے لیں تو سالہا سال کی کوششوں کے بعد بھی بعض دفعہ وہ درخواستیں رد ہو جاتی ہیں۔

دوسرے جرمنی ہی میں میونخ کے مقام پر وہاں کچھ زمینیں ہم نے دیکھی تھیں مگر ابھی کوئی مناسب حال جگہ نہیں ملی، ابھی تک۔ وہاں بھی انشاء اللہ ایک مسجد اور ایک مشن ہاؤس بنانا ہے۔

سپین میں غرناطہ کے مقام پر بہت کثرت کے ساتھ وہاں طلب ہے۔ اس قدر طلب ہے کہ جس علاقے میں ہم زمین دیکھنے جاتے تھے، وہاں ایک خوشی کی لہر دوڑ جاتی تھی اور لوگ باتیں کرتے تھے۔ علاقے والوں کو میئر کہتے تھے کہ ہمارے علاقے میں مسجد بنے گی۔ فرانس کے مقابل پر اس قوم کا بالکل برعکس رجحان ہے۔ اخباری نمائندے بھی سوال کرتے تھے کہ بتاؤ کس علاقے کو تم نے چنا ہے؟ چنانچہ وہاں متعدد جگہ پر زمینیں دیکھی گئیں اور ایک دو جگہیں جو پسند آئی ہیں، ان کے متعلق گفتگو ہو رہی ہے۔ دونوں بہت ہی آباد سڑکوں پر واقع ہیں۔ وسیع کشادہ سڑکیں، جو بڑے بڑے شہروں کو ملاتی ہیں۔ دونوں سڑک سے بالکل لگتی ہیں یا اتنی قریب ہیں کہ وہاں سے گزرنے والوں کو مسجد بڑی نمایاں طور پر نظر آئے گی۔ ایک کا رقبہ تو خدا کے فضل سے بارہ ایکڑ سے بھی زائد ہے اور کونے کا پلاٹ ہے، جس کے ایک طرف مین روڈ جاتی ہے اور ایک طرف چھوٹی سڑک جاتی ہے۔ وہاں جب ہم گئے تو وہاں بھی ایک ہنگامہ ہو گیا۔ لوگ وہاں اکٹھے ہونے شروع ہو گئے لٹریچر مانگ مانگ کر لوگ لینے لگے۔ یہاں تک کہ میر محمود احمد صاحب جو ساتھ تھے، کہنے لگے: ہمارے پاس تو ختم ہو گیا ہے۔ لیکن مطالبہ جاری تھا۔ ایک شوق، ایک طلب جو عموماً سپین میں پائی جاتی ہے، جس کا اس زمین کے خریدنے کے موقع پر بھی مشاہدہ کیا۔

سپین کا دورہ، جہاں خدا تعالیٰ کے فضل سے کئی لحاظ سے بہت کامیاب بھی رہا اور کئی لحاظ سے دل پر نہایت غم کے اثرات چھوڑنے والا تھا۔ اور سپین میں رہنا بہت ہی مشکل تجربہ تھا۔ کیونکہ میں نے جیسا کہ سپین کے خطبہ جمعہ میں بھی ذکر کیا ہے، کثرت سے ایسے گرجے وہاں پائے جاتے ہیں، جو کسی زمانہ میں مسجدیں ہوا کرتی تھیں۔ اب ان میں کوئی خدا کا نام لینے والا باقی نہیں۔ اس کثرت سے ہیں کہ بعض

شہروں میں جب پوچھا گیا کہ کوئی مسجد یہاں ہے پرانی کہ نہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ جس گرجے میں جاؤ، وہ مسجد تھی۔ چنانچہ جب ہمارے مشنری نے جا کر دیکھا تو پتہ چلا کہ واقعۃً وہ صحیح کہہ رہے تھے۔ جس گرجے میں وہ گئے، پرانی مسجد کے آثار ملتے تھے۔ ابھی تک بعض جگہ کلمہ توحید لکھا ہوا نظر آتا تھا۔ بعض جگہ یہ تختیاں لگی ہوئی تھیں کہ فلاں بزرگ آئے تھے، فلاں بادشاہ یہاں آئے تھے۔

تو خوشکن تو اس لحاظ سے ہے کہ اہل سپین ہمیشہ سے ہی احمدیت کا خدا کے فضل سے کھلے بازوؤں سے استقبال کرتے ہیں۔ لیکن دوسری جو فضا ہے، وہ اس طرح یادوں پر اثر ڈالتی ہے کہ گہرے غم کے سائے میں انسان چلا جاتا ہے۔ اور ایسا غم نہیں، جو مایوس کن ہو۔ ایسا غم ہے، جو زیادہ انگیخت کرتا ہے، زخموں کو زندہ کرنے والا غم ہے، ان زخموں کو چھیڑتا ہے، جن کے نتیجہ میں پھر ارادے کھلتے ہیں۔ لیکن ان اثرات کے جو نتائج ہیں، ان کے متعلق میں پھر آخر میں، میں بات کروں گا۔

اس وقت تو میں یہ بتاتا ہوں کہ وہاں دو جگہ ہماری بڑی تقریبات تھیں۔ ایک تو پیدروآباد کے اندر اس سارے علاقے کے لئے۔ اور ایک غرناطہ میں۔ میڈرڈ ہم اس دفعہ نہیں جا سکے۔ اگرچہ وہاں بھی مشن موجود ہے لیکن سفر کے دوران وہ ایک رستہ پر رہتا تھا اور وقت کی کمی تھی، اس لئے لازماً ہمیں میڈرڈ کو اپنے پروگرام میں سے مجبوراً کاٹنا پڑا۔

پیدروآباد میں جو تقریب ہوئی ہے، اس میں خدا تعالیٰ کے فضل سے مقامی باشندوں کی اتنی حاضری تھی کہ میرا تاثر بھی یہی تھا اور میر صاحب (سید محمود احمد ناصر صاحب) کا بھی یہی تاثر تھا کہ افتتاحی تقریب پر جو باہر سے آنے والے احمدی مہمان تھے، اگر ان کو نکال دیا جائے تو سپینش باشندوں کی شمولیت اس میں زیادہ تھی۔ دو ہزار کرسیوں کا انتظام تھا، جن میں سے ایک سو چونکہ بہت تیز دھوپ میں پڑی ہوئی تھیں، وہ خالی رہیں، باقی انیس سو کرسیاں بھر گئیں۔ اور برآمدہ جو بڑا وسیع ہے، اس میں لوگ بھرے ہوئے تھے اور اس کے علاوہ بھی پھرنے والے موجود تھے۔ تو خدا تعالیٰ کے فضل سے دو ہزار سے زائد سپینش مہمان آئے ہوئے تھے اور تقریب اس دفعہ کچھ مختلف رنگ کی تھی۔ اسی تقریب میں عوام الناس کے علاوہ خواص کو بھی دعوت دی گئی تھی۔ اور یہ صرف مقامی جلسہ نہیں تھا بلکہ سپین کے خواص کی نمائندگی بھی گزشتہ مرتبہ کے مقابل پر زیادہ تھی۔ چنانچہ امریکن قونصلیٹ اور ان کے ساتھی، آسٹرین قونصلیٹ اور سپینش گورنمنٹ کے نمائندے اور بھی اس قسم کے معززین اور دانشور، پریس کے نمائندے، چوٹی کے جو اخبارات ہیں، ان کے نمائندے، ریڈیو، ٹیلی وژن کے نمائندے، یہ سارے موجود تھے۔ تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سپین والوں

نے جو پہلے حسن سلوک کیا، آج بھی وہ اسی طرح جاری ہے۔ اور باوجود اس کے کہ وہ خوب اچھی طرح جان چکے ہیں، بارہا اخبارات میں یہ بات چھپ چکی ہے کہ جماعت احمدیہ کو پاکستان میں غیر مسلم سمجھا جارہا ہے اور کثرت سے بعض حکومتوں کی طرف سے یہ پروپیگنڈا کیا گیا ہے کہ احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھو، ان سے کوئی تعلق نہ رکھو۔ ہم تمہیں بتاتے ہیں کہ ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ اس کوشش کے باوجود خدا تعالیٰ کے فضل سے احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی طرف ان کا رجحان خدا کے فضل سے پہلے سے بھی بڑھ کر ہے۔

دوسرا اس تقریب میں جو نمایاں فرق تھا، وہ یہ تھا کہ بجائے اس کے کہ ایک لمبی تقریر کی جاتی نہایت مختصر الفاظ میں، میں نے ان کو خوش آمدید کہا اور ان کو موقع دیا کہ وہ جس قسم کے سوال اسلام پر یا اپنے مسائل پر کرنا چاہتے ہیں، وہ کریں۔ چنانچہ اس سے یہ تقریب خدا کے فضل سے بہت ہی پر لطف اور بھر پور رہی۔ اس کثرت سے دوستوں کی طرف سے پھر سوال شروع ہوئے کہ آخر پر پھر مجھے خود ہی روکنا پڑا۔ کیونکہ بعد میں مہمانوں کی چائے سے تواضع بھی کرنی تھی۔ بعض ایسے معزز مہمان تھے، جو معین وقت کو مدنظر رکھ کر آئے تھے اور انہوں نے اپنی دوسری تقریبات میں بھی جا کر حصہ لینا تھا۔ بہر حال اگر چہ وقت زیادہ بھی ہو گیا تھا لیکن یہ سارے لوگ ٹھہرے رہے، ان میں سے کوئی بھی نہیں گیا۔ چند ایک نے چائے میں شمولیت سے معذرت کی کیونکہ ان کو پہلے ہی بہت دیر ہو چکی تھی۔ مگر تقریب کے دوران خدا کے فضل سے تمام احباب مرد، عورتیں اور بچے پوری طرح توجہ کے ساتھ بیٹھے رہے۔ اور بعض مواقع پر تو بڑی نمایاں انہوں نے Response دی ہے۔ یعنی ان کا طریق ہے تالیاں بجانے کا، تالیاں بجا کر بھی اور پھر کھڑے ہو کر تالیاں بجا کر بھی بڑے جوش کے اظہار سے انہوں نے اپنی محبت کا اپنے رنگ میں اظہار کیا۔

وہاں اخبارات کی نمائندگی کے علاوہ مختلف قسم کے ریڈیو سٹیشن ہیں، جن کی طرف سے میر صاحب کو بار بار ٹیلیفون پر بلایا جاتا تھا کہ Running Commentary کرو اور بتاؤ کہ تقریب میں کیا ہو رہا ہے؟ کون کون آئے ہیں؟ کیا مقصد ہے؟ اور کہتے تھے کہ آپ فون پر جو باتیں کہہ رہے ہیں، یہ براہ راست نشر ہو رہی ہیں۔ چنانچہ اسی دوران پانچ، چھ مرتبہ میر صاحب کو بار بار توجہ دینی پڑی۔ اور کئی ریڈیو سٹیشنز نے ان کا Interview Live نشر کیا۔ اور ریڈیو اور ٹیلی وژن، جو ہم سے خبریں لے کر گئے، وہ انہوں نے بہر حال بعد میں نشر کرنی تھیں، لائیو پروگرام یہاں سے ممکن نہیں تھا۔ اخبارات کی Response بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت اچھی تھی۔ کیونکہ جو اخبار میر صاحب نے دکھایا تھا، اس میں خدا کے فضل سے بہت ہی اچھا Coverage تھا۔ لیکن وہ بتا رہے تھے کہ بعد میں ہم اکٹھا کر کے انشاء اللہ تراجم کر کے بھجیں گے۔

غرناطہ میں جو تقریب تھی ، یہ عوامی دعوت کی تقریب نہیں تھی ۔ کیونکہ ان کو تاکید کی گئی تھی کہ ہوٹل میں یہاں کے دانشوروں کو بلایا جائے اور یونیورسٹیوں کے نمائندہ، شاعر اور آرٹسٹ اور ہر قسم کے طلبہ اور دیگر دانشور جو کہلاتے ہیں، زیادہ تر ان لوگوں کو بلایا جائے تا کہ ان کو اسلام کے متعلق سوال و جواب کا موقع ملے۔ چنانچہ خدا کے فضل سے یہ تقریب بھی بڑی بھر پور رہی۔ اس میں تو اتنی دیر لگ گئی کہ جو چائے کا وقت تھا، وہ گزر کر کھانے کے وقت میں تبدیل ہو گیا اور پھر بھی ابھی سوال باقی تھے۔ پھر میں نے ان سے کہا کہ اب ہم مجبور ہیں، بعض دوست بیچاروں کو جانا ہو گا، اس لئے چائے پہ چلتے ہیں۔ چنانچہ چائے یا کافی کے بعد چونکہ بعض دوستوں کو طلب تھی، اس لئے میں نے ان سے دوبارہ کہہ دیا کہ اگر کوئی دوست ٹھہرنا چاہتے ہیں، ان میں سے کسی کے سوال رہ گئے ہیں تو وہ بے شک دوبارہ آجائیں۔ چنانچہ بہت سے دانشوران میں سے تشریف لے آئے۔ اور انہوں نے ایک شکوہ کیا کہ آپ نے بیچ میں اخباری نمائندوں کو اور ریڈیو کے نمائندوں کیوں بلالیا؟ ان کی وجہ سے ہماری مجلس جس طرح ہم چاہتے تھے، جم نہیں سکی۔ ان کو اپنے کاموں میں جلدی ہوتی ہے، ان کے سوال اور قسم کے ہوتے ہیں۔ ہم تو بڑی سنجیدگی کے ساتھ آپ سے مختلف گہرے مضامین پر آپ سے سوال کرنا چاہتے تھے۔

چنانچہ ان میں ایک شاعر بھی تھے، جن کے متعلق ایک دوسرے سپینش شاعر نے جو خود بھی تشریف لائے ہوئے تھے، بتایا کہ اس وقت یہ سپین کے بہترین شاعر ہیں۔ سارے سپین میں صرف اندلس کے نہیں بلکہ چوٹی کا کلام کہنے والے اور بہت ہی گہرا اثر رکھنے والے، تمام بڑی تقریبات میں ان کو خصوصیت سے دعوت دی جاتی ہے۔ وہ بھی اور بعض دوسرے دانشور اور یونیورسٹیوں کے طالب علم وہاں بیٹھ گئے۔ اور یہ مجلس بھی رات تقریباً ساڑھے گیارہ بجے تک یا بارہ بجے تک چلتی رہی۔ صبح دوسرے دن چونکہ ہم نے جانا بھی تھا، جو دوست بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے خود بھی کھانا کھانا تھا، اس لئے آخر پر پھر ان سے اجازت لینی پڑی۔ لیکن ان کے سوالات سے اندازہ ہوا کہ اس وقت باقی یورپ کی طرح سپین میں بھی دہریت عام ہو رہی ہے۔ اور مذہب کا جو پہلے خیال تھا، کھوکھلا سا ایک تصور تھا، اب وہ تصور بھی ٹوٹ رہا ہے۔

چنانچہ جب میں ایک موقع پر وہاں پیدرو آباد میں مجھ سے یہ سوال کیا گیا کہ آپ کے نزدیک Roman Catholicism اور اسلام میں سے کون جیتے گا؟ کس کا مستقبل ہے؟ تو میں نے ان کو یہ جواب دیا کہ جہاں تک Roman Catholicism کا تعلق ہے، وہ تو مر چکا ہے۔ کیونکہ Roman Catholicism اگر کامیاب ہوا ہوتا تو تمہاری قوم دہریہ نہ ہو رہی ہوتی۔ اگر Roman Catholicism کامیاب ہوا ہوتا تو

ایسی عام بغاوت تمہارے معاشرہ کے خلاف اور تمہاری فلاسفی کے خلاف نظر نہ آتی، جو اس وقت نظر آ رہی ہے۔تو Roman Catholicism کا تو مقابلے کا سوال نہیں۔کیونکہ وہ تو تجربہ سے ثابت ہو گیا ہے کہ ناکام ہو چکا ہے۔اور جہاں تک اسلام کا تعلق ہے تو اس کے بارہ میں ہم تمہیں بتاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے کیوں کامیاب ہوگا؟ یہ عمومی تأثر تھا، جو وہاں پیدرو آباد میں مجھ پر پڑا۔لیکن غرناطہ میں جا کہ چونکہ دانشور لوگ آئے ہوئے تھے، وہاں یہ محسوس ہوا کہ یہ تو بہت ہی گہرا زہر ہے، جو معاشرے میں پھیل چکا ہے۔اشتراکیت ہی نہیں، اشتراکیت کے سوا بھی خدا کے خلاف بغاوت، مذہب کے خلاف بغاوت اور ان سب قدروں کو پیچھے چھوڑ کر کسی نئی چیز کی تلاش۔اور یہ وہ چیز ہے، جو احمدیت کے سوا کوئی ان کو دے ہی نہیں سکتا۔ناممکن ہے۔اور کسی کے پاس ہے ہی نہیں۔

اور جس قسم کے سوال وہ کرتے ہیں، جو Orthodox Islam آج کل کہلاتا ہے۔Orthodox تو اصل میں ہم ہیں۔کیونکہ حضرت اقدس محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ ہی سے اسلام شروع ہوا اور سب سے Orthodox تو وہ زمانہ کہلانا چاہئے۔لیکن موجودہ اصطلاح میں جب Orthodox کہا جاتا ہے تو Medieval Islam مراد ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسلام مراد نہیں۔بیچ کی صدیوں میں جہاں اسلام میں تشدد پیدا ہوا یا جہاں اسلام میں بد قسمتی سے بعض جاہلانہ خیالات بھی آ گئے، بعض کم علم لوگوں نے اسلامی علوم پر قبضہ کرنے کی کوشش کی، اس زمانہ کو Medeival Islam سمجھا جاتا ہے۔اور اسی کا نام آج کل Orthodox Islam ہے۔تو Orthodox Islam کے پاس سارے نمائندے آپ جانتے کہ کس قسم کے علماء ہیں۔ان کے پاس تو ان سوالات کا کوئی جواب نہیں۔ان کو تو خود ان سوالوں کا ہی علم نہیں۔ان کی سوچ کی جو نہج ہے، وہ بالکل مختلف سمتوں میں جا رہی ہے۔

ایک دانشور کو قرآن اور حدیث سے مطمئن کرنا، یہ وہ معجزہ ہے، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کا معجزہ ہے۔اور بڑے سے بڑے عالم اور بڑے سے بڑے فلسفی کے سامنے بھی ایک احمدی نہ صرف یہ کہ عاجز نہیں آ سکتا بلکہ اپنی برتری کو یوں محسوس کرتا ہے، جیسے وہ بلند منزل سے نیچے کسی چیز کو دیکھ رہا ہو۔احمدیت کے علم کلام میں اتنا یقین اور اتنی قوت ہے کہ اس کو جب آپ بیان کرتے ہیں تو دلوں میں داخل ہوتا ہوا نظر آ رہا ہوتا ہے۔اور کبھی ایسا نہیں ہوا، الا ماشاء اللہ اتفاق سے ہزار میں سے کبھی ایک ضدی نکل آئے تو وہ اور بات ہے، ورنہ کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ شدت سے سوال کرنے والا پوری شدت اور غصے اور جذبہ سے سوال کرے اور پھر پوری شدت اور جذبہ کے ساتھ بعد میں تائید نہ کرے۔سر ہلا ہلا کر بھی اور

خوشی کے ویسے اظہار سے، ہر رنگ میں ان کی کیفیت بدل جاتی ہے، اسلامی تصورات کے لئے ان کی آنکھوں میں محبت پیدا ہو جاتی ہے۔

چنانچہ غرناطہ میں بھی یہی نظر آیا۔لیکن اس میں ابھی بہت کام ہے۔اتنا وسیع کام کرنے والا ہے کہ جس کی وجہ سے طبیعت پر بہت ہی افسردگی کہنا چاہئے یا احساس غم اور دکھ کا کہ ہم کس طرح یہ کریں گے؟ اور ہم کیا کریں؟ اور کتنی جلد ہونا چاہئے؟ اور ہم کیا کر سکتے ہیں؟ اپنی بے بضاعتی کی طرف توجہ اور کام کی شدت اور اس کی وسعت اور زمانے کی رفتار اور پھر اپنے پاس جو کچھ ہے۔کس قسم کے ہمیں آدمی چاہئیں، کس قدر وسیع رابطہ ہمیں کرنے کی ضرورت ہے۔بے شمار ایسے موازنے تھے، جو ذہن میں ابھرتے تھے اور طبیعت کو شدید طور پر بے چین کر دیتے تھے۔چنانچہ میں نے وہاں غور کیا تو اب یہ نتیجہ نکالا ہے کہ واقفین عارضی، جس طرح جا کر وہاں کام کرتے ہیں، اس وقت ویسے کام کی ضرورت نہیں ہے۔محض آپ علاقے میں پھر کر اشتہار تقسیم کر دیں اور اس کے بعد پھر دوسرا واقف زندگی کسی اور جگہ جائے اور پھر وہ کچھ لوگوں میں اشتہار تقسیم کر جائے۔اس کا ضرور لطف آتا ہے اور اس طرح ایک دفعہ پیغام بھی پہنچ جاتا ہے لیکن اس کے نتیجہ میں اہل سپین سے گہرا رابطہ قائم ہو جائے، یہ بات درست نہیں ہے۔

جہاں تک وسیع پیمانے پر Publicity کا تعلق ہے، وہ تو خدا کے فضل سے پہلے ہی ہمیں وہاں مل رہی ہے۔ریڈیو کے ذریعہ، ٹیلی وژن کے ذریعہ اور اخبارات کے ذریعہ۔میر صاحب اس معاملہ میں بڑے ماہر ہیں اور انہوں نے بڑا وسیع رابطہ رکھا ہوا ہے۔ان کے آنے سے پہلے بھی ہمارے مولوی کرم الٰہی صاحب ظفر نے بھی ایسے نامساعد حالات میں جبکہ کچھ بھی ان کے پاس نہیں تھا، انہوں نے بھی یہ رابطہ بڑی عمدگی کے ساتھ قائم کیا۔ان کے بڑے نیک اثرات تھے، جو ہم نے افتتاح کے وقت محسوس کئے۔تو دونوں مبلغ اس فن کے ماہر ہیں۔اور اسلام کی آواز مختلف ذرائع سے وسیع پیمانے پر اس قوم تک پہنچ رہی ہے۔لیکن اس سے تبدیلی پیدا نہیں ہوسکتی، اس سے صرف ہماری موجودگی کا احساس پیدا ہو سکتا ہے۔اس وقت ضرورت ہے کہ اس رنگ میں وہاں کام کیا جائے اور مبلغین کو بھی میں نے سمجھایا ہے کہ دانشوروں سے رابطہ اور اپنے احمدی دوستوں کے ذریعہ مجالس کا انعقاد، جہاں مبلغ جائے اور سوال وجواب کی مجالس لگائے اور ذاتی رابطہ ہو، جو کھویا نہ جائے۔بار بار ان سے ملاقاتیں ہوں اور ان کو بار بار سمجھایا جائے۔اس طرح محنت کے ساتھ ایک ایک بیج بونے کی ضرورت ہے۔یہ نہیں کہ گزرتے ہوئے ہواؤں میں آپ چھٹا دے دیں اور پھر بھول جائیں کہ اس بیج کا کیا بنا؟ وہ زمین میں داخل بھی ہوا کہ نہیں؟ اور اگر ہوا بھی تھا تو جڑیں نکل بھی آئیں تو اس میں روئیدگی جو

پیدا ہوئی، اس کی آبیاری کس نے کی؟ جانور تو نہیں چر گئے، اگر آبیاری کسی نے کی بھی تھی۔ بے شمار ایسے مسائل ہیں جو نباتاتی مسائل ہیں لیکن روحانی دنیا پر بھی اطلاق پاتے ہیں۔

اس لئے اب تو ضرورت ہے کہ ایک ایک درخت کاشت ہو اور اس کی حفاظت کی جائے۔ مسلسل اس سے رابطہ رہے۔ اور اس وجہ سے مجھے اب اس وقف عارضی کے پروگرام کو بدلنا پڑے گا۔ اب تو ہمیں ایسے واقفین کی ضرورت ہے، جو جا کے کسی ایک جگہ ٹھہر کے ذاتی دوستیاں بنائیں اور پھر وہاں ٹھہرے رہیں اور تعلقات بنائیں۔ پھر ان کو اپنے پاس آنے کی دعوت دیں۔ ذہانت کے ساتھ مطالعہ کریں کہ کون سے لوگ ہیں، جن میں اس قدر سنجیدگی پائی جاتی ہے کہ وہ مذہب کا مطالعہ کریں؟ ان کے خیالات کو Excite کریں، ان کو روحانیت کا پیغام دیں، ان کے لئے دعائیں کریں۔ اور ان کے اندر دعا کی طلب پیدا کریں اور ان کو بتائیں کہ ہمارا ایک خدا ہے۔ یہی آج اس قوم کے دل کی آواز ہے کہ اگر خدا ہے تو کہاں ہے؟ اور وہ کیوں ہم سے رابطہ نہیں رکھتا؟ تو ذاتی رابطہ اور بہت سنجیدگی کے ساتھ تعلقات کو آگے بڑھانا، پھر جلد از جلد خدا کی طرف لے کے آنا اور اس سلسلہ میں دعاؤں پر زور دے کر ان پر ثابت کرنا کہ روحانیت کوئی فرضی چیز نہیں ہے بلکہ زندہ حقیقتوں میں سے ایک زندہ حقیقت ہے۔ اور ان کو یہ بتانا کہ دیکھو دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ ہم تمہارے ساتھ چلتے ہیں، تمہیں دکھاتے ہیں کہ وہ کون سا خدا ہے، جس نے ہم سے رابطہ کیا ہے؟ اس قسم کے واقفین ہیں، جو وہاں کامیاب ہو سکیں گے۔ اور اسی نہج پر آئندہ سپین میں کام کرنا چاہئے۔ ورنہ تو سپین کی باہر کی دنیا ایک بالکل مردہ دنیا ہے۔

وہاں غرناطہ میں جب وہ سوال کر رہے تھے تو مجھے خیال آیا کہ بالکل یوں معلوم ہوتا ہے کہ بے بصیرت لوگ ہیں، جن کو روشنی کے ہوتے ہوئے بھی پوری طرح اندھیرا دکھائی دے رہا ہے۔ یعنی خدا کا وجود جو ہر ذرہ سے ظاہر ہوتا ہے اور کائنات کے ذرہ ذرہ میں بول رہا ہے، نہ اس کی آواز کو ان کے کان سن سکتے ہیں، نہ اس نور کو وہ کسی پہلو سے بھی دیکھ سکتے ہیں، کلیۃً ایک خلا محسوس ہو رہا ہے۔ اور جس خدا پر وہ ایمان لا رہے ہیں، وہ بھی ایک قدیم زمانہ کا خدا ہے۔ جو ماضی میں سینکڑوں، ہزاروں سال پیچھے رہ چکا ہے۔ زندہ قدم بقدم ساتھ چلنے والا اور سہارا دینے والا، آئندہ کی راہ دکھانے والا، آئندہ کی امیدیں پیدا کرنے والا ایسا کوئی خدا ان کو معلوم نہیں۔ اس لئے یہ ایک مرکزی حقیقت ہے، جس پر زور دے کر ایسے ملکوں میں تبلیغ کامیاب ہو سکے گی۔ اس لئے آئندہ اسی نہج پر کام ہونا چاہئے۔

غرناطہ ہی میں، میں نے وہاں ایک مثال سنی، جو بڑی دلچسپ ہے، جو غرناطہ کے حسن کے متعلق بیان کی جاتی ہے۔ سپینش کہاوت ہے کہ غرناطہ کے اندھے یہ آواز دیتے ہیں کہ اے خاتون! کچھ راہ مولیٰ

مجھے خیرات دیتی جاؤ۔ کیونکہ غرناطہ کے اندھے سے زیادہ دنیا میں اور کوئی محروم اور قابل رحم چیز نہیں ہے۔ اتنا حسن! اور آنکھیں حسن کو دیکھنے سے عاری رہیں!! چنانچہ وہ مثال مجھے یاد آئی اور میں نے سوچا کہ ایک غرناطہ نہیں، اس وقت سارا اندلس سارا سپین اندھوں سے بھرا ہوا ہے، خدا کے نور سے ناآشنا ہیں۔ اصل حسن سے ناآشنا ہیں اور دیکھ نہیں سکتے۔ ان کی نہایت ہی قابل رحم حالت ہے۔ وہ، جوان کو اس حسن کی خیرات دینا چاہتے ہیں، وہ خیرات لینے سے بھی انکار کر رہے ہیں۔ اسے لینے کے لئے ان کے ہاتھ آگے نہیں بڑھتے۔ تب میری توجہ قرآن کریم کی اس آیت کی طرف منتقل ہوئی:۔

وَاِذَآ اَنۡعَمۡنَا عَلَى الۡاِنۡسَانِ اَعۡرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ

(بنی اسرائیل:84)

کس قدر حسرت کا مقام ہے کہ جب ہم نعمت دیتے ہیں انسان کو، **اعرض ونابجانبہ** وہ منہ موڑ لیتا ہے اور پہلو تہی کرتا ہے۔ اور انکار کر دیتا ہے، اس کو قبول کرنے سے۔

اس وقت یورپ کے اندھے تو غرناطہ کے اندھے بنے ہوئے ہیں۔ قابل رحم تو ہیں لیکن لینے کی کوئی طلب نہیں ہے۔ واقفین عارضی کو وہ طلب بھی پیدا کرنی پڑے گی۔ ان کو یہ بینائی بھی دینی پڑے گی کہ تم محروم ہو اور ہم نہ صرف حسن لے کر آئے ہیں بلکہ تمہیں یہ بتانے بھی آئے ہیں کہ یہ حسن ہے اور تم اس سے محروم بیٹھے ہوئے ہو۔ یہ دو کام ہیں۔ آپ کا ایک کام نہیں رہا، آپ نے یہ خیرات ان کی جھولی میں ڈالنی بھی ہے اور اس خیرات کے لئے طلب بھی پیدا کرنی ہے۔ اس کے لئے آپ کو خود حسین ہونا پڑے گا۔ ان صفات سے مزین ہونا پڑے گا، جو نہ صرف یہ کہ حسن کی جاذبیت رکھتی ہیں بلکہ حسن کی جاذبیت کو دیکھنے والی آنکھ پیدا کر سکتی ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کے حسن میں یہ دونوں صفات پائی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حسن کا یہ کمال ہے کہ وہ اندھوں کو پہلے بینائی بخشتا ہے اور پھر اس بینائی کے سامنے اپنا جلوہ دکھاتا ہے۔ چنانچہ

وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى

(الضحیٰ:08)

میں ایک یہ بھی فلسفہ بیان فرمایا گیا ہے کہ تجھے تو ہم نے بھٹکتا ہوا پایا تھا، ہم نے تجھے ہدایت دی۔ یعنی اپنی طرف آنے کے لئے ہم نے ہی سب کچھ تمہیں عطا کیا تھا۔ آغاز میں جو طلب پیدا کی، وہ بھی ہم نے پیدا کی، دیکھنے کی توفیق بھی ہم نے بخشی، پھر جلوہ بھی ہم نے دکھایا۔ تو کلیۃً ہدایت کے سارے مراحل کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ پر عائد ہوتی ہے۔ اس لئے اہل سپین کے اندھوں کو اگر آپ نے جا کر اسلام کی طرف مائل کرنا ہے تو حسن بھی بخشنا ہے اور حسن کی آنکھ بھی عطا کرنی ہے۔ اس کے لئے آپ کو صفات باری تعالیٰ سے مزین ہونا چاہئے۔

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا
(حٰمٓ السجدة:34)

آپ حسین ہو جائیں گے، سب سے زیادہ حسین قول کہنے والے بنیں گے، مگر اس وقت جبکہ اللہ کی طرف بلائیں اور اللہ کے رنگ اختیار کر کے اس کی طرف بلائیں۔ عمل صالحا کا یہی مطلب ہے کہ صرف اللہ کی طرف ہی نہ بلاؤ بلکہ اللہ کے رنگ اختیار کر کے پھر اللہ کی طرف ہی بلاؤ۔ یہ بہت بڑی ذمہ داری ہے اور میں امید رکھتا ہوں کہ آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ اہل سپین کو اسلام کی طرف بلانے کے لئے یہ نیا لائحہ عمل بہت بہتر اور مفید ثابت ہوگا۔

سپین میں اس دفعہ ایک اور نیا تجربہ ہوا، جو بہت ہی دکھ والا بھی تھا لیکن اس کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ نے خاص دعاؤں کی بھی توفیق بخشی۔ سفر کے دوران ایک ایسا خیال ہمارے ساتھی مکرم منصور احمد خان صاحب کو آیا، جس کا پہلے کم سے کم مجھے خیال نہیں آیا تھا۔ وہ ہمارے وکیل التبشیر بھی ہیں اور سفر کے دوران پرائیویٹ سیکرٹری بھی وہی تھے اور میرے ڈرائیور بھی وہی تھے۔ یہ تینوں کام خدا کے فضل سے انہوں نے بڑی ہمت سے کئے ہیں۔ تو انہوں نے سفر کے دوران یہ بتایا کہ میں سوچ رہا ہوں کہ یہاں اتنے مسلمان بستے رہے ہیں، آٹھ سو سال تک آباد رہے ہیں، ان کا مقبرہ کبھی نہیں دیکھا۔ عمارتیں تو نظر آرہی ہیں لیکن کہیں کسی مقبرے کا کوئی نشان نہیں ملتا۔ اس وقت مجھے توجہ پیدا ہوئی اور میں نے کہا: واقعۃً جب پچھلی دفعہ بھی جب ہم یہاں آئے تھے اور اس سے پہلے بھی جب میں اکیلا سپین آیا تھا تو اس وقت بھی سارے سفر کے دوران کہیں بھی سپین میں مسلمانوں کا کوئی مقبرہ کہیں نظر نہیں آیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ خیال ان کے دل میں اللہ تعالیٰ نے خاص مقصد کے لئے ڈالا تھا کیونکہ دوسرے دن غرناطہ پہنچ کر جب ہم صبح کی سیر کے لئے نکلے تو تجویز یہ کیا گیا کہ اسی جگہ جہاں غرناطہ کا الحمراء پیلس (Palace) ہے، اس کے علاوہ بعض اور بھی ہیں، وہ اس وقت چونکہ بند ہوگا، اس لئے اس پہاڑی کی چوٹی وہاں سے سارے اندلس کا منظر دور دور تک نظر آتا ہے اور غرناطہ کے تو سارے پہلو ہر طرف سے بڑے صاف، واضح دکھائی دیتے ہیں۔ چنانچہ ہم نے یہی فیصلہ کیا کہ اس پہاڑی کی چوٹی پر چلتے ہیں۔

عموماً جتنے بھی مسافر ہیں یا زیارت کرنے والے ان کو الحمراء اتنے زور کے ساتھ اپنی طرف کھینچ لیتا ہے کہ اس سے آگے پہاڑی پر جانے کا کسی کو خیال ہی نہیں آتا۔ بہر حال چونکہ سیر کی عادت تھی، اس لئے اس تجویز کو میں نے بڑا پسند کیا اور ہم اس پہاڑی کی چوٹی پر جانے لگے تو تقریباً دو تہائی فاصلہ طے کرنے کے بعد

اچانک میرے ساتھی ڈاکٹر منصور الٰہی صاحب نے بتایا کہ یہاں ایک قبرستان ہے۔ اور یہ مسلمانوں کا ایک ہی قبرستان ہے، جو آج تک باقی ہے۔ چنانچہ میں نے دائیں طرف نظر ڈالی تو ابھی تک اس کے اوپر قبرستان کے متعلق عبارت لکھی ہوئی تھی اور اندر جا کر ہم نے دیکھا تو اکثر قبریں بالکل گڑھے بن چکی تھیں۔ جس طرح اندھی آنکھیں ہوتی ہیں، ان میں آنکھ کا ڈھیلا نہ ہو۔ اس قسم کی ان قبروں کی شکلیں تھیں۔ اور وہ قبریں بڑی ہی دردناک حالت میں تھیں۔ وہ بہت وسیع علاقہ ہے۔ وہ پہاڑی کا، ایک چھوٹی سی پہاڑی ہے، جو تمام کی تمام کسی زمانے میں غرناطہ کے مسلمانوں کے لئے قبرستان کے طور پر استعمال ہوتی تھی۔ وہاں کوئی کتبہ باقی نہیں ہے۔ صرف پتھروں کے کچھ نشان اور کچھ قبروں کے گڑھے ہیں۔ بعض جگہ لوگوں نے تھوڑی سی مٹی ڈال کر اس کو برابر کیا ہوا ہے۔ اور چند قبریں ہیں، جو تازہ ہیں۔ مگر اکثر قبریں بڑی پرانی ہیں۔

وہاں دعا کے وقت ایک خاص کیفیت دل میں پیدا ہوئی۔ اور ذہن پرانی ماضی کی تاریخ میں چلا گیا۔ نہیں کہہ سکتا تھا، میرے لئے معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا کہ ان میں سے اولین دور کے غازی کون سے ہیں؟ اور آخری دور کے وہ بدقسمت کون ہیں، جنہیں اپنے ہاتھوں سے سپین کو غیروں کے سپرد کرنا پڑا؟ مگر یہ مجھے محسوس ہوا کہ اس مٹی میں دونوں خون ملے ہوئے ہیں۔ ان غازیوں کا بھی خون ہے، جنہوں نے خون دے کر اسلام کی عظمتوں کے لئے ایک عظیم الشان سلطنت قائم کی اور ان محروموں کا خون بھی اس میں ملا ہوا ہے، جو بدقسمتی سے ایسے زمانے میں داخل ہوئے کہ جب وہ اپنی وراثت کی حفاظت بھی نہیں کر سکتے تھے۔ اس عظیم الشان غازیوں نے ورثے میں جو دولتیں عطا کیں، ان کی حفاظت کرنے کے بھی وہ اہل نہ رہے تھے۔ تو وہاں وہ قبرستان کیا تھا، وہاں سپین کا مشرق بھی تھا اور سپین کا مغرب بھی تھا۔ جہاں سے سورج طلوع ہوتا تھا، وہ جگہ بھی دکھائی دے رہی تھی اور جہاں سورج غروب ہو گیا تھا، وہ جگہ بھی دکھائی دے رہی تھی۔

اس وقت میں نے دعا کی کہ اے خدا! یہ لوگ تو مٹی ہو گئے، ان کے ظاہری بدن تو مٹی ہو گئے لیکن ان کی روحیں تیرے حضور زندہ ہیں۔ میری آواز براہ راست تو ان تک نہیں پہنچ سکتی لیکن میری آواز کو تو ان تک پہنچا سکتا ہے۔ اس لئے آج میں ان کو ایک پیغام دیتا ہوں تمام جماعت احمدیہ کی طرف سے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلیفہ کے حیثیت سے، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے یہ پیغام ان کو دیتا ہوں کو کہ اگرچہ تم مر گئے اور زیر زمین جا سوئے لیکن درحقیقت میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ تم نہیں بلکہ سارا سپین مر گیا۔ تم ہی زندگی کے نشان تھے، تم ہی وہ تھے، جو اس چمنستان کی زینت تھے، اس کی رونق تھے، تمہارے دم قدم سے سپین کی آبادیاں تھیں، تمہاری آوازوں کے ساتھ خدا کی تکبیر یہاں

بلند ہوا کرتی تھی، تمہاری پیشانیوں پہ وہ نور تھا، جو سجدہ کرنے والوں کی پیشانیوں کو عطا ہوا کرتا ہے۔ پس اگرچہ تم آج تہ خاک جا سوئے ہو اور تمہارے ظاہری وجود کا کوئی بھی نشان باقی نہیں۔ سوائے ان گڑھوں کے جو بے ڈھیلوں آنکھوں کی طرح بے نور گڑھے دکھائی دے رہے ہیں اور بظاہر یہ اسلام کی موت دکھائی دیتی ہے مگر میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ جس طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے معرفت کا یہ نکتہ بیان کیا تھا کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دو موتیں جمع نہیں ہوسکتیں، آپ کے ماننے والوں پر بھی دو موتیں جمع نہیں ہوسکتیں۔ ان کے جسم تو مر سکتے ہیں مگر ان کے دین کو نہیں مرنے دیا جائے گا۔ پس میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ ساری جماعت احمدیہ اس بات کا عہد کر رہی ہے اور اس عہد کو ہمیشہ نبھاتی رہے گی کہ جب تک اسلام دوبارہ سپین میں اسی شان کے ساتھ دوبارہ زندہ نہ ہو بلکہ اس سے بڑھ کر شان کے ساتھ دوبارہ زندہ نہ ہو، جس طرح پہلی بار سپین میں زندہ ہوا تھا، ہم چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ ہم مسلسل جدوجہد کرتے رہیں گے، ہم مسلسل کوشش کرتے رہیں گے۔ ہم تو اس آقا کے غلام ہیں، جس نے بیابان میں یہ عجیب ماجرا دکھایا تھا کہ صدیوں کے مردوں کو، ہزاروں سال کے مردوں کو دوبارہ زندہ کر دیا تھا۔ وہ مردے الٰہی رنگ پکڑ گئے تھے۔ آج بھی حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی شان احیائے موتیٰ کے صدقے اور آپ ہی کے طفیل ہم اس مردہ سپین کو دوبارہ زندہ کریں گے۔

پس ہمارا انتقام تو وہی ہے، جو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتقام تھا، اس عفو کے شہزادے کا انتقام تھا۔ جو آپ پر موت برسانے کی کوشش کرتے تھے، آپ انہیں زندگی عطا کرتے تھے۔ پس اے اسلام کے نام پر مارے جانے والو! ہم تمہاری خاطر، تمہاری ہی طرف سے سارے سپین میں زندگی کا پانی بکھیریں گے۔ ان مردوں کو جو بظاہر سطح زمین پر بس رہے ہیں اور درحقیقت قبرستان کا منظر پیش کر رہے ہیں، ان کو ہم زندہ کریں گے اور ان میں دوبارہ اسلام کی روح کو دوڑتا ہوا اور پنپتا ہوا دیکھیں گے، انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور سپین سے انشاء اللہ ساری دنیا کے لئے اسلام کے مبلغ نکلیں گے۔ اور ساری دنیا میں سپینش مسلمان اسلام کا جھنڈا بلند کرنے کے لئے عظیم الشان قربانیاں دینے لگے گا۔ یہ ہمارا مقصد اور مدعا ہے۔ اور میں عہد کرتا ہوں، اے خدا! تو ہمیں توفیق عطا فرما، ہم اس عہد کو پورا کرنے والے ہوں کہ اس قبرستان کو جو ظاہری مسلمانوں کا قبرستان ہے، سارے سپین کے لئے زندگی کا سرچشمہ بنادیں گے۔ آج اس قبرستان نے جو میرے دل کو زخمی کیا ہے اور جو میری روح کو چرکے لگائے ہیں، اے خدا! اس سے ایسے خون کی آبشار نکال، ایسے خون کے سوتے نکال، جو سارے سپین کو تروتازہ کر دیں اور اسلام کا نیا

رنگ بھر دیں اور تیری محبت کا نیا رنگ بھر دیں۔ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام یہاں پیدا ہوں۔ اور صرف غلام نہیں، اس شان کے غلام پیدا ہوں کہ وہ اسلام کے لئے ساری دنیا میں قربانیاں دینے لگیں۔ اور مجھے یہ خیال آیا اور میں عہد کرتا ہوں کہ ہم یہ کوشش جاری رکھیں گے۔ اور یہ کوشش کریں کہ انشاء اللہ تعالیٰ بالآخر تمام دنیا کے ہر خطے میں سپینش مبلغ بھجوائیں گے، جو وہاں جا کر اسلام کی تبلیغ کریں۔ یہی انتقام تھا، جو ہم اس قوم سے لے سکتے تھے۔ اور یہی وہ انتقام ہے، جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں کو زیب دیتا ہے۔ اور میں آپ کو یہ اس لئے بتا رہا ہوں کہ جب میں آپ کی طرف سے یہ عہد کر چکا ہوں تو آپ نے اس عہد کو نبھانے میں ہر ممکن میری مدد کرنی ہے۔ انشاء اللہ میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ صرف میرے دل کی آواز نہیں بلکہ ہر احمدی کے دل کی یہ آواز تھی۔ اگر آپ دعاؤں کے ذریعے اپنے اس عہد کو قائم اور زندہ رکھنے کے لئے خدا سے التجائیں کریں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ یہ عہد ہمیشہ زندہ رہے گا اور اس کے عظیم الشان پھل ہمیں بھی عطا ہوتے رہیں گے اور اہل دنیا کو بھی عطا ہوتے رہیں گے''۔

(مطبوعہ خطبات طاہر جلد 04 صفحہ 831 تا 847)

# دعا کریں کہ خدا تعالیٰ کے فضلوں کو ہم جذب کر سکیں اور کما حقہ شکر ادا کر سکیں

## خطاب فرمودہ 21 اکتوبر 1985ء

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی حالیہ دورہ یورپ سے کامیاب مراجعت پر مجلس خدام الاحمدیہ یوکے نے ایک استقبالیہ تقریب کا انعقاد کیا۔ اس موقع پر حضور نے انگریزی زبان میں جو خطاب فرمایا، اس کا خلاصہ درج ذیل ہے:۔

حضور نے فرمایا:۔

''اس دورہ میں خدا تعالیٰ کے بے شمار فضلوں اور رحمتوں کا اس تھوڑے سے وقت میں ذکر کرنا، کسی طرح بھی ممکن نہیں''۔

فرمایا:۔

''سفر یورپ میں نازل ہونے والے افضال الٰہیہ تین قسم کے ہیں۔

اول: جو دیکھے گئے اور بیان بھی کیے جا چکے ہیں۔

دوم: جو دیکھے گئے اور لیکن ابھی بیان نہیں کیے گئے۔

اور سوم: وہ افضال الٰہیہ جن کا بیج بو دیا گیا ہے اور اس کے اعلیٰ نتائج مستقبل میں ظاہر ہوں گے۔ بعض جلد اور بعض بدیر''۔

فرمایا:۔

''میں چاہتا تھا کہ کچھ نہ کچھ آپ کو بتاؤں مگر وقت قلیل ہے''۔

ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ

''فرینکفورٹ میں ایک جرمن خاتون ملاقات کے لئے آئیں تو سب سے پہلے اپنے تھیلے سے ایک جرمن اخبار کا تراشہ نکال کر دریافت کرنے لگی کہ کیا یہ آپ کی تصویر اور آپ کا بیان ہے؟ اثبات میں جواب ملنے پر کہنے لگی کہ یہی بیان ہے، جو مجھے کھینچ لایا ہے''۔

فرمایا کہ

''اس قسم کے کئی واقعات ہوئے، جس سے میں اس یقینی نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اہل یورپ اسلام کی طرف غیر معمولی طور پر متوجہ ہو رہے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک اور تبدیلی یہ دیکھنے میں آئی کہ اہل عرب کے دلوں میں بھی اللہ تعالیٰ نے بہت زور کے ساتھ جماعت کی طرف توجہ پیدا کی ہے اور بڑی تیزی سے یہ لوگ اب جماعت میں شامل ہو رہے ہیں اور اپنے اخلاص اور قربانی میں بہت اعلیٰ نمونہ پیش کر رہے ہیں۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا غیر معمولی احسان ہے''۔

حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''اس سفر کا ایک اور اہم فائدہ یہ ہوا کہ مبلغین کے کام کو دیکھنے اور ان کی مدد کرنے کا موقع بھی ملا۔ تا کہ وہ اپنے فرائض پہلے سے بڑھ کر کامیابی کے ساتھ ادا کر سکیں۔ نیز جماعت کے رضا کار داعین الی اللہ سے ملنے اور ان کا کام دیکھنے کا بھی موقع ملا، جس سے بہت خوشی ہوئی''۔

حضور نے فرمایا:۔

''اس دورہ میں خدا تعالیٰ کی عطا کردہ برکتوں اور اس کے فضلوں اور اس کی تائید کے عظیم الشان جلوے ہم نے مشاہدہ کئے۔ اور اس کے فرمان

نَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَیۡہِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِیۡدِ

کے مطابق اسے اپنے بہت ہی قریب پایا۔ اتنے افضال ہیں کہ بعض تو ہم مشاہدہ کر سکے اور بعض مشاہدہ کئے مگر بتائے نہیں جا سکتے۔ اور بعض افضال ایسے ہوتے ہیں، جن کا مشاہدہ کرنا انسان کے بس میں نہیں ہوتا۔ بہر حال دعا کریں کہ ان فضلوں کو ہم جذب کر سکیں اور خدا تعالیٰ کا کماحقہٗ شکر ادا کر سکیں۔ کیونکہ وہ فرماتا ہے کہ

لَئِنۡ شَکَرۡتُمۡ لَاَزِیۡدَنَّکُمۡ

پس خدا تعالیٰ کے ان انعامات پر اس کا شکر ادا کریں، اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے''۔

آخر میں فرمایا کہ

''سب سے اہم بات جس کی طرف ساری جماعت کو توجہ کرنی چاہیے، وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر ادا کریں۔ کیونکہ

لَئِنۡ شَکَرۡتُمۡ لَاَزِیۡدَنَّکُمۡ

کے الٰہی ارشاد کے مطابق شکر کے نتیجہ میں ہی مزید افضال و انعامات ملتے ہیں''۔

فرمایا کہ
”شکر گزار بننے کا ایک تقاضا یہ ہے کہ ہم ان ذمہ داریوں کو اخلاص اور محنت کے ساتھ ادا کریں، جو ان افضال الٰہیہ کے نتیجہ میں ہم پر عائد ہوتی ہیں۔ پھر انشاء اللہ تعالیٰ جماعت ہر آن خدا تعالیٰ کے فضل سے آگے سے آگے بڑھتی چلی جائے گی“۔

(مطبوعہ ہفت روزہ النصر 25 اکتوبر 1985ء وضمیمہ ماہنامہ مصباح نومبر 1985ء)

# تحریک جدید للّٰہی قربانیوں میں ایک نمایاں امتیاز رکھتی ہے

## خطبہ جمعہ فرمودہ 25 اکتوبر 1985ء

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات کریمہ کی تلاوت کی:

وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۲۷۱﴾ اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۚ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۷۲﴾ لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۲۷۳﴾

(البقرة: 271 تا 273)

اور پھر فرمایا:

''یہ آیات، جن میں مالی قربانی کے متعلق ایک مبسوط اور مضبوط اور بہت گہرا اور وسیع مضمون بیان ہوا ہے، بار ہا جماعت کے سامنے پڑھی جاتی ہیں اور بار ہا احمدی اپنے طور پر بھی ان کی تلاوت کرتے ہیں۔ لیکن جتنی دفعہ بھی ان پر غور کیا جائے، اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ان آیات میں نئے مضامین بھی دکھائی دینے لگتے ہیں اور نیا ربط نظر آنے لگتا ہے۔

آج میں نے ان آیات کا انتخاب اس غرض سے کیا ہے کہ میں آج اللہ تعالیٰ کے فضل اور احسان اور اس کی دی ہوئی توفیق کے مطابق تحریک جدید کے باون ویں سال کے آغاز کا اعلان کرنے کے لئے کھڑا ہوا ہوں۔ اور چونکہ تحریک جدید للّٰہی قربانیوں میں ایک نمایاں امتیاز رکھتی ہے اور اس دور میں اس نے ایسی عظیم الشان مالی قربانیوں کی بنیاد ڈالی، جو مختلف شکلوں میں مزید شاخیں اور پھل اور پھول دیتی رہی اور اس تحریک سے اور نئی نئی تحریکیں بھی پیدا ہوئی اور مزید ہو رہی ہیں اور ہوتی چلی جائیں گی۔ اس لئے ضروری ہے کہ جب بھی تحریک جدید کا یا دیگر مالی تحریکوں کا آغاز کیا جائے تو قرآن کریم سے برکت حاصل کرنے کے لئے اور قرآن کریم کے مضامین سے استفادہ کرنے کے لئے بعض آیات کا انتخاب کر کے وہ جماعت کے سامنے پیش کی جائیں۔

یہ آیت

وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ ؕ وَ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ

اپنی ذات میں ایک مکمل مضمون بیان کر رہی ہے۔ اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بات ختم ہو گئی، اس کے بعد کسی اور مضمون کی ضرورت نہیں رہتی۔ مگر بقیہ آیات جب اس مضمون کو پھر آگے بڑھاتی ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ کئی ایسے گوشے تھے، جن کی وضاحت ضروری تھی۔ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ تم خرچ کرتے ہو، کسی قسم کا خرچ یا نذر مانتے ہو، کسی قسم کی بھی نذر فان اللہ یعلمہ. اللہ اسے جانتا ہے۔ مالی قربانی کرتے وقت خواہ وہ کسی رنگ کی ہو، تحفہ ہو یا صدقہ ہو یا دکھاوے کے لئے ہو، کسی غرض سے بھی خرچ کیا جائے، ہر خرچ کرنے والے کے سامنے ایک چہرہ ہوتا ہے، جس کی وہ رضا چاہتا ہے۔ دکھاوا کرنے والے بھی جب خرچ کرتے ہیں تو عوام کا چہرہ ان کے سامنے ہوتا ہے۔ بغیر دکھاوے کے اور بغیر ایسے مقصد کے، جس کے نتیجہ میں کوئی راضی ہو، کوئی انسان کوئی چیز خرچ نہیں کرتا۔ اپنے لئے بھی خرچ کرے تو خود جانتا ہے، اپنے بیوی بچوں کے لئے خرچ کرے تو اسے چین نہیں آسکتا، جب تک ان کو پتہ نہ چلے کہ خرچ کرنے والا کون ہے؟ اسی لئے پنجابی میں کہتے ہیں، سوئے ہوئے بچے کا منہ چومنے کا فائدہ کیا؟ اس کو پتہ نہیں چلتا کہ کون منہ چوم گیا۔ مائیں بھی چومتی ہیں تو ان کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ بچے کو معلوم ہو کہ کس نے اس کا منہ چوما ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سارے امکانات کا ذکر اس آیت میں کر کے فرمایا ہے کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہونے کی وجہ سے جو کچھ بھی خرچ کرتے ہو، اللہ کی خاطر خرچ کرتے ہو۔ اس لئے یہاں یہ سوال پیدا نہیں ہوتا کہ سوئے ہوئے بیٹے کا منہ چوم رہے ہو۔ بلکہ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک ہمہ وقت جاگنے والے آقا کے قدموں میں تم ایک نذر پیش کر رہے ہو۔ اور وہ ہر حال میں، ہر وقت نہ صرف تمہاری مالی قربانی کے ظاہر سے واقف ہے بلکہ اس کے پس پردہ جذبات سے بھی واقف ہے۔ نہ صرف یہ کہ نیتوں کے اچھے پہلوؤں سے واقف ہے بلکہ نیتوں کے بد پہلو سے بھی واقف ہے۔ اس لئے اس آیت میں جہاں ایک حوصلہ دلایا، ایک یقین دلایا کہ ہماری مالی قربانیاں کسی حالت میں بھی ضائع نہیں جا سکتیں، جس چہرے کی رضا کی خاطر ہم پیش کر رہے ہیں، اسے خوب خبر ہے، وہاں ایک انذار بھی فرما دیا کہ دنیا والوں کو تو تم دھوکا دے سکتے ہو، دنیا والوں کے لئے تو تم یہ کر سکتے ہو کہ خرچ کسی اور مقصد کے لئے کر رہے ہو اور داد طلبی کسی اور سے کر رہے ہو۔ بسا اوقات اپنا احسان جتا رہے ہو کسی اور شخص پر اور مقصد بالکل اور ہے۔ چنانچہ بڑے بڑے ریا کار ایسے ہیں، جو غرباء پر خرچ کرتے ہیں اور مقصد یہ ہے کہ قوم میں ان کی

ساکھ بیٹھے، قوم سمجھے کہ یہ ایک بہت ہی ہمدرد انسان ہے۔ بڑے بڑے دکھاوا کرنے والے ایسے امیر ہیں، جو ٹیلی ویژن کے سامنے جانے کی خاطر خرچ کرتے ہیں یا کسی حکومت کے سربراہ سے بعد میں فائدے حاصل کرنے کی خاطر خرچ کرتے ہیں۔ ایسے لوگ خرچ بظاہر نیک کام پر کر رہے ہوتے ہیں۔ داد طلبی کسی اور طرف سے ہے اور خرچ کا رخ کسی اور طرف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ساتھ ہی یہ بھی تنبیہ فرما دی کہ تمہیں ہمیشہ یہ بات پیش نظر رکھنی چاہئے کہ جس ذات کے نام پر تم خرچ کر رہے ہو، وہ تمہارے پس پردہ خیالات سے بھی واقف ہے۔ اس لئے اگر وہاں رخنہ ہوا تو وہ خرچ قبول نہیں کیا جائے گا۔

چنانچہ اس کے معاً بعد یہ فرمایا: **وماللظالمين من انصار**. اب بظاہر اس آیت کے پہلے ٹکڑے کا اس آیت کے دوسرے ٹکڑے سے کوئی تعلق نظر نہیں آتا۔ فرما رہا ہے کہ اگر تم خرچ کرو تو ہر حال میں نیک کاموں پر خرچ کرنے کی نیتیں باندھو۔ کیونکہ خدا تعالیٰ تمہارے اس خرچ کے ہر پہلو سے واقف ہے۔ اور ساتھ ہی فرما دیا کہ ظالموں کے لئے کوئی مددگار نہیں۔ خرچ کرنے والا تو اچھا ہوتا ہے، وہاں تو بظاہر محسنین کا ذکر آنا چاہئے تھا۔ یہ **وماللظالمين من انصار** کا کیا تعلق ہوا؟ جب ہم اس پہلو پر غور کرتے ہیں تو بہت ہی وسیع مضمون سامنے آتا ہے، جس کے پھر دو پہلو ہیں۔ اول: حسن کا پہلو یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے، جس پیغام کو دنیا کے سامنے پیش کیا اور **من انصاری الی اللہ** کی دعوت دی تو اس کے نتیجہ میں آپؐ کے لئے **انصاری الی اللہ** (الصّف:15) پیدا ہوئے، جو ظالموں کو نصیب نہیں ہو سکتے۔ اس سے پہلے سورۂ صف میں یہ مضمون بیان ہو چکا ہے:۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰٓى اِلَى الْاِسْلَامِ ؕ
(الصّف:08)

وہاں بھی ظالم کہہ کر بظاہر بات کی گئی ہے مگر نیکوں کی طرف سے ان پر لگنے والے الزاموں کا دفاع کیا گیا ہے۔ بتایا یہ گیا ہے کہ اگر کوئی ظالم ہو تو خدا تعالیٰ اس کی نصرت نہیں فرماتا، وہ ہلاک کر دیا جاتا ہے۔ جب کوئی خدا کی طرف سے دعویٰ پیش کر رہا ہو اور ہلاک نہ ہو رہا ہو اور اس کے انصار الی اللہ پیدا ہو جائیں، یہ اس بات کی علامت ہے کہ وہ ظالم نہیں۔ پس بظاہر نفی میں ذکر ہے مگر مضمون اس پہلو سے مثبت بن جاتا ہے۔ فرمایا: دیکھو، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم انفاق فی سبیل اللہ کی دعوت دیتے ہیں اور تم اس انفاق پر لبیک کہہ رہے ہو اور خدا خوب جانتا ہے کہ تم کس شان کے ساتھ لبیک کہہ رہے ہو اور تمہاری یہ ادائیں، تمہارے خدا کی راہ میں خرچ کرنے کا حسن، یہ ایسے حسین نظارے ہیں کہ جو انصار الی اللہ میں ہی نظر آیا

کرتے ہیں۔ کیونکہ ظالمین کو خدا تعالیٰ انصار الی اللہ عطا نہیں کیا کرتا۔ اس مضمون کو پھر اگلی آیتوں میں کھول کر بیان کیا کہ کن انصار کی بات ہو رہی ہے۔

واقع یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر خرچ کرنے والے پیدا ہوئے۔ لیکن شبہ پیدا ہو سکتا ہے کہ بعض غلط لوگوں کی غلط تحریکات پر بھی ان کے مددگار پیدا ہو جاتے ہیں اور حکومتیں بھی ان پر خرچ کرتی ہیں۔ پھر کچھ امراء بھی ایسے ہوتے ہیں، جو بد لوگوں پر بد ارادوں سے خرچ کرتے ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دونوں کی کیا پہچان ہوگئی؟ جب صورت یہ ہے کہ اس شخص کی آواز پر خرچ کرنے والے تو انصار ہیں، جو ظالموں کو نصیب نہیں ہوتے۔ اور دوسری آوازوں پر خرچ کرنے والے انصار نہیں ہیں تو پھر لازماً ان دونوں قسم کے خرچ کرنے والوں کے مابین تمیز ہونی چاہئے۔ اس لئے اگلی آیت اس مضمون کو کھولتی چلی جارہی ہے۔ یہ آیات خرچ کرنے والوں میں اتنا بین فرق کر دیتی ہیں کہ جو انصار الی اللہ ہوتے ہیں، ان میں اور بد ارادوں کے ساتھ بد مقاصد کے لئے خرچ کرنے والوں میں تمیز نمایاں ہو کر سامنے آجاتی ہے۔ فرمایا:۔

اِنۡ تُبۡدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۚ وَاِنۡ تُخۡفُوۡهَا وَتُؤۡتُوۡهَا الۡفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيۡرٌ لَّكُمۡ ؕ وَيُكَفِّرُ عَنۡكُمۡ مِّنۡ سَيِّاٰتِكُمۡ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِيۡرٌ ﴿۲۷۲﴾

اب یہ مضمون پہلی آیات کے مضمون کو دو طرح سے کھول رہا ہے۔ ایسا حسین ربط ہے کہ انسان قرآن کریم کے انداز بیان کو حیرت سے دیکھتا ہے۔ اس آیت کا پہلا ٹکڑا جو ہے، وہ پہلے حصہ سے تعلق رکھتا ہے۔ جو یہ ہے،

وَمَآ اَنۡفَقۡتُمۡ مِّنۡ نَّفَقَةٍ اَوۡ نَذَرۡتُمۡ مِّنۡ نَّذۡرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعۡلَمُهٗ ؕ وَمَا

اور دوسرا حصہ انصار الی اللہ کے مضمون کو کھولتا ہے۔ یعنی جب وہ خرچ کرتے ہیں تو اس کا کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ فرمایا: ان تبدوا الصدقات اگر تم صدقات ظاہر کر دو، خدا کی راہ میں جو خرچ کرتے ہو، اسے کھول دو، فنعما ھی یہ بھی بہت اچھی بات ہے۔

وَاِنۡ تُخۡفُوۡهَا وَتُؤۡتُوۡهَا الۡفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيۡرٌ لَّكُمۡ

اگر تم ان کو چھپاؤ اور فقراء کو دے دو تو یہ بھی تمہارے لئے ٹھیک ہے۔

اس مضمون کی وضاحت کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ پہلی آیت میں تو یہ بیان فرما دیا تھا کہ اللہ کو علم ہے۔ اور جس کی خاطر تم خرچ کر رہے ہو، جب اس کو علم ہو گیا تو بات پوری ہوگئی، مضمون مکمل ہو

گیا۔ اس کے بعد مزید ظاہر کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ انسان کے دل میں یہ خیال آسکتا ہے کہ نیکی تو صرف یہ ہے کہ اس طرح لِلّٰہ خرچ کروں کہ کسی دوسرے کو کسی قیمت پر بھی اس کا علم نہ ہو، اس کے بغیر میرا انفاق قبول نہیں ہوگا۔ یہ ایک وہمہ دل میں پیدا ہو سکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم صدقات کو ظاہر کرو، **فنعماھی**، یہ بھی بہت عمدہ بات ہے۔

''ظاہر کرو'' کے مضمون کا تعلق زیادہ تر قومی چندوں سے ہے، قومی انفاقات سے ہے۔ کیونکہ جب آپ قومی طور پر مالی قربانیوں میں حصہ لیتے ہیں تو معاملہ چھپ سکتا ہی نہیں۔ اس کا اظہار کے ساتھ ایک ایسا ربط ہے، ایک ایسا گہرا تعلق ہے کہ وہ ٹوٹ نہیں سکتا۔ خدا تعالیٰ کو براہ راست تو آپ کوئی چندہ نہیں دے سکتے۔ ایک جماعتی نظام کے طور پر ہی دیتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب خدا اور بندے کے درمیان بطور رابطہ کے موجود تھے تو صحابہؓ کے لئے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں اپنی قربانیوں کو لا ڈالنے کے سوا چارہ نہیں تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما اور دیگر قربانی کرنے والے اپنی مالی قربانی کو بعض دفعہ غیروں سے چھپانے کی کوشش میں اسے براہ راست آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا کرتے تھے۔ وہاں سے پھر ان کی اس قربانی کو شہرت مل جاتی تھی۔ ان کی قربانی کو ظاہر کرنے سے غرض یہ ہوتی تھی کہ تا دوسرے ان کا تتبع کریں۔ قومی قربانیوں کا ان کے اظہار کے ساتھ ایک گہرا ربط ہے۔ یہ ممکن نہیں ہے کہ آپ قومی قربانیوں میں حصہ لیں اور اسے اس طرح چھپا لیں۔ اور اگر ممکن ہے بھی تو بہت بعید کی بات ہے کہ کسی فرد بشر کو اس کا علم نہ ہو سکے۔

دوسرا پہلو جو ہے، وہ ذاتی اور انفرادی قربانیوں کا ہے۔ انفرادی قربانیوں میں بات کو چھپایا جا سکتا ہے۔ مثلاً جب آپ غرباء، کو، فقراء کو، یتیموں کو، بیوگان کو کچھ دیتے ہیں تو اخفا کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ آپ ساری دنیا سے چھپا کے دے سکتے ہیں۔ مگر اس صورت میں کہ جس کو دے رہے ہیں، اس کو پتہ چل جاتا ہے۔ قرآن کریم نے چونکہ اخفاء کے ساتھ انفرادی قربانیوں کے مضمون کو باندھا ہے، اس لئے صحابہؓ نے بھی اس کا یہی مطلب سمجھا اور روایات سے پتہ چلتا ہے کہ بعض دفعہ لوگ رات کو چھپ کے نکلتے تھے اور ایسے شخص کو ڈھونڈتے تھے، جو محتاج بھی ہو اور جس کو ضرورت بھی ہو اور اسے پتہ بھی نہ لگے۔ اب رات کو چھپ کر نکلنا اور یہ فیصلہ کر لینا کہ کوئی شخص ضرورت مند ہے، یہ دو متضاد چیزیں ہیں۔ چنانچہ ایسے ایسے دلچسپ واقعات رونما ہوئے کہ ایک شخص رات کو نکلا ہے اور صدقہ کسی دولت مند کو دے دیا اور وہاں سے دوڑ پڑا کہ اس کو پتہ نہ چلے۔

وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ

کی ایک عجیب تصویر اس وقت کھینچی گئی۔ اور دوسرے دن باتیں شروع ہو گئیں اور لوگ ہنسنے لگے کہ مدینہ میں آج عجیب واقعہ ہوا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک غلام دنیا سے چھپنے کی خاطر کہ بجز خدا کے کسی کو علم نہ ہو سکے، رات کو نکلا اور ایک امیر آدمی کو صدقہ دے کر بھاگ گیا۔ اتنا وقت بھی نہیں دیا کہ وہ شخص کہہ سکے کہ مجھے ضرورت نہیں ہے۔ پھر وہ بیچارہ دوسری رات کو نکلا اور پھر کسی ایسے شخص کو دے دیا، جس کو دینا مناسب نہیں تھا۔ تین راتیں وہ اسی طرح مسلسل کوشش کرتا رہا اور آخر تک وہ یہ نہیں سمجھ سکا کہ میں نے کسی صحیح آدمی کو دیا بھی ہے کہ نہیں۔ بہر حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں لوگ اس مضمون کو یہاں تک پہنچاتے رہے کہ تخفوھا کا مضمون ایسا کامل ہو جائے کہ جس شخص کو دیا جارہا ہے، اس کو بھی پتہ نہ لگے۔ مگر بہر حال اکثر اوقات، اکثر صورتوں میں جس کو دیا جاتا ہے، اس کو تو پتہ چل جاتا ہے۔ چونکہ اللہ جانتا ہے کہ یہ شخص اخفاء چاہتا ہے اور کسی بدلہ کی تمنا نہیں رکھتا، اس لئے خدا تعالیٰ نے اس شخص کے اس پہلو کی حفاظت فرما دی۔ جب یہ فرمایا کہ **فان اللہ یعلمہ** کہ اللہ تعالیٰ اس کے سارے پہلوؤں کو جانتا ہے، اس لئے تم اتنا بھی تردد نہ کیا کرو کہ اخفاء میں حد ہی کر دو اور حد اعتدال سے گزر جاؤ۔ تمہاری نیت چاہئے، اگر تم چاہتے ہو کہ ریا کاری نہ ہو، اگر تم چاہتے ہو کہ خدا کی خاطر کسی کو دیا جائے تو اپنی نیت کو پاک اور صاف کر لو، پھر اگر کسی کو پتہ بھی چل جائے تو تمہاری قربانی اخفاء کے پردے میں ہی رہے گی۔ یعنی خدا تعالیٰ جن قربانیوں کو مخفی فرماتا ہے، اسی شمار میں تمہاری قربانی بھی گردانی جائے گی۔

وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ

فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہاری برائیوں کو دور کرتا ہے۔ جب یہ تین صفات اکٹھی پڑھی جائیں تو اس وقت معلوم ہوتا ہے کہ انصار الی اللہ کون ہیں اور غیر انصار الی اللہ کون ہیں؟ یہ وہ لوگ ہیں، جو ظالموں کو نصیب نہیں ہوا کرتے۔ ساری دنیا کی تاریخ پر نظر ڈالیں، اللہ کے نبیوں کے سوا اس قسم کے خرچ کرنے والے کسی کو نصیب نہیں ہوا کرتے۔ وہ جب کھل کر دیتے ہیں تو اس لئے کھل کر دیتے ہیں کہ قومی قربانیوں میں حصہ لینا چاہتے ہیں اور اخفاء ان کے لئے ممکن نہیں ہوتا۔ اور اس لئے بھی کھل کر دیتے ہیں تا کہ دوسرے لوگوں میں تحریک پیدا ہو اور قوم میں قربانی کا جذبہ پھیلے۔ صرف اسی پر انحصار نہیں کرتے، پھر وہ چھپ کے بھی دیتے ہیں، مخفی طور پر بھی دیتے ہیں تا کہ ان کے دل پر کسی قسم کا زنگ نہ لگ سکے اور ان کی نیتیں دونوں پہلوؤں سے صاف ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم ایسا کرو تو اس کا ایک نتیجہ ظاہر ہوگا،

وَ یُکَفِّرُ عَنۡکُمۡ مِّنۡ سَیِّاٰتِکُمۡ

کہ انصار، جو فی سبیل اللہ خرچ کرنے والے ہیں، ان کا خرچ وہیں نہیں رک جایا کرتا بلکہ اس کے نتائج پیدا ہوتے ہیں۔ اس دنیا میں بھی نتائج پیدا ہوتے ہیں اور رضائے باری تعالیٰ کے علاوہ بھی ایک نتیجہ یہ ہے کہ ان کی بدیاں کم ہونی شروع ہو جاتی ہیں اور نیکیاں بڑھنے لگتی ہیں۔

یہ ایک عجیب مضمون ہے، جس سے پتہ چلتا ہے کہ نیک لوگ، جو خدا کی خاطر خرچ کرتے ہیں، ان کی راہیں ہی الگ ہیں، ان لوگوں سے، جو خدا کے سوا کسی چیز پر خرچ کرتے ہیں۔ یہ وہ انصار ہیں، جن کے متعلق فرمایا: وما للظالمین من انصار. محمد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جیسے انصار ملے ہیں، ان کی شکلیں تو دیکھو، یہ بالکل اور چیزیں ہیں۔ ظالموں کو ایسے انصار نہیں ملا کرتے۔ تمام دنیا کی قوموں کی مالی قربانیوں کی تاریخ پر نظر ڈالو، ایسے انصار، جن کا ذکر قرآن کریم فرما رہا ہے، یہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا یا ان انبیاء کے سوا، جو آپؐ کی متابعت میں درجے پا گئے، اور لوگوں کو نصیب نہیں ہوا کرتے۔

جب میں یہ کہتا ہوں کہ متابعت میں درجے پا گئے تو مراد یہ ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ مقصود تھے، اس لئے باقی انبیاء نے بھی انہی اخلاق حسنہ کی پیروی کی ہے، جن کو محمد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہاء تک پہنچایا۔ اور اس طرح ان کو بھی اسلام کے ٹکڑے نصیب ہوئے۔ اس لئے کوئی نبی بھی ان معنوں میں اتباع محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے باہر نہیں رہتا۔ اور جس نے جو بھی درجہ پایا ہے، اسی اتباع کے نتیجہ میں پایا ہے۔

پھر فرمایا: واللہ بما تعملون خبیر. اللہ تمہارے اعمال سے بھی خوب واقف ہے۔ یعنی نیتوں سے بھی واقف ہے اور جانتا ہے کہ اچھی نیت ہے، پاک نیت ہے، صاف نیت ہے، خدا کی خاطر ہی خرچ کر رہے ہو اور قومی طور پر بھی خرچ کر رہے ہو اور انفرادی طور پر بھی خرچ کر رہے ہو۔ اور پھر وہ اعمال کی کمزوریوں سے بھی واقف ہے۔ کیونکہ باوجود اس نیکی کے تمہارے اعمال میں رخنے بھی ہو سکتے ہیں، کئی لحاظ سے کمزوریاں بھی ہو سکتی ہیں اور ہو سکتا ہے کہ لوگ طعنے دیں کہ چندے تو بڑے دیتا ہے لیکن فلاں کمزوری ہے، چندوں کا کیا فائدہ ہے۔ اگر فلاں بات میں بدی موجود ہے تو چندوں کا کیا فائدہ؟ اگر فلاں شخص سے اس کا معاملہ ٹھیک نہیں ہے تو چندوں کا کیا فائدہ؟ چندہ دینے والے کو چندہ نہ دینے والے اس قسم کے بہت طعنے دیا کرتے ہیں۔ اور پھر دکھاوے کا الزام لگاتے ہیں۔ کہتے ہیں: چھوڑو جی، چندوں کی خاطر ہی جماعت بنی ہے؟ اور بھی تو نیکیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ خدا تعالیٰ تمہارے اعمال کی خبر رکھتا ہے

اور جانتا ہے کہ ان چندوں کے ساتھ باقی اعمال کا توازن بھی قائم ہونا چاہئے۔ جتنا تم مالی قربانی میں آگے بڑھو گے، خدا نے اپنے ذمہ لیا ہے کہ تمہاری اصلاح فرماتا چلا جائے گا۔ پس یہ ایک دوسرا ثبوت ہے، انصار الی اللہ کا۔ دوسری صفت ہے ان کی، دوسری خصلت ہے۔ اور اس کے نتیجہ میں خدا کا سلوک ان کے ساتھ بہت احسان والا ہے، جو غیر اللہ کی خاطر قربانی کرنے والوں میں نظر نہیں آئے گا۔

جب وہ بدیوں کی خاطر قربانی دیتے ہیں یعنی بظاہر قربانی نظر آتی ہے لیکن بدکام کے لئے خرچ کرتے ہیں، غلط نیتوں سے خرچ کرتے ہیں، غلط مقاصد پر خرچ کرتے ہیں، غلط لوگوں پر خرچ کرتے ہیں تو اس کے نتیجہ میں اس کا برعکس منظر آپ کو دکھائی دے گا۔ ان اخراجات کے بعد ان کے اعمال سدھرتے نہیں بلکہ بد سے بدتر ہوتے چلے جاتے ہیں، ریاکار زیادہ سے زیادہ بڑے پیدا ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ سوسائٹی میں بظاہر نیک کاموں پر اموال خرچ ہو رہے ہوتے ہیں لیکن دن بدن ساری سوسائٹی ریاکاری کا شکار ہو رہی ہوتی ہے۔ اخباروں میں نام اور تصویریں چھپنے کی خاطر لوگوں کے جلسوں میں سب کے سامنے بڑے لوگوں کو چیک پیش کئے جاتے ہیں۔ لوگوں سے داد لینے کے لئے۔ اس کے نتیجہ میں وہ گندے مال کی طلب میں اور بڑھ جاتے ہیں۔ حرام کھانے میں ان کی جھجک پہلے سے بھی زیادہ اٹھ جاتی ہے۔

دو مختلف مضمون ہیں، دو مختلف رخ ہیں۔ ایک وہ انصار ہیں، جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوئے اور آپ کے بعد آپؐ کی غلامی میں آپؐ کے اور نمائندگان کو بھی ہمیشہ کے لئے عطا ہوتے رہیں گے۔ اور ایک وہ انصار ہیں، جو غیر اللہ کے لئے خرچ کرتے ہیں، غیر مقاصد کے لئے خرچ کرتے ہیں، ان کے اعمال بد سے بدتر ہوتے چلے جاتے ہیں۔ جو پہلا گروہ ہے، **ویکفر عنکم من سیاتکم** کا وعدہ ان کی ذات میں پورا ہوتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ اور دوسرے خرچ کرنے والوں کے اعمال بد سے بدتر ہوتے چلے جاتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا: **واللہ بما تعملون خبیر** تمہارے ہر عمل پر چونکہ خدا کی نظر ہے، اس کو پتہ ہے کہ تمہارے اعمال کے کس حصہ میں کمی واقعہ ہوئی ہے اور اسے سدھارنا ضروری ہے۔ اس لئے تم مطمئن رہو، اصلاح کرنے والے تو ہم ہیں۔ اس کے ساتھ ہی فرمایا:

لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کے ہادی تھے۔ لیکن یہاں فرمایا: **لیس علیک ھدھم** ان لوگوں کو ہدایت دینا تیری ذمہ داری نہیں ہے۔ **ولکن اللہ یھدی من یشاء**، اللہ جس کو چاہتا ہے، ہدایت دیتا ہے۔ اس کا یہ مطلب تو نہیں ہوسکتا کہ نعوذ باللہ من ذالک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہادی

ہونے کے مقام سے ہٹایا جا رہا ہے۔ مراد یہ ہے کہ تو ہادی ہے لیکن اس کے باوجود دلوں کی باریکیوں تک تیری نگاہ نہیں ہے، اعمال کی باریکیوں تک تیری نگاہ نہیں ہے۔ جو نیکی کرتا ہے، تجھے دکھائی دے گا تو، تو اس کے لئے دعا کرے گا، اس کے ساتھ حسن سلوک کرے گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ، جو پس پردہ انسانی نیتوں کی خبر رکھتا ہے، جو اعمال کی نیتوں اور ان کی کنہ سے واقف ہے۔ اور پھر اعمال کی تفصیلات پر جس کی نظر ہے۔ اور پھر ہر انسان کے اعمال پر اس کی نظر ہے، وہ اختیار رکھتا ہے کہ اگر چاہے تو ان کو درست کر دے۔ یعنی کام تو تیرا ہے، لیکن کرنا اللہ نے ہے۔ ہادی تجھے بنایا ہے، لیکن ہدایت کی ذمہ داری اپنے اوپر لے لی ہے۔ تا کہ تجھ پر طاقت سے بڑھ کر بوجھ نہ بنے۔ اس لئے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کا فیض، جو لوگوں تک پہنچتا ہے، اس فیض کو خدا خود لوگوں تک پہنچاتا ہے۔ خدا فرما رہا ہے کہ ہادی تو، تو ہے، لیکن ہدایت دینا ہمارا کام ہے، اس کی ذمہ داری ہم نے اٹھالی ہے۔

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ

کہہ کر پھر اس مضمون کو کھول دیا کہ جو کچھ تم اپنے اوپر خرچ کرتے ہو، اپنے لئے خرچ کرتے ہو، یعنی پہلی آیت نے تو یہ ظاہر کیا تھا کہ بس بات یہاں ہی ختم ہوگئی۔ جس کی خاطر خرچ کرنا تھا، اس کو پہنچ گیا۔ وہ جانتا ہے، اس کو خوب علم ہے، اس لئے تم راضی ہو کر لوٹ آئے۔ دنیا کے معاملات میں یہی ہوا کرتا ہے، وہ تحفہ، جو رضا کی خاطر دیا جاتا ہے، اس تحفہ میں جب اس شخص کو پہنچ جائے، اس کو علم ہو جائے تو مضمون وہیں ختم ہو جایا کرتا ہے، رضا حاصل ہوگئی۔ تو فرمایا: رضا تو تمہیں حاصل ہوگئی تھی، اس کے علاوہ بھی مالی قربانیوں میں بہت فائدے ہیں۔ ایک یہ کہ خدا تمہاری اصلاح کا بیڑا اٹھالیتا ہے، اصلاح کی ذمہ داری قبول فرمالیتا ہے۔ اور ہر خرچ کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ تمہیں ایک نیا حسن عطا کرتا ہے۔ چنانچہ یہ جو کچھ بھی تم خرچ کرتے ہو عملاً تم اپنے لئے خرچ کر رہے ہو۔ لیکن ساتھ ہی فرمایا:۔

وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ

تمہاری نیت یہ نہیں ہوتی کہ تم ٹھیک ہو، خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ تمہاری نیت یہی رہتی ہے کہ اللہ کی رضا حاصل ہو۔ اس لئے جب یہ نیت ہوگی کہ خدا کی رضا حاصل ہو تو اس کے طبعی نتیجہ میں تمہاری اصلاح ہو رہی ہوتی ہے۔ اور اگر تم یہ نیت رکھو کہ مجھے کوئی فائدہ حاصل ہوگا تو نہ تمہیں رضا حاصل ہوگی اور نہ کوئی فائدہ حاصل ہوگا۔ اس لئے دوبارہ توجہ دلا دی کہ ہم یہ تو تمہیں بتا رہے ہیں کہ فائدہ تمہیں ہی پہنچے گا لیکن خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے کبھی بھی اپنے فائدہ کی نیت پیش نظر نہ رکھنا۔ کیونکہ یہ فائدہ تمہیں تب پہنچے گا، جب تمہاری نیت رضائے باری تعالیٰ کے حصول کے سوا اور کچھ نہیں ہوگی۔

وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ خَيۡرٍ يُّوَفَّ اِلَيۡكُمۡ وَاَنۡتُمۡ لَا تُظۡلَمُوۡنَ

اب جا کر یہ مضمون مکمل ہو جاتا ہے۔ فرمایا: صرف یہی نہیں بلکہ جو تم خرچ کرتے ہو، اسے تمہیں لوٹا بھی دیں گے۔ یُوَفَّ اِلَيۡكُمۡ میں لفظ یُوَفَّ بھرپور لوٹانے کا مضمون ادا کرتا ہے۔ بظاہر تو یہ ہے کہ جتنا تم دے رہے ہو، اتنا تمہیں پورا پورا واپس کیا جائے گا۔ لیکن یہ مراد نہیں ہے۔

يُّوَفَّ اِلَيۡكُمۡ وَاَنۡتُمۡ لَا تُظۡلَمُوۡنَ

نے اس مضمون کو کھول دیا ہے۔ جب نفی میں کہا جائے کہ تمہیں نقصان نہیں ہوگا یا یہ نقصان کا سودا نہیں تو اس کا مثبت معنی ہوا کرتا ہے کہ بہت فائدے کا سودا ہے۔ یہ ایک طرز کلام ہے، جو ہر زبان میں پائی جاتی ہے۔ وَاَنۡتُمۡ لَا تُظۡلَمُوۡنَ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جتنا تم سے خدا نے لیا تھا بالکل اسی طرح پائی پائی واپس کر دے گا۔ مراد یہ ہے کہ جب تم خدا کے ساتھ سودے کرتے ہو تو گھاٹے کے سودے نہیں ہوا کرتے، کسی قیمت پر بھی خدا تمہیں زیاں کا احساس نہیں رہنے دے گا۔ اب بتائیے کہ کیا یہ انفاق فی سبیل اللہ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے انصار کو باقی سب دنیا کے خرچ کرنے والوں سے ممتاز کر دیتا ہے کہ نہیں کر دیتا؟ ایسے سودے تو رسولوں کے ماننے والوں کے سوا اور ان کے متبعین کے سوا دنیا کی کسی قوم کو نصیب ہوا ہی نہیں کرتے۔ یہ وہ امتیازی شان ہے، جو بتا رہی ہے کہ وما للظالمین من انصار اگر کسی دعویدار کو ایسے لوگ نصیب ہو جائیں، جن کے خرچ کی ایسی ادائیں ہوں، جن کی یہ خصلتیں ہوں، جن کے ساتھ خدا کا پھر یہ سلوک ہو کہ ان کے اعمال بھی ساتھ سدھر رہے ہوں اور ان کے اموال بھی کم نہ ہو رہے ہوں بلکہ بڑھ رہے ہوں۔ اس دنیا میں بھی ان کو پہلے سے بڑھ کر عطا ہو رہا ہو۔ ایسے لوگ دکھاؤ کہ غیروں میں بھی کہیں ملتے ہیں۔ یہ ہے اعلان آیت کا، یہ ہے وہ چیلنج، جس کو دنیا کی کوئی قوم بھی قبول کرے تو اس کو ثابت نہیں کر سکتی۔ ایسی عظیم الشان ایک امتیازی شان ہے انبیاء کی، جس کو ظاہر کیا گیا ہے کہ ان کے ماننے والے پھر ان شکلوں کے ہو جاتے ہیں، ان صفات کے ہو جاتے ہیں، ان انعامات کے مورد بن جاتے ہیں، خدا تعالیٰ سے یہ یہ رحمتیں ان کو نصیب ہوتی ہیں، یہ یہ فضل عطا کئے جاتے ہیں۔

آج جماعت احمدیہ کی تصویر ان آیات میں موجود ہے۔ لاکھ دنیا شور مچائے، چیخے چلائے، گالیاں دے، تہمتیں باندھے، ظلم و ستم کا بیڑا اٹھائے، مگر یہ تین آیات کا جو مضمون ہے، یہ جماعت احمدیہ سے چھین نہیں سکتی۔ ایسی امتیازی شان ہے جماعت احمدیہ میں یہ کہ ہر پہلو سے خدا کے فضل کے ساتھ یہ مضمون جماعت احمدیہ کے اوپر پورا اتر رہا ہے۔ خدا کی راہ میں خرچ کرنے والے جانتے ہیں، ان کی

اولادیں جانتی ہیں، ان کی اولاد در اولاد جانتی ہے کہ جن لوگوں نے بھی خدا کی خاطر کچھ خرچ کیا تھا، اس سے بہت بڑھ کر کوئی نسبت ہی نہیں چھوڑی خدا نے۔ اتنا بڑھ کر ان کو پھر عطا فرمایا۔ ان کو عطا کیا، پھر ان کی اولادوں کو عطا کیا۔ اور بعض دفعہ فوری طور پر ایمان اور اخلاص بڑھانے کے لئے گن کے بھی اتنا دے دیا کہ یہ خیال نہ ہو کہ شاید ویسے ہی ہمیں مل رہا ہے۔

چنانچہ بعض دفعہ کیا، بڑی کثرت کے ساتھ ایسی مثالیں ہیں اور مجھے احمدی مخلصین لکھتے رہتے ہیں کہ عجیب شان ہے خدا تعالیٰ کے پیار کی کہ پیسہ کوئی نہیں تھا، ایک ہزار پونڈ ہم نے دوسرے مقصد کے لئے رکھا ہوا تھا، وہ ہم نے خرچ کر دیا اس میں۔ اور بعینہٖ اتنی رقم ایک ایسے رستہ سے عطا ہوگئی، جس کا ہمیں تصور بھی نہیں تھا، وہم بھی کوئی نہیں تھا۔ اسی طرح پاکستان کے اور دوسرے ممالک کے دوست، جو مالی قربانی **ابتغآء وجه الله** کرتے ہیں، ان کے ساتھ خدا یہ سلوک فرماتا ہے۔ لیکن یہ سلوک جو ہے، جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے، صرف یہ ظاہر کرنے کی خاطر ہے کہ ایک مقتدر خدا ہے، جو بالا رادہ یہ فعل کر رہا ہے۔ تمہیں سمجھانے کی خاطر کہ جس نے یہ وعدہ کیا تھا، **یوف الیکم و انتم لاتظلمون**، وہ وعدے پورے کر رہا ہے۔ لیکن ہرگز یہ مراد نہیں کہ وہاں بات کو چھوڑ دیتا ہے۔ اکثر صورتوں میں اتنا عطا فرماتا ہے کہ وہ شخص پھر کاؤنٹ (Count) ہی بھول جاتا ہے، اس کی گنتی بھول جاتا ہے۔ اور بعض دفعہ اولادیں بدقسمتی سے یہ بھول جاتی ہیں کہ یہ ہمارے ماں باپ کی قربانیاں تھیں، جن کا پھل ہمیں نصیب ہو رہا ہے۔ تو ساری دنیا زور لگا کے دیکھ لے، ایسا بن کے دکھا دے، یہ تو کھلا چیلنج ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے غلاموں کے سوا آج کوئی نہیں ہے دنیا میں، جس کے اندر یہ تین آیات کا مضمون عملی زندگی میں نظر آ رہا ہو۔ کتنا عظیم الشان مقام ہے، اللہ خرچ کرنے والوں کا۔ اور کتنا بڑا احسان ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کا کہ اس زمانے میں ہمیں صحابہ کی خصلتیں عطا فرما دیں۔ چودہ سو سال دور بیٹھے ہوئے لوگوں کو، مختلف قوموں کے لوگوں کو، مختلف نسلوں کے لوگوں کو، مختلف ملکوں کے لوگوں کو، مختلف براعظموں کے لوگوں کو، ساری دنیا تک حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فیض پہنچا دیا، جس کا ان تین آیات میں ذکر چل رہا ہے، پس بڑی خوش نصیبی ہے۔

تحریک جدید کی جو تحریک حضرت مصلح موعود نے 1934ء میں فرمائی تھی، اس کے ساتھ بھی خدا تعالیٰ کا یہ سلوک ہو رہا ہے۔ ایک اور رنگ میں بھی اللہ تعالیٰ کا سلوک

اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً

(آل عمران: 131)

ہوا کرتا ہے۔ ایک طرف تو ہر فرد بشر کے ساتھ، جو خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتا ہے، خدا کا یہ سلوک اس کے اموال میں برکت دیتا چلا جاتا ہے۔ دوسری طرف اجتماعی طور پر وہ جماعت، جو خدا کی خاطر خرچ کرتی ہے، اس کے چندوں میں، اس کے اموال میں برکت دیتا چلا جاتا ہے۔ تحریک جدید نے جو کچھ بھی خدا کی راہ میں خرچ کیا، ہر آئندہ سال اس سے بہت بڑھ کر خدا تعالیٰ نے پھر عطا کر دیا۔ اور یہ سلسلہ حیرت انگیز طور پر مسلسل آگے کی طرف بڑھ رہا ہے۔

جب پچاسواں سال تحریک جدید کا تھا، اس وقت میں نے اعلان کیا کہ خدا کرے، ایک کروڑ تک پہنچ جائے وہ تحریک، جو ایک لاکھ کے قریب چندے سے شروع ہوئی تھی۔ اب پچاس سال ہو چکے ہیں، ایک کروڑ تو ہونا چاہئے، اس کو۔ چنانچہ اسی سال اگرچہ وعدے کم تھے لیکن عملاً وصولی ایک کروڑ ہوگئی تھی۔ اور اب اس سال کے جو وعدے ہیں، وہ خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ اندرون اور بیرون کے ملا کر ایک کروڑ، اکیس لاکھ، ستاون ہزار (Rs:1,21,57,000) کے ہیں، جو سال گزرا ہے۔

تحریک جدید سے مجھے اطلاع ملی ہے کہ پاکستان کے متعلق ان کی کوشش تھی اور میری بھی یہی خواہش تھی کہ پچاس لاکھ تک وصولی پہنچ جائے گی۔ لیکن وعدے ابھی تک صرف چوالیس لاکھ، بیس ہزار (Rs:44,20,000) کے مل سکے ہیں۔ لیکن ساتھ ہی وہ لکھتے ہیں کہ عملاً تحریک جدید کے ساتھ یہ ہو رہا ہے کہ وصولیاں وعدوں سے ہمیشہ آگے بڑھتی ہیں۔ چنانچہ گزشتہ سال اڑتیس لاکھ کے وعدے تھے تو چالیس لاکھ سے زیادہ وصولی ہوئی تھی۔ اور اب ان کا خیال ہے کہ چوالیس لاکھ کے وعدے ہیں اور ان کی دعا اور توقع بھی یہی ہے، خدا کرے ایسا ہی ہو کہ پاکستان کی وصولیاں انشاء اللہ تعالیٰ پچاس لاکھ سے آگے نکل جائیں گی۔

تو یہ باونواں (52واں) سال ہمارے لئے ایک مزید یقین کا سال ہے۔ خدا کے وعدوں کو ہم بڑی شان کے ساتھ پورا ہوتے ہوئے دیکھ رہے ہیں۔ اور ہر سال دیکھ رہے ہیں انفرادی طور پر بھی اور اجتماعی طور پر بھی۔ ہر قدم جماعت کا ہر قسم کے مشکل حالات میں آگے کی طرف اٹھ رہا ہے۔ پاکستان کے جو حالات گزر رہے ہیں، ان کے باوجود وعدوں میں اضافہ تھا اور سال گزشتہ کے مقابل پر آج تک کی وصولی میں بھی اضافہ ہے۔ جس سے ان کی توقع یہ بعید از قیاس نہیں کہ پوری ہو بلکہ مجھے امید ہے، انشاء اللہ تعالیٰ پوری ہو جائے گی۔ چوالیس کی بجائے انشاء اللہ پچاس لاکھ تک وعدے پہنچ جائیں گے۔ اور بیرون پاکستان میں ستتر لاکھ، چھتیس ہزار، نوسو، نوے (Rs:77,36,990) کے وعدے بھی میں سمجھتا ہوں آگے بڑھ جائیں گے، وصولی کے لحاظ سے۔ کیونکہ اب تک بیرون پاکستان کی وصولی کا تناسب پاکستان کی وصولی کی نسبت زیادہ بہتر ہے۔

جماعتوں کو اب توجہ بھی پیدا ہو رہی ہے تحریک جدید کے چندہ کی طرف۔ اس سے پہلے کیونکہ چندہ عام اور وصیت اور بعض دیگر چندے تحریک جدید کے چندے کے مقابل پر بہت زیادہ آگے بڑھ گئے تھے، اس لئے تحریک جدید کے چندے کو یہ سمجھا جانے لگا تھا کہ اب یہ زوائد میں سے ہے۔ حالانکہ عملاً یہ بات نہیں ہے۔ یہ جتنے چندے بڑھے ہیں، یہ سب تحریک جدید کے چندے کے بچے ہیں۔ تحریک جدید کے چندے نہ ہوتے، ان غریب قادیان والوں نے اور ہندوستان کی جماعتوں نے بکریاں بیچ بیچ کر اور کپڑے بیچ بیچ کر اور روپیہ، دو روپے اکٹھے کر کے مہینوں میں اگر نہ دیئے ہوتے تو آج کروڑوں تک بجٹ پہنچ نہیں سکتا تھا۔ اس لئے جو اصل ہے، اس کی حفاظت ضروری ہے، اس کو قائم رکھنا ضروری ہے۔ جتنے چندے یورپ اور امریکہ اور افریقہ اور دیگر جماعتوں میں اس وقت آپ کو نظر آرہے ہیں، یہ سارے تحریک جدید کے ان چندوں کی برکتیں ہیں، جو آغاز میں دیئے گئے تھے اور بڑی خاص دعاؤں کے ساتھ دیئے گئے تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ بھی شامل تھے، اول درجے کے تابعین شامل تھے، مہاجرین الی اللہ شامل تھے، جو افغانستان سے یا دیگر جگہوں سے وہاں آ کر بس گئے تھے۔ ایک عجیب ماحول تھا اس وقت تقویٰ اور نیکی کا۔ جس رنگ میں وہاں چندے دیئے جاتے تھے، وہ ایک ایسا منظر ہے کہ شاذ و نادر کے طور پر تاریخ میں اس قسم کے مناظر آیا کرتے ہیں۔ کئی کئی مہینوں کی تنخواہیں انجمن کے غریب کارکن دے دیا کرتے تھے۔ آج بھی یہ مناظر پھیل رہے ہیں ساری دنیا میں۔ بڑے حسین نقوش ظاہر ہو رہے ہیں احمدیت کی برکت سے۔ لیکن ان کا آغاز وہیں سے شروع ہوا ہے، قادیان سے۔ اس کو بھلانا نہیں چاہئے۔ اور تحریک جدید نے جو کردار ادا کیا ہے اس عظیم الشان مالی قربانی کی رغبت پیدا کرنے میں اسے ہم کسی صورت میں بھی نظر انداز نہیں کر سکتے۔

بہر حال اب جو شکل ہے، وہ یہ ہے کہ تحریک جدید کا چندہ تو ایک کروڑ، اکیس لاکھ یا اس سے کچھ زائد ہوگا۔ لیکن بجٹ تیرہ کروڑ سے زائد ہو چکا ہے۔ اور تحریک جدید گویا کہ قریباً تیرھواں حصہ یا کچھ زائد اس سے پوری جماعت کے اخراجات میں حصہ لینے کی توفیق مل رہی ہے۔ لیکن جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے، یہ سارے فیوض تحریک جدید کے چندے کے ہی فیوض ہیں اور اس کو ضرور آگے بڑھانا چاہئے۔

مجھے ذاتی طور پر علم ہے کہ ہزار ہا احمدی بچے بڑے ہو کر اس لئے مالی قربانیوں میں شامل ہوئے کہ بچپن میں ان کی ماؤں نے ان کو تحریک جدید کے نظام میں شامل کر دیا تھا۔ یہ بہت ہی دیرپا اثرات ہیں، جو تحریک جدید کے چندوں کے ظاہر ہوئے۔ آج جو نسلیں قربانیوں میں آگے بڑھ رہی ہیں، ان میں ایک

بہت بڑا طبقہ ایسا شامل ہے، جن کو آغاز میں تحریک جدید سے مالی قربانی کے چسکے پیدا ہوئے اور پھر اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ایسا چسکا پڑ گیا کہ پھر وہ رہ ہی نہیں سکتے تھے، چندوں کے بغیر۔اس لئے تحریک جدید کی طرف خصوصی توجہ کی ضرورت ہے۔اسے ضرور زندہ رکھنا چاہئے۔اس کی برکتیں قیامت تک جاری رہیں گی اور قیامت تک اسے یاد بھی رہنا چاہئے۔یہ نہ سمجھا جائے کہ چونکہ آئندہ جا کے ارب ہا ارب روپے چندہ عام اور وصیت کے وصول ہوں گے، اس لئے تحریک جدید کے چندے کو نظر انداز کر دیا جائے۔

میں نے تو اپنی اس خواہش کا اظہار کیا تھا اور الحمد للہ کہ اب اس کی طرف توجہ بھی پیدا ہو رہی ہے کہ نہ صرف تحریک جدید کو زندہ رکھا جائے بلکہ تحریک جدید کے اول دفتر کے قربانیاں کرنے والوں کے چندوں کو بھی قیامت تک جاری رکھا جائے۔اور اس کی اصل وجہ یہی تھی کہ وہ سارے ہمارے محسن ہیں، جن کی وجہ سے خدا تعالیٰ نے جماعت کو اتنی برکتیں عطا فرمائیں اور جن کی نیکیاں پھر آگے بڑھ رہی ہیں، بڑی کثرت کے ساتھ ان کی اولادوں میں بھی اور دوسروں میں بھی۔تو نہ صرف تحریک کو ہمیشہ کے لئے قائم رکھنا ہے اور آگے بڑھانا ہے بلکہ ان اولین قربانی کرنے والوں کی یادوں کو بھی زندہ رکھنا ہے، ان کی قربانیوں کو بھی زندہ رکھنا ہے۔

الحمد للہ کہ اس دفعہ جو اطلاع ملی ہے، اس سے پتہ چلتا ہے کہ تحریک جدید نے اس کی طرف سنجیدگی سے توجہ کی اور کافی اخبارات میں بھی اعلان کروائے اور دیگر جماعتوں سے خط وکتابت کے ذریعے رابطے کئے تو انہوں نے بتایا کہ سات سو کھاتے پھر دوبارہ زندہ ہو گئے ہیں، اس سال خدا کے فضل سے۔یعنی سات سو ایسے چندہ دینے والے، جن کی وفات کے ساتھ چندے بند ہو گئے تھے، ان کے ورثاء تک جب یہ باتیں پہنچیں، ان کو تلاش کر لیا گیا تو انہوں نے اس وقت سے لے کر جب سے چندے بند تھے، آج تک کے سارے سالوں کے چندے بھی ادا کر دیئے اور آئندہ کے لئے عہد کیا کہ ہم ہمیشہ انشاء اللہ خود بھی دیتے رہیں گے اور اپنی اولادوں کو بھی نصیحت کرتے چلے جائیں گے۔ان کا چندہ کسی صورت میں بند نہیں کرنا، یہ اولین خدا کی راہ میں خرچ کرنے والے ہیں۔تم کروڑوں بھی دو تو ان آنوں کے مقابل پر تمہاری حیثیت نہیں ہوسکتی، جو تقویٰ کے خاص مقام اور خاص معیار کے ساتھ خدا کے حضور پیش کئے گئے تھے۔اس لئے ان اولین کے نام کو انشاء اللہ مرنے نہیں دیں گے۔یہ عہد کرتے ہیں، یہ توقع رکھتے ہیں اور اپنی آئندہ نسلوں سے کہ وہ ہمارے اس عہد کو پورا کرنے میں ہماری مدد کرتے رہیں گے ہمیشہ۔

اب میں نے تحریک کو ہدایت کی ہے کہ مزید تلاش کریں اور مزید محنت کریں۔بیرونی دنیا میں ابھی تک اس طرف (یعنی بیرونی دنیا سے مراد ہے، پاکستان کے علاوہ جو اکثر دنیا تو باہر کی دنیا ہے، اس لحاظ

سے ) اکثر دنیا میں ابھی تک اس طرف پوری توجہ نہیں دی گئی اور اکثر لوگوں کو پتہ ہی نہیں کہ ہمارے بزرگ کون تھے، جن کے چندے اتنے تھے اور پھر وہ اچانک ان کی وفات سے بند ہو گئے۔ اس لئے ان کو میں نے کہا ہے اب کہ ساری دنیا میں فہرستیں بھجوائیں اور جماعتوں کو ہدایت کریں کہ وہ مختلف اخباروں میں بار بار اعلان کروائیں، جو مقامی اخبار چھپتے ہیں۔ خصوصاً پاکستانیوں کو تلاش کر کے ان تک وہ فہرستیں پہنچائیں اور کہیں کہ ان میں نام تلاش کرو۔ تمہارے آباؤ اجداد میں سے تو کوئی ایسا نام نہیں، جس کی وفات کے ساتھ اس کی یہ نیکی بھی بظاہر مرتی ہوئی دکھائی دے رہی ہو۔ اور پھر عہد کرو کہ ان کی طرف سے ہم نے اس چندے کو ہمیشہ کے لئے جاری کرنا ہے۔ امید ہے کہ انشاء اللہ مزید کوشش سے ایک، دو سال کے اندر ہر کھاتے کو زندہ کر دیا جائے گا۔ اور جیسا کہ میں نے وعدہ کیا تھا، انشاء اللہ اس وعدے پہ قائم ہوں، جتنی خدا نے مجھے توفیق دی، جن کھاتوں کا کوئی والی وارث نہ ملا، وہ میری طرف منتقل کر دیئے جائیں، انشاء اللہ میں پوری کوشش کروں گا، اپنی اولاد کو بھی نصیحت کروں گا کہ ان کھاتوں کو ہمیشہ زندہ رکھیں۔

چونکہ اس وقت روپے تھوڑے ہوتے تھے، ان کی قیمت بہت زیادہ تھی۔ اخلاص کے لحاظ سے ان کا مقام بہت بلند تھا۔ لیکن بہرحال تھوڑے تھے نظر آنے کے لحاظ سے۔ اس لئے اتنا مشکل کام نہیں ہے۔ یعنی آج کل کے معیار کے لحاظ سے اگر اس وقت کوئی پانچ روپے دیتا تھا تو بہت بڑی چیز تھی، آج ہزار بھی دے تو اس کے مقابل پر کوئی حیثیت نہیں ہے۔ تو ہزار آدمیوں کا کھاتہ زندہ کرنے کے لئے پانچ ہزار روپے سالانہ چاہئیں۔ اور اس سے کئی گنا زیادہ چندہ دینے والے خدا کے فضل سے جماعت میں موجود ہیں۔ تو اگر اس طرح کے کھاتے زندہ کرنے ہوں تو ہزار نام تو آسانی کے ساتھ انشاء اللہ تعالیٰ میں عہد کروں گا کہ ضرور پورا کروں۔ باقی احباب بھی توجہ کریں گے تو انشاء اللہ یہ سارے کھاتے زندہ ہو جائیں گے۔ خدا کے حضور ہمیشہ کے لئے تو پہلے ہی زندہ ہیں، مگر ان کی یادیں بھی زندہ ہوں گی، ان کے لئے دعاؤں کی تحریکیں بھی زندہ ہوں گی۔ اندازہ لگائیں آج سے ہزار سال کے بعد قادیان کے یا ہندوستان کے وہ چند چندہ دینے والے ایسے ہوں گے، جن کے نام پر چندے دیئے جا رہے ہوں گے۔ ایک عجیب بے نظیر بات ہوگی۔ حیرت سے دنیا ان لوگوں کو دیکھے گی کہ جن کے کھاتے ان کی وفات سے ہزار سال بعد بھی زندہ ہیں اور چلتے چلے جا رہے ہیں اور کبھی نہیں مرتے۔ اور پھر ان کے لئے دعاؤں کی تحریکیں بھی پیدا ہوں گی۔

جماعت کی جو قربانیوں کا معاملہ ہے، یہ تو اتنا وسیع مضمون ہے کہ اس خطبہ میں تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ اس کا حق ادا کیا جا سکے۔ مجھے زبانی پچھلے سال سے لے کر اب تک کی باتیں یاد ہیں قربانی کی،

وہی بہت وسیع ہیں۔ حیرت انگیز رنگ میں جماعت کے بچے، عورتیں، بوڑھے، جوان قربانیاں پیش کر رہے ہیں۔ میں ان کا ذکر بھی کر دیتا رہا ہوں، جماعت کے علم میں آئے اور تحریک پیدا ہو۔ اور بعض دفعہ ذکر نہیں بھی کرتا تا کہ اخفاء کا حق بھی پورا ہو جائے۔ کیونکہ اگر مسلسل ذکر کیا جائے تو اس سے بعض کمزور طبیعتوں میں یہ رجحان بھی پیدا ہونے کا خطرہ ہوتا ہے کہ وہ سمجھیں کہ بڑی شہرت ہو رہی ہے، ایسی قربانیوں کی، ہم بھی قربانیاں کریں اور ہمارا نام بھی نمایاں طور پر لوگوں کے سامنے آئے۔ اگر چہ میں نام لینے سے عموماً احتراز کرتا ہوں مگر پھر بھی وہ لوگ نمایاں ہو جاتے ہیں اور اس بات کا رجحان پیدا ہو سکتا ہے۔ تو مجھے احتیاط کرنی پڑتی ہے۔ کبھی دل چاہتا ہے کہ کثرت سے ان قربانیوں کا ذکر کروں جماعت میں مشتہر ہوں اور نئی تحریکیں دلوں میں پیدا ہوں۔ کبھی اخفاء سے بھی کام لینا پڑتا ہے تا کہ آیت کے اس مضمون کو بھی ملحوظ رکھا جائے کہ اگر تم اس کو چھپاؤ گے تو فھو خیر لکم. یہ تمہارے لئے بہت بہتر ہوگا۔ کیونکہ اصلاح نفس کے لحاظ سے چھپی ہوئی قربانی کا درجہ کھلی قربانی کے مقابل پر زیادہ ہوتا ہے۔ تو اس وقت میں ان کا ذکر نہیں کرتا، وقت کے لحاظ سے بھی اور ویسے بھی۔ مگر یہ میں آپ کو بتا تا ہوں کہ بچے کیا اور بوڑھے کیا اور عورتیں کیا اور مرد کیا، اس کثرت کے ساتھ ایسی عظیم الشان قربانیاں دے رہے ہیں کہ بعض دفعہ ان کے خطوط پڑھتے ہوئے بے اختیار آنسو چھلکنے لگتے ہیں۔ دل سے دعائیں نکلتی ہیں ان لوگوں کے لئے، رشک آتا ہے ان پر کہ کیسی غربت کے حالات میں، کیسی تنگی کے حالات میں محض ابتغاء وجه الله خدا کے چہرے کی رضا حاصل کرنے کے لئے، خدا کے نام پر قربانیاں دیتے چلے جا رہے ہیں اور نہیں تھکتے۔

حیرت انگیز جماعت ہے، جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے۔ کوئی اس کی مثال نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اس جماعت کو ہمیشہ پہلے سے بڑھ کر ترقیات کے مقام پر فائز فرماتا چلا جائے۔ قدم آپ نے اٹھانے ہیں لیکن فائز اللہ فرمائے گا۔ قدم آپ نے اٹھانے ہیں لیکن مراتب اللہ کی طرف سے نصیب ہوں گے۔ اس لئے اپنی نیتوں کو صاف کر کے خدا کی طرف بڑھتے رہیں۔ مالی قربانیوں میں پہلے سے زیادہ ارادے باندھیں۔ اگر توفیق نہیں ہے تو نذر کے پہلو کو یاد رکھیں۔ یہ عجیب مضمون ہے، عجیب شان ہے اس آیت کی کہ جتنا آپ غور کریں، اس کا مضمون پھیلتا چلا جاتا ہے، کم نہیں ہوتا۔ نذر کا مضمون ان غریبوں کے لئے بیان ہو گیا، جن کو وقتی طور پر توفیق نہیں ہے، تمنائیں لئے پھرتے ہیں دلوں میں۔

فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ

(الاحزاب:24)

یہ اسی قسم کا مضمون ہے، جو یہاں بیان ہو گیا کہ تم میں سے بعض ایسے ہیں، جو خوش نصیب ہیں، ان کو بڑی بڑی عظیم الشان قربانیوں کی توفیق مل گئی۔ ایسے ایسے احمدی آج دنیا میں ہیں کہ جن کو، ایک ایک آدمی کو خدا کے فضل سے ایک ایک کروڑ روپیہ عملاً جماعت کے لئے پیش کرنے کی پچھلے ایک دو سالوں میں توفیق ملی ہے۔ کسی زمانے میں آپ سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ ساری جماعت کا چندہ بھی ایک کروڑ نہیں ہوتا تھا۔ لیکن ایک چندہ پر دوسرا چندہ حیرت انگیز طریق پر اللہ تعالیٰ نے یہ توفیق عطا فرمائی ہے بعض کو کہ ان کا چندہ پچھلے چند سالوں کے اندر ایک کروڑ کے قریب پہنچ گیا تو بعض لوگ جب اس کو پڑھتے ہیں اور سنتے ہیں تو ان کے دل میں تمنائیں پیدا ہوتی ہیں۔

مثلاً جب میں نے بتایا کہ ہم نے ایک قرآن کریم طبع کرنے کا فیصلہ کیا ہے تو خدا نے ایک آدمی پیدا کر دیا کہ سارا خرچ میں دوں گا۔ دوسرے کا فیصلہ ہوا تو ایک اور آدمی پیدا کر دیا۔ تیسرے کا فیصلہ ہوا تو خدا نے ایک اور پیدا کر دیا۔ یعنی قرآن کریم کے تراجم ابھی مکمل نہیں ہوتے کہ خدا تعالیٰ آدمی بھیج دیتا ہے کہ اس کا خرچ تو وہ اٹھا لے گا۔ تو بعض جماعتوں کی طرف سے، بعض افراد کی طرف سے بڑی دردناک چٹھیاں آنی شروع ہوئیں، اللہ ان کو جزاء دے کہ ہمارے دل کا عجیب حال ہے۔ ایسی بے قرار تمنا پیدا ہوئی ہے، برداشت نہیں کر سکتے، کاش خدا ہمیں بھی توفیق دے کہ ہم بھی ایک پورے قرآن کریم کے ترجمے کا خرچ اٹھائیں۔ ایک، دو کی بات نہیں ہے، بیسیوں ایسے دوست ہیں، جن کے دل میں خدا تعالیٰ نے یہ تمنا تڑپا دی ہے ان کے دلوں میں اور بعض جماعتوں نے پھر پیش بھی کر دیا۔

چنانچہ لیبیا کے احمدیوں نے اس معاملہ میں پہل کی اور مجھے لکھا کہ ہم میں سے ایک آدمی تو نہیں ہے ایسا لیکن آئندہ ترجمہ قرآن کریم جو شائع ہونے والا ہے، اس کے لئے ہم عہد کرتے ہیں، سارے لیبیا کی جماعت کے دوست کہ ہم دیں گے۔

اور یہ وہ مضمون ہے، جو اس آیت نے چھیڑ دیا:۔

اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ

یعنی تم جو نذریں باندھتے ہو۔ نذروں کی کئی قسمیں ہیں۔ ایک قسم یہ بھی ہے کہ دل میں ایک تمنا لے کے بیٹھ جاتے ہو کہ کاش ہمارے پاس ہو تو ہم یہ خرچ کریں۔ تو فرماتا ہے کہ اللہ اس کو بھی نظر انداز نہیں کرتا۔ ایسی نذریں بھی موجود ہیں، جو بظاہر پوری نہیں بھی ہوں گی تو خدا کے حضور پوری ہو چکی ہوں گی۔ ایسے مالک سے سودا ہے۔ کتنا عظیم الشان سودا ہے! کوئی نظیر کسی اور سودے میں نظر نہیں آسکتی۔ جس کو

آپ نے بات پہنچائی تھی، فرمایا: پہنچ گئی۔ فرمایا: جس کو تم خرچ نہیں کر سکتے، وہ بھی قبول ہو گیا میرے حضور۔ اور ہر حال، ہر صورت سے میں واقف ہوں۔ پھر میں اسے تمہاری طرف لوٹانا شروع کرتا ہوں، تمہاری اصلاح کے ذریعے، جو کچھ تم خرچ کر رہے ہو۔ گویا اپنی ذات پر خرچ کر رہے ہو۔ پھر میں واپس بھی کر دیتا ہوں اور سارا اجر بھی باقی پڑا ہوا ہے، جو آخرت میں تمہیں عطا کروں گا۔ اس کا اس اجر کے ساتھ ان معنوں میں کوئی تعلق نہیں کہ اس کھاتے میں سے نفی ہو رہا ہو کچھ۔ یہ سودے ہیں، جو آج خدا کے فضل سے جماعت کر رہی ہے۔ جب اس پہلو سے دیکھیں، سعادتیں ہی سعادتیں ہیں۔

کتنا عظیم احسان ہے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ ایسے لوگ پیدا کئے، جو نہ ختم ہونے والے لوگ ہیں۔ اور اس ظالمانہ دور میں پھر ان کو دوبارہ پیدا کر دیا، حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعے۔ یہ قوت قدسی اس مزکی نفس کی ہے، جسے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ پس درود بھی بھیجیں بے شمار، کثرت کے ساتھ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بھی اور ان نیک لوگوں پر بھی سلام بھیجیں، جن کو خدا تعالیٰ قربانیوں کی توفیق عطا فرما رہا ہے۔ اور ان کے لئے بھی دعائیں کریں، جن کے دل میں نذریں پیدا ہو رہی ہیں اور خدا کی ان پر نظر ہے اور توفیق کے لئے دعا مانگیں کہ خدا تعالیٰ ان کو اپنی دلی تمنائیں پوری کرنے کی بھی توفیق عطا فرمائے۔

اس موقع پر دفتر چہارم کا اعلان کرنا تھا۔ (حضور نے اس پر استفسار فرمایا) کتنے سال کے بعد دفتر کا اعلان ہوتا ہے؟ انیس سال کے بعد تو یہ بیسواں سال ہے؟ بیس ہو چکے ہیں، بیس سال گزر چکے ہیں، دفتر سوئم پر اور اب وقت آ گیا ہے کہ ہم دفتر چہارم کا اعلان کریں۔ اس دفتر سے مراد یہ ہے کہ ہر نئی نسل جو بیس سال کے بعد پیدا ہو کر بڑی ہو رہی ہے یعنی پورا بیس سال کے عرصہ میں کامل بلوغت تک پہنچ جاتی ہے، ان کے لئے نئے کھاتے شروع ہو جائیں اور نئے سرے سے نئی فہرستیں تیار ہوں۔ خاص طور پر پاکستان سے باہر ابھی بہت گنجائش ہے، تحریک جدید کے چندہ دہندگان کی تعداد بڑھانے کی۔ اس لئے آج میں اللہ تعالیٰ کے فضل اور احسان کے ساتھ اور اس کی دی ہوئی توفیق کے مطابق دفتر چہارم کا بھی اعلان کرتا ہوں۔ آئندہ سے جو بھی نیا چندہ دہندہ تحریک میں شامل ہوگا، وہ دفتر چہارم میں شامل ہوگا۔ باہر کی دنیا میں خصوصیت کے ساتھ بچوں کو، نئے احمدیوں کو، نئے بالغ ہونے والوں کو اس میں شامل کریں۔ معمولی قربانی کے ساتھ ایک بہت عظیم الشان اعزاز آپ کو نصیب ہو جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ''۔

(مطبوعہ خطبات طاہر جلد 04 صفحہ 851 تا 870)

# الٰہی سلسلوں میں حقیقی عزت اور بڑائی کا پیمانہ ماہ وسال نہیں بلکہ تقویٰ ہوتا ہے

## پیغام بر موقع سالانہ اجتماع مجلس انصار اللہ غانا منعقدہ 25،26 اکتوبر 1985ء

بسم اللہ الرحمان الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی عبدہ المسیح الموعود

میرے پیارے انصار بھائیو!

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

مجھے یہ معلوم کر کے بہت خوشی ہوئی ہے کہ مجلس انصار اللہ غانا اپنا نیشنل اجتماع 25،26 اکتوبر کو ٹیچی مان میں منعقد کر رہی ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس اجتماع کو بے شمار برکتوں سے بھر دے اور آپ سب کو اپنے فضلوں کا وارث بنائے۔ آمین

پیارے بھائیو! اپنی عمر کے لحاظ سے آپ اپنی جماعت کے بزرگوں میں شمار ہوتے ہیں۔ لیکن ہمیشہ یاد رکھیں کہ الٰہی سلسلوں میں حقیقی عزت اور بڑائی کا پیمانہ ماہ وسال نہیں بلکہ تقویٰ ہوتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:۔

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ

پس آپ تقویٰ کی راہوں پر قدم ماریں اور اپنی آئندہ نسلوں کی تعلیم وتربیت کا خیال رکھیں۔ آپ کی بڑائی کا اثر آپ کے بعد آنے والے چھوٹوں پر پڑے گا۔ پس آپ متقیوں کے امام بنیں۔

غانا میں صرف جماعت کی تربیت ہی نہیں بلکہ سارے غانا کی تربیت کی ذمہ داری بھی آپ پر ہے۔ اگر آپ غانا کی جماعت کو اچھی جماعت بنا دیں گے تو اس کے نتیجہ میں اچھے مبلغ پیدا ہوں گے۔ ساری قوم کو سنبھالنا کوئی معمولی ذمہ داری نہیں ہے، اس لئے اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں۔

افسوس کہ غانا تبلیغ میں بھی پیچھے رہ گیا ہے۔ غانا کے عوام اور خواص، جس طرح جماعت سے محبت رکھتے ہیں، ان کا آپ پر حق ہے کہ ان تک احمدیت یعنی حقیقی اسلام کا پیغام پہنچایا جائے۔ میں خصوصیت سے اس طرف توجہ دلا رہا ہوں۔ مگر افریقہ کہ بعض چھوٹے ممالک بڑی تیزی سے آگے نکل رہے ہیں۔

گزشتہ تین سال سے غانا سے جب بھی کوئی وفد آتا ہے، بار بار اس امر کی طرف توجہ دلا رہا ہوں۔ پس بڑی شدت کے ساتھ اس طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے کہ غانا کا ہر بوڑھا اور جوان داعی الی اللہ بن جائے۔ کیونکہ غانا میں ابھی تک دعوت الی اللہ کی وہ تصویر نہیں ابھری، جو افریقہ کے دوسرے ممالک میں ابھر رہی ہے۔ اگر غانا کا ہر احمدی دعوت الی اللہ میں مصروف ہو جائے گا تو خدا کے فضل سے غانا دنیا کے عظیم ممالک کی صف میں کھڑا ہو جائے گا اور اس کے نتیجہ میں عظیم ترین برکتیں اسے نصیب ہوں گی۔

اگر آپ کو اسلام سے محبت ہے، تب بھی اور اگر وطن سے محبت ہے، تب بھی، دونوں طرح آپ کا فرض ہے کہ مؤثر داعی الی اللہ بن جائیں اور دعاؤں سے مدد مانگیں۔ انشاء اللہ آپ کے سارے کام آسان ہو جائیں گے۔ اور اس دنیا میں بھی آپ عزت پائیں گے اور آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ کے پیار کی نظریں آپ پر پڑیں گی۔

والسلام

خاکسار

مرزا طاہر احمد

خلیفۃ المسیح الرابع

(مطبوعہ ہفت روزہ النصر یکم نومبر 1985ء وضمیمہ ماہنامہ مصباح نومبر 1985ء)

# قوم اور ملک میں جنت تبھی آتی ہے، جب مائیں خود داعیہ الی اللہ ہوں

## پیغام فرمودہ 27 اکتوبر 1985ء بر موقع نیشنل اجتماع لجنہ اماء اللہ نائیجیریا

بسم اللہ الرحمان الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی عبدہ المسیح الموعود

عزیز لجنہ اماء اللہ نائیجیریا!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ سن کر خوشی ہوئی کہ لجنہ اماء اللہ نائیجیریا اپنا سالانہ اجتماع منعقد کر رہی ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس اجتماع کو آپ سب کے لئے علمی، اخلاقی اور روحانی ترقیات کا موجب بنائے اور بہت برکتوں سے نوازے۔

لجنہ اماء اللہ کی بنیاد حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تریسٹھ سال قبل 1922ء میں رکھی تھی۔ جبکہ دوسری ذیلی تنظیمیں برسوں بعد قائم کی گئیں۔ یہی وجہ ہے کہ لجنہ اماء اللہ کی تربیتی، علمی، تبلیغی خدمات کا زمانہ دوسری تنظیموں سے زیادہ ہے۔ اس عرصہ میں بعض اوقات وہ احمدی مردوں سے اپنی قربانی میں اس قدر بڑھ گئیں کہ خلفائے مسیح موعود علیہ السلام نے بہت خوشنودی کا اظہار فرمایا۔

جماعت احمدیہ ایک ایسی عظیم اور مقدس منزل کی طرف گامزن ہے کہ بظاہر اس کی راہیں گو پر خار ہیں مگر خدا تعالیٰ کی تقدیر، اس کی تائید اور اس کے افضال وانعامات ہر لحہ جماعت کے شامل حال ہیں اور اس منزل کو مزید روشن اور قریب تر کرتے چلے جاتے ہیں۔

میں لجنہ اماء اللہ نائیجیریا کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ وہ دعوت الی اللہ، تبلیغ اور محض للہ اپنے اوقات عزیز کو خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے میں کسی بھی قربانی سے دریغ نہ کریں۔ آج یہی سب سے اہم فریضہ ہے۔ اپنے آپ کو قرآن کریم کی تعلیم سے آراستہ کریں اور اس کے نور سے نہ صرف اپنے قلوب کو بلکہ تمام معاشرہ کو منور کریں۔ یہی وہ حربہ ہے، جس پر اسلام کی زندگی موقوف ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

”.....سچائی کی فتح ہوگی اور اسلام کے لئے پھر اس تازگی اور روشنی کا دن آئے گا، جو پہلے وقتوں میں آچکا ہے۔ اور وہ آفتاب اپنے پورے کمال کے ساتھ پھر چڑھے گا جیسا کہ پہلے چڑھ چکا ہے۔ لیکن ابھی ایسا نہیں۔ ضرور ہے کہ آسمان اسے چڑھنے سے روکے رہے۔ جب تک محنت اور جانفشانی سے ہمارے جگر خون نہ ہو جائیں اور ہمارے سارے آراموں کو اس کے ظہور کے لئے نہ کھو دیں اور اعزاز اسلام کے لئے ساری ذلتیں قبول نہ کر لیں۔ **اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے۔ وہ کیا ہے؟ ہمارا اسی راہ میں مرنا۔** یہی موت ہے، جس پر اسلام کی زندگی، مسلمانوں کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلی موقوف ہے۔ اور یہی وہ چیز ہے، جس کا دوسرے لفظوں میں اسلام نام ہے۔ اسی اسلام کا زندہ کرنا خدا تعالیٰ اب چاہتا ہے“۔

(فتح اسلام، روحانی خزائن جلد 03 صفحہ 10,11)

اسلام کی زندگی کے لئے جس طرح اللہ تعالیٰ آپ کے مردوں کو کام کی توفیق دے رہا ہے، آپ نہ صرف ان کے دوش بدوش بلکہ اس مہم میں ان سے آگے نکلیں۔ اور کوئی بستی ایسی نہ ہو کہ جہاں اسلام کا پیغام نہ پہنچے۔ کوئی گھر ایسا نہ رہے کہ جو خدا تعالیٰ کی توحید کے نور سے منور نہ ہو۔ دعاؤں کے ساتھ خدا تعالیٰ سے مدد مانگتے ہوئے اپنی ذمہ داریوں کو اس عظمت کے ساتھ ادا کریں کہ خدا تعالیٰ کے پیار کی نظر آپ پر پڑے اور آپ کو اور آپ کی اولادوں کو دین و دنیا کی خوش بختیوں سے مالا مال کر دے۔

ایک اور اہم امر یہ ہے کہ اپنی اولاد کی ایسے شاندار طریق پر تربیت کریں کہ وہ توحید کے عاشق اور دین کے سچے خادم بن جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:۔

الجنۃ تحت اقدام الامھات

کہ جنت ماؤں کے قدموں تلے ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ درحقیقت قوم اور ملک میں جنت تبھی آتی ہے، جب مائیں خود داعیہ الی اللہ ہوں۔ خود خدا تعالیٰ کے احکام پر عمل کرتی ہوں اور اس کے احکام کے مطابق اپنی اولادوں کی اعلیٰ رنگ میں تربیت کرنے والی ہوں۔ اور اس میں یہ اشارہ بھی ہے کہ بالآخر دنیا میں توحید کا قیام اور دین واحد پر عالمی اجتماع کی جنت مستورات کی کوششوں سے ہی وجود میں آئے گی۔

اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔آپ کو غلبہٗ اسلام کے لئے بہت کام کی توفیق بخشے۔ہر آئندہ آنے والی نسل کو پہلے سے عظیم بنانے کی توفیق بخشے۔آمین۔

والسلام

خاکسار

مرزا طاہر احمد

امام جماعت احمدیہ

27.10.1985

(مطبوعہ ہفت روزہ النصر 8 نومبر 1985ء وضمیمہ ماہنامہ مصباح نومبر 1985ء)

# پوری طاقت کے ساتھ دعوت الی اللہ کے جہاد میں مصروف ہو جائیں

## پیغام برموقع آل کرناٹک کانفرنس جماعت احمدیہ یادگیر منعقدہ 2، 3 نومبر 1985ء

بسم اللہ الرحمان الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیارے عزیزو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھے جان کر خوشی ہوئی ہے کہ جماعت احمدیہ یادگیر کی جانب سے 2، 3 نومبر 1985ء کو آل کرناٹک کانفرنس منعقد کی جارہی ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کانفرنس کو ہر پہلو سے کامیاب اور بابرکت فرمائے۔ آمین۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

”.....ہم اس بات کے گواہ ہیں اور تمام دنیا کے سامنے اس شہادت کو ادا کرتے ہیں کہ ہم نے اس حقیقت کو، جو خدا تک پہنچاتی ہے، قرآن سے پایا۔ ہم نے اس خدا کی آواز سنی اور اس کے پرزور بازو کے نشان دیکھے، جس نے قرآن کو بھیجا۔ سو ہم یقین لائے کہ وہی سچا خدا اور تمام جہانوں کا مالک ہے۔ ہمارا دل اس یقین سے ایسا پر ہے، جیسا کہ سمندر کی زمین پانی سے۔ سو ہم بصیرت کی راہ سے اس دین اور اس روشنی کی طرف ہر ایک کو بلاتے ہیں“۔

(کتاب البریہ صفحہ 47، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 65)

یہی وہ عظیم الشان مقصد ہے، جس کے لیے آپ نے جماعت احمدیہ کی بنیاد رکھی۔ تا آپ کے سچے اور کامل متبعین بھی کامل بصیرت اور یقین کے ساتھ لوگوں کو ان کے خالق اور تمام جہانوں کے مالک اللہ تعالیٰ کی طرف بلائیں۔ اور اس دین اور روشنی کی دعوت دیں، جس سے زمین و آسمان منور ہیں۔

اس اہم ذمہ داری کی طرف توجہ دلاتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:۔
یعنی تو کہہ یہ میرا طریق ہے کہ میں تو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہوں اور جنہوں نے میری (حقیقی) پیروی کی ہے، میں اور وہ سب عظیم الشان بصیرت پر قائم ہیں۔

(یوسف:109)

اس جگہ قــــل کا لفظ ہر مومن کو یہ پیغام دیتا ہے کہ وہ نہ صرف یہ کہ خود ایک داعی اللہ بنے بلکہ دوسروں کو بھی داعی الی اللہ بننے کی تحریک کرے۔ اور پھر ہر مخاطب اس پیغام کو آگے پہنچا تا چلا جائے اور یوں نسلاً بعد نسلٍ دعوت الیٰ اللہ....... کا کام جاری وساری رہے۔ یقیناً دعوت الیٰ اللہ کی راہ ہی بصیرت کی راہ ہے۔ یہی وہ طریق ہے، جو انسان کو ہر قسم کی ظلمات سے نکالتا ہے اور اس کے ظاہر و باطن کو نور اور روشنی سے بھر دیتا ہے۔

پس میرا آپ کے نام یہی پیغام ہے کہ سستیاں ترک کریں اور پوری طاقت کے ساتھ تبلیغ کے جہاد میں مصروف ہو جائیں۔ اور دعوت الیٰ اللہ کی عظیم شاہراہ پر تیز قدموں کے ساتھ آگے ہی آگے بڑھتے چلے جائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔

والسلام

خاکسار

مرزا طاہر احمد

(امام جماعت احمدیہ)

(مطبوعہ ضمیمہ ماہنامہ خالد دسمبر 1985ء و ہفت روزہ النصر 29 نومبر 1985ء)

# ولتنظر نفس ما قدمت لغد

## خطبہ جمعہ فرمودہ 08 نومبر 1985ء

"....سیدنا ومولانا حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک دفعہ ایک صحابی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! قیامت کب آئے گی؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً فرمایا: تم نے اس کے لئے کیا تیاری کی ہے؟ سوال تو یہ تھا کہ کب آئے گی؟ اور جواب یہ ہے کہ کیا تیاری کی ہے؟ تو بعض اوقات آنے والی چیز کا انتظار اتنا اہم نہیں ہوتا، جتنا اس کی تیاری اہمیت رکھتی ہے۔ اس لئے نہایت ہی حکیمانہ اسلوب تھا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ آپ نے اصل سوال کو چھوڑ کر، جو ادنیٰ اہمیت کا سوال تھا، اس سے بڑی اہمیت کے سوال کا جواب دیا اور فرمایا کہ تم نے تیاری کیا کی ہے؟ قیامت تو کوئی ایسا تماشہ نہیں ہے کہ جس کو تم دیکھو اور خوش ہو جاؤ اور تمہاری ذات کی تیاری کا اس سے تعلق کوئی نہ ہو۔ اس لئے قیامت سے تو یہ خوف رکھنا چاہئے کہ جلدی نہ آجائے، ہماری تیاری سے پہلے نہ آجائے۔

پس بہت سے احمدی احباب جب مجھے یہ لکھتے ہیں یا مجھ سے پوچھتے ہیں کہ احمدیت اور اسلام کی فتح اور غلبہ کا دن کب آئے گا؟ تو میرا ذہن بھی حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس جواب کی طرف منتقل ہو جاتا ہے، جو ایک سوال کی صورت رکھتا ہے کہ تم نے اس کے لئے تیاری کیا کی ہے؟

امر واقعہ یہ ہے کہ ان بدلے ہوئے حالات نے بہت سی اصلاح خود بخود کی ہے۔ اور غیر معمولی روحانی، تربیتی تبدیلیاں واقعہ ہوئی ہیں۔ اور جب ان تبدیلیوں کی طرف نظر پڑتی ہے تو دل خوش بھی ہوتا ہے۔ لیکن محض اچھی چیزوں پر نگاہ رکھنا اور خوشیوں کے تصور میں مگن رہنا، یہ حکیمانہ بات نہیں۔ ذی شعور لوگ، جہاں خوبیوں پر نظر رکھ کر، اچھی باتوں کو دیکھ کر اپنے حوصلے بڑھاتے ہیں، وہاں کمزوریوں پر بھی نگاہ ڈالتے جاتے ہیں۔ تاکہ ایک مسلسل اصلاح کا سلسلہ بھی جاری رہے اور کمزوریاں، خوبیوں میں تبدیل ہوتی رہیں۔ پس جب بہت سی اطلاعیں خوش کن تبدیلیوں کی آتی ہیں تو ان کے نتیجہ میں کسی غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہوتا"۔

".....اتنے بڑے خلا ہیں ہمارے اندر تربیت کے اور جس سوسائٹی سے ہم نکل کر احمدی بن رہے ہیں، ان کے ساتھ ہماری تربیت کا ایک گہرا تعلق ہے، جو ٹوٹ نہیں سکتا۔ ان کے اندر اتنی کمزوریاں واقع ہو چکی

ہیں کہ یہ ناممکن ہے کہ اس سوسائٹی سے نکل کر اچانک ایک ایسا عجیب انقلاب آ جائے کہ کلیۃً ایک مختلف نوع کی بالکل پاکیزہ روحانی سوسائٹی وجود میں آجائے۔ اس لئے معاشرے کا ماحول کا ایک گہرا اثر پڑتا ہے۔ اگر معاشرہ رشوت خور ہے، اگر معاشرہ بے درد ہو چکا ہے، اگر معاشرہ نماز سے خالی ہو گیا ہے، اگر معاشرے میں خدا کا خوف نہیں رہا تو ہر روز ایسے لوگوں سے تعلق کے نتیجہ میں، واسطہ پڑنے کے نتیجہ میں، تجارتوں کے نتیجہ میں، لین دین کے نتیجہ میں، ان محلوں میں رہنے کے نتیجہ میں، بعض بدیوں کو، جو بظاہر حسن رکھتی ہیں، ان کو دیکھنے کے نتیجہ میں لازماً وہ سوسائٹی، جو تعداد کے لحاظ سے تھوڑی ہے، وہ متاثر ہوتی چلی جاتی ہے۔

اس لئے بھی اور کچھ اس لئے بھی کہ بہت سے احمدی بلکہ بھاری اکثریت کے لحاظ سے اس وقت پاکستان میں ایسے ہیں، جن کے ماں باپ یا بعض صورتوں میں دادا اور بعض صورتوں میں پڑدادا احمدی ہوئے تھے اور غیر احمدیت سے احمدیت میں داخل ہونے کے بعد جو ابتدائی دکھوں کا دور آتا ہے، اس چکی میں سے وہ گزرے نہیں اور وہ تربیت حاصل نہیں کر سکے، جو پہلے زمانے میں صحابہ کو حاصل تھی یا بعد میں اول تابعین کو حاصل تھی۔ اس لئے وہ نسلاً احمدی رہ گئے اور معاشرے کی خرابیوں نے ان پر زیادہ گہرا اثر کیا۔ چنانچہ بہت سے اضلاع ہیں پاکستان میں، جہاں بھاری تعداد میں جماعت موجود ہے مگر ان کی اولادوں میں، ان کی جوان نسلوں میں بہت سی ایسی خامیاں رہ گئی ہیں، جن کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ایسے بعض اضلاع بھی میرے ذہن میں ہیں اور وہ اسلام کی فتوحات کے نئے علاقے بھی میرے ذہن میں ہیں۔ مثلاً افریقہ کے ممالک، جن میں بعض جگہوں پر بڑی تیزی کے ساتھ احمدیت پھیلی ہے۔ بعض صورتوں میں قبائل کے قبائل احمدی ہوئے ہیں۔ بعض صورتوں میں دیہات احمدی ہوئے ہیں پورے کے پورے۔ اور بعد ازاں ان کی تربیت کا پورا موقع نہیں مل سکا۔ دور کے بعض جزائر ہیں، وہاں بھی یہی کیفیت ہوئی۔

چنانچہ تربیتی خلا پاکستان میں بھی ہیں اور پاکستان سے باہر بھی ہیں۔ اور عظیم غلبہ سے پہلے ان کمزوریوں کا دور ہونا لازمی ہے۔ اگر ان کمزوریوں کو دور کئے بغیر ہمیں فتح و نصرت عطا ہو جائے یعنی فتح و نصرت کا وہ تصور مل جائے، جو عام لوگ رکھتے ہیں۔ ایک فتح تو وہ ہے، جو ہمیں مسلسل ملتی چلی جا رہی ہے، ایک نصرت تو وہ ہے، جو ایک لمحہ کے لئے بھی ہمارا ساتھ نہیں چھوڑ رہی۔ مگر میں اس وقت اس کی بات نہیں کر رہا، میں عرف عام میں جسے فتح و نصرت کہا جاتا ہے، یعنی ایک جگہ عددی غلبہ اتنا نصیب ہو جائے کہ اس کے بعد امن سے بیٹھ جائیں۔ اس فتح و نصرت کے لئے یہ تیاریاں ضروری ہیں۔ اور یہ دکھوں کا دوران تیاریوں میں مدد کرنے کے لئے آیا ہے اور مدد کر رہا ہے۔ لیکن اس سے ابھی مزید استفادے کی ضرورت

ہے۔ منظّم طور پر اس تربیت کے کام کو آگے بڑھانے کی ضرورت ہے اور پھیلانے کی ضرورت ہے۔ اور پھر اس میں گہرائی پیدا کرنے کی ضرورت ہے''۔

''.....فتح ونصرت کے حصول کی تمنا رکھنے والوں کو تو براہ راست یہی جواب دیا ہے قرآن کریم نے

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ
(البقرة:46)

کہ تم جو امیدیں لگائے بیٹھے ہو کہ بہت عظیم الشان فتوحات نصیب ہوں گی اور ظاہری عددی غلبہ بھی عطا ہوگا تو پھر اس غلبہ کو حاصل کرنے کا طریق یہ ہے کہ واستعینوا بالصبر والصلوۃ کہ خالی دعائیں نہ کیا کرو، محض ہاتھ اٹھا کے مانگا نہ کرو۔ کیونکہ صبر اور صلوٰۃ کے بغیر دعائیں قبول نہیں ہوں گے۔ خدا کی طرف سے اعانت نصیب نہیں ہو سکتی''۔

''.....پس وہ فتح، جس کی تیاری کی تمنا آپ رکھتے ہیں، اس کا علاج بھی نماز ہی بتایا ہے۔ کیونکہ یہ دعائیں قبول نہیں ہوں گی، جب تک نماز کے اوپر صبر کے ساتھ آپ قائم نہیں ہوں گے۔ اور نماز کا علاج یہ حالات ہیں، جن حالات میں آپ کے دل میں تمنا پیدا ہو رہی ہے۔ کیسا عظیم الشان مربوط مضمون ہے۔ فرمایا: یہی موقع ہے تمہارے لئے، آج جب ترس رہے ہو فتح کو تو اب ایسی قدروں میں تبدیل کر دو، جو ہمیشہ کے لئے زندہ رہنے والی قدریں ہیں۔ جو ہمیشہ کے لئے تمہیں زندہ کر دینے والی قدریں ثابت ہوں گی۔ اور وہ ہے، عبادت کی محبت، نماز سے گہرا تعلق، اس پر خود کھڑے ہو جانا اور اس پر دوسروں کو کھڑے کر دینا''۔

''.....تمام مغربی سوسائٹی میں بھی اس جہاد کی بڑی شدید ضرورت ہے اور پھر ان علاقوں میں افریقہ ہے، مثلاً جہاں کی قوموں کو ایک لمبے عرصہ سے روحانیت کی پیاس ہے۔ اور چونکہ ان کو عادت نہیں پڑی، ان باتوں کی، اس لئے ان کو نئی عادتیں ڈالنا، ایک بڑی محنت کا کام ہے۔ روحانیت کی پیاس ہے تبھی وہ مذہبی ہیں۔ میں جب کہتا ہوں روحانیت کی پیاس ہے تو میری مراد یہ ہے کہ ایک مشرک بھی اگر شرک میں جوش دکھاتا ہے اور ایک Superstitious آدمی، جو توہمات کی دنیا میں خوب دلچسپی لیتا ہے، یہ ساری اس کی پیاس کی علامتیں ہیں۔ افریقہ اس لحاظ سے بہت ہی پیاسا ہے۔ کیونکہ بنیادی طور پر افریقن مذہبی ہیں۔ وہ مذہب کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اسی لئے افریقہ میں عیسائیت بھی بڑی تیزی سے پھیلی ہے اور سب سے زیادہ وہاں اسلام کی طلب اور اسلام کی گنجائش ہے۔ کیونکہ افریقہ کی سادہ فطرت، جو ابھی دنیا کی ٹیڑھی سوچوں سے خود نہیں ٹیڑھی ہو سکی، ابھی تک اس میں کجی نہیں آئی، اس کو اسلام سے زیادہ صاف ستھرا

مذہب اور کوئی نظر آ ہی نہیں سکتا۔ جب وہ مقابلہ کرتا ہے افریقن تو اس کی فطرت ابھی تک اتنی سیدھی ہے کہ وہ اسلام کے سیدھے رستے پر جانے کے لئے طبعاً تیار پاتا ہے اپنے آپ کو۔ اس لئے وہاں اس لحاظ سے فائدہ بھی ہے۔ ایک Advantage جس کو کہتے ہیں، ایک فوقیت ہے، دوسرے علاقوں کے اوپر افریقہ کو کہ وہاں اس پہلو سے احمدیوں کے لئے کام کی گنجائش ہے۔

مگر گنجائش ہے، کام کے آغاز کی۔ کام کو آگے بڑھانے کے لئے پھر روکیں پیدا ہوں گی۔ وہاں کے حالات، وہاں کے جنگلات، وہاں رابطے کی مشکلات، وہاں کی بدامنیاں، ہر جگہ پہنچنے کے لئے ذرائع میسر نہیں ہیں، ذرائع میسر ہیں تو آج کل بدقسمتی سے دنیا کی بڑی طاقتوں کی آپس کی چپقلش نے سارے افریقہ کا امن برباد کر رکھا ہے۔ اور جہاں بظاہر امن نظر آ رہا ہے، وہاں بھی حالات بہت ابتر ہو چکے ہیں۔ تو ان حالات میں وہاں احمدی مبلغین کے لئے اور قسم کی مشکلات شیطان نے پیدا کر دی ہیں۔ ایک بھی جگہ آپ کو دنیا میں آج نظر نہیں آتی، جہاں ذکر الٰہی کی راہ میں شیطان نے روڑے نہ اٹکا رکھے ہوں۔ ایک بھی جگہ آپ کو ایسی نظر نہیں آئے گی، جہاں شیطان مخفی طور پر یا کھل کر حملہ نہ کر رہا ہو عبادتوں پر۔ اس لئے عالمگیر جہاد کی ضرورت ہے، جماعت احمدیہ کے لئے کہ وہ عبادتوں کو قائم کرنے، نماز کو قائم کرنے، ہر جہت میں قائم کرنے اس مضمون کو آگے بڑھانے، اس میں وسعت پیدا کرنے، اس میں رفعت پیدا کرنے اور اس میں گہرائی پیدا کرنے کی پوری کوشش کرے۔

یہ چند لفظوں میں جو میں نے مضمون بیان کیا ہے، یہ اتنا مشکل ہے، اتنا وسیع ہے، اتنا محنت طلب ہے، اتنا صبر چاہتا ہے کہ محض چند فقروں میں سن کر یہ مضمون آپ پوری طرح سمجھ بھی نہیں سکتے کہ اس میں دقتیں کیا کیا ہوں گی؟ سب سے بڑی مشکل، سب سے بڑی دقت یہ میں محسوس کرتا ہوں، ہر جگہ یہ میں نے دیکھی ہے کہ صبر کم ہے اور اسی لئے قرآن کریم بار بار صبر کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ ایک نصیحت کی جاتی ہے اور بظاہر وہ سننے کے بعد طبیعتوں میں ایک بڑا نمایاں ولولہ دکھائی دینے لگتا ہے، بظاہر وہ سننے کے بعد دلی ارادے باندھتے ہوئے نظر آتے ہیں اور دماغ تائید کرتا ہے کہ ہاں یہ ہونا چاہئے مگر چند دن کے اندر اندر وہ ارادے بھی سو جاتے ہیں، وہ دل کے ولولے بھی بیٹھ جاتے ہیں"۔

"..... ابھی تو آپ میں سے یعنی شاید آپ کو کبھی خیال نہ آیا ہو لیکن اکثریت ایسی ہے، جن کو یہ نہیں پتہ کہ میرے بچوں کو نماز ترجمہ کے ساتھ آتی بھی ہے کہ نہیں؟ اور نہ پتہ ہے، نہ خیال آیا ہے۔ اور بعض لوگ دوسروں کو ڈھونڈتے ہیں۔ جن کو خیال آتا ہے، وہ کہتے ہیں: جی، ہمارے پاس کوئی نماز سکھانے کا انتظام

نہیں ہے، اس لئے ایک مربی بھیجا جائے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ مربیوں کا کام ہے، نماز سکھانا اور پڑھانا حالانکہ قرآن کریم بتاتا ہے کہ یہ والدین کا کام ہے۔ گھر سے شروع کرو اور پھر مستقل مزاجی کے ساتھ نماز کو قائم کر کے دکھاؤ۔ وہاں یہ عجیب سوال ہوتا ہے، میں حیرت سے دیکھتا ہوں، اگر تمہیں خود نماز نہیں آتی تو پہلے اپنی فکر کرو۔ بچوں کی کیا بات شروع کی ہے؟ پہلے خود تو نماز سیکھو۔ اور اگر خود نماز آتی ہے تو مربی کا کیا انتظار کرتے ہو؟ جو اولین مقصد ہے انسانی تخلیق کا اس مقصد سے محروم ہو رہے ہو، محروم رہ رہے ہو اور انتظار کر رہے ہو، کوئی آئے گا تو وہ ہمیں سکھا دے گا۔ اتنے مربی نہ جماعت کے پاس ہیں، نہ یہ ممکن ہے کہ مربی دوسرے سارے کام چھوڑ دیں۔ جتنے ہیں، اگر وہ سارے کام دوسرے چھوڑ دیں اور یہی کام شروع کریں تو تب بھی وہ پورے نہیں ہوں گے۔ اس لئے قرآن کریم بڑا حکیمانہ کلام ہے۔ وہ واقعاتی بات کرتا ہے، خیالی اور فرضی بات نہیں کرتا۔ یہ ذمہ داری مربی پر نہیں ڈالی بلکہ ہر خاندان کے سربراہ پر ڈال دی ہے کہ تم کوشش کرو، تمہاری ذمہ داری ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے متعلق بھی یہی بتایا کہ بڑی خوبیوں کا مالک تھا، وہ اپنی اولاد کو اپنے اہل وعیال کو مستقل مزاجی کے ساتھ نماز کی طرف توجہ دلاتا رہتا تھا۔

پس جماعت احمدیہ میں سب سے اہم کام اس وقت عبادت کو قائم کرنا ہے۔ نماز کو نہ صرف قائم کرنا ان معنوں میں کہ ظاہراً کوئی شروع کر دے بلکہ اس کے اندر مغز کو اور روح کو بھرنا ہے۔ اور جب تک بچپن سے نماز کا ترجمہ ساتھ نہ سکھایا جائے، اس وقت تک نماز کے معنی انسان نماز پڑھتے وقت اپنے اندر جذب نہیں کر سکتا''۔

''.....ترجمہ سکھانے کے لئے باہر کی دنیاؤں میں اور بھی بہت سے ذرائع موجود ہیں۔ مثلاً ویڈیو کیسٹس عام ہیں، آڈیو کیسٹس ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ بچوں کو ترجمہ سکھانے کے لئے ماں باپ کا ذاتی تعلق ضروری ہے۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ ویڈیوز کے اوپر آپ بنا دیں اور ہم اپنے بچوں کو پکڑا دیں گے اور بے فکر ہو جائیں گے کہ ان کو نماز آنی شروع ہو گئی ہے، یہ درست نہیں۔ عبادت کا تعلق محبت سے ہے۔ اور محض رسمی طور پر ترجمہ سکھانے کے نتیجہ میں عبادت آئے گی کسی کو نہیں۔ وہ ماں باپ، جن کا دل عبادت میں ہو، جن کو نماز سے پیار ہو، جب وہ ترجمہ سکھاتے ہیں، بچے سے ذاتی تعلق رکھتے ہوئے، بچہ اپنے ماں باپ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے دیکھ رہا ہوتا ہے، ان کے دل کی گرمی کو محسوس کر رہا ہوتا ہے، ان کے جذبات سے اس کے اندر بھی ایک ہیجان پیدا ہو رہا ہوتا ہے۔ وہ اگر نماز سکھائیں تو ان کا نماز سکھانے کا انداز اور ہوگا''۔

''.....پس آئندہ نسلوں کے اعتبار سے دیکھیں تو تب بھی جیسا کہ میں نے آیت کریمہ آپ کے سامنے پڑھ کر سنائی تھی۔

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ

ہر جان کو خدا متنبہ کر رہا ہے، تم نے کل کے لئے کیا تیاری کی ہے؟ حدیث نبوی کا مضمون اسی آیت سے تعلق رکھتا ہے۔ قیامت کی پوچھ رہے ہو، لیکن اس کے لئے تیاری کیا کی ہے؟ اپنے نفس کو تیار پاتے بھی ہو؟ پس آج بھی یہی ہے سوال، جو سب سے اہم سوال ہے کہ تم نے آنے والے کل کے لئے کیا تیاری کی ہے؟ کن اولادوں کو آگے بھیجو گے؟ اور کیا وہ خدا کی عبادت گزار نسلیں ہوں گی یا عبادت سے غافل نسلیں ہوں گی؟ نئے آنے والے مہمانوں کے لئے تم نے کیا تیاری کی ہے؟ جو جوق در جوق احمدیت میں داخل ہوں گے۔

اگر بے نمازی ماحول میں داخل ہوں گے تو وہ بھی بے نمازی بن جائیں گے۔ اگر ایسے نمازیوں میں داخل ہوں گے، جو کھوکھلی نمازیں پڑھنے والے ہیں اور ریاکار ہیں تو وہ بھی کھوکھلی نمازیں پڑھیں گے اور ریاکار بن جائیں گے۔ اس لئے خاشعون جو نمازی ہیں، وہ نمازی پیدا کرنے ضروری ہیں اور اگر خاشعون نہیں بنیں گے آپ تو پھر نمازیں آپ پر ہمیشہ بھاری رہیں گی۔ اور وہ بوجھ نہیں اٹھا سکیں گے۔ آج نہیں تو کل وہ بوجھ گر جائے گا۔ آپ نہیں تو آپ کی اگلی نسل اس بوجھ کو پھینک دے گی۔ پس اس لئے ضروری ہے کہ نماز کو گہرا کیا جائے، اس میں خشوع پیدا کیا جائے"۔

".... پھر افریقہ میں یا دوسرے ممالک میں جہاں آج بھی بکثرت جوق در جوق لوگ اسلام میں داخل ہو رہے ہیں، وہاں بہت سے مربی بنانے پڑیں گے۔ جن کی پہلے تربیت ہے، ان کو آپ استعمال کریں، اپنی مدد کے لئے۔ اس کام کے لئے تیار کریں۔ اور افریقہ کے مزاج کی سادگی جو ہے، اس کے اندر ایک خاص حسن پایا جاتا ہے، بہت سی دوسری قومیں اس حسن سے عاری ہو چکی ہیں، آج کل کی مصنوعی زندگی کے نتیجہ میں۔ لیکن افریقہ کی سادگی میں وہ حسن ہے۔ وہ جو بات مانتے ہیں جب تو پھر پوری اطاعت کے ساتھ فرمانبرداری کے ساتھ مانتے ہیں، پوری طرح تعاون بھی کرتے ہیں۔ بہت ہی پیاری سادگی ہے اس قوم میں۔ اس سے مبلغ استفادہ کریں اور ان کو سمجھائیں اور سکھائیں۔ وہ بڑے پر جوش معلم بنتے ہیں آگے۔ افریقن مزاج میں ایک یہ بھی خوبی ہے کہ پھر وہ اچھی بات کو

وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ

(العصر: 04)

کے ساتھ ادا کرتا ہے۔ چپ نہیں ہوتا پھر۔ جب اس کو ایک اچھی بات سکھا دیں تو وہ کہتا چلا جاتا ہے۔ اس لئے وہاں خدا تعالیٰ نے آپ کو جہاں بعض کمزوریاں پائی جاتی ہیں، وہاں بعض قوتیں بھی تو پائی

جاتی ہیں۔ خدا تعالیٰ آپ کو ان قوتوں کی طرف متوجہ فرماتا ہے، ان سے فائدہ اٹھاؤ۔ کوئی جگہ بھی ایسی نہیں ہے، جہاں کمزوریوں کے مقابل پر خدا تعالیٰ نے کچھ فوقیتیں، کچھ قوتیں نہ رکھ دی ہوں، جو کمزوریوں سے مقابلے کے لئے آپ کو نئی طاقتیں عطا کر سکتی ہیں"۔

"......جماعت احمدیہ کا اصل بنیادی نظام کا ڈھانچہ تو صدارت یا امارت کا نظام ہے۔ لیکن اس قسم کے کاموں میں جہاں ایک War_footing پر کام کرنے ہوتے ہیں، یعنی جیسے ایک عظیم جنگ میں مصروف ہو جائے کوئی قوم، وہاں تنظیموں کے اندر اگر بانٹ دیا جائے اس کام کو تو زیادہ عمدگی کے ساتھ، زیادہ تفصیل کے ساتھ نظر رکھتے ہوئے یہ کام آگے بڑھتے ہیں۔ اس لئے یہ تین جو نظام ہیں جماعت کی ذیلی تنظیمیں، ان سے میں خصوصیت کے ساتھ مخاطب ہوں کہ یہ اپنے اپنے دائرے میں بہت محنت اور بہت کوشش کریں"۔

"..... تنظیمیں نسبتاً زیادہ بیدار رہ سکتی ہیں، اگر وہ ایک معین پروگرام بنا لیں کہ ہر ہفتے یا ہر مہینے میں ایک دفعہ اسی موضوع پر بیٹھا کریں۔ ایک مجلس عاملہ کا اجلاس مقرر ہو جائے، ہمیشہ کے لئے، آج سے۔ جس کا موضوع سوائے نماز کے کچھ نہ ہو۔ اس دن لجنہ بھی نماز کے اوپر غور کر رہی ہو، خدام بھی نماز پر غور کر رہے ہوں، انصار بھی نماز پر غور کر رہے ہوں۔ اور یہ فیصلہ کر لیں ہمیشہ کے لئے کہ اب ہم نے ہر مہینہ کم از کم ایک مرتبہ اس موضوع پر بیٹھنا ہے، غور کرنا ہے۔ اور جہاں حالات ایسے ہیں کہ ہر مہینے نہیں بیٹھ سکتے، وہاں دو مہینے مقرر کر لیں، تین مہینے مقرر کر لیں۔ مگر جہاں مقرر کریں، پھر اس پہ قائم رہیں، اس پر صبر دکھائیں۔ اور وہ ہر دفعہ جائزہ لیا کریں کہ کتنے ہمارے Gains ہیں؟ یعنی کتنا ہمیں فائدہ پہنچا ہے؟ اس عرصے میں کتنے نمازی بنائے؟ کتنوں کی نمازوں کی حالت ہم نے درست کی؟ کتنوں کو نماز میں لطف حاصل کرنے کے ذرائع بتائے اور ان کی مدد کی؟ اور بہت سے پہلو ہیں۔ وہ ان سب پہلوؤں پر غور کیا کریں۔ اور ہر دفعہ اپنا محاسبہ کریں کہ ہم کچھ مزید حاصل کر سکے ہیں یا نہیں کر سکے؟

اگر اس جہت سے اس طریق پر وہ کام شروع کریں گے تو امید ہے کہ انشاء اللہ بہت تیزی کے ساتھ ہم اپنے مقصد کی طرف بڑھ رہے ہوں گے۔ جس کی خاطر ہمیں پیدا کیا گیا ہے۔ اور جب ہم مقصد کی طرف بڑھ جائیں گے اور جب مقصد کو حاصل کر رہے ہوں گے تو پھر فتح ایک ثانوی چیز بن جاتی ہے۔ عددی اکثریت اور نصرت اور ظفر کے خواب، جو آپ دیکھ رہے ہیں، اس سے بڑھ کر یہ خواب آپ کے حق میں آپ کی ذاتوں میں پورے ہو چکے ہوں گے۔ پھر یہ خدا کا کام ہوگا کہ آپ کی حفاظت فرمائے۔ پھر یہ خدا کا کام ہوگا کہ اس دن کو قریب تر لائے، جو ظاہری فتح کا بھی دن ہوا کرتا ہے۔ جنگ بدر کے موقع پر یہی تو واسطہ دیا

تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو کہ اے خدا! یہ تھوڑی سی جماعت میں نے تیار کی تھی تیری عبادت کرنے والوں کی۔ میری ساری محنتوں کا پھل ہے یہ۔ اور تو کہتا ہے کہ کائنات کا پھل ہے یہ، اگر آج یہ لوگ مارے گئے تو پھر تیری عبادت کرنے والا دنیا میں کبھی کوئی پیدا نہیں ہوگا۔ اس قسم کے عبادت کرنے والے آپ بن جائیں تو اللہ کے اس پاک رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں آپ کو بھی پہنچ رہی ہوں گی۔ وہ خدا کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم آج بھی اس لحاظ سے زندہ ہے۔ آج بھی وہ دعا آپ کے حق میں خدا کو یہ واسطہ دے گی کہ اے خدا! اگر یہ عبادت گزار بندے تیرے ہلاک ہوگئے یا ناکام مر گئے تو پھر کبھی تیری دنیا میں عبادت نہیں کی جائے گی۔ کیسے ممکن ہے پھر کہ آپ کو وہ فتح اور ظفر کا دن نصیب نہ ہو"۔

(مطبوعہ خطبات طاہر جلد 04 صفحہ 881 تا 898)

# کچھ بھی ہو بند مگر دعوت اسلام نہ ہو

## پیغام برموقع اجتماع مجلس انصاراللہ اسلام آباد پاکستان منعقدہ 09 نومبر 1985ء

بسم اللہ الرحمان الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی عبدہ المسیح الموعود

میرے پیارے انصار بھائیو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ

آپ کی طرف سے مجھے خوشی کی خبریں پہنچتی رہتی ہیں۔اسی طرح یہ پڑھ کر بھی خوشی ہوئی کہ مجلس انصاراللہ اسلام آباد کا سالانہ اجتماع منعقد ہو رہا ہے۔اللہ کرے کہ یہ بابرکت اجتماع خدا تعالیٰ کے افضال اور برکات سے معمور ہو۔

انصاراللہ اور اسلام آباد یہ دونوں نام آپ کو آپ کے مقام اور ذمہ داریوں کی طرف متوجہ کرتے ہیں کہ آپ اسلام کی زندگی اور غلبہ کے لئے اللہ تعالیٰ کے مامور کی مدد کرنے والے لوگ ہیں۔جس طرح مسیح موسویؑ کی آواز پر حواریوں نے نحن انصار اللہ کہا تھا اور اس کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ نے ان کے لئے آسمان سے مائدہ اتارا تھا،اسی طرح دنیا نے ایک بار مسیح محمدی کے انصار کو مشاہدہ کیا اور پہلے سے زیادہ عظمت،شان، ایمان اور استقلال کے مشاہدے کیے اور پھر عظیم الشان آسمانی مائدوں سے یہ جماعت سرفراز کی گئی۔اس کے پیچھے وہ الٰہی تقدیر کارفرما ہے،جس کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام یوں فرماتے ہیں کہ

”.....خداوند کریم نے بارہا مجھے سمجھایا کہ ہنسی ہوگی اور ٹھٹھا ہوگا اور لعنتیں کریں گے اور بہت ستائیں گے لیکن آخر نصرت الٰہی تیرے شامل حال ہوگی اور خدا دشمنوں کو مغلوب اور شرمندہ کرے گا۔چنانچہ براہین احمدیہ میں بھی بہت سا حصہ الہامات کا انہی پیشگوئیوں کو بتلا رہا ہے اور مکاشفات بھی یہی بتلا رہے ہیں۔چنانچہ ایک کشف میں، میں نے دیکھا کہ ایک فرشتہ میرے سامنے آیا اور وہ کہتا ہے کہ لوگ پھرتے جاتے ہیں۔تب میں نے اس کو کہا کہ تم کہاں سے آئے؟ تو اس نے عربی زبان میں

جواب دیا اور کہا کہ جئت من حضرة الوتر یعنی میں اس کی طرف سے آیا ہوں، جو اکیلا ہے۔ تب میں اس کو ایک طرف خلوت میں لے گیا اور میں نے کہا کہ لوگ پھرتے جاتے ہیں مگر کیا تم بھی پھر گئے؟ تو اس نے کہا کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں۔ تب میں اس حالت سے منتقل ہو گیا۔ لیکن یہ سب امور درمیانی ہیں اور جو خاتمہ امر پر منعقد ہو چکا ہے، وہ یہی ہے کہ بار بار کے الہامات اور مکاشفات سے جو ہزار تک پہنچ گئے ہیں اور آفتاب کی طرح روشن ہیں، خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر کیا کہ میں آخر کار تجھے فتح دوں گا اور ہر ایک الزام سے تیری بریت ظاہر کر دوں گا اور تجھے غلبہ ہوگا اور تیری جماعت قیامت تک اپنے مخالفوں پر غالب ہوگی۔ اور فرمایا کہ میں زور آور حملوں سے تیری سچائی ظاہر کروں گا"۔

(انوار الاسلام، روحانی خزائن جلد 09 صفحہ 53,54)

"......اے تمام لوگو! سن رکھو کہ یہ اس کی پیشگوئی ہے، جس نے زمین و آسمان بنایا۔ وہ اپنی اس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلا دے گا اور حجت اور برہان کی رو سے سب پر ان کو غلبہ بخشے گا۔ وہ دن آتے ہیں بلکہ قریب ہیں کہ دنیا میں صرف یہی ایک مذہب ہوگا، جو عزت کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔ خدا اس مذہب اور اس سلسلہ میں نہایت درجہ اور فوق العادت برکت ڈالے گا۔ اور ہر ایک کو، جو اس کے معدوم کرنے کا فکر رکھتا ہے، نامراد رکھے گا۔ اور یہ غلبہ ہمیشہ رہے گا، یہاں تک کہ قیامت آجائے گی۔......دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا۔ میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں۔ سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں، جو اس کو روک سکے"۔

(تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 66,67)

ان الٰہی نوشتوں کے مطابق جہاں ہر طلوع ہونے والا سورج جماعت احمدیہ کے لئے فتح و نصرت اور تائید خداوندی کی نوید لاتا ہے، وہاں ہم نے یہ بھی سوچنا ہے کہ ہم نے عملاً کس حد تک اس تقدیر کا ساتھ دیا، جس کا اظہار خدا تعالیٰ نے بار بار عاشق رسول ﷺ حضرت مسیح موعودؑ سے کیا۔

پس اے اسلام آباد کے انصاری الی اللہ! غلبہ اسلام کے لئے سعی کرو، پھر خدا تعالیٰ کے مائدے مزید کثرت سے تم پر نازل ہوں گے اور دونوں جہان کی خوش بختیاں تمہارے اور تمہاری نسلوں کے ساتھ وابستہ ہو جائیں گی۔ حضرت **المصلح**ؓ کے الفاظ میں میرا پیغام یہ ہے کہ

عسر ہو یسر ہو ، تنگی ہو کہ آسائش ہو
کچھ بھی ہو بند مگر دعوت اسلام نہ ہو
کام مشکل ہے بہت منزل مقصود ہے دور
اے میرے اہل وفا سست کبھی گام نہ ہو
گامزن ہو گے رہ صدق و صفا پر گر تم
کوئی مشکل نہ رہے گی جو سر انجام نہ ہو
میری تو حق میں تمہارے یہ دعا ہے پیارو
سر پہ اللہ کا سایہ رہے ناکام نہ ہو

اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو، اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو، اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔ اس دنیا میں بھی سرخرو رہو اور آخرت میں بھی سرخرو ہو۔ آمین۔

والسلام

خاکسار

(مرزا طاہر احمد)

(مطبوعہ ہفت روزہ النصر 15 نومبر 1985ء)

# صحابہ رضی اللہ عنہم کے نمونے پر چلنے کا وقت قریب آ گیا ہے

## پیغام برموقع جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ سرینام منعقدہ 24 نومبر 1985ء

بسم اللہ الرحمان الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیارے بھائیو اور بہنو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ معلوم کر کے بہت خوشی ہوئی کہ جماعت احمدیہ سرینام اپنا سالانہ جلسہ منعقد کرنے کی توفیق پا رہی ہے۔ میری دعا ہے کہ یہ جلسہ ہر پہلو سے کامیاب اور بابرکت ہو۔ آمین۔

پیارے عزیزو! سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

”.....خدا تعالیٰ جس نمونہ پر اس جماعت کو قائم کرنا چاہتا ہے، وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا نمونہ ہے“۔

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 310)

اسی طرح حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

”......صحابہؓ کا نمونہ اختیار کرنا چاہیے کہ وہ فقر و فاقہ اٹھاتے تھے اور جنگ کرتے تھے۔ ادنیٰ سے ادنیٰ معمولی لباس کو اپنے لیے کافی جانتے تھے اور بڑے بڑے بادشاہوں کو جا کر تبلیغ کرتے تھے“۔

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 319)

الغرض یہ وہ پاک جماعت تھی، جس نے اپنا سب کچھ خدا تعالیٰ اور اس کے دین کی سربلندی اور اس کی اشاعت اور غلبہ کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ عسر ہو یا یسر، تنگی ہو یا آسائش، ہر موقع پر اور ہر حال میں وہ خدا تعالیٰ کے پیغام کو دنیا بھر میں پھیلانے میں کوشاں رہتے تھے اور کسی صورت میں بھی تبلیغ اور دعوت الی اللہ سے نہیں رکتے تھے۔

اس وقت بھی آپ کو اسی پاک نمونہ کے اختیار کرنے کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ مجھے افسوس ہے کہ ابھی تک سرینام میں جماعت نے تبلیغ و دعوت الیٰ اللہ کی طرف پوری توجہ نہیں کی اور بہت معمولی تعداد میں داعیان الیٰ اللہ پیدا ہوئے ہیں۔

آج ضرورت ہے کہ ہر احمدی داعی الیٰ اللہ بن جائے اور پورے عزم اور توکل کے ساتھ دعائیں کرتے ہوئے تبلیغ اسلام کے لیے کمربستہ ہو جائے۔ یاد رکھیں، یہ وقت تبلیغ اور دعوت الیٰ اللہ کا وقت ہے۔ اگر اب سستی ہوگئی تو ایسے وقت قوموں کو بار بار نصیب نہیں ہوا کرتے۔ صحابہؓ کے نمونے پر چلنے کا وقت قریب آگیا ہے۔ میرا دل گوارا نہیں کرتا کہ اب دیر کی جاوے۔ تبلیغ کے لیے بہت علم کی حاجت نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ امی ہی تھے۔ تقویٰ اور طہارت چاہیے۔ سچائی کی راہ، ایک ایسی راہ ہے، جو اللہ تعالیٰ خود ہی عجیب عجیب باتیں سوجھا دیتا ہے۔ پس صدق اور اخلاص اور تقویٰ کی راہوں پر قدم مارتے ہوئے اور خدا تعالیٰ کی عظمت اور کبریائی کے نعرے لگاتے ہوئے تبلیغ کے جہاد میں مشغول ہو جائیں۔ اگر آپ دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے تو خدا تعالیٰ آسمان پر آپ کو مقدم کرے گا۔ اور اس دنیا میں بھی وہ اپنے فضلوں اور برکتوں سے آپ کے دامن بھر دے گا۔

اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔

والسلام

خاکسار

مرزا طاہر احمد

**خلیفۃ المسیح الرابع**

(مطبوعہ ہفت روزہ النصر 6 دسمبر 1985ء و ضمیمہ ماہنامہ خالد دسمبر 1985ء)

# ید اللہ فوق الجماعۃ

## پیغام برموقع سالانہ مجلس شوریٰ جماعت احمدیہ گیمبیا منعقدہ 24 نومبر 1985ء

بسم اللہ الرحمان الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیارے عزیزم داؤد احمد صاحب حنیف

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے خط سے معلوم ہوا کہ جماعت احمدیہ گیمبیا سالانہ مجلس شوریٰ منعقد کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مشاورت کو بہت برکتوں سے نوازے اور جماعت احمدیہ گیمبیا کے لئے ترقیات کا ایک سنگ میل ثابت فرمائے۔ آمین۔

اللہ تعالیٰ جماعت مومنین کی ایک نمایاں شان یہ بھی بیان فرماتا ہے کہ جب وہ اپنا کوئی اجتماعی پروگرام مرتب کرتے ہیں تو دعا کے ساتھ اور آپس میں مشورہ کے ساتھ مرتب کرتے ہیں۔ اور جب مومنوں کی جماعت مشورہ کرتی ہے تو اس کے فیصلوں کو اللہ تعالیٰ برکتوں سے معمور کر دیتا ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:۔

ید اللہ فوق الجماعۃ

پس یہ مجلس، وہ مجلس ہے، جس پر خدا تعالیٰ کی برکتوں اور نصرتوں کا ہاتھ ہے۔ اس لئے کہ آپ خدا تعالیٰ کی جماعت کی ترقی، اس کی عظمت اور اس کے محبوب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کی سر بلندی کے لئے ایک پروگرام مرتب کرنے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ اللہ کرے کہ اس کے دین کی سربلندی کے لئے آپ کا مشورہ، آپ کی رائے اور آپ کی ہر سوچ دعاؤں کے سانچے میں ڈھل کر خدا تعالیٰ کے حضور قبولیت کا شرف پائے۔ اور جماعت احمدیہ گیمبیا ہر لحہ اپنی تعداد میں بھی اور اپنے اخلاقی، روحانی اور تربیتی میعار میں بھی ترقی کرتی چلی جائے۔ اور یہ ترقی ضربیں کھاتی ہوئی اپنی انتہائی منازل طے کرنے لگے۔ آمین

اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو اور آپ کی ہر معاملے میں مدد فرمائے۔

والسلام

خاکسار

(دستخط) مرزا طاہر احمد

**خلیفۃ المسیح الرابع**

(مطبوعہ ہفت روزہ النصر 20 دسمبر 1985ء وضمیمہ ماہنامہ مصباح دسمبر 1985ء)

# پس آپ کو ہر سمت میں خدا کے نام پر جہاد کے لئے تیار ہونا چاہیے

## پیغام بر موقع سالانہ اجتماع مجلس انصاراللہ سیرالیون منعقدہ 29 نومبر 1985ء

بسم اللہ الرحمان الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیارے انصار بھائیو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ سن کر خوشی ہوئی کہ مجلس انصاراللہ سیرالیون کا تیسرا سالانہ اجتماع منعقد ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس اجتماع کو بہت ہی برکتوں سے معمور کرے اور جماعت کی اخلاقی، روحانی، تعلیمی اور تربیتی نشوونما کا موجب بنائے۔

میرے پیارے انصار! سیرالیون وہ مقام ہے، جس کو عیسائیت نے تمام افریقہ کو فتح کرنے کے لئے بطور مرکز کے چنا تھا۔ اور اس سرزمین سے بہت امیدیں وابستہ کی تھیں۔ اور پھر یہی وہ مقام ہے، جس کے بارہ میں عیسائیوں نے تسلیم کیا کہ یہاں احمدیت نے بڑی مضبوطی کے ساتھ قدم جمائے ہیں۔ اور عیسائیت کے لئے سب سے بڑی روک ثابت ہوئی ہے، جس نے عیسائیت کے آگے بند باندھ دیا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ پہلے جس رفتار کے ساتھ جماعت نے ترقی کی تھی، وہ رفتار اس شان کے ساتھ قائم نہیں رہی۔ اور درمیان میں ایک عرصہ جمود اور خلا کا ایک ایسا منظر پیدا کر رہا ہے کہ جس طرح ایک خوبصورت اور دلکش سبزہ زار سے سڑک اچانک کسی ویران جگہ میں داخل ہو جائے۔

میں نے غور کیا اور سمجھتا ہوں کہ اس غفلت کے دور میں جس میں جماعت کی ترقی کی رفتار رکی ہے، سب سے بڑی ذمہ داری آپس کے اختلاف کی ہے۔ خصوصاً جب مرکزی نمائندوں اور خلیفۂ وقت کے نمائندوں کی کامل اطاعت اور محبت میں فرق پڑا اور بعض عناصر نے کئی پہلوؤں سے عدم تعاون کا مظاہرہ کیا تو یہ جماعت بہت سی برکتوں اور فضلوں سے محروم رہ گئی۔

الحمدللہ کہ بفضلہٖ تعالیٰ جماعت اب ایک نئے موڑ میں داخل ہو گئی ہے۔ جو اس درمیانی عرصہ کی تلخی کو مٹانے والا اور نئی شاہراہوں اور دلکشیوں کے پیغام لے کر آیا ہے۔ اور ایک نئی تازگی جماعت میں

پیدا ہو رہی ہے۔ کثرت کے ساتھ سیرالیون کے مخلصین، جو مجھے خطوط لکھ رہے ہیں، ان میں مرکز سلسلہ سے محبت اور تعلق کی روح صاف نظر آرہی ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی خدا تعالیٰ کے فضل بھی پہلے سے بہت بڑھ کر دکھائی دیتے ہیں۔ نئے نئے داعی الی اللہ نئے ولولوں کے ساتھ ان خوش نصیبوں کے ساتھ داخل ہو رہے ہیں، جن کو خدا تعالیٰ نئی روحانی اولاد عطا فرما رہا ہے۔ اور کامیابی کی نئی راہیں ان کے لئے کھول رہا ہے اور ترقی کی رفتار ایک دفعہ پھر تیز تر ہوتی چلی جارہی ہے۔

پس آپ جو کہ اللہ کے دین کے انصار ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، آپ پر فرض ہے کہ اس پہلو سے جماعت کی صف اول ثابت ہوں۔

☆ ہر وہ بات کریں، جس سے آپ کی محبت بڑھے اور تعاون کی روح نشوونما پاتی ہو۔

☆ ہر اس بات سے رک جائیں، جس سے کسی بھائی کے بارہ میں غلط فہمی پیدا ہوتی ہو۔

☆ ہر وہ ذریعہ اختیار کریں، جس سے دلوں میں اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ سلسلہ کے ساتھ محبت اور اطاعت کا جذبہ بڑھے اور آپ لوگ **سمعنا و اطعنا** کی تصویر بن جائیں۔

☆ اپنی تمام تر طاقتیں دعوت الی اللہ کے اہم فریضہ پر صرف کر دیں۔

آج آپ کو صرف عیسائیت ہی سے مقابلہ نہیں کرنا اور ہر مذہب پر اسلام کے غلبہ کو ہی ثابت نہیں کرنا بلکہ ان سازشوں کا بھی مقابلہ کرنا ہے، جو علمائے سوء کی طرف سے رونما ہو رہی ہیں اور جن کی پشت پر اب بعض بڑی بڑی دنیاوی طاقتیں کام کر رہی ہیں۔ ان کی پوری کوشش ہوگی کہ جب آپ اسلام کی دشمن طاقتوں سے نبرد آزما ہوں تو جہاں تک ممکن ہو، یہ آپ کی پیٹھ میں چھرا گھونپ دیں۔

پس آپ کو ہر سمت میں خدا کے نام پر جہاد کے لئے تیار ہونا چاہیے۔ اور اپنی ترقی کی رفتار کو اتنا بڑھا دینا چاہیے کہ آپ کے مخالف کلیتہً مایوس ہو جائیں اور اسلام کا غلبہ صبح صادق کی طرح جلد تر سارے سیرالیون کو اپنی نورانی لپیٹ میں لے لے۔

کامیاب مبلغ کے لئے ضروری ہے کہ دعا گو ہو اور اللہ تعالیٰ سے تعلق بڑھانے والا ہو۔ ورنہ اس کے قول میں کوئی برکت نہیں پڑتی۔ اس لئے اپنے نفس کی تربیت کی طرف بھی توجہ کریں اور تعلق باللہ بڑھائیں۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کا رشتہ باندھیں اور دعاؤں اور حوصلے کے ساتھ کام لیتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ پر توکل رکھتے ہوئے آگے بڑھتے چلے جائیں۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں:۔

''......تمہارا کام اب یہ ہونا چاہیے کہ دعاؤں اور استغفار اور عبادت الٰہی اور تزکیہ و تصفیہ نفس میں مشغول ہو جاؤ۔اس طرح اپنے تئیں مستحق بناؤ خدا تعالیٰ کی ان عنایات اور توجہات کا،جن کا اس نے وعدہ فرمایا ہے۔اگرچہ خدا تعالیٰ کے میرے ساتھ بڑے بڑے وعدے اور پیشگوئیاں ہیں،جن کی نسبت یقین ہے کہ وہ پوری ہوں گی''۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 212)

پھر حضرت بانی سلسلہ فرماتے ہیں:۔

''......تم خوش ہو اور خوشی سے اچھلو کہ خدا تمہارے ساتھ ہے۔اگر تم صدق اور ایمان پر قائم رہو گے تو فرشتے تمہیں تعلیم دیں گے اور آسمانی سکینت تم پر اترے گی اور روح القدس سے مدد دیئے جاؤ گے اور خدا ہر ایک قدم میں تمہارے ساتھ ہوگا اور کوئی تم پر غالب نہیں ہو سکے گا۔خدا کے فضل کی صبر سے انتظار کرو۔گالیاں سنو اور چپ رہو۔ ماریں کھاؤ اور صبر کرو۔ اور حتی المقدور بدی کے مقابلہ سے پرہیز کرو۔تا آسمان پر تمہاری قبولیت لکھی جاوے۔یقیناً یاد رکھو کہ جو لوگ خدا سے ڈرتے ہیں اور دل ان کے خدا کے خوف سے پگھل جاتے ہیں،انہی کے ساتھ خدا ہوتا ہے اور وہ ان کے دشمنوں کا دشمن ہو جاتا ہے۔دنیا صادق کو نہیں دیکھتی پر خدا جو علیم وخبیر ہے،وہ صادق کو دیکھ لیتا ہے۔پس اپنے ہاتھ سے اس کو بچاتا ہے۔کیا وہ شخص،جو سچے دل سے تم سے پیار کرتا ہے اور سچ مچ تمہارے لئے مرنے کو بھی تیار ہوتا ہے اور تمہارے منشاء کے موافق تمہاری اطاعت کرتا ہے اور تمہارے لئے سب کو چھوڑتا ہے،کیا تم اس سے پیار نہیں کرتے؟اور کیا تم اس کو سب سے عزیز نہیں سمجھتے؟پس جبکہ تم انسان ہو کر پیار کے بدلہ میں پیار کرتے ہو پھر کیونکر خدا نہیں کرے گا۔خدا خوب جانتا ہے کہ واقع اس کا وفادار دوست کون ہے؟اور کون غدار اور دنیا کو مقدم رکھنے والا ہے؟ سو تم اگر ایسے وفادار ہو جاؤ گے تو تم میں اور تمہارے غیروں میں خدا کا ہاتھ ایک فرق قائم کر کے دکھلائے گا''۔

(تذکرۃ الشہادتین،روحانی خزائن جلد 20،صفحہ 68)

پس اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہو اور تم دنیا میں بھی سرخرو ہو اور آخرت میں بھی فلاح پاؤ۔

والسلام

خاکسار

(دستخط) مرزا طاہر احمد

خلیفۃ المسیح الرابع

(مطبوعہ ہفت روزہ النصر 20 دسمبر 1985ء و ضمیمہ ماہنامہ مصباح دسمبر 1985ء)

# مجلس شوریٰ ایک مقدس ادارہ ہے

## خطاب فرمودہ 08 دسمبر 1985ء برموقع مجلس شوریٰ یو. کے

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے انگریزی خطاب کا اردو میں خلاصہ حسب ذیل ہے۔

فرمایا:۔

''اگر چہ میں اس مجلس شوریٰ میں دیگر مصروفیات کی بنا پر شرکت نہ کر سکا لیکن مجھے آخری نصف گھنٹے کی کاروائی سننے کا موقع ملا ہے''۔

فرمایا کہ

''اس تجویز پر بحث کے دوران کہ جماعت کی جائیدادوں کی نگہداشت کے لئے کون سے ذرائع مفید ہو سکتے ہیں، بعض ایسی باتیں ہوئی ہیں، جو جماعت احمدیہ کی روایات کے مطابق نہیں۔ دو ممبران کو اپنے نقطہ نظر کو ایوان میں پیش کرنے کے دوران اس غلط فہمی کی بناء پر ٹوکا گیا کہ شاید ان کا رویہ امیر صاحب کے متعلق مجلس شوریٰ کے آداب کے خلاف تھا۔ جس پر امیر صاحب نے وضاحت کی کہ انہوں نے ان دونوں ممبران کی بات کا برا نہیں منایا۔ امیر صاحب کی بات سے یہ تاثر ملتا تھا کہ اگر چہ ممبران کا رویہ تو خراب تھا لیکن امیر صاحب نے فراخدلی سے کام لیتے ہوئے ان کی باتوں کا برا نہیں منایا''۔

حضور نے فرمایا:۔

''یہاں پر میں اس بات کی وضاحت کر دینا چاہتا ہوں کہ میرے خیال میں ان دونوں ممبران کا رویہ مجلس شوریٰ کے آداب کے خلاف نہیں تھا۔ وہ دونوں نظریات شریفانہ لیکن پرزور طریقے سے ایوان کے سامنے پیش کر رہے تھے۔ اور امیر صاحب بھی ان کی مشکلات کو سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ لیکن بفرض محال اگر کسی ممبر کا انداز گفتگو مجلس شوریٰ کے آداب کے خلاف ہوتا تو امیر صاحب کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ برا نہ منائیں۔ یہاں پر ان کی اپنی ذات کا سوال نہیں تھا بلکہ مجلس شوریٰ کے تقدس کا سوال تھا۔ اور پھر امیر صاحب کے مقام امارت کے احترام کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ مجلس شوریٰ ایک ایسا مقدس ادارہ ہے، جس کو ہم عام دنیاوی اداروں کی طرح بحث و مباحثہ کا مرکز نہیں بنا سکتے۔ اگر امیر صاحب کو کسی وقت ذرا بھی شک ہو کہ کوئی شخص مجلس شوریٰ کی روایتی حدود سے ذرا بھی ادھر ادھر ہوا ہے تو امیر صاحب کا یہ فرض

ہے کہ اس کو روک دیں۔ خلفائے جماعت احمدیہ سالہا سال سے مجلس شوریٰ مرکزیہ کی صدارت کرتے آئے ہیں۔ ان میں سے وہ بھی، جو اپنی ذات میں بہت حلیم تھے، مجلس شوریٰ کے احترام یا مقام خلافت کی تکریم کا جہاں تک تعلق ہے، معمولی سے معمولی بات بھی برداشت نہ کرتے تھے۔ وہ دو ممبران، جو اس وقت بول رہے تھے، ان کے لہجے سے میں انہیں بخوبی پہچان گیا تھا۔ وہ ہرگز ان لوگوں میں سے نہ تھے، جو کسی عہدیدار کے ساتھ خواہ وہ بڑے عہدے کا مالک ہو یا چھوٹے کا، اس کے واجب احترام کو نظر انداز کر دیں۔ ہاں البتہ جو بات قواعد وضوابط کے خلاف ہے، وہ یہ ہے کہ امیر کی اجازت کے بغیر اظہار خیال کیا جائے۔ مجلس شوریٰ کا ہمیشہ سے یہ دستور رہا ہے کہ ایک دفعہ نام لکھوا کر ایک شخص اپنے خیالات کا اظہار کر کے جب واپس چلا جاتا ہے تو پھر وہ بغیر خاص اجازت کے دوبارہ نہیں بول سکتا اور عام طور پر ایسے شخص کو دوبارہ آنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ کیونکہ مجلس شوریٰ دوسرے جمہوری اداروں کی طرح بحث ومباحثہ کی آماجگاہ نہیں۔ بلکہ یہ ایک نہایت ہی معزز مذہبی مجلس شوریٰ ہے۔ اس میں شامل ہونے والے افراد نہایت تحمل اور بردباری سے احمدیہ کمیونٹی اور اشاعت اسلام کی بہتری کے پیش نظر اپنی آراء پیش کرتے ہیں۔ سارا وقت ماحول کو محبت وپیار کے جذبات سے خوشگوار رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی جاتی ہے اور کسی بھی فرد کو اس روایتی انداز میں رخنہ ڈال کر ماحول کو ناخوشگوار بنانے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ اگر مجلس شوریٰ میں شامل ہونے والے تمام افراد کو اپنی ذمہ داریوں کا اندازہ ہو تو وہ اپنی حدود سے باہر نہیں جائیں گے۔ اس کے برعکس اگر لوگ ایک دفعہ جذبات کی رو میں بہہ جائیں تو پھر ان پر پابندی بڑی مشکل سے لگائی جاسکتی ہے۔ پس آئندہ مجلس شوریٰ کے دوران ان امور کا خاص طور پر خیال رکھا جائے''۔

پھر فرمایا:۔

''جماعت احمدیہ میں آج کل کمیٹی اور سب کمیٹی بنانے کا نظریہ بہت عام ہوتا جارہا ہے۔ آپ لوگوں کو اس رجحان سے اس بات کا اندازہ تو ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کو کام بہتر طریقے سے سرانجام دینے کا فکر ہے۔ لیکن یہ طریق کار کبھی کامیاب نہیں ہوا اور نہ آئندہ ہوگا۔ اگر کسی عہدے کا کام کما حقہ نہیں ہو رہا تو اس عہدیدار کے ساتھ کمیٹی اور سب کمیٹی بنانے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ جہاں کہیں ایسے حالات پیدا ہو جائیں، وہاں سب سے پہلے ان وجوہات کا بنظر غائر جائزہ لینا چاہیے، جن کی وجہ سے کام رکا ہوا ہے۔

مثال کے طور پر ایک سیکرٹری جائیداد کے فرائض میں جماعت کی تمام جائیدادوں کی مرمت اور ان کی نگرانی وغیرہ شامل ہے۔ یہ سیکرٹری جائیداد کا فرض ہے نہ کہ کمیٹی اور سب کمیٹی کا۔ اگر سیکرٹری جائیداد ان فرائض کی ادائیگی میں ناکام ہوا ہے تو اس کی دو وجوہات ہوسکتی ہیں۔

ایک تو یہ کہ کام کی زیادتی کی وجہ سے باوجود کوشش بسیار کے وہ اس کام کو نپٹانے سے قاصر رہا ہے۔ تو ایسی صورت میں سب کمیٹی بنانے یا نائب کے لئے درخواست خود اس سیکرٹری کی طرف سے آنی چاہئے کہ اسے مزید مددگاروں کی ضرورت ہے۔

ناکامی کی دوسری وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ اس عہدے کے لئے جس شخص کو چنا گیا، وہ اس عہدے کے اہل نہیں۔ اس صورت میں آپ اس شخص کے پاس، جس کے اختیار میں اس کو بدلنا ہو، یہ درخواست کر سکتے ہیں کہ اس عہدے پر نظر ثانی کی جائے۔ اگر وہ عہدے دار رپورٹ دے رہا ہے تو رپورٹ دیکھ کر اندازہ ہو سکے گا کہ اس کے کام میں کیا خامی ہے؟ اور اگر وہ رپورٹ نہیں دے رہا تو اسے رپورٹ دینے پر مجبور کیا جائے۔

میرے خیال میں سیکرٹری جائیداد کے پاس جماعت کی تمام جائیداد کی معلومات پر مشتمل اور مفصل فہرست موجود ہونی چاہیے۔ اس کا فرض ہے کہ وہ تفصیلی رپورٹ کو مجلس عاملہ میں پیش کرے۔ پھر یہ مجلس عاملہ کا کام ہے کہ اس پر تبصرہ کرے اور اس میں موجود خامیوں کی طرف اسے توجہ دلائے۔ اور اگر اسے مزید مدد درکار ہو تو مہیا کی جائے۔ تمام معاملات مجلس عاملہ کی معرفت حل کیے جائیں۔ اگر مجلس عاملہ کے پاس کسی عہدیدار کے کام بخوبی سرانجام نہ دینے کی رپورٹ آئے تو پھر یہ کمیٹی کا فرض ہے کہ اس کی ناکامی کی وجوہات کی تحقیق کرے۔ کیونکہ اس کے بغیر ایک عہدیدار کو بدل کر دوسرے کو عہدیدار بنا دینے سے بھی آپ کو کچھ فائدہ نہ ہو گا۔ اس لئے پہلے عہدیدار کی ناکامی کی وجوہات کا مکمل جائزہ لینا، کمیٹی کے فرائض میں داخل ہے"۔

فرمایا:۔

"آج کی مجلس شوریٰ کی تمام تجاویز میں یہ پہلو نمایاں طور پر نظر آ رہا ہے، اس لئے میں اس پر زور دے رہا ہوں۔ جب بھی کوئی مشکل پیدا ہو، اس کا تجزیہ کرنا، آپ لوگوں کا پہلا قدم ہونا چاہئے۔ تجاویز میں جو مسائل بیان کئے گئے ہیں، ان کے تمام پہلوؤں پر جائزہ لینے اور غور کرنے کے بعد یہ دیکھ لینا چاہیے کہ ان میں کوئی وزن بھی ہے یا نہیں؟ اس طرح سے وقت بھی ضائع نہ ہوگا"۔

مزید فرمایا کہ

"تبلیغی تجاویز سے متعلقہ رپورٹ سن کر مجھے اندازہ ہوا ہے کہ آپ لوگ صحیح لائنوں پر کام کر رہے ہیں۔ اور مجلس شوریٰ میں جو تبلیغی تجاویز شامل ہوئی ہیں، ان کا تعلق مروجہ تبلیغی نظام کو بدلنے کے ساتھ نہیں تھا اور نہ ہی ان کا مقصد شوریٰ میں پیش کرنے سے کوئی بنیادی تبدیلی کرنا تھی۔ لیکن پھر بھی ان کو شمولیت کی اجازت دی گئی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ شوریٰ کا ہمیشہ سے یہ دستور چلا آ رہا ہے کہ بعض اہم موضوعات سے متعلق تجاویز کو بھی، جن میں کوئی بنیادی تبدیلی کی ضرورت نہ ہو، شوریٰ میں پیش کرنے کی اجازت دے

دی جاتی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے زمانہ میں اسی طرح کی بعض اہم مضامین کی حامل تجاویز کو شوریٰ میں پیش کر کے زیر بحث لانے کی اجازت دی جاتی تھی۔ لوگوں کے اس طرف توجہ دلانے پر حضرت مصلح موعودؓ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اس حقیقت کا علم ہے لیکن میں نے یہ تجاویز اس لئے پیش کرنے کی اجازت دی ہے کیونکہ یہ اہم موضوع ہے۔ اور ان پر دوبارہ بحث ہونے سے لوگ اس کی اہمیت سے خبردار ہو کر واپس جائیں گے۔ اور نمائندوں میں اس کام کو فوقیت دینے کا احساس پیدا ہو جائے گا۔

لہٰذا آج کی تبلیغی تجاویز کو ہم اسی زمرے میں ڈال سکتے ہیں۔ ان کے پیش کرنے کا مقصد صرف اس موضوع کی اہمیت کی یاددہانی ہے۔ یہاں پر بھی کمیٹیاں آپ کو فائدہ نہیں پہنچائیں گی کیونکہ تبلیغ کا کام اس وقت بہت کم ہو رہا ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ اے مسلمانو! اپنی سرحدوں کی حفاظت کرو اور اپنے دشمن کے ارادوں سے خبردار رہو۔ خدا تعالیٰ نے اس سلسلے میں ''رابطوا'' کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ رابطہ ایک ٹیکنکل اصطلاح ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ تم ہمیشہ اپنی سرحدوں کی حفاظت کرو اور اپنے دشمن کے ارادوں سے باخبر رہو اور ہمیشہ اپنی جنگ سرحد پر لڑنے کی کوشش کرو۔ دشمن کو اس بات کا موقع نہ دو کہ وہ تمہاری سرزمین میں داخل ہو جائے۔ اور اگر تمہیں دشمن سے حملے کا خطرہ ہو تو جنگ دشمن کی سرزمین میں کرنے کی کوشش کرو تا کہ تمہاری سرزمین میدان جنگ نہ بن جائے۔

بدقسمتی سے جماعت احمدیہ اس اہم پہلو کو نظر انداز کر گئی ہے اور بہت کم دشمن سے رابطہ ہے۔ لوگوں میں داعی الی اللہ بننے کا احساس ضرور پیدا ہو رہا ہے لیکن حقیقت میں داعی الی اللہ بننے والوں کی تعداد بہت کم ہے۔ اور جو داعی الی اللہ بننے کی کوشش کر رہے ہیں، ان کا طریقہ کار کامیاب نہیں ہو رہا۔ ان کے طریقہ کار کی طرف توجہ دینی چاہیے اور اس میں جو کمی رہ گئی ہو، اس پر نظر رکھنی چاہیے۔ سیکرٹری تبلیغ کا فرض ہے کہ وہ لوگوں کو بار بار یاددہانی کروائے اور اپنی رپورٹ مجلس عاملہ میں پیش کرے''۔

فرمایا:۔

''اس طریقہ کار کو اپنا کر انشاء اللہ ترقی کے راستے کھل جائیں گے''۔

پھر فرمایا:۔

''رپورٹ لکھنے کا مسئلہ کافی پریشان کن ہے۔ بعض لوگ رپورٹیں لکھنے میں ماہر ہوتے ہیں۔ بہت خوبصورت رپورٹ تیار کرتے ہیں۔ لیکن ذرا غور سے دیکھنے پر معلوم ہوتا ہے کہ رپورٹ میں کچھ بھی نہیں۔ اس کے برعکس بعض لوگوں نے کام تو کیا ہوتا ہے لیکن رپورٹ تیار کرنے کا طریق نہ آنے کی وجہ سے یہ

اندازہ نہیں ہوسکتا کہ رپورٹ لکھنے والا کیا چاہ رہا ہے۔ میرے خیال میں رپورٹ لکھنے کے دوران زیادہ اہم باتیں شروع اور آخر میں لکھنی چاہئیں۔ مثلاً اس عرصہ میں ہم نے دس نئے داعی الی اللہ تیار کیے ہیں اور بفضل خدا اتنے نئے آدمی جماعت میں داخل ہوئے ہیں۔ جن کے پاس وہ رپورٹیں آتی ہیں، انہیں بھی اتنی مہارت ہونی چاہیے کہ ایک سرسری سی نظر ڈالتے ہی سمجھ جانا چاہیے اور خامیوں کی طرف اس کو توجہ دلانی چاہیے"۔

پھر فرمایا:۔

"تمام سیکرٹریان کو خواہ وہ مرکزی ہوں یا مقامی، متواتر توجہ دلاتے رہنا چاہیے۔ انہیں بعض اوقات کھلی چھٹی دے دی جاتی ہے اور اس طرح گویا انہیں کام نہ کرنے کی ترغیب مل جاتی ہے، جو نہایت تکلیف دہ امر ہے۔ اس سے ایک تو کام نہیں ہوتا، دوسرے اور بھی بہت سی خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں"۔

فرمایا:۔

"اس وقت میری مخاطب صرف یو۔ کے کی جماعت ہی نہیں بلکہ دنیا کی تمام جماعتیں ہیں۔ بعض جگہوں پر امیر اپنے سیکرٹریوں سے بالکل کام نہیں لیتے اور نہ ہی انہیں کام پر ابھارتے ہیں۔ جماعت کا کام یا تو وہ خود ہی کرنا چاہتے ہیں یا ایسے افراد منتخب کر لیتے ہیں، جن پر انہیں زیادہ بھروسہ ہوتا ہے۔ سیکرٹریوں کو کام نہ دے کر اور دوسرے لوگوں سے کام کروا کے وہ یہ تاثر دیتے ہیں کہ گویا سیکرٹری نااہل ہے، اس لئے امیر مجبور ہے کہ وہ دوسرے لوگوں سے کام کروائے۔ دوسری طرف سیکریٹری یہ خیال کرنا شروع کر دیتے ہیں کہ ہمارے کام کی کسی کو ضرورت نہیں تو ہم خواہ مخواہ دخل اندازی کیوں کریں۔ اس صورتحال کے خلاف احتجاج کر کے لوگوں کی تنقید کا نشانہ بننے سے بہتر ہے کہ خاموشی اختیار کی جائے۔ بعض اوقات سیکریٹری بہت حساس ہوتے ہیں اور وہ اپنے اختیارات سے بڑھ کر حقوق جتانے شروع کر دیتے ہیں اور مجلس عاملہ میں لڑائی جھگڑے شروع ہو جاتے ہیں۔ ایک دوسرے پر اعتراضات اور پھر ان اعتراضات کا جواب دینے کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔

اس جماعت میں اس قسم کا رویہ ہرگز نہ ہونا چاہیے، جس کی بنیاد تقویٰ پر ہے، جو اپنے روایتی نظم و ضبط کی وجہ سے مشہور ہے۔ یہ وہ جماعت ہے، جس نے اس خلیفہ کے زیر سایہ نسل در نسل تربیت پائی ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے مصلح موعود کا خطاب دیا ہے، جس نے اسلامی نظم وضبط کو اس جماعت کی رگوں میں خون کی طرح دوڑا دیا تھا۔

آج کل ہونے والے لڑائی جھگڑوں کے واقعات ہمیں اس حقیقت کا احساس دلاتے ہیں کہ کسی مقام کو حاصل کر لینا ہی ہمارا مقصد نہیں ہونا چاہیے بلکہ اسے قائم رکھنا ایک ضروری امر ہے۔ اور جب کبھی

اس طرف غفلت برتی گئی تو تنزل کی ابتداء شروع ہو جاتی ہے۔ جہاں کہیں نظم وضبط کی کمی ہوتی ہے، وہاں ایسی باتیں وقوع پذیر ہونے لگتی ہیں۔ اور جہاں ایسی باتیں ہوتی ہیں، وہاں جماعت کی ترقی کی راہیں مسدود ہو جاتی ہیں۔ اور نئے لوگوں کو جماعت میں داخل کرنے کی بجائے وہ نہایت سرعت کے ساتھ تنزل کی طرف گامزن ہو جاتے ہیں اور اپنے ہاتھوں جماعت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے ہیں۔ جبکہ اس کے پس پردہ ایک معمولی سی بات ہوتی ہے، جس کے نہایت ہولناک نتائج نکلتے ہیں۔

امیر کو یہ حقیقت ہرگز نہیں بھولنی چاہیے کہ سیکرٹری کام کرنے کے لئے مقرر کیے گئے ہیں۔ اگر وہ کام نہیں کرتے تو ان سے جواب طلبی کرنی چاہیے اور اگر وہ بار بار کی یاددہانی کے باوجود وہ کام نہ کریں تو جماعتی نظام میں رائج طریق کار کے تحت اسے علیحدہ کر کے کوئی اور کام کرنے والا مقرر کر لینا چاہیے۔ لیکن ایسے آدمی کو نظر انداز کر کے، جس کا حق کام کرنے کا ہے، دوسرے سے وہ کام لینے والا امیر اس قابل نہیں کہ وہ صحیح کام کر سکے۔ اس سے صحیح گائیڈ لائن پر کام کرنے کا مطالبہ کرنا چاہیے۔

آج کی تمام بحث کا پس منظر بھی ایک عہدیدار کا اپنے فرائض کو بخوبی سرانجام نہ دے سکنا ہے۔ اس لئے آج کی بحث کا موضوع اس خاص کمی کو اجاگر کرنے کا ہونا چاہیے تھا۔ آپ کو امیر صاحب سے یہ سوال کرنا چاہیے تھا کہ کیا ہم یہ سوچنے میں حق بجانب ہیں یا نہیں کہ سیکرٹری صاحب جائیداد کی ذمہ داری ان تمام امور کو سرانجام دینے کی تھی؟ اسی طرح سیکریٹریان اصلاح وارشاد کے فرائض میں فلاں فلاں کام کرنا شامل ہے یا نہیں؟ اگر ان کے فرائض میں یہ کام شامل تھے اور انہوں نے یہ کام نہیں کئے تو ہم نہایت ادب کے ساتھ پرزور درخواست کرتے ہیں کہ اس عہدہ دار کا جائزہ لیا جائے۔ اگر وہ عہدیدار یہ کام سرانجام دینے سے کسی بھی وجہ سے معذور ہیں تو ان کو علیحدہ ہو جانا چاہیے۔ تاکہ جماعت کے کاموں میں رخنہ اندازی نہ ہو۔ ہمیشہ اس بات کا تجزیہ کر لیا کریں کہ اصل مسئلہ کیا ہے؟ اور پھر جب ایک دفعہ اس کی نشاندہی کر لیں تو پھر یہ مسئلہ آسانی سے حل ہو سکتا ہے۔ اگر ہم اصل وجہ کو نظر انداز کر دیں تو اس کا ردعمل شدید ہوتا ہے اور ایسے حالات پیدا ہو جاتے ہیں، جو ہمارے لئے تکلیف دہ بن جاتے ہیں"۔

حضور نے تمام سیکریٹریان تبلیغ کو مندرجہ ذیل امور کی پابندی کرنے کی تلقین فرمائی:۔

"1۔ سیکریٹری تبلیغ کے پاس جماعت کے تمام ممبران کے ناموں کی لسٹ موجود ہونی چاہیے۔ جس میں تبلیغ میں حصہ لینے والے اور حصہ نہ لینے والوں کے نام الگ الگ لکھے جائیں۔ سیکریٹری تبلیغ کو چاہیے کہ اپنے کام کا آغاز ان لوگوں سے کرے، جو تبلیغ میں حصہ نہیں لے رہے۔ انہیں اس طرف متوجہ کیا

جائے اور جب وہ داعی الی اللہ بن جائیں تو پھر ان کا کام بہت بڑھ جائے گا۔ اس طرح سیکرٹری تبلیغ بھی مصروف ہو جائے گا اور کام نہ ہونے کا شکوہ نہیں رہے گا۔

2۔ تمام سیکرٹریان تبلیغ میری تمام ہدایات، جو میں نے مختلف اوقات میں تبلیغ کے متعلق دی ہیں، انہیں ایک نوٹ بک پر لکھ لیں اور گاہے بگاہے ان سے استفادہ کرتے رہیں۔ اس طرح انہیں معلوم ہو جائے گا کہ انہوں نے کن لائنوں پر کام کرنا ہے۔ اور جہاں خامیاں رہ گئی ہوں، ان کی طرف توجہ کریں''۔

فرمایا:۔

''میں نے اس مضمون کو بارہا مفصل بیان کیا ہے''۔

مزید فرمایا کہ

''اگر آپ اس کے مطابق عمل کریں گے تو کام بہت بڑھ جائے گا۔ اس کے بعد نئے میدان تلاش کرنے کی ضرورت پیش آئے گی۔ ابھی تو انہی Points کو لکھ کر اپنے پاس رکھیں۔ کیونکہ اگر ہدایات کو نوٹ کر کے اپنے پاس رکھا نہ جائے اور بار بار نہ پڑھا جائے تو کچھ عرصے کے بعد وہ ذہن سے محو ہو جاتی ہیں۔ اس لئے ان کا ایک خاکہ ضرور آپ کے پاس موجود ہونا چاہیے۔ پھر جب کوئی نئی ہدایات ملیں تو ان کو آگے لکھ لیا کریں۔ اس طرح آپ کے ذہن سے یہ بات بھی محو نہ ہوگی کہ آپ کو منتخب کرنے کا مقصد کیا ہے؟ اور آپ کی کارکردگی کیا ہے؟ تبلیغ کے ان دو طریقوں پر عمل کر کے کافی مدت تک آپ بہترین کام کر سکیں گے۔ اور اس طریقہ کار سے بہت جلد سیکرٹری تبلیغ کے لئے کام مہیا ہو جائے گا۔ اس وقت پھر ان کو مددگاروں کی ضرورت ہوگی''۔

حضور نے فرمایا:۔

''بدقسمتی سے وہ ممالک، جو تھرڈ ورلڈ (تیسری دنیا) کہلاتے ہیں، ریزولیوشن پاس کرنے میں بہت تیز ہیں اور عمل میں وہ باقی دنیا سے پیچھے ہیں۔ جماعت احمدیہ کا کسی دنیا سے تعلق نہیں، نہ پہلی، نہ دوسری، نہ تیسری۔ جماعت احمدیہ کا تعلق اسلام سے ہے۔ اس لئے اس کی کارکردگی اعلیٰ وارفع ہونی چاہیے۔ تاکہ وہ باقی تمام دنیا کے لئے نمونہ بن سکے۔ آپ جس ملک میں رہیں، وہاں کے لوگوں کے لئے نمونہ بن کر رہیں تاکہ دوسرے لوگ آپ کے نقش قدم پر چلیں۔ جب آپ کو کسی کے نقش قدم پر چلنے کے لئے کہا جائے گا تو سمجھ لیں کہ خرابی پیدا ہوگئی ہے۔ اپنی خصوصیت اور اپنی منفرد حیثیت کو برقرار رکھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر کسی ملک اور نسل کی تفریق کے تمام دنیا کے لئے نمونہ بنایا گیا ہے۔ اور آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکار

اور آپ ؐ کے نمائندے ہیں۔ آپ ہر ملک میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ بننے کی کوشش کریں اور زندگی کے ہر پہلو میں آپ ؐ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کریں۔ آپ کے ریزولیوشن اور آپ کے سب کام صرف اسی مقصد کی تکمیل کے لئے ہونے چاہئیں۔ آپ چھوٹے چھوٹے کاموں کے لئے پیدا نہیں کیے گئے۔ بلکہ آپ کے ساتھ نہایت ہی اعلیٰ وارفع مقاصد کی تکمیل وابستہ ہے"۔

(مطبوعہ ہفت روزہ النصر 13 دسمبر 1985ء)

# شاہراہِ غلبۂ اسلام پر چلنے کے لئے اپنے اختلافات ختم کرنے ہوں گے

## پیغام فرمودہ 20 دسمبر 1985ء بر موقع جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ ملائیشیا

بسم اللہ الرحمان الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

میرے پیارے اور عزیز بہن بھائیو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جماعت احمدیہ ملائیشیا کے جلسہ سالانہ کے انعقاد کا سن کر بہت خوشی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اس جلسہ کو بے شمار برکتوں اور رحمتوں سے معمور فرمائے، اس میں شامل ہونے والوں پر بھی اپنے افضال نازل فرمائے اور ان پر بھی، جو باوجود خواہش کے کسی مجبوری کے تحت اس میں شامل ہونے سے قاصر رہے۔

خدا تعالیٰ کا یہ احسان ہے کہ اس نے ہمیں اس عظیم الشان موعود وجود کو قبول کرنے کی توفیق بخشی، جس کی تمام قومیں منتظر تھیں۔ اور اس کے ذریعہ ایک رشتۂ الفت میں منسلک کر دیا۔ یہ نعمت، محبت والفت ایک معجزہ ہے، جو نبیوں کو عطا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا

اور اللہ کے اس احسان کو یاد کرو، جو اس نے تم پر کیا کہ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، اس نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کر دی۔ جس کے نتیجہ میں تم اس کے احسان سے بھائی بھائی بن گئے۔ اسی اخوت اور بھائی چارہ کی فضا کو قائم کرنے کے لئے اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو مبعوث فرمایا۔ چنانچہ آپ نے یہ اعلان فرمایا:۔

"..... میں دو ہی مسئلے لے کر آیا ہوں۔ اول خدا کی توحید اختیار کرو۔ دوسرے آپس میں محبت اور ہمدردی ظاہر کرو۔ وہ نمونہ دکھلاؤ کہ غیروں کے لئے کرامت ہو۔ یہی دلیل تھی، جو صحابہؓ میں پیدا ہوئی تھی۔

كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ

(آل عمران:104)

یادرکھو تالیف ایک اعجاز ہے“۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ 336)

آج اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ عرب و عجم، سرخ و سفید کو محبت کی لڑی میں پرو کر ایک ایسی جماعت بنادی ہے، جس کے ذریعہ اسلام کا غلبہ مقدر ہے۔ اور غلبہ کے تصور کے ساتھ ہی جو بات ذہن میں ابھرتی ہے، وہ وہی اتحاد، یک جہتی اور باہمی محبت والفت ہے، جس کا آیت مذکورہ بالا میں ذکر ہے۔ کیونکہ وہ فوج کبھی فتحیاب نہیں ہوسکتی، جو خود منتشر اور پراگندہ ہو۔ اس لئے اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی اور شاہراہ غلبہ اسلام پر چلنے کے لئے اپنے اختلافات اور جھگڑوں کے بوجھ کندھوں سے اتارنے ہوں گے۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ ایسے امور، جو جماعت کی یک جہتی اور اتحاد کو نقصان پہنچانے والے ہوں، ایسے امور، جو فتنہ و انتشار کا موجب ہوں، ان کو دور سے ہی نفرت کے ساتھ دھتکارنا ہوگا۔

دوسری بات جس کی طرف میں جماعت کو بار بار توجہ دلاتا ہوں اور دلاتا رہوں گا، دعوت الی اللہ کے فریضہ کی ادائیگی ہے۔ ہر احمدی چھوٹا ہو یا بڑا، مرد ہو یا عورت، اسے خود کو اس کام میں جھونک دینا ہوگا۔ کیونکہ ملیشیا میں جماعت کی ترقی کی رفتار تسلی بخش نہیں۔

قرآن کریم نے امت مسلمہ کی ایک امتیازی شان یہ بھی بیان فرمائی ہے کہ وہ دوسروں کو ہدایت کی طرف بلاتے ہیں۔ وہ قوم، جو دوسروں کی بھلائی کے لیے کوشاں نہ ہو، خدا تعالیٰ کی نعمتوں کو محض اپنے تک محدود کرنے والی ہو، وہ خود بھی محدود ہو کر رہ جاتی ہے۔ مگر جماعت احمدیہ کا ہرگز ہرگز یہ مقدر نہیں۔ یہ خدا کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودا ہے، جو بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں، جو اس کو روک سکے۔

ملیشیا میں اس درخت کی آبیاری آپ کے سپرد کی گئی ہے۔ آپ نے اپنے آرام اور اوقات کو تج کر اس کو پروان چڑھانا ہے۔ دعوت الی اللہ میں حائل تمام تکلفات اور جھجک کے پردوں کو چاک کر کے دوسروں کو دین ہدیٰ میں شامل کرنا ہے۔ یہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کا مقصد بس یہی تھا۔ آپ فرماتے ہیں:۔

”..... خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں، کیا یورپ اور کیا ایشیا، ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں، توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے، جس کے لئے میں دنیا میں بھیجا گیا۔ سو تم اس مقصد کی پیروی کرو مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے“۔

(رسالہ الوصیت صفحہ 8، 9 روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 306، 307)

پس مبارک ہیں وہ، جو خدا تعالیٰ کی تقدیر کے دوش پر مسیح موعودؑ کے مقصد کو پورا کرنے میں کوشاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے نفوس میں بھی برکت ڈالے گا اور ان کے ایمان اور اموال میں بھی۔ اس فریضہ کی ادائیگی کے لیے زیادہ علم کی ضرورت نہیں۔ جو چیز سب سے زیادہ اہم اور لابدی ہے، وہ دعا ہے۔ بلکہ زندگی کے ہر کام اور ہر ضرورت اور مشکل میں یہی انسان کا سہارا ہے۔ جو غیر ممکن کو ممکن میں بدل دیتی ہے۔ اور بے بس اور کمزور و ناتواں کو طاقتور ثابت کرتی ہے اور کامیابیوں سے ہمکنار کرتی ہے۔ انسان کے کاموں میں برکتیں دعا ہی کے راستہ سے آتی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام دعا کے بارہ میں فرماتے ہیں:۔

"......وہ رحمت کو کھینچنے والی ایک مقناطیسی کشش ہے۔ وہ موت ہے پر آخر کو زندہ کرتی ہے۔ وہ ایک تند سیل ہے پر آخر کو کشتی بن جاتی ہے۔ ہر ایک بگڑی ہوئی بات اس سے بن جاتی ہے اور ہر ایک زہر آخر اس سے تریاق ہو جاتا ہے"۔

(لیکچر سیالکوٹ صفحہ 20 روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 222)

پھر فرمایا:۔

"......وہ امر، جو ایک بجلی کی چمک کی طرح ایک دفعہ انسان کو تاریکی کے گڑھے سے کھینچ کر روشنی کی کھلی فضا میں لاتا اور خدا تعالیٰ کے سامنے کھڑا کر دیتا ہے، وہ دعا ہی ہے۔ دعا کے ذریعہ سے ہزاروں بدمعاش صلاحیت پر آجاتے ہیں، ہزاروں بگڑے ہوئے درست ہو جاتے ہیں"۔

(ایام الصلح صفحہ 34 روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 260)

اس کا ثبوت یہ ہے کہ

"..... وہ، جو عرب کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرا گزرا کہ لاکھوں مردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہو گئے۔ اور پشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے۔ اور آنکھوں کے اندھے بینا ہوئے۔ اور گونگوں کی زبان پر الٰہی معارف جاری ہوئے۔ اور دنیا میں یک دفعہ ایک ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ نہ پہلے اس سے کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا۔ کچھ جانتے ہو کہ وہ کیا تھا؟ وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دعائیں ہی تھیں، جنہوں نے دنیا میں شور مچا دیا۔ اور وہ عجائب باتیں دکھلائیں کہ جو اس امی بے کس سے محالات کی طرح نظر آتی تھیں"۔

(برکات الدعاء، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 10,11)

اللہ تعالیٰ آپ سب کے ساتھ ہو۔ آپ کو باہمی محبت واخوت کے جذبہ سے سرشار رکھے۔ سلسلہ کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی توفیق بخشے۔ داعی الی اللہ کی صفات سے متصف فرمائے اور دعوت الی اللہ کے لئے آپ کو جذبہ وجوش سے معمور فرمائے۔ آپ کی دعاؤں کو قبولیت بخشے۔ اور دین ودنیا میں کامیابیوں سے نوازے۔

والسلام

خاکسار

مرزا طاہر احمد

خلیفة المسیح الرابع

۱۳۶۴ ہش/20.12.1985

(مرسلہ وکالت تبشیر، مطبوعہ ضمیمہ ماہنامہ انصار اللہ جنوری 1986ء و ہفت روزہ النصر 24 جنوری 1986ء)

# دعوت الی اللہ ہر فرد جماعت پر فرض ہے

## پیغام برموقع جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ سویڈن منعقدہ 25 دسمبر 1985ء

بسم اللہ الرحمان الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

میرے پیارے عزیز بہن بھائیو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ‘

یہ سن کر خوشی ہوئی کہ جماعت احمدیہ سویڈن کا جلسہ سالانہ منعقد ہورہا ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس جلسہ کو ان برکتوں سے معمور کردے، جو جلسہ سالانہ کے ساتھ وابستہ ہیں۔ اور وہ اس میں شامل ہونے والوں کو بھی اور ان کو بھی، جو باوجود خواہش کے کسی مجبوری کے تحت اس میں حاضر نہ ہو سکے، ان برکتوں سے نوازے۔

میں نے خدام الاحمدیہ سویڈن کے اجتماع کے لئے اپنے پیغام میں یہ تکلیف دہ اظہار کیا تھا کہ جماعت احمدیہ سویڈن دعوت الی اللہ کی دوڑ میں یورپ کی تمام جماعتوں سے پیچھے رہ گئی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ پیغام خدام الاحمدیہ سویڈن کی بجائے لجنہ اماء اللہ سویڈن تک پہنچ گیا۔ کیونکہ بفضلہ تعالیٰ اس پیغام کے بعد سویڈن کی احمدی خواتین میں بہت خوش کن تبدیلی کے آثار ظاہر ہورہے ہیں۔ اور بعض احمدی بچیوں کی طرف سے تو ایسی عمدہ دعوت الی اللہ کی رپورٹیں مل رہی ہیں کہ دل سے بے اختیار ان کے لئے دعائیں نکلتی ہیں۔

مگر یاد رکھیں کہ تبلیغ ہر فرد جماعت پر فرض ہے۔ خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا، مرد ہو یا عورت۔ اور ہر ایک میرا مخاطب ہے اور ہر ایک کو میرا یہ پیغام ہے کہ وہ جس حد تک کوشش کر سکتا ہے، جس حد تک قربانی کر سکتا ہے، اس فریضہ کی ادائیگی کے لئے کمر بستہ ہو۔ اس راہ میں کامیابی خدا تعالیٰ نے مقدر فرمادی ہے۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کو الہامات میں بار بار بتایا ہے کہ ہر قوم اس چشمہ سے پانی پئے گی۔ آپ دین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم بردار ہیں اور بلاشبہ آج کل عالم میں یہ دین سب سے بالا اور سب سے اعلیٰ ہے۔ اس میں غلبہ پانے کی اندرونی قوت موجود ہے۔ آپ کی تھوڑی محنت بھی بفضلہ تعالیٰ بڑے نتائج پیدا کرے

گی۔ پس حسب توفیق، اخلاص اور دعاؤں کے ساتھ اس راہ میں کوشش کریں۔ ہمت اور استقلال کے ساتھ، خدا تعالیٰ سے مدد مانگتے ہوئے، اس کی نصرت پر کامل توکل رکھتے ہوئے آگے قدم بڑھاتے چلے جائیں۔ لیکن ضروری ہے کہ مسلسل خود اپنی کوششوں کا محاسبہ جاری رکھیں اور روزانہ سونے سے پہلے اپنے آپ سے یہ سوال کیا کریں کہ آج آپ نے دعوت الی اللہ کا کیا اور کتنا حق ادا کیا؟

دعاؤں میں اپنے دن گزاریں اور دعاؤں میں ہی اپنی راتیں بسر کریں۔ دعا ہر مشکل کا حل اور ہر بند دروازے کی کنجی ہے۔ دعا ہی ہے، جو مردوں کو حیات سرمدی عطا کرتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعاؤں کی طرف بڑی کثرت سے توجہ دلائی ہے۔ اور یہ اعلان بھی فرمایا کہ

> ”..... خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں، کیا یورپ اور کیا ایشیا، ان سب کو، جو نیک فطرت رکھتے ہیں، توحید کی طرف کھینچے۔ اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے، جس کے لئے میں دنیا میں بھیجا گیا۔ سو تم اس مقصد کی پیروی کرو مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے“۔

(رسالہ الوصیت صفحہ 8،9 روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 306،307)

پس آپ میں سے ہر وہ فرد برکت دیا جائے گا، جو خدا تعالیٰ کے مقصد کی پیروی کرتا اور حضرت مسیح موعودؑ کے مشن کی تکمیل کے لئے نرمی، اخلاق اور دعاؤں کے ساتھ دعوت الی اللہ کے لئے کوشاں ہے۔ آپ میں سے کون ہے، جو ان سعادتوں سے حصہ لیتا ہے؟

میں آپ سب کے لئے دعا گو ہوں اور آپ کی طرف سے دعوت الی اللہ کے ثمرات کا منتظر ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے وجود کا ذرہ ذرہ جذبہ وشوق تبلیغ سے بھر دے۔ اور آپ کے ان جذبات کو قبول فرمائے، آپ کی دعاؤں کو سنے اور ارض سویڈن میں احمدیت کو غالب کر دے۔ آپ کو دنیا میں بھی سرخرو کرے اور آخرت میں بھی۔

والسلام

خاکسار

(دستخط) مرزا طاہر احمد

خلیفۃ المسیح الرابع

(مطبوعہ ہفت روزہ النصر 10 جنوری 1986ء وضمیمہ ماہنامہ تحریک جدید جنوری 1986ء)

# احمدیت کی ترقی اور تمام دنیا پر اس کا غلبہ ایک اٹل تقدیر ہے

## پیغام برموقع جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ آسٹریلیا منعقدہ 26 تا 28 دسمبر 1985ء

بسم اللہ الرحمان الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھوالناصر

میرے پیارے ساتھیو اور عزیزو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ سن کر خوشی ہوئی کہ جماعت احمدیہ آسٹریلیا ماہ دسمبر کے آخر پر جلسہ سالانہ کا انعقاد کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بابرکت اجتماع کو جماعت احمدیہ آسٹریلیا کی ترقی کا موجب بنائے اور اسے بے شمار برکتوں سے معمور فرمائے۔

احمدیت کی ترقی اور تمام دنیا پر اس کا غلبہ ایک اٹل تقدیر ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

”.....میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں، سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں، جو اس کو روک سکے“۔

بظاہر یہ عجیب لگتا ہے کہ کسی کو اگر یہ کہا جائے کہ کھارے پانی کی جھیل میں ایک قطرہ میٹھا پانی ڈال کر اسے میٹھا کر دو۔ وہ یا تو اسے مذاق سمجھے گا یا دیوانے کی بات تصور کرے گا۔ آپ کو بھی شاید یہ عجیب لگے کہ اگر آپ کو یہ کہا جائے کہ آسٹریلیا میں بسنے والے احمدیوں کی ذمہ داری ہے کہ سارے براعظم آسٹریلیا کو احمدی بنانا ہے۔ مگر یہ نہ مذاق کی بات ہے، نہ دیوانے کی بڑھ۔ بلکہ مذہب کی دنیا میں اس سے بڑھ کر دانائی اور حکمت کی بات کوئی نہیں۔ کیونکہ آج سے تقریباً چودہ سو برس قبل مکہ میں یہ واقعہ گزرا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کہ آپ یک وتنہا تھے، اللہ تعالیٰ نے سب سے عجیب حکم فرمایا کہ

قُمْ فَاَنْذِرْ

اٹھ اور ساری دنیا کو رحمت اور امن کے پیغام سے آگاہ کر۔ اس وقت صرف ایک براعظم کی بات نہیں تھی بلکہ

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ

کی کیفیت تھی کہ صرف سمندروں کو ہی میٹھے پانیوں میں نہیں بدلنا بلکہ خشکیوں کو بھی زرخیز وادیوں میں بدلنا ہے۔

پس جب میں آپ سے یہ توقع کرتا ہوں کہ آپ نے سارے براعظم آسٹریلیا کو احمدی بنانا ہے تو میری یہ توقع اس فارمولے کے مطابق ہے، جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہم پر روشن فرمایا۔ یہ آپ کی ذمہ داری ہے کہ میری بات کو بھول نہ جائیں اور محنت، ہمت، استقلال، صبر اور دعا کے ساتھ ہر سمت میں پھیلیں۔ اسی طرح، جس طرح دہی کا ایک قطرہ دودھ کے سمندر کو بھی دہی میں تبدیل کر سکتا ہے۔

پس خدا پر توکل کرتے ہوئے، اس سے توفیق مانگتے ہوئے، دعاؤں کے ساتھ آگے بڑھیں اور سارے براعظم کو اسلام کے نور سے منور کر دیں۔ خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ

"..... ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پیئے گی اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھولے گا، یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جاوے گا"۔

انشاءاللہ۔

اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو اور اس تقدیر الٰہی کے ساتھ ساتھ چلنے کی ہمت عطا فرمائے اور اپنی ذمہ داریوں کو نبھانے کی توفیق بخشے۔

والسلام

خاکسار

مرزا طاہر احمد

خلیفۃ المسیح الرابع

(مطبوعہ ہفت روزہ النصر 27 دسمبر 1985ء وضمیمہ ماہنامہ خالد دسمبر 1985ء)

# جماعت احمدیہ قومی عصبیت اور عہدہ کی طلب سے کلیۃً پاک اور بیزار ہے

## پیغام برموقع جلسہ سالانہ نائیجیریا منعقدہ 27 تا 29 دسمبر 1985ء

بسم اللہ الرحمان الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیارے عزیزو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمدللہ کہ جماعت احمدیہ نائیجیریا کا جلسہ سالانہ مؤرخہ 27,28,29 دسمبر کو منعقد ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ایک ایک لمحہ کو بے شمار برکتوں سے معمور فرمائے اور ہر فرد جماعت کو اپنے غیر معمولی فضلوں سے نوازے۔

اللہ تعالیٰ نے کفار کے اس اعتراض کو کہ ’’اللہ تعالیٰ نے یہاں کے بڑے بڑے شہروں میں سے کیوں نہ کسی کو نبی بنایا؟‘‘ اپنے پاک اور حلیم کلام میں ذکر فرما کر ہمیشہ کے لیے انسانی وساوس کو رد فرما دیا ہے کہ خدا تعالیٰ ان کی مرضی کے مطابق ان پر امام مقرر فرمائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اَهُمۡ يَقۡسِمُوۡنَ رَحۡمَتَ رَبِّكَ

کیا خدا کی رحمت کی تقسیم یہ لوگ کریں گے؟ قرآن آغاز ہی میں ابلیس کے اس اعتراض کو ہمیشہ کے لیے مردود قرار دے دیتا ہے کہ میں فلاں سے بہتر ہوں، اس لیے اس کی اطاعت کا پابند نہیں کیا جا سکتا۔

اسلام کی روح رنگ ونسل اور قومیت کی آلودگیوں سے پاک ہے اور شرق وغرب کی تمیز کو یکسر مٹا دیتی ہے۔ اسلام کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم شرق وغرب کے فرق مٹانے والا تھا اور اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں آپ ؐ کی شان کی گواہی اس شان کے ساتھ دی کہ اسے

قُلۡ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ اِلَيۡكُمۡ جَمِيۡعَا

کا اعلان کرنے کا حکم فرمایا۔ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ؐ کا جلالی پیغام اس موضوع پر حرف آخر کا حکم رکھتا ہے۔ آپ ؐ نے فرمایا:۔

"ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم ولیس لعربی علی عجمی فضل الا بالتقوٰی"۔

کہ اللہ کے نزدیک تم میں سے بزرگ وہی ہے، جو تم میں سے سب سے زیادہ تقویٰ شعار ہے۔ کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی وجہ فضیلت نہیں سوائے تقویٰ کے۔

اسلام انسان کو تقویٰ، تذلل اور خدمت کے اس مقام پر قائم کرتا ہے، جہاں کسی عہدہ کی خواہش تو کجا، اس کی سپردگی بھی اس کی روح کو لرزاں کر دیتی ہے۔ چنانچہ امت مسلمہ میں اہل اللہ کی ایسی مثالیں موجود ہیں، جنہیں آج بھی امت عقیدت کے ساتھ یاد کرتی ہے۔ ان کو جب کسی عہدہ کی پیشکش کی گئی تو وہ کانپ اٹھے اور محض اس وجہ سے قبول کرنے سے انکار کر دیا کہ ہم خود کو بنی نوع انسان کے حقوق کی ادائیگی کے اہل نہیں پاتے۔ اس وجہ سے کہیں خدا تعالیٰ کے حضور مجرم نہ ہو جائیں۔ چنانچہ انہوں نے کوڑے کھانے پسند کئے اور معمولی سے معمولی مزدوری کے کام کو ترجیح دی مگر سرداری کرنے اور عہدہ لینے سے خوف کھایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ باوجود اس کے کہ اپنا دن رات اور اپنے وجود کا ذرہ ذرہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی بجا آوری میں قربان کر چکے تھے مگر پھر بھی یہ حال تھا کہ ڈرتے رہتے تھے کہ کہیں مجھ سے کسی کے حقوق کی ادائیگی میں کمی نہ ہو گئی ہو۔

پس یہ وہ سبق ہیں، جو اسلام نے ہمیں سکھائے ہیں۔ وہ ہمیں خدمت سے اس مقام پر پہنچنے کی تعلیم دیتا ہے، جہاں انسان کی روح اور اس کا دل خاک نشین ہو جاتے ہیں۔ تب خدا تعالیٰ اس کا رفع کرتا ہے اور اس کو ایسی رفعتوں اور عظمتوں سے نوازتا ہے کہ رضوان یار کا تاج اس کو عطا کیا جاتا ہے۔ اور وہ انسانوں کا سردار ہی نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے پیاروں میں بھی شمار ہوتا ہے۔

قومی عصبیت اور عہدہ کی طلب زمانہ جاہلیت کے افکار تھے یا آج مغربیت کا زہر ہیں، جن سے جماعت احمدیہ کلیۃً پاک ہے اور بیزار ہے۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ جماعت احمدیہ ان سے اپنے دامن کو پاک رکھے گی اور ہمیشہ رضوان یار کی طلب گار رہے گی۔

ہماری ایک ہی منزل ہے اور ایک ہی مطمح نظر، جس کے حصول کے لئے ہر کوئی چھوٹا ہے یا بڑا، خادم ہے یا مخدوم ایک ہی راہ پر گامزن ہے۔ اور ایک ہی دین، دین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سربلندی کے لئے کوشاں ہے، اس لئے ہر احمدی عظیم ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ سب کا حامی و ناصر ہو اور اپنی رضا اور پیار کے جلوؤں سے نوازے۔ آمین
یہ جلسہ آپ سب کو مبارک ہو۔

والسلام

خاکسار

(دستخط) مرزا طاہر احمد

خلیفة المسیح الرابع

(مطبوعہ ہفت روزہ النصر 3 جنوری 1986ء، ضمیمہ ماہنامہ انصار اللہ جنوری 1986ء و ضمیمہ ماہنامہ خالد مئی 1986ء)

# دنیا کے لئے پیغام احمدیت تو امن وسلامتی کا مژدہ جاں فزا ہے

## ارشادات فرمودہ دوران مجالس عرفان 1985ء

**22 جون**

انبیاء علیہم السلام کی سیرت وسوانح پر مشتمل بچوں کے لئے کتب تیار کرنے کے بارہ میں سوال ہوا تو حضور نے فرمایا کہ

''جب ہلرز فیلڈ (یو۔کے) میں احمدیہ سکول کے نصاب کے بارہ میں بات ہوئی تھی تو میں نے یہ کام ایک کمیٹی کے سپرد کیا تھا اور اس کمیٹی کو اس کام کے لئے ہدایات بھی دی تھیں اور وہ اس بارہ میں پیش رفت بھی کر رہے ہیں۔ نیز ہدایت دی کہ ایسی کتب میں انبیاء کی تاریخ کے علاوہ ان کے متبعین پر مظالم کے واقعات، اس وقت کے جغرافیائی حالات، وہاں اگر حکومتیں تھیں تو ان کے بارہ میں بھی، اسی طرح انبیاء کے بارہ میں غیر احمدیوں کے عقائد کا بھی کسی حد تک ذکر ہو''۔

حضور نے فرمایا:۔

''اس بارہ میں، میں خود بھی کچھ بیان کروں گا تا کہ بچوں کے لئے مفید ثابت ہو''۔

نیز فرمایا:۔

''بچوں کو چھوٹی عمر میں جو کچھ سکھا دیا جائے، وہ ان کی یادوں میں نقش رہتا ہے''۔

(مطبوعہ ضمیمہ ماہنامہ مصباح جولائی 1985ء)

**06 جولائی، ٹلفورڈ**

سوال: یہودی اپنے مذہب اور اعتقادات میں بڑے پابند ہیں۔ اگر ہم حضرت عیسیٰؑ کو چھوڑ کر صرف حضرت مسیح موعودؑ کی طرف ہی ان کو بلائیں تو ان کا احمدیت کی طرف آنا زیادہ آسان ہے؟

حضور نے فرمایا:۔

''کسی پیغمبر کو ہم نظر انداز نہیں کر سکتے کیونکہ اس سے خدا تعالیٰ کے انبیاء بھیجنے کا سارا نظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔ اگر وہ حضرت مسیح موعودؑ کو مانیں گے تو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلے ایمان لائیں

گے، تب ہی حضرت مسیح موعودؑ کو مانیں گے۔ اسی طرح یہ ایک سلسلہ ہے، جس میں سے کسی ایک کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا"۔

حضور نے فرمایا کہ

"یہودی تو عملاً آخرت پر بھی ایمان نہیں رکھتے۔ لیکن نئی نسل چونکہ کچھ Rational ہے، اس لئے ہمیں ان کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ اور امید رکھنی چاہیے، کیونکہ قرآن کریم میں تو یہ بھی بتایا گیا ہے کہ یہود میں بھی اچھے لوگ ہیں۔ پس ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ وہ ہدایت پا جائیں۔ اور خدا کے فضل سے احمدیت کے ذریعہ بعض یہودی حلقہ بگوش اسلام ہوئے ہیں، اسرائیل میں بھی اور امریکہ میں بھی۔ اور بعض تو بہت گرمجوش اور تبلیغ کرنے والے مسلمان ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بکثرت درود بھیجنے والے ہیں۔ پس اگر یہودی نوجوان نسل کو تبلیغ کی جائے تو بہت مفید ہو سکتا ہے۔ کیونکہ یہ بہت محنتی لوگ ہیں اور جس عقیدہ کو تسلیم کر لیں، اس کی خوب پیروی کرتے ہیں"۔

(مطبوعہ ہفت روزہ النصر 26 جولائی 1985ء وضمیمہ ماہنامہ انصاراللہ اگست 1985ء)

## 25 اکتوبر، لنڈن

سوال: کیا احمدیت قبول نہ کرنے پر دنیا عالمگیر جنگ کے ذریعے تباہ کر دی جائے گی؟

فرمایا:۔

"دنیا کے لئے پیغام احمدیت تو امن وسلامتی کا مژدہ جانفزا ہے۔ احمدیت کو قبول کر کے دنیا اس عالمگیر تباہی سے بچ جائے گی، جو خود ان کے صراط مستقیم سے ہٹ جانے کی وجہ سے ان کے سر پر عذاب الٰہی کی شکل میں منڈلا رہی ہے۔ احمدیت کو قبول نہ کر کے وہ اس سزا کے مستحق ہوں گے، جو ان کے بداعمال کی وجہ سے بہر حال ان کا مقدر بن چکی ہے"۔

سوال: دنیا کی مکمل تباہی کی صورت میں احمدیت کس طرح پھیلے گی؟

فرمایا:۔

"قرآن کریم میں بڑی طاقتوں کی تباہی کا ذکر تو ہے لیکن تمام بنی نوع انسان کی تباہی کا ذکر نہیں۔ اس جنگ میں بڑی طاقتوں کو نیچا دکھایا جائے گا اور دنیا کا ایک بڑا حصہ تباہ ہو جائے گا۔ باقی جو رہ جائیں گے، ان کے سوچنے کا انداز بدل جائے گا۔ وہ سچائی کو قبول کرنے کے لئے تیار ہوں گے۔ اس ضمن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام بھی موجود ہے کہ "رائیں تبدیل کر دی جائیں گی"۔

سوال: وصیت کرتے وقت کن باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے؟

فرمایا:۔

''وصیت کے احکام اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں واضح طور پر بیان فرمادیئے ہیں۔ انہی اصولوں پر وصیت کرنی چاہیئے۔قرآن کریم نے لواحقین کے حقوق کو فوقیت دی ہے۔جماعت احمدیہ کے حق میں بھی وصیت 1/3 سے زیادہ کی نہیں ہوسکتی۔ 2/3 رشتہ داروں کا حق ہے۔البتہ کوئی وارث نہ ہونے کی صورت میں ساری جائیداد جماعت کے نام چھوڑی جاسکتی ہے''۔

**26 اکتوبر، لنڈن**

سوال: کیا اجتماعی طور پر لٹریچر کی تقسیم تبلیغ کے لئے مفید ہے؟

فرمایا:۔

''یہ طریقہ کار اس وقت مفید تھا، جب لوگوں کو مذہب میں دلچسپی تھی۔لیکن اب لوگوں کو مذہب سے اتنی دلچسپی نہیں رہی۔اگر بغیر ذاتی تعارف اور دلچسپی پیدا کئے، آپ انہیں لٹریچر دیں گے تو وہ شکریہ کے ساتھ آپ سے لے لیں گے لیکن بعد میں سرسری نظر ڈال کر یا بغیر نظر ڈالے اسے پھینک دیں گے۔اس لئے یہ طریق کار اب تک ایک طرح سے وقت اور لٹریچر ضائع کرنے کے مترادف ہے۔آپ تو یہ محسوس کر رہے ہوں گے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کی خاطر لوگوں کو پیغام حق پہنچا دیا ہے لیکن حقیقتاً انہیں اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ عام تعارف کے لئے آپ پریس اور اخبارات میں مذہب کے علاوہ دوسرے موضوعات پر مضامین اور خط وغیرہ بھجوائیں۔جب لوگ آپ سے ذاتی طور پر واقف ہوجائیں گے تو پھر مذہبی موضوع پر بھی لکھا جاسکتا ہے۔اس وقت آپ کی بات کو زیادہ اہمیت دی جائے گی اگر آپ واقعی یہ چاہتے ہیں کہ کسی کو تبلیغ کریں اور وہ آپ کی تبلیغ کے نتیجہ میں احمدیت قبول کرلے تو اس کے لئے ذاتی تعلقات بہت ضروری ہیں۔اگر آپ من حیث الجماعت چاہتے ہیں کہ لوگ آپ کی طرف متوجہ ہوں تو اکا دکا بیعتوں سے کچھ نہیں بنے گا۔اس لئے آپ کو کم ازکم ایک سوانگریزوں کو سال میں احمدی مسلمان بنانا ہوگا۔اس طرح سوسائٹی مجموعی طور پر آپ کی طرف متوجہ ہوجائے گی۔اس وقت کامیاب انفرادی تبلیغ کرنے والے چند لوگ ہیں، جن کو انگلیوں پر گنا جاسکتا ہے۔یہ چند لوگ واقعتاً سنجیدگی سے فریضہ تبلیغ ادا کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کی کوششیں بارآور بھی ہورہی ہیں۔باقی زیادہ تعداد ایسے لوگوں کی ہے، جو خطبہ سن کر بڑے جوش کے ساتھ ارادہ کرتے ہیں لیکن پیشتر اس کے کہ وہ کوئی تعمیری کام کریں، ان

کا جوش ٹھنڈا پڑ جاتا ہے۔لیکن بہرحال ان لوگوں میں سے چند استقامت اختیار کر لیتے ہیں اور اس سے اچھے نتائج بھی برآمد ہوتے ہیں"۔

حضور انور نے جاپان کے ایک احمدی نوجوان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ گو وہ بہت معمولی دینی تعلیم رکھتا ہے لیکن اس کے زیر تبلیغ ایک بڑا امریکی افسر اور ایک جاپانی تاجر ہے، جو جماعت کے لٹریچر کا مطالعہ کر رہے ہیں۔اور امریکن افسر کو اس نوجوان نے حضور انور کے سورۃ فاتحہ کے درس کی ویڈیو کیسٹس بھی دیں، جس سے اس کو مزید شوق پیدا ہو گیا۔(الحمدللہ)

سوال: خدمت خلق کے ذریعے تبلیغ کرنے کے متعلق حضور کی کیا رائے ہے؟

فرمایا:۔

"خدمت خلق ضرور کرنی چاہئے کیونکہ یہ انسانیت کا تقاضا ہے کہ اگر انسان کسی کے کام آسکے تو ضرور کام کرے۔لیکن خدمت خلق کو تبلیغ کا بہانہ نہ بنائیں۔بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وہ خدمت خلق سے تبلیغ کی راہ ہموار کرتے ہیں لیکن یاد رکھیں کہ اس قسم کی کوششیں بے فائدہ ہوتی ہیں۔اگر کوئی دلچسپی کا اظہار بھی کرے تو آپ کو کیا معلوم کہ دلچسپی کا اظہار صرف کام کروانے کے لئے نہیں کیا جا رہا۔ مذہب کے معاملے میں ہمیشہ صاف اور سیدھا راستہ اختیار کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بھی فرمایا ہے کہ اپنے مقصد کے حصول کے لئے ہمیشہ صاف گوئی اور ایمان داری سے کام لو"۔

فرمایا کہ

"جب میں وقف جدید میں کام کرتا تھا تو احمدی دوست اپنے ساتھ غیر از جماعت دوستوں کو لے کر آتے کہ ان کا فلاں کام بھی کرنا ہے اور انہیں تبلیغ بھی کرنی ہے کیونکہ یہ احمدیت میں دلچسپی لے رہے ہیں۔شروع شروع میں تو میں ان کو تبلیغ کرتا رہا لیکن جلد ہی یہ معلوم ہو گیا کہ وہ صرف اپنا کام کروانے کے لئے دلچسپی کا بہانہ کر رہے تھے۔چنانچہ جب مجھے اس حقیقت کا علم ہو گیا کہ میں نے احمدی دوستوں سے یہ کہنا شروع کر دیا کہ ایسے لوگوں کا کام تو کر دو لیکن انہیں جماعت سے کوئی دلچسپی نہیں اور اگر واقعی ہے تو پھر انہیں بعد میں لے کر آنا"۔

فرمایا:۔

"1952ء سے 1982ء تک میں نے وہاں کام کیا لیکن کام کروانے والے غیر از جماعت دوستوں میں سے ایک بھی دوبارہ واپس نہیں آیا۔اس کے برعکس وہ لوگ، جو احمدیت کے زبردست مخالفین کی صورت میں آئے، انہیں تبلیغ کی گئی اور اب خدا تعالیٰ کے فضل سے ان میں سے بہت سے احمدی ہیں"۔

پھر فرمایا:۔
”تبلیغ کے لئے ہمیشہ سچائی اور صاف گوئی سے کام لیں اور سیدھا طریقہ اختیار کریں، کسی کے کام کرنے کی آڑ میں تبلیغ نہ کریں“۔

(مطبوعہ ہفت روزہ النصر یکم نومبر 1985ء)

## یکم نومبر، لنڈن

سوال: کیا احمدیت کے ذریعہ اسلام کی عالمگیر فتح کے نتیجہ میں دنیا میں مثالی معاشرہ قائم ہو جائے گا؟

فرمایا:۔
”کسی بھی مذہب سے یہ توقع رکھنا کہ اس کو اپنا کر سوسائٹی کا ہر فرد خود بخود روحانیت کی بلند ترین سطح پر پہنچ جائے گا، درست نہیں۔ کسی بھی قوم کی روحانی ترقی کے مستقبل کا پتہ لگانے کے لئے اس کے ماضی پر نظر دوڑانا بہت ضروری ہے۔ آنحضرتؐ کے زمانہ میں عرب سوسائٹی روحانی طور پر اپنے عروج پر پہنچ گئی تھی۔ یہ حقیقت ہے کہ آئندہ ہم کتنی بھی کوشش کریں، سوسائٹی کو روحانیت کے لحاظ سے اس بلند مقام تک نہیں پہنچا سکتے، جبکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود موجود تھے اور مدینہ میں نئے آنے والے مسلمانوں کی تربیت خود کرتے تھے اور ان کو خود اسلام سکھاتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود قرآن کریم کے مطابق مدینہ اور اس کے اردگرد کے عرب قبیلوں میں ایک بڑی تعداد منافقوں کی موجود تھی۔ اگر مثالی معاشرہ سے مراد ہر فرد واحد کا اصلاح یافتہ ہونا ہے تو یہ مقصد تو آپؐ کی زندگی میں بھی پورا نہیں ہوا اور آئندہ بھی پورا نہ ہو سکے گا۔ لیکن اگر آپ کی مراد یہ ہے کہ مذہب معاشرہ کے ہر فرد کے لئے روحانی ترقی کے مواقع مہیا کرے گا تا کہ وہ اپنی ہمت اور بساط کے مطابق روحانیت کی انتہائی حدود تک پہنچ سکے تو اس کا جواب ”ہاں“ میں ہے۔ اسلام کی فتح اور غلبہ کے بعد ہر انسان کو اسلام کے سنہری اصولوں کے مطابق زندگی گزارنے کے مواقع مہیا کیے جائیں گے“۔

(مطبوعہ ہفت روزہ النصر 08 نومبر 1985ء)

## 15 نومبر، لنڈن

سوال: مختلف مذاہب اور رنگ و نسل کے لوگوں میں قرابت پیدا کرنے کے لئے جماعت احمدیہ کیا کردار ادا کر رہی ہے؟

فرمایا:۔
”مختلف مذاہب میں صلح و آشتی کا قیام تب ہی ممکن ہے، جبکہ تمام بنی نوع انسان کی خیر خواہی کو مدنظر رکھا جائے اور ان کے حقوق پورے کئے جائیں۔ بظاہر یہ ناممکن نظر آتا ہے کیونکہ دنیا میں رنگ و نسل

اور اختیارات واعتقادات کے تفرقات موجود ہیں۔ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے، جو عالمگیر ہونے کا دعویدار ہے۔ قرآن کریم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کو تمام دنیا کے لئے اللہ تعالیٰ کی روشنی کے مظہر اور لاشرقیہ ولاغربیہ کے مصداق کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ قرآن کریم نے متعدد مقامات پر تمام بنی نوع انسان کے حقوق کے تحفظ پر بہت زور دیا ہے اور انسانوں کے حقوق مقرر کر کے انہیں پورا کرنے کی تلقین کی ہے۔

خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ

میں مسلمانوں کو یہ نقطہ بتایا گیا ہے کہ تمام انسانوں کی ابتدا ایک طرح ہوئی ہے۔ ان کے فائدے اور ان کے نقصانات ایک ہی نوعیت کے ہیں۔ اسلام کا دوسرا نقطہ بنی نوع انسان کے متعلق یہ ہے کہ ان کا پیدا کرنے والا بھی ایک ہے۔ اگر ان دو نظریات کو قبول کر لیا جائے تو دنیا میں دائمی امن قائم ہو سکتا ہے۔ احمدی ان دو اصولوں کو لے کر دنیا میں آئے ہیں لیکن مخالفت ان کی بھی ہو رہی ہے۔ اس لئے ایسے معاشرے کے وجود میں آنے کی توقع رکھنی، جس میں کسی کے نظریات کی مخالفت نہ ہو، ناقابل یقین ہے۔ کیونکہ ایسا نہ کبھی پہلے ہوا ہے اور نہ آئندہ کبھی ہونے کی توقع ہے۔ ہاں انسانی ذہن کو امن وسکون سے ہمکنار کرنے کی کوشش جماعت احمدیہ مخالفت کے باوجود کرتی چلی جائے گی اور اسلام کے ذریعے وہ ذرائع بنی نوع انسان کے سامنے رکھے گی، جنہیں اختیار کر کے مختلف مذاہب کے درمیان صلح وآتشی پیدا کی جاسکتی ہے۔ انسانی حقوق کی حفاظت ان ذرائع کا نصب العین ہے۔ اگر ہم ان حقوق کو پورا کر سکیں تو کم از کم امن کے پہلے درجے کو تمام بنی نوع انسان کے درمیان اخوت کا رشتہ پیدا کر کے حاصل کیا جاسکتا ہے"۔

فرمایا:۔

"امن کا دوسرا پہلو، جو اعلیٰ وارفع درجے کا امن ہے اور جس کا مقصد انسانوں کو اپنے خالق کے ساتھ ملانا ہے، اس کے بغیر انسان کا مقصد حیات پورا نہیں ہوتا۔ جس شخص کا اپنے خدا سے تعلق نہ ہو، اس کا نفس مطمئن نہیں ہوتا اور جس کا نفس مطمئن نہیں، وہ دنیا میں امن سے نہیں رہ سکتا۔ جماعت احمدیہ کا مقصد ایسے لوگوں کو پیدا کرنا ہے، جو اپنے اردگرد امن پھیلانے کا موجب بن جائیں اور جن سے دنیا کو صرف محبت واخوت کے جذبات ہی ملیں۔ یہی سچے مذہب کا مقصد ہے۔ جماعت احمدیہ ہر ملک میں لٹریچر چھپوا کر، اپنے بچوں کی تربیت ان اصولوں کے تحت کر کے تاکہ وہ دوسروں کے ساتھ مل جل کر کام کرنا سیکھیں اور اپنی زندگیاں وقف کر کے اس کوشش میں مصروف ہے۔ لجنہ اماء اللہ کے تحت عورتیں، خدام الاحمدیہ کے

تحت نوجوان، اطفال الاحمدیہ اور ناصرات الاحمدیہ کے تحت ہمارے بچے اور بچیاں اور انصار اللہ کے تحت ہمارے بزرگ مستقل مزاجی سے ایک نظام کے تحت معاشرے کو بہتر بنانے میں کوشاں ہیں۔اور یہ ایک مانی ہوئی حقیقت ہے کہ جماعت احمدیہ کے افراد دوسروں کی نسبت بہتر تربیت یافتہ ہیں اور جن نظریات کی پیروی کرتے ہیں،ان پر عمل بھی کرتے ہیں''۔

(مطبوعہ ہفت روزہ النصر 22 نومبر 1985ء)

**06 دسمبر،لنڈن**

سوال:1985ء کس طرح جماعت احمدیہ کا سال ثابت ہوا ہے؟

فرمایا:۔

''اگرچہ خطبہ جمعہ اور دیگر موقعوں پر متعدد بار میں اللہ تعالیٰ کے ان انعامات اور نوازشات کا ذکر کر چکا ہوں، جو اس نے اس سال ہم پر بحیثیت جماعت کئے ہیں لیکن بہت سے واقعات یکے بعد دیگرے مسلسل رونما ہو رہے ہیں، جن کا ذکر نہیں کیا گیا۔اور وہ واقعات احمدیت کی ترقی کے لئے بنیادی حیثیت کے حامل ہیں اور ہماری کوششوں کا ان میں کوئی دخل نہیں، محض خدائی ہاتھ ہی ان واقعات کا محرک ہے۔

یوگوسلاویہ ایک ایسا ملک ہے، جس میں ہم کافی دیر سے دلچسپی لے رہے تھے۔حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے وقت میں ایک نوجوان کو زبان سیکھنے کے لئے یوگوسلاویہ بھجوایا گیا۔کسی وجہ سے ہدایات میں غلطی کی بناء پر اس نے یوگوسلاویہ کی اکثریت کی زبان سیکھنے کی بجائے البانین زبان سیکھنی شروع کر دی، جو یوگوسلاویہ کے ایک محدود طبقہ کی زبان ہے۔جب اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔اس وقت اس کا ازالہ کرنا ممکن نہ تھا۔بہر حال یوگوسلاوین زبان کے سکالر کی ضرورت جماعت میں شدت سے محسوس ہو رہی تھی اور اس کا کوئی حل ہمارے پاس نہ تھا۔کوئی ایک ماہ قبل یوگوسلاوین زبان کے ایک ماہر کا خط مجھے موصول ہوا، جو کہ پاکستان سے ہوتا ہوا مجھ تک پہنچا۔جس میں اس نے لکھا کہ اس نے حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب ''مسیح ہندوستان میں'' کا ترجمہ یوگوسلاوین زبان میں مکمل کر کے اس کو چھپوانے کے لئے پبلشر سے بات چیت کر لی ہے اور اب میری اجازت درکار ہے۔اس نے اس امر کا اظہار بھی کیا ہے کہ وہ اس کتاب سے اس قدر متاثر ہوا ہے کہ وہ حضرت مسیح موعودؑ کی تمام کتب کا ترجمہ کر کے چھپوانے کا ارادہ کر چکا ہے۔جماعت کو اس پر کچھ خرچ کرنا نہیں پڑے گا۔میری طرف سے اجازت موصول ہونے پر سکالر کی بیوی نے اپنے خاوند کی بیماری کی وجہ سے مجھے شکریہ کا خط لکھا اور بعض امور کا اپنی طرف سے بھی اظہار کیا

ہے۔ وہ لکھتی ہیں کہ ان کے خیال میں اس کتاب میں پیش کردہ نہایت ٹھوس دلائل کا جواب کوئی یوگوسلاوین سکالر نہ دے سکے گا۔ اور وہاں کے عیسائیوں میں جو کمیونسٹ ملک میں رہنے کی وجہ سے ہر بات کا منطقی جواز ڈھونڈتے ہیں، ایک انقلاب برپا ہو جائے گا۔ کیونکہ اس کے خیال میں احمدیت اسلام کا ایک ایسا فرقہ ہے، جو مذہبی امور کی حقانیت عقلی دلائل سے ثابت کرتا ہے"۔

فرمایا:۔

"اسی طرح کا ایک اور واقعہ پولینڈ میں پیش آیا۔ میں نے ایک احمدی دوست کو، جو دوسری جنگ عظیم سے قبل وہاں رہ چکا تھا اور ہر قسم کے پرانے تعلقات منقطع کر چکا تھا، اس امید میں بھجوایا کہ شاید کوئی پرانی واقفیت نکل آئے اور پولینڈ میں تبلیغ کا کوئی ذریعہ بن جائے۔ چنانچہ ان کی ملاقات وہاں پر چند تاتاری مسلمانوں سے ہوئی۔ ان میں سے ایک تاتاری لیڈر عورت نے اس احمدی دوست کو اپنے خاوند کے ساتھ دوستی کی وجہ سے فوراً پہچان لیا اور اپنے تمام حلقوں میں ان کا تعارف کروایا۔ چند نوجوان بہت متاثر ہوئے اور ان کی معرفت تاریخ کے ایک پروفیسر نے خدا کے فضل سے احمدیت قبول کر لی اور اس نے مجھے خط لکھا کہ مجھے احمدیت کا پورا لٹریچر وغیرہ بھجوایا جائے تا کہ وہیں پر ترجمہ کر کے اس کی اشاعت میں مشغول ہو جاؤں"۔

"لینن گراڈ کے ایک تاریخ کے پروفیسر کو کہیں سے احمدیت کا لٹریچر میسر آ گیا۔ اس کا مطالعہ کرنے کے بعد اس نے لکھا کہ میں حضرت مسیح موعودؑ کے تمام دعوؤں کو سچا مانتا ہوں۔ گو اس نے ابھی بیعت نہیں کی لیکن وہاں پر کتابوں کے تراجم کرنے اور ان کی اشاعت کے لئے ہر قسم کی مدد کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ اسی طرح چین میں بھی ایک عورت اسلام اور احمدیت میں دلچسپی لے رہی ہے۔ 1984ء کے اوائل میں ایک چینی ٹیم کے ساتھ ایک عورت بھی پاکستان آئی اور مجھے اس کے ساتھ تین چار گھنٹے تک مذہبی گفتگو کرنے کا موقع ملا۔ اسے خدا تعالیٰ کی ہستی کا قائل کرنے کی کوشش کی گئی۔ اس نے واپس جاتے وقت ایک احمدی دوست کو، جس کی صرف بیٹیاں ہی تھیں اور اس کی بیوی علیل تھی اور بظاہر اس کے ہاں مستقبل قریب میں کوئی بچہ پیدا ہونے کی امید نہ تھی، یہ چیلنج دیا کہ اگر خدا موجود ہے تو اپنے خلیفہ سے کہو کہ وہ دعا کریں کہ تمہاری بیوی کو علالت کے باوجود خدا بیٹا عطا کر دے تو پھر میں یقین کر لوں گی کہ ایسی کوئی ہستی موجود ہے۔ جب مجھے اس بات کا علم ہوا تو میں نے بڑے درد کے ساتھ اس کے لئے دعا کی اور مجھے اسی وقت دعا کے قبول ہونے کا احساس ہو گیا۔ میں نے اس احمدی کو صبر کے ساتھ انتظار کرنے کے لئے لکھ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کے پورے نو ماہ گزرنے کے بعد اس شخص کو بیٹا عطا کر دیا۔ جب اس عورت کو اس واقعہ کی اطلاع دی گئی تو وہ حیران رہ گئی اور ایک دم احمدیہ لٹریچر میں دلچسپی لینے لگی"۔

فرمایا:۔

”آج ہی مجھے افریقہ کی ایک چھوٹی سی ریاست جس کا نام بھی میں نے نہ سنا تھا، ایک خط موصول ہوا ہے۔جس میں لکھا گیا ہے کہ جماعت احمدیہ کے لٹریچر کا مطالعہ کافی مدت تک کرنے کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ احمدیت ہی اسلام میں سچا فرقہ ہے۔اس لئے وہ نا صرف بیعت کرنا چاہتا ہے بلکہ وہاں پر مبلغ احمدیت بن کر کام کرنا چاہتا ہے۔

یہ ان متعدد واقعات میں سے چند ہیں، جو تمام دنیا میں ظہور پذیر ہو رہے ہیں اور ایسے معجزانہ طور پر رونما ہو رہے ہیں کہ ان پر ہمارا کوئی اختیار نہیں۔جو کام ہماری استطاعت سے باہر ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ خود ہی غیب سے انتظام فرما دیتا ہے اور ان معجزوں کے پس منظر ایسے حالات ہوتے ہیں، جو انسانی عقل کے خلاف نہیں ہیں“۔

(مطبوعہ ہفت روزہ النصر 13 دسمبر 1985ء)

# نئے سال کا ایک رحمت کا پھل، جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمایا

## خطبہ جمعہ فرمودہ 03 جنوری 1986ء

" نئے سال کا ایک رحمت کا پھل، جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمایا اور وہ جماعت کی تاریخ میں ایک نئے سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ جنوبی امریکہ میں پہلی مرتبہ جماعت احمدیہ کو باقاعدہ مشن کے قیام کے لئے ایک بہت ہی موزوں جگہ خریدنے کی توفیق مل گئی ہے۔

جنوبی امریکہ کے ایک ملک برازیل میں، جو بہت ہی بڑا ملک ہے اور اگر اس کا رقبہ امریکہ سے یا شمالی امریکہ سے بڑا نہیں تو اس کے قریب قریب ضرور ہے۔ اس ملک میں ریوڈی جنیرو (RIO DE JANEIRO) اس کا Capital یعنی مرکزی شہر ہے، دارالخلافہ ہے۔ اس شہر کے ساتھ ایک Twin City ہے اور جس کا نام نیترائے (NITEROI) ہے۔ NITEROI اسی دارالخلافہ کا Twin City ہے اور ایک بہت بڑا پل سمندر کے اوپر سے گزرتا ہوا ان دو شہروں کو ملاتا ہے۔ تو اس دوسرے شہر میں، جو اسی دارالخلافہ کا عملاً ایک حصہ ہے، ایک بہت ہی اچھا موقع کا رقبہ، جس کا سائز 50,600 مربع میٹر ہے، یعنی تقریباً ساڑھے بارہ ایکڑ ہے، اس کے متعلق گفت وشنید تو گزشتہ سال سے چل رہی تھی لیکن آج صبح فون پر اطلاع ملی ہے کہ باقاعدہ قانونی لحاظ سے Deed مکمل ہوگئی ہے اور سودا طے پا گیا ہے۔ یہ بہت ہی مناسب جگہ میں ایسی جگہ واقع ہے، جہاں اس کے قریب ہی بالکل سو گز کے فاصلے پر ایک بہت بڑا ہوٹل ہے، جس میں بکثرت Tourist آتے ہیں اور قریب ہی یعنی چند منٹ کے چلنے کے فاصلے پر ایک بہت بڑا نیشنل پارک ہے، جو بہت ہی مقبول ہے اور تمام برازیل ہی سے نہیں بلکہ باہر سے آنے والے سیاح بھی اس پارک میں آتے ہیں۔ اس لحاظ سے یہ رقبہ خدا کے فضل سے بہت ہی موقع کا ہے۔

کوئی پابندی نہیں ہے اس پر، مسجد کی عمارت کی تعمیر پر کوئی روک نہیں، کوئی مزید اجازت لینے کی ضرورت نہیں، مشن ہاؤس بنانے پر کوئی روک نہیں ہے۔ اور ساتھ ہی دو کمرے کا ایک چھوٹا سا گھر، جس میں کچن اور غسلخانہ وغیرہ سب شامل ہیں، یہ بھی بنا ہوا مل گیا ہے۔ اس سے انشاء اللہ تعالیٰ ہمارے مبلغ کو وہاں ٹھہرنے میں آسانی ہو جائے گی۔

برازیل میں پہلا مشن تو عملاً پچھلے سال ہی کھولا گیا تھا جبکہ زمین ابھی خریدی نہیں گئی تھی۔ مگر پھر بھی مشن کھول لیا گیا تھا۔ تو یہ برکتیں دونوں سالوں پر پھیلی ہوئی ہیں۔ مگر اس لحاظ سے کہ جنوبی امریکہ میں پہلی دفعہ جماعت کو مسجد کے لئے جائیداد خریدنے کی توفیق عطا ہوئی ہے، یہ نئے سال کا پہلا پھل ہے، جو میں تحفۃً آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ بہت برکت دے۔

یہ بہت ہی بڑا خطہ ہے اور کئی لحاظ سے جنوبی امریکہ کے مختلف ممالک اگر آج نہیں تو کل غیر معمولی اہمیت اختیار کرنے والے ہیں۔ اس علاقے کو دنیا نے بہت حد تک نظر انداز کئے رکھا ہے۔ اور باوجود اس کے کہ خدا تعالیٰ نے بہت سے ذخائر اور دولتیں عطا کی ہیں، یہ پرانی دنیا اور نئی دنیا کے مابین کا علاقہ کہلاتا ہے۔ یعنی نہ Third World میں ہے، نہ First World میں۔ بلکہ ایسے ممالک ہیں، جن کی نسل سفید فام ہے اکثر۔ یعنی وہ لوگ یہاں قابض ہیں۔ ویسے تو مقامی لوگ سفید فام نہیں۔ جن کی نسل سفید فام ہے اور یہ زیادہ تر Latin (لاطینی) امریکہ کہلاتا ہے۔ کیونکہ ان کا تعلق سپین اور اٹلی اور پرتگال وغیرہ علاقوں سے ہے۔ مگر ترقی کے لحاظ سے یہ وسیع ذرائع کے باوجود شمالی امریکہ اور کینیڈا سے بہت پیچھے رہ گیا ہے۔ اس لئے یہ درمیان میں آجاتا ہے اور درمیان میں آنے کے بعد کچھ یہ بھی ان علاقوں کے ساتھ زیادتی ہوئی کہ دونوں طرف سے کئی جہت سے پیسا گیا ہے۔ اس وقت اتنے بڑے قرضے ہیں، ان ممالک پر مغربی دنیا کے کہ بظاہر کوئی صورت نظر نہیں آتی کہ ان قرضوں سے یہ نجات پا سکیں۔ اس لئے مغربی دنیا بھی اس کا استحصال کر رہی ہے اور مشرقی دنیا میں اشتراکیت پورا زور لگا رہی ہے کہ کسی طرح یہ علاقے اس کے قبضے میں آجائیں۔ چنانچہ اس کے نتیجہ میں شدید بے چینی پائی جاتی ہے، اس تمام علاقے میں۔ یہ اپنی ذات میں ایک بہت ہی بڑا براعظم بنتا ہے۔ ویسے تو براعظم امریکہ کا حصہ کہلاتا ہے لیکن فی ذاتہ اتنا بڑا علاقہ ہے کہ جیسا کہ میں نے بیان کیا ایک ہی ملک کم و بیش شمالی امریکہ کے برابر بن جاتا ہے۔ تو یہ جو مشرق اور مغرب کی دوڑ شروع ہوگئی ہے، اسے اپنانے یا ہتھیانے کی، اس دوڑ کے نتیجہ میں، اس جدوجہد کے نتیجہ میں ان ممالک کو جو اس علاقہ میں ہیں، بہت ہی شدید نقصان پہنچا ہے۔

ایک اور بدقسمتی اس علاقے کی یہ ہے کہ جماعت احمدیہ بھی ان علاقوں تک احمدیت کا پیغام پہنچانے میں دیر کر گئی، مجبوریوں کی بناء پر۔ ہمارے ذرائع تھوڑے تھے، ساری دنیا میں تبلیغ کرنی تھی، اس لئے قصور کا سوال نہیں، بے اختیاری کی وجہ تھی۔ ویسے بھی چونکہ پس منظر میں پڑے ہوئے علاقے تھے، اس لئے ان تک نظر بھی بعد میں پہنچی اور کوششیں بھی بعد میں پہنچیں۔ لیکن یہ کہنا درست نہیں کہ یہاں احمدیت

نہیں پہنچی۔ جہاں تک میرا علم ہے، سب سے پہلے جو احمدی ان علاقوں میں آباد ہوئے ہیں، وہ ہنگری کے احمدی تھے۔ جب ہنگری میں انقلاب آیا ہے تو اس سے پہلے خدا تعالیٰ کے فضل سے یعنی جنگ عظیم سے پہلے ہی بہت کثرت کے ساتھ جماعت احمدیہ ہنگری میں نہ صرف متعارف ہوئی بلکہ بکثرت لوگوں نے اسے قبول بھی کیا اور آج تک وہاں آثار باقیہ بھی ملتے ہیں، ان احمدی مسلمانوں کے۔ اور ہنگری میں جو بھی مذہب سے تعلق رکھنے والے لوگ ہیں، وہ سارے جانتے ہیں کہ احمدیت کیا ہے؟ اور ان کے جو شعبے ہیں تعلیم کے، ان میں بھی احمدیت کے متعلق نہ صرف پوری واقفیت پائی جاتی ہے بلکہ وہ مزید چھان بین بھی کر رہے ہیں، اس کے متعلق۔ اور بعض احمدیوں سے جو پرانے ہنگری میں ہمارے کام کرنے والے تھے، حکومت کی طرف سے یہ درخواست بھی پہنچی ہے احمدیوں تک کہ ہمیں مزید معلومات مہیا کی جائیں کیونکہ ہم ہنگری کی تاریخ میں جماعت احمدیہ نے جو کردار ادا کیا ہے، اس کو محفوظ کرنا چاہتے ہیں۔

بہر حال انقلاب اشتراکیت کے بعد جو احمدی وہاں سے بھاگے اور لوگوں کے ساتھ وہ بہت حد تک جنوبی امریکہ میں مختلف ملکوں میں آباد ہوئے اور رابطہ اگرچہ عموماً تو کٹ گیا لیکن کبھی کبھی ان میں سے کوئی چھٹی لکھ دیتا تھا قادیان یا پتہ کر کے ربوہ اور وہ تحریک جدید کے دفاتر تک پہنچ جایا کرتی تھی۔ اس سے ان کے ساتھ رابطہ کی ایک صورت بن جاتی تھی۔ تو بہر حال Officialy، رسمی طور پر باقاعدہ مشن کا آغاز گزشتہ سال ہوا ہے۔ اور امسال خدا تعالیٰ کے فضل سے مستقل بنیادوں پر مشن قائم کرنے کے لئے اور مسجد بنانے کے لئے زمین حاصل کر لی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا بے حد احسان ہے اور میں توقع رکھتا ہوں کہ یہ بارش کا پہلا قطرہ بہت دیر تک پہلا ایک ہی قطرہ نہیں رہے گا بلکہ بکثرت ایک موسلا دھار فضلوں کی بارش میں تبدیل ہو جائے گا"۔

(مطبوعہ خطبات طاہر جلد 05 صفحہ 01 تا 26)

# اصلاح معاشرہ کے بغیر حقیقت میں اسلام کا غلبہ دنیا پر نہیں ہوسکتا

## خطبہ جمعہ فرمودہ 31 جنوری 1986ء

”.....پس دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ زیادہ سے زیادہ ہمیں اصلاح معاشرہ کی توفیق بخشے۔ کیونکہ اصلاح معاشرہ کے بغیر حقیقت میں اسلام کا غلبہ دنیا پر نہیں ہوسکتا۔ بہت سی وجوہات ہیں اس کی، اس کی تفصیل میں، میں اس وقت نہیں جاسکتا، وقت پہلے ہی زیادہ ہو چکا ہے۔لیکن میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اگر آپ کو یہ محبت ہے کہ اسلام دنیا میں غالب آجائے، اگر دلی تمنا ہے، اگر آپ اس آرزو میں جیتے ہیں کہ کسی طرح ساری دنیا پر دین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم غالب آجائے تو یاد رکھیں اور اس بات کو کبھی نہ بھلائیں کہ اصلاح معاشرہ کے بغیر یہ بات نہیں ہوگی۔ آپ کو لازماً معاشرہ کی اصلاح کرنی پڑے گی، تب آپ حقدار بنیں گے کہ ساری دنیا کو اسلام کا پیغام پہنچائیں“۔

(مطبوعہ خطبات طاہر جلد 05 صفحہ 110)

# جماعت احمدیہ کے لئے یہ سال غیر معمولی اہمیت کا سال ہے

## خطاب فرمودہ 23 فروری 1986ء

پیشگوئی مصلح موعود پر ایک صدی گزرنے پر جماعت احمدیہ لنڈن نے ایک عظیم الشان جلسہ کا انعقاد کیا۔اس موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے جو خطاب فرمایا،اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:۔

حضور رحمہ اللہ نے اپنے خطاب میں 1986ء کی غیر معمولی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا:۔

''1986ء کا سال جس میں سے ہم گزر رہے ہیں، ایک غیر معمولی اہمیت کا سال ہے۔کئی پہلوؤں سے یہ سال باقی دوسرے سالوں سے نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ پیشگوئی مصلح موعود، جو اسلام کے احیائے نو کے لئے ایک بہت ہی عظیم الشان مقام رکھتی ہے اور قیامت تک اس کا فیض جاری رہے گا، یہ پیشگوئی 1886ء میں 20 فروری کو شائع کی گئی تھی۔اسی لئے سبز اشتہار کے علاوہ یہ اشتہار 20 فروری کے طور پر بھی معروف ہے۔اور 20 فروری 1986ء کو یعنی تین دن پہلے اس پیشگوئی پر سو سال گزر چکے ہیں۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ 23 مارچ 1889ء کو جماعت احمدیہ کی بنیاد رکھی گئی جبکہ لدھیانے میں پہلی بیعت ہوئی۔اور قمری کیلنڈر کے لحاظ سے 1986ء میں پورے سو سال بن جاتے ہیں۔پس یہ سال دو جہتوں سے جماعت احمدیہ کے لئے سو سالہ جشن کا سال بنتا ہے۔اگرچہ جماعت احمدیہ نے سو سالہ جشن منانے کا 1989ء میں فیصلہ کیا ہے لیکن قمری جہت سے اگر دیکھا جائے تو یہ سال بھی جماعت احمدیہ کے سو سالہ جشن ہی کا سال بنتا ہے۔اس پہلو سے 20 رجب یکم اپریل کو واقع ہوگی اور یکم اپریل کو آغاز کے لحاظ سے جماعت کے پورے سو سال مکمل ہوں گے۔

ایک اور تیسری اہمیت بھی اس سال کو حاصل ہے۔اور وہ یہ ہے کہ تفسیر روح المعانی کے مصنف علامہ الوسی لکھتے ہیں کہ بعض اہل اسلام نے قرآن کریم کی ایک آیت سے ایک ایسا استنباط کیا ہے، جس کی رو سے ساعت یعنی انقلاب کا دور 1407 ہجری میں واقع ہونا ہے۔وہ لکھتے ہیں کہ

فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً

قرآن کریم کی اس آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ کیا وہ اس کے سوا کسی اور چیز کا انتظار کر رہے ہیں کہ ساعۃ یعنی عظیم انقلاب اچانک واقعہ ہو جائے۔ وہ لکھتے ہیں کہ حساب کی رو سے بغتۃً کے اعداد 1407 بنتے ہیں۔ اس پہلو سے یکم محرم 1986ء کو بغتۃً کا سال شروع ہو جاتا ہے۔ یعنی 1407 ہجری کا آغاز بھی 1986ء میں ہو رہا ہے اور آغاز کے چند مہینے اس سال کے ساتھ مطابقت کھاتے ہیں۔

اب یہ تین پہلو ایسے ہیں، جو روزمرہ اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ یہ واقعہ کہ جماعت احمدیہ پر سو سال اور مصلح موعود کی پیشگوئی پر سو سال ایک ہی سال میں پورے ہو جائیں، یہ حساب کی رو سے آپ دیکھیں تو ہزاروں سال میں پورا ہونے والی بات ہے۔ اس لحاظ سے جماعت احمدیہ کے لئے یہ سال غیر معمولی اہمیت کا سال ہے"۔

راہ مولیٰ کے اسیروں کے لئے دعا کی تحریک کرتے ہوئے، حضور رحمہ اللہ نے فرمایا:۔

"مصلح موعود کی پیشگوئی میں ایک خوشخبری یہ بھی تھی کہ وہ اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا۔ اس میں شک نہیں کہ یہ پیشگوئی پہلے بھی پوری ہو چکی ہے اور اس میں بھی شک نہیں کہ حضرت مصلح موعود بہت سے مظلوم اسیروں کی رستگاری کا موجب بنے۔ لیکن آج اس دور میں کچھ ایسے اسیر بھی ہیں، جو خالصۃً اسیران راہ مولیٰ ہیں۔ وہ کسی سیاست کے نتیجے میں اسیری کے دن نہیں کاٹ رہے، وہ کسی اپنی کمزوری یا اپنے گناہوں یا شامت اعمال کے نتیجہ میں قید و بند کی صعوبتیں نہیں دیکھ رہے۔ محض للہ اور محض اس لئے کہ انہوں نے خدا کی طرف سے ایک آنے والے کی آواز پر لبیک کہا، وہ اسیر بنائے گئے۔ اور طرح طرح کے دکھوں کا نشانہ بنائے گئے۔

پس اپنے رب کے حضور روتے ہوئے یہ دعا کریں کہ اے اللہ! اس پیشگوئی مصلح موعود کے صدقے ہی اس سو سال کے جشن کو دکھاتے ہوئے ہمیں وہ دن دکھا کہ ہم اپنے پیاروں کی آزادی کے دن بھی دیکھیں، جو تیری راہ میں قید و بند کی صعوبتوں کا شکار بنائے گئے ہیں۔ ان کو آزاد پھرتے ہوئے دیکھ کر ہماری آنکھوں کو طراوت حاصل ہو۔ اے خدا! اپنی رحمت سے وہ ساری زنجیریں توڑ دے، جن میں احمدیوں کو کسی نہ کسی رنگ میں بھی جکڑا گیا ہے۔ وہ ساری پابندیاں دور فرما دے، جن پابندیوں کو احمدیت کی روحانی ترقیوں کے روکنے کی خاطر عائد کیا گیا ہے۔ یہ وہ اسیر ہیں، جو تیری راہ میں ظاہری طور پر بھی اسیر بنائے گئے اور قانون کے شکنجوں میں جکڑ کر بھی اسیر بنائے گئے۔ جو آج تیرے وعدوں کے منتظر تیری رحمت کی راہ دیکھ رہے ہیں۔ اے خدا ان ساری زنجیروں کو توڑ کر پاش پاش کر دے اور اگر تو نے اپنی غیرت کے نمونے دکھانے کا فیصلہ کیا ہے تو ان سب کو پابند کر دے، جو آج ہمیں پابند کئے ہوئے ہیں"۔

(مطبوعہ ضمیمہ ماہنامہ تحریک جدید اپریل 1986ء و ہفت روزہ النصر 21 مارچ 1986ء)

# ہر بچہ اور جوان اور بوڑھا پکا نمازی بن جائے

## پیغام برموقع اجتماع خدام الاحمدیہ ساؤتھ ریجن یو. کے منعقدہ 15 مارچ 1986ء

بسم اللہ الرحمان الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھوالناصر

آپ کو اس اجتماع کی بہت بہت مبارک ہو اور تمام حاضرین کو السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اللہ تعالیٰ اس اجتماع کو ہر لحاظ سے کامیاب کرے اور دینی اور دنیاوی برکتوں سے نوازے اور آپ کی مجلس کو ایک مثالی مجلس بنادے، آمین۔

نئی نسل کو خصوصاً اور بڑوں کو عموماً قرآن کریم سیکھنے اور سکھانے کی طرف توجہ دیں۔ نماز، اس کا تلفظ اور ترجمہ ہر ایک کے ذہن میں پختہ طور پر راسخ ہو اور نماز سے شدید محبت ہر ایک کے دل میں گھر کر لے۔ یہ وہ بنیادی کام ہے، جو نظر سے اوجھل ہو جاتا ہے۔ اس لئے گھروں کی سہولت کے اعتبار سے چھوٹے چھوٹے مرکز درس کے لئے قائم کئے جائیں۔ اور سو فیصدی بچوں کو، اسی طرح بڑوں کو بھی نماز صحیح تلفظ اور ترجمے کے ساتھ یاد کروائی جائے اور قرآن کریم پڑھایا جائے۔ چھوٹی چھوٹی سورتیں حفظ کرائی جائیں اور پھر قرآن کریم باترجمہ پڑھنے کا عزم پیدا کیا جائے۔ یہ وہ بنیادی کام ہے، جو ابتدائی لحاظ سے انتہائی ضروری ہے، جس پر جماعت کے ایمان اور تقویٰ کی بنیاد ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی توفیق بخشے اور اس اجتماع کی برکتوں کو اتنا پھیلا دے کہ ہر بچہ اور جوان اور بوڑھا پکا نمازی بن جائے اور خدا تعالیٰ کی محبت اس کے رگ وریشہ میں گھر کر لے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔

والسلام

(مرزا طاہر احمد)

خلیفۃ المسیح الرابع

(مطبوعہ ہفت روزہ النصر 25 اپریل 1986ء)

# عددی اکثریت کی بجائے اپنے معیار تقویٰ کو بڑھانے کی طرف توجہ کریں

## خطبہ جمعہ فرمودہ 21 مارچ 1986ء

''....ایک رجحان یہ دیکھا گیا ہے کہ بکثرت احمدیوں کے دل میں یہ خیال پیدا ہو رہا ہے کہ ہمیں عددی اکثریت کب نصیب ہوگی اور عددی غلبہ کب میسر آئے گا؟ یہ درست ہے کہ خدا تعالیٰ الٰہی جماعتوں سے عددی غلبے کے بھی وعدے فرماتا ہے اور عددی کثرت بھی نصیب فرماتا ہے۔لیکن جب ہم قرآن کریم پر غور کرتے ہیں تو خدا کے نزدیک عددی کوئی بھی قیمت دکھائی نہیں دیتی۔ عددی بجائے خدا کے نزدیک کیفیت کی قیمت ہے۔اور کیفیت کی قیمت کا یہ حال ہے کہ بعض دفعہ چند کی خاطر اور بعض دفعہ ایک وجود کی خاطر کل عالم کو بھی ہلاک کر دے۔تو خدا تعالیٰ کے ہاں جو قیمتیں مقرر ہیں، اس لحاظ سے کوئی بھی نقصان کا سودا نہیں ہوگا۔خدا کی اقدار کے پیمانوں کے لحاظ سے یہ فیصلہ بالکل درست اور مناسب ہوگا''۔

''.....پس وہ لوگ، وہ احمدی احباب خصوصاً جن کے دل میں بار بار یہ حسرت پیدا ہو رہی ہے کہ کاش ہمیں عددی اکثریت جلد حاصل ہو جائے، ان کو میرا یہ پیغام ہے کہ عددی اکثریت کی بجائے اپنے معیار تقویٰ کو بڑھانے کی طرف توجہ کریں۔ جہاں تک عددی اکثریت کا تعلق ہے، یہ بھی قرآن کریم میں وعدے موجود ہیں۔لیکن عددی اکثریت کی حیثیت سے نہیں بلکہ صاحب تقویٰ لوگوں کی تعداد میں اضافے کی حیثیت سے۔قرآن کریم میں جہاں غیروں پر غلبہ کا وعدہ فرمایا گیا ہے، وہاں فرمایا ہے:۔

لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ

تا کہ وہ اسے غالب کرے، یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو غالب کرے۔اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلبہ کا مطلب عددی اکثریت ہے ہی نہیں۔ جب کہا جاتا ہے کہ محمدؐ کو دنیا پر غالب کرے تو مراد یہ ہے کہ ہر حسن کو دنیا پر غالب کر دے، ہر خوبی کو دنیا پر غالب کر دے، ہر پاکیزگی کو دنیا پر غالب کر دے، ہر صفت باری تعالیٰ کو دنیا پر غالب کر دے۔پس بظاہر لوگ اس کا یہی معنی لیتے ہیں کہ اسلام کی عددی اکثریت کا وعدہ کیا گیا ہے، ہرگز نہیں۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلبہ کا وعدہ کیا گیا ہے اور وہ غلبہ حسن کے بغیر ممکن نہیں۔

پس اگر اس طرح احمدیت نے بڑھنا ہے کہ نور مصطفوی پھیل جائے تو یہ تمنا، ایک پاکیزہ تمنا ہے، یہ تمنا یقیناً قرآن کریم کی کے مطابق ہے۔ لیکن اگر مقابل کے جوش میں، اگر ایک دوسرے پر بازی لے جانے کی تمنا میں آپ محض عددی اکثریت پر نظریں لگا کر بیٹھ جائیں تو یہ کوئی اچھا سودا نہیں ہوگا۔ اس ابتلاء کی صحیح قیمت آپ نے وصول نہیں کی۔ اس لئے اپنی توجہ کو قیمتوں اور قدروں کی طرف مرکوز رکھیں اور یہ فیصلہ کریں کہ ہر قربانی کے بدلے خدا سے سب سے زیادہ قیمت وصول کریں گے"۔

"....تو جہاں تک اس ابتلاء کے دور میں تمناؤں کا تعلق ہے، قرآن کریم آپ کی تمنائیں بھی درست کرتا ہے، آپ کا قبلہ درست فرماتا ہے اور بتاتا ہے، کثرت کی تمنا نہ کرو۔ یہ تمنا کرو کہ نیکی غالب آئے اور تقوی غالب آئے اور پاکیزگی غالب آئے اور تمام دنیا میں محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا غلبہ ہو"۔

".....پس اس دور میں جو سب سے بڑا مال غنیمت آپ حاصل کر سکتے ہیں، سب سے بڑی فتح جو حاصل کر سکتے ہیں، وہ مال غنیمت، تقوی کا مال غنیمت ہے۔ اور وہ فتح اپنے دل کی اور اپنے نفس کی فتح ہے۔ اور یہی وہ اندرونی فتح ہے، جو بیرونی فتح پر منتج ہوا کرتی ہے۔ یعنی یہی وہ اندرونی غلبہ ہے، جو بیرونی غلبوں میں تبدیل ہوا کرتا ہے"۔

"....اگر یہ دور آپ کو تقوی کا نور عطا کر دے تو یہ وہ پھلجھڑیاں ہیں، جن کے مقابل پر اور کوئی پھلجھڑی نہیں۔ آپ کے دل میں اگر نور کے سوتے پھوٹنے لگیں، آپ کے دل میں اگر تقوی کی وہ پھلجھڑیاں چلیں، جن سے نور کے رقص آپ کے سینوں میں دکھائی دیں، جن میں چاندنی پھوٹتی ہوئی دکھائی دے، جن میں اللہ کا پیار رقصاں ہو اور خدا کی محبت کے نغموں کی آوازیں پھوٹ رہی ہوں۔ ان جلوؤں کی کیوں تمنا نہیں کرتے؟ ان رقص و سرور کے پیچھے کیوں نہیں بھاگتے؟ ان غلبوں کے نغموں کے لئے آپ کے کان کیوں نہیں ترستے؟ یہ وہ غلبے ہیں، جو حقیقی غلبے ہیں اور دائمی غلبے ہیں۔ جو اس دنیا میں آپ کو پیچھے چھوڑ کر نہیں جائیں گے بلکہ آپ کے ساتھ اس دنیا میں بھی جائیں گے۔ آپ کو پیچھے چھوڑ کر نہیں جائیں گے بلکہ آپ کے آگے آگے بھاگیں گے"۔

(خطبات طاہر جلد 05 صفحہ 225 تا 239)

# نئی نسل کو خصوصاً اور بڑوں کو عموماً قرآن کریم سیکھنے اور سکھانے کی طرف توجہ دیں

## پیغام برموقع سالانہ اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ ساؤتھ ریجن یوکے 1986ء

''آپ کو اس اجتماع کی بہت بہت مبارک ہو اور تمام حاضرین کو السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ اللہ تعالیٰ اس اجتماع کو ہر لحاظ سے کامیاب کرے اور دینی اور دنیاوی برکتوں سے نوازے۔ اور آپ کی مجلس کو ایک مثالی مجلس بنادے۔ نئی نسل کو خصوصاً اور بڑوں کو عموماً قرآن کریم سیکھنے اور سکھانے کی طرف توجہ دیں۔ نماز، اس کا تلفظ اور ترجمہ ہر ایک کے ذہن میں پختہ طور پر راسخ ہو اور نماز سے شدید محبت ہر ایک کے دل میں گھر کر لے۔ یہ وہ بنیادی کام ہے، جو نظر سے اوجھل ہو جاتا ہے۔ اس لئے گھروں کی سہولت کے اعتبار سے چھوٹے چھوٹے مرکز درس کے لئے قائم کئے جائیں۔ اور سو فیصدی بچوں کو، اسی طرح بڑوں کو بھی نماز صحیح تلفظ اور ترجمے کے ساتھ یاد کرائی جائے اور قرآن کریم پڑھایا جائے۔ چھوٹی چھوٹی سورتیں حفظ کرائی جائیں اور پھر قرآن کریم باترجمہ پڑھنے کا عزم پیدا کیا جائے۔ یہ وہ بنیادی کام ہے، جو ابتدائی لحاظ سے انتہائی ضروری ہے، جس پر جماعت کے ایمان اور تقویٰ کی بنیاد ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی توفیق بخشے اور اس اجتماع کی برکتوں کو اتنا پھیلا دے کہ ہر بچہ اور ہر جوان اور ہر بوڑھا پکا نمازی بن جائے اور خدا تعالیٰ کی محبت اس کے رگ و ریشہ میں گھر کر لے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو''۔

(مطبوعہ ضمیمہ ماہنامہ مصباح اپریل 1986ء)

# چندہ دینے والے اور اسے خرچ کرنے والے ہر دو اپنے معیار تقویٰ کو بلند کریں

## خطبہ جمعہ فرمودہ 04 اپریل 1986ء

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

''گزشتہ خطبہ میں، میں نے مالی قربانی کرنے والوں کے متعلق کچھ امور بیان کئے تھے۔ اور اس بات پر زور دیا تھا کہ مالی قربانی کرتے وقت تقویٰ کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہئے۔ اس سلسلہ میں اب صرف اتنا کہہ کر مضمون کے اس حصہ کو ختم کروں گا کہ عموماً یہ خیال کیا جاتا ہے کہ چندہ عام وغیرہ میں شرح سے کم دینے والے وہ لوگ ہیں، جو بوجہ غربت ایسا نہیں کر سکتے۔ میرا لمبا تجربہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ مختلف حیثیتوں سے میں نے سلسلہ میں مختلف خدمتیں سرانجام دی ہیں۔ بحیثیت مجلس خدام الاحمدیہ کے رکن ہونے کی حیثیت سے بھی اور وقف جدید کے تعلق میں بھی اور نظام جماعت کے دیگر شعبوں سے تعلق کے لحاظ سے بھی۔ اور ہر جگہ میں نے بالعموم یہ دیکھا ہے کہ غرباء اپنی مالی قربانی میں خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ بہت آگے ہیں۔ اور شرح کے مطابق چندہ دینے میں جو وہاں تناسب ملتا ہے، وہ امراء کے ہاں نہیں ملتا۔ اور عجیب بات ہے کہ جتنا آپ اوپر چلتے ہیں، اتنا ہی صورت برعکس ہوتی چلی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ لوگ، جن کو خدا تعالیٰ نے غیر معمولی فضل سے نوازا ہے اور بہت دولت عطا کی ہے، ان کے لئے چندہ دینا تو مشکل نہیں لیکن شرح سے چندہ دینا بہت ہی بڑی مصیبت بن جاتا ہے۔

دراصل انسان نسبتوں کی بجائے رقم کی مقدار دیکھنے کا عادی ہوتا ہے اور یہ انسانی فطرت ہے۔ ایک غریب آدمی جس کو سو روپے ملتے ہیں، وہ چھ روپے دیتا ہے تو اس کے نزدیک چھ روپے باوجود غربت کے چھ روپے ہی ہوتے ہیں۔ اور اس کے لئے چھ روپے دینا نسبتاً آسان ہوتا ہے۔

صرف یہی بات نہیں اور بھی وجوہات ہیں۔ ایک بہت بڑی وجہ غریب کے معیار قربانی کا بلند ہونا ہے۔ جو مقابلہ کی وجہ سے بھی اس میں پیدا ہوتی ہے۔ جب وہ امیروں کو غیر معمولی طور پر رقمیں دیتا ہوا دیکھتا ہے، جب وہ دیکھتا ہے کہ فلاں نے ہزار دیا اور فلاں نے دس ہزار دیا تو وہ اپنے چھ میں کمی کرنے کی پھر استطاعت ہی نہیں پاتا۔ ایسا شرمندہ ہوتا ہے، وہ چھ روپے دیتے ہوئے بھی کہ ساتھ استغفار کر رہا ہوتا ہے۔ کاش مجھ میں توفیق ہوتی تو میں اس سے زیادہ دیتا۔

تو نفسیاتی بہت سے پہلو ایسے ہیں، جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے غریب کے تقویٰ کی حفاظت فرما دی ہے۔ اور ان امور میں امیر، غریب کے مقابل پر دل کا بہت زیادہ غریب ثابت ہوتا ہے۔ تبھی قرآن کریم نے جہاں مالی قربانی کا ذکر فرمایا، وہاں مالی غربت کا ذکر نہیں فرمایا بلکہ دل کی غربت کا ذکر فرمایا۔ فرمایا:۔

وَمَنۡ یُّوۡقَ شُحَّ نَفۡسِہٖ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ

(الحشر:10)

وہ لوگ، جو دل کے بخل سے بچائے جاتے ہیں اور جو دل کے غریب نہیں ہوتے، وہی لوگ ہیں، جو اللہ کے نزدیک بہت بڑی فلاح پانے والے ہیں۔

پس جہاں تک چندوں کا تعلق ہے، وہاں فیصلہ کن امر یہ نہیں ہوتا کہ کسی کے پاس ظاہری دولت کتنی ہے۔ بلکہ فیصلہ کن امر یہ ہوتا ہے کہ دل کی دولت کسی کے پاس کتنی ہے۔ اور اس پہلو سے یہ عجیب بدقسمتی ہے، امراء کے طبقہ کی کہ الا ماشاء اللہ امیر اپنی غیر معمولی توفیق کے باوجود شرح کے مطابق چندہ دینے سے ہچکچاتا ہے۔ ایک آدمی، جس کی ایک سو، ساٹھ روپے آمد ہے، اس کے لئے کوئی مشکل نہیں کہ وہ دس روپے دے دے۔ لیکن جس کی سولہ لاکھ روپے آمد ہو، وہ ہر سال ایک لاکھ روپیہ دے، اس کو اتنی بڑی رقم نظر آتی ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ تھوڑا بھی دے دوں تو دس ہزار، بیس ہزار بہت بڑی رقم ہے۔ اس لئے وہ تھوڑا دے کر بھی اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھنے لگ جاتا ہے کہ میں نے دین کے لئے بڑی قربانی کی ہے۔ اس لئے وہ لوگ، جن کو خدا تعالیٰ نے اموال میں کشائش عطا فرمائی ہے، اموال میں وسعت بخشی ہے، ان کو خصوصیت کے ساتھ اپنے تقویٰ کی حفاظت کرنی چاہئے۔

یہ محض ڈراوا ہے کہ مال کم ہو جائے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا مال جب خدا کو واپس کیا جاتا ہے تو کم نہیں ہوتا۔ خواہ مخواہ دل میں گانٹھیں پڑی ہوتی ہیں۔ امر واقعہ یہ ہے کہ گانٹھ کھولنے کا جو مزہ ہے، وہ نہ کھولنے والے کے تصور میں بھی نہیں آسکتا۔ جب بھی آپ خدا کی خاطر دل کی کوئی گانٹھ کھولتے ہیں، اس وقت آپ کو دراصل وسعت عطا ہوتی ہے، اس وقت آپ کو فراخی ملتی ہے اور وہ فراخی مال کی فراخی کے مقابل پر بہت ہی زیادہ عظیم الشان اور بہت ہی زیادہ سرور بخشنے والی فراخی ہے۔ اس لئے ہمارے امراء خصوصیت کے ساتھ اپنے نفس کا محاسبہ کرتے رہیں۔

ایک اور ذریعہ سے بھی مجھے پتہ چلتا ہے کہ ان میں کچھ کمزوری باقی ہے۔ غریب آدمی جب کسی مجبوری کے پیش نظر شرح میں کمی کرنا چاہتا ہے تو وہ بے دھڑک معافی کے لئے خط لکھ دیتا ہے۔ اس کا معاملہ

اتنا واضح ہے، اس کی ذمہ داریاں اتنی زیادہ ہوتی ہیں، اس کی آمد کے مقابل پر، کئی دفعہ مقروض ہو جاتا ہے، کئی دفعہ حادثات پیش آجاتے ہیں کہ وہ بے جھجک ہو کر لکھتا ہے کہ میرے یہ حالات ہیں، اس لئے میں 1/16 دینے کی توفیق نہیں پاتا۔ لیکن امیروں کی طرف سے ایسا کبھی کوئی خط نہیں آیا۔ کیونکہ اگر وہ لکھیں تو ان کو شرمندگی ہوگی۔ اس لئے وہ نظام جماعت کو توڑنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ ایک اور گناہ سرزد کر رہے ہوتے ہیں۔ یعنی غریب آدمی تو جانتا ہے کہ میں لکھوں گا تو میرے لئے بلکہ دعا کی طرف توجہ پیدا ہوگی، میری غربت پر رحم آئے گا۔ اور اس لئے اس کی طبیعت میں لکھنے پر طبعی آمادگی پائی جاتی ہے۔ لیکن امیر آدمی اپنا راز کھولتا ہے، اپنی خساست کا راز کھولتا ہے، اس لئے رک جاتا ہے۔ کبھی کسی امیر نے نہیں لکھا کہ مجھ میں توفیق نہیں ہے، 1/16 دینے کی، مجھے معاف کر دیا جائے۔ حالانکہ میں نے وعدہ کیا ہوا ہے کہ اگر کوئی لکھے تو میں معاف کر دوں گا۔ لیکن وہ لکھ سکتے ہی نہیں، ان کو توفیق ہی نہیں، اس بات کی۔ وہ سمجھتے ہیں، ہمارے دل کا بخل ننگا ہو جائے گا۔ اس لئے ایک جرم، ایک دوسرے جرم کرنے پر ان کو مجبور کر رہا ہے۔

دراصل اصل نگران تقویٰ ہی ہے، جو دل کا نگران ہے۔ باہر سے نگرانی ممکن ہی نہیں ہے۔ یعنی حقیقی نگرانی باہر سے نہیں ہو سکتی۔ اس لئے میں اپنی جماعت کے امراء سے کہتا ہوں کہ اپنے تقویٰ کے معیار کو بڑھائیں اور خدا تعالیٰ کی راہ میں اموال پیش کرتے وقت اپنے تقویٰ کے نگران کو سامنے رکھا کریں۔ یہ نہ دیکھا کریں کہ باہر سے کوئی آنکھ دیکھ رہی ہے یا نہیں۔

دوسرا حصہ ہے وہ لوگ، جو اموال خرچ کرنے کے ذمہ دار ہیں۔ یعنی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مختلف کارکن، جو خدا کی راہ میں آنے والے اموال کو خرچ کرنے کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ ان میں واقف زندگی بھی ہیں اور غیر واقف زندگی بھی ہیں۔ پاکستان میں کام کرنے والے بھی ہیں اور باہر کے ملکوں میں بھی۔ ایسے ممالک میں بھی ہیں، جو خدا کے فضل سے بہت خوشحال ہیں اور کم سے کم معیار پر بھی اگر وہاں واقفین رہیں، تب بھی ان کی حالت پاکستان میں بسنے والے واقفین کے مقابل پر اعلیٰ سے اعلیٰ معیار سے بھی اونچی ہے۔ اور ایسے ممالک میں بھی ہیں، جہاں اتنی غربت ہے، اتنا معیار گرا ہوا ہے کہ بعض دفعہ ایک ہفتہ پہلے جب ہم ان کے وظائف میں اضافہ کا اعلان کرتے ہیں تو اس کے بعد یہ اطلاع آتی ہے کہ اب اس مال کی قیمت یہاں آدھی رہ گئی ہے۔ اور امر واقعہ ایسا ہو چکا ہے کہ چند دن کے اندر اندر جب وظائف میں اضافہ کیا گیا تو وہاں سے اطلاع ملی کہ اب تو یہاں روپے کی قیمت 1/3 رہ گئی ہے۔ بہر حال مختلف حالات میں واقفین زندگی ہوں یا غیر واقفین زندگی خدا کی راہ میں اس قربانی کی توفیق بھی پا رہے ہیں اور کچھ بے احتیاطیاں بھی کر رہے ہیں۔

جو بے احتیاطیاں کرنے والے ہیں، ان کو میں متنبہ کرنا چاہتا ہوں کہ بے احتیاطیاں رفتہ رفتہ بددیانتیوں میں بدل جایا کرتی ہیں۔ اس لئے اگر آپ بے احتیاطی سے بچیں گے اور شروع میں ہی تقویٰ کے معیار کو بڑھا کر سلسلے کے اموال خرچ کریں گے تو اس کا دہرا فائدہ پہنچے گا۔ اول یہ کہ آپ خدا تعالیٰ کی نظر میں زیادہ مقبول ٹھہریں گے، آپ کے ذاتی اموال میں بہت برکت ہوگی، آپ کی زندگی کے ہر شعبہ میں اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمائے گا، آپ کی خوشیوں میں برکت بخشے گا، آپ کے ایمان اور خلوص میں برکت بخشے گا۔ اور دوسرا یہ کہ جماعت احمدیہ کے مالی قربانی کے معیار کو آپ اونچا کرنے والے ہوں گے۔

امر واقعہ یہ ہے کہ خرچ کرنے والے کے تقویٰ کا پیسہ دینے والے کے تقویٰ سے گہرا تعلق ہوتا ہے۔ جہاں خرچ کرنے والوں کا تقویٰ اونچا ہو، وہاں خدا کی راہ میں قربانی کرنے والوں کا تقویٰ بھی خود بخود اونچا ہوتا چلا جاتا ہے۔ چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ اکثر احمدیت سے باہر چندے مانگنے والوں کی یہی مصیبت ہے۔ بے شمار روپیہ پڑا ہوا ہے اور بے شمار ایسے دل بھی ہیں، جو خدا کی راہ میں خرچ کرنا چاہتے ہیں مگر بدبختی ہے بعض قوموں کی کہ وہاں تقویٰ کے ساتھ خرچ کرنے والے نہیں ملتے۔ اس لئے دلوں میں گانٹھیں پڑ گئی ہیں۔ دینے والا ہاتھ کھلتا نہیں ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے لمبے تجربہ کی بناء پر کہ اس قوم کے لینے والوں نے کبھی دیانت کا مظاہرہ نہیں کیا۔ لیتے کسی اور نام پر ہیں اور خرچ کسی اور نام پر کرتے ہیں۔ ان کی شکلیں بتا رہی ہوتی ہیں کہ یہ خدا کی راہ میں خرچ کرنے والے لوگ نہیں ہیں، مانگنے والے ہیں۔

پس یہ بیماری جب بہت بڑھ جاتی ہے، پھر تو قوم کے لئے ایک کوڑھ کی شکل اختیار کر جاتی ہے۔ لیکن آغاز بھی اگر اس کا ہو، تب بھی نقصان پہنچتا ہے۔ اور بالعموم مختلف اتار چڑھاؤ جو دینے والوں کے آپ کو نظر آئیں گے، ان کا تعلق خرچ کرنے والوں کے تقویٰ کے اتار چڑھاؤ سے ضرور ہوگا۔ اس لئے ضروری ہے کہ سلسلہ کے اموال دنیا کے جس گوشہ میں بھی وصول ہو رہے ہیں اور جس کونے میں بھی خرچ کئے جا رہے ہیں، وہاں تقویٰ کے معیار کو دونوں طرف سے اونچا کیا جائے۔ دینے والوں کے معیار کو ہی نہیں بلکہ خرچ کرنے والوں کے معیار کو بھی اونچا کیا جائے۔

جو بے احتیاطی کی صورتیں میرے سامنے آ رہی ہیں، مختلف وقتوں میں توجہ بھی دلائی جاتی ہے لیکن اب میں سمجھتا ہوں کہ یہ ضروری ہے کہ خطبہ میں بھی بالعموم ان کی طرف متوجہ کیا جائے۔ جہاں تک ہمارے مشنز کا تعلق ہے یا پاکستان میں جو ادارے کام کر رہے ہیں، ان کا تعلق ہے، تین چار ایسے شعبے ہیں، جہاں بے احتیاطی کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں۔ بجلی کا خرچ ہے، ٹیلیفون کا خرچ ہے، مہمان نوازی کا

خرچ ہے اور سفر خرچ۔ یہ وہ چار شعبے ہیں، جہاں سے بے احتیاطی شروع ہوتی ہے اور جب یہ بے احتیاطی آگے بڑھ جائے تو پھر بددیانتی شروع ہو جاتی ہے۔ جو پھر ہر شعبہ پر اثر انداز ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے الا ماشاء اللہ اگر خدا کسی کی پردہ پوشی نہ فرمائے تو میں کہہ نہیں سکتا مگر بظاہر بددیانتی کی کوئی مثالیں میرے سامنے نہیں آئیں۔ بہت ہی شاذ کے طور پر بعض جماعت میں واقعات ہوتے ہیں بد یانتی کے مگر وہ ضروری نہیں کہ کارکنان ہی میں ہوں، چندہ وصول کرنے والوں میں بھی ہوتے ہیں۔ وہ اتنا تھوڑا ہے کہ وہ ناممکن ہے عملاً کہ کسی قوم کے معیار کو اتنا بلند کر دیا جائے کہ ایک فرد بشر بھی کوئی کمزوری نہ دکھائے۔ کوشش تو ہونی چاہئے مگر بہر حال ایک آئیڈیل ایسا ہے، جسے انسان کبھی بھی حاصل نہیں کر سکتا۔ جہاں تک عام معیار کا تعلق ہے، میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے واضح بددیانتی موجود نہیں ہے۔ لیکن بے احتیاطی کی بددیانتی ضرور موجود ہے اور وقت ہے کہ ہم اسے سختی کے ساتھ دبائیں۔

ایک آدمی جو انگلستان بیٹھا ہوا یا امریکہ میں بیٹھا ہوا اپنے خرچ پر اپنے گھر فون نہیں کر سکتا، اگر اس کو یہ سہولت ہو کہ جماعت کے خرچ پر جبکہ کوئی نہیں دیکھ رہا، جتنا چاہے فون کرلے اور ہر لحہ جو گزرتا ہے، اس کا فون پر اس کا دل اتنا نہ کٹ رہا ہو کہ جماعت کا اتنا خرچ ہو رہا ہے تو یہاں اس کو میں کہتا ہوں، وہ بے احتیاطی جو بددیانتی پر منتج ہو جاتی ہے۔ خواہ انسان واضح طور پر اس بات کو سوچے یا نہ سوچے۔ لیکن بہترین حل اس کا یہ ہے کہ ہر وہ خرچ، جو اپنے طور پر وہ کر سکتا ہے، اگر اس خرچ کے وقت اس کو تکلیف ہوتی ہے اور جماعت کے اسی قسم کے خرچ پر تکلیف نہیں ہوتی تو ایسا شخص تقویٰ کے معیار سے گرا ہوا ہے۔ بجلیاں جل رہی ہیں تو جلتی چلی جا رہی ہیں، پرواہ ہی کوئی نہیں۔ اور بے شمار خرچ اس کی وجہ سے ہو جاتا ہے۔ سردی کے موسم میں گرمی کی ضرورت پڑتی ہے، گیس جل رہی ہے اور بعض دفعہ ضرورت سے زیادہ جل رہی ہے، کھڑکیاں بھی کھلی ہیں، تب بھی کوئی پرواہ نہیں۔ ان چیزوں کو آپ بے احتیاطیاں کہیں گے لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ یہ بے احتیاطیاں بے دردی کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہیں اور بے دردی اور بے حسی اور تقویٰ اکٹھے نہیں رہا کرتے۔ ایسی بے دردی اور ایسی بے حسی جو فرق کر کے دکھائے، جماعت کے خرچ میں تو موجود ہو اور ذاتی خرچ میں موجود نہ ہو، وہ تقویٰ کے خلاف ہے۔ اور یہ صورت حال بالآخر بددیانتی پر منتج ہو جاتی ہے۔ اسی لئے اب ہم نے آڈٹ کے انتظام کو زیادہ منظم کیا ہے اور بہت زور دیا جا رہا ہے کہ ہر جگہ آزاد آڈیٹر یعنی حساب کرنے والے جو جماعتی نظام سے بالکل آزاد ہوں، وہ اپنی رپورٹیں براہ راست مجھے بھجوائیں۔ اور ایک سرسری نظر ڈالنے سے ہی آڈٹ کی رپورٹ پر اندازہ ہو جاتا ہے کہ کس ملک میں کیا ہو رہا ہے؟

اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ ایسے مواقع پیش نہیں آنے چاہئیں کہ آڈٹ کے نظام پر اتنا زور دینا پڑے۔ کیونکہ آڈٹ کا نظام حقیقت میں اموال کی صحیح حفاظت یا پوری حفاظت نہیں کر سکتا۔ کوئی نگران جو بیرونی ہو، وہ سچی اور حقیقی حفاظت اموال کی کر ہی نہیں سکتا۔ خدا تعالیٰ نے تقویٰ کا ایک اندرونی نگران مقرر فرما دیا ہے۔ اور یہ وہ نگران ہے، جس کا براہ راست عالم الغیب والشہادۃ سے تعلق ہے۔ کیونکہ تقویٰ خدا کی ذات سے پھوٹتا ہے۔ اس کا مستقل رشتہ، ہمیشہ کا ایک رابطہ ہے، اپنے رب کے ساتھ۔ اس لئے اس کو بھی خدا تعالیٰ نے عالم الغیب والشہادۃ کی صفات عطا فرمادی ہیں۔ تقویٰ کی آنکھ وہ بھی دیکھ رہی ہوتی ہے، جو بیرونی آڈیٹر کو نظر آتا ہے اور وہ بھی دیکھ رہی ہوتی ہے، جو بیرونی آڈیٹر کو نظر ہی نہیں آسکتا۔ ان باریکیوں تک بھی چلی جاتی ہے، جو نیتوں کے پردوں میں چھپی ہوئی ہوتی ہیں۔ اس لئے تقویٰ کی بصیرت کو تیز کریں اور اسی کو اپنا نگران بنائیں۔ اگر آپ اس طرح کریں گے تو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ آپ کے اموال میں بھی برکت پڑے گی اور جماعت کے اموال میں بھی ہر لحاظ سے برکت پڑے گی۔

اگر ایک آنہ آپ خرچ کریں گے تو تقویٰ کے ساتھ خرچ کیا جانے والا آنہ، ایک آنے کی قیمت نہیں دیتا۔ وہ بعض دفعہ لکھوکھا روپے کی قیمت دے دیتا ہے۔ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے، جو اللہ پر ایمان لانے والے ہی سمجھ سکتے ہیں۔ دنیادار کو اس بات کی سمجھ ہی نہیں آسکتی۔ اور پھر بے شمار تقویٰ کے نتائج دور رس ظاہر ہوتے چلے جاتے ہیں، جو آئندہ نسلوں تک بھی پہنچتے ہیں۔ اس لئے اس بارے میں جتنی بھی تاکید کی جائے، کم ہے کہ خرچ کرنے والے تقویٰ کے معیار پر قائم ہوں۔ اور اگر کسی کی آنکھ کے سامنے ان کے نقائص نہیں بھی آتے، تب بھی خدا کا خوف اختیار کریں۔ کیونکہ دنیا کے اموال کھانا بھی ایک بددیانتی ہے اور مکروہ چیز ہے لیکن وہ مال، جو دینے والوں نے پتہ نہیں کس کس پاکیزہ نیت کے ساتھ، کس پیار کے ساتھ، کس محبت کے ساتھ، کیا کیا قربانیاں کرتے ہوئے اپنے رب کے حضور پیش کیا۔ اس مال پر منہ مارنا تو نہایت ہی گندی حرکت ہے۔ عام معیار سے بہت زیادہ گری ہوئی حرکت ہے۔

واقفین کی ایک اور بھی قسم ہے، ہمارے ہاں، جو کماتی بھی ہے جماعت کے لئے اور خرچ بھی کرتی ہے۔ اور میری مراد ڈاکٹر سے ہے۔ افریقہ کے مختلف ممالک میں ہمارے ایسے واقفین ڈاکٹر کام کر رہے ہیں اور ربوہ میں بھی ہسپتال میں ایسے واقفین ڈاکٹر کام کر رہے ہیں کہ اگر وہ دنیا میں ویسے کمائی کے لئے نکلتے تو ہزارہا اور بعض صورتوں میں لکھوکھا بھی کما سکتے تھے۔ کیونکہ سرجن وغیرہ کی بہت بڑی قیمت ہوتی ہے۔ آج کل تو امریکہ اور انگلستان وغیرہ میں ایسے ماہر سرجن ہیں، جن کی سالانہ آمد لکھوکھا ڈالر زیا

لکھوکھا پاؤنڈز تک پہنچتی ہے۔ اور عملاً یوں لگتا ہے جیسے سرجن سونے کی کان تک پہنچ گیا ہے۔ دوسرے ڈاکٹروں کی بھی بعض ملکوں میں بہت قیمت ہے۔ پاکستان میں بھی آج کل ڈاکٹروں کی کمی کی وجہ سے علاج بہت مہنگے ہوگئے ہیں۔ اتنے مہنگے ہوگئے ہیں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ بیماری سے مرنا بہتر ہے بجائے اس کے کہ پیسے دے کر مرے ڈاکٹر کو آدمی۔ واقعی ناقابل برداشت ہے۔ ایسی صورت میں ڈاکٹروں کا وقف کرنا اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے ہنر کو کمائی کا ذریعہ بنا کر پیش کر دینا، ایک بہت عظیم الشان خدمت ہے۔ بہت اونچا مقام ہے، یہ تقویٰ کا۔ لیکن اس کے تقاضے پورے کریں، تب۔ اگر پیش تو کر دیں لیکن تقاضے پورے نہ کریں تو پھر اسی حد تک یہ گری ہوئی بات بن جاتی ہے۔

جہاں تک میں نے جائزہ لیا ہے سرسری، مجھے بعض خطرات دکھائی دینے لگے ہیں۔ بعض دفعہ آڈٹ کی رپورٹ نہ بھی پہنچ رہی ہو، عمومی بے برکتی سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ کچھ نہ کچھ خرابی ضرور موجود ہے۔ اور یہ ہسپتالوں میں عمومی بے برکتی کے آثار ظاہر ہونے شروع ہو گئے ہیں۔ ہر جگہ جماعت کے ہسپتالوں میں یہ رجحان میں دیکھ رہا ہوں کہ جہاں پہلے غیر معمولی برکت تھی، ایک خوشی اور بشاشت کا ماحول تھا، سارے لوگ اردگرد خوش تھے، تعریفوں کے خطوط آتے تھے اور شفا بہت تھی ان کے ہاتھوں میں، اس کے برعکس صورت پیدا ہوگئی ہے۔ اب شکایتیں آنی شروع ہوگئی ہیں اور جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے، آڈیٹر خواہ پکڑ سکے یا نہ پکڑ سکے، جب عموماً خلق خدا ناراض ہونی شروع ہو جائے، خلق خدا میں بے چینی پیدا ہو جائے تو اس کا مطلب ہے ضرور کچھ نہ کچھ ہو رہا ہے۔ اور کام کرنے والے کی نیتیں جب بگڑتی ہیں تو پھر بے برکتی ضرور پیدا ہوتی ہے۔

وہ آپ نے واقعہ سنا ہی ہوگا کہ ایک دفعہ ایک بادشاہ شکار میں بھٹک گیا اور ایک صحرا میں نخلستان ہوتے ہیں یا باغ تھا چھوٹا سا وہاں پہنچ گیا۔ شدید گرمی تھی، وہاں ایک مالی کی بیٹی دیکھ بھال کر رہی تھی، چیزوں کی۔ اس نے اس سے کہا کہ مجھے شدید پیاس لگی ہے۔ اس نے کہا: تشریف رکھیں، میں ابھی آپ کے لئے رس نکالتی ہوں۔ چنانچہ کچھ پھل اس نے توڑے اور اس کے سامنے ان کا رس نکال کر اس کو پیش کیا۔ تین یا چار پھلوں میں وہ گلاس بھر گیا۔ جب بادشاہ نے وہ گلاس پی لیا تو اسی دوران اس نے حساب بھی کرنا شروع کیا ہوا تھا۔ اس نے کہا کہ یہ باغ ہے اتنا بڑا اور اس میں فی درخت تقریباً اتنے پھل ہیں اور تین چار پھلوں کے اندر ہی ایک گلاس جوس سے بھر گیا ہے۔ اگر اس کی قیمت اتنی ہو تو اس باغ کی تو اتنی قیمت بنتی ہے۔ اور حکومت تو اس سے بہت ہی تھوڑا ٹیکس لے رہی ہے، کم سے کم دس گنا ٹیکس ایسے باغوں کا

ہونا چاہئے۔ جب وہ یہ حساب کر رہا تھا اور لڑکی اس کے لئے بے چاری پھل توڑ کر جوس بنا بنا کر پیش کر رہی تھی، بادشاہ نے کہا: بیٹی! بہت اچھا جوس ہے۔ مجھے ایک گلاس اور بنا دو۔ اس نے دوسرا گلاس بنانا شروع کیا تو پندرہ، بیس پھل لگ گئے، تب جا کر مشکل سے وہ گلاس بھرا۔ بادشاہ نے بہت تعجب سے پوچھا کہ بیٹی! یہ کیا قصہ ہے؟ ابھی میں نے دیکھا تھا کہ تین، چار پھلوں کے اندر ہی گلاس بھر گیا تھا۔ اب پتا لگا ہے کہ پندرہ، بیس پھل ہو گئے ہیں اور بڑی مشکل سے گلاس بھرا ہے۔ تو اس نے جواب دیا: آپ جو بھی ہیں مگر میں آپ کو ایک بات بتاتی ہوں کہ ملک کی برکت بادشاہوں کی نیت سے ہوا کرتی ہے۔ جب بادشاہوں کی نیتیں اچھی ہوں، اپنی رعایا کے متعلق تو خدا تعالیٰ ملک کی فصلوں میں، اس کے پھلوں میں بہت برکت بخشتا ہے۔ جب بادشاہوں کی نیتیں بگڑ جائیں تو ملک کی ہر چیز پر نحوست طاری ہو جاتی ہے۔ اس کے پھل بھی بگڑ جاتے ہیں، اس کے فصلیں بھی بگڑ جاتی ہیں۔ یہ ایک ایسا گہرا سبق تھا اس بادشاہ کے لئے کہ اس نے اس کی زندگی میں اور اس کی سوچ میں ایک عظیم الشان انقلابی تبدیلی پیدا کر دی۔

تو بعض دفعہ بے برکتی کے نتیجہ میں بھی نیتوں کے فساد کا پتہ چلتا ہے۔ جب عمومی بے برکتی کہیں نظر آئے گی تو کوئی نہ کوئی رخنہ آپ کو دیکھنا پڑے گا، ضرور کہیں نہ کہیں کوئی رخنہ ملے گا۔ اس لئے پیشتر اس کے کہ زیادہ تفصیل کے ساتھ چھان بین کی جائے۔ تمام خدمت کرنے والے واقفین سے میں کہتا ہوں کہ اگر آپ کو اللہ تعالیٰ نے توفیق بخشی ہے کہ اپنے ہنر کے باوجود آپ نے اپنی زندگی جماعت کے سامنے پیش کی تو اس نیکی، اس قربانی سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں۔ ورنہ اگر اس کے باوجود آپ نے دیانت داری سے کام نہ لیا اور یہ سمجھتے ہوئے کہ ہماری محنت ہے اس لئے اس میں سے ہم جتنا چاہیں لیں، ہمارا حق بنتا ہے۔ دوسرے ڈاکٹر لکھ پتی ہیں تو ہم کیوں غربت میں رہیں؟ اس نیت سے اگر اپنے دل کو طفل تسلی دیتے ہوئے کچھ روپیہ کا غبن شروع کیا تو ساری برکتیں آپ کی زندگی سے اٹھ جائیں گی۔ وقف کا ایک کوڑی کا ثواب بھی نہیں ملے گا بلکہ الٹا خدا کی پکڑ کے نیچے آ جائیں گے۔

ایسے ڈاکٹر، جو فیسوں کے معاملہ میں بددیانتی کر رہے ہوں۔ آدھی جیب میں ڈال لی اور آدھی حساب میں لکھی۔ یا ادویات کے معاملہ میں بددیانتیاں کر رہے ہوں۔ یا اخراجات لکھنے کے معاملہ میں بددیانتیاں کر رہے ہوں۔ کئی قسم کے امکانات، احتمالات ہیں، جن کے ذریعہ ڈاکٹر بددیانتی کر سکتا ہے۔ ان کو میں کہتا ہوں کہ آپ کا علاج صرف یہ ہے کہ وقف چھوڑ کر باہر چلے جائیں۔ کیونکہ جب خدا نے آپ کو پاکیزہ رزق کمانے کی توفیق بخشی ہوئی ہے تو اسے حرام بنا کر کھانے کا فائدہ کیا ہے؟ نہایت ہی بیوقوفوں

والی بات ہے۔ یہ تو ویسی ہی بات ہے، جیسے تقسیم ملک سے پہلے ایک دفعہ قادیان میں ہماری ایک بڑی باجی نے اپنی نوکر کے لئے کچھ کپڑے سلوائے۔ اس بے چاری کو یہ پتہ نہیں تھا کہ میرے لئے سلوائے گئے ہیں۔ وہ چوری کر کے لے گئی۔ اور کسی اور چوری میں وہ پکڑی گئی تو وہ کپڑے بھی بیچ میں سے نکل آئے۔ کیسی بیوقوفوں والی بات ہے۔ لیکن اس عورت کی بیوقوفی تو ناسمجھی میں ہوئی تھی۔ اس کو تو پتہ نہیں تھا کہ یہ کپڑے بغیر چوری کے بھی میرے لئے حلال تھے، مجھے ہی ملنے تھے۔ مگر وہ ڈاکٹر، جو وقف کرتا ہے اپنی زندگی کو، اس کو تو پتہ ہے کہ اگر میں وقف نہ کروں تو یہی کمائی میرے لئے حلال ہے۔ میں اپنے چندے دوں، میں جماعت کی خدمات اور طریقوں سے کروں، اپنا بھی گھر بھروں اور دوسروں کے بھی گھر بھروں اور بشاشت محسوس کروں۔ ایسا ڈاکٹر اس نوکر سے بہت زیادہ بے وقوف ہے، جو یہ دیکھنے کے باوجود کہ حلال رستہ موجود ہے، پھر حرام کو اختیار کرتا ہے۔ نہ اس کے وقف کی کوئی قیمت رہتی ہے اور نہ اس کے روپے کی کوئی قیمت رہتی ہے۔ ساری کمائی اس کی گندی ہو جاتی ہے۔

تو سوائے اس کے میں اور کوئی مشورہ نہیں دے سکتا کہ ایسے لوگوں کو ہسپتالوں کو چھوڑ دینا چاہئے۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے میں یقین رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ جماعت کو اس سے بہتر ڈاکٹر مہیا کر دے گا۔ یہ ناممکن ہے کہ سلسلے کے کام رک جائیں۔ ایک بات جس کی خدا نے ضمانت دے رکھی ہے، وہ یہی ہے کہ سلسلہ کے کام ہمیشہ جاری رہیں گے اور برکتوں کے ساتھ جاری رہیں گے۔ اس لئے چند ڈاکٹر، جن کے دل گندے ہو چکے ہیں، ان کے بدلے خدا اگر ان سے زیادہ پاک ڈاکٹر مہیا کر دے تو سلسلہ کے لئے یہ کیسے نقصان کا سودا ہو سکتا ہے۔ اس لئے یا تو وہ اپنے اندر تبدیلی پیدا کریں فوری۔ ورنہ محاسبہ کے وقت پھر ان کو جماعت سے بھی خارج کرنا پڑے گا اور ان کے اوپر جو سرزنش خدا نے مقرر فرمائی ہے، وہ ان کے اوپر جاری کرنی پڑے گی۔ لیکن نہ بھی پکڑے جائیں تو بڑی ہی بیوقوفی کا سودا کر رہے ہیں، جو حلال کمائی کے امکانات رکھتے ہوئے بھی بے وجہ حرام کمائی میں منہ مار رہے ہیں۔ اور اپنے ہاتھوں کی حلال کمائی کو اپنے ہاتھوں سے حرام بنا بنا کر کھا رہے ہیں۔ میں تو سوچ بھی نہیں سکتا اتنی بڑی حماقت کیسے کر سکتا ہے ایک باشعور انسان لیکن کرنے والے کر بھی جاتے ہیں۔

اس لئے جماعت خواہ دینے والی ہو یا خرچ کرنے والی ہو، دونوں پہلوؤں سے ہمیں تقویٰ کے معیار کو بہت بلند کرنا چاہئے۔ کیونکہ اصل زادِ راہ ہمارا تقویٰ ہی ہے۔ تقویٰ رہے گا تو انشاء اللہ دینے والوں کے اموال میں بھی بہت برکت ہوگی اور جو خرچ کے ذمہ دار بنائے گئے ہیں، ان کے اموال میں بھی بہت

برکت ہوگی۔ ان دونوں کے ذاتی اموال میں بھی برکت ہوگی اور جماعتی اموال میں بھی برکت ہوگی۔ اور غیر معمولی فضلوں اور رحمتوں کی بارشیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوں گی۔ خدا کی راہ میں کھلے دل کے ساتھ خرچ کرنے والے کبھی نقصان میں نہیں رہتے۔ اور خدا کی راہ میں ہاتھ روک کر اس وجہ سے خرچ کرنے والے کہ سلسلے کے اموال ہیں، ان میں زیادہ سے زیادہ احتیاط کی جائے، وہ بھی کبھی نقصان میں نہیں رہتے۔ اس لئے میں امید رکھتا ہوں کہ جماعت ان دونوں امور کی طرف متوجہ ہوگی۔

مجھے خصوصیت کے ساتھ اس لئے یہ تحریک پیدا ہو رہی ہے کہ غیر معمولی طور پر جماعت کے دلوں کو چندے دینے میں فراخی عطا کی گئی ہے۔ اس کثرت کے ساتھ پاکیزہ روحانی تبدیلیاں نظر آ رہی ہیں کہ انسان دنگ رہ جاتا ہے اور روح سربسجود ہو جاتی ہے۔ ایک تحریک کے بعد دوسری کر کے دیکھی، دوسرے کے بعد تیسری، تیسری کے بعد چوتھی۔ ابھی پہلی تحریک کا حساب بھی نہیں سمٹا ہوتا کہ دوسری تحریک شروع ہو جاتی ہے اور ہر تحریک پر توقع سے حیرت انگیز طور زیادہ جماعت قربانی کرتی چلی جا رہی ہے۔ قابل رشک ہے۔ لیکن تبھی قابل رشک ہے، اگر اسے قابل رشک رکھا جائے، ہمیشہ کے لئے۔ اگر اس کے ساتھ تقویٰ کے معیار کو اور بلند کیا جائے۔ اگر اس کے ساتھ ساتھ خرچ کرنے والے بھی استغفار کریں اور خدا کا خوف دلوں پر طاری کریں اور کوشش کریں کہ قربانی کرنے والوں کی محبت اور پیار کا ایک پیسہ بھی ضائع نہ ہو۔ ایسے لوگوں کی کمی بھی نہیں ہے۔ جب میں یہ بات کہتا ہوں تو کمزوروں کو پیش نظر رکھ کر کہہ رہا ہوں۔ ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ نعوذباللہ من ذالک جماعت میں ایسے متقی موجود نہیں۔ ایسے بھی ہیں، جن کے متعلق مجھے فکر کرنی پڑتی ہے کہ یہ جماعت کی خاطر اتنی کنجوسیاں کرتے ہیں اپنے نفس کے اوپر کہ اپنے حق بھی مارتے ہیں اور ان کے متعلق کوئی اور بتادے تو بتادے، ان کی زبان نہیں ہوتی اس معاملہ میں۔ اس لئے مجھے فکر کر کے ان کی ضرورتوں پر نگاہ رکھنی پڑتی ہے کہ کہیں خدانخواستہ میری غفلت کے نتیجہ میں ان کو تکلیف نہ پہنچے۔ تو امر واقعہ یہ ہے یہ بھی اللہ کی عجیب شان ہے کہ جب انسان اپنے اندر کا نگران سخت کر دیتا ہے تو باہر سے شفیق دل بھی ان کے لئے پیدا کرتا ہے، جو باہر سے ان کا خیال کرتے ہیں۔ وہ اپنا درد نہیں کرتے تو خدا اور خدا کے فرشتے ان کا درد کرتے ہیں اور ان کے اولادوں کے اموال میں بھی برکت بخشتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لکھا ہے اور حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حوالہ دیا ہے۔ اس کے علاوہ اولیاء نے بھی کہا ہے کہ خدا کی خاطر تقویٰ اختیار کرنے والوں اور خدا کی خاطر قربانی کرنے والوں کی سات نسلیں تک بھوکی نہیں مرتیں۔

(ملفوظات جلد 04 صفحہ 444)

اتنا لمبا برکت کا اثر ان پر چلتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھی اپنی جماعت کے ساتھ یہی وعدے ہیں، جو خدا نے آپ کو دیئے تھے۔ اس لئے بے خوف ہو کر ان مالی قربانی کی راہوں میں آگے بڑھیں۔ دیتے وقت بھی اپنے تقویٰ کے معیار بلند کریں اور خرچ کرتے وقت بھی اپنے تقویٰ کے معیار بلند کریں۔ اللہ تعالیٰ کی لامتناہی، نہ ختم ہونے والی برکتیں آپ پر نازل ہوں، آمین''۔

(مطبوعہ خطبات طاہر جلد 05 صفحہ 259 تا 271)

# آپ نے نئی زمین اور نئے آسمان کے لئے کوشش کرنی ہے

## خطبہ جمعہ فرمودہ 25 اپریل 1986ء

''.....جماعت احمدیہ کے اوپر بھاری ذمہ داری ہے۔قرآن کریم کا پیغام آپ کو یہ ہے کہ آپ نے نئی زمین اور نئے آسمان کے لئے کوشش کرنی ہے۔آپ ہرگز کسی انقلاب سے راضی نہ ہوں، جو دنیا کے حالات بدلانے والا انقلاب نہ ہو، جوان کی دنیاوی زندگی میں بھی تبدیلی پیدا نہ کر سکے اور جوان کی روحانی زندگی میں بھی تبدیلی پیدا نہ کر سکے۔اس انقلاب پر مومن راضی ہو جائیں اور مومن خوش ہو جائیں یہ کیسے ممکن ہے؟ ایسے چھوٹے اور سطحی اور پست خیالات والوں کا رب عظیم سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، رب اعلیٰ سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔اس لئے مومنوں کی جماعت کو ان حالات پر نظر ڈال کر عبرت حاصل کرنی چاہیے۔اور وہ عزائم پہلے سے زیادہ بلند کرنے چاہئیں، ہمتیں پہلے سے زیادہ مضبوط کرنی چاہئیں، ان ارادوں میں مزید قوت پیدا کرنی چاہیے، اپنے عمل کی طاقت کو بڑھانا چاہیے، جن کے ذریعہ دنیا میں دائمی اور حقیقی انقلاب برپا کئے جاتے ہیں۔

ان غربتوں کا علاج بھی جماعت احمدیہ کے پاس ہے اور جماعت احمدیہ ہی کے ذریعہ ہوگا۔ان ناانصافیوں کا علاج بھی جماعت احمدیہ ہی کے پاس ہے اور جماعت احمدیہ کے ذریعہ ہوگا۔ان کی روحانی بدحالی اور بے راہ روی کا علاج بھی جماعت احمدیہ ہی کے پاس ہے اور جماعت احمدیہ کے ذریعہ ہوگا۔اس لئے ان عظیم کاموں کے لئے اپنے آپ کو تیار کریں۔یہ عبرت ہے، جوان حالات سے حاصل کی جاتی ہے۔اور نئے زمین و آسمان کے لئے کوشش بھی کریں اور دعائیں بھی کریں۔اور اپنے زمین و آسمان تو ضرور بدلیں۔ کیونکہ اگر آپ کے زمین و آسمان نہ بدلے گئے تو آپ نے دنیا کے زمین و آسمان کیسے تبدیل کرنے ہیں؟ انقلابی روحانی تبدیلیوں کا تقاضا کر رہا ہے، یہ دور۔ایسی تبدیلیاں کہ جماعت کے اندرونی حالات، دنیاوی حالات بھی درست ہو جائیں اور بیرونی حالات اور روحانی حالات بھی درست ہو جائیں۔

میں جب بار بار زور دیتا ہوں عائلی جھگڑوں کو مٹانے کے لئے، آپس میں محبت کا ماحول پیدا کرنے کے لئے، مالی لحاظ سے اپنی دیانت داری کے معیار کو بڑھانے کے لئے، اپنے تقویٰ کے معیار کو

اونچا کرنے کے لئے، یہ سارے نئے زمین و آسمان جو ہم نے پیدا کرنے ہیں، ان کا مضمون میرے سامنے ہوتا ہے اور میں فکر کرتا ہوں۔ اس لئے وہ احمدی، جو مجھے خط لکھتے ہیں کہ الحمد للہ، وہ سب کچھ ہو گیا، جس کی ہم توقع کر رہے تھے۔ مجھے ان پر رحم آتا ہے۔ یہ تو آرائش خم کا کل ہے، یعنی جس طرح کوئی اپنے حسن میں مگن خود اپنی زلفوں کو سدھارتا ہے اور خوش ہوتا چلا جاتا ہے۔ لیکن کچھ ہیں، جو اس کو دیکھ کر اندیشہ ہائے دور دراز میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

پس وہ انقلاب، جو نتائج سے خالی ہو، وہ انقلاب، جن کے عقب میں روحانی تبدیلیاں اور پاکیزہ روحانی تبدیلیاں پیدا ہونے والی نہ ہوں، وہ انقلاب، جن کے بعد قوم کی حالت نہ سدھرے اور پھر آئندہ خطرات کے انتظار میں گویا وہ بیٹھے کہ کب پھر ماحول بگڑے اور کب پھر ہم اس دور سے دوبارہ گذرنا شروع ہو جائیں، جن انقلابات کا نتیجہ اس کے سوا کچھ نہ ہو۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ وہ انقلاب نہیں ہے، جن کا قرآن کریم کی ان آیات میں ذکر ہے۔ کیونکہ قرآن کریم فرماتا ہے:۔

يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ

پس اے احمد یو! اس عظیم الشان انقلاب کے لئے کوشش کرو اور راضی نہ ہوں اور ہرگز راضی نہ ہو اور ہرگز راضی نہ ہو، جب تک اس انقلاب عظیم کا پیش خیمہ تم اپنی آنکھوں کے سامنے نہ دیکھ لو، جب تک اس انقلاب عظیم کے آثار تمہیں دکھائی نہ دینے لگیں، جب تک اس انقلاب عظیم کی خوشبو تمہارے نتھنوں تک نہ پہنچے، ہرگز راضی نہ ہو۔ اس کے لئے کوشش کرتے چلے جاؤ، اسی کے لئے دعائیں کرتے چلے جاؤ کیونکہ ہماری جماعت الٰہی جماعت ہے اور انہی اغراض کے لئے پیدا کی گئی ہے"۔

(مطبوعہ خطبات طاہر جلد 05 صفحہ 303 تا 312)

# آپ نے اس ملک کی تقدیر کو بدلنا ہے

## پیغام برموقع ریجنل اجتماع خدام الاحمدیہ لندن وڈل سیکس منعقدہ 27 اپریل 1986ء

Dear Brothers and Children,

Asslam-o-Alekum wa Rahamat-u-Allah he wa Barakat-o-hu.

May Allah always protect you from the vices of this country and enable you to adopt its good aspects.

You should always remember that in this country you are the representatives of Almighty God and His Holy Messenger and that you have to change fate of this country. May Allah never let it happen that the people of this country should succeed in changing you good fortune into misfortune. You should place emphasis on Preaching because this is the key to other blessings. Those engaged in preaching can never be overwelmed by the people who are object of preaching. You must pray most fervently because all blessings spring from prayer. May Allah sustain you and bless you with success.

I regret that despite keen desire, I could not meet with my brothers and children because of preoccupation with Jamaat's work.

Wassalam

ترجمہ:۔

پیارے بھائیو اور بچو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ کو اس ملک کی برائیوں سے بچنے اور اس کی اچھی باتیں اختیار کرنے کی توفیق دے۔

ہمیشہ اس بات کو یاد رکھیں کہ آپ اس ملک میں خدا تعالیٰ اور اس کے مقدس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نمائندہ ہیں اور آپ نے اس ملک کی تقدیر کو بدلنا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ملک کے لوگوں کو کبھی یہ توفیق نہ دے کہ وہ آپ کی خوش قسمتی کو بدقسمتی میں تبدیل کر سکیں۔ آپ کو تبلیغ پر زور دینا چاہئے۔ کیونکہ یہ دوسری کئی برکات کے حصول کا ذریعہ ہے۔ جو تبلیغ کرتے ہیں، وہ ان لوگوں کے بد اثر سے کبھی متاثر نہیں ہو سکتے، جن کو وہ تبلیغ کر رہے ہوتے ہیں۔

دعا پر خاص زور دیں کیونکہ تمام برکات کا سرچشمہ دعا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کا مددگار ہو اور کامیابی عطا فرمائے۔ مجھے افسوس ہے کہ پہلے سے طے شدہ مصروفیات کی وجہ سے باوجود شدید خواہش کے میں اپنے بھائیوں اور بچوں سے ملاقات نہیں کر سکا۔

والسلام

خاکسار

(مرزا طاہر احمد)

خلیفۃ المسیح الرابع

(مطبوعہ ہفت روزہ النصر 20 جون 1986ء)

# اسلام میں اتمام نعمت احمدیوں کے ہاتھوں مقدر ہے

## ارشاد فرمودہ 10 مئی 1986ء

رمضان کے درس القرآن میں انعمت علیہم کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے فرمایا:۔

"..... اسلام میں اتمام نعمت احمدیوں کے ہاتھوں مقدر ہے اور احمدی تمام دنیا میں اسلام کا بول بالا کرنے کے لئے چنے گئے ہیں۔لیکن اگر احمدی اپنے تقویٰ کے معیار کو بلند نہ رکھ سکے اور آنحضرتؐ کے پیغام کو رد کرنے والے بن گئے تو اللہ تعالیٰ ان کو رد کر دے گا۔ اس لئے میں ہمیشہ یہ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ قیامت تک احمدیوں کو اپنے دونوں انعاموں کا وارث کرتا چلا جائے۔لیکن اس کے ساتھ میں یہ بھی کہوں گا کہ اس کا انحصار خود احمدیوں پر ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ کسی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلتا، جب تک وہ خود اپنے آپ کو نہ بدل دیں اور اللہ تعالیٰ کے انعاموں کو رد نہ کر دیں۔ اس لئے میں تمام احمدیوں سے یہ کہتا ہوں کہ وہ ایک طرف غلبہ اسلام کے لئے مسلسل کوشش کریں اور دوسری طرف مستقل طور پر اپنی قدروں کی حفاظت کریں۔ اس لئے جب آپ اسلام کی فتح کے لئے دعا کریں تو اس کے ہمیشہ قائم رہنے کی بھی دعا کریں۔ اور مسلسل اپنی اصلاح بھی کرتے رہیں۔ جب تک آپ نہیں بدلیں گے، اللہ تعالیٰ آپ کو تباہ نہیں کرے گا۔ یہ اس کا وعدہ ہے اور مجھے یقین ہے کہ ہماری دعائیں اور ہماری کوششیں اسلام کی شان و شوکت کو ایک لمبے عرصے تک قائم رکھنے میں ایک بہت بڑا کردار ادا کریں گی، انشاءاللہ"۔

(مطبوعہ ہفت روزہ النصر 06 جون 1986ء)

# خدا سارے جہان میں اس جماعت کو غلبہ نصیب فرمائے گا

## خطبہ عید الفطر فرمودہ 09 جون 1986ء

''.....یہ عظیم الشان زمانہ، جسے قرآن کریم نے آخرین کا دور قرار دیا ہے اور

وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ

(الجمعۃ:04)

کی عظیم خوش خبری کے ذریعہ اسلام کی نشأۃ ثانیہ کا یہ عظیم الشان دور قرار دیا گیا ہے۔اس عظیم دور کے اس دور ابتلاء میں، جس میں سے ہم گزر رہے ہیں، ہم نے خدا تعالیٰ کی نصرتوں کے عجیب نظارے دیکھے ہیں۔اور اس کے فضلوں کو بارش کے قطروں کی طرح نازل ہوتے ہوئے دیکھا۔اس عظیم دور ابتلاء کی کوکھ سے آج ایک اور عید ہمارے لئے جنم لے رہی ہے۔پس میں تمام دنیا کی جماعتوں کے احمدی احباب کو اس عید پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔اور تمام عالم اسلام کو بھی اس عید پر مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ اگرچہ اس عید کے عقب میں جو دکھ ہیں، وہ تو ہم نے اپنے سینوں سے لگائے ہیں لیکن اس کی نصرتوں، اس کی فتوحات میں اس کے بعد آنے والے اللہ کے فضلوں میں ہم ان کو بھی شریک کرتے ہیں۔اور حقیقت میں امت محمدیہ کی فلاح و بہبود ہی کی خاطر، امت محمدیہ کی عظیم عالمی ترقی کی خاطر ہی ہم اس دکھوں کے دور سے اٰمَنَّا وَصَدَّقْنَا کہتے ہوئے اور صبر و رضا کے ساتھ گزر رہے ہیں''۔

''....آج صبح نماز کے بعد کچھ عرصے کے لئے جب میں آرام کے لئے لیٹا تو اللہ تعالیٰ نے وہ خوشخبری عطا فرما دی، جس کی مجھے مدت سے انتظار تھی۔اور جو خدا تعالیٰ نے آج عید کے تحفے کے طور پر آپ سب کے لئے رکھی تھی۔

میں نے رؤیا میں دیکھا کہ قادیان میں بہشتی مقبرہ کے ساتھ جو بڑا باغ کہلاتا ہے، وہاں سڑک کے پاس میں کھڑا ہوں۔اور حضرت اماں جان نصرت جہاں بیگم، ایسی صحت کے ساتھ کہ اس سے پہلے میں نے اپنی زندگی میں آپ کو اس صحت میں کبھی نہیں دیکھا تھا، سیدھے چلتی ہوئی، تنہا ہیں کوئی اور ساتھ نہیں ہے، وہ میری طرف ایک عجیب پیاری مسکراہٹ کے ساتھ بڑھتی ہوئی چلی آرہی ہیں۔گویا میری آپ کو تلاش تھی۔

اس وقت میرے دل کی عجیب کیفیت ہے۔ میں بے قرار ہوں کہ دونوں ہاتھوں سے آپؓ کا ہاتھ تھاموں اور اسے بوسے دیتا چلا جاؤں۔ حضرت اماں جانؓ، جن کا نام نصرت جہاں پیش نظر رہنا چاہئے، اسی میں دراصل بڑی خوش خبری ہے۔ ویسے آپؓ کی ذات بھی بڑی مبارک تھی، اس میں بھی کوئی شک نہیں۔ لیکن ذات کے ساتھ یہ نام مل کر مکمل خوش خبری بنتی ہے۔ آپؓ ایک شعر پڑھتی ہیں، مجھے دیکھ کر۔ وہ شعر تو مجھے یاد نہیں رہا اور میں اسے خواب کے دوران بھی شرمندگی اور انکسار کی وجہ سے یاد رکھنا نہیں چاہتا تھا۔ یعنی مجھے دہراتے ہوئے بھی شرم محسوس ہو رہی تھی۔ اس شعر کا مضمون کچھ اس قسم کا تھا کہ جیسے شمع کو خود اپنے پروانے کی تلاش تھی اور شمع اپنے پروانے کے پاس آگئی ہے۔ ناقابل بیان لذت تھی، اس شعر میں۔ ایسا روحانی سرور تھا کہ کوئی دوسرا انسان، جو اس تجربہ سے نہ گزرا ہو، اس کو اس کا تصور بھی نہیں ہوسکتا۔ اس شعر کو حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنھا نے دو تین مرتبہ پڑھا۔ اور وہی پاکیزہ فرشتوں کی سی مسکراہٹ آپؓ کے چہرہ پر تھی۔ یعنی مسکراہٹ فرشتوں کی کہنا تو ایک عجیب محاورہ ہے، مگر فرشتہ کے ساتھ کا جو تصور ہے انسان کا، وہ تصور مسکراہٹ میں بھی شامل ہو جایا کرتا ہے۔ پس اس کے سوا میرے پاس اور کوئی اظہار بیان کا طریق نہیں ہے۔ ایک فرشتوں کی سی مسکراہٹ میں اسے قرار دے سکتا ہوں۔ اس کے ساتھ وہ زیرلب وہ شعر پڑھتی رہیں اور میں نے جواب میں کوئی شعر پڑھا اور یہ بتانے کی خاطر کہ میں اس لائق کہاں۔ اس شعر میں ایک پنجابی لفظ استعمال کیا، ''جی آیاں نوں''۔ حضرت اماں جانؓ مسکرائیں اور مجھے فوراً خیال آیا کہ اس لئے مسکرا رہی ہیں کہ تم اپنے جوش میں یہ بھی بھول گئے ہو کہ اردو میں پنجابی ملا رہے ہو۔ لیکن خواب میں اس رؤیا کے وقت اس سے بہتر محاورہ مجھے نظر نہیں آیا کہ آپ آئی ہیں تو جی آیاں نوں۔

اہل پنجاب اس محاورہ کی لذت سے آشنا ہیں۔ بے اختیار جب بہت ہی پیار آئے کسی آنے والے پر اور انسان اپنے آپ کو اس لائق نہ سمجھے کہ آنے والا اسے اعزاز بخش رہا ہے، اس کے گھر چلا آیا ہے تو بے اختیار پنجاب میں خصوصاً عورتوں کے منہ سے یہ آواز نکلتی ہے، نعرہ بلند ہوتا ہے، جی آیاں نوں، جی آیاں نوں۔ جن لوگوں کو تجربہ ہے پنجاب کے گھروں میں اس طرح اچانک جانے کا، جہاں ان کو عزت اور پیار کی نظر سے دیکھا جاتا ہے، ان کو پتہ ہے کہ عجیب گھر میں افراتفری سی پڑتی ہے، دوڑتی ہیں قدم لینے کے لئے، لپکتی ہیں عورتیں اور بے اختیار کہتی ہیں کہ جی آیاں نوں۔

تو مجھے علم تھا کہ یہ پنجابی محاورہ ہے، مگر مجھے اس وقت رؤیا میں اس کے سوا اور کوئی محاورہ نظر ہی نہیں آتا تھا اس موقع پر اپنے جذبات کے اظہار کا۔ وہ شعر جو بھی تھا، میں نے شعر میں ہی جواب دیا۔ لیکن

ساتھ یہی محاورہ مجھے اتنا یاد ہے کیونکہ اس وقت ذہن نے اس کو پکڑا کہ یہ پنجابی ہے، جو تم اردو میں داخل کر رہے ہو۔ اس کے ساتھ حضرت اماں جانؓ مجھے لے کر وہ جو دارالشیوخ کا علاقہ ہے، سڑک سے پار، وہاں کوئی حویلی ہے، اس میں لے جاتی ہیں اور اس پر وہ خواب ختم ہوگئی۔

تو دراصل اس میں بہت عظیم الشان خوشخبری ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل پاکستان کے لئے بھی اور ساری دنیا کی جماعتوں کے لئے بھی۔ اور یہ پیغام ہے ان دشمنوں کے نام بھی جو جماعت کی ترقیات کو پاکستان میں پابہ زنجیر کرنا چاہتے ہیں، جو اپنی سفلی زنجیروں سے جماعت کی ترقی کے قدم جکڑنا چاہتے ہیں کہ تم ایک ملک میں جماعت کی ترقی کو روکنے کے لئے ساری جدو جہد کر رہے ہو اور اپنا سارا زور لگا رہے ہو۔ مگر اللہ کو یہ جماعت ایسی پیاری ہے اور اس لئے پیاری ہے کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ ہے کہ تم ایک ملک میں اس کی ترقی کو روکنا چاہتے ہو، خدا سارے جہان میں اپنی نصرتیں لے کر آئے گا اور تمام جہان میں اس جماعت کو غلبہ نصیب فرمائے گا۔ پس آج ایک یہ بھی خوشخبری ہے، جو خدا تعالیٰ کی طرف سے آج عید کے لئے مجھے عطا ہوئی، یہ جماعت کی امانت تھی، میں جماعت کے سپرد کرتا ہوں۔

جہاں تک اس دور ابتلاء کا تعلق ہے، خدا تعالیٰ کے فضل سے اللہ کی نصرتیں عجیب رنگ میں ظاہر ہو رہی ہیں۔ اور ان کے بیان کی انسان میں طاقت نہیں ہے۔ اتنا کام ہوا ہے، مختلف جہات میں کہ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ربوہ میں بیٹھے ہوئے گذشتہ دو سال میں اتنا عظیم کام اتنی مختلف جہتوں میں ہو سکتا تھا؟

قرآن کریم کی اشاعت ہی کو لیجئے۔ پاکستان میں جو کچھ ہو رہا ہے، اس میں ایک پروگرام یہ ہے کہ قرآن کریم کے تراجم پر قدغن لگا دی جائے۔ اور جماعت احمدیہ سے یہ حق چھین لیا کہ وہ قرآن کریم کے تراجم شائع کرے۔ اور دوسرا ان کا پروگرام کا حصہ یہ ہے کہ مساجد کو مسمار کیا جائے۔ ان کے گنبد مٹائے جائیں، ان کے منار مسمار کر دیئے جائیں اور مساجد کی شکل اور قبلے تبدیل کر دیئے جائیں۔ ایک وہ خدمت اسلام ہے، جو وہاں ہو رہی ہے۔ اور ایک وہ توفیق ہے، جو خدا ہمیں یہاں نصیب فرما رہا ہے۔ تمام دنیا میں نئی نئی مساجد کی، عظیم الشان مشنوں کے قیام کی توفیق بخشتا چلا جا رہا ہے۔ قرآن کریم کے تراجم پر جو کام ہو رہا ہے، اس وقت تک 25 اہم عالمی زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم کا کام نہایت تیزی سے آگے بڑھ رہا ہے، خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ۔ اور اس کی تفصیل انشاء اللہ میں جس حد تک خدا نے توفیق دی، جلسہ سالانہ پر پیش کروں گا۔ مشنوں کے متعلق بھی اور قرآن کریم کی اشاعت کے بارہ میں بھی۔ اور یہ دو سال کے اندر 25 زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم کی توفیق پانا، جماعت کے لئے خدا تعالیٰ کی دین ہے، اس کی عطا کے سوا ممکن ہی نہیں تھا۔

لیکن صرف یہی نہیں بلکہ ایک اور عظیم الشان خوش خبری بھی ہے کہ ہم نے جب جائزہ لیا کہ عیسائیوں کو کتنی زبانوں میں بائبل کے ترجمے کی توفیق ملی ہے۔ تو اگرچہ ان کے دعوے کے مطابق وہ چند سو زبانیں تھیں مگر جب تفصیلی جائزہ لیا گیا تو محض بناوٹ کی خاطر بہت ہی مبالغہ آمیزی سے کام لیا گیا تھا۔ اتنی زبانیں دنیا میں موجود ہی نہیں، جتنی بیان کی جاتی ہیں۔ ہاں مختلف زبانوں کی آگے Dialects ایسی ہوتی ہیں کہ ایک زبان کو آپ پچاس حصوں میں بھی تقسیم کر سکتے ہیں۔ مثلاً یارک شائر کی انگریزی اور ہے اور کارنیوال کی انگریزی اور ہے۔ اور ساؤتھ کی، سرے اور کینٹ کی انگریزی اور ہے۔ اسی طرح سکاٹ لینڈ کی اور انگریزی ہے۔ بہرحال سکاٹ لینڈ میں تو خیر تبدیلی کچھ زیادہ بھی ہو جاتی ہے۔ ویلز میں بھی ہو جاتی ہے، ویلش زبان الگ ہے۔ لیکن باقی حصوں کی انگریزی کی مختلف شکلیں ہیں، جو Dialects کہلاتی ہیں۔ اسی طرح مختلف دنیا کی بڑی بڑی زبانوں میں بہت سی Dialects ہوتی ہیں۔ تو وہ ان سب کو شامل کر کے پھر وہ سینکڑوں تک تعداد کو پہنچاتے تھے۔ جہاں تک زبان کا تعلق ہے، زیادہ سے زیادہ جو ہم نے زبانیں تلاش کیں، کافی تحقیق کے بعد، وہ ایک سو سے کچھ اوپر بنتی تھیں۔ تقریباً 25 زبانوں میں تو سارے قرآن کریم کا ترجمہ ہو ہی رہا ہے۔ اس کے علاوہ ایک سو سے کچھ اوپر زبانیں ہم نے تلاش کی اور پروگرام یہ ہے کہ صد سالہ جوبلی سے پہلے، جس کو نا کام بنانے کے نہایت ہی خوفناک منصوبے پاکستان میں بنائے جارہے ہیں، ایک سو سے زائد زبانوں میں قرآن کریم کا کم سے کم ایک پارہ کا مضمون پیش کر دیا جائے۔ یعنی ایک پارہ کے برابر قرآن کریم کی وہ آیات منتخب کر کے ان کا ترجمہ کر لیا جائے، جو مختلف اہم مضامین سے تعلق رکھتی ہیں۔ مثلاً صفات باری تعالیٰ ہیں، حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا بیان ہے، تاریخ انبیاء کا خلاصہ ہے، مختلف دعائیں ہیں، جو مومنوں کو سکھائی گئی ہیں، عبادات ہیں، اوامر و نواہی کے کچھ نمونے بنیادی طور پر اسلام کی اخلاقی تعلیم وغیرھا۔ اس قسم کی آیات کا انتخاب کر لیا گیا ہے، جسے مزید زیادہ صیقل کیا جارہا ہے۔ اور کوشش یہ ہے کہ قرآن کریم کے الفاظ ہی میں ایک لفظ آگے پیچھے کئے بغیر دنیا کی کم سے کم ایک سو زبانوں میں آئندہ دو سال کے اندر ہم ایک پارہ کے حجم کے برابر قرآن کریم کے ترجمے کر کے دنیا کے سامنے پیش کر دیں۔

اس سکیم کے ساتھ ہی میری توجہ پاکستان میں راہ مولیٰ میں دکھ اٹھانے والوں کی طرف مبذول ہوئی۔ ان کی خاطر ایک تحریک کی گئی تھی "سیدنا بلال فنڈ" کی، اس میں جماعت کے مخلصین نے بڑی محبت اور عشق کے جذبے سے اور احترام کے جذبے سے جس حد تک توفیق ملی پیش کیا۔ اور بھی روزانہ نئے

وعدے موصول ہوتے چلے جارہے ہیں۔ جوں جوں جماعت اس تحریک سے واقف ہوتی چلی جارہی ہے، وہ زیادہ سے زیادہ مالی قربانیوں کی پیش کش کر رہی ہے۔ لیکن اس کے خرچ کی راہ میں کچھ مشکلات بھی درپیش ہیں۔ عجیب جماعت ہے یہ کہ جس کی قربانی کرنے والوں کو جب جماعت کی طرف سے مدد پیش کی جاتی ہے تو وہ پسند نہیں کرتے۔ سوائے اس کے کہ ایک سخت مجبوری کی صورت ہو اور اس صورت میں بھی بڑے احترام اور عزت کے ساتھ پردہ پوشی کے رنگ میں ان کے لئے کچھ پیش کیا جاتا ہے۔ تو اس نیت سے قبول کرتے ہیں کہ جب بھی ہمیں خدا توفیق دے گا، اس سے بڑھ کر جماعت کو واپس کریں گے۔ اور ہزار ہا ایسا احمدی پھیلا ہوا ہے، جس نے خدا کی راہ میں دکھ اٹھائے اور کلمہ طیبہ کی خاطر، اس کی حفاظت کی خاطر، اس کی عزت اور ناموس کے لئے اور انسان کے اس بنیادی حق کا سر بلند رکھنے کی خاطر کہ مذہب کے معاملے میں اور خدا کی عبادت کے معاملے میں کسی انسان کو حق نہیں کہ کسی دوسرے کے معاملات میں دخل دے، انہوں نے بڑی بڑی تکلیفیں اٹھائیں۔ ان کو ''سیدنا بلال فنڈ'' کا فیض کیسے پہنچایا جائے؟ یہ سوال تھا۔ وہ تو لینے پر آمادہ نہیں۔ بعض ایسے ہیں راہ مولیٰ کے اسیر، جن کے گھروں میں محض ہمدردی کا اور پیار اور محبت کا اظہار کرنے والوں کا بعض اوقات اتنا ہجوم ہوتا رہا کہ ان کو غیر معمولی مہمان نوازی کے اخراجات اٹھانے پڑے۔ ایسی مثالیں ہیں، جب ان کو جماعت کی طرف سے پیش کیا گیا تو انہوں نے قبول کر لیا احترام میں، اس لئے کہ ان کو یہ کہا گیا تھا کہ میں نے بھجوایا ہے۔ بڑی محبت اور پیار سے قبول کیا۔ ایک ہاتھ سے لیا اور دوسرے ہاتھ سے وہ ''سیدنا بلال فنڈ'' میں اپنے خاندان کی طرف سے ھدیۃً پیش کر دیا۔ تو کس طرح جماعت کی محبت کا تحفہ ان کو پہنچاؤں، یہ مسئلہ تھا، جو مجھے درپیش تھا۔

قرآن کریم کی اشاعت کے اس پروگرام کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے میرا دل کھول دیا اور ایک بہت ہی پیارا خیال میرے دل میں پیدا ہوا کہ ''سیدنا بلال فنڈ'' سے ایک سو زبانوں میں ساری دنیا کو قرآن کریم کا یہ تحفہ پیش کیا جائے۔ اور یہ سارے اسیر اور یہ سارے راہ مولا میں تکلیف اٹھانے والے لازماً اس میں شامل ہو جائیں گے۔ ان کی طرف سے دنیا کو یہ تحفہ ہوگا۔ اور اس سے بہتر جواب ان کے اوپر مظالم کا اور الٰہی جماعتیں دے ہی نہیں سکتیں۔

عجیب حال ہے، ذرا سوچیں تو سہی کہ آج پاکستان میں جو بدنصیب سربراہ ہیں وہ اور وہ لوگ، جو ان کے ساتھ ہیں، ان کی خدمت اسلام کا تصور تو یہ ہے کہ مسجدوں کو مسمار کر دیا جائے اور خدا کی عبادت کرنے والوں کو دکھ دیئے جائیں اور قتل کی دھمکیاں دی جائیں اور کلمہ طیبہ سے محبت کے اظہار کرنے

والوں کے متعلق یہ فتوے جاری کئے جائیں کہ اگر تم کلمہ طیبہ سے اپنے پیار اور محبت کے اظہار سے باز نہ آئے تو تمہارے ناک اور کان کاٹ دیئے جائیں گے۔ اور اسے اسلام کی عظیم الشان خدمت قرار دیا جا رہا ہو۔ اور دوسری طرف وہ لوگ، جو کلمہ طیبہ کے پیار اور محبت میں یہ تکلیفیں اٹھا رہے ہیں، وہ دنیا کو اس کے جواب میں یہ تحفہ پیش کریں کہ ہمیں تم قرآن کی محبت سے باز نہیں رکھ سکتے۔ ایک ملک میں پابندی لگاؤ گے تو سو ملکوں میں ہم قرآن کریم کی بڑی محبت اور پیار اور احترام کے ساتھ اشاعت کریں گے۔ اور ان کا فیض عالمی فیض بن جائے، ان کا فیض ایسا ہو، جو زمانہ کے ساتھ ختم نہ ہو بلکہ بڑھتا چلا جائے۔ اس سے بڑا تحفہ جماعت ان کو پیش نہیں کر سکتی تھی۔ اور اس سے بڑا تحفہ یہ خدا کے حضور پیش نہیں کر سکتے کہ اس دور میں جو تو نے ہمیں سعادتیں بخشی ہیں، اس کے نتیجہ میں یہ ہم شکرانے کا حق اس طرح ادا کر رہے ہیں۔ کوئی مثال نہیں ہوگی اس زمانہ میں اس عظیم الشان ردعمل کی دنیا کی قوموں میں جب سے تاریخ مذہب بنی ہے اور بنتی چلی جا رہی ہے۔ یہ ایک واحد مثال ہوگی کہ خدا کی راہ میں دکھ اٹھانے والوں کی طرف سے اس رنگ کا تحفہ اپنے رب کے حضور شکرانے کے طور پر پیش کیا جا رہا ہو۔

ویسے اس میں تو کوئی شک نہیں کہ اس سے بڑھ کر قربانیوں کے حق ادا کرنے کی نہ صرف کوششیں کی گئی بلکہ کامیابی سے ان کوششوں کو انجام تک پہنچایا گیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور اول میں جن لوگوں نے قربانیوں کی توفیق پائی، یہ انہی کا فیض ہے کہ آج قرآن کریم ساری دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔ مگر براہ راست ظاہری ردعمل کے طور پر اس رنگ میں فوری طور پر ایک تحفہ دنیا کے لئے پیش کرنا، خدا کی طرف سے اور خدا کی الٰہی جماعت کی طرف سے، یہ جو واقعہ ہے، یہ تاریخ میں ایک عجیب واقعہ ہوگا۔ اس لئے میں نے یہی سوچا کہ "سیدنا بلال فنڈ" کا سب سے اچھا مصرف یہی ہے کہ اس رنگ میں راہ مولا میں دکھ اٹھانے والوں کی طرف سے خدا تعالیٰ کا شکرانہ ادا کیا جائے کہ اس نے ان کو یہ عظیم سعادت بخشی اور اس شکرانے کے اظہار کے طور پر ساری دنیا میں اشاعت اسلام کے کام کو آگے بڑھا دیا جائے۔

پس مبارک ہو آپ کو بھی، جنہوں نے اس فنڈ میں حصہ لیا اور مبارک ہو ان کو بھی، جن کی طرف سے جماعت کو یہ عظیم الشان خدمت اسلام کی توفیق نصیب ہو رہی ہے۔ اگر کسی کے ذہن میں یہ وہم اٹھے کہ ہم نے تو ان کی تکلیفیں دور کرنے کے لئے پیش کیا تھا، آپ نے کسی اور رستے پر خرچ کر دیا تو ان کو میں بتاتا ہوں کہ جب میں نے یہ تحریک کی تھی تو ہرگز ضرورت کے نتیجہ میں تحریک نہیں کی تھی۔ جماعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس معاملہ میں خود کفیل ہے اور ہمیشہ خود کفیل رہے گی کہ ان کے نام پر کسی چندہ کی تحریک کئے

بغیر راہ مولا میں دکھ اٹھانے والوں کی ساری ضرورتیں ہمیشہ خدا کے فضل کے ساتھ پوری کرتی رہے۔اس لئے وہ ضرورتیں پہلے بھی پوری ہو رہی تھیں اور انشاء اللہ آئندہ بھی پوری ہوتی رہیں گی۔اس بارہ میں آپ لوگ مطمئن رہیں۔لیکن ان کو لذتیں اس سے زیادہ نصیب ہو ہی نہیں سکتیں۔جن کی لذت یابی کی خاطر آپ نے قربانی کی ہے۔ان کو آپ کی قربانی کی لذت پہنچنی چاہئے اور اس سے بہتر رنگ میں ان کو روحانی لذت پہنچانے کا اور کوئی طریق ممکن ہی نہیں ہے۔یہ تو جس دن یہ سنیں گے،اس دن بھی ان کی ایک عید ہو گی۔اور یہ عید ایسی ہے، جو دائمی ان کے ساتھ رہے گی، نسلاً بعد نسلٍ۔ان تراجم سے عظیم الشان قومیں، بڑی بڑی قومیں دنیا کی فائدے اٹھاتی رہیں گی۔اور جن کے دل میں بھی ان تراجم کے ذریعہ اسلام داخل ہوگا، اللہ تعالیٰ کی توحید داخل ہوگی، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن سے وہ آشنا ہوں گے اور اللہ اور اس کے رسولؐ کے عشق میں دن رات حمد اور نعت کے گیت گانے لگیں گے، ان سب کی دعاؤں کا فیض ہمیشہ ہمیش کے لئے ان لوگوں کو پہنچتا رہے گا۔اس لئے وقتی عارضی جسمانی تکلیفوں کو دور کرنے کے خیال سے آپ نے جو پیش کیا، اگر اسے ابدی طور پر ہمیشہ ہمیش کے لئے نہ ختم ہونے والی نعماء کی صورت میں ان کے حضور پیش کیا جائے تو اس سے بہتر اور کیا طریق ممکن ہے؟ اور جہاں تک ان کی بنیادی ضرورتوں کا تعلق ہے، جیسا کہ میں نے کہا ہے، جماعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے خود کفیل ہے۔اور مجھے تحریک اس لئے پیدا ہوئی تھی کہ مجھے خیال آیا کہ جس طرح میرا دل بے چین ہے کہ میں بھی ذاتی طور پر کچھ ان کے حضور پیش کرنے کی کوشش کروں، ساری جماعت کے دل میں ایسے خیالات اٹھتے ہیں اور بعض لوگوں نے اظہار بھی کیا ہے تو جماعت کو ایک سعادت بخشنے کے لئے، ان کے دل کی ایک حسرت و تمنا پوری کرنے کی خاطر یہ تحریک کی گئی تھی۔یہ تو نہیں تھا کہ اگر یہ تحریک نہ کی جاتی تو نعوذ باللہ راہ مولا میں دکھ اٹھانے والے تن تنہا رہ جاتے اور کوئی ان کا پوچھنے والا نہ ہوتا۔ہرگز ایسی کوئی بات نہیں تھی۔

پس آج کی عید کے موقع پر ایک یہ بھی تحفہ میں آپ کو پیش کرتا ہوں کہ آپ کی ان قربانیوں کا بہترین مصرف خدا نے مجھے سمجھا دیا۔اور یہ تحفہ اس شان کے ساتھ ان راہ مولا میں دکھ اٹھانے والوں کو پیش کیا جائے گا کہ تاریخ مڑ کر دیکھے گی اور دعائیں دے گی، ان کو بھی، جنہوں نے یہ تحفہ پیش کیا اور ان کو بھی، جنہوں نے تحفہ قبول کیا اور پھر خدا کی راہ میں پیش کر دیا اور ہمیشہ کے لئے دنیا کی سعادتوں اور عزتوں اور شرف کا سامان مہیا کر گئے۔پس انشاء اللہ تعالیٰ اس سو سال کے اختتام سے پہلے، جو عنقریب اختتام تک پہنچنے والے ہیں، یعنی جماعت کے سو سال کم سے کم ایک سو زبانوں میں آج کے راہ مولیٰ میں دکھ اٹھانے والے احمدیوں کی طرف سے یہ قرآن کریم کے تراجم تحفہ کے طور پیش کر دیئے جائیں گے“۔

"..... پس جماعت کی، اسلام کی، بنی نوع انسان کی بہبود کی اور خصوصاً راہ مولا میں دکھ اٹھانے والوں کے لئے اوران کی خیر و برکت کے لئے کثرت کے ساتھ دعا کریں۔ اور ان دعاؤں کو بعد میں بھی ہمیشہ کرتے چلے جائیں۔ یہ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ خدا کے وعدے کبھی جھوٹے نہیں ہو سکتے۔ کچھ وقت تو لگ جاتا ہے، کچھ دیر تو ہو جاتی ہے مگر لازماً خدا کی نصرت کے وعدے ضرور اور بالضرور آپ کے حق میں پورے ہوں گے۔ کوئی نہیں، جو ان وعدوں کو ٹال سکے۔ ایک ملک میں نہیں، تمام عالم میں خدا کی نصرت آپ کی مدد کو آنے والی ہے۔ اور حیرت انگیز نشان آپ کی امداد میں دکھائے گی اور خدا آپ کو اسلام کی عالمی فتح حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے گا۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)"۔

(مطبوعہ خطبات طاہر "عیدین" صفحہ 51 تا 64)

# سیدنا بلال فنڈ سے سوز بانوں میں قرآن کریم کے نمونے کے ترجمے کی اشاعت

## خطبہ جمعہ فرمودہ 20 جون 1986ء

”.....ایک غلط فہمی کا ازالہ بھی کرنا چاہتا ہوں۔عید کے خطبہ میں، میں نے سیدنا بلال فنڈ کا ذکر کرتے ہوئے جماعت کو یہ خوش خبری دی تھی کہ میرا ارادہ ہے کہ اس فنڈ سے کم از کم سوز بانوں میں قرآن کریم کے نمونے کے ترجمے شائع کر کے ان سب قربانی کرنے والوں کی طرف سے دنیا کے لئے یہ تحفہ پیش کیا جائے۔ جن قربانی کرنے والوں نے خصوصاً اس دور میں پاکستان میں قربانی کی سعادت حاصل کی ہے۔

اس کے نتیجہ میں بعض دوستوں کو غلط فہمی ہوئی کہ وہ لوگ، جو ضرورت مند ہیں، جن کے گھر جلائے گئے یا جن کے ذرائع معاش ختم کر دیئے گئے، طرح طرح کی ان کو تکلیفیں پہنچائی گئیں، ان کے نام پر ان کی خاطر ایک چندہ لیا گیا لیکن اس مقصد پر اس کو اب خرچ نہیں کیا جائے گا بلکہ بالکل دوسرے مقصد پر خرچ کیا جائے گا۔

یہ بات درست نہیں ہے۔ہوسکتا ہے، میں نے بیان کرنے میں غلطی کی ہو یا میری طرز بیان میں کوئی خامی رہ گئی ہو۔ یہ مقصد ہرگز نہیں تھا۔ میں نے یہ وضاحت کرنے کی کوشش کی تھی کہ قربانی کرنے والوں کی بہت سی قسمیں ہیں۔اور بلالی قربانیاں کرنے والے پاکستان میں ہزار ہا کی تعداد میں ہیں۔کوئی علاقہ خالی نہیں ہے، ان سے۔ ہر عمر کے لوگ ان میں شامل ہیں۔اور بہت بھاری اکثریت ان میں ایسی ہے، جو یا تو اپنے آپ کو ضرورت مند سمجھتے ہی نہیں یا ضرورت مند ہیں بھی تو اپنی طبیعت کی مجبوری کی وجہ سے وہ جماعت سے کوئی امداد لینا نہیں چاہتے۔آپ لاکھ تحفہ کہہ کر پیش کریں، لاکھ یہ کہیں کہ یہ ہماری سعادت ہوگی، آپ قبول کر لیں۔لیکن بعض انسانوں کی طبیعتیں ایسی ہوتی ہیں کہ وہ نہیں قبول کر سکتیں۔ اس لئے اول تو وہ بہت سے ایسے ہیں، جو اپنے آپ کو ضرورت مند سمجھتے بھی نہیں اور واقعۃً بھی اللہ تعالیٰ نے اتنی توفیق عطا فرمائی ہے ان کو کہ ضرورت مندوں کے زمرہ میں شمار نہیں ہو سکتے۔اور جو ہیں، ان میں سے ایک بڑی تعداد ہے، جو بالکل پسند نہیں کرے گی کہ ہمیں کسی قسم کی کوئی امداد خواہ تحفہ کے طور پر ہی ہو پیش کی جائے۔ کچھ بیچ میں سے مجبور بھی ہیں۔

یہ تحفہ جو تھا، یہ تو سب کے لئے تھا۔ میرے ذہن میں اس وقت دو باتیں تھیں۔

اول: یہ کہ اس تحفہ کو جو جماعت نے بڑی محبت سے ان سب اللہ کی راہ میں قربانی کرنے والوں کے لئے پیش کیا ہے، کسی طریق سے سب تک پہنچایا جائے، سارے اس میں شامل ہو جائیں۔

دوسرے: یہ تھا، کس طریق پر یہ کام کیا جائے؟ اس کی سمجھ نہیں آرہی تھی۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے پھر رہنمائی فرمائی کہ اس سے بہتر اور کوئی طریق نہیں ہے ان کو یہ تحفہ پہنچانے کا کہ تمام دنیا میں سو بڑی زبانوں میں جو قرآن کریم کے تراجم پیش کئے جائیں، وہ ان کی طرف سے کل عالم کی اقوام کے سامنے تحفہ ہو۔ اور یہ ایک ایسا تحفہ ہوگا، جو ہمیشہ ہمیش کے لئے جاری وساری رہے گا۔ اس سے بہتر تحفہ نہ یہ دنیا کو پیش کر سکتے ہیں اور نہ ہم ان کو پیش کر سکتے ہیں۔

لیکن یہ مراد نہیں تھی کہ وہ دوست، جو اتنے ضرورت مند ہیں اور بہت سے ایسے خاندان ہیں، جن کے اور ذرائع معاش نہیں رہے۔ جماعت پر ذمہ داری ہے کہ ان کی ہر قسم کی ضرورتیں پوری کرے، ان کو اس فنڈ کے فائدے سے محروم کر دیا جائے گا۔ یہ ہرگز مراد نہیں تھی۔ ان کو تو جماعت پہلے ہی ضرورتیں مہیا کر رہی تھی۔ اور جب سے اس فنڈ کی تحریک ہوئی ہے، میں نے ہدایت کی ہے کہ اسی فنڈ میں سے خرچ کیا جائے۔ اور یہ بھی خاطر خواہ رقم ہے۔

لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ نے جماعت کو قربانی کا ایک عظیم جذبہ عطا کیا ہے۔ مسلسل بار بار کی تحریکات کے باوجود دنیا یہ سمجھتی ہوگی کہ جماعت تھک گئی ہے اب اور نئی تحریک کے اوپر کہتے ہوں گے کہ اب کہاں تک ہم سے مانگتے چلے جاؤ گے؟ مگر میں جانتا ہوں کہ کس طرح جماعت حیرت انگیز طور پر بظاہر خالی جیبوں میں سے اور پھر نکالتی چلی جاتی ہے۔ وہ اپنی جیبیں خالی کرتی چلی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ جیبیں بھرنے کے سامان پیدا کرتا چلا جا رہا ہے۔ چنانچہ بلال فنڈ میں بھی اتنی رقم ابھی تک پیش ہو چکی ہے کہ موجودہ ضروریات سے وہ کہیں زیادہ ہے۔ اس لئے اس زائد از ضرورت کو بھی کسی جگہ استعمال کرنا تھا۔

بعض دوستوں کا یہ خیال تھا کہ ٹرسٹ قائم کر دیا جائے اور آئندہ بھی مختلف زمانوں میں، مختلف ملکوں میں ضرورتیں پیش آتی رہیں گے، اس ٹرسٹ سے ان راہِ مولیٰ میں دکھ اٹھانے والوں کی ضروریات پوری کی جائیں۔ اور وقتی طور پر میں بھی اس تجویز سے متاثر ہوا اور دماغ میں یہ خیال آیا بلکہ ربوہ میں، میں نے ہدایت بھی دے دی۔ لیکن اس کے باوجود اس معاملہ میں طبیعت میں بہت بے چینی پیدا ہوئی اور طبیعت نے اس تجویز کے خلاف سخت ردعمل دکھایا۔ غالب تو کہتا ہے کہ

کل کے لئے کر آج نہ خست شراب میں
یہ سوء ظن ہے ساقی کوثر کے باب میں

(دیوان غالب، صفحہ 161)

ہم جو حقیقت میں دین کی معرفت کو سمجھنے والے ہیں، ہم کیسے یہ کر سکتے ہیں کہ آنے والے کل کے مخلصین کے حق میں یہ بدظنیاں کریں کہ جب اس زمانہ میں ضرورتیں پیدا ہوں گی تو وہ ان کو پورا نہیں کر سکیں گے؟ ہمارے ٹرسٹ ہی ہیں، جو ان کے کام آئیں گے۔ اور گویا خدا تعالیٰ ان ٹرسٹوں کے ذریعہ ان ضرورتوں کو پورا کرے گا۔ اور جس طرح جماعت کو خدا تعالیٰ بے ساختہ آج توفیق عطا فرما رہا ہے، کل کے مخلصین کو یہ توفیق نہیں عطا فرمائے گا؟ یہ تو بہت بڑی بدظنی ہے اور بہت بڑی محرومی ہے۔

امر واقعہ یہ ہے کہ اگر ایسے واقعات دوبارہ بڑی سطح پر کہیں پیدا ہوں تو ناممکن ہے کہ جماعت کے دل ٹھنڈے ہو جائیں، اس بناء پر کہ کسی ٹرسٹ کے ذریعہ اللہ کی راہ میں دکھ اٹھانے والوں کی ضرورتیں پوری ہو رہی ہیں۔ جب تک محبت کے ساتھ قربانی کی روح کے ساتھ خود شامل نہیں ہوں گے، جب تک ان کو یہ توفیق نہ ملے کہ انہوں نے حصہ لیا ہے، اس میں، اس وقت تک ان کے جذبۂ ایمان اور جذبۂ خلوص کو تسکین مل ہی نہیں سکتی۔ تو ٹرسٹ سے دل اتر گیا فوری طور پر اور میں نے وہاں بھی ہدایت کر دی کہ اس ٹرسٹ کا خیال چھوڑ دیں۔ جو رقم آتی ہے اللہ کی راہ میں خرچ کریں۔ اور اللہ نے ہی پہلے ضرورتیں پوری کی تھیں، آئندہ بھی کرتا رہے گا۔ آئندہ کے مخلصین پر بھی بدظنی نہ کی جائے۔ یہ رقم ختم ہوگی تو خدا اور مہیا فرما دے گا۔ اس لئے ٹرسٹ کے خیال کو چھوڑ دیں۔

اور ان سب باتوں کے باوجود ایک بڑی رقم ان ضرورتوں کو، جو چند سال تک پیش نظر رکھی تھیں میں نے، ایک بڑی رقم ان ضرورتوں سے بچ جاتی تھی۔ یہ وہ بچی ہوئی رقم تھی، جس کے متعلق خیال تھا کہ اسے کس طرح اس مقصد میں خرچ کیا جائے؟ اور کس طریق پر خرچ کیا جائے کہ سب قربانی کرنے والوں کو کسی نہ کسی رنگ میں جماعت کا یہ محبت بھرا تحفہ پہنچ جائے؟ تو اس وضاحت کے بعد امید ہے کہ اگر کسی کے دل میں کوئی وہم، کوئی غلط خیال پیدا ہو رہا تھا تو وہ ختم ہو جائے گا ہمیشہ کے لئے"۔

(مطبوعہ خطبات طاہر جلد 05 صفحہ 441 تا 443)

# نہ آوے ان کے گھر تک رعب دجال

## پیغام بر موقع جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ امریکہ منعقدہ 27 تا 29 جون 1986ء

میرے عزیز بھائیو، بہنو اور بچو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ سن کر خوشی ہوئی کہ جماعت احمدیہ امریکہ مؤرخہ 27,28 اور 29 جون کو جلسہ سالانہ منعقد کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس جلسہ کو جماعت کی علمی، عملی، اخلاقی اور روحانی ترقی کا موجب بنائے اور اس کی برکتوں سے ہر فرد جماعت وافر حصہ پائے۔

آپ ایک ایسے ملک میں ہیں، جو مالی طاقت کے لحاظ سے اتنی بلندی تک پہنچ چکا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ کا فضل نہ بچائے تو یہ مال و دولت فرعونیت پیدا کر دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امریکہ کا معاشرہ اخلاقی اور روحانی لحاظ سے تحت الثریٰ سے باتیں کر رہا ہے۔ اس پہلو سے یہ معاشرہ نہ صرف بذات خود اتنا گر چکا ہے بلکہ اخلاقی اور روحانی لحاظ سے یہ ساری دنیا میں معاشروں اور تہذیبوں کو تباہ کرنے کا سرچشمہ بن چکا ہے۔

روس اور امریکہ کے حالات پر جب نظر پڑتی ہے تو سورۃ الفجر کا مضمون نظر کے سامنے آجاتا ہے۔ اور

الَّذِيْنَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ﴿۱۲﴾ فَاَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ ﴿۱۳﴾

کا نقشہ نظر آنے لگتا ہے۔

اس پہلو سے جماعت احمدیہ امریکہ پر غیر معمولی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ اگر وہاں جماعت احمدیہ تیزی سے ترقی کرے تو اللہ کے فضل اور رحم کے ساتھ ایک عظیم الشان طاقت کے سرچشمہ سے استفادہ کر سکتی ہے۔ اور اس کے زہر آلود اور ہلاک کرنے والے پانی کو آب حیات میں تبدیل کر سکتی ہے۔ امریکہ میں جس قدر تیزی سے پھیلنے کے امکانات ہیں اور بعض طبقات میں جتنی طلب اور پیاس پیدا ہو چکی ہے، اس کے پیش نظر اگر حکمت اور تدبر اور دعا کے ساتھ کام کیا جائے تو بہت تیزی کے ساتھ جماعت کی ترقی کے امکانات روشن ہو جاتے۔ اس لئے اول پیغام تو میرا یہی ہے کہ اس طرف غیر معمولی توجہ کی جائے۔

دوسرے منتشر گھرانوں کی تربیت کی فکر کی جائے۔ جو لوگ جماعت کی نظر سے ہٹ کر الگ رہتے ہیں اور اتنے وسیع ملک میں ایسا ہونا عین ممکن ہے بلکہ اکثر و بیشتر ایسا ہی ہوتا ہوگا کہ ان گھرانوں کی تربیت کئی طرح سے بہت بری طرح متاثر ہوتی ہوگی۔ احمدی کی آنکھ خصوصاً دوسرے احمدی کے لئے نگران کا کام کر رہی ہوتی ہے۔ اسی لئے قرآن کریم نے ساری امت کو ہی شہید قرار دیا ہے۔ جب یہ نگران نظر موجود نہ رہے تو ایسے لوگ، جو غیب سے ڈرنے کے عادی نہیں ہوتے اور جن کا خدا صرف غیب کا خدا ہوتا ہے اور شہادت کا خدا نہیں ہوتا، وہ لوگ اس نگران کے فقدان کی وجہ سے دنیا کی کشش میں بہکنے اور ہر قسم کی آلائشوں میں ملوث ہونے لگتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ یہ بھی پسند نہیں کرتے کہ احمدی ان سے زیادہ میل جول رکھیں۔ احمدیہ مراکز سے ان کا تعلق ایک سوشل تعلق بن جاتا ہے۔ جو عید، بقر عید یا کسی خاص غمی خوشی پر اکٹھا ہونے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

اس سے ایک شدید نقصان یہ پہنچتا ہے کہ باجماعت نماز کی عادت اٹھ جانے کی وجہ سے گھر میں نمازوں کی پابندی کا معیار بہت تیزی سے گرنے لگتا ہے۔ ایک اور شدید نقصان یہ پہنچتا ہے کہ بچے، احمدی بچوں کا ماحول نہ ملنے کی وجہ سے خالصۃً دنیاداری کے ماحول میں پرورش پانے لگتے ہیں۔ اور اپنی اقدار سے ان کی نظریں پھر جاتی ہیں اور دین میں کوئی دلچسپی باقی نہیں رہتی۔ اور ایک نگاہ تغافل پیدا ہو جاتی ہے، جو رفتہ رفتہ مکمل اجنبیت پر جا کر ختم ہو جاتی ہے۔ ایک اور نقصان یہ ہے کہ عالمگیر جماعت کے ساتھ رابطہ کٹ جانے کی وجہ سے اپنی عظمت کا احساس نہیں رہتا۔ اور ایک غالب معاشرے میں اپنے آپ کو بالکل معمولی اور بے دست و پا دیکھتے ہوئے، عزم اور ہمت کوتاہ ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک ہاری ہوئی ذہنیت کا شکار ہو کر (دینی) اقدار کی خاطر جدوجہد ہی چھوڑ دی جاتی ہے۔ ایسے گھرانوں کے لئے ایک یہ مشکل بھی پیش آتی ہے کہ جماعت کی عالمی اور عظیم الشان قربانی سے ناواقف ہونے کی وجہ سے ولولہ پیدا نہیں ہوتا اور مزاج میں ایک بے مروتی سی پیدا ہونے لگتی ہے۔

اس قسم کے خطرات جس قدر جماعت کو امریکہ میں درپیش ہیں، دنیا میں کسی اور ملک میں نہیں۔ کیونکہ اس پر مستزاد وہاں کی مادی ترقی ہے، جو فلک بوس عمارتوں کی طرح انسان پر اپنی ہیبت طاری کر دیتی ہے۔ اور دلوں پر رعب دجال پیدا ہو جاتا ہے۔ جس سے بچنے کے لئے حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے خصوصیت سے دعا مانگی تھی کہ

نہ آوے ان کے گھر تک رعب دجال

پس ان سب امور پر نظر رکھتے ہوئے، ان گھروں کی فکر کرنی چاہیے اور ان کے لئے چارہ جوئی کرنی چاہیے۔ اگر یہ جماعت کی شہادت کی آنکھ سے کٹے رہے تو دنیا کی ہلاکتوں سے کئی قسم کے خطرات انہیں درپیش رہیں گے۔ اور ان کی اولادوں پر خصوصیت سے سخت مہلک اثر پڑے گا۔ دیگر امور کے علاوہ ان سب باتوں کا علاج (دعوت الیٰ اللہ) پر زور دینا ہے۔ اور گھروں میں نماز باجماعت پر غیر معمولی توجہ دینا ہے۔

پس میں امید کرتا ہوں کہ جماعت احمدیہ امریکہ ان ہر دو پہلوؤں پر خصوصی جدوجہد کرے گی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی ان کوششوں میں غیر معمولی برکت ڈالے اور اس کے فرشتے احمدی گھروں کے محافظ اور نگران بن جائیں۔ اور احمدی گھروں پر اس آیت کے مضمون کا بتمامہ خیر و برکت کے ساتھ اطلاق ہو۔

لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ

(الرعد:12)

اللہ تعالیٰ آپ سب کا حافظ و ناصر اور معین و مددگار ہو۔

والسلام

خاکسار

دستخط (مرزا طاہر احمد)

(مطبوعہ ضمیمہ ماہنامہ انصار اللہ جون 1986ء)

# اللہ تعالیٰ احمدیت کو دنیا کے مظلوموں کے لئے نجات کا باعث بنائے

## خطاب فرمودہ 25 جولائی 1986ء بر موقع جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ برطانیہ

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے سورۃ یونس کی آیت 63 کی تلاوت فرمائی اور فرمایا:۔

''خدا کا بے حد شکر اور فضل وکرم ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عاشق اور دیوانے دنیا کے ایسے ایسے دور دراز ملکوں سے، جو مشرق کا کنارہ اور ایسے ایسے ملکوں سے، جو مغرب کا کنارہ کہلاتے ہیں اور ان جگہوں سے جہاں مشرق اور مغرب کا امتیاز مشکل ہے، وہاں سے اللہ کے ذکر کے لئے تشریف لائے ہیں۔اور سیدنا حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ کا الہام

''میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا''

بڑی شان سے پورا ہو رہا ہے''۔

حضور نے فرمایا:۔

''سب آنے والوں کا سفر خوشگوار گزرا۔اور سوائے ایک ملک کے ان کی حکومتوں نے ان سے تعاون کیا اور انگلستان کی حکومت نے بھی بہت ہی تعاون کیا''۔

حضور نے فرمایا کہ

''جماعت احمدیہ کے خلاف جو جھوٹا پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے، ہمیں اس کا جواب دینے کی ضرورت نہیں بلکہ خدا کے فرشتے خود اس کا جواب دے رہے ہیں۔اور آج جماعت اس سے زیادہ معروف اور نیک نام ہو چکی ہے، جتنی دو سال پہلے تھی۔اور ہر ملک میں جماعت کے حق میں آواز بلند کی جارہی ہے''۔

اس مضمون پر روشنی ڈالتے ہوئے حضور نے بعض واقعات بیان فرمائے۔نیز جماعت کی بیرونی ممالک میں ترقی کا ذکر فرمایا کہ کس طرح جماعت احمدیہ انسانی دلوں میں ایک روحانی انقلاب پیدا کر رہی ہے۔اس ضمن میں حضور نے ایسٹرن ریجن غانا کے ایک عیسائی پادری کا ذکر فرمایا، جس نے احمدیت کو قبول کیا اور پھر گرجے کو خدائے واحد کی عبادت کے لئے مخصوص کر کے اسے جماعت کو پیش کر دیا۔نیز اسی طرح ایک اور نو احمدی دوست کا ذکر کیا، جو پہلے شراب اور دوسری برائیوں کی وجہ سے علاقے

میں بدنام تھے، جب انہوں نے احمدیت قبول کی توان کے اندر ایسا روحانی انقلاب پیدا ہوا کہ وہ اپنے علاقے کے معزز انسان بن گئے۔

آخر میں حضور نے احمدیت کے مستقبل کے لئے، احمدی مظلوموں کے لئے نیز دنیا بھر کے مظلوموں کے لئے دعا کی تحریک فرمائی اور فرمایا کہ

"دعاؤں کے ذریعہ سے خدا سے مدد مانگیں کہ اللہ تعالیٰ احمدیت کو دنیا کے مظلوموں کے لئے نجات کا باعث بنائے"۔

اس کے بعد حضور نے اجتماعی دعا کروائی۔

(مطبوعہ ضمیمہ ماہنامہ تحریک جدید جولائی 1986ء وضمیمہ ماہنامہ مصباح جولائی 1986ء)

# تمام انسانی تہذیب میں صرف ایک مرد نے عورت کی آزادی کی تحریک چلائی ہے

## خطاب فرمودہ 26 جولائی 1986ء بر موقع جلسہ سالانہ برطانیہ

حضور نے تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ النحل کی آیت 98 کی تلاوت فرمائی اور اس کے بعد مختلف تہذیبوں میں عورت کی حیثیت اور مقام بیان کرتے ہوئے، دین حق میں عورت کے مقام پر تفصیلی روشنی ڈالی اور فرمایا کہ

"دین حق پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس نے عورت کو آزادی نہیں دی اور دین حق میں عورت کے حقوق قائم نہیں کئے گئے"۔

اس اعتراض کا رد کرتے ہوئے حضور نے فرمایا:۔

"یہ تہذیبیں جو عورت کی آزادی کی علمبردار ہیں اور دین حق پر طعنہ زنی کر رہی ہیں، انہوں نے عورت پر اس قدر مظالم کئے ہیں، جو بیان سے باہر ہیں۔عرب کی تہذیب میں عورت کو حیوانات سے بھی بدتر سمجھا جاتا تھا اور اسے زندہ درگور کر دیا جاتا تھا۔اسے ہوا و ہوس کے پورا کرنے کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا۔اور اس کو کسی قسم کے حقوق نہیں دیئے جاتے تھے۔اسی طرح مغرب کی تہذیب میں بھی عورت کو کسی قسم کے حقوق حاصل نہیں تھے۔عورت کو بیوہ ہو جانے کے بعد اولاد پر کوئی حق نہیں دیا جاتا تھا۔عورت کو بے حیائی کے نتیجہ میں سخت سزائیں دی جاتی تھیں۔لیکن اس کے بالمقابل مرد بغیر شادی کے دوسری عورتیں گھر میں رکھ سکتا تھا اور اسے کوئی سزا نہیں دی جاتی تھی۔لیکن دین حق نے اس کے بالمقابل عورت کے حقوق کی مکمل حفاظت کی ہے۔ اور تمام انسانی تہذیب میں صرف ایک مرد ہے، یعنی سیدنا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس نے عورت کی آزادی کی تحریک چلائی ہے۔باقی تمام تحریکات خود عورتوں کی طرف سے چلائی گئی ہیں"۔

حضور نے مزید فرمایا:۔

"تمام ادیان میں دین حق کے سوا ایک بھی ایسا مذہب نہیں ہے، جس نے عورت کو ماضی کے مظالم سے نجات دلائی ہو۔ یہودیت، عیسائیت، بدھ ازم، کنفیوشس ازم کوئی بھی ایسا مذہب نہیں، جس نے عورت کو مرد کے ساتھ برابری کا حق دیا ہو۔صرف دین حق ہی ایسا دین ہے، جس نے جبلی اور فطرتی فرق کے علاوہ ہر پہلو سے مرد اور عورت کو برابری کا حق دیا ہے"۔

نیز حضور نے فرمایا:۔

''آج کل جو عورت کی آزادی کی تحریکات ہیں، یہ دراصل دنیوی جہنم کی طرف لے جانے والی تحریکات ہیں اور عورت کو آزادی کی بجائے بے حیائی کی طرف لے جارہی ہیں۔اس کے نتیجہ میں بداثرات ظاہر ہورہے ہیں۔اس کے برعکس اسلام نے جو بعض پابندیاں عائد کی ہیں، وہ عائلی زندگی کو جنت بنانے کے لئے اور عورت کے تحفظ کے لئے ہیں اور وہ پابندیاں عورت کے لئے امن کی ضمانت ہیں''۔

(مطبوعہ ماہنامہ خالد ضمیمہ اگست 1986ء)

# بہار آئی ہے اس وقت خزاں میں

## خطاب فرمودہ 26 جولائی 1986ء بر موقع جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ برطانیہ

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے قرآن کریم کی آیت

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ

کی تلاوت فرمائی۔ اور فرمایا کہ

آج کے خطاب کے عنوان کے طور پر دو مصرعے میرے ذہن میں آئے ہیں۔ ایک مصرعہ یہ ہے:۔

الٰہی تیرے فضلوں کو کروں یاد

اور دوسرا مصرعہ ہے:۔

بہار آئی ہے اس وقت خزاں میں

حضور نے فرمایا کہ

”دنیا کے نظام میں خزاں کے اندر بہار نہیں آتی۔ لیکن الٰہی نظام میں کچھ اور قوانین ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے کہ خزاں میں سے بہار نکال کر لائی جاتی ہے“۔

فرمایا:۔

”اللہ تعالیٰ کا احمدیت کے ساتھ ہمیشہ یہی سلوک رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ابتلاء کے دور میں ہمیشہ بے پناہ فضلوں کی بارش نازل فرمائی ہے اور جماعت احمدیہ غلبۂ دین حق کی شاہراہ پر ہمیشہ ہی آگے سے آگے بڑھتی رہی ہے“۔

جماعت پر نازل ہونے والے افضال الٰہیہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ

”خلافت رابعہ کے آغاز کے وقت 80 ممالک میں احمدیت قائم تھی۔ اس وقت ارادہ کیا گیا کہ جوبلی کے سال تک 100 ممالک میں احمدیت قائم ہو جائے۔ آج جب کہ جوبلی سال میں ابھی تین سال باقی ہیں، خدا کے فضل سے 108 ممالک میں احمدیت کا پودا لگ چکا ہے۔ الحمدللہ علیٰ ذالک“.

86-85ء میں نازل ہونے والے افضال الٰہیہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ

"اسی سال کے دوران دنیا کے 12 نئے ممالک میں جماعتیں قائم ہوئیں ہیں۔ جبکہ نئی جماعتوں کے لحاظ سے 24 ممالک میں 254 نئی جماعتیں قائم ہوئی ہیں۔ انڈونیشیا میں ایک گاؤں میں صرف ایک ہی دن میں 160 افراد نے بیعت کی۔ اسی طرح نائیجیریا میں ایک ہی دن میں 60 افراد کو بیعت کی توفیق ملی۔ چنانچہ گزشتہ سال کی نسبت ڈیڑھ گنا زیادہ بیعتیں ہوئی ہیں۔

تعمیر مساجد کے میدان میں اللہ تعالیٰ نے جماعت کو دنیا کے مختلف ممالک میں 200 نئی مساجد بنانے کی توفیق دی"۔

ایک علاقہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ وہاں کی پچیس فیصد پولیس اللہ تعالیٰ کے فضل سے احمدی ہوگئی ہے۔ اسی طرح ویسٹرن سمووا، ملاوی، برازیل، تھائی لینڈ، زنجبار، یوگوسلاویہ، آئرلینڈ، صومالیہ، مراکش اور الجیریا میں نئی جماعتوں سے متعلق بڑے ایمان افروز واقعات بیان فرمائے۔

یورپ میں نئے مشنوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ

"1914ء سے 1984ء تک 70 سال کے عرصہ میں جماعت نے یورپ کے 8 ممالک میں 18 مشن بنائے۔ لیکن گزشتہ سال کے دور ابتلاء میں اللہ تعالیٰ نے جماعت کو یورپ میں مزید 8 نئے مشن قائم کرنے کی توفیق دی ہے۔ اگر مشنوں کے رقبہ کو دیکھا جائے تو انگلستان میں اکیلے اسلام آباد سنٹر کا رقبہ سب مشنوں کے مجموعی رقبہ سے بھی بڑا ہے۔ اسی عرصہ میں اسیر ساہیوال چوہدری محمد اسحاق صاحب کے بیٹے، چوہدری محمد الیاس صاحب نے، جو کینیڈا میں رہتے ہیں، 180 ایکڑ کا رقبہ خرید کر کینیڈا کی جماعت کو بطور عطیہ دیا ہے۔ **فجزاہ اللہ تعالیٰ**"۔

داعیان الی اللہ کی سرگرمیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ

"نماز، روزہ، حج اور زکوۃ کی طرح تبلیغ بھی ہر شخص پر فرض ہے۔ اس لئے مبلغین کا نظام دوسرے افراد جماعت کے تبلیغی نظام کا متبادل نہیں ہوسکتا۔ جس طرح چندوں کا حساب رکھا جاتا ہے، اسی طرح ہر جماعت میں داعیان الی اللہ کا بھی حساب ہونا چاہیے"۔

پھر فرمایا کہ

"گزشتہ سال کے اعداد و شمار کے مطابق دنیا بھر میں 76,200 داعیان الی اللہ ایسے ہیں، جنہوں نے بیعتوں کے وعدے کئے اور پھر اپنی کارگزاری کی رپورٹیں بھی بھجواتے رہے۔ ان داعیان الی اللہ میں ایک خوش قسمت ڈاکٹر ایسے بھی ہیں، جنہیں نائیجیریا میں 200 احمدی بنانے کی توفیق ملی، الحمدللہ علیٰ ذالک"۔

نیز بتایا کہ

''بعض ایسے ممالک، جہاں پہلے سے جماعتیں تو قائم تھیں لیکن دعوت الی اللہ کے نقطۂ نگاہ سے ابھی تک ان میں بیداری پیدا نہیں ہوئی تھی، بڑی تیزی سے بیداری کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں اور کثرت سے لوگ احمدیت میں شامل ہو رہے ہیں''۔

عربوں میں تبلیغی منصوبہ کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ

''دو سال قبل 100 عرب احمدی بنانے کی تحریک کی گئی۔ چنانچہ گزشتہ سال 32 اور امسال 62 عربوں نے بیعتیں کی ہیں۔ اس طرح یہ تعداد 94 ہو گئی ہے''۔

نئی بیعتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

''گزشتہ سال صرف غانا میں 546 بیعتیں ہوئیں، الحمد للہ''۔

شعبہ سمعی وبصری کی کارکردگی کے متعلق فرمایا کہ

''مختلف ممالک میں 37 زبانوں میں 500 کیسٹس کی ماسٹر کاپیاں تیار کی گئیں، جن کی ہزاروں کاپیاں بنا کر تقسیم کی گئیں''۔

ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے ذریعہ تبلیغ اسلام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ

''11 ممالک میں ہمارے پروگرام نشر ہوئے''۔

جبکہ گزشتہ دو سالوں میں حضور کے اپنے 46 انٹرویو مختلف ممالک کے ریڈیو وٹیلیویژن سے شائع ہو چکے ہیں۔ صرف نائیجیریا میں ہی 70 گھنٹے کا پروگرام نشر ہوا۔

مبلغین کی تعداد کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ

''اس وقت پاکستان سے باہر مختلف ممالک میں 182 مرکزی مبلغین میدان جہاد میں کام کر رہے ہیں''۔

اس کے ساتھ ہی حضور نے فرمایا کہ

''جماعت کو نئے واقفین کی ضرورت ہے۔ مخلص نوجوان آگے آئیں اور اپنی زندگیاں خدمت دین کے لئے وقف کریں''۔

''نصرت جہاں آگے بڑھو'' سکیم کی کارکردگی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ

''افریقی ممالک میں جماعت نے خدمت خلق کے لئے جو ہسپتال قائم کئے ہیں، ان کی مجموعی سالانہ آمد 8 کروڑ روپے ہے، جو سب کی سب ان ہی ممالک کی خدمت اور بہبود کے لئے صرف کی جاتی

ہے۔اسی طرح افریقی ممالک میں اس سکیم کے تحت 31 سیکنڈری سکول بھی کام کر رہے ہیں۔ان سکولوں میں 73,813 طلباء تعلیم حاصل کر رہے ہیں"۔

مالی قربانی کے میدان میں جماعت کے اعلیٰ نمونہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

"خدا تعالیٰ کے فضل سے اب جماعت کا سالانہ بجٹ 21 کروڑ 90 لاکھ روپے تک پہنچ گیا ہے۔اور 10 کروڑ روپے کے متفرق وعدے اس کے علاوہ ہیں۔خدمت خلق کے لئے جماعت نے 94 لاکھ روپے سے زائد رقم خرچ کی جبکہ تعلیمی Grants اس کے علاوہ ہیں"۔

Publication Cell کی کارکردگی بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ

"گزشتہ 2 سال میں اس سیل کی طرف سے 6400 خطوط بھجوائے گئے۔نیز دنیا بھر کی 113 اخبارات میں جماعت کی 912 خبریں شائع ہوئیں"۔

وکالت اشاعت کے کام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ

"مختلف زبانوں میں لٹریچر پیدا کرنے کے لئے اسلام آباد سنٹر میں روسی، عربی، چینی، فرانسیسی اور ترکی زبان کے Desk قائم کئے گئے ہیں، جو نہایت مستعدی کے ساتھ کام کر رہے ہیں۔چنانچہ گزشتہ دو سالوں میں جتنا لٹریچر شائع کیا گیا ہے، اتنا گزشتہ 10 سال میں بھی نہیں ہوا"۔

تراجم قرآن کریم کی اشاعت کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ

"خدا کے فضل سے اس سال کے دوران فرانسیسی اور اٹالین زبان کے ترجمے شائع ہو کر تقسیم ہو رہے ہیں۔روسی ترجمہ بھی عنقریب تیار ہو جائے گا اور اس کے بعد Spanish ترجمہ ہوگا"۔

حضور انور نے اپنی طرف سے اعلان فرمایا کہ حضور اپنے مرحوم والدین کی طرف سے بھی ایک زبان میں ترجمہ قرآن کریم کا خرچ پیش کریں گے۔

اپنے خطاب کے آخر میں حضور نے فرمایا کہ

"جماعت احمدیہ کی مذکورہ بالا خدمات کے مقابلہ پر احمدیت کے مخالفین نے جو خدمات سرانجام دی ہیں، ان کا کسی قدر ذکر یہ ہے کہ انہوں نے پاکستان میں جماعت احمدیہ کی 130 مساجد سے کلمہ طیبہ مٹایا۔341 احمدیوں کو کلمہ طیبہ کے بیج لگانے کی وجہ سے گرفتار کیا اور ان پر مقدمے چلائے، جن میں دو امرائے اضلاع بھی شامل ہیں۔20 احمدیوں پر قاتلانہ حملے ہوئے۔ان میں سے 13 احمدیوں کو جام شہادت نوش کرنے کی توفیق ملی، جن میں ایک 80 سالہ بزرگ بھی شامل ہیں۔6 احمدیوں کو تدفین کے بعد ان کی قبروں سے نکالا

گیا۔ 4 احمدیہ مساجد کو سر بمہر کیا گیا اور 2 احمدیہ مساجد کو شہید کر دیا گیا۔ احمدیوں کے خلاف 558 جھوٹے مقدمات قائم کئے گئے، جن میں سے 327 زیر سماعت ہیں۔ 135 کتب ورسائل ضبط کیے گئے"۔

آخر میں حضور نے مخالفین احمدیت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ

"ہمیں جو خدمت کے طریقے سکھائے گئے ہیں، ہم ان پر گامزن ہیں اور جو تمہیں سکھائے گئے ہیں، تم ان پر گامزن رہو۔ پھر دیکھو کہ کون کامیاب ہوتا ہے اور کون ناکام ونامراد؟"

مزید فرمایا کہ

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے محبت احمدیوں کو ماؤں کے دودھ میں پلائی گئی ہے، کوئی ہم سے ہرگز اس محبت کو چھین نہیں سکتا"۔

(مطبوعہ ہفت روزہ النصر 22 اگست 1986ء وضمیمہ ماہنامہ خالد اگست 1986ء)

# وقف زندگی سب سے بہترین پیشہ ہے، جو انسان اختیار کرسکتا ہے

## ارشادات فرمودہ 28,29 جولائی 1986ء بر موقع انٹرنیشنل مجلس شوریٰ

**پہلا اجلاس: 28 جولائی**

تلاوت قرآن کریم کے بعد حضور انور نے اجتماعی دعا کرائی۔ سب سے پہلے 1989ء میں ہونے والے صد سالہ جوبلی کے جلسہ کا مسئلہ زیر بحث آیا۔ حضور انور نے نمائندگان سے مشورہ طلب کرنے اور ہدایات دینے کے بعد جوبلی جلسہ کی عالمگیر تشہیر کے لئے ایک مرکزی پبلک ریلیشنز کمیٹی کی تقرری فرمائی۔ کمیٹی کا صدر مکرم چوہدری حمید نصر اللہ خان صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور پاکستان کو مقرر فرمایا۔ اسی طرح جوبلی جلسوں کے جملہ انتظامات کے لئے ایک مرکزی کمیٹی مقرر فرمائی اور اس کا صدر چوہدری حمید اللہ صاحب وکیل اعلیٰ کو مقرر فرمایا۔ نیز فرمایا کہ وکیل اعلیٰ کی عدم موجودگی میں مکرم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب ڈائریکٹر عالمی بینک امریکہ صدر رہوں گے۔

دوسرے نمبر پر وقف زندگی کا مسئلہ زیر بحث آیا۔ مشورہ طلب کرنے سے قبل حضور انور نے فرمایا کہ

"واقفین زندگی تمام ممالک سے آنے چاہئیں۔ حکومت پاکستان کی طرف سے پیدا کردہ مشکلات کے پیش نظر مختلف ممالک میں ریجنل جامعہ احمدیہ قائم ہونے چاہئیں"۔

پھر فرمایا:۔

"وقف زندگی سب سے بہترین پیشہ ہے، جو انسان اختیار کرسکتا ہے۔ ایسے لوگوں کو اطمینان قلب کی عظیم نعمت نصیب ہوتی ہے"۔

نیز فرمایا کہ

"کوشش کی جائے کہ متمول گھرانوں کے بچے زندگیاں وقف کریں"۔

تیسرے نمبر پر یہ مسئلہ زیر بحث آیا کہ حضور انور کا خطبہ جمعہ تمام زبانوں میں ترجمہ کر کے متعلقہ احباب جماعت تک پہنچا دیا جائے تا کہ تمام ممالک کے احمدیوں کو حضور انور کے ارشادات کا ان کی اپنی زبان میں علم حاصل ہو۔ اس سلسلہ میں حضور انور نے فرمایا کہ

"ہر ملک سے مقامی زبان میں ترجمہ کرنے کی اہلیت رکھنے والے دوستوں کے نام مرکز کو بھجوائے جائیں"۔

یہ مسئلہ بھی زیر بحث آیا کہ مجلس شوریٰ کے نمائندگان کی تربیت کے لئے انٹرنیشنل مجلس شوریٰ کے قواعد وضوابط پر مشتمل ایک کتابچہ شائع کیا جائے۔ حضور انور نے فرمایا کہ گزشتہ سالوں میں مختلف ممالک میں جو مجالس شوریٰ حضور کی صدارت میں منعقد ہوئیں، ان میں حضور نے اس سلسلہ میں مفصل ہدایات دے دی ہیں، انہیں جمع کر کے نظر ثانی کے ساتھ شائع کر دیا جائے۔

ایجنڈا کی ایک تجویز یہ تھی کہ یورپین ممالک کو روزمرہ جماعتی خبروں سے آگاہ کرنے کے لئے ایک ہفت روزہ شائع کیا جائے۔ حضور نے فرمایا:۔

"معلوم ہوتا ہے کہ لندن سے شائع ہونے والے ہفت روزہ "النصر" سے پورے طور پر فائدہ نہیں اٹھایا جا رہا۔ "النصر" دراصل "الفضل" کا ایک طرح کا بدل ہے۔ اسے الفضل کا نام اس لئے نہیں دیا گیا تا کہ کسی قسم کا غلط تاثر پیدا نہ ہو۔ ورنہ النصر کی اشاعت کا مقصد وہی ہے، جو کہ الفضل کا تھا"۔

نیز فرمایا کہ

"ہر ملک کے امیر کا فرض ہے کہ "النصر" کا مکمل طور پر اپنی مقامی زبان میں ترجمہ کر کے سب افراد جماعت تک پہنچانے کا انتظام کرے"۔

اسی طرح فرمایا کہ

"ہنگامی کمیٹی لندن کی طرف سے شائع ہونے والے خصوصی نیوز بلٹن سے بھی پوری طرح فائدہ اٹھایا جائے"۔

ایک تجویز یہ تھی کہ لندن میں ایک ایسا بکڈ پو ہو، جو روزانہ کچھ وقت کے لئے کھلے، جہاں سے حسب ضرورت سلسلہ کی کتب ودیگر لٹریچر دستیاب ہو سکے۔ حضور نے فرمایا کہ

"اسلام آباد میں مستقل طور پر ایک بکڈ پو قائم کر دیا گیا ہے، جو روزانہ سارا دن کھلا رہتا ہے اور یہاں سے تمام جماعتی لٹریچر مل سکتا ہے"۔

نیز فرمایا کہ

"ہر ملک کا فرض ہے کہ وہ اپنے مقامی مشنوں میں بھی بکڈ پو قائم کرے۔ جہاں سے احباب جماعت اور دوسرے لوگوں کو لٹریچر مل سکے"۔

فرمایا کہ

''اس غرض کے لئے اگر مقامی طور پر خرچ پورا کرنا مشکل ہو تو مرکز کو اطلاع دی جائے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس کا انتظام کر دیا جائے گا''۔

ایک تجویز پر تبصرہ کرتے ہوئے حضور نے فرمایا کہ

''جماعت کے نوجوانوں کو چاہیے کہ وہ جرنلزم کی تعلیم حاصل کرنے کی خاص طور پر کوشش کریں۔ اس طرح وہ جماعت کے نشر واشاعت کے کام میں بہت مفید کردار ادا کر سکیں گے''۔

ایجنڈا کی ایک تجویز یہ تھی کہ سپین سے باہر جہاں جہاں سپینش لوگ آباد ہیں، انہیں مؤثر طور پر تبلیغ اسلام کرنے کے لئے مرکزی طور پر کوئی انتظام کیا جائے۔ حضور رحمہ اللہ نے فرمایا کہ

''اسلام آباد سنٹر میں اب تک کئی زبانوں کے ڈیسک قائم ہو چکے ہیں۔ اب انشاء اللہ سپینش ڈیسک بھی قائم کر دیا جائے گا''۔

ایک سوال کے جواب میں حضور نے فرمایا کہ

''ان ڈیسکوں کے مقاصد یہ ہیں کہ

اول: جن جن زبانوں میں اب تک ہمارے پاس لٹریچر موجود نہیں، ان میں لٹریچر تیار کیا جائے۔ چنانچہ اس وقت سب سے اہم اور بولی جانے والی 18 زبانوں کو منتخب کر کے ان میں اسلام اور احمدیت کے ابتدائی اور ضروری تعارف پر مشتمل لٹریچر تیار کیا جا رہا ہے۔

دوسرا: مقصد یہ ہے کہ ایسے افراد کو تلاش کیا جائے، جو مختلف زبانوں میں تراجم کرنے کی قابلیت رکھتے ہیں۔

تیسرا: مقصد یہ ہے کہ ایسے افراد کی فہرست تیار کر کے ان سے رابطہ رکھا جائے، جو ایک ہی زبان بولتے ہیں لیکن وہ مختلف ممالک میں آباد ہیں، خواہ وہ احمدی ہوں یا غیر احمدی''۔

حضور نے یہ بھی بتایا کہ

''بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے کتب تیار کرنے کے لئے بھی ایک ڈیسک بنایا ہوا ہے، جو مختلف کتب تیار کر رہا ہے''۔

سپینش زبان سکھانے کے متعلق فرمایا کہ

''عنقریب ایسی آڈیو اور ویڈیو کیسٹس تیار کر کے کم از کم خرچ پر مہیا کی جائیں گی، جن سے احباب جماعت آسانی کے ساتھ سپینش Spanish زبان سیکھ سکیں''۔

ایک سوال کے جواب میں حضور نے بتایا کہ

''جماعت کا جتنا لٹریچر دستیاب ہے، اس کی مکمل کیٹلاگ Catalogue تیار ہو چکی ہے، جو وکالت تبشیر سے مل سکتی ہے۔ اسی طرح تمام کیسٹوں Cassettes کا انڈیکس Index بھی تیار ہو چکا ہے جس کی مدد سے ہر ضروری مسئلہ کے متعلق متعلقہ کیسٹ کو آسانی سے تلاش کیا جا سکتا ہے۔ اور یہ بھی وکالت تبشیر سے دستیاب ہے''۔

ایک تجویز پر تبصرہ کرتے ہوئے حضور نے فرمایا کہ

''افریقہ میں جماعتی ہسپتالوں اور سکولوں میں Preaching Sermons باقاعدگی سے کروانے کا انتظام ہونا چاہئے''۔

**دوسرا اجلاس**

ایجنڈا کی ایک تجویز یہ تھی کہ ہر ملک کے مبلغ کو چاہیے کہ وہ مقامی زبان سیکھنے کی کوشش کرے تا کہ جماعت کا پیغام مؤثر طور پر پہنچا سکے۔ حضور انور نے اس تجویز پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ

''مبلغین کو مقامی زبان ضرور سیکھنی چاہیے۔ حضرت مصلح موعودؓ بھی اس کی خاص تاکید فرمایا کرتے تھے''۔

فرمایا کہ

''مقامی زبان سیکھنے کے بغیر ایک مبلغ کامیابی کے ساتھ اپنے فرائض ادا نہیں کر سکتا۔ اور اس طرح احمدیت کے لئے نقصان کا موجب بنتا ہے''۔

فرمایا:۔

''میں نے ہدایت کی ہوئی ہے کہ ہر جگہ مقامی زبان کو Official (دفتری) بنایا جائے۔ اگر کوئی مبلغ اس ہدایت کو نظر انداز کر دے تو مقامی جماعت کا فرض ہے کہ وہ اس مبلغ کی وساطت سے مرکز کو رپورٹ کرے تا کہ اس کی اصلاح کی جا سکے''۔

حضور نے فرمایا کہ

''مبلغین کو مقامی زبان سکھانے کے لئے مقامی لوگوں کو بھی وقت دینا چاہیے''۔

اسی طرح فرمایا کہ

''بچوں کی کہانیوں کی کتب کی مدد سے بھی مقامی زبان سیکھی جا سکتی ہے''۔

ایک تجویز یہ تھی کہ مبلغین کو جامعہ احمدیہ میں تعلیم کے دوران ٹائپنگ اور ڈرائیونگ بھی سکھائی جائے تاکہ بعد میں وہ جماعت کے لئے زیادہ بہتر طور پر کام کرسکیں۔ حضور نے فرمایا کہ

”1985ء سے جامعہ احمدیہ میں مبلغین کو ٹائپنگ اور ڈرائیونگ سکھانے کا انتظام کیا جا چکا ہے۔ اسی طرح گھڑسواری، تیراکی، Book Keeping اور مارشل آرٹس بھی سکھائے جارہے ہیں“۔

ایک اور تجویز پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ

”اب جامعہ احمدیہ کے طلباء کو کمپیوٹر کی تعلیم دینے کا بھی انتظام کردیا جائے گا۔ کیونکہ دنیا تیزی سے کمپیوٹر کے دور میں آرہی ہے“۔

اسی طرح فرمایا کہ

”مبلغین کو جامعہ احمدیہ کے کورس کے ساتھ ساتھ Administration کی تعلیم دینے کا بھی انتظام کردیا گیا ہے“۔

مبلغین کی ٹریننگ کے سلسلہ میں حضور نے فرمایا کہ

”مبلغین کو باہر بھجوانے سے پہلے انہیں ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ متعلقہ ملک کے حالات سے آگاہی حاصل کرنے کے لئے پرانے مبلغین کی رپورٹوں اور فائلوں سے استفادہ کریں۔ اس غرض کے لئے ضروری ہے کہ ہر ملک کا مبلغ اپنے ملک کے تعارف کے متعلق مکمل معلومات مرکز کو بھیجے تاکہ آئندہ آنے والے مبلغین اس سے استفادہ کرسکیں۔ اس کے ساتھ ہی اپنے ملک میں تبلیغ کے متعلق ضروری ہدایات اور اسی ملک کے نمایاں احمدیوں اور اہم جگہوں کی تصاویر بھی بھجوائی جائیں“۔

اسی سلسلہ میں ایک اور تجویز پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ

”مبلغین اپنی تعارفی رپورٹوں میں ملک کے سیاسی حالات اور جماعت کے مخالفین اور موافقین کا بھی ذکر کریں“۔

ایک تجویز پر تبصرہ کرتے ہوئے حضور نے فرمایا کہ

”انگلستان میں ہم نے محسوس کیا ہے کہ ٹیچنگ کمیونٹی سنجیدگی کے ساتھ مذہب کی باتوں کو سنتی ہے۔ سیاسی لوگوں کی نسبت ان لوگوں میں بیعت کرنے کا بہت زیادہ امکان ہوتا ہے۔ ٹیچرز کو تبلیغ کرکے احمدی ٹیچرز بنائے جاسکتے ہیں، اسی طرح جرنلسٹوں کو تبلیغ کرکے انہیں احمدی جرنلسٹس بنایا جاسکتا ہے“۔

جماعتی بینک قائم کرنے کے متعلق تجویز پر تبصرہ کرتے ہوئے حضور نے فرمایا کہ

''احباب جماعت اپنی زائد رقوم دوسرے Banks میں جمع کروانے کی بجائے جماعت کے امانت فنڈ میں جمع کروائیں۔ کیونکہ اول: تو بینک میں رقوم جمع کروا کر سود لینا حرام ہے۔ دوم: سود کھانے والوں کو اولاد کی خرابی کے ذریعہ کاروبار کی تباہی کی شکل میں سزا ملتی ہے''۔

فرمایا:۔

''دوسرے مذاہب کے لوگوں کو بعض دفعہ اس دنیا میں سزا نہیں ملتی لیکن احمدی کو اس دنیا میں بھی سزا مل جاتی ہے''۔

مزید فرمایا کہ

''جو رقم سود کی شکل میں ملے، وہ مرکز کو اشاعت اسلام کے لئے ضرور بھجوا دینی چاہیے۔ کیونکہ وہ رقم اپنے لئے استعمال کرنا ناجائز ہے''۔

فرمایا کہ

''لندن میں امانت فنڈ کھولا جا چکا ہے۔ دوسرے ممالک میں حسب حالات کھولا جا سکتا ہے۔ امانت فنڈ میں رقم جمع کرانے کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ رقم جمع کرانے والوں کو کئی رنگوں میں برکت دے گا''۔

نیز فرمایا کہ

''امانت فنڈ میں جمع کرائی گئی رقم پر زکوٰۃ بھی واجب نہیں ہوتی۔ لیکن اگر وہی رقم بینک میں جمع کرائی جائے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ کیونکہ امانت فنڈ میں رقم جمع کروانا ایسا ہی ہے، جیسے زکوٰۃ ادا کر دی گئی ہو۔ اور ایسے شخص کو ادائیگی زکوٰۃ کا ثواب بھی حاصل ہوگا''۔

احمدی تاجروں کی مدد اور راہنمائی کے متعلق ایک تجویز پر تبصرہ کرتے ہوئے حضور نے فرمایا کہ

''احمدی تاجروں کی رہنمائی کے لئے مرکزی طور پر ایک نیوز لیٹر (News Letter) شائع کرنے کا انتظام کیا جائے گا تا کہ احمدی تاجران بہتر طور پر اور بہتر جگہ سرمایہ کاری کر سکیں''۔

ایک تجویز پر تبصرہ کرتے ہوئے حضور نے فرمایا کہ

''نائیجیریا کے موجودہ حالات اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ احمدی تاجر نائیجیریا کا دورہ کریں اور وہاں کے احمدی تاجروں کو اپنے تجربہ اور علم کی روشنی میں مشورہ دیں کہ وہ کس طرح بہتر طور پر سرمایہ کاری کر سکتے ہیں''۔

فرمایا کہ

”دورہ کرنے والے احمدی تاجران اپنے فائدہ کے لئے نہیں بلکہ خدمت خلق کے جذبہ کے ساتھ نائیجیریا کے مقامی احمدی تاجروں کے فائدہ کے لئے یہ دورہ کریں“۔

**تیسرا اجلاس: 29 جولائی**

تلاوت قرآن کریم کے بعد حضور نے اجتماعی دعا کرائی۔اس کے بعد وقف عارضی کی بابرکت تحریک کوفروغ دینے کے متعلق ایک تجویز پر تبصرہ کرتے ہوئے حضور نے فرمایا:۔

”جولوگ وقف عارضی پر جائیں، وہ مقامی لوگوں کے ایڈریس (پتہ جات) حاصل کر کے ان سے مستقل رابطہ رکھیں۔اوراس طرح مستقل وقف پر عمل پیرا ہوں“۔

ایک تجویز پیش ہوئی کہ اگر یوروپین احمدی اور عرب احمدی وقف عارضی کر کے افریقی ممالک میں جائیں تو اس کا بہت اچھا اثر ہوسکتا ہے۔کیونکہ وہاں اکثر یہ غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ نہ تو کوئی یوروپین مسلمان ہوسکتا ہے اور نہ ہی کوئی عرب احمدی ہوسکتا ہے۔حضور رحمہ اللہ نے فرمایا کہ

”اگر کوئی یوروپین احمدی خود رقم خرچ نہ کرسکتے ہوں تو ان کا خرچ جماعت ادا کرسکتی ہے۔لہٰذا ایسے لوگوں کو منتخب کر کے وقف عارضی کے لئے تیار کیا جائے“۔

وقف عارضی کے متعلق ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے حضور نے فرمایا کہ

”وقف عارضی کا مقصد مستقل واقفین کی کمی کو پورا کرنا ہے۔اسی لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے وقف جدید شروع فرمائی تھی۔حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے محسوس فرمایا کہ اگر ایک آدمی دوسری جگہ چند دن کے لئے جائے تو اس کا بہت اچھا اثر ہوگا کیونکہ وہ تعلیم القرآن، تبلیغ اور مسلسل دعاؤں میں مصروف رہنے کی توفیق پائے گا۔لیکن اس وقت یہ تحریک زیادہ تر پاکستان تک محدود تھی۔خلافت رابعہ نے وقف عارضی کی تحریک کو اب بین الاقوامی شکل دے دی ہے۔دوسرے خصوصی زور تبلیغ پر دیا گیا ہے“۔

وقف عارضی کو کامیاب بنانے کے سلسلہ میں فرمایا کہ

”اگر واقف عارضی دوسروں میں دلچسپی لے گا تو وہ بھی اس میں دلچسپی لیں گے۔اور ایسے ہی واقفین عارضی کی ہمیں ضرورت ہے“۔

مزید فرمایا کہ

”وقف عارضی کی سکیم کو نئی نسل اور نئے احمدیوں اور یوروپین اور افریقن احمدیوں میں خاص طور پر متعارف کروایا جائے اور انہیں اس میں شامل ہونے کی تحریک کی جائے“۔

جماعتی عمارات کی حفاظت کے متعلق تجویز پر تبصرہ کرتے ہوئے حضور نے فرمایا کہ

''ہر ملک کے امیر کی ذمہ داری ہے کہ وہ جماعت کی عمارات کی دیکھ بھال اور حفاظت کا خیال رکھے۔ اس غرض کے لئے ہر ملک میں ایک National Inspectorate مقرر کیا جائے، جو جماعتی عمارات کی حفاظت کا ذمہ دار ہو''۔

اکاؤنٹس اور دیگر کاموں کے لئے کمپیوٹر کے استعمال کے متعلق تجویز پر تبصرہ کرتے ہوئے حضور نے بتایا کہ

''اکاؤنٹس کی Computerisation کے متعلق کینیڈا میں تجربہ شروع کیا جارہا ہے، جسے بعد میں ہر جگہ رائج کیا جائے گا۔ اسی طرح تبلیغ کے لئے جو پتہ جات جمع کئے گئے ہیں، ان کے لئے لندن میں کمپیوٹر استعمال کیا جارہا ہے''۔

تیاری بجٹ کے سلسلہ میں حضور نے فرمایا کہ

''بجٹ کی تیاری سے قبل مجلس عاملہ کے اجلاس میں ترجیحات کو متعین کیا جائے اور پھر اس کے مطابق سالانہ بجٹ بنا کر بھجوایا جائے''۔

ایک تجویز پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ

''حضرت مسیح موعودؑ نے اس بات پر انتہائی زور دیا ہے کہ وفات مسیح میں حیات اسلام ہے۔ اس لئے اس موضوع پر خصوصیت کے ساتھ زور دینا چاہیے۔ تاہم وفات مسیح کے موضوع پر انٹرنیشنل کانفرنس کی بجائے ہر ملک میں نیشنل کانفرنس کا انتظام کرنا چاہیے۔ لیکن اب خصوصی توجہ جوبلی جلسہ کی تقریبات کی طرف ہونی چاہیے''۔

مجلس شوریٰ کے اختتام سے قبل حضور انور نے نمائندگان سے مختصر خطاب فرمایا، جس میں جماعت احمدیہ کی علمی فتح اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا ذکر فرمایا اور اس کے ساتھ ہی نمائندگان شوریٰ کو بعض اہم ہدایات دیں۔ آخر میں حضور رحمہ اللہ نے اجتماعی دعا کرائی۔

(مطبوعہ ہفت روزہ النصر 29 اگست 1986ء)

# خلیفۂ وقت کے علاوہ کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ کسی قسم کی مالی تحریک کرے

## ارشادات فرمودہ 29 جولائی 1986ء بر موقع انٹرنیشنل آڈٹ کانفرنس

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے اس موقع پر ہدایات دیتے ہوئے فرمایا:۔

''خلیفۂ وقت کے علاوہ کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ کسی قسم کی مالی تحریک کرے۔ اگر کہیں کسی مالی تحریک کی ضرورت ہو تو خلیفۂ وقت سے پہلے اس کی اجازت لینا ضروری ہے۔ جماعت کے افراد کو بھی یہ چاہیے کہ جب کوئی عہدیدار جماعت میں کوئی مالی تحریک کرے تو وہ اس سے اس کا اجازت نامہ دکھانے کا مطالبہ کریں۔ نیشنل آڈیٹرز کا فرض ہے کہ وہ اپنی رپورٹ میں اس اہم امر کے متعلق بھی مرکز کو رپورٹ کریں''۔

پھر فرمایا:۔

''کچھ چندے ایسے ہیں، جن کی مستقل طور پر پہلے سے نظام جماعت کی طرف سے اجازت ہے۔ مثلاً ذیلی تنظیموں انصار اللہ، خدام الاحمدیہ، لجنہ و ناصرات الاحمدیہ اور اطفال الاحمدیہ کے چندے، اسی طرح مقامی جماعت کو قواعد کے مطابق ''لوکل فنڈ'' وصول کرنے کی اجازت ہے''۔

اجازت حاصل کرنے کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث

مَنْ عَصٰی اَمِیْرِیْ فَقَدْ عَصَانِیْ

کا یہ مفہوم ہے کہ چونکہ صحیح امیر خلیفہ وقت سے اجازت لے کر کام کرتا ہے، اس لئے اس کی نافرمانی، رسول کی نافرمانی ہے اور رسول ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے اجازت لے کر بولتا ہے، اس لئے اس کی نافرمانی، خدا تعالیٰ کی نافرمانی ہوتی ہے۔ لیکن اگر کوئی امیر خلیفہ وقت سے اجازت لئے بغیر کوئی کام کرتا ہے تو اس پر اس حدیث مذکورہ بالا کا اطلاق نہ ہوگا''۔

حضور انور نے فرمایا:۔

''ہر ملک میں آڈٹ کا نظام اس طور پر ہونا چاہیے کہ ہر ماہ مقامی طور پر آڈٹ کیا جائے اور ہر تین ماہ کے بعد نیشنل آڈیٹر کو آڈٹ کرنا چاہیے''۔

مزید برآں فرمایا کہ

''چھوٹے ممالک میں آڈٹ کا نظام نسبتاً سادہ بھی ہو سکتا ہے''۔

اسی طرح فرمایا کہ

''ذیلی تنظیموں کے آڈٹ کا نظام Independent ہونا چاہئے''۔

ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ

''آڈٹ کے متعلق جملہ ہدایات انگریزی زبان میں ہونی چاہئیں تاکہ مقامی دوست بھی ان کو پڑھ کر استفادہ کر سکیں''۔

ایک اور سوال کے جواب میں حضور نے فرمایا:۔

''امیر کی ہدایات ذیلی تنظیموں کے عہدیداران کی ہدایات سے بالا ہیں۔لہذا ذیلی تنظیموں کا فرض ہے کہ امیر سے اجازت لے کر کام کیا کریں تاکہ کوئی غلط فہمی پیدا نہ ہو''۔

(مطبوعہ ہفت روزہ النصر 29 اگست 1986ء)

# مبلغ کو کبھی تھکنا نہیں چاہیے اور جماعت کو مسلسل بیدار رکھنا چاہیے

## ہدایات فرمودہ 31 جولائی و 04 اگست 1986ء برموقع اجلاس مبلغین سلسلہ عالیہ احمدیہ

**اجلاس اول: 31 جولائی**

تلاوت قرآن کریم کے بعد حضور انور نے اجتماعی دعا کرائی۔ بعدہ نئے غیر ملکی مبلغین کے ریفریشر کورس (Refresher Course) میں شامل ہونے والے مبلغین کے متعلق حضور انور نے رپورٹ طلب فرمائی۔ چنانچہ بتایا گیا کہ یوگنڈا، غانا، تنزانیہ، نائیجیریا اور گیمبیا سے آئے ہوئے 8 مبلغین کرام اس میں شامل ہو رہے ہیں۔ اس کے بعد حضور نے فرمایا کہ

"چونکہ بعض مبلغین اردو نہیں سمجھتے، اس لئے مجلس کی کارروائی انگریزی زبان میں ہوگی"۔

بعد ازاں حضور نے اس امر پر اللہ تعالیٰ کا خاص طور پر شکر ادا کیا کہ اس مجلس شوریٰ میں جتنی بڑی تعداد میں مختلف ممالک سے تعلق رکھنے والے مبلغین سلسلہ شامل ہو رہے ہیں، اتنے کبھی پہلے نہیں ہوئے۔ اس مجلس میں بفضلہ تعالیٰ 74 مبلغین سلسلہ شامل تھے۔ الحمدللہ

اس موقع پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مبلغین سلسلہ کو جو زریں ہدایات ارشاد فرمائیں، ان کا خلاصہ درج ذیل ہے۔ فرمایا:۔

"بعض ممالک میں تبلیغی منصوبہ پر باقاعدگی سے عمل کیا جا رہا ہے اور بعض ممالک اس سے غافل ہیں۔ جس کے نتیجہ میں دونوں قسم کے ممالک میں ہونے والی نئی بیعتوں کی شرح میں غیر معمولی فرق ہے۔ لہٰذا ان امور کا جائزہ لے کر تبلیغی منصوبہ پر باقاعدگی سے عمل کرنے کی ضرورت ہے"۔

طریقۂ تبلیغ کے متعلق فرمایا:۔

"تبلیغ کے لئے ہمیشہ ایک ہی طریق اور پروگرام جاری رکھنا مناسب نہیں ہوتا بلکہ اس میں تبدیلیاں ہوتی رہنی چاہئیں۔ کیونکہ اس سے کارکردگی میں بہتری پیدا ہوتی ہے"۔

پمفلٹ کی تقسیم کے متعلق فرمایا:۔

"پمفلٹ کی تقسیم کا کام ابتدائی طور پر مناسب ہوتا ہے۔ لیکن اس کے بعد مسلسل رابطہ ضروری ہے، جس کے نتیجہ میں لوگ جماعت کے قریب آئیں"۔

اس سلسلے میں مزید فرمایا:۔

”حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب فتح اسلام میں جو پانچ شاخوں پر مشتمل تبلیغی منصوبہ کا ذکر فرمایا، اس میں جہاں اشتہارات کا ذکر ہے، وہاں مہمان نوازی کا شعبہ بھی موجود ہے۔ اس کا مقصد یہی تھا کہ جن لوگوں کے ساتھ اشتہارات و کتب وغیرہ کے ذریعہ رابطہ قائم ہو، پھر وہ مرکز سلسلہ میں بھی آئیں اور ان کی مہمان نوازی کی جائے“۔

نوجوانوں میں تبلیغ کرنے کی ہدایت دیتے ہوئے فرمایا:۔

”نوجوانوں میں خاص طور پر تبلیغ کریں۔ کیونکہ وہ ملک کا مستقبل ہوتے ہیں۔ جو مبلغ نوجوانوں میں تبلیغ کا منصوبہ بنا کر اس پر عمل نہیں کرتا، وہ اپنی ذمہ داری سے غافل ہے“۔

نئی بیعتوں میں تیز رفتاری پیدا کرنے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:۔

”بیعتوں کی موجودہ رفتار بہت سست ہے۔ اس رفتار سے ہم دنیا کو فتح نہیں کر سکتے۔ لہٰذا اس رفتار کو تیز کریں“۔

فرمایا:۔

”کسی جماعت کی تعداد میں اضافہ نہایت اہمیت رکھتا ہے اور اس کے لئے نوجوانوں کو سب سے پہلے ٹارگٹ بنانا چاہیے“۔

فرمایا:۔

”اگر نوجوانوں کو اس وقت احمدیت کی طرف مائل نہ کیا گیا تو وہ کمیونزم اور دہریت کا شکار ہو جائیں گے اور پھر ان کو مذہب کی طرف واپس لانا زیادہ مشکل ہوگا۔ اگرچہ دہریوں کو بھی مذہب کی طرف واپس لانا ناممکن نہیں، جیسا کہ حال ہی میں سکاٹ لینڈ میں ایک دہریہ نوجوان جماعت میں شامل ہوا ہے اور وہ پوری سنجیدگی اور بشاشت سے تمام کاموں میں حصہ لے رہا ہے“۔

اپنے نوجوانوں کو تبلیغ میں لگانے کے متعلق فرمایا کہ

”نوجوانوں میں تبلیغ کے لئے اپنے نوجوانوں کو تیار کرنا چاہئے۔ ہم عمری کی وجہ سے رابطہ زیادہ مستقل اور مؤثر ہو سکتا ہے“۔

داعین الی اللہ کی تعداد کو بڑھانے کے متعلق فرمایا:۔

”چند احمدیوں کے تبلیغ میں لگ جانے سے مطمئن ہو جانا مناسب نہیں۔ کیونکہ جماعت کی بہت بڑی تعداد ایسی ہے، جو ابھی تک تبلیغ کے کام میں شامل نہیں ہوئی“۔

تبلیغ کے کام کومنظّم کرنے کے کے متعلق فرمایا:۔

''ہر جگہ با قاعدہ تبلیغ کرنے والوں اور بے قاعدہ تبلیغ کرنے والوں کی فہرستیں تیار ہونی چاہئیں اور پھر بے قاعدہ تبلیغ کرنے والوں کو با قاعدہ تبلیغ کرنے والے افراد میں شامل کرنے کے لئے مسلسل جدوجہد کی جائے''۔

فرمایا:۔

''بہت سے مبلغین ابھی تک اس امر سے غافل ہیں''۔

زیادہ سے زیادہ افراد کو جماعتی کاموں میں شامل کرنے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:۔

''اکثر جماعتوں میں جماعت کا کام چند ایک افراد کے گرد گھوم رہا ہوتا ہے اور وہ لوگ دوسرے افراد کو آگے لانے کی کوشش بھی نہیں کرتے اور نہ ہی خواہش رکھتے ہیں کہ دوسرے لوگ آگے آئیں۔اس رویہ کو درست کرنا چاہیے۔کیونکہ اس سے جماعت میں کئی قسم کمزوریاں پیدا ہوتی ہیں''۔

اپنے معاونین کی تعداد بڑھانے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:۔

''جو مبلغ اپنے ساتھیوں کی تعداد بڑھاتا رہتا ہے، ہمیشہ وہی کامیاب ہوتا ہے''۔

نیز فرمایا:۔

''اب جو تبلیغی منصوبہ جاری کیا جارہا ہے، وہ چند آدمیوں کے ساتھ کامیاب نہیں ہوسکے گا''۔

فرمایا:۔

''ہر مبلغ خدا کے فضل سے اس قابل ہوتا ہے کہ وہ مزید کام کرنے والے ساتھی پیدا کرسکے''۔

ساتھیوں کی تعداد بڑھانے کے سلسلہ میں مزید فرمایا:۔

''ہر مبلغ کو اپنے مقام کو ملحوظ رکھتے ہوئے محبت اور دعاؤں کے ساتھ افراد جماعت کے دل جیتنے کی کوشش کرنی چاہیئے''۔

منصوبہ بندی برائے لٹریچر کے متعلق فرمایا:۔

''لٹریچر کے متعلق منصوبہ تیار کرکے اس پر عمل کرنا بھی مبلغین کے فرائض میں شامل ہے۔کچھ لٹریچر مرکز مہیا کرتا ہے لیکن کچھ لٹریچر مقامی طور پر تیار کرنا بھی ضروری ہوتا ہے۔اوراس کی تیاری کے لئے مناسب آدمیوں کو منتخب کرنا چاہیے۔اہم شخصیات (اپنے علاقہ کی) کو تحائف پیش کرنے کے ذریعہ بھی جماعت کے قریب کرنے کی کوشش کریں۔لیکن اپنے وسائل کی حد بندی کو بھی ملحوظ رکھیں''۔

حضور انور نے مالی وسائل کو ترقی دینے کے متعلق فرمایا:۔

”اپنے کام کو وسعت دینے کے لئے اپنے مالی وسائل کو بھی ترقی دیں۔اس کے لئے دو باتوں کی طرف خاص توجہ کریں۔اول: وہ افراد، جو معیاری قربانی نہیں کر رہے تو انہیں معیاری قربانی کی طرف لائیں۔ دوسرے: نئے روزگار حاصل کرنے والے نوجوانوں کو چندے کے نظام میں فوراً شامل کرنے کا انتظام کریں“۔

فرمایا:۔

”ایسے افراد کو قریب کرنے کے لئے اپنے ہاں مدعو بھی کرنا چاہیے۔اسی طرح جماعتی نظام کو بھی بیدار کریں کہ وہ تمام افراد سے بروقت چندہ وصولی کرنے کا مؤثر انتظام کرے“۔

مالی امور کو زیادہ سے زیادہ افراد جماعت کے سپرد کرنے کے متعلق فرمایا:۔

”اگر مبلغ انچارج امیر بھی ہو، تب بھی اسے مالی امور زیادہ سے زیادہ افراد جماعت کے سپرد کرنے چاہیے اور ایسی صورت پیدا نہیں ہونی چاہیے کہ افراد جماعت یہ خیال کرنے لگیں کہ مبلغ انچارج مالی امور پر اپنا قبضہ جمانا چاہتا ہے۔مالی امور کے متعلق اگر کوئی بات غیر واضح ہو تو مرکز سے فوراً ہدایت حاصل کریں“۔

افراد جماعت سے صحیح سلوک کی اہمیت کے متعلق فرمایا:۔

”افراد جماعت اس وقت تک نافرمان اور باغی نہیں ہوتے، جب تک ان کے ساتھ غلط سلوک نہ کیا جائے۔اور کسی ایک عہدیدار کے غلط رویہ کے نتیجہ میں آئندہ آنے والے عہدیداران کے لئے بھی مشکلات پیدا ہو جاتی ہیں۔اس لئے اس کا خاص خیال رکھنا چاہیے“۔

نئے اور گزشتہ امیر کے باہمی رویہ کے متعلق فرمایا:۔

”نئے امیر کا پچھلے امیر پر پبلک یا پرائیویٹ طور پر تنقید کرنا، انتہائی افسوس ناک فعل ہے اور خدا کی نگاہ میں نہایت مکروہ ہے۔ہاں اگر گزشتہ نظام میں کوئی نقص ہو تو مرکز کو اس سے مطلع کریں“۔

اسی سلسلہ میں فرمایا:۔

”چارج لیتے وقت نئے امیر کا یہ کام نہیں کہ گزشتہ امیر کے اخراجات میں نقائص نکال کر اسے بدنام کرے یا اس سے کوئی مطالبہ کرے۔اگر کوئی بات قابل اصلاح ہو تو صرف مرکز کو مطلع کرنا چاہیے“۔

فرمایا:۔

”سابق مبلغ سے احسان کا معاملہ کر کے جماعت کو بھی انتشار سے محفوظ رکھنے کی کوشش کرنی چاہیے“۔

رپورٹوں کے متعلق حضور انور نے فرمایا:۔

''اپنی رپورٹیں باقاعدگی سے بھجوائیں۔اور اچھے کاموں کے ساتھ ساتھ ان پہلوؤں کا بھی ذکر کریں،جن میں ابھی کوتاہی اور کمزوری ہے۔یہ آپ کے لئے محاسبہ اور اصلاح کا بہترین ذریعہ ہوگا''۔

نیز فرمایا:۔

''قرآن کریم کو پڑھیں اور ہمیشہ اس سے سبق حاصل کرتے رہیں''۔

وکالت تبشیر کو ہدایت کرتے ہوئے فرمایا کہ

''جو مبلغ اچھے رنگ میں اور باقاعدگی سے کام کررہے ہیں، ان کے طریقہ کار سے دوسرے مبلغین کو مطلع کریں تاکہ دوسرے بھی اس سے فائدہ اٹھائیں''۔

**اجلاس دوم:04 اگست**

تلاوت قرآن کریم کے بعد اجتماعی دعا ہوئی اور پھر حضور نے فرمایا کہ

''آج کی مجلس اردو میں ہوگی کیونکہ یہ مجلس صرف انگلستان کی نہیں بلکہ متعدد ممالک سے آنے والے مبلغین اس میں شامل ہیں''۔

پھر فرمایا کہ

''یہ مجلس مسائل،مشوروں اور اچھے تجربات کے بیان کے لئے وقف ہے''۔

چنانچہ حضور رحمہ اللہ کی اجازت سے متعدد مبلغین سلسلہ نے باری باری اپنے خیالات کا اظہار کیا۔اس دوران حضور انور نے جو ارشادات فرمائے،ان کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

ہالینڈ میں قرآن کریم کے تراجم کی نمائش کے کامیاب تجربہ کا ذکر ہوا تو فرمایا:۔

''آئندہ اس نمائش کے ساتھ ساتھ اسلام آباد میں ہونے والی لٹریچر کی نمائش کی ویڈیو فلم بھی دکھائیں۔کیونکہ بہت سا لٹریچر ایسا ہے،جو ہر جگہ میسر نہیں ہوتا۔اس لئے وہاں یہ وڈیو فلم بہت مفید رہے گی''۔

سوئٹزرلینڈ کی طرف سے نوجوان طالبعلموں کے مسائل سے تعلق رکھنے والے لٹریچر کی تجویز پیش ہونے پر فرمایا:۔

''مقامی طور پر کمیٹیاں مقرر کر کے اپنے تجربات سے مرکز کو رپورٹیں دیں۔پھر ان کی روشنی میں مرکز راہنمائی کرے گا''۔

دہریوں میں تبلیغ کے متعلق فرمایا:۔

''سارے مغرب میں دہریت عام ہو چکی ہے۔اس کی اصلاح کے لئے خصوصی انتظام کی ضرورت ہے۔ کیونکہ عیسائیت یا کسی اور مذہب والا لٹریچر ان کے کام نہیں آسکتا۔ اور مادی آسائشوں کے باوجود دہریت کی وجہ سے عدم سکون ہے۔ جس کا علاج

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ

کے مطابق اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنے میں ہے۔اس کی طرف نوجوانوں کو توجہ دلانی چاہیے اور بتانا چاہیے کہ اسلام کا خدا، زندہ خدا ہے اور باقی مذاہب کے خدا مر چکے ہیں''۔

فرمایا:۔

''خدا تعالیٰ کی ہستی کو ثابت کرنے کے لئے سب مذاہب کو چیلنج دینا چاہیے۔اس کے لئے سب مذاہب کے نمائندوں کو مدعو کر کے ان کے سوالوں کے جواب دیں اور اس کے ساتھ ساتھ ان کے بودے اعتقادات کو نمایاں کرنے کے لئے ان پر بھی سوالات کریں''۔

پھر فرمایا:۔

''دہریوں کے سامنے انسان کی ہستی (Human Machine) کو سائنسی طور پر ہستی باری تعالیٰ کے ثبوت کے طور پر پیش کریں۔ اور اس تعلق میں ان کے اعتراضات کے جوابات بھی دیں۔ مثلاً Evolution (ارتقاء) کے نقطۂ نگاہ سے بھی اعتراضات کئے جاتے ہیں، ان کے جوابات دینے چاہئیں''۔

فرمایا:۔

''دہریوں کی اصلاح کے لئے ہر مبلغ کو دلائل کے ساتھ باقاعدہ مسلح کیا جانا چاہیے''۔

اس سلسلہ میں حضور نے مکرم عطاء المجیب راشد صاحب امام مسجد لندن کو ارشاد فرمایا کہ

''مجالس عرفان میں دہریت کے متعلق باقاعدہ سوالات کئے جائیں اور پھر ان کے جوابات پر مشتمل کیسٹوں سے ہر جگہ استفادہ کیا جائے''۔

مزید فرمایا:۔

''ہستی باری تعالیٰ کے ثبوت کے لئے

اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ

کے مطابق دعا کے مضمون کو بھی نمایاں طور پر پیش کیا جائے''۔

فرمایا:۔

''اپنے اپنے ممالک میں خدا کی نمائندگی کا حق ادا کریں اور دہریوں کو چیلنج کریں''۔

فرمایا:۔

''دوسرے مذاہب سے لڑائی جھگڑا نہیں کرنا بلکہ یہ کہنا ہے کہ رب العالمین خدا کو ذاتی تجربہ سے معلوم کریں''۔

مبلغ انچارج گیمبیا نے بتایا کہ گزشتہ سال گیمبیا میں خدا کے فضل سے 707 بیعتیں ہوئیں اور اس سال مزید 762 بیعتیں ہو چکی ہیں۔اس پر حضور انور نے فرمایا کہ

''دیہاتوں میں خاص طور پر تبلیغ کریں اور اگر کہیں عدم دلچسپی دکھائی دے، تب بھی کام جاری رکھیں، خدا کے فضل سے کامیابی ہوگی''۔

اٹالین ترجمہ قرآن کریم کی اشاعت کی سلسلہ میں مبلغ انچارج امریکہ کو حضور انور نے فرمایا کہ

''امریکہ میں بھی اٹالین لوگ کافی تعداد میں موجود ہیں، انہیں بھی اس سے متعارف کرائیں''۔

نیز فرمایا کہ

''اٹالین لوگ دو قسم کے ہیں۔ایک وہ، جو پکے رومن کیتھولک ہیں اور اس وجہ سے وہ بات سننے کے لئے تیار نہیں ہوتے اور دوسرے وہ ہیں، جو رومن کیتھولک چرچ سے سخت متنفر ہیں اور دہریہ ہو چکے ہیں۔اس لئے وہ بھی کم ہی بات سنتے ہیں۔لیکن ہم نے لوگوں کی عدم دلچسپی کے باوجود کام جاری رکھنا ہے''۔

انڈونیشیا کے مبلغ نے عرض کیا کہ تبلیغ کے کام میں جو مشکلات ہیں، ان میں سے ایک ٹرانسپورٹ کی دقت ہے۔اس پر حضور انور نے عمومی ہدایت دیتے ہوئے فرمایا کہ

''جس مبلغ کا کام یہ مطالبہ کرتا ہو کہ اسے کار لے کر دی جائے، اس کے لئے کار کا انتظام کر دیا جائے''۔

مزید فرمایا کہ

''نئی کاروں کی بجائے ایسی مستعمل کاریں لی جائیں، جو اچھی حالت میں ہوں اور وہ روز روز خرچ نہ مانگتی ہوں۔جب کوئی کار خرچ مانگنا شروع کر دے تو اسے فروخت کر کے کوئی اور کار خرید لی جائے''۔

حضور انور نے وکالت تبشیر کو ہدایت فرمائی کہ

''تمام ممالک کو نئی بیعتوں کی تعداد کے متعلق باقاعدگی سے سرکلر بھجوائے جائیں تا کہ مسابقت کی روح تیز ہو''۔

ایک مبلغ نے اپنے تبلیغی کام کی رپورٹ پیش کی تو حضور انور نے فرمایا کہ

''ساری جماعت کو تبلیغ کے کام میں لگانے کے سلسلہ میں جو کام کیا گیا ہے، اس کی رپورٹ بھی بتائیں''۔

نیز فرمایا کہ

''صاحب حیثیت اور تعلیم یافتہ لوگوں میں خاص طور پر تبلیغ کرنی چاہیے۔ کیونکہ اس کا اثر دوسرے لوگوں پر بھی ہوتا ہے''۔

ایک مبلغ نے حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ دہریت کو دور کرنے کے لئے جہاں ہستی باری تعالیٰ کے ثبوت پر کیسٹس تیار کی جائیں، وہاں یوم قیامت جزا سزا اور حیات بعد الموت کے متعلق بھی کیسٹس ہونی چاہئیں۔ حضور انور نے فرمایا کہ

''ان موضوعات کو بھی شامل کر لیا جائے گا''۔

حضور انور نے فرمایا کہ

''نسیم باجوہ صاحب کا کام خوب منظم ہے اور میری ہدایات کی تعمیل کی کوشش کی جاتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ ان کے حلقہ میں جتنے داعی الی اللہ بن گئے ہیں، اتنے باقی سارے انگلستان میں بھی نہیں''۔

نیز فرمایا کہ

''ان کے حلقہ کے داعیین الی اللہ مجھے دعا کے لئے بھی لکھتے رہتے ہیں''۔

مزید برآں حضور نے ارشاد فرمایا کہ

''ماہانہ رپورٹ فارموں کی کاپی نمونہ کے طور پر تمام مبلغین کو دے دی جائے''۔

نیز فرمایا کہ

''خلیفہ کی اطاعت میں بڑی برکت ہوتی ہے۔ میں نے خود دو خلفاء کی راہنمائی سے بہت فائدہ اٹھایا ہے''۔

وکالت تبشیر کو ہدایت کرتے ہوئے فرمایا کہ تبلیغ کے متعلق جتنے حضور کے ارشادات ہیں، انہیں جمع کر کے تمام مبلغین کو بھجوایا جائے تا کہ وہ اس کی روشنی میں کام کریں۔ پھر فرمایا:۔

كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ

میں یہ بھی ہدایت ہے کہ تبلیغ کے طریقوں میں تنوع اور تبدیلی ہوتی رہنی چاہیے''۔

نیز فرمایا:۔

''جہاں جہاں اٹالین لوگ موجود ہیں، وہاں ان میں تبلیغ کے لئے خصوصی گروپ تیار کئے جائیں''۔

پھر فرمایا کہ

''مبلغ کو کبھی تھکنا نہیں چاہیے اور جماعت کو مسلسل بیدار رکھنا چاہیے''۔

مبلغ انچارج غانا نے بتایا کہ مغربی افریقہ کے دوممالک جہاں پہلے مشن قائم کرنے کی اجازت نہ تھی، ان ممالک کے غانا میں مقیم سفراء کو فرانسیسی ترجمہ قرآن کریم بطور تحفہ پیش کیا گیا تو وہ اتنے متاثر ہوئے کہ انہوں نے اپنے ملکوں میں مشن قائم کرنے کی اجازت پر آمادگی ظاہر کر دی۔ اس پر حضور انور نے فرمایا کہ

''ہر زبان کا نیا ترجمہ قرآن کریم جو شائع کیا جارہا ہے، وہ اپنے اپنے ملک میں متعلقہ ملک کے سفیر کو بطور تحفہ دیا جائے اور اس کے ساتھ ساتھ تمام عرب سفراء کو بھی دیا جائے''۔

کھیلوں کو منظّم کرنے کے ذریعہ تبلیغ کا ذکر ہوا تو حضور نے فرمایا کہ

''ہر ملک میں جو احمدی اچھا کھلاڑی ہو، اس کی سرپرستی کی جائے۔ بچپن کی عمر سے ہی احمدی بچوں کو کھیلوں کے لئے تیار کریں۔ کھیلوں کے معیار کو بہتر بنانے کے لئے ضروری لٹریچر بھی منگوائیں اور کوچنگ کا بھی انتظام کریں''۔

سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں لیکچرز کے ذریعہ تبلیغ کا ذکر ہوا تو حضور نے بتایا کہ پچھلے دنوں حضور کو کیمرج یونیورسٹی (برطانیہ) میں لیکچر کے لئے بلایا گیا، اس کا ایک اچھا اثر یہ ہوا کہ یونیورسٹی کے تین پروفیسروں نے اس قدر دلچسپی لینی شروع کر دی ہے کہ وہ ہمارے اس جلسہ سالانہ میں بھی شرکت کے لئے آئے۔

اخبارات کے ذریعہ تبلیغ کا ذکر ہوا تو حضور نے فرمایا کہ

''انفرادی طور پر اخبارات سے رابطہ کی بجائے اگر خبر رساں ایجنسیوں سے تعلقات رکھے جائیں تو زیادہ فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے''۔

ایک مبلغ نے حضور کی خدمت میں درخواست کی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفاء کی تصاویر بھی تبلیغ کا ایک اچھا ذریعہ ہیں، اس لئے تمام مشنوں کو ایک ہی سائز کی اچھی سی تصاویر کا سیٹ مہیا کرنے کا انتظام کر دیا جائے۔ اسی طرح یہ بھی عرض کیا کہ اس وقت نو مطبوعہ لٹریچر کی دو دو کاپیاں صرف ملکی ہیڈ کوارٹر کو بھجوائی جاتی ہیں۔ اگر برانچ مشنوں کو بھی بھجوادی جائیں تو بہت فائدہ ہوگا۔ اسی طرح برانچ مشنوں میں ویڈیو اور جماعتی پروگراموں کی ویڈیو فلمیں مہیا کرنے کی بھی درخواست کی۔ حضور انور نے از راہ شفقت سب تجاویز کو قبول فرماتے ہوئے مکرم وکیل التبشیر صاحب کو تعمیل کی ہدایت فرمائی۔ نیز وضاحت فرمائی برانچ مشنوں سے صرف وہ مشن مراد ہیں، جہاں مبلغ مقیم ہے۔

تنزانیہ میں ہسپتال کھولنے کا مسئلہ پیش ہوا تو حضور انور نے بتایا کہ

''مکرم شیخ مبارک احمد صاحب مبلغ انچارج امریکہ اور ان کے خاندان نے اس غرض کے لئے 50 ہزار پونڈ کا عطیہ دیا ہے۔(**فجزاھم اللّٰہ تعالیٰ**)''

حضور نے مبلغ انچارج تنزانیہ کو ہدایت فرمائی کہ

''ہسپتال کھولنے کا کام جلد از جلد کیا جائے''۔

(مطبوعہ ہفت روزہ النصر 05 ستمبر 1986ء)

# اشاعت قرآن، تعمیر مساجد، دعوت الی اللہ اور سیرۃ النبیؐ کے اجلاسات کی تحریک

## خطبہ جمعہ فرمودہ 08 اگست 1986ء

"..... ابھی حال ہی میں وہ نیا سال، جو جولائی سے شروع ہوا ہے، اس نئے سال کے پہلے مہینہ میں انگلستان میں دو انٹرنیشنل کانفرنسیں منعقد ہوئیں۔ ایک جماعت احمدیہ کی طرف سے اور ایک جماعت احمدیہ کے معاندین اور مخالفین کی طرف سے۔ دونوں میں جہاں تک نیتوں اور مقاصد کا تعلق تھا، دونوں کے مقاصد بظاہر نہایت نیک اور بلند پرواز تھے۔ اللہ اور رسولؐ کی محبت کے نام پر یہ دونوں جلسے کئے گئے۔ اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ بعض دفعہ جب دونوں ارادے یا دونوں ادعا کہنا چاہئے، ایک جیسے ہوں، یعنی ایک کا عمل بھی بظاہر حسین اس کو نظر آ رہا ہو اور دوسرے کا عمل بھی اس کو حسین نظر آ رہا ہو تو بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ عمل تو حسین نظر آ رہا ہوتا ہے لیکن درحقیقت عمل حسین نہیں ہوتا۔ ایسی صورت میں سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو گمراہ قرار دے اور ان کے لئے کوئی اور عاقبت مقدر نہیں ہو سکتی۔ جو لوگ بدی کریں، نیک کاموں پر، نیک ناموں پر، نیک ادعا لے کر اور سمجھ رہے ہوں کہ وہ بہت ہی حسین کام کر رہے ہیں، ان کی ہلاکت خدا تعالیٰ کے نزدیک یقینی ہے"۔

"..... ان دونوں پہلوؤں سے جب ہم موازنہ کرتے ہیں ان کارروائیوں کا، جو خدا کے نام پر منعقد کرنے والے عظیم انٹرنیشنل اجلاسات میں کی گئیں تو بات کھل کر سامنے آ جاتی ہے۔ اللہ اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس کے نام پر جو انٹرنیشنل کانفرنس پاکستان سے اور بعض دیگر ممالک سے آنے والے علماء نے کی، اس کی رپورٹ میں نے کل ہی مطالعہ کی ہے۔ اول سے آخر تک نہایت گندے مغلظات ہیں۔ ان کی ریکارڈنگ بھی ہمارے پاس موجود ہے۔ اتنا گند بولا گیا ہے کہ وہ لاہور یا بعض دوسرے شہروں کے گندے علاقے، جن کی بدزبانی مشہور ہے، وہ بھی شاید اس کلام کو سن کر شرما جائیں، جو خدا اور رسول کے نام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہونے والے منبروں پر چڑھ کے بولا گیا ہے۔ اور رپورٹ یہ ہے اور اس رپورٹ کی تصدیق اس ریکارڈنگ سے ہوتی ہے، جو ہمارے پاس موجود ہے کہ جتنی گندی گالیاں دینے والا مولوی آیا، اتنی ہی زیادہ اس کی واہ واہ ہوئی، اتنے ہی زیادہ نعرہ ہائے تکبیر بلند ہوئے۔ یعنی گندی گالیوں کے نام پر اللہ کی تکبیر بلند ہو رہی ہے۔ خبیثانہ الزامات کے نتیجہ میں خدا یاد آ رہا ہے"۔

''.... ہر تقریر کا آخری مدعا یہ تھا کہ ہر احمدی کو ہم ہلاک کر دیں گے۔ اور لیڈر سے لے کے نام لے کر چھوٹے سے چھوٹے آدمی کو ایک ایک کو ہم خاک میں ملا دیں گے۔ یہ ہمارا ادعا ہے اور یہی ہمیں اسلام سکھاتا ہے۔

اب اپنے جلسہ کی طرف آئیں تو آپ کو یاد ہے، اس کی تاثیرات ابھی تک آپ کے دلوں میں رس گھول رہی ہیں۔ کس طرح اللہ کے ذکر بلند ہوئے، کس طرح حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے گیت گائے گئے، آپ کے پیار اور محبت کی باتیں ہوئیں، کس طرح قرآن اور اسلام کے عشق میں جماعت احمدیہ جو خدمتیں سرانجام دے رہی ہے، ان کے ذکر چلے۔ عجیب بادۂ عرفان تھی، جو ان تین دنوں میں بٹتی رہی۔ اور جماعت احمدیہ کے وہ ممبران، جو دور دراز سے وہاں شامل ہونے کے لئے آئے، ہر ایک نے یہ محسوس کیا کہ اس سے بہتر نہ اس کے پیسے کی قیمت مل سکتی تھی، نہ اس کے وقت کی قیمت مل سکتی تھی۔ اور پروگرام یہ بیان ہوئے کہ ہم ساری دنیا کو زندگی بخشنے کے لئے آئے ہیں۔ ساری دنیا کو حیات نو عطا کرنا، ہمارے مقاصد میں سے اولین مقصد ہے۔ اور اسی پروگرام کو لے کر ہم دنیا کے کونے کونے میں جائیں گے اور دنیا کے کونے کونے میں مردہ قوموں کو اسلام کے حیات بخش جام پلا پلا کے زندہ کریں گے۔ یہ ہمارے پروگرام کا خلاصہ تھا''۔

''.....صرف ایک بات پیش نظر رہنی چاہئے کہ ان تمام آیات کا مرکزی نقطہ عمل صالح ہے۔ اگر ہم اپنے عمل صالح میں ترقی کریں گے، اپنے اعمال کو بہتر سے بہتر بناتے چلے جائیں گے تو یہ سارے وعدے ہمارے حق میں پورے ہوں گے۔ اور ہمارے پاس یقین دہانی کی وجہ ہوگی کہ ہاں ہم ہی وہ جماعت ہیں، جس کا بڑے پیار کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کے زمرہ میں ذکر کیا گیا ہے۔

اس پہلو سے جو سال نو کے پروگرام ہیں، وہ تو بہت تفصیلی ہیں۔ اور انشاء اللہ جماعت کو وقتاً فوقتاً دیئے بھی جاتے رہیں گے۔ اور پہلے بھی بہت سے حصے کھول کر بیان ہو چکے ہیں۔ جس قسم کے کام ہم پچھلے سال کرتے رہے ہیں، اسی قسم کے کام ہم نے اب بھی کرنے ہیں۔ پہلے سے زیادہ شدت سے کرنے ہیں، پہلے سے زیادہ اخلاص اور محبت سے کرنے ہیں، پہلے سے زیادہ ذمہ داری کے احساس سے کرنے ہیں، پہلے سے زیادہ دعائیں کرتے ہوئے، وہ کام کرنے ہیں۔

ان میں تین چار ایسے بنیادی کام ہیں، جن کی طرف میں آپ کو آج توجہ دلا دیتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ نیک اعمال میں سب سے زیادہ زور ہم ان باتوں پر اس سال دیں گے۔

اول: اشاعت قرآن کریم۔ کیونکہ اشاعت قرآن کریم میں عالم اسلام، عالم عیسائیت سے بہت ہی پیچھے رہ گیا ہے۔ اور جب بھی نظر پڑتی ہے، اس موازنہ پر تو شرم سے دل کٹنے لگتا ہے۔ کروڑ ہا کروڑ مسلمان موجود ہو اور خدا تعالیٰ نے دولت کی ریل پیل کر دی ہو، بعض ممالک میں اور قرآن کریم کی اشاعت سے غافل ہوں تو قرآن کریم کی اشاعت کا کام بھی ہم نے سنبھالنا ہے۔

مساجد کو ایسے ملکوں میں بنانا، جہاں پہلے اس سے خدا تعالیٰ کی توحید کے گیت نہیں گائے جاتے رہے، جہاں پہلے اذانیں بلند نہیں ہوئیں۔ تو دراصل یہ ان کے منفی کردار کا ایک مثبت جواب ہے، جو خدا تعالیٰ نے ہمیں سکھایا ہے۔ قرآن کریم کی اشاعت پر وہ جتنی پابندیاں لگا رہے ہیں، خود نہ کرنے کے باوجود دوسروں کو بھی روک رہے ہیں، اس کا ایک ہی جواب ہے جماعت احمدیہ کے پاس کہ پہلے سے کئی گنا زیادہ مضبوط ارادوں اور مخلصانہ اور عاجزانہ دعاؤں کے ساتھ اور تمام تر ایثار اور قربانی کے ساتھ اشاعت قرآن کریم کی طرف توجہ دیں۔ اور پچھلے سال جو خدمت کی توفیق ملی ہے، اس سے زیادہ اس سال خدمت کرنے کا عزم لے کر اس سال کو شروع کریں۔ اور مجھے یقین ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ اس سے بڑھ کر خدمت کی توفیق ملے گی۔

دوسرا: مساجد کے متعلق بھی ایک ایسا پروگرام ہے، جو جماعت کا ہمیشہ سے جاری ہے۔ لیکن اس پروگرام میں ان کے منفی رویہ کو بھی ایک دخل ہے۔ انہوں نے مساجد پر حملہ کرنا شروع کیا ہے۔ قرآن کے بعد مساجد پر حملہ ہے۔ ہر اسلام کی بنیاد پر حملہ ہے۔ اس لئے اس کے مقابل پر ہم مساجد کو انشاء اللہ تعالیٰ مزید وسعتیں دیں گے۔ گزشتہ سال بھی مساجد کی توسیع اور مساجد کی تعمیر کا سال تھا۔ یہ سال بھی انشاء اللہ تعالیٰ اس پہلو سے اس کام کو آگے بڑھانے کا سال ہوگا۔ اور مساجد کے ساتھ مشنز ہیں۔ بعض خدا کے فضل سے بہت عظیم الشان مشنز خدا تعالیٰ نے پچھلے سال بنانے کی توفیق عطا فرمائی۔ امسال بھی خدا تعالیٰ توفیق عطا فرمائے گا تو ہمارا منصوبہ یہ ہے کہ بالکل نئے ممالک میں جہاں پہلے مشن اور مساجد قائم نہیں تھیں، وہاں انشاء اللہ تعالیٰ مشن اور مساجد کی تعمیر کی کوشش کی جائے گی۔

تیسرا: دعوت الی اللہ ہے۔ اس میں ابھی تک ہم خواہش کے مطابق داعیین الی اللہ پیدا نہیں کر سکے۔ تو یہ سال اس پہلو سے دعوت الی اللہ پر زور دینے کا سال ہونا چاہئے۔

اور چوتھا: جو نیا پروگرام ہے۔ یہ تین پروگرام پہلے سے چل رہے ہیں، چوتھا جو نیا پروگرام ہے، وہ ہے تو بہت ہی پرانا۔ لیکن وہ عام طریق پر جاری ہے۔ غیر معمولی شدت اور قوت کے ساتھ اسے ہم نے گزشتہ سال میں اپنایا نہیں۔ وہ ہے سیرت کے جلسوں کو فروغ دینا۔ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہی سے دنیا نے نجات پانی ہے۔ اگر صرف قرآن کریم کا پیغام ہم دیں اور ساتھ سیرت کا نمونہ پیش نہ

کریں تو وہ پیغام نامکمل ہوگا، آدھا ہوگا۔ ہے تو مکمل لیکن انسان زندہ انسانوں کے ساتھ رابطے میں آکر ایک پہلو سے وہ آدھا نظر آتا ہے۔ وہ پیغام، جو مکمل ہو اور اسے مکمل طور پر عمل کے سانچے میں ڈھالنے والے وجود نہ ہوں، اس پہلو سے وہ آدھا رہ جاتا ہے کہ پروگرام تو بہت اچھا ہے لیکن واقعۃً انسانوں کی زندگی پر اثر انداز ہو بھی سکتا ہے کہ نہیں؟ واقعۃً انسان اس قابل ہیں بھی کہ نہیں کہ اس کے متحمل ہو سکیں؟ اس پروگرام کو اپنے اعمال میں جاری کریں، اپنی سیرت میں ڈھالیں، یہ ممکن ہے کہ نہیں؟ اس کے لئے ایک عملی نمونہ کی ضرورت ہے۔ اور قرآن کریم نے حضرت اقدس محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں وہ نمونہ ہمارے سامنے پیش کر دیا۔ سیرت کے جلسوں پر اس سال غیر معمولی زور دینا ہے اور قرآن کریم کی اشاعت کے ساتھ یہ مضمون ایسا ایک ازلی ابدی رابطہ رکھتا ہے کہ پوری طرح بات مکمل ہو جائے گی"۔

".....قرآن کریم کی اشاعت، کلام طیب کی اشاعت ہے۔ اور حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے مضمون کو شہرت دینا اور دنیا میں پھیلانا، اس عمل صالح ہی کی ایک تصویر کھینچنا ہے۔ جس سے کلام طیب میں جان پڑ جاتی ہے۔ ایک فرض حقیقت کے روپ میں آجاتا ہے، ایک تصور حقیقت کے روپ میں آجاتا ہے۔ یہ وہ کام ہے، جو ہم نے اس سال غیر معمولی طور پر کرنا ہے۔

اور اس سلسلہ میں ہمارے دوسرے بہت سے مسائل خود بخود حل ہوتے چلے جائیں گے۔ جب ہم سیرت پہ زور دیں گے تو جہاں جہاں احمدی سیرت کے مضمون تیار کریں گے یا سیرت کے مضمون سنیں گے، خود بخود طبعی طور پر ان کے نفس اپنے حالات سے اس سیرت کا موازنہ بھی کرتے رہیں گے۔ اس لئے تربیت کا اس سے بہتر اور کوئی پروگرام جماعت کے لئے ممکن نہیں ہے۔ اور اس کے علاوہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بار بار محبت کے جوش اٹھنے کے نتیجہ میں جب سیرت کا مضمون سنتے ہیں تو محبت تو ہر جگہ ہوتی ہے، اس میں ایک نیا ہیجان پیدا ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات تو ایسی ایسی بڑی لہریں اٹھتی ہیں کہ جو سارے وجود کو ڈھانپ لیتی ہیں۔ اس وقت جو درود آپ کے منہ سے نکلیں گے، اس کے نتیجہ میں اللہ اور اس کے فرشتے جو درود بھیجیں گے، ساری جماعت پر ان کی غیر معمولی برکتیں ہمیں نصیب ہوں گی۔ اس لئے قرآن کریم کی اشاعت کے ساتھ میں نے غور کے بعد اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق کے مطابق یہ فیصلہ کیا ہے کہ سیرت کے مضمون کو باندھ کر ساری دنیا میں اس کو پھیلایا جائے"۔

".....پس میں آپ کو اس نیک پروگرام کی طرف بلاتے ہوئے دوبارہ اس طرف متوجہ کرتا ہوں کہ آپ اسلام کا زندگی بخش پیغام لے کر دنیا میں نکلنے والے ہیں، آپ اسلام کی مئے عرفان بانٹنے والے ہیں، آپ مردہ دلوں کو ایک حیات نو بخشنے والے ہیں، آپ مردہ زمینوں کو دوبارہ زندہ کرنے والے ہیں۔

اس لئے کہ آپ وہ بادل ہیں، جو آج دنیا میں مردہ زمینوں کو زندہ کرنے کے لئے خدا کی پاک ہواؤں نے چلائے ہیں۔ بادلوں کی طرح رحمت بن کر دنیا پہ برستے رہیں اور اس رحمت کا اس سے بہتر کوئی تعارف نہیں ہوسکتا کہ قرآن ایک ہاتھ میں ہو اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت، آپ کی جان، آپ کی زندگی، آپ کے وجود کے انگ انگ میں گھلی ہوئی ہو۔ اور اس طرح عمل صالح کے ساتھ اپنے نیک پیغام کو اور نیک کلام کو رفعتیں عطا کرتے رہیں۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو، آمین"۔

خطبہ ثانیہ کے دوران حضور نے فرمایا:۔

"سیرت کے مضمون کے سلسلہ میں ایک بات کہنی بھول گیا تھا، اب مجھے یاد آئی کہ ہم نے مغربی مفکرین کے اعتراضات مرتب کر لئے ہیں۔ یہ کام جاری ہے اور بھی ہوتے رہیں گے۔ اور خیال یہ ہے کہ ان سیرت کے جلسوں میں جہاں تک مغربی دنیا کا تعلق ہے، ان اعتراضات کو بھی پیش نظر رکھ کر ان کے اچھے جواب تیار ہونے چاہیں۔ اور ہر ملک میں الگ الگ کوشش ہوتی رہے۔ مثلاً فرانس کی جماعت خصوصاً فرانس کے مستشرقین کے گندے اعتراضات کو پیش نظر رکھ کر وہاں ان کے جواب دے، سیرت کے جلسوں میں۔ اور انگلستان کی جماعت انگریز مستشرقین کے سوالات کو یا اعتراضات کو پیش نظر رکھے خصوصیت کے ساتھ۔ اسی طرح جرمن ہیں، ڈچ ہیں، امریکن ہیں، جتنے مستشرقین ہیں، کہیں انہوں نے کھلی کھلی خباثت کا اظہار کیا ہے، کہیں دبی دبی خباثت کا اظہار کیا ہے، کبھی کبھی میٹھے میں کڑواہٹ لپیٹ کر پیش کی ہوئی ہے تو جہاں تک ہمارے پاس یہ اعتراض مرتب ہو چکے ہیں، ان کو چھپوا کے یا فوٹو سٹیٹ نکلوا کر بڑی بڑی جماعتوں میں تقسیم کرا دیئے جائیں گے۔ تاکہ مختلف اہل علم کے سپرد کر کے سال بھر کے پروگرام میں ضروری نہیں کہ اکٹھا ایک ہی دفعہ ہو۔ مختلف جتنے بھی جلسے ہوں گے، ان میں کوئی نہ کوئی اعتراض لے کر ان کا مؤثر جواب ہو۔ اور جو جواب تیار کیا جائے، وہ پہلے ایک مرکزی کمیٹی کو دکھا لیا جائے۔ جو مبلغ یا مربی کے زیر نگرانی ہوگی یا امیر جماعت کی زیر نگرانی ہوگی۔ اور وہ اپنے دوسرے ماہرین کی کمیٹی میں ان کو دیکھیں اور اس میں مزید اصلاح کریں، خامیوں کو دور کریں اور پھر وہ تقریر یا پڑھی جائے یا زبانی کی جائے، جیسی بھی صورت ہو۔ اور باقی جگہ دنیا میں اگر کوئی ایسے اعتراض یا غلط فہمیاں ہیں، حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے متعلق، جو زیادہ تر مقامی حالات سے تعلق رکھتی ہیں تو ان کا ذکر ضروری ہے اور ان کا مؤثر جواب ضروری ہے"۔

(مطبوعہ خطبات طاہر جلد 05 صفحہ 539 تا 550)

# ہم نے لازماً غالب آنا ہے، ایک ملک میں نہیں، ہر ملک میں غالب آنا ہے

## خطبہ جمعہ فرمودہ 29 اگست 1986ء

”.....ان سب حالات کو دیکھ کر ایک احمدی کا دل دکھتا ہے، اس سے جو دعائیں نکلتی ہیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم اس کا ثمرہ بھی پا رہے ہیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے فضل نازل ہو رہے ہیں اور جماعت ہر روز ترقی کر رہی ہے، ہر رات ترقی کر رہی ہے۔ ایک لمحہ بھی جماعت کا ایسا نہیں آتا، جس میں جماعت احمدیہ پر اللہ تعالیٰ کے بے شمار فضل نازل نہ ہوئے ہوں۔ اور جتنے فضل نازل ہوتے ہیں، اتنی ہی زیادہ وہاں تکلیف بڑھتی چلی جارہی ہے“۔

”پہلے بھی ایسے دور گزرے ہیں بھیانک۔ گوشدت میں اس سے کم تھے مگر بہر حال گزرتے رہے۔ اور پہلے بھی ایسا ہوتا رہا ہے کہ ان خوفناک بادلوں سے جو خون برسانے والے تھے، بالآخر رحمت کے قطرے برسنے لگے۔ اور پھر وہ موسلا دھار رحمت کی بارشوں میں تبدیل ہو گئے۔ یہ بادل، جو بھیانک اٹھے ہیں، یہ جو خون برسا رہے ہیں آپ کے اوپر، لیکن خدا کی قسم! آپ کا صبر ان پر غالب آئے گا اور آپ کی آہیں ان بادلوں کی صفات کو تبدیل کر کے رکھ دیں گی۔ یہ خون برسانے والے بادل ایک دن آپ دیکھیں گے کہ رحمتیں برسانے والے بادلوں میں تبدیل ہو جائیں گے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی برکت سے، جسے ہم اختیار کر رہے ہیں اور آئندہ بھی اختیار کرتے رہیں گے، انشاء اللہ تعالیٰ ساری مصیبتیں آسانیوں اور آسائشوں میں تبدیل ہو جائیں گی، سارے دکھ تسکین جان اور طمانیت قلب میں بدل جائیں گے اور بالآخر احمدیت لازماً غالب آئے گی۔ اس میں ایک لمحہ کے لئے بھی شک نہ کریں ہے۔ یہ وہ جماعت نہیں ہے، جو مٹنے کے لئے بنائی جاتی ہے۔ یہ جماعت وہ نہیں ہے، جس کی سرشت میں کسی قسم کی ناکامی کا خمیر ہو۔ ہم نے لازماً غالب آنا ہے۔ ایک ملک میں نہیں، ہر ملک میں غالب آنا ہے۔ اس سرزمین میں بھی غالب آنا ہے، جس میں ہم آج بیٹھے ہوئے ہیں اور ہماری کوئی بھی بظاہر حیثیت نہیں ہے۔ اس لئے آپ اس جماعت سے تعلق رکھنے والے ہیں۔ ایک لمحہ کے لئے بھی، ایک لمحہ کے ہزارویں حصہ کے لئے بھی کسی قسم کا خوف اپنے دل میں نہ آنے دیں، کسی قسم کی مایوسی کو اپنے اوپر قابض نہ ہونے دیں۔ سابقہ تاریخ پر نظر کریں،

ایک لاکھ، چوبیس ہزار مرتبہ یہ تاریخ دہرائی گئی ہے۔ پھر کیا وہم ہے، جو آپ کے دل میں خوف پیدا کر سکتا ہے۔ ایک لاکھ، چوبیس ہزار مرتبہ یہ تاریخ دہرائی گئی اور ایک لاکھ، چوبیس ہزار مرتبہ خدا والے ہمیشہ غالب آتے رہے ہیں اور خدا کے منکرین اور خدائی طاقتوں کا مقابلہ کرنے والے ہمیشہ خائب وخاسر اور نامراد ہوتے رہے ہیں۔ پس آپ کے مقدر میں فتح وظفر لکھی جا چکی ہے۔ ہر دفعہ یہ فتح وظفر آسمان پر خدا کے پاک انبیاء اور ان کی جماعتوں کے لئے لکھی گئی ہے۔ آج آپ کے لئے لکھی جارہی ہے۔ اور آپ کے مخالفین کے لئے مقدر میں وہی کچھ لکھا گیا ہے، جو ایک لاکھ، چوبیس ہزار مرتبہ خدا کے پاک انبیاء کے مخالفوں کی قسمت میں، بدقسمتی ان کی کہ لکھا گیا۔ پس ان کے لئے دعا کریں اور ان کے لئے رحم کریں اور استغفار سے کام لیں۔ اور کوشش یہ کریں کہ خدا کے عذاب کے فرشتوں سے پہلے آپ کی دعاؤں کو قبول کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ رحمت کے فرشتے بھیج دے اور اس قوم کی تقدیر کو بدل دے"۔

(مطبوعہ خطبات طاہر جلد 05 صفحہ 573 تا 583)

# پوری طاقت کے ساتھ دعوت الی اللہ کے جہاد میں مصروف ہو جائیں

## پیغام برموقع سالانہ اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ غانا منعقدہ 5,6 ستمبر 1986ء

بسم اللہ الرحمان الرحیم

پیارے خدام!

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

مجھے یہ جان کر بہت مسرت ہوئی ہے کہ مجلس خدام الاحمدیہ غانا اپنی نویں سالانہ ریلی 6,5 ستمبر 1986ء کو منعقد کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس ریلی کو بہت بابرکت فرمائے اور خدام الاحمدیہ کی مزید ترقی کے لئے اسے سنگ میل ثابت فرمائے۔ اور اس ریلی پر اپنے افضال نازل فرماتے ہوئے تمام شامل ہونے والوں کو اس سے غیر معمولی طور پر استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

جماعت احمدیہ کا قیام ساری دنیا کو خالق و مالک حقیقی کی طرف بلانے کے لئے عمل میں آیا ہے۔ لہٰذا میرا پیغام آپ کے لئے یہ ہے کہ پوری طرح مستعد ہو کر اور پوری طاقت کے ساتھ دعوت الی اللہ کے جہاد میں مصروف ہو جائیں اور اس شاہراہ پر تیزی کے ساتھ آگے بڑھیں اور ہر وقت متحرک رہیں۔ ہمیشہ یاد رکھیں کہ آپ کو روحانی انقلاب برپا کرنے کے لئے تخلیق کیا گیا ہے۔ اگر آپ سب اپنی تمام طاقت کے ساتھ دعوت الی اللہ کے جہاد میں مصروف ہو جائیں تو یقیناً لوگ کثرت کے ساتھ جماعت میں شامل ہونے لگ جائیں گے۔

اس حقیقت کو کبھی فراموش نہ کریں کہ آپ کو ساری دنیا کے لئے نمونہ بنایا گیا ہے، آپ کو دین حق کے اعلیٰ معیار کو قائم کرنے کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور اس امر میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ دور حاضر میں یہ دین سب دینوں سے اعلیٰ و برتر ہے اور اس میں غالب آنے کی تمام صلاحیتیں موجود ہیں۔ آپ کو چاہئے کہ کامل سنجیدگی، جرأت، استقلال اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے ہوئے اس مقصد کی تکمیل کے لئے مصروف عمل ہو جائیں۔ اپنا تمام تر بھروسہ اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت پر رکھیں اور آگے ہی آگے بڑھتے چلے جائیں۔ اور اپنی کوششوں کا تجزیہ بھی کرتے رہیں۔ دعا ہر مشکل کی کنجی ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو، جو

تمام دنیا کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں، خواہ وہ یورپ میں ہوں یا ایشیا یا افریقہ میں، ان سب کو، جو نیک فطرت رکھتے ہیں، توحید کی طرف کھینچے۔ اور وہ چاہتا ہے کہ اس کے بندوں کو دین واحد پر جمع کیا جائے۔ اس مقصد کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھیں اور اپنے اعلیٰ اخلاق اور درد بھری دعاؤں کے ساتھ اس مقصد کو حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ ہر ایک، جو اس مقصد کے لئے کوشش کرے گا، برکت دیا جائے گا۔

میں ہمیشہ آپ کے لئے دعا کرتا ہوں اور آپ کی طرف سے دعوت الی اللہ کے خوشکن نتائج کی خوشخبری سننے کا خواہاں ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو آگے بڑھنے کے لئے طاقت اور جرأت عطا فرمائے۔ اس ماٹو (نصب العین) کو ہمیشہ سامنے رکھیں کہ آگے بڑھو، آگے بڑھو، آگے بڑھو کہ تمہاری منزل مقصود آسمانوں کی انتہائی بلندیاں ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ کو ہر دو جہانوں میں کامیاب وکامران فرمائے۔

والسلام

خاکسار

مرزا طاہر احمد

(خلیفۃ المسیح الرابع)

(مطبوعہ ہفت روزہ النصر 07 نومبر 1986ء)

# کینیڈا میں جماعت احمدیہ کی پہلی مسجد کا سنگ بنیاد

## خطاب فرمودہ 20 ستمبر 1986ء

حضرت خلیفة المسیح الرابع رحمہ اللہ نے کینیڈا کے شہر مسس ساگا میں جماعت احمدیہ کی پہلی بیت السجود کا اپنے دست مبارک سے سنگ بنیاد رکھ کر تعمیر کے مرحلہ کا آغاز فرمایا۔سنگ بنیاد رکھے جانے سے قبل حضور نے پرزور الفاظ میں یہ اعلان فرمایا کہ

''جماعت احمدیہ جہاں بھی اپنی بیت السجود تعمیر کرے گی، وہ قرآن حکیم میں بیان فرمودہ مقاصد کے لئے تعمیر کرے گی۔اور یہ مقاصد وہی ہیں، جن کی خاطر دنیا میں سب سے پہلا اللہ کا گھر تعمیر کیا گیا تھا۔جہاں تک ہم میں طاقت ہے، ہم اللہ کی قسم کھا کر وعدہ کرتے ہیں کہ یہ بیت السجود بھی انہی مقاصد کے لئے استعمال کی جائے گی''۔

اس مبارک تقریب کے موقع پر حضور رحمہ اللہ نے جو خطاب فرمایا،اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:۔

حضور نے خطاب کے آغاز میں سورۃ آل عمران کی آیت 97 کی تلاوت فرمائی اور اس آیت کی رو سے اللہ کے گھر کے مقاصد اور اغراض بیان فرمائے۔اور بتایا کہ

''دنیا میں جو خدا کا سب سے پہلا گھر تعمیر کیا گیا تھا، وہ بنی نوع انسان کی ہدایت اور راہنمائی کے لئے تعمیر کیا گیا تھا۔اور اس مقصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے، کینیڈا میں جماعت احمدیہ کی پہلی ''بیت السجود'' کا آج سنگ بنیاد رکھا جا رہا ہے''۔

حضور نے فرمایا کہ

''خدا تعالیٰ کا بے انتہا فضل وکرم ہے کہ اس نے ہمیں اس بیت السجود کی تعمیر کی توفیق عطا فرمائی۔انشاء اللہ العزیز یہ بیت السجود ایک تاریخی اہمیت کی حامل ہوگی''۔

اس کے بعد حضور نے احمدیت کے بارے میں بعض شکوک وشبہات کا ازالہ فرمایا اور بتایا کہ

''موجودہ زمانے میں عبادت گاہیں اپنے تقدس اور اصل مقاصد سے ہٹ کر سیاست کا اڈا بن چکی ہیں۔تخریبی کارروائیوں اور دہشت گردی کا مرکز بن چکی ہیں اور خون خرابے پر اکساتی ہیں۔لیکن

جماعت احمدیہ کا جہاں تک تعلق ہے، یہ جماعت جہاں بھی عبادت گاہ تعمیر کرے گی، وہ قرآن کریم کے بیان فرمودہ مقاصد کے مطابق تعمیر کرے گی۔ نفرت اور تشدد پھیلانے یا دہشت گردی پھیلانے کے لئے تعمیر نہیں کرے گی۔ کیونکہ جماعت احمدیہ ایک امن پسند جماعت ہے"۔

حضور نے مزید فرمایا:۔

"آج کل..... ہمیں نفرتوں کا نشانہ بنایا گیا ہے اور اس بناء پر ہمارے دل دکھوں اور تکلیفوں کے ستائے ہوئے ہیں۔ اس امر کے باوجود کہ دین حق قطعاً نفرت نہیں سکھاتا بلکہ دین حق تو پہلے بنی نوع انسان سے محبت اور پھر اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا سکھاتا ہے، پھر بھی ہم دیکھتے ہیں کہ ہر مذہب کو ظلم کا نشانہ بنایا گیا۔ حالانکہ وہ خود ظلم پیدا کرنے والا نہ تھا"۔

حضور نے فرمایا کہ

"اللہ تعالیٰ کی منشاء ہی یہی ہے کہ اس کے ماننے والے، نہ ماننے والوں کے غضب کا نشانہ بنیں۔ تا یہ تکالیف اور مصائب ان کے تزکیہ کا موجب بنیں"۔

حضور نے تقریب میں موجود میئر صاحبان کو مخاطب کر کے یہ یقین دلایا کہ

"آج تو ہم یہ آغاز کر رہے ہیں۔ انشاءاللہ ہم ان کے دوسرے شہروں میں بھی خدا کے گھر تعمیر کریں گے"۔

حضور نے محترمہ لائیلا (نمائندہ وزیر) کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ

"ہمارے بھی نیک اور محبت بھرے جذبات وزیر موصوف تک پہنچا دیئے جائیں"۔

آخر پر حضور نے تمام شرکاء کا شکریہ ادا کیا اور دعا کی کہ

"اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایک دوسرے کے قریب کرے۔ آمین"۔

(مطبوعہ ضمیمہ ماہنامہ خالد اکتوبر 1986ء و ہفت روزہ النصر 17 اکتوبر 1986ء)

# خود بھی اور اپنے بچوں کو بھی اولیاء اللہ بنانے کی کوشش کریں

## خطبہ جمعہ فرمودہ 03 اکتوبر 1986ء

".....ان تین آیات میں مغربی تہذیب کے محرکات اور جن عوامل پر وہ تہذیب بنائی گئی ہے، ان کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور چونکہ اس وقت یہ تہذیب بڑی شدت کے ساتھ اپنی آخری منزل کی طرف بڑھ رہی ہے، اس لئے ضروری ہے کہ بروقت ان قوموں کو، جن کی ہلاکت کا وقت بہت دور نہیں رہا، جماعت احمدیہ کی طرف سے بار بار متنبہ کیا جاتا رہے۔ اور احمدی اپنے گردوپیش، اپنے ماحول میں ان کو متنبہ کرتے رہیں اور متنبہ رکھیں کہ تمہاری تہذیب قرآن کریم کے بیان کے مطابق آخر مٹنے کے قریب آچکی ہے۔ اور وہ آگ، جو تم نے خود اپنے ہاتھوں سے بھڑکائی ہے، اس آگ میں تمہارے جلنے کے دن قریب آرہے ہیں۔ لیکن جو تنبیہ کرنے والا ہوتا ہے، اس میں خود وہ محرکات نہیں پائے جانے چاہئیں، جن کے نتیجہ میں تنبیہ کرنے والے کے خیال میں ایک بات کا انجام بد ہونے والا ہے یا کوئی چیز اپنے بد نتیجہ تک پہنچنے والی ہے۔ اس لئے مغربی تہذیب کے وہ کون سے عوامل ہیں، وہ کون سے محرکات ہیں، جن کے نتیجہ میں یہ قومیں ہلاکت کا منہ دیکھنے والی ہیں اور ان کے لئے مقدر ہو چکا ہے، ان عوامل اور محرکات سے ہر احمدی کو واقفیت ہونی چاہئے۔ اور جب تک ان سے واقفیت نہ ہو، نہ خود بچ سکتا ہے اور نہ وہ کسی اور کو بچانے کا اہل ہو سکتا ہے"۔

".....اس لئے جماعت احمدیہ کے لئے ضروری ہے کہ اگر آپ نے باقی دنیا کو یعنی مغرب کو ان کی ہلاکتوں سے بچانا ہے تو پہلے اپنے اندر اولیاء اللہ والی خود اعتمادی تو پیدا کریں۔ جب تک آپ خدا کے ساتھ محبت اور ولایت کا تعلق پیدا نہیں کرتے، نہ آپ اس دنیا کے اثر سے بچ سکتے ہیں اور نہ اس دنیا کو کسی بد اثر سے بچا سکتے ہیں۔

اور ولایت کا تعلق پیدا کرنا، سب سے آسان کام ہے۔ میں نے جب اس مضمون پر غور کیا تو بہت سی باتیں میرے ذہن میں آتی رہیں، آپ کو سمجھانے کے لئے۔ ایک یہ تھا کہ کسی طرح مغربی تہذیب سے بچنے کی کوششیں کرنی ہیں۔ کیا کچھ آپ نے اپنے بچوں کو بتانا ہے؟ کن کن چیزوں سے احتراز کرنا ہے؟ کیا کیا اور کام کرنے ہیں؟ اتنی لمبی فہرست بن گئی اور بنتی چلی گئی کہ میں نے سوچا کہ ایک خطبہ تو کیا کئی

خطبوں میں بھی پوری نہیں ہو سکتی، یہ بات۔ تب قرآن کریم کی اس آیت کی طرف میری نظر گئی اور مجھے یوں معلوم ہوا کہ جیسے میرے سوال کا جواب اللہ تعالیٰ نے دے دیا ہے۔ ایک ہی بات میں آپ کو بتا دوں اور اس کے اندر ساری باتیں آجائیں گی۔

اور وہ بات یہ ہے کہ خود بھی اولیاء اللہ بننے کی کوشش کریں اور اپنے بچوں کو بھی اولیاء اللہ بنانے کی کوشش کریں۔ اور یہ کام جتنا بڑا ہے، اتنا ہی آسان بھی ہے۔ کیونکہ سب سے آسان راستہ، محبت کا راستہ ہے۔ ہر دوسرا راہ، مشکل راہ ہے۔ اس نکتے کو اگر کوئی سمجھ جائے تو اس کی ساری زندگی کے مسائل حل ہو جاتے ہیں۔ کتنا بڑے سے بڑا کٹھن مقام ہو، عاشق کے لئے وہ آسان ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس کو ایک مقصد سے یا ایک وجود سے پیار ہوتا ہے۔ اور اس کے لئے جتنی بھی تکلیف اٹھاتا ہے، اس میں لذت پانے لگ جاتا ہے۔ اس لئے انبیاء کی اتنی مشکل زندگیاں کہ دور سے دیکھنے کے باوجود ہزاروں سال دور بیٹھے ہوئے، ان کی زندگیوں کا تصور کریں تو انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ ساری باتیں، جو ہمیں یہاں نہایت ہی دردناک دکھائی دیتی ہیں، ان کے لئے لذت کا موجب تھیں۔ کیونکہ محبت کے نتیجہ میں تھیں، تصنع کے نتیجہ میں نہیں تھیں، بناوٹ کے نتیجہ میں نہیں تھیں، زبردستی ذہن کے حل کئے ہوئے مسائل کے نتیجہ میں نہیں تھیں، بلکہ یہ دل کا مسئلہ تھا۔

اس لئے خدا تعالیٰ نے سب سے بنیادی نکتہ یہاں بیان فرما دیا۔ ورنہ دنیا میں رہ کر خدا کا بننا بہت مشکل کام ہے، ورنہ لازماً دنیا غالب آجاتی ہے۔ فرمایا: تم اپنے رب سے دوستی کا تعلق بناؤ، اس سے پیار کا تعلق قائم کرو، روزمرہ کی زندگی میں اس سے باتیں کیا کرو اور اس کی طرف دیکھا کرو۔ ایک خوبصورت چیز دیکھو تو پہلے اللہ یاد آیا کرے، بعد میں دوسری چیزوں کا خیال آئے"۔

"..... دل چاہتا ہے لینے کو تو اللہ سے کہہ سکتے ہیں، اے خدا! میں تو تیرا ہوں، اس لئے بظاہر تو میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ اگر میرے دل کی یہ تمنا پوری کرنی ہے تو یہ کار مجھے دے دے۔ مکانوں کے متعلق، دنیا کی چیزوں کے متعلق، ایک یہ زندگی کا رجحان ہو سکتا ہے اور یہ رجحان ہے، جو دراصل ولایت کا رجحان ہے۔ اور اس رجحان میں کچھ بھی مشکل نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: ایک جوتی کا تسمہ کی بھی ضرورت پڑے تو خدا سے مانگو۔ پہلی توجہ انسان کی ضرورت کے وقت دوست کی طرف ہوا کرتی ہے۔ اس لئے ولایت سیکھنے کے لئے سب سے پہلے اپنی ضرورتوں سے بات شروع کریں۔ اور واقعۃً ہر ضرورت کے وقت خدا کو یاد کرنا شروع کر دیں۔ یہ ولایت کا پہلا قدم ہے۔

دوسرا قدم یہ ہوگا، جب آپ خدا سے مانگنا شروع کریں گے، ہر وقت خدا کی طرف دیکھیں گے تو کسی دن یہ بھی دل میں خلش پیدا ہوگی کہ اللہ کی بھی تو ضرورتیں ہیں، اس کے دین کی بھی تو ضرورتیں ہیں اور قدم قدم پر یہ ضرورتیں پیدا ہو رہی ہیں، میں نے تو کبھی ضرورت پوری نہیں کی۔ پھر میں کیسا دوست ہو گیا؟ یک طرفہ دوستی تو کوئی چیز نہیں ہے۔ یک طرفہ تو غلامی کا معاملہ ہوا کرتا ہے، نوکری کا معاملہ ہوتا ہے۔ نعوذ باللہ خدا کسی کا غلام تو نہیں ہے کہ وہ یک طرفہ چیزیں پوری کرتا چلا جائے۔ تو اس رستے پر چلنے کے نتیجہ میں، جو ولایت کا رستہ ہے، یہ رستہ خود اپنے آپ کو مکمل کرتا چلا جاتا ہے، خود آپ کے قدم درست کرتا چلا جاتا ہے۔

اس لئے سب سے آسان ایک بات، جو میں آپ کو کہہ سکتا ہوں اور آپ کے لئے اور آپ کی نسلوں کی حفاظت کے لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ سے محبت اور پیار کا تعلق قائم کریں اور اس کے لئے محنت کریں۔ کوشش کر کے باریک بینی کے ساتھ اس رستے پر قدم اٹھانے کی کوشش کریں۔ جب تک آپ کے دل میں محبت الٰہی لہریں بن کر دوڑنے نہ لگ جائے، اس وقت تک محض خشک تعلق کے خیال کو پیار قرار نہ دیں۔ بڑا آسان رستہ ہے اور لذت والا رستہ ہے۔ اس کی پہچان بھی کوئی مشکل نہیں۔ جوں جوں یہ پیار بڑھے گا، آپ کے اعمال کے اوپر اس پیار کا اثر نمایاں ہوتا چلا جائے گا۔ کسی بیرونی نصیحت کرنے والے کے محتاج آپ نہیں رہیں گے۔ کسی خشک مولوی کی نصیحت کے آپ محتاج نہیں رہیں گے۔ پیار تو خود سکھاتا ہے، رستے۔ ان راہوں میں قدم اٹھانے کی تلقین بھی خود کرتا ہے اور جنون کا لباس پہنا دیتا ہے"۔

".....سب سے زیادہ انسانی زندگی میں کارفرما قوت، محبت کی قوت ہے۔ اسی لئے خدا تعالیٰ نے اولیاء اللہ کہہ کے ہمیں ہمارے راستے کو آسان فرما دیا۔ فرمایا کہ تم اگر میری ولایت اختیار نہیں کرو گے تو تم پر ہر وقت کچھ خوف غالب رہیں گے اور ہر وقت کسی نہ کسی غم میں مبتلا رہو گے۔ جو دنیا کے خوف بھی ہوں گے اور آخرت کے خوف بھی ہوں گے۔ دنیا کے غم بھی ہوں گے اور آخرت کے غم بھی ہوں گے۔ اس لئے زندگی کو آسان کرنے کے لئے اور دونوں جہانوں کی نعمتیں حاصل کرنے کے لئے، میں تمہیں ولایت کی طرف بلاتا ہوں، اللہ کے پیار کی طرف بلاتا ہوں، اگر خدا کا پیار اختیار کر لو، یعنی خدا فرماتا ہے: میرے ولی بن جاؤ تو پھر یہ سارے رستے دونوں جہان تمہارے ہیں۔ جس طرح ہم دنیا میں کہتے ہیں، دونوں جہان تمہارے ہیں"۔

".....تو اس لحاظ سے جماعت احمدیہ کو یہی رستہ اختیار کرنا چاہئے، ورنہ ان کا مستقبل تاریک ہو جائے گا۔ دنیا کے خوف بھی ہوں گے اور آخرت کے خوف بھی ہوں گے۔ اور یہ ایسی چیز ہے، جس کے لئے آپ کو بچپن سے کوشش کرنی چاہئے۔ اور اپنے بچوں کو سنبھالنے کے لئے سب سے زیادہ اس کی طرف

توجہ کرنی چاہئے۔ آپ جو چاہیں ذرائع اختیار کر لیں، اس سے زیادہ قوی ذریعہ اور کوئی نہیں ہے۔ ایک چھوٹے سے بچے کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کر دیں اور اس سے زیادہ آسان ذریعہ اور کوئی نہیں ہے۔ ہر دوسری محنت آپ سے کئی گنا زیادہ وقت مانگے گی، کئی گنا زیادہ توجہ اور استقلال مانگے گی۔ لیکن خدا کے متعلق چند پیار کی باتیں روزانہ بچوں سے کر دینا، وہ ایک ایسا نکتہ ہے، جس سے آپ بھی فائدہ اٹھائیں اور وہ بھی فائدہ اٹھائیں گے۔ جس طرح بعض دفعہ مائیں بچوں کو اچھی چیز کھلا رہی ہوتی ہیں تو اس میں سے ایک ایک چمچہ آپ بھی کھاتی جاتی ہے۔ اور وہ نظارہ آپ نے دیکھا ہوگا، بڑا مزا آتا ہے دیکھ کے کہ بچے کا چہرہ بھی لذت سے بھرا ہوتا ہے اور ماں کا چہرہ بھی لذت سے بھرا ہوتا ہے۔ اسی طرح خدا کی محبت لقمہ لقمہ ان کو کھلائیں، یہ اس کے محتاج ہیں اور ایک ایک لقمہ آپ بھی ساتھ کھاتی رہا کریں۔ جب بچوں کی تربیت کریں گے تو پھر آپ کی بھی ساتھ تربیت ہوگی۔

جب خدا سے پیار ہو گیا تو پھر خدا کے نام پر قربانیاں مانگی جائیں، خدا کے نام پر آپ کو بلایا جائے، تبلیغ کی تلقین کی جائے اور اس وقت آپ اس کو یاد رکھ کر آگے بڑھ رہے ہوں گے۔ ہر قدم اٹھانے کی لذت آپ کو اس لئے آئے گی کہ آپ جانتے ہوں گے، میرا ایک دوست ہے، جو دیکھ رہا ہے۔ جب چندہ دیں گے تو ذہن میں کبھی یہ نہیں آئے گا کہ فلاں سیکریٹری مال کو دے رہا ہوں یا کسی اخبار میں چھپوانے کی خاطر دے رہا ہوں۔ بلکہ چندہ دیں گے تو دماغ میں ہوگا کہ اللہ ہے، ایک میرا، اسی کی ضرورت پوری کر رہا ہوں میں، اس کے دین کی۔ اور وہ دیکھ رہا ہے تو اس کو مزہ آ رہا ہوگا۔ زندگی کی کایا پلٹ جاتی ہے۔ کام وہی ہیں، جو عام لوگ کرتے ہیں لیکن اس کا رخ بھی بدل جاتا ہے سارا۔ قبلہ بدل جاتا ہے اور قبلہ درست ہو جاتا ہے۔

پس خدا کی محبت قبلہ درست کرتی ہے۔ یہ آپ کی ہر نیکی کا قبلہ درست کر دے گی۔ چھوٹی سے چھوٹی نیکی کا بھی اور بڑی سے بڑی نیکی کا بھی۔ اور نیکیاں سب آسان ہو جائیں گی۔ اب بعض دوست ایسے ہیں، جن کو خدا توفیق بھی دیتا ہے لیکن چندہ دیتے ہوئے ان کو اتنی تکلیف ہوتی ہے۔ اس لئے کہ ان کا قبلہ درست نہیں ہوتا۔ اگر ایسے لوگ یہ سمجھتے کہ وہ اپنے بچوں کی ضرورت کے مقابل پر میں جماعت کی ضرورت پوری کر رہا ہوں اور بوجھل دل میں اس کے نتیجے میں محرومیاں پیدا ہوں گی۔ اگر محبت پیدا ہو جائے اور خدا کے ولی بن جائیں تو ذہن میں یہ ہوگا کہ سب کچھ میرے پیارے نے دیا ہوا ہے، اس کی ضرورت ہے، اس کے دین کی ضرورت ہے، میں جو کچھ بھی دوں گا، اس کے نتیجہ میں اس کا پیار مجھے ملے گا اور وہ مالی قربانی آسان بھی ہو جائے گی اور لذیذ بھی ہو جائے گی اور اس کی قوت بھی بڑھ جائے گی"۔

”.....گر یہی ہے کہ آپ خدا کا ولی بننے کی کوشش کریں۔ پھر آپ کو سچی خوابیں بھی آئیں گی، پھر آپ کے ساتھ خدا تعالیٰ کے مکاشفہ کا تعلق بھی پیدا ہو سکتا ہے، مکالمہ کا تعلق بھی پیدا ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ولایت کے رستے پھر آسان سے آسان اور وسیع تر اور ہر قدم آسان ہو جاتا ہے۔ اس پہلو سے آپ اس سبق کو یاد رکھیں گے تو پھر مجھے یقین ہے کہ یہ جو فکریں ہیں کہ یہاں کا معاشرہ نعوذ باللہ آپ پر غالب نہ آ جائے، یہ ساری فکریں میری انشاء اللہ ختم ہو جائیں گی“۔

”.....پس یہ بہت ہی پیارا، صاف اور سیدھا رستہ ہے اور محنت طلب نہیں ہے۔ بلکہ محنت کی طاقتیں بھی خود بخشتا ہے، خود آگے بڑھتا ہے۔ جوں جوں رفتار بڑھاتا ہے، اسی رفتار کے ساتھ سفر کو آسان سے آسان تر کرتا چلا جاتا ہے اور لذیذ تر کرتا چلا جاتا ہے۔ پس ہمیشہ کوشش کریں کہ خدا تعالیٰ سے سچا اور دائمی پیار پیدا ہو جائے اور بچوں کے دل میں بھی، آپ کی بیویوں کے دل میں بھی، بہنوں اور ماؤں کے دل میں بھی۔ اور برعکس اس کے عورتوں کو بھی یہ کوشش کرنی چاہئے کہ اپنے بچوں میں خدا کا پیار گوندھ گوندھ کر داخل کر دیں۔ اگر وہ دودھ پلاتی ہیں تو اپنے دودھ کے ذریعہ ان کے اندر خدا کا پیار داخل کریں، وہ بچوں کو لوریاں دیتی ہیں اور کہانیاں سناتی ہیں تو لوریوں اور کہانیوں کے ذریعہ اللہ کا پیار بچوں کے اندر داخل کریں۔ اور وہ اپنے خاوندوں کے دل میں بھی خدا کا پیار داخل کرنے کی کوشش کریں اور اپنے بھائیوں کے دل میں بھی۔ تو دونوں طرف سے ایک بڑی قوت کے ساتھ مہم چلنی چاہئے۔ اور جہاں تک میں نے بیان کیا ہے، اس سے انشاء اللہ تعالیٰ عظیم الشان نتائج ظاہر ہوں گے۔ آپ کی زندگی کی کیفیت بدل جائے گی۔ تو اس وقت صرف بتانے کی باتیں ہیں، اس لذت میں سے جو گزرے ہیں، ان کو پتہ ہے یا جو گزریں گے، وہی جانتے ہیں کہ سب سے زیادہ آسان اور لذت کا رستہ، یہی رستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے، آمین“۔

(مطبوعہ خطبات طاہر جلد 05 صفحہ 641 تا 657)

# اسلام کے مستقبل کے لئے کینیڈا ایک بہت ہی اہم کردار ادا کر سکتا ہے

## خطبہ جمعہ فرمودہ 10 اکتوبر 1986ء

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:۔

''گزشتہ تین جمعوں کے ناغہ کے بعد یعنی ان معنوں میں ناغہ کہ مجھے گزشتہ تین جمعے انگلستان میں پڑھنے کی توفیق نہیں ملی بلکہ اس کی بجائے یہ تین جمعے کینیڈا کے سفر میں پیش آئے۔ پس اس ناغہ کے بعد آج میں تقریباً اکیس (21) دن کے بعد دوبارہ یہاں جمعہ کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ اگر چہ اس عرصہ میں انگلستان سے دوری کا احساس رہا۔ اور کئی وجوہات کے علاوہ ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ جس طرح یہاں باقاعدگی سے ڈاک ملتی ہے اور ساری دنیا کی جماعتوں سے رابطہ رہتا ہے، اس طرح کینیڈا میں یا اور دیگر ممالک میں رابطے کی ایسی سہولت اور ایسی باقاعدگی نہیں۔ اور خصوصاً اس سفر میں تو ایک لمبے عرصہ کے بعد مجھے یہاں آ کر گزشتہ ڈاک دیکھنے کا موقع ملا ہے۔ اس لحاظ سے اول تو میں سب خط لکھنے والوں سے معذرت خواہ ہوں کہ اس اکیس دن کے عرصہ میں جو ڈاک کی طرف توجہ میں کمی آئی ہے، اس کے کچھ اثرات لازماً مختلف صورتوں میں ظاہر ہوں گے۔ مثلاً بعض دوستوں نے بعض اہم اور فوری کاموں کی طرف متوجہ کیا تھا، کچھ احباب نے اپنے بچوں کے ناموں کے لئے لکھا تھا، کچھ نے بعض اہم مشورے طلب کئے تھے۔ غرضیکہ بہت سے متفرق کام تھے، جن کے لئے وہ میرے جواب کے منتظر ہوں گے۔ اس لئے اب جہاں تک ممکن ہے انشاء اللہ کوشش کر کے اس سابقہ ڈاک کو نکالوں گا اور کچھ تاخیر سے اگر جواب جائیں تو میں سب احباب سے اس کے لئے معذرت خواہ ہوں۔ دوسرے اس کے علاوہ جماعتی خبروں سے جو کچھ تعلق کٹ جاتا رہا ہے، اگر چہ ہم جہاں بھی ہوتے تھے، اہم خبریں ٹیلیفون کے ذریعہ سے ملتی رہتی تھیں مگر ٹیلیفون کا رابطہ اور نوعیت کا ہوتا ہے، باقاعدہ تفصیلی رپورٹوں کا ملنا ایک اور بات ہے۔ اس کی وجہ سے بھی ایک محرومی اور بنیادی طور پر ہلکا سا کٹ جانے کا احساس رہا۔ پھر جس کثرت سے مختلف دنیا سے احباب یہاں تشریف لاتے ہیں، وہ رابطہ بھی کینیڈا جیسے دور دراز ملک میں ممکن نہیں۔ لیکن اس کے علاوہ جہاں تک جماعت کینیڈا کے دورے کا تعلق ہے، یہ دورہ اپنی ذات میں نہایت ہی ضروری تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کے نتیجہ میں انشاء اللہ آئندہ جماعت کی ترقی کے بہت سے سامان پیدا ہوں گے۔

دورہ خدا کے فضل سے نہایت مصروف تھا۔ اور اس خیال سے کہ بار بار موقع نہیں مل سکتا، جماعتوں نے حتی المقدور میرے وقت کا بہترین استعمال کرنے کی کوشش کی۔ اندرونی رابطے کے لحاظ سے بھی اور بیرونی رابطے کے لحاظ سے بھی۔ اور دونوں لحاظ سے کینیڈا کے سفر کا میرے دل پر بہت ہی اچھا اثر پڑا ہے۔ جماعتی طور پر تو میں سمجھتا ہوں کہ جماعت کینیڈا نے گزشتہ چند سالوں میں خدا کے فضل سے تربیتی لحاظ سے غیر معمولی ترقی کی ہے۔

1978ء میں جب میں انفرادی طور پر وہاں گیا تو کینیڈا کی جماعتوں کا اچھا اثر لے کر واپس نہیں آیا تھا۔ اندرونی اختلافات بھی تھے اور مغربی معاشرے سے ایک طبقہ متاثر بھی ہو چکا تھا۔ اور خصوصاً ہماری خواتین پر اس کے بداثرات ظاہر ہو رہے تھے۔ اس کے نتیجہ میں خطرہ تھا کہ آئندہ نسلیں خدانخواستہ ہاتھ سے نہ نکل جائیں۔ علاوہ ازیں بھی نظم وضبط کی وہ کیفیت نہیں تھی، جو ہر جگہ جماعت میں ہونی چاہئے۔ اور جب یہ حالات ہوں تو لازماً ترقی پر بہت برا اثر پڑتا ہے۔ اور جماعتوں میں جاکر جو غیر معمولی خوشی کا احساس پیدا ہونا چاہئے، اس کا وہاں فقدان تھا۔

اب جب میں وہاں گیا ہوں تو خدا کے فضل سے ہر پہلو سے میری طبیعت میں خوشی کا احساس پیدا ہوا اور اللہ تعالیٰ کے شکر کی طرف طبیعت مائل ہوئی۔ کیونکہ مشرق سے مغرب تک جو سفر اختیار کیا، تقریباً ساڑھے تین ہزار میل سے زائد کا سفر تھا، صرف ملک کے اندر ہی۔ اور وقت کے لحاظ سے تین گھنٹہ کا فرق پڑ گیا تھا، مشرقی کنارے سے مغربی کنارے تک۔ اس تمام عرصہ میں ہر جماعت میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے بیداری کی ایک نمایاں روح دیکھی ہے۔ اور بہت احساس پایا جاتا ہے کہ ہم جس حد تک بھی ممکن ہو، اپنی اولاد کی تربیت کریں، اکٹھے رہیں، ایک دوسرے کے ساتھ مل کر محبت کے ساتھ دین کے کام کو آگے بڑھانے کی کوشش کریں۔ اور یہ احساس جو عموماً پایا گیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی خاص رحمت کی ہوا چلی ہے۔ ورنہ بہت بڑا کام تھا، سارے ملک کی ہر جماعت کی تربیت کرنا۔

جہاں تک مرکزی مربی کا تعلق ہے، ملک اتنا وسیع ہے کہ اس کا ہر جگہ پہنچنا ویسے ہی ممکن نہیں۔ شاذ کے طور پر کبھی وہ جاسکتے ہیں۔ اس سے مجھے اندازہ ہوا ہے کہ دراصل پاکستان میں جو حالات گزر رہے ہیں، تکلیف دہ، یہ محض ان کا پھل ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی ہوائیں جو چل رہی ہیں، اس کا تعلق ان تکلیفوں سے ہے اور ان دعاؤں سے ہے، جو ان تکلیفوں کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہیں اور ساری دنیا میں خدا کی رحمت غیر معمولی طور پر خوشخبریاں لے کے آرہی ہے۔ اور اس کے جو چھینٹے ہیں، وہ مردہ دلوں میں ایک

نئی جان پیدا کر رہے ہیں، نئی تازگی عطا کر رہے ہیں، نیا ولولہ عطا کر رہے ہیں۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ صرف کینیڈا ہی میں نہیں، ساری دنیا میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اسی قسم کی رحمتوں کا نزول ہو رہا ہوگا۔

پس جماعت احمدیہ کو اس پہلو سے خوشخبری ہو کہ جماعت ایک نئے ترقی کے دور میں داخل ہو چکی ہے۔ اور اس دور کے نتائج بہت دوررس ہیں، بہت دیر تک نکلتے رہیں گے۔ اور اگر ان نتائج کو ہم سنبھالیں تو آئندہ عظیم الشان اور عظیم تر نتائج کے لئے وہ مزید بنیادیں مہیا کریں گے۔ اور بلند تر نئے پلیٹ فارم قائم کریں گے۔ پس جماعت احمدیہ اللہ تعالیٰ کے احسانات کے نیچے دبتی چلی جارہی ہے۔ اور جتنا یہ احساس ہمارا بڑھتا جائے گا، اتنا ہی خدا کا یہ وعدہ پورا ہوتا چلا جائے گا کہ لازیدنکم (ابراھیم:08)۔ تم شکر ادا کرتے چلے جاؤ اور میں اس شکر کے نتیجہ میں اپنے فضلوں اور رحمتوں اور برکتوں کو بڑھاتا چلا جاؤں گا۔

جہاں تک بیرونی واسطے کا تعلق ہے، جماعت احمدیہ کینیڈا کی ہر شاخ میں بیرونی دنیا سے تعلق زیادہ واضح اور مضبوط ہوا ہے۔ واضح ان معنوں میں کہ پہلے اس تعلق میں کچھ ابہام سا پایا جاتا تھا اور دونوں طرف نمایاں احساس کے ساتھ ایک دوسرے کے وجود کی پوری خبر نہیں تھی۔ یعنی جماعت احمدیہ کے افراد یہ سمجھتے تھے کہ کینیڈا کی دنیا الگ ہے اور ہم الگ ہیں۔ اور کینیڈا جماعت احمدیہ کے وجود سے عملاً بے خبر تھا۔ ایک معمولی سا احساس تھا کہ یہاں کچھ اور قسم کے لوگ بھی رہتے ہیں لیکن اب یہ تعلق واضح ہو گیا ہے۔ اور اس کثرت کے ساتھ جماعت احمدیہ نے اپنے آپ کو اپنے ماحول پر واضح کیا ہے اور احمدیت کا تعارف کروایا ہے کہ جس جس جگہ بھی میں گیا ہوں، مجھے یہ احساس ہوا کہ جماعت احمدیہ کے متعلق ابتدائی تعارف کی ضرورت نہیں رہی۔ یہاں تک کہ پریس میں بھی جماعت احمدیہ کے بارے میں خاصا تعارف موجود تھا۔ وہاں کے مختلف حکام سے بھی رابطہ رہا، Intelegencia سے بھی رابطہ رہا اور اکثر جگہ یہ دیکھ کر تعجب ہوتا تھا کہ وہ جماعت کے حالات کے متعلق باخبر ہیں۔ اور گزشتہ دو، تین سال کے اندر اس پہلو سے جماعت نے بڑے منظّم طور پر کام کو آگے بڑھایا ہے۔

پس اب کینیڈا میں جماعت ایک معین، ٹھوس وجود کے طور پر ابھر آئی ہے۔ اور جماعت میں یہ احساس پیدا ہو گیا ہے کہ ہم ان سے کٹ کر نہیں رہیں گے بلکہ ان کے ساتھ شامل ہوں گے، ان کے ساتھ تعلقات بڑھائیں گے۔ اور سارا کینیڈا دراصل خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ اسلام کے لئے ایک مستقبل کی سرزمین بننے والا ہے۔ جہاں اسلامی نفوذ کو ہم نے معین طور پر بڑی کوشش، محنت اور دعاؤں کے ساتھ پھیلاتے چلے جانا ہے۔ پہلے یہ احساس اگر تھا بھی تو انفرادی طور پر پایا جاتا تھا۔ مگر ساری جماعت کا یہ

احساس کہ ہم نے تبلیغ کرنی ہے، اسلام کا پیغام پہنچانا ہے، اس ملک کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اور آپؐ کے دین کے لئے فتح کرنا ہے، یہ احساس اس شدت کے ساتھ پہلے مجھے محسوس نہیں ہوا تھا۔

پس ان سب پہلوؤں سے جب میں غور کرتا ہوں تو اللہ تعالیٰ کے شکر سے میرا دل بھر جاتا ہے کہ یہ دورہ خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت ہی مطمئن کرنے والا اور اللہ تعالیٰ کے احسانات کی طرف مزید متوجہ کرنے والا تھا۔ اس دوران بعض مزید آئندہ جماعت کی ترقی کے پروگرام بھی ذہن میں ابھرے اور اللہ تعالیٰ نے ایسے امور کی طرف نشاندہی بھی کروائی، جن کے نتیجہ میں، میں امید رکھتا ہوں کہ جماعت کی ترقی پہلے سے بہت زیادہ تیز ہو جائے گی۔ اور جن جن جگہوں پر ان امور کا ذکر ہوا ہے، وہاں میں نے محسوس کیا کہ جماعت میں خود ایک بڑا ولولہ پایا جاتا ہے کہ ہمیں عمل کی نئی راہیں بتاؤ، ہم آگے بڑھنے کے لئے تیار ہیں۔ چنانچہ جن جن دوستوں سے بعض تجاویز کے متعلق مشورے طلب کئے گئے، انہوں نے نہایت ہی محبت اور خلوص کے ساتھ نہ صرف مشورے دیئے بلکہ کام کی ذمہ داریاں بھی قبول کیں۔ اس لئے ان کی تفصیلات میں تو یہاں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن یہ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس سفر کے دوران جماعت احمدیہ کینیڈا کے مستقبل کے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے بہت سی نئی تجاویز سوجھائیں اور ان پر عمل درآمد کرنے کے لئے غور اور فکر کی توفیق عطا فرمائی اور عمل درآمد کرنے کے لئے انصار مہیا فرمائے۔ جو پورے ولولے اور خلوص نیت کے ساتھ اس بات پر تیار ہیں کہ عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ جو جو راہیں ان کو دکھائی گئی ہیں، ان میں بڑی تیزی کے ساتھ آگے بڑھنے کی کوشش کریں گے۔ اس پہلو سے ساری دنیا کی جماعتوں کو جس جس تک میری یہ آواز پہنچے، کینیڈا کو خصوصیت سے اپنی دعاؤں میں شامل کر لینا چاہئے۔

میں سمجھتا ہوں کہ اسلام کے مستقبل کے لئے کینیڈا ایک بہت ہی اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔ ایک خاص نوعیت کا یہ ملک ہے، جس کو شمالی امریکہ ہونے کے باوجود شمالی امریکہ کی بعض برائیوں سے بچنے کی توفیق ملی ہے اور شمالی امریکہ کی بہت سی ترقیات سے حصہ پانے کی بھی توفیق ملی ہے۔ اگرچہ شمالی امریکہ میں جو United States Of America ہے یعنی ریاست ہائے متحدہ امریکہ، اس کے مقابل پر بہت پیچھے ہے۔ لیکن اس کے اندر Potential موجود ہے۔ خدا تعالیٰ نے غیر معمولی اس ملک کو ایسی صلاحیتیں بخشی ہیں کہ اگر ان سے استفادہ کیا جائے تو دنیاوی طاقت کے لحاظ سے بھی بہت ہی عظیم ملک بن سکتا ہے۔ مذہبی طور پر اگرچہ اس ملک پر بھی مادہ پرستی کا اثر ہے لیکن ہر جگہ میں نے محسوس کیا کہ مادہ پرستی کا جو اثر امریکہ پر ہے، اس کا عشر عشیر بھی ابھی کینیڈا پر نہیں۔ اور ان کا مادہ پرستی کا اثر Skin Deep یعنی بڑا سطحی ہے۔ ہر گفت و شنید کے نتیجہ میں، میں نے محسوس کیا کہ ان کے اندر مذہب کی لگن ہے اور جذبہ پایا

جاتا ہے، انسانیت کے لئے۔ وہ چاہتے ہیں کہ ٹھوس اقدار پر زندگی بسر کریں اور اس کے لئے ایک بے چینی اور جستجو ہے۔ اگرچہ دہریت بھی ہے اور جیسا کہ سارے مغربی ملکوں میں ہے۔ لیکن دہریت میں بھی وہ شدت نہیں ہے۔ بلکہ Agnosticism جس کو کہتے ہیں، یعنی لاعلمی کی دہریت، اس قسم کی دہریت زیادہ ہے۔ شرارت کی دہریت نہیں ہے۔ اور بات کو جلدی قبول کرتے ہیں، بہت جلدی اثر لیتے ہیں اور دلیل کو سمجھتے ہیں، متحمل مزاج لوگ ہیں۔

ان کی دہریت کے متعلق ایک چھوٹا سا دلچسپ واقعہ سناتا ہوں۔ وہاں خدا تعالیٰ کے فضل سے ٹیلی ویژن کے پروگراموں میں بھی شرکت کی توفیق ملی۔ ٹیلیویژن کا ایک پروگرام تقریباً پچاس منٹ کا تھا، اس کا ایک حصہ سوال و جواب پر مشتمل تھا، ہر قسم کا سوال جو چاہیں، وہ کریں۔ وہ Live پروگرام تھا، یعنی ساتھ ساتھ وہ پروگرام دکھایا جارہا تھا۔ اس میں کوئی ردوبدل نہیں کر سکتے تھے اور اس کا ایک حصہ ٹیلیفون پر سوالات کے لئے وقف تھا۔ جو چاہے، ٹیلیفون پر سوال کرے، اس کو اسی وقت جواب دیا جاتا ہے۔ اس کے دوران مشن کا نمبر بھی لکھا ہوا دکھایا اور بول کر بھی بتایا کہ اگر کسی کو دلچسپی ہو تو اس مشن سے، اس نمبر سے وہ رابطہ کر کے آئندہ اپنی سوالات کی پیاس بجھا سکتے ہیں۔ اس پروگرام کے دوران ہی مشن ہاؤس میں فون آیا اور فون کرنے والے نے بتایا کہ میں تو پکا دہریہ تھا، لیکن یہ پروگرام دیکھتے ہی میرے اندر تبدیلی پیدا ہو گئی ہے۔ اور میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے موقع دیں اور میرے سوالات کا جواب دیں۔ تو میں گہری دلچسپی لینا چاہتا ہوں۔ اس مسئلہ میں ایسی اچھی اور فوری Respons ایک دہریہ کی طرف سے بڑا تعجب انگیز ہے اور خوش آئند ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی دہریت بھی سطحی ہے۔ ورنہ اتنی جلدی ایک ایسے پروگرام سے متأثر ہو جانا، جس کا براہ راست دہریت سے تعلق نہیں تھا۔ یعنی مذہبی پروگرام تو تھا لیکن خاص طور پر دہریوں کے اعتراضات کے جوابات سے تعلق رکھنے والا پروگرام نہیں تھا، متفرق سوال تھے اور اس کا اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک اور فائدہ یہ بھی ہوا کہ پاکستانی سوسائٹی، جس کو یک طرفہ پراپیگنڈے نے جماعت احمدیہ سے دور پھینکا ہوا تھا، وہ بھی اس پروگرام کو دلچسپی سے سنتی رہی اور اس کے نتیجہ میں دوسرے دن کی ہماری جو مجلس تھی، اس میں ایسے لوگ بھی شامل ہوئے، جنہوں نے گویا حلف اٹھا رکھے تھے کہ ہم نے جماعت احمدیہ کی بات کبھی سننی ہی نہیں۔

ایک خاتون نے بتایا کہ میرے میاں اتنے دشمن، اتنے شدید قسم کے متنفر تھے جماعت سے کہ گھر میں بھی ذکر تک نہیں چلنے دیتے اور وہ پروگرام دیکھنے کے بعد انہوں نے فیصلہ کیا کہ میں ان کی کل کی مجلس میں ضرور شامل ہوں گا۔ اور جب وہ شامل ہوئے تو مجلس ختم ہونے کے بعد بھی واپس نہیں گئے۔ پھر مغرب

وعشاء کی نماز پر بیٹھے رہے۔ پھر اس کے بعد جو ہماری اندرونی ایک مجلس لگی، اس میں بھی شامل ہوئے اور ان کے رویہ سے اور ان کے ساتھیوں کے، ان کے اور بھی بہت سے اہم ساتھی، جو جماعت احمدیہ کی مخالفت میں پیش پیش تھے، وہ بھی تشریف لائے ہوئے تھے، ان کے رویہ سے پتہ چلتا تھا کہ ان کے اندر شرافت موجود ہے اور سعادت ہے۔ بات کو محض ضد کی وجہ سے نہیں ٹالتے بلکہ یک طرفہ پراپیگنڈے سے متاثر ہوئے ہیں، اس لئے جماعت کے خلاف نفرت تھی۔

یہ جو پروگرام تھے، ان کا بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے مزید فائدہ یہ ہوا کہ جو رابطہ تھا، وہ اور زیادہ وسیع ہو گیا۔ لیکن ایسے کئی پروگرام تھے، ایک ہی پروگرام نہیں تھا۔ ان کا ایک بہت ہی پاپولر (Popular) ریڈیو ہے، جس میں اسی طرح ٹیلیفون پر سوالات کرنے کی اجازت ہوتی ہے۔ جو ریڈیو پروگرام چلاتے ہیں، وہ بھی وہاں کی بہت ہی معروف اور ہر دلعزیز شخصیت ہیں۔ ان کا پروگرام لوگ بڑے شوق سے دیکھتے ہیں۔ اس پروگرام میں بھی اللہ تعالیٰ نے موقع عطا فرمایا۔ وہ بھی تقریباً پچاس منٹ تک جاری رہا اور ہر موضوع پر ہر قسم کے سوالات انہوں نے کئے۔ بعد میں جو جائزہ لیا، ان کی رپورٹ یہ تھی کہ پرائم منسٹر بھی ایک پچھلے ہفتہ اس پروگرام میں شامل ہوئے تھے، ان کے سننے والوں کی تعداد کم تھی اور اب یہ جو پروگرام ہوا ہے، اس میں تعداد زیادہ تھی۔ تو مذہبی امور میں اگر دلچسپی نہ ہوتی کسی قوم کو تو یہ ممکن ہی نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی مذہب سے دوری بھی سطحی ہے۔ ورنہ اس کثرت کے ساتھ ایک ایسے پروگرام کو جس کا تعلق نہ ان کے مذہب سے ہے اور نہ ان کو کسی مذہب سے دلچسپی ہے، اس کثرت کے ساتھ اس پروگرام میں دلچسپی کا اظہار کرنا بھی اللہ تعالیٰ کا ایک خاص فضل ہے۔ اور ان کی طبیعت کی سعادت کی بھی عکاسی کرتا ہے۔

ایسے پروگرام اور پریس کا توجہ دینا، یہ سب بتاتا ہے کہ وہاں کی جماعت اس عرصہ میں فعال رہی ہے اور اپنے بیرونی رابطے کو مضبوط تر کرتی رہی ہے۔ ورنہ ایک ایسا شخص، جو بالکل غیر متعارف ہو کہیں یا ایسی جماعت، جو غیر متعارف ہو، اس کے راہنما کو اس طرح خوش آمدید کہنا اور اتنے اہم پروگراموں میں اتنی نمایاں حیثیت دینا، یہ ممکن ہی نہیں ہے، جب تک کہ پہلے سے جماعت نے محنت نہ کی ہو۔ پھر ان کی محنت کا اس سے پتہ چلتا ہے کہ مجالس میں اس جگہ کی اہم ترین شخصیات آتی رہی ہیں۔ وزراء بھی آئے اور میئرز بھی آئے اور سیاستدان اور دانشور، پروفیسر ہر قسم کے طبقہ کے لوگ شامل ہوتے رہے۔ اور ان سے گفتگو کے دوران پتہ چلتا رہا کہ وہ خدا کے فضل سے پہلے سے ہی جماعت سے واقف ہیں۔ فعال جماعت کا رابطہ اگر بیرونی دنیا سے ہو تو وہ اثر دکھاتا ہے اور رپورٹوں میں ظاہر کرنے کی ضرورت نہیں۔ جب آپ

وہاں جائیں تو آپ کو خود وہاں کے حالات بول کر بتاتے ہیں کہ ہم کیا ہیں؟ اور کسی جماعت نے کام کیا ہے یا نہیں کیا؟ تو جس جس جماعت میں بھی میں گیا ہوں، خدا کے فضل سے وہاں بیرونی رابطے کو میں نے نہایت ہی مؤثر دیکھا ہے۔ اور جن پروگراموں میں شامل ہوئے ہیں، ان کے بعد وہ رابطہ بڑھا ہے اور مضبوط تر ہوا ہے، خدا کے فضل سے۔ اس لئے جو موجودہ ترقی کی انتہا ہے، وہ آئندہ ترقی کے لئے قدم رکھنے کی جگہ بن جائے گی اور مزید بلند تر چھلانگ لگانے کی اس جماعت کو توفیق مل سکتی ہے۔ اگر وہ اس کام کو خلوص اور صبر کے ساتھ آگے بڑھاتے رہیں۔

یہ جو ریڈیو پروگرام تھا، اس میں بھی ایک صاحب تھے، ان کا مجھے اب نام یاد نہیں، لیکن بڑے مشہور وہاں کے ہر دلعزیز دوست تھے۔ ان کے متعلق یہ تأثر عام تھا کہ یہ سوال و جواب میں اتنے سخت ہیں کہ ان کو شوق ہے کہ جس سے سوال کریں، اس کو نیچا دکھائیں اور اس کو لاجواب کریں۔ اور اسی بناء پر ان کی زیادہ شہرت ہے۔ ان کے متعلق مجھے بعد میں بعض دوستوں نے بتایا کہ ان کے غیر احمدی یا کینیڈین Canadian دوست ان سے کہہ رہے تھے کہ ہمیں تعجب ہوا ہے کہ اس شخص کی لگتا ہے کیفیت ہی بدلی ہوئی تھی۔ اور ساتھ تائید کرتا چلا جاتا تھا۔ اور وہ مزاج ہی نہیں تھا، جو پہلے سختی کا مزاج اس کے متعلق ہم جانتے تھے یا جس کی وجہ سے وہ معروف تھا۔ اس پروگرام کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ کچھ دیر پروگرام چلتا ہے پھر بیچ میں اشتہارات آتے ہیں اور اشتہارات کے دوران پھر ان کو عام بات کرنے موقع مل جاتا ہے۔ جب اشتہارات کا وقفہ آیا تو اس سوال کرنے والے نے مجھے کہا کہ یہ پروگرام تو صرف ایک گھنٹے کا ہے، آپ سے چند باتیں میں نے کی ہیں، اب میرا دل چاہتا ہے کہ کئی گھنٹے کا آپ کا پروگرام کروں اور سوال کرتا ہی رہوں۔ اس سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ وہاں کے جو باقاعدہ منجھے ہوئے Professional ٹیلیویژن یا ریڈیو سے تعلق رکھنے والے لوگ ہیں، ان کے اندر بھی صرف مشین والی باتیں نہیں بلکہ انسانی قدریں ہیں۔ ورنہ یورپ کے دیگر ممالک میں آپ جیسے چاہیں، جواب دیں، انسانی لحاظ سے اس قسم کے متعصب ہوتے ہی نہیں۔ کیونکہ ان کی تربیت ایسی ہے کہ تم نے مشین کی طرح رہنا ہے اور انسانی تأثر اس شدت کے ساتھ ان ممالک میں نظر نہیں آتا۔ نہ امریکہ میں آپ کو دکھائی دے گا۔ تو کینیڈا میں ہر طرف خدا کے فضل سے جماعت احمدیہ کے ذریعہ اسلام کو پھیلانے کے عظیم الشان مواقع میسر ہیں۔

تو احباب جماعت کو چاہئے کہ دعاؤں کے ذریعہ ان کی مدد کریں۔ اور جو دوست کبھی سفر میں جا سکیں یا جن دوستوں کو توفیق ملے اور ان کو قانون اجازت دیتا ہو وہاں Settle ہونے کی وہ بھی بے شک

وہاں جا کر آباد ٹھہریں۔ کیونکہ اس سے جماعت کو بھی تقویت حاصل ہوگی اور اسلام کو عظیم الشان تقویت حاصل ہوگی۔ یہ ملک، ایک ایسا ملک ہے کہ اس میں مجھے امید کے بہت سے نمایاں پہلو دکھائی دیئے ہیں۔ وہاں جا کر رہنا یا دوستوں کا وہاں سفر کرنا عام طور پر تو بہت ہی مشکل ہے۔ دوری کے نتیجے میں وہاں کے فاصلے اور آج کل جو جماعت کے حالات ہیں، ان میں چندوں کے مطالبے اتنے زیادہ ہیں کہ زائد سفروں کے لئے پیسے بچنے بہت ہی بعید کی بات ہے۔ اس لئے امریکہ اس لحاظ سے چونکہ قریب تر ہے، ان کے لئے موقع ہے کہ وہ کینیڈا کی طرف خصوصی توجہ کریں۔ اور اس سفر کے دوران امریکن جماعتیں بڑی کثرت کے ساتھ وہاں پہنچی ہیں۔ اور ان کے لئے مشکل نہیں ہے، نہ قانونی روکیں ہیں، نہ اخراجات کے لحاظ سے مشکل ہے۔ دونوں طرف یعنی امریکہ کے مشرقی کنارے اور مغربی کنارے میں کینیڈا کے ساتھ ساتھ جماعتیں موجود ہیں۔ اور اس کے پرلی طرف کینیڈا میں بھی اس طرح ان کے قریب قریب جماعتیں موجود ہیں۔ تو ان کا آپس میں رابطہ بڑھنا چاہئے۔ لیکن جو کام ہر احمدی دنیا میں ہر جگہ کر سکتا ہے وہ یہ ہے کہ جہاں جہاں کینیڈین ہیں، وہاں ان سے رابطہ کریں اور ان سے خوشی کا بھی اظہار کریں اور ان کا شکریہ بھی ادا کریں کہ انہوں نے جماعت احمدیہ کے ساتھ محبت کا سلوک کیا اور ان میں تبلیغ کرنے کی کوشش کریں۔

مجھے یاد ہے، پچھلے سال افریقہ سے ایک کینیڈین دوست تشریف لائے تھے اور انہوں نے تعارف کروایا کہ میں انگلستان صرف اس غرض سے آیا ہوں کہ وہاں احمدیوں سے میرا تعارف ہوا اور وہ مجھے ایسے اچھے لوگ لگے اور ایسے با اخلاق لوگ لگے کہ مجھے دلچسپی پیدا ہوئی۔ اور جب آپ کے متعلق پتہ چلا کہ آپ انگلستان میں ہیں تو میں نے فیصلہ کیا کہ آپ سے ملے بغیر واپس کینیڈا نہ جاؤں۔ اور کوئی مقصد میرا یہاں آنے کا نہیں۔ چنانچہ وہ بڑی محبت سے ملے اور کافی دیر ان سے تبادلہ خیال ہوا۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں باہر کی دنیا میں جہاں کینیڈین موجود ہے، وہاں اگر جماعت ان سے رابطہ کرے تو انشاء اللہ وہ زیادہ محنت کے بغیر تھوڑی محنت پر بہت ہی اچھے نتائج نکل سکتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے تو اس ملک کے بچنے کے لئے بڑا ضروری ہے کہ جلد سے جلد اسلام کی گود میں آجائے۔ اور اسلام کی ترقی کے لئے بھی یہ ملک عظیم الشان کام کر سکتا ہے، کیونکہ اس کے اندر Potentials موجود ہیں۔

پس اگر چہ کئی پہلوؤں سے یہ تین ہفتے احساس محرومی بھی رہا لیکن دوسری طرف خدا تعالیٰ نے جو اس رابطہ کے نتیجہ میں اندرونی طور پر اور بیرونی طور پر جو بہترین نتائج نکالے اور آئندہ کے لئے امکانات روشن فرمائے، اس کی وجہ سے میں بہت ہی مطمئن ہوں کہ وقت کا بڑا بھاری حصہ صحیح مصرف پر استعمال ہوا اور اللہ تعالیٰ نے توفیق بخشی کہ وقت ضائع نہیں ہوا۔

اس کے بعد میں اس امر کی طرف بھی توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ مولویوں کی ایذارسانی جو بڑھتی جا رہی ہے، اس سے تکلیف تو ہے اور جماعت شدید اضطراب میں ہے، بے چینی محسوس کرتی ہے اور ہر وقت ایک سوال اٹھتا رہتا ہے کہ کب آخر خدا ان کو پکڑے گا؟ کب ہمارے دل اس لحاظ سے ٹھنڈے ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ ان کو سب دنیا میں ناکام اور رسوا کر کے دکھائے گا؟ تو میں اس پہلو سے یہ بتانا چاہتا ہوں کہ جو نیک اثرات میں دیکھ کے آیا ہوں، ان پر ضرور نظر رکھیں۔ ان کی کوششوں کے جماعت پر کوئی بداثرات ظاہر نہیں ہو رہے بلکہ اتنے زیادہ نیک اثرات ظاہر ہو رہے ہیں کہ اگر آپ تکڑی کے دونوں پلڑوں میں ڈال کے دیکھیں اور دیانت داری سے موازنہ کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ جو تکلیفیں یہ پہنچا رہے ہیں، اس کے مقابل پر جو اللہ تعالیٰ انعامات عطا فرما رہا ہے، وہ بہت ہی زیادہ ہیں۔ کوئی نسبت ہی نہیں آپس میں۔ اس لئے بے صبری نہ دکھائیں، اس بارہ میں۔ دعائیں ضرور کریں۔ لیکن یہ یقین رکھیں کہ ان کی ہر کوشش ناکام ہوتی ہے اور بامراد نہیں ہوتی۔ اور جو لوگ ان کے پس پشت طاقتوں کو یہ مشورے دیتے ہیں کہ ان کو پیچھے بھجواؤ، یہ تعاقب کریں اور اس کے نتیجہ میں جہاں جہاں جماعت پھیلتی ہے، اسے نقصان پہنچانے کی کوشش کریں۔ وہ نہایت ہی احمقانہ مشورے دیتے ہیں۔ کیونکہ جہاں جہاں مولوی جاتے ہیں، وہاں اپنی ناکامی کے سامان کر کے آتے ہیں اور جماعت احمدیہ کی ترقی کے لئے نئے دروازے کھول کر آتے ہیں۔

چنانچہ کینیڈا میں بھی میں نے دیکھا کہ جہاں جہاں مولوی گئے تھے، وہاں سب سے پہلی بات تو یہ محسوس کی کہ کینیڈین سوسائٹی میں ان کے آنے کو اور ان کی حرکتوں کو نہایت نفرت کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ اور وہاں کے اخباری نمائندے سارے واقف تھے، جس جس نے بھی سوال کیا ہے، ٹیلیویژن والے بھی، ریڈیو والے بھی، انہوں نے ان کے متعلق بھی سوال کیا ہے کہ یہ کیا کرتے پھرتے ہیں؟ کیسی احمقانہ باتیں کر رہے ہیں؟ کیسی بیوقوفوں والی باتیں کر رہے ہیں؟ یہ کر کیا رہے ہیں یہاں؟ آپ ہمیں بتائیں۔ میں ان کو کیا بتاتا کہ یہ کیا کرنے آئے تھے۔ ان کے پریس نے ہی بتا دیا تھا سارے ملک کو۔ تو ایسے متنفر ہوئے وہ مولویت سے کہ جماعت احمدیہ کے لحاظ سے یہ خدا کے فضل سے ایک بہت ہی شاندار کامیابی ہے۔ دوسرے اس سے پہلے ان کو اگر شک تھا بھی کہ جماعت احمدیہ پر پاکستان میں مظالم ہو رہے ہیں تو ان مولویوں نے وہ رہا سہا شک دور کر دیا، ہر کسر کو نکال دیا، سب وہم دور کر دیئے ہیں، ان کے۔ ان کا یہ تأثر ہے، بعض پرائیویٹ ملاقاتوں میں انہوں نے بتایا کہ جو یہاں آ کر یہ حرکتیں کر رہے ہیں، وہاں کیا کرتے ہوں گے؟ ایک طبعی نتیجہ ہے، جو ان کی عقلوں نے نکالا۔ اور یہ درست بات ہے۔

چنانچہ اس پہلو سے بھی کینیڈین کا ردعمل دنیا کے دیگر ممالک کی نسبت بہت ہی زیادہ نمایاں تھا۔ انگلستان میں بھی علماء آتے ہیں اور بہت زیادہ یہاں آکر گند بولتے ہیں اور شدید گالیاں دیتے ہیں، فساد پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور جو بھی ان کے اندر طاقت ہے، اس کو استعمال کرتے ہیں۔ تاکہ جماعت احمدیہ کو کسی طرح نقصان پہنچ جائے۔ لیکن انگریزوں میں ایسا نمایاں ردعمل نہیں دیکھا یا یہ ہمیشہ سے ہی ان معاملات میں پڑے ہوئے ہیں اور ان کے اوپر کوئی ان باتوں کا اثر ہی نہیں پڑتا، Conservative قوم ہے یا پیچ میں سے خوش ہوتے ہوں گے کہ مسلمان لڑ رہے ہیں آپس میں، ہم Enjoy کرتے ہیں۔ ہمیں کیا اس سے؟ لیکن جو طبعی ردعمل ہونا چاہئے، وہ یہاں ظاہر نہیں ہوا۔ لیکن کینیڈا میں حالانکہ جماعت احمدیہ کی تعداد یہاں کے مقابل پر بہت تھوڑی ہے، لیکن جہاں بھی میں گیا ہوں، وہاں پریس نے بھی، ریڈیو نے بھی، ٹیلیویژن نے بھی یہ سوال اٹھایا ہے اور خوب اچھی طرح واقف تھے۔

ایک پریس کانفرنس میں ایک سردار صاحب بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔ انہوں نے آخر پر کہا کہ سوال تو نہیں بنتا لیکن ایک بات پر میرے دل میں تعجب پیدا ہو رہا ہے اور بڑی حیرت ہو رہی ہے، مجھے ایک بات پر۔ میں نے کہا: کیا بات ہے؟ کہنے لگے، بات یہ ہے کہ ہندو بڑی کوشش کرتے ہیں کہ کسی طرح سکھ بھی ان کے کھاتہ میں شمار ہو جائیں اور سکھ کوشش کرتے ہیں کہ دوسرے جتنے بھی آسکتے ہیں، ان کے کھاتہ میں شمار ہو جائیں اور عیسائی بڑی کوشش کرتے ہیں کہ ان کی تعداد بڑھے، یہ پاکستان کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ اپنا کھاتہ کم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں؟ سارا زور اس بات پر لگا رہے ہیں کہ مسلمانوں کی تعداد کم ہو، زیادہ نہ ہو۔ کہنے لگے، یہ مجھے سمجھ میں نہیں آرہی۔ ان معنوں یہ سوال تو نہیں تھا کہ کوئی جواب دیا جاتا، سننے والے سارے ہنس پڑے۔ تو وہاں اس کثرت کے ساتھ ان علماء نے خود اپنی شکست کے انتظام کئے ہیں اور ان کا جواب دینے کی مزید اب ضرورت ہی کوئی نہیں رہی۔

جہاں تک غیر احمدی سوسائٹی کا تعلق ہے، انگلستان کی غیر احمدی سوسائٹی کے مقابل پر کینیڈا کی غیر احمدی سوسائٹی کا ردعمل بھی بہت ہی زیادہ شریفانہ اور صحیح خطوط پر ہے۔

چنانچہ وہاں کے بہت سے احمدی دوستوں نے حالات سنائے۔ ان سے پتہ چلتا ہے کہ جو لوگ ان کی تقریروں میں شامل ہوئے ہیں، نہایت متنفر ہو کر واپس آئے ہیں۔ بعضوں نے کھڑے ہو کر وہیں احتجاج کئے کہ تم کیا باتیں کر رہے ہو۔ کیسی بے ہودہ، لغو باتیں کرتے ہو۔ وہ لوگ دلیلیں دیتے ہیں، قرآن اور حدیث پیش کرتے ہیں، تمہیں گالیوں کے سوا آتا ہی کچھ نہیں۔ اور دوسرے جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے، بعض تو ٹیلیویژن وغیرہ کے پروگرام کے بعد آئے۔ لیکن علاوہ ازیں بھی جہاں جہاں بھی میں گیا

ہوں، وہاں کی مجالس میں غیر احمدی پاکستانی دوستوں نے نہ صرف شمولیت کی بلکہ غیر معمولی تعلق کا اظہار کیا۔ اور آخری سفر میں وینکوور (Vancouver) میں تو ساتھ امریکہ کے شہروں سے بھی بعض غیر احمدی دوست تشریف لائے ہوئے تھے۔ وہاں وینکوور میں بسنے والے جو بھی پاکستانی سوسائٹی سے تعلق رکھنے والے ہیں، ان میں معزز ترین وہ سارے تشریف لائے ہوئے تھے اور مجلس کے بعد اس قدر محبت کا انہوں نے اظہار کیا کہ میں حیرت سے دیکھ رہا تھا کہ مولوی یہ کر کے گئے ہیں، یہ اثر ان کے اوپر چھوڑ کے گئے ہیں۔ بجائے متنفر ہونے کے اور زیادہ قریب آئے ہوئے تھے۔

اور ایک دوست، جو امریکہ سے تشریف لائے ہوئے تھے، ان کو دیکھ کر، ان کی جو طرز تھی، ان کے پیار اور محبت کی، اس کو دیکھ کر میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ آج ہی یہ بیعت کر لیں۔ اور اتفاق ایسا ہوا کہ دو فجیئن دوست ایک ان میں سے کویتی ہیں اور ایک مسلمان فجیئن تھے، ان دونوں نے فیصلہ کیا کہ آج ہم مغرب کی نماز کے وقت بیعت کریں گے۔ چنانچہ جب انہوں نے بیعت شروع کی، پھر میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ وہ دوست کہاں گئے؟ ان کے چہرے پر بڑی سعادت اور شرافت تھی اور ان میں بڑا محبت کا طبعی جذبہ پایا جاتا تھا۔ وہ بھی ساتھ شامل ہو جاتے تو کتنا اچھا ہوتا۔ اور جب میں نے سر اٹھایا تو تیسرے آدمی وہ تھے، جو ہاتھ رکھ کے بیعت کر رہے تھے۔ اور بیعت ختم ہوتے ہی مجھے کہا کہ میری صرف ایک درخواست ہے۔ میں نے کہا: کیا ہے؟ کہ اب مجھے گلے لگنے دیں اور اس محبت سے گلے لگایا۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ تو میری دعا کا جواب ہیں۔ صبح بھی میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی تھی اور اب بھی بیعت کے دوران میں سوچ رہا تھا کہ کاش وہ بھی ہوتے تو وہ بھی ہاتھ رکھ لیتے اور وہ بھی شامل ہو گئے۔

وہاں صرف کینیڈین دوستوں میں ہی سعادت نہیں بلکہ وہاں جو پاکستانی بس رہے ہیں، ان میں بھی سعادت پائی جاتی ہے۔ بہت جگہ ہے کام کی، بہت گنجائش ہے۔ اور جو مولوی جاتے ہیں، وہ الٹا اثر چھوڑ کر آتے ہیں۔ اس لئے بہت دعا میں یاد رکھیں کینیڈا کی سرزمین کو۔ ہر پہلو سے اللہ تعالیٰ ان کی سعادت کو بڑھائے۔ اور جو نیکی انہوں نے جماعت سے کی، اس کی جزاء دے۔ ایسا ایک طبعی ردعمل ہے، جس کا آپ اندازہ نہیں کر سکتے۔ جو محسوس کرے، جو ان باتوں سے گزرا ہو، اس کو اندازہ ہوتا ہے کہ عام قوموں سے مختلف ہے۔

میں ایک مثال دیتا ہوں، چھوٹی سی۔ لیکن اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان لوگوں کے مزاج میں ایک ایسی سعادت اور شرافت پائی جاتی ہے۔ ایک جزیرے سے دوسرے جزیرے تک تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ کا سفر تھا، جہاز کا۔ جب جہاز کے کپتان کو پتہ چلا کہ جماعت احمدیہ کا سربراہ سفر کر رہا ہے، وہاں الگ بیٹھنے

کے لئے کیبن وغیرہ نہیں ہوتا تو انہوں نے کہا کہ ہم آپ کو وی۔ آئی۔ پی میں بٹھانا چاہتے ہیں، آپ ہمارے ساتھ وہاں تشریف لے آئیں اور وہاں ٹھہریں۔ اب یہ بات مجھے تو قطعاً کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں نے بہت سفر کئے ہیں، چاہے تھرڈ کلاس ہو یا کسی قسم کی ہو، میرا مزاج ہی نہیں ان باتوں کو اہمیت دینے کا کہ سیٹ کیسی ہے؟ جہاں بیٹھیں لطف اٹھاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی قدرت کے اور ملنے کا بھی مزہ آتا ہے۔ لیکن میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ان کی سعادت کا یہ حال ہے کہ ویسے وہ مذہب سے دور ہیں عام طور پر لیکن مذہب کا احترام بھی ہے، ان کے دل میں۔ یہ واقعہ ابھی ختم نہیں ہوتا، اس سے اگلا حصہ سنیں اور زیادہ حیرت انگیز ہے۔ ان کی شرافت کے نتیجے میں ہمارے ایک ساتھی نے سوچا کہ واپسی کا کپتان پتہ ایسا ملے یا نہ ملے کہ ان سے ہی کہہ دیں کہ واپسی کے لئے جو بھی کپتان ہو، اس کو بھی درخواست کر دیں، ہماری طرف سے۔ اب یہ بات سخت شرمندہ کرنے والی تھی، میرے لئے۔ انہوں نے تھوڑی سی بات کی تھی کہ واپسی پہ تو ہمارا، شاید فلاں وقت ہو۔ تو میں سمجھ گیا، میں نے کہا: ان کو ہرگز نہیں کہنا اور کوئی وقت نہیں بتانا۔ میں نے ان کا شکریہ ادا کیا۔ میں نے کہا: جزاک اللہ، بہت بہت شکریہ۔ بس بات ختم ہوگئی۔ واپسی پہ ہم نے ایک عجیب وغریب اعلان سنا، جو ریڈیو کے ذریعہ سب جہازوں کو Message اس کپتان کی طرف سے جارہا تھا۔ اور Message تھا کہ غالباً فلاں وقت سے لے کر فلاں وقت تک جماعت احمدیہ کے سربراہ وکٹوریہ سے وینکوور واپس جارہے ہوں گے۔ جس جہاز کے کپتان کو یہ سعادت ملے کہ ان کے ساتھ وہ سفر کریں، میں درخواست کرتا ہوں کہ وہ ان کو V.I.P Treatment دیں اور ان کے ساتھ ہر قسم کا حسن سلوک کریں۔ اور اس کے ساتھ ہی کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ وہ کپتان صاحب تشریف لائے اور انہوں نے کہا کہ آپ آجائیں، اوپر کا کمرہ آپ کے لئے حاضر ہے۔ اور جو جہاز کی طرف سے ہمارے سارے عملہ کی خاطر مدارت ہو سکتی تھی، وہ انہوں نے کی۔ اسی عرصہ میں وہ پہلا جہاز بھی پاس سے گزرا اور نیوی کے طریق کے مطابق جو Salute دینے کا جو طریقہ ہے، وہ بھی اختیار کیا۔ اب کوئی حکومت کا نمائندہ نہیں ہوں، کوئی حکومت کی طرف سے ان کو ہدایت نہیں تھی۔ یہ ساری باتیں ظاہر کر رہی ہیں کہ اس قوم کے مزاج میں ایک سعادت ہے۔ خود بے مذہب سے ہیں لیکن اس کے باوجود ان کے دل میں مذہب کے لئے احترام پایا جاتا ہے، انسانی قدریں بھی پائی جاتی ہیں۔ اس لئے جماعت احمدیہ کو خصوصیت کے ساتھ کینیڈین قوم کا شکریہ، دعا کے ذریعہ ادا کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ان کو دنیاوی لحاظ سے بھی ہر قسم کے فتنوں اور خطروں سے بچائے اور روحانی لحاظ سے بھی تیزی کے ساتھ اسلام کی گود میں آکر خدا تعالیٰ کی رحمت کے سایہ تلے آنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین"۔

(مطبوعہ خطبات طاہر جلد 05 صفحہ 659 تا 672)

# بلند پروازی اختیار کریں اور روحانی رفعتوں کو حاصل کریں

## پیغام فرمودہ 17 اکتوبر 1986ء بر موقع سالانہ اجتماع خدام الاحمدیہ سیرالیون

بسم اللہ الرحمان الرحیم

پیارے عزیزان!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھے یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی ہے کہ مجلس خدام الاحمدیہ سیرالیون اپنا تیسرا سالانہ اجتماع 24,25 اکتوبر 1986ء کو منعقد کر رہی ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس دینی پروگرام کو غیر معمولی طور پر کامیاب فرمائے۔

پیارے عزیزو! آپ دنیا کے عام نوجوانوں کی طرح نہیں ہیں۔ آپ اس مسیح محمدیؑ کے غلام ہیں، جس کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی تھی کہ اگر ایمان ثریا پر بھی چلا جائے گا تو وہ اسے پھر سے زمین میں قائم کرے گا۔ پس اپنے اس مقام کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں۔ بلند پروازی اختیار کریں اور روحانی رفعتوں کو حاصل کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص تواضع اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے ساتویں آسمان تک رفعت عطا فرماتا ہے۔ پس عاجزانہ راہوں کو اختیار کرتے ہوئے اور بنی نوع انسان کی سچی خدمت کے جذبہ سے سرشار ہو کر، انہیں فسق وفجور اور معصیت کی زندگی سے بچا کر مولائے حقیقی کے قدموں میں لانے کے لئے بھرپور سعی کریں۔ اپنے اعلیٰ اخلاق، بے لوث خدمت، محنت اور دعاؤں کے ساتھ سیرالیون کی تقدیر کو بدل دیں۔ آج آپ کے ملک کو آپ کی ضرورت ہے۔

خدا کرے کہ آپ اپنی عظیم ذمہ داریاں احسن رنگ میں انجام دینے کی توفیق پائیں۔

والسلام

خاکسار

(مرزا طاہر احمد)

خلیفۃ المسیح الرابع

لندن، 17 اکتوبر 1986ء

(مطبوعہ ہفت روزہ النصر 10 دسمبر 1986ء)

# آپ کا یوسف تو روحانی غلبہ ہونا چاہئے

## خطبہ جمعہ فرمودہ 17 اکتوبر 1986ء

''..... یہ ایک بہت ہی عظیم الشان مضمون ہے، جو قرآن کریم کی اس آیت نے ہمیں سکھا دیا اور اسی کا نام ہے، وہ اعمال جو باقی رہنے والے ہیں، جو وزن دار ہیں، وہ ہتھیار، جن میں قوتیں پائی جاتی ہیں۔ یہ قومیں، جو ان ہتھیاروں سے لیس ہوں، مذہبی جنگوں میں کبھی ہارا نہیں کرتیں، لازماً فتح یاب ہوا کرتی ہیں۔

اس پہلو سے میں ایک خاص امر کی طرف مزید توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ جب میں نے کینیڈا کا دورہ کیا تو جہاں بہت سے خوش کن پہلو بھی نظر آئے، جماعت میں بیداری کے آثار، ان کا رابطہ، ان کا اسلام کو غیروں تک پہنچانے کا نہ صرف عزم صمیم بلکہ دن بدن زیادہ منہمک ہوتے چلے جانا اور ماحول کو متاثر کرتے چلے جانا، یہ سارے پہلو ایسے تھے، جن سے بہت خوشی ہوئی۔ لیکن ایک پہلو بعض جگہ کمزوری کا بھی تھا۔ اور اس سے طبیعت میں نہ صرف یہ کہ پریشانی ہوئی بلکہ اس پر میں نے سوچا کہ ساری جماعت کو مطلع کرنا چاہئے کہ اس پہلو کی طرف خصوصیت سے وہ لوگ توجہ دیں، جو مغربی معاشرہ میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔

بعض بچے، جو ملاقات کے وقت سامنے آتے تھے، ان کی بول چال سے، ان کی طرز سے ایک بات صاف معلوم ہو جاتی تھی کہ ان کے گھروں میں عبادتوں کا ماحول نہیں ہے۔ اور ان کے گھروں میں قرآن کریم سے تعلق اور پیار کی باتیں نہیں ہیں۔ بلکہ اگر ہے تو مغربی موسیقی ہوگی، اگر ہے تو ٹی وی کے پروگرام ہوں گے یا دنیا کی تعلیم کی باتیں ہوں گی۔ ماں باپ کے چہروں سے یہ بات ظاہر نہیں ہوتی تھی۔ لیکن اولاد کے چہروں سے یہ بات ظاہر ہو جاتی تھی۔ کیونکہ ماں باپ کی تربیت اور قسم کے ماں باپ نے کی ہوئی تھی اور اس اولاد کی تربیت وہاں اور قسم کے ماحول نے کی ہے۔ اور ماں باپ نے اس ماحول سے بچانے میں غفلت کی۔ اور اپنے معاشرہ کو خود اپنے گھروں میں راسخ نہیں کر سکے، اپنے گھروں میں رائج نہیں کر سکے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اگرچہ وہ بھی مغربی رو میں بہہ رہے ہیں لیکن ان پر پرانی تربیت کے آثار ابھی تک باقی ہیں۔ اور جو بچے ہیں، ان کے چہرے بتا رہے ہیں کہ وہ ان اثرات سے آزاد ہو کر کسی اور سمت میں چل رہے ہیں۔ یہ ہے وہ نہایت ہی خطرناک بات، جس کی وجہ سے میرا دل وہاں بہت کڑھا۔

اور ایک موقع پر مسجد میں جب میں نے دیکھا کہ بعض بچوں نے بہت ہی زیادہ ہلڑ مچایا اور باقیوں کی بھی نماز خراب کی تو میں نے بڑی شدت کے ساتھ اس تکلیف کا جماعت کے سامنے اظہار کیا۔ یہ واقعہ ہر جگہ نہیں ہوا، صرف ایک ہی جگہ ہوا ہے۔ بعد میں اس جماعت کی طرف سے مجھے چھٹیاں آنی شروع ہوئیں۔ مردوزن کے انتہائی تکلیف میں مبتلا ہو کر معذرت کے خط آنے شروع ہوئے۔ میں نے ان کو جواباً بتایا یا جن سے بھی میری بات ہوئی کہ اس میں میری معافی کا سوال ہی کوئی نہیں ہے، تم اس ناراضگی کو سمجھے ہی نہیں، یہ اس قسم کا معاملہ نہیں ہے کہ تم نے معافی مانگ لی، میں نے کہا: معاف ہو گیا اور معاملہ ختم ہو گیا۔ اس تجربے سے ایک بہت ہی دردناک اور تکلیف دہ تصویر میرے سامنے ابھری ہے۔ جو سالہا سال کے ماضی سے تعلق رکھتی ہے۔ ایسے گھر میری آنکھوں کے سامنے آئے ہیں، جہاں نہ نمازیں ہوتی ہیں اور نہ تلاوتوں کی آواز سنائی دیتی ہے۔ وہ جو دین کا رخ ہے، دین کا پیار ہے، وہ ان گھروں میں رچا بسا نہیں۔ اور بچے اس طرح پرورش پا رہے ہیں، جیسے بے چھت کے ہوں اور ان کے اوپر کوئی امن کا سایہ نہیں ہے۔ لازماً وہ بچے پیدا آپ کر رہے ہیں اور وہ بن کسی اور کے رہے ہیں۔ اس انتہائی تکلیف دہ ماضی کا یہ علاج تو نہیں ہے کہ آپ مجھ سے معافی مانگ لیں اور میں کہوں کہ اچھا الحمدللہ معافی ہو گئی۔ اور ہم دونوں مصافحہ کر لیں یا گلے لگ جائیں۔ یہ تو اس کا نہایت ہی بچگانہ حل ہے۔ اس کی معافی تو تلافی مافات کے ذریعہ ہو سکتی ہے۔ اس کی معافی تو خدا سے مانگنی پڑے گی۔ اعمال میں تبدیلی کے ذریعہ، ہر گھر میں ایک پاکیزہ ماحول قائم کر کے اس کی تلافی ہو سکتی ہے۔ وہی اس کی سچی معافی ہو گی"۔

".....پس اس کو آئندہ کے لئے اپنے لئے ایک خصوصی جہاد بنالیں۔ اب آپ یہ سوچیں گے کہ بظاہر اس کا فوری طور پر ہمارے اس مقابلہ سے تعلق نہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ یہی وہ میدان ہے، جس میں ہم نے فتح حاصل کرنی ہے یا شکست حاصل کرنی ہے۔ اسی میدان میں یہ بازی ہاری جائے گی یا جیتی جائے گی۔ ہم مذہبی اقدار کو لے کر اٹھے ہیں، ہم سچائی کو لے کر اٹھے ہیں، ہم اس اسلام کو لے کر اٹھے ہیں، جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسلام ہے۔ عددی غلبہ اگر آئے بعد میں اور جیسا کہ آئے گا تو ہو سکتا ہے کہ ہماری بعد کی نسلیں اس عددی غلبے کو دیکھیں۔ لیکن ایک غلبہ جو بہت زیادہ قیمت رکھتا ہے، جو بہت زیادہ قدر رکھتا ہے، درحقیقت جس غلبہ کی خاطر مذہبی قومیں اپنی تمام جانوں کو مٹا دینے کے لئے تیار ہو جایا کرتی ہیں، اپنے اموال کو فدا کرنے کے لئے تیار ہو جایا کرتی ہیں، وہ روحانیت کا غلبہ ہے۔ وہ سچائی کا غلبہ ہے، وہ حق کی قدروں کا غلبہ ہے، وہ ان اخلاق حسنہ کا غلبہ ہے، جن کی خاطر مذہب آیا کرتے ہیں، وہ تعلق باللہ کا

غلبہ ہے۔ اس عددی غلبہ کو ہم نے کیا کرنا ہے، جو ایسے وقت میں نصیب ہو کہ جب ہماری اولادیں اصل میدان میں بازی ہار چکی ہوں اور ان کے عددی حیثیت خدا کے نزدیک کچھ بھی نہ ہو۔ اس لئے عددی غلبہ کا انتظار اس طرح نہ کریں کہ گویا وہی آپ کا یوسف ہے۔ آپ کا یوسف تو روحانی غلبہ ہونا چاہئے۔ اور اس فتح کو آپ نے پہلے اپنے گھروں میں حاصل کرنا ہے۔ اگر گھر میں یہ میدان ہار دیا تو باہر بھی آپ کی بازی ہار گئی۔ جہاں تک آپ کی ذات کا تعلق ہے، آپ فتح کا منہ دیکھ ہی نہیں سکتے پھر۔

اس لئے روح کو سمجھیں اور خصوصیت کے ساتھ اس دور سے یہ فائدہ اٹھائیں۔ کہتے ہیں، جب لوہا گرم ہوتا ہے، اس وقت نرم ہوتا ہے۔ وہی وقت ہوتا ہے، اسے مولڈ کرنے، اسے مختلف شکلیں دینے کا۔ جتنا زیادہ شدت کے ساتھ غیر حملہ کر رہا ہے، اتنا ہی زیادہ جماعت نفسیاتی لحاظ سے اس بات کے لئے تیار ہو رہی ہے کہ وہ اپنی تربیت کرے۔ اور جو رستے پہلے مشکل نظر آیا کرتے تھے، وہ آسان ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ عبادتیں جہاں لوگوں کو پہلے بھاری دکھائی دیا کرتی تھیں، اب وہ ان کے لئے ہلکی ہوتی جا رہی ہیں اور آسان ہوتی چلی جاتی رہی ہیں۔ مسلسل شاید ہی کوئی ایسا دن ہو کہ جس میں یہ اطلاع نہ ملی ہو کہ ہمارا خاندان پہلے بے نماز تھا، اب نمازی ہو گیا ہے۔ اور وجہ ہمیشہ یہ ہوتی ہے کہ غیر نے جو دکھ پہنچائے ہیں، ان کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس اصلاح کی توفیق بخشی ہے۔ نمازوں کی کیفیتیں بھی مسلسل بدل رہی ہیں۔ جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے، سینکڑوں خط مجھے روزانہ آتے ہیں۔ شاید ہی کوئی دن ہو، مجھے یاد نہیں کہ کوئی ایک بھی دن ایسا ہو، جس میں اس قسم کی خوش کن خبریں نہ ملتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اصلاح اعمال کی توفیق عطا فرمائی، نمازوں میں غفلت تھی، وہ دور کرنے کی توفیق عطا فرمائی، نمازوں کا معیار بڑھانے کی توفیق عطا فرمائی، وہ روحانی لذت اور سرور بخشا، جس سے ہم پہلے نا آشنا تھے۔ درحقیقت اس کی وجہ یہی ہے کہ اس وقت دل نرم ہیں اور نیکیوں کی شکل میں ڈھلنے کے لئے تیار بیٹھے ہیں۔ ایسے وقت میں آپ کو پورا استفادہ کر کے ان حالات سے ادفع بالتی ھی احسن کا ایسا قوی جواب دینا چاہئے کہ دشمن کو بھی محسوس ہو جائے کہ اب یہ اتنا آگے نکل چکے ہیں کہ ان کا تعاقب ہی نہیں ہو سکتا۔ اسلامی قدروں کو انہوں نے ایسا اپنا لیا ہے اور اخلاق میں اس قدر نمایاں ہو گئے ہیں کہ لاکھ ہم جھوٹ بولیں، اب دنیا مانے گی نہیں کہ ان کا اسلام سے تعلق نہیں ہے"۔

"..... چنانچہ یہ ہے وہ فتح، جو حقیقی فتح ہے۔ اگر اس کے عقب میں عددی غلبہ غلاموں کی طرح آئے تو وہ یقیناً اس لائق ہے کہ اسے قبول کیا جائے اور اسے تحسین کی نظر سے دیکھا جائے۔ لیکن اگر اس

پس منظر کے بغیر عددی غلبہ آئے تو اس کی کوئی بھی حیثیت نہیں۔ پس عددی غلبہ آنے کے دن بھی بہت دور نہیں۔ لیکن وہ اس طرح آئے گا اور اس کو اس طرح آنا چاہئے کہ آپ کے اندر ایسا بے پناہ حسن پیدا ہو جائے، اسلام اتنا زیادہ گہرائی کے ساتھ آپ کے اندر راسخ ہو جائے، آپ کی شکلیں ان پاکیزہ لوگوں سے اتنی زیادہ ملنے لگ جائیں، جن کو ہمیشہ خدا کی نظر نے بھی تحسین سے دیکھا ہے۔ وہ جو بے پناہ کشش آپ کے اندر پیدا ہوگی، اگر وہ عددی غلبہ کے باعث بنتی ہے تو وہی غلبہ ہے، جو قدر کے لائق ہے۔ اور اگر پاکستان میں یہ عددی غلبہ بھی نصیب ہو اور خدا کرے کل کی بجائے آج نصیب ہو، اگر چہ اس معاملہ میں ابھی ہمیں بہت سے قدم آگے بڑھانے ہیں، بہت لمبے فاصلے ابھی طے کرنے والے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ یہ ایک نسل کا کام نہ ہو، اس سے اگلی نسل بھی انہی راہوں پر ماری جائے، انہی راہوں پر فدا ہو، تب جا کر خدا کی طرف سے آخری فتح کا دن نصیب ہو۔ لیکن یہ فتح جو ہو رہی ہے، اس کی قدر کریں۔ یہی قدر کے لائق فتح ہے۔ اس کی غلامی میں جو فتح نصیب ہوگی، وہ ہمیں قبول ہے۔ کیونکہ وہی خدا کو قبول ہوا کرتی ہے۔ اس فتح سے چنگل چھڑا کر، اس سے آزاد ہو کر اگر عددی فتح ملتی ہے تو اس کی کوئی بھی حیثیت نہیں۔

اس لئے باہر کی جماعتیں بھی اس مضمون پر غور کریں، خصوصاً مغرب میں بسنے والی۔ جیسا کہ میں نے متوجہ کیا ہے، شدت کے ساتھ اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم اپنی اگلی نسلوں کو سنبھالیں اور جو گندے حملے باہر سے ہوتے ہیں اور آپ کو برے لگتے ہیں، وہی میدان آپ کے جیتنے کے میدان ہیں۔ وہاں آپ حسن خلق سے یا برائی کو حسن سے بدل کر اپنے اندر بھی پاکیزہ تبدیلی پیدا کریں، اپنی اولاد میں خصوصیت کے ساتھ تبدیلی پیدا کریں۔ اور اس ضمن میں، میں سمجھتا ہوں کہ ساری دنیا کی اور خصوصاً اس دنیا کی جماعتیں، جو مغربی دنیا کہلاتی ہے یا وہ علاقے بھی جو مشرق کے ہیں اور دور دراز کے ہیں اور مرکز کی آنکھ سے ذرا پرے رہتے ہیں، ان سب کی جماعتیں بھی خصوصیت کے ساتھ مجالس عاملہ کے اجلاس بلائیں اور مختلف پہلوؤں سے غور کریں کہ کس طرح اپنے گھروں کے ماحول کو پاکیزہ بنانا ہے۔ ہر گھر سے تلاوت کی آواز اٹھنی چاہئے۔ بچوں کو ہوش آئے، اس طرح آنکھیں کھولیں کہ گھروں میں سے تلاوت کی آواز آ رہی ہو، لوگ نمازوں کا اہتمام کر رہے ہوں۔ وضو بتانا نہ پڑے بلکہ وہ دیکھ کر سیکھ لیں۔ امر واقعہ یہ ہے کہ جن گھروں میں نمازوں کا اہتمام ہو اور تلاوت کا اہتمام ہو، وہاں بچوں کو کہہ کہہ کر سکھانا نہیں پڑا کرتا بلکہ بعض دفعہ انہیں روکنا پڑتا ہے کہ یہ بے موقع بات ہے، اس وقت اس بات کو چھوڑو۔ جن گھروں میں نمازیں ہو رہی ہوتی ہیں بعض دفعہ چھوٹے چھوٹے بچے بھی چلتے چلتے سڑک پر بھی اللہ اکبر کہہ کر سجدہ کر دیتے ہیں۔

چنانچہ یہی انگلستان میں ایک موقع پر ہم ونڈسر کاسل دیکھتے ہوئے ہم باہر سڑک پر آئے تو ایک چھوٹی سی بچی، جو ایسے گھر کی جہاں نماز ہوتی ہے، اس نے اللہ اکبر کہہ کر زمین پر سجدہ کر دیا۔ اس کو یہ بتانا پڑا کہ یہ جگہ نہیں ہے۔ جہاں گھروں میں عبادت سے پیار ہو، اللہ تعالیٰ کا تعلق ہو، تلاوتیں ہو رہی ہوں، وہاں یہ تو نہیں کہنا پڑتا کہ یہاں کرو بلکہ بچوں کو سمجھانا پڑتا ہے کہ یہاں نہ کرو۔

اور میرا یہ عام تجربہ ہے کہ چھوٹے سے چھوٹے بچے بھی جو اللہ سنتے رہتے ہیں، ان کو اللہ ہی یاد رہتا ہے۔ وقت بے وقت وہ اللہ کی آواز اٹھاتے رہتے ہیں۔ اور سب سے زیادہ لفظ جو ان کے ذہن پر نقش ہو جاتا ہے، وہ اللہ ہے۔ یہ باتیں اگر بچپن میں ذہنوں میں نقش نہ کی گئیں تو بڑے ہو کر آپ سے نہیں سکھائی جائیں گی۔ بڑے ہو کر غیر معاشرہ اتنا غالب آچکا ہو گا، ایسے رنگ چڑھا چکا ہو گا کہ اس کے بعد پھر اللہ کا رنگ چڑھنا مشکل ہو جائے گا۔ پہلے رنگوں کو مٹانا پڑے گا اور ان رنگوں میں ایسی شدت پائی جاتی ہے، مادہ پرستی کی ایسی سختی پائی جاتی ہے کہ پھر ان کو مٹانا بہت مشکل کام ہو جائے گا۔

اس لئے ساری دنیا کی جماعتیں خصوصاً مغربی تہذیب سے متاثر جماعتیں، یہ پروگرام بنائیں۔ اپنی ساری دماغی صلاحیتوں کو کام میں لائیں، اپنی قلبی صلاحیتوں کو کام میں لائیں، منصوبہ بندی کریں اور مقصد صرف یہ ہو کہ گھروں میں پاکیزہ ماحول پیدا ہو جائے۔ اور بچے اس ماحول میں پرورش پا کر اٹھیں۔ اور ان کے لئے قرآن کریم کی تلاوت سکھانے کے انتظام بھی موجود ہوں اور قرآن کریم کا ترجمہ سکھانے کے بھی انتظام موجود ہوں"۔

"..... اگر آپ نے یہ فتح حاصل کر لی تو آپ ایک ایسی نسل پیچھے چھوڑ کر جائیں گے جو دوسروں کے گھروں میں بھی فتح حاصل کر سکے گی، جو غیر معاشرے پر بھی قبضہ کر سکے گی۔ اگر آپ نے گھروں میں یہ میدان چھوڑ دیا اور یہاں اس میدان سے بھاگ گئے تو وہم ہے، مجنوں کی خواب ہے کہ آپ دنیا پر غالب آ جائیں گے"۔

"..... چونکہ بچوں سے تعلق رکھنے والا مضمون تھا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایک اور بات بھی مجھے سمجھائی اور وہ یہ کہ جس نیکی کا فیصلہ کرتے ہیں، اس سے ملتا جلتا صدقہ بھی دیا کرتے ہیں، خیرات بھی کیا کرتے ہیں تا کہ اس کام میں برکت پڑے۔ اگر آپ اپنے بچوں کو بچانا چاہتے ہیں تو بچوں پر رحم کا کوئی طریق سوچیں، بچوں سے حسن سلوک کی کوئی راہ سوچیں تا کہ وہ آپ کی طرف سے صدقہ بن جائے اور آپ کے بچوں کی حفاظت کرنے والا ہو جائے۔

اس پر مجھے خیال آیا کہ ایلسلو اڈور میں جو بڑی تباہی آئی ہے اور سینکڑوں بچے یتیم رہ گئے ہیں یا جو ماں باپ سے الگ ہو چکے ہیں، کچھ پتہ نہیں کہ وہ کون ہیں اور کہاں چلے گئے ہیں؟ حکومتیں اب ایسے بچوں کو اپنا رہی ہیں۔ اور جماعتی سطح پر تو یہ فیصلہ نہیں ہوسکتا کہ ہم براہ راست یونائیٹڈ نیشنز سے کہیں کہ ہمیں بھی بچے دیں یا ایلسلو اڈور کی حکومت سے کہیں۔ مگر جس جس حکومت میں احمدی رہتا ہے، وہاں وہ اپنی حکومت سے یہ درخواست کرسکتا ہے کہ جماعت احمدیہ اتنے بچوں کو گھر مہیا کرنے کے لئے تیار ہے، والدین مہیا کرنے کے لئے تیار ہے، تربیت کی ساری ذمہ داریاں قبول کرنے کے لئے تیار ہے اور جس حد تک بھی توفیق ہے، بہترین تعلیم دینے کی ذمہ دار ہے۔ یہ فیصلے ہر ملک میں اپنے طور پر ہو سکتے ہیں۔ پہلے وہ اپنا جائزہ لیں اور پھر اپنے اپنے ذرائع سے وہ حکومت سے رابطہ پیدا کر کے، پہلے اپنا جائزہ لیں اور پھر یہ پیشکش کریں کہ ہم اتنے بچوں کی کفالت کی ذمہ داری قبول کرتے ہیں۔ یہ جو احسان ہو گا بنی نوع انسان کے بچوں پر، یہ آپ کے بچوں کے حق میں ایک صدقہ جاریہ بن جائے گا۔ آپ کی کوششوں میں اتنی برکت پڑے گی کہ آپ حیران رہ جائیں گے کہ پہلے اگر ایک کے نتیجہ میں دس نعمتیں ملتی تھیں، اب ایک کے نتیجہ میں سو نعمتیں ملنی شروع ہو جائیں گی"۔

"..... چنانچہ اس سلسلہ میں، میں نے ایک یتیم خانے کے متعلق ہدایت دی تھی، جو خدا کے فضل سے مکمل بھی ہو چکا ہے۔ ایک اور وسیع یتیم خانہ ربوہ میں بنانے کا پروگرام ہے، انشاء اللہ۔ اور اگر ربوہ کا ماحول سازگار نہ ہو تو کسی اور ملک میں بنا لیں گے۔ یتامی کی جو ضرورت تو عالمگیر ہے۔ ضروری نہیں کہ مرکز احمدیت میں ہی ہو۔ افریقہ کے ممالک میں بھی ہو سکتے ہیں، دوسری جگہ میں بھی ہو سکتے ہیں۔

چنانچہ ہمارے ایک مخلص احمدی دوست نے تیس، چالیس لاکھ روپے کی پیشکش کی ہے کہ میری طرف سے ایک نہایت اعلیٰ یتیم خانہ اپنی مرضی کا بنوالیں۔ وہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ بنے گا لیکن جن گھروں کو توفیق ہو، وہ گھر اپنے آپ کو پیش کریں کہ ہم ایک یتیم ایلسلو اڈور کا پالنے کے لئے تیار ہیں۔ اور اگر تربیتی مشکلات پیش نظر ہوں، گھر کے ماحول پر ایسے بچوں کے بد اثر پڑنے کا خطرہ ہو، جو بالکل غیر اسلامی ماحول سے آرہے ہیں، جن کی تربیت اور طرح سے ہوئی ہے تو اس سلسلہ میں جماعت یہ بھی کرسکتی ہے کہ اجتماعی طور پر یتیم خانے کا انتظام کرے۔ ہم اسلام آباد کو بھی اس ضمن میں استعمال کر سکتے ہیں۔ صرف انگلستان کی جماعت کے لئے ہی نہیں بلکہ بعض دوسری جماعتوں کی طرف سے بھی۔ مثلاً یہ ہوسکتا ہے کہ انگلستان کے بعض خاندان یہ ذمہ داری قبول کرسکیں کہ ہم یتیم کو پالیں گے بھی اور بہترین تربیت بھی کریں گے اور تعلیم

بھی اعلیٰ دیں گے۔اور بعض سمجھیں کہ ہم یہ تو نہیں کر سکتے مگر ایک گھر ایک یتیم کا خرچ دینے کے لئے تیار ہیں یا ایک جگہ کے دس گھر مل کر یتیم کا خرچ دینے کے لئے تیار ہیں۔وہ خرچ کیا ہوگا؟ یہ جماعت فیصلہ کر کے بتائے گی پھر۔ایسی صورت میں ہم اسلام آباد میں پچاس یا سو یتامی کے لئے انتظام کر سکتے ہیں۔ انگلستان کی جماعت خواہ انگلستان سے مانگے یا باہر کی جماعتیں اپنے اپنے طور پر مانگیں۔مگر یہ وضاحت کر کے کہ ان بچوں کو ہم انگلستان میں بھجوائیں گے۔اگر یہ ممکن نہ ہو تو پھر اپنے اپنے ملک میں جماعتی انتظام کے تابع چھوٹے چھوٹے یتیم خانے بنائے جا سکتے ہیں۔ایسی احمدی خواتین ہیں، جو اپنی زندگی اس معاملہ میں خوشی کے ساتھ پیش کریں گی۔ایسے بوڑھے بزرگ ہیں، جو بڑی خوشی کے ساتھ اس نیک کام میں اپنے آپ کو پیش کریں گے کہ وہ ماں باپ کے طور پر ان معنوں میں ماں باپ کہ وہ ان کو ماں کا پیار بھی دینے والے ہوں اور باپ کی نگرانی بھی کرنے والے ہوں، جماعت ان کو ایسے بزرگ مہیا کر دے گی۔ایک چھوٹا سا گھر کرایہ پر لے لیا جائے گا یا اگر توفیق ہے تو خرید لیا جائے گا اور جتنے یتامی کو وہاں پالا جا سکتا ہو، وہاں ان کے لئے حکومت سے پیش کش کر کے، حکومت سے گفت وشنید کر کے فیصلہ کریں اور مطلع کریں کہ ہم خدا کے فضل سے اتنے یتامی کی پرورش کی ذمہ داری قبول کر چکے ہیں۔

خدا نے یہ جو نیکی کی ایک اور راہ دکھادی ہے، یہ جواب ہے ربوہ کے اس گندے جلسہ کی گندی گالیوں کا۔اس لئے ان لوگوں نے تو ہارنا ہی ہارنا ہے۔ان کے پلے سوائے گند کے ہے کچھ نہیں۔اور جتنا زیادہ گند بولتے ہیں، ہمیں اور زیادہ حسین بناتے چلے جارہے ہیں۔اور زیادہ ہمیں نیکی کی راہیں دکھاتے چلے جارہے ہیں۔اس لئے لازماً قرآن کریم کے فیصلے کے مطابق احمدیت جیتے گی، اس کے مقدر میں شکست ہو ہی نہیں سکتی۔کیونکہ آپ کی نظر حسن پر ہے اور دائمی حسن پر پڑی ہوئی ہے۔ہمیشہ اپنے نظریات کو بھی حسین تر اور اعمال کو بھی حسین تر بنانے کی کوشش میں آپ مصروف ہیں۔اللہ تعالیٰ ہمیں نصرت عطا فرما رہا ہے اور آئندہ بھی فرماتا چلا جائے۔آمین"۔

(مطبوعہ خطبات طاہر جلد 05 صفحہ 675 تا 692)

# آئندہ فتح وشکست کا فیصلہ نظریات کی دنیا میں نہیں ہوگا، عمل کی دنیا میں ہوگا

## خطبہ جمعہ فرمودہ 24 اکتوبر 1986ء

''.....پس یہ جو دنیا میں نظریات کی جنگیں ہو رہی ہیں یا آئندہ دنیا کے نقشوں کی باتیں ہو رہی ہیں، اس میں فتح وشکست کا فیصلہ نظریات کی دنیا میں نہیں ہوگا، عمل کی دنیا میں ہوگا۔ اور عمل کی دنیا میں خواہ ایک جماعت چھوٹی بھی ہو، اگر وہ اسلام کے نظریات کو اپنے اعمال کی دنیا میں ڈھال لے گی، اگر اسلام صرف قرآن کا اسلام نہیں رہے گا یا نام کا اسلام نہیں رہے گا بلکہ کسی جماعت کے اندر راسخ اور رائج ہو جائے گا، اس کے خون میں گھل مل جائے گا، اس کے اعمال میں ڈھل جائے گا، اس کی صورتوں سے ظاہر ہونے لگے گا، اگر خود اس جماعت کو امن نصیب ہوا اندرونی طور پر بھی اور بیرونی طور پر بھی تو پھر یقیناً ایسی جماعت

اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

کے استثناء کے تابع دنیا میں بالآخر برومند اور فتح مند ہونے والی جماعت ثابت ہوگی۔ اور اگر خدانخواستہ ایسا واقعہ نہ ہو تو قرآن تو بہر حال سچا نکلے گا مگر وہ جماعتیں ضرور مٹا دی جائیں گی۔ اور ان کی جگہ خدا اور جماعتیں لے آئے گا، جن کے ذریعہ خدا تعالیٰ نے قرآن کی سچائی کو بہر حال دنیا میں ثابت کرنا ہے۔

جرمنی میں بسنے والے احمدی ہوں یا یورپ کے دیگر جماعتوں کے بسنے والے احمدی ہوں، جو آج اس خالصۃً دینی اجتماع کے لئے اکٹھے ہوئے ہیں، یہی میرا ان کے نام پیغام ہے کہ آج آپ امن کے محافظ کے طور پر دنیا میں قائم کئے گئے ہیں۔ آج اسلام کے نمائندہ اور ایمبیسیڈر (Embassider) اور سفراء کے طور پر آپ دنیا میں نکلے ہیں۔ جہاں کہیں سے بھی آپ آئیں، جہاں کہیں بھی آپ جانے والے ہیں، آپ کی یہ حیثیت اولین حیثیت ہونی چاہئے کہ آپ اسلام کے سفیر ہیں۔ یعنی امن کے سفیر ہیں۔ اور اس امن کے سفیر ہیں، جو واقعاتی طور پر آپ نے پالیا ہے، آپ کی زندگیوں میں راسخ ہو چکا ہے۔ اس امن کی تلاش کرتے رہیں، جب تک وہ امن آپ کو نصیب نہ ہو۔ اور دنیا کو موقع دیں کہ وہ امن آپ سے حاصل کرے۔ اس حیثیت میں زندہ رہیں گے تو آپ یقیناً ایک فاتح کی حیثیت میں زندہ رہیں گے۔ اور قرآن کریم کے اسلوب سے یہ پتہ چلتا ہے کہ جب بھی خدا ایسے استثناء بناتا ہے،

اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

تو مراد یہ نہیں ہوتی ہے کہ یہ تھوڑے لوگ ہمیشہ تھوڑے رہیں گے۔ مراد یہ ہوتی ہے کہ یہ تھوڑے ہونے کے باوجود دنیا میں غالب آنے والے ہیں۔ ایک ایسا زمانہ بھی آنے والا ہے کہ یہ غالب آجائیں گے۔ اور گھاٹے والا انسان دنیا کی صف سے پیچھے دھکیل دیا جائے گا۔ گویا کہ ایک ڈرامہ میں ایک کردار نے اپنا پارٹ ادا کیا، اپنا کھیل کھیلا اور غائب ہو گیا اور ایک نیا کردار ابھرا۔ تو

اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

ایک نئے کردار کو دکھانے کا دروازہ کھول رہا ہے۔ ایک نئے کردار سے پردہ اٹھانے والی آیت ہے اور وہ آپ کا کردار ہے۔

اے احمدی نوجوانو! اے مستقبل کے محافظو!! جو آئندہ دنیا میں اسلام کے فتح مند ہونے کے لئے آج خدا تعالیٰ کی طرف سے اس بات کے لئے مقرر کئے گئے ہو۔ آج تم اسلام کو سیکھو تا کہ آئندہ آنے والی نسلوں کو تم اسلام سکھا سکو۔ آج اسلام کے امن کو اپنی سوسائٹیوں میں راسخ کر دو تا کہ آئندہ آنے والی سوسائٹیوں کے امن کی ضمانت دے سکو۔ تم مراد ہو اس آیت کے۔ اگر تم اس مقصد میں کامیاب ہو گئے تو پھر دنیا کا مستقبل یقیناً پر امن ہو گا۔ اور اگر تم اس مقصد میں ناکام ہو گئے تو بالآخر اسلام تو غالب آئے گا مگر تمہارے ذریعہ نہیں، ان لوگوں کے ذریعہ، جو اپنے اس دعویٰ میں سچے ہوں گے۔ وہ اسلام پر ایمان بھی لائیں گے اور اسلام پر عمل کر کے بھی دکھائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

یہ باتیں بظاہر ایسی ہیں، جو ہر آدمی سن کر قبول کر سکتا ہے۔ ہر احمدی کے لئے ان باتوں کو سن کر ان پر عمل کرنا بظاہر مشکل نہیں ہے، معمولی بات دکھائی دیتی ہے۔ مگر میں آپ کو متنبہ کرتا ہوں کہ یہ بہت محنت کا کام ہے۔ صبر کا مضمون اس طرف متوجہ کر رہا ہے کہ میرے ایک خطبے سے یہ مقصد حاصل نہیں ہوگا، میرے دس خطبوں سے بھی یہ مقصد حاصل نہیں ہو سکتا، ہزار ہا نصیحت کرنے والے آپ پر آکر نصیحت کا رنگ چڑھاتے چلے جائیں، تب بھی یہ مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس کے لئے ہر دل کے اندر ایک غیر معمولی تبدیلی کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ اور یہ توفیق دل کی سچائی سے نصیب ہوتی ہے، کسی بیرونی سچائی کو سننے سے نصیب نہیں ہوا کرتی، اس بات کو یاد رکھیں۔

کئی سال ہو گئے، مجھے عائلی زندگی کے امن کے اوپر مختلف رنگ میں روشنی ڈالتے ہوئے۔ بعض جگہ نیک اثر بھی پیدا ہوئے ہیں۔ لیکن آج بھی میں کم سے کم خدا کی قسم کھا کر دنیا میں یہ اعلان نہیں کر سکتا کہ

احمدی گھر آج جنت کا نمونہ بن چکے ہیں۔ میں کسی ایک ملک میں بھی یہ اعلان نہیں کر سکتا، نہ پاکستان میں کر سکتا ہوں، نہ ہندوستان میں کر سکتا ہوں، نہ انگلستان میں کر سکتا ہوں، نہ چین یا جاپان یا جرمنی میں کر سکتا ہوں۔ کیونکہ روزانہ مجھے کثرت کے ساتھ ایسے خطوط موصول ہوتے ہیں، جن سے پتہ چلتا ہے کہ یا مرد عورت کے مظالم کا شکار ہے یا عورت مرد کے مظالم کا شکار ہے۔ یا مرد کسی دوسرے مرد کے مظالم کا شکار ہے یا عورت کسی دوسری عورت کے مظالم کا شکار ہے۔ پس منہ سے کہہ دینا کہ ہاں عائلی امن ہمیں نصیب ہو گا تو دنیا میں ہم امن پیدا کر دیں گے، ہم دنیا پر اسلام کی برتری ثابت کر دیں گے، آسان کام نہیں ہے۔ لیکن جتنی محنت یہ کام چاہتا ہے، اس محنت کا نقشہ

وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ

میں صبر کے حصے نے ہمارے سامنے کھول دیا ہے۔ بڑے صبر کی ضرورت ہے۔ مجھے بھی صبر کی ضرورت ہے کہ میں جو نصیحت کروں، وہ کرتا جاؤں اور نہ تھکوں اور نہ مایوس ہوں۔ اور آپ کو بھی صبر کی ضرورت ہے کہ اپنی کوششوں میں صبر اختیار کریں۔ ہر وقت اپنا جائزہ لیتے رہیں اور اگر آپ کے گھروں میں بدامنی کے آثار پائے جاتے ہیں تو چین سے نہ بیٹھیں، جب تک اس بدامنی کے آثار کو زائل نہ کر لیں، ان کو ملیا میٹ نہ کر دیں۔ آپ نے اسلام کی وہ جنت، جو اسلام دنیا میں بنانے کا دعویٰ کرتا ہے، پہلے اپنے گھروں میں بنا کر دکھانی ہے۔ اگر یہ جنت آپ کے گھروں کو نصیب نہ ہوئی تو یقیناً دنیا کو آپ سے کسی قسم کی جنت کی امید رکھنا، ایک امید باطل کا قصہ ہو گا، ایک موہوم خیال ہو گا۔ دنیا پاگل ہو گی اگر آپ سے امن کی توقع رکھے، اگر آپ نے خود اپنے گھروں کو امن عطا نہیں کیا۔

اس لئے ایک نہایت ہی اہم بات ہے، ایک ایسا نکتہ ہے، جسے سمجھ کر اس پر عمل کرنے کے نتیجہ میں آپ عظیم الشان فتوحات حاصل کر سکتے ہیں۔ لیکن اسے نظر انداز کرنے کے نتیجہ میں جس طرح بار ہا آپ نظر انداز کرتے رہے ہیں اور کرتے چلے جا رہے ہیں، آپ اسی جگہ ڈھونڈتے پھرتے رہیں گے اور ترقی کی وہ نئی راہیں آپ پر نہیں کھلیں گی، جن راہوں پر چلنے کے بعد آپ ایک ایسے مقام پر پہنچ کر دنیا کو دیکھ سکتے ہیں کہ دنیا آپ کو اپنی فتوحات کے قدموں کے دامن میں بچھی ہوئی دکھائی دے۔

اس لئے دعائیں کریں اور استغفار کریں اور دیانت داری کے ساتھ ان نظریاتی بلند باتوں کو سادہ عام عمل کی دنیا میں اتارنے کی کوشش کریں۔ جب تک روزمرہ کی زندگی میں یہ باتیں رائج ہوتی دکھائی نہیں دیتیں، اس وقت تک اسلام کا یہ دعویٰ کہ وہ دنیا کو امن عطا کر دے گا، یہ دعویٰ سچا ثابت نہیں ہو سکتا۔

(مطبوعہ خطبات طاہر جلد 05 صفحہ 712 تا 715)

# قرآن کریم کی تعلیم کا خلاصہ امن ہے اور حصول امن کا آسان ذریعہ ذکر الٰہی ہے

## خطاب فرمودہ 24 اکتوبر 1986ء بر موقع سالانہ اجتماع مجالس خدام الاحمدیہ یورپ

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور رحمہ اللہ نے فرمایا:۔

''اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل کے ساتھ خدام الاحمدیہ مغربی جرمنی کو یوروپین اجتماع منعقد کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ جب بھی جرمنی آنے کا موقع ملا ہے، پہلے سے ہر دفعہ حاضری میں اضافہ دیکھا۔ یہ کبھی نہیں دیکھا کہ حاضری میں کمی ہوئی ہو''۔

فرمایا کہ

''برکتوں کے ساتھ ساتھ کچھ ذمہ داریاں بھی عائد ہوتی ہیں''۔

حضور نے فرمایا:۔

''قرآن کریم کا خلاصہ امن ہے اور جب تک یہ انسان کی ذات سے شروع نہ ہو، بیرونی دنیا میں اس کے قیام کا دعویٰ غلط ہے۔ انسان کی ذات سے یہ کیسے شروع ہو اور کیسے نصیب ہو؟ اس کا آسان ذریعہ ذکر الٰہی ہے۔ اس میں ہی طمانیت قلب ہے۔ ورنہ کئی ظاہری امن ہیں، جن کی کوئی حقیقت نہیں۔ دنیا کی لذتوں میں ڈوب کر بھی ایک امن نصیب ہو جاتا ہے، لیکن اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ طمانیت تو کہتے ہی اسے ہیں کہ جو دل میں گھر کر لے اور مستقل سکینت عطا کر دے اور اسی کا ذکر قرآن کریم نے

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ

میں فرمایا ہے۔ جس کے ساتھ اللہ رہے، اس کا ماحول پر سکون ہو جاتا ہے۔ یہ تعلق ایسا ہے کہ جو چھپا نہیں رہ سکتا۔ بلکہ ظاہری دنیا کی طرح محبت الٰہی کا بیج بھی بڑھ کر انسانی دل کو مرغزار بنا دیتا ہے۔ اگر دلوں کو یہ سکون نصیب ہو جائے تو حقیقی امن ہمیں نصیب ہو جائے گا۔ خدا کرے ایسا ہی ہو''۔

(مطبوعہ ہفت روزہ النصر 14 نومبر 1986ء)

# تبلیغ کا میدان آپ سب کی خاص توجہ کا متقاضی ہے

## پیغام بر موقع جلسہ سالانہ سپین منعقدہ 24,25 اکتوبر 1986ء

بسم اللہ الرحمان الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیارے عزیزان!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھے یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ جماعت احمدیہ سپین اپنا سالانہ جلسہ 24 اور 25 اکتوبر 1986ء کو منعقد کر رہی ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس جلسہ کو غیر معمولی طور پر کامیاب فرمائے۔

پیارے عزیزو! آپ دنیا کے عام لوگوں کی طرح نہیں ہیں۔ آپ اس مسیح محمدی کے غلام ہیں، جس کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی تھی کہ اگر ایمان ثریا پر بھی چلا جائے گا تو وہ اسے پھر سے زمین میں قائم کرے گا۔ پس اپنے اس مقام کو ہمیشہ مدنظر رکھیں۔ بلند پروازی اختیار کریں اور روحانی رفعتوں کو حاصل کریں۔

تبلیغ کا میدان آپ سب کی خاص توجہ کا متقاضی ہے۔ اہل سپین کے دلوں کو اسلام کی خاطر جیتنے، انہیں خدائے واحد کا پرستار بنانے کے لئے جس جوش وجذبہ کی ضرورت ہے، اس طرف ابھی پوری توجہ پیدا نہیں ہوئی۔

آپ اس دور میں احمدیت یعنی حقیقی اسلام کے نمائندہ ہیں۔ اس کا حق ادا کیجئے۔ آج احمدیت فتح کے نئے ادوار میں داخل ہونے کے لئے آپ سے بے لوث اور مخلصانہ قربانیوں کا مطالبہ کر رہی ہے۔ پس عاجزانہ راہوں کو اختیار کرتے ہوئے، اپنے اعلیٰ اخلاق، بے لوث خدمت، محنت اور دعاؤں کے ساتھ آگے بڑھیں اور اہل سپین کی تقدیر کو بدل ڈالیں۔ اہل سپین کو اپنے دلوں میں بسائیں، ان سے مسلسل رابطہ رکھیں اور تعلقات بڑھائیں۔ بار بار ملاقات سے بھی دلوں کے زنگ اترتے ہیں اور بہت سے شبہات کا ازالہ ہو کر صداقت اپنے نکھار کے ساتھ نکھرتی ہے اور صحیح صورتحال سامنے آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے

دل اسلام اوراحمدیت کے لئے کھول دے اورآپ کی طرف سے مجھے بیعتوں کی اطلاع ملنی شروع ہو جائے۔تامیرادل یہ خوشیوں بھری خبرسن کرجھوم اٹھے اورآپ پہلے سے بہت بڑھ کرمیری دعائیں لوٹنے والے ہوں۔اللہ تعالیٰ آپ کواحسن رنگ میں اپنی ذمہ داریاں نبھانے کی توفیق دے اور ہرآن آپ کے ساتھ ہو،اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔(آمین)

والسلام

خاکسار

(مرزاطاہراحمد)

خلیفۃالمسیح الرابع

(مطبوعہ ہفت روزہ النصر25دسمبر1986ء)

# مغرب سے دین کا سورج دوبارہ ابھرے گا اور سارے عالم کو روشن کر دے گا

## خطاب فرمودہ 26 اکتوبر 1986ء بر موقع سالانہ اجتماع مجالس خدام الاحمدیہ یورپ

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے فرمایا:۔

''اللہ تعالیٰ کا بے انتہا فضل اور اس کا احسان ہے کہ اس نے خدام الاحمدیہ کے تیسرے یورپین اجتماع کو غیر معمولی رونق عطا فرمائی۔ اور منتظمین کی جتنی توقعات تھیں، ان سے بہت بڑھ کر اجتماع کی حاضری بڑھا دی۔ گزشتہ سال اجتماع کی حاضری آٹھ سو تھی، جبکہ امسال اٹھارہ سو سے بھی زائد ہے۔ یہ غیر معمولی اضافہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے۔ اس اجتماع میں شامل ہونے والوں کی کثیر تعداد جرمنی کے خدام کی ہے۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جرمنی میں دو ہزار کے قریب خدام ضرور ہوں گے۔ فعال نوجوانوں کی اتنی بڑی تعداد کسی ملک کو عطا ہو جائے تو اس ملک کی کایا پلٹ سکتی ہے۔ اس لئے آپ شیروں کی طرح یہ عزم لے کر اٹھیں کہ اس ملک کو دین حق کے لئے فتح کرنا ہے۔ دینی اصطلاح میں فتح سے مراد دلوں اور روحوں پر قبضہ ہے، نہ کہ ظاہری فتح۔ اور دلوں اور روحوں پر قبضہ سے پہلے خود مفتوح ہونا پڑتا ہے۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے کہ

عشق اول در دل معشوق پیدا می شود

پس حقیقت میں ہماری فتح سے مراد دنیاوی فتح نہیں بلکہ وہ روحانی فتح ہے، جس کے نتیجہ میں جو مغلوب ہوتے ہیں، وہ بھی فاتح بن جاتے ہیں اور نجات پا جاتے ہیں''۔

فرمایا:۔

''جرمنی میں خدام کی حاضری سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ یہاں ترقی کے نمایاں امکانات ہیں۔ کیونکہ نوجوانوں میں کام کی ہمت ہوتی ہے اور خدمت کا جذبہ بھی ہوتا ہے، وہ اپنے آپ کو مٹا دینے کی طاقت بھی رکھتے ہیں، ان میں مالی اور جانی قربانی کی بھی زیادہ ہمت ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے جرمنی کو ایک فوقیت ہے کہ یہاں احمدیوں کی تعداد زیادہ نوجوانوں پر مشتمل ہے۔

دوسرا پہلو یہ ہے کہ جرمن قوم زیادہ سعادت مند اور سلیم فطرت ہے۔ یہ لوگ سنجیدہ مزاج رکھتے ہیں اور غیر قوموں کو قبول کرنے کے لئے ان میں وسعت قلبی بھی ہے۔ ان کو تنگ دل کہنا امر واقعہ کے

خلاف ہے۔ جرمن قوم میں دین حق کو قبول کرنے کی صلاحیتیں دیگر یورپین قوموں سے بہت زیادہ ہیں۔ حقیقت حال کو قبول کرنے میں زیادہ مخلص ہیں۔ اور اگر قریبی نظر سے دیکھیں تو یہ نہایت اعلیٰ قدروں سے مزین پائے جاتے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت فضل عمر نے بھی یورپ میں ابتداءً جرمن قوم کو ہی احمدیت کے لئے منتخب فرمایا تھا"۔

مزید فرمایا کہ

"اس لحاظ سے ہماری ذمہ داری بڑھ جاتی ہے۔ اس ذمہ داری کو ادا کرنے کے لئے دو پہلو ہیں، جن کی طرف توجہ دلانا ضروری ہے۔

اول: جب تک ہر احمدی داعی الی اللہ نہیں بن جاتا، اس وقت تک جرمنی کو احمدی بنالینا، موہوم خیال ہے۔

دوم: اگر تم اپنے اس دعویٰ میں سچے ہو کہ ساری دنیا کو اس مقدس وجودؐ کی غلامی میں لے آؤ گے، جس کی خاطر یہ کائنات پیدا کی گئی ہے تو غور کرو کہ تم اس کے لئے کیا تبدیلی اپنے وجودوں میں پاتے ہو؟

تجزیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس راہ میں ہماری کوشش بہت کمزور ہے۔ پس اپنے مقصود کو متعین کریں اور اپنے مقاصد کو بلند کریں، اپنی اصلاح کریں۔ نوجوانی کی عمر میں اپنی اصلاح کرنے کی زیادہ صلاحیت ہوتی ہے۔ اگر آپ سنجیدگی سے دعوت الی اللہ کے کام میں شامل ہوں گے تو اگلے سال اٹھارہ سو کی بجائے دوگنے خدام ہونے چاہئیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں پھل دینے میں کم حوصلہ نہیں ہے۔ پس ہر خادم کا فرض ہے کہ وہ آج یہاں سے فیصلہ کر کے اٹھے کہ وہ داعیان الی اللہ کی فوج کا سپاہی بن جائے گا۔ اس کے لئے کیا طریق اختیار کیا جائے؟"

فرمایا:۔

"اول، ارادہ باندھنا بہت ضروری ہے۔ جس کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کے ذریعہ توفیق طلب کرنا اور مدد مانگنا، بہت اہم امر ہے۔ پھر اس کے بعد دوسری چیز زبان کا سیکھنا ہے۔ اگر آپ دعا میں سنجیدہ ہیں تو زبان بھی آپ کے لئے آسان ہو جائے گی۔ پس زبان سیکھیں اور ارادہ کر لیں کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس کو سیکھنا ہے۔ اس سے آپ کو دنیا میں بھی عظیم الشان فوائد حاصل ہوں گے۔ سنجیدگی سے زبان سیکھیں اور سیکھنے والوں سے استہزاء کی عادت کو بھی ختم کریں۔ صحیح تلفظ سے سیکھنے کی کوشش کریں۔ زبان سیکھنے کے لئے زبان کا اصل انداز اپنانا ضروری ہوتا ہے۔ جب آپ زبان سیکھ لیں گے تو پھر یہ قوم آپ کو قبول کر لے گی"۔

پھر فرمایا:۔

’’چھوٹی چھوٹی باتوں کو اہمیت دیں اور سنجیدگی سے زبان سیکھیں اور اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کریں۔ احساس ذمہ داری سے اس قوم کے حقوق ادا کریں۔ اگر آپ ایسا کرنے لگیں گے تو پھر ہر اجتماع پر آپ کی تعداد میں اضافہ ہوگا۔ اتنا اضافہ ہوگا کہ جماعت میں کثیر تعداد جرمن لوگوں کی ہوگی‘‘۔

حضور نے فرمایا:۔

’’یہ ایک انتہائی ضروری امر ہے۔ میں آپ کو بار بار اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ یورپ کو اگر آپ نے ہلاکت سے بچانا ہے تو جرمن قوم کو ہلاکت سے بچائے بغیر یورپ نہیں بچ سکتا۔ اس قوم کو اولیت حاصل ہے۔ پہلے ان کی طرف توجہ دیں، ان کو سنبھال لیں، پھر سارا کام یہ خود کریں گے۔ دین کی خاطر پھر یہ صف اول کے خادم بن جائیں گے۔ اگر آپ جرمن قوم کو سنبھال لیں تو میں یقین دلاتا ہوں کہ یورپ کی تقدیر بھی بدل جائے گی۔ اور اگر سارا یورپ احمدی ہو جائے تو ساری دنیا کے لئے احمدی بنے بغیر کوئی چارہ نہیں رہے گا۔ ایسی صورت میں، میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مغرب سے دین کا سورج طلوع ہوگا اور ضرور مغرب سے دین کا سورج طلوع ہوگا۔ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی حرف بحرف سچی نکلے گی۔ پس اے مغرب سے دین کا سورج طلوع ہونے کی تمنا رکھنے والو! تمہاری محنتوں سے، تمہاری توجہ سے اور تمہاری قربانیوں سے یہ مغرب میں ڈوبتا ہوا سورج دوبارہ ابھرے گا اور سارے عالم کو روشن کر دے گا۔ پس یہی پیغام تھا، جو میں نے آپ کو دینا تھا۔ میں امید کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں اور کرتا رہوں گا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو سنجیدگی سے ان باتوں کو قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین‘‘۔

(مطبوعہ ضمیمہ ماہنامہ انصار اللہ نومبر 1986ء)

# قوموں کے عروج وزوال میں عورتوں کا گہرا ہاتھ ہوتا ہے

## پیغام برموقع سالانہ اجتماع لجنہ اماء اللہ مرکزیہ قادیان منعقدہ اکتوبر 1986ء

بسم اللہ الرحمان الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

خداتعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھو الناصر

میری عزیز بہنو اور بچیو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھے یہ جان کر بے حد خوشی ہوئی ہے کہ لجنہ اماء اللہ مرکزیہ قادیان اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنا پہلا سالانہ اجتماع منعقد کرنے کی توفیق پارہی ہے۔الحمدللہ علیٰ ذالک ۔نیک مقاصد کے ساتھ احمدیت کے دائمی مرکز میں جمع ہونا، آپ سب کو مبارک ہو۔ اوران سب اجتماعات سے وابستہ فیوض و برکات سے وافر حصہ لے کر احمدیت کے پاک نمونے بننے کی آپ کو توفیق ملے، آمین۔

ماموز زمانہ کی بعثت کا مقصد جہاں دنیا میں خدائے واحد ویگانہ کی توحید کا قیام ہوتا ہے، وہاں مخلوق خدا میں باہمی محبت اور پیار کو استوار کرنا بھی ان کا مدعا ہوتا ہے۔ اس زمانہ میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی اسی مشن کے ساتھ مبعوث ہوئے۔آپؑ فرماتے ہیں:۔

”...میں دو ہی مسئلے لے کر آیا ہوں۔اول: خدا کی توحید اختیار کرو۔ دوسرے: آپس میں محبت و ہمدردی ظاہر کرو۔ وہ نمونہ دکھلاؤ کہ غیروں کے لئے کرامت ہو“۔

(ملفوظات جلد01 صفحہ 336)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کی ان دو اغراض کے پیش نظر میں آپ کو یاددلاتا ہوں کہ آپ کے بھی کچھ فرائض اور ذمہ داریاں ہیں۔قوموں کے عروج وزوال میں عورتوں کا گہرا ہاتھ ہوتا ہے۔ کیونکہ نئی نسلوں کی باگ دوڑ ان کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی

”الجنۃ تحت اقدام الامھات“

کے الفاظ میں اس طرف لطیف اشارہ فرمایا ہے کہ ماؤں کی اچھی تربیت کے نتیجہ میں ہی ساری قوم کا قدم جنت کی طرف اور ترقی کی طرف اٹھ سکتا ہے۔

اسی غرض سے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے لجنہ اماء اللہ کی تنظیم قائم فرمائی تھی۔ تا ان کی اچھی تربیت کے ذریعہ صادقوں کی وہ جماعت تیار ہو، جو دین کی خدمت اور مخلوق کی ہمدردی میں عدیم المثال ہو۔ اور یہی خلاصہ ہے، آپ کے عہد کا جو آپ ہمیشہ دہراتی ہیں۔ یاد رکھیں سچی توحید تقاضا کرتی ہے، اس بلالیؓ روح کا، جس کی احد احد کی صدائیں صرف خدا کو اپنا معبود و مقصود اور مطلوب قرار دے کر اس کی وفاداری اور بندگی کا دم بھرتی ہوں۔ کیونکہ وہی سچا، زندہ اور وفادار خدا ہے۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ اگر آپ اس رنگ میں اپنے رب سے محبت کریں گی اور اس کی طرف جھکیں گی تو وہ ہمیشہ آسمان سے آپ کی مدد کے لئے اترے گا اور آپ کے خلاف کفر کی سب تدبیروں کو یکسر باطل کر دے گا۔ انشاء اللہ العزیز۔

پیاری بہنو! جہاں تک حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کی دوسری غرض یعنی مخلوق خدا سے ہمدردی اور محبت کا تعلق ہے، یاد رکھنا چاہیے کہ اس کے بارے میں ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سکھلایا ہے کہ اس کی بنیاد الحب فی اللہ پر ہونی چاہئے۔ یعنی محض اللہ کی خاطر اس کی مخلوق سے محبت کی جائے اور اس کے عوض کبھی جزاء یا شکر وسپاس کی خواہش دل میں نہ رکھی جائے۔ پس آپ بھی اس ارشاد کو مدنظر رکھتے ہوئے اللہ کی خاطر اس کے بندوں سے محبت کریں۔ کسی سے کینہ نہ رکھیں، کسی سے بغض نہ رکھیں، کسی سے حسد نہ کریں، باہم اتفاق رکھیں، ہر ایک کی دلداری کریں، سچی پرہیزگاری سے کام لیں اور حسن سلوک سے پیش آئیں۔ یقیناً محبت سے ہی دل جیتے جایا کرتے ہیں۔ اور یہ محبت ہی ہے، جو دنیا کو ظلمتوں سے نکال کر نور کے اجالوں میں لا بٹھایا کرتی ہے۔ لیکن اس مقصد میں کامیابی تبھی ممکن ہے، جب آپ اپنے گھروں کو جنت ارضی میں تبدیل کر دیں گی۔ اور ان میں پلنے والی نسلوں کی اچھی تربیت کر کے انہیں اپنے نصب العین سے وہ مکمل آگہی دیں گی کہ جس کے نتیجہ میں وہ ہمیشہ فطری نیکی اور طبعی جذبہ حب خلائق سے سرشار ہو کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بنی نوع انسان کے دلوں کو جیتتے رہیں۔

پس مسیح پاک کے ان نونہالوں کی، جو آپ کے پاس جماعت کی ایک امانت ہیں، اچھی تربیت کریں۔ اور اس غرض کے لئے ہمیشہ اس امر کو ذہن نشین رکھیں کہ بچے کی پیدائش کے ساتھ ہی اس کی تربیت کا زمانہ شروع ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اسی زمانہ سے خدا کے حضور دردِ دل سے دعائیں کرتے ہوئے ان کی دینی و دنیوی ترقی کے لئے انہیں زیور علم وعمل سے آراستہ کرنے کی کوشش کریں۔ اور بچپن کی تربیت کے ذریعہ

انہیں اس راستہ پر ڈال دیں، جو جنت کا راستہ ہے۔ تا کہ بڑے ہو کر وہ اسلام کی ایک جیتی جاگتی تصویر بن جائیں۔ اس طرح آپ کے وجودوں سے سلسلہ کو جو مدد ملے گی، اس پر آنے والی نسلیں بھی فخر کریں گی۔ اور تاریخ احمدیت ہمیشہ اس پیار سے آپ کو یاد رکھے گی کہ محمد عربیؐ کے عاشقان صادق اور مہدی معہودؑ کے شیدائی ان گودوں کے پالے ہیں۔ اللہ آپ کے ساتھ ہو۔ آپ اس کی ہوں اور وہ آپ کا ہو۔

والسلام

خاکسار

مرزا طاہر احمد

**خلیفۃ المسیح الرابع**

(مطبوعہ ہفت روزہ النصر 28 نومبر 1986ء، بشکریہ ہفت روزہ ''بدر'' قادیان 30 اکتوبر 1986ء)

# تحریک جدید انجمن احمدیہ وقف زندگی کے نظام کی سب سے نمایاں مظہر ہے

## خطبہ جمعہ فرمودہ 31 اکتوبر 1986ء

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیت کریمہ کی تلاوت کی:۔

اِنَّ اللّٰہَ اشۡتَرٰی مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَنۡفُسَہُمۡ وَ اَمۡوَالَہُمۡ بِاَنَّ لَہُمُ الۡجَنَّۃَ
(التوبۃ:111)

اور پھر فرمایا:۔

”قرآن کریم یہ اعلان فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانیں بھی خرید لی ہیں اور ان کے اموال بھی خرید لئے ہیں۔ کس قیمت پر؟ فرمایا: اس قیمت پر کہ اللہ تعالیٰ ان سے جنت کا وعدہ فرماتا ہے۔ آج جماعت احمدیہ کا نظام خواہ مرکزی انجمنیں ہوں یا ذیلی تنظیمیں، تمام کا تمام اس آیت کریمہ کا مصداق نظر آتا ہے۔ صدر انجمن میں بھی اور تحریک جدید میں بھی اور وقف جدید میں بھی اور انصار اللہ میں بھی، خدام الاحمدیہ اور لجنات میں بھی، اطفال میں بھی اور ناصرات میں بھی جانیں پیش کرنا اور وقت کی قربانی پیش کرنا اور اموال پیش کرنا اور اپنی عزیز متاع کو خدا کے حضور قربان کر دینا، ہر رنگ میں بہت ہی حسین منظر کے ساتھ دکھائی دے رہا ہے۔ اور انفرادی طور پر بھی بہت ہی خوبصورت اور دلکش جانی اور مالی قربانی کے واقعات نظر کے سامنے آتے رہتے ہیں اور اجتماعی طور پر جماعت احمدیہ کی ہر تنظیم کی طرف سے بھی ان دونوں پہلوؤں سے مسلسل اللہ تعالیٰ کے فضل سے قدم آگے سے آگے بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ مگر جہاں تک باقاعدہ وقف زندگی کا تعلق ہے، تحریک جدید انجمن احمدیہ وقف زندگی کے نظام کی سب سے نمایاں مظہر ہے۔ اور مالی قربانی کے لحاظ سے بھی دوسری تنظیموں سے مقابلۃً پیچھے نہیں ہے۔

آج بفضلہ تعالیٰ 31/ اکتوبر کو تحریک جدید کے دور اول کا 52 واں سال ختم ہو رہا ہے۔ اور دفتر دوم کا 32 واں سال ختم ہو رہا ہے۔ اور دفتر سوم کا 21 واں سال ختم ہو رہا ہے۔ اور دفتر چہارم، جس کا گذشتہ سال میں نے اعلان کیا تھا، اس کا پہلا سال ختم ہو رہا ہے۔ اور دستور کے مطابق جو سابقہ روایات ہیں، ان کو ملحوظ رکھتے ہوئے، اکتوبر کے آخری جمعہ میں تحریک جدید کے نئے سال کا اعلان کیا جاتا ہے۔ پس آج

میں اس خطبہ کے ذریعہ تحریک جدید کے دفتر اول کے 53 ویں سال کے آغاز کا اعلان کرتا ہوں۔ اور تحریک جدید کے دفتر دوم کے 33 ویں سال کے آغاز کا اعلان کرتا ہوں۔ اور دفتر سوم کے 22 ویں سال کے آغاز کا اعلان اور دفتر چہارم کے دوسرے سال کے آغاز کا اعلان کرتا ہوں۔

عمومی طور پر جن تنظیموں کے سپرد بعض سالوں کی نگرانی سپرد کی گئی تھی، انہوں نے بفضلہ تعالیٰ بڑی عمدگی کے ساتھ اور بڑی محنت کے ساتھ دوران سال کام کو آگے بڑھایا اور مختلف وقتوں میں مجھے رپورٹیں بھی بھجواتی رہیں۔ ان کے کام کی تفصیل کا ذکر تو یہاں نہیں کیا جا سکتا لیکن جو نتائج ہیں، وہ میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ اس سے آپ کو اندازہ ہو گا کہ کیا تحریک جدید کے کارکنان، جن کا مال سے تعلق ہے اور کیا دیگر تنظیمیں، انہوں نے بفضلہ تعالیٰ بڑی تندہی اور جاں فشانی سے سارا سال جو محنت کی تھی، اللہ تعالیٰ نے اس کو بہترین پھل لگائے ہیں۔ اور صرف ان کی محنت کا اس میں دخل نہیں۔

جماعت احمدیہ کو خدا تعالیٰ قربانیوں کے ایک نئے دور میں داخل کر رہا ہے۔ اور قربانیوں کے پھل کا، جو وعدہ ہم سے اخروی دنیا میں کیا گیا ہے، اس پر کامل یقین پیدا کرنے کے لئے اس دنیا میں بھی کثرت سے جماعت احمدیہ کی قربانیوں کو پھل لگا رہا ہے کہ کسی شک یا وہم کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ وہ خدا، جو اس دنیا میں غیر معمولی طور پر ہماری قربانیوں سے بہت بڑھا کر ایسے پھل عطا کرتا ہے، جنہیں ہماری محنت سے کوئی نسبت نہیں ہوتی تو لازماً وہی خدا اخروی دنیا میں بھی ہمارے اجر کو ضائع نہیں فرمائے گا۔ بلکہ توقعات سے لامتناہی طور پر زیادہ اجر حسنہ فرمائے گا۔

تحریک جدید کے جو کوائف اس وقت میں آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں، ان میں سے جو اس وقت میرے سامنے ہیں، چند چن کر رکھوں گا، ورنہ بہت تفصیلی کوائف مجھے مہیا کئے گئے ہیں مرکز کے مختلف دفاتر کی طرف سے۔ ان سب کو پڑھنے کا نہ یہاں وقت ہے، نہ عموماً دوست کوائف کی زبان کو پوری اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔ نتیجۃً اگر وہ کوائف پڑھنے شروع کر دیئے جائیں تو سننے والوں کو نیند آنی شروع ہو جاتی ہے اور کوائف پڑھ کر سنانے کا مقصد یہ نہیں کہ نیند آجائے بلکہ یہ مقصد ہوا کرتا ہے کہ جاگیں اور ہوشیار ہوں اور سمجھیں کہ کیا وہ کر چکے ہیں اور آئندہ انہیں کیا کرنا ہے؟ اس لئے میری کوشش یہی ہو گی کہ چیدہ چیدہ ایسے کوائف آپ کے سامنے رکھوں، جو سلانے کی بجائے جگانے کا کام دیں۔

سال گذشتہ 51 واں سال، جو موجودہ سال گزر رہا ہے آج، اس سے پہلے کا سال تھا۔ اس میں کل وعدہ جات پاکستان کی طرف سے 44,20,000 روپے کے موصول ہوئے تھے۔ اور 52 ویں سال

میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ بڑھ کہ 55,64,000 روپے کے وعدے بن گئے۔ گویا فیصد اضافہ 26 فیصد ہوا۔ پاکستان کے موجودہ حالات میں جماعت جس قسم کی مشکلات کا شکار ہے، اس میں اقتصادی مشکلات بھی بہت نمایاں طور پر سامنے آرہی ہیں۔ بے وجہ احمدی ہونے کے جرم میں نوکریوں سے نکالے جانا، باوجود اول حق رکھنے کے نوکریاں نہ دلوانا، تجارتوں میں نقصانات اور دیگر کئی قسم کی مخالفانہ کوششیں، جو اقتصادیات پر برا اثر ڈالتی ہیں، مثلاً بعض دکانوں کے بائیکاٹ، بعض تجارتوں کے بائیکاٹ، ان سب باتوں کے باوجود مسلسل خدا کے فضل سے جماعت احمدیہ پاکستان کی قربانی کا قدم آگے بڑھتا چلا جارہا ہے۔ اور ایک ہی سال میں 26 فیصد اضافے کے ساتھ وعدہ جات پیش کرنا، خدا تعالیٰ کے خاص فضل کے بغیر ممکن نہیں۔ وصولی کی رفتار کے متعلق بھی وہاں کی اطلاع یہی ہے کہ ہم امید یہ رکھ رہے ہیں کہ انشاء اللہ جب سب کوائف اکٹھے ہو جائیں گے، کیونکہ آخری دن تک سب جماعتوں کی طرف سے اطلاعیں نہیں ملا کرتیں۔ تو ان کی توقع یہ ہے کہ وعدوں سے بھی انشاء اللہ وصولی آگے بڑھ جائے گی۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ امید لگا رہے ہیں، گزشتہ سال کی تدریجی آمد سے موازنہ کر کے کہ اگر چہ وعدے تو پچپن لاکھ کچھ کے ہیں لیکن توقع یہی ہے کہ وصولی انشاء اللہ ساٹھ لاکھ تک پہنچ جائے گی۔ وعدوں میں جن جماعتوں نے نمایاں قربانی کا نمونہ دکھایا ہے اور خدا کے فضل سے بہت نمایاں طور پر آگے قدم بڑھایا ہے، ان میں کراچی، ملتان، ساہیوال، پشاور اور راولپنڈی اور بہاولنگر کا نام خاص طور پر قابل ذکر ہے۔

آپ کو یاد ہوگا کہ کچھ سال سے میں اس بات پر زور دے رہا ہوں کہ وہ بزرگ، جنہوں نے دفتر اول کی بنیاد ڈالی تھی۔ یعنی تحریک جدید کے پہلے سال میں جو تحریک جدید میں شامل ہوئے تھے، ان کی قربانیوں کا ہی یہ پھل ہے کہ آج ساری دنیا میں جماعت احمدیہ کی اتنی غیر معمولی ترقی ہو رہی ہے اور سو سے زائد ممالک میں جماعت احمدیہ قائم ہو چکی ہے۔ اس لئے ان کے کھاتوں کو تو ہمیں بہر حال زندہ رکھنا چاہئے۔ اور ان کی یاد کو دعاؤں کی خاطر قیامت تک آگے بڑھاتے جانا چاہئے۔ ہر نسل ان کو یاد رکھے اور آنے والی نسلیں ان کے لئے دعائیں کرتی رہیں اور ان پر سلام بھیجتی رہیں کہ ان کی ابتدائی قربانیوں کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے تمام دنیا میں اسلام کے غلبہ کی داغ بیل ڈالی۔

چنانچہ اس دفعہ کی رپورٹ کے مطابق گزشتہ تین سال میں بفضلہ تعالیٰ 1150 کھاتے بحال ہو چکے ہیں۔ اور گزشتہ سال کے دوران 337 کھاتے بحال ہوئے۔ مشکل یہ ہے کہ بہت سے بزرگ ایسے ہیں، جنہیں فوت ہوئے، 40-30 سال بھی ہو چکے ہیں اور ان کی اولادوں کا پتہ نہیں لگ رہا کہ وہ کہاں

چلی گئیں؟ کس ملک میں جا کر سیٹل ہو گئیں؟ اور جب پتہ ہی نہیں ہے تو کس کو لکھیں کہ وہ اپنے بزرگ باپ دادا کے کھاتوں کو زندہ کریں؟ اس لئے میں نے ان سے یہ کہا تھا کہ آپ ان اسماء کی فہرست شائع کریں، کتاب شائع کریں اور کثرت سے جماعتوں میں بھجوائیں اور آگے امراء تمام جماعت کے احباب کو یہ تاکید کریں کہ وہ نام پڑھیں، اپنے پرانے آباؤ اجداد کے نام تلاش کرنے کی خاطر سارے نام پڑھیں اور خصوصاً اگر ان کو یاد ہو کہ وہ پرانے کس علاقے سے تعلق رکھتے تھے؟ تو اس علاقے کی جماعت کے کوائف کو خاص طور پر ملحوظ رکھیں۔ اس طرح نظر ڈالنے سے ہو سکتا ہے کہ ان کو یاد آجائے کہ ہمارے دادا فلاں تھے یا پڑدادا فلاں تھے، انہوں نے تحریک میں حصہ لیا تھا اور ان کی اس نیکی کو زندہ رکھنے کی خاطر اور ان کے احسانات کا بدلہ اتارنے کی خاطر ان کے نام کے کھاتوں کو زندہ کیا جائے۔

اس سلسلہ میں بیرون پاکستان میں چونکہ انتشار ہے جماعت کا، بہت زیادہ انتشار، غیر منظّم ہونے کے معنوں میں نہیں بلکہ بہت زیادہ پھیلاؤ ہے، اس لئے وہاں پوری توجہ سے اس کام کا تتبع نہیں کیا گیا۔ اور ایک قابل فکر بات یہ ہے کہ ان ممالک میں جب میں نے نوجوان نسلوں سے پوچھا ہے کہ تمہارے دادا کون تھے یا تم کس ملک کے رہنے والے ہو؟ تو اکثر جواب میں Blank چہرہ نظر آیا۔ ان کے چہرے پر آثار ہی ظاہر نہیں ہوئے۔ پتہ ہی نہیں کہ دادا کون ہے اور کس جگہ سے تعلق رکھنے والے تھے؟ کس خاندان کے تھے؟ ابتدا میں انہوں نے کیا قربانیاں پیش کیں؟ تو سوالات کا مقصد تو یہی تھا کہ پتہ لگے کہ نئی نسل کو اپنے محسنوں کا پتہ ہے کہ نہیں؟

ضمناً مجھے خیال آیا کہ جب ان کو پتہ ہی نہیں ہے تو ان بے چاروں نے پرانے کھاتے کیا زندہ کرنے ہیں۔ اس لئے یہ بہت ہی اہم بات ہے کہ اپنی نسلوں کو اپنے خاندان کے بزرگوں کے واقعات بتائیں۔ اور ان کو پوری طرح روشناس کرائیں کہ احمدیت کس طرح ان خاندانوں میں داخل ہوئی؟ کس قسم کی قربانیاں انہوں نے دیں؟ کیا ان کا مقام اور مرتبہ تھا؟ اللہ تعالیٰ نے اپنے کیا کیا نشانات ان پر ظاہر فرمائے؟ کیسا ان کو جماعت سے عشق تھا، کیسا والہانہ تعلق تھا؟ اور ان کا اثر رسوخ علاقہ میں کیا تھا؟ کیسے معزز لوگ تھے وہ؟ یہ سارے واقعات ایسے ہیں، جن کا ذکر عام ہوتے رہنا چاہئے۔ اگر یہ ذکر چلے گا تو آپ کی اگلی نسلوں کا پہلی نسلوں کے ساتھ گہرا تعلق قائم ہوتا چلا جائے گا۔ اور یہ جو خطرہ درپیش ہے باہر کے رہنے والوں کو کہ ہماری آئندہ آنے والی نسلوں کو یہاں کا معاشرہ ہم سے چھین نہ لے، اس کے دفاع کے لئے یہ جو بندھن باندھیں گے، آپ ان کے اور اپنے پرانے آباء واجداد کے درمیان، یہ بہت ہی مفید کام سرانجام دیں گے۔ اس لئے یہ

بھی کریں اوران کے دل میں یہ محبت پیدا کریں کہ اپنے ان بزرگوں کے احسانات کا بدلہ اتارنے کی خاطر تلاش کر کےان کے تحریک جدید کے دور اول کے کھاتوں کو زندہ کریں۔

میں نے یہ ٹارگٹ دیا تھا تحریک جدید کو کہ دفتر اول کے کھاتوں کو جو زندہ کرنا ہے، انہوں نے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ تو ہمیشہ کے لئے زندہ ہیں، خدا کے فضل سے۔ مگر ان معنوں میں زندہ کہ ان کی طرف سے جو رقمیں دی جانی بند ہوگئی تھیں، وہ دوبارہ شروع ہو جائیں۔ اس میں آپ نے اس سال سات لاکھ کا اضافہ کرنا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کی طرف سے اطلاع ملی ہے کہ سات کے بجائے ساڑھے گیارہ لاکھ روپیہ کا اضافہ ہو گیا ہے۔ یعنی ساڑھے گیارہ لاکھ روپیہ وہ ہے، جو سارے کھاتے کا سالہا سال تک بھی نہیں بنا تھا۔ ٹوٹل کا ٹوٹل دفتر اول بھی بہت دیر کے بعد گیارہ لاکھ کی حد کو پہنچا تھا اور اب ایک سال میں ان کے نام پر اضافہ کرنے والے اللہ کے فضل سے قربانی کا جو مظاہرہ کر رہے ہیں، وہ ایک سال میں گیارہ لاکھ سے اوپر ان کی طرف سے دیا جا چکا ہے۔

ایک اور بات کی طرف میں نے خصوصی توجہ دلائی تھی کہ جماعت احمدیہ کو ہمیشہ اس عہد کے دونوں پہلو ملحوظ رکھنے چاہئیں۔ اللہ تعالیٰ جب یہ فرماتا ہے:۔

اِنَّ اللّٰهَ اشۡتَرٰى مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اَنۡفُسَهُمۡ وَ اَمۡوَالَهُمۡ

صرف اموال خریدنے کا اعلان نہیں فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔ جانیں خریدنے کا بھی اعلان فرمایا ہے۔ اس لئے وقف میں بھی آگے بڑھیں اور مالی قربانیاں کرنے والوں کی تعداد بھی بڑھائیں۔ صرف مالی قربانی کا معیار ہی اونچا نہ کریں بلکہ تعداد بڑھائیں۔ آئندہ نسلوں میں سے جن کو بھی آپ براہ راست تحریک جدید میں شامل کر دیتے ہیں یا کسی اور جماعتی چندے میں وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بچ جاتی ہیں، خدا کی حفاظت کے نیچے آجاتی ہیں۔ اور الا ماشاء اللہ شاذ کے طور پر کبھی ہو تو ہو ورنہ چندہ دینے والا احمدی ضائع نہیں جاتا۔ اس کے اخلاص میں خدا تعالیٰ ترقی دیتا رہتا ہے۔ اس کو اپنے فضل کے نمونے دکھاتا رہتا ہے۔ مشکلات میں اس کی مدد فرماتا ہے۔ اس لئے براہ راست اس کا تعلق قائم ہو جاتا ہے۔ اس لئے اپنی آئندہ نسلوں پر احسان کے طور پر اور اپنے فرض کی ادائیگی کے طور پر ان کو براہ راست تحریک میں شامل کرنا چاہئے۔ چنانچہ میں نے تحریک جدید کو یہ ہدایت دی کہ آپ مجاہدین کی تعداد میں اضافہ کے لئے بھی اسی طرح توجہ سے کوشش کریں، جس طرح آپ کل آمد میں اضافے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور ایک سال کے لئے ان کو چودہ ہزار مجاہدین بڑھانے کا ٹارگٹ دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور احسان کے ساتھ، اگر یہ چودہ

ہزار بڑھاتے تو ساٹھ ہزار تک تعداد پہنچ جانی تھی۔ اب ان کی طرف سے اطلاع ملی ہے کہ ساٹھ کے بجائے چھیاسٹھ ہزار تعداد ہو چکی ہے۔ اور خدا کے فضل سے جو میں نے ان کو ٹارگٹ دیا تھا، اس سے بھی چھ ہزار زائد نئے مجاہدین اس سال تحریک جدید کے مالی نظام میں شامل ہو گئے ہیں۔

دفتر چہارم میں جس کا اعلان گزشتہ سال کیا تھا۔ ایک ہی سال میں اب تک 12150 نئے معاونین اب تک شامل ہوئے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ جو بالکل چھوٹی نسل کے بچے ہیں، یہ وہی آئے ہوں گے بیچ میں یا نوجوان جو پہلے رہ گئے تھے۔ تو خدا تعالیٰ کے فضل سے تحریک جدید کے ذریعہ جماعت کی آئندہ نسلوں کی حفاظت کا انتظام بھی ساتھ ساتھ جاری ہے۔

بیرون پاکستان کی شکل یہ بنتی ہے کہ کچھ تو حصے بیان کئے ہیں، میں نے ٹارگٹ بڑھانے کے۔ ان میں بیرون پاکستان شامل ہے۔ لیکن مالی لحاظ سے جو میں نے کوائف پیش کئے تھے، وہ صرف پاکستان کے تھے۔ سال گزشتہ، یعنی جو 51 واں سال تھا، اس میں اس وقت وعدے 76,28,740 روپے کے تھے اور سال رواں میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ وعدے بڑھ کر 1,00,54,050 روپے ہو چکے ہیں۔ یہ تعداد اللہ تعالیٰ کے فضل سے اگر چہ غیر معمولی اضافے پر دکھائی دیتا ہے، یعنی 31 فیصد کا۔ لیکن بعض ایسے اعداد و شمار ہیں اس ضمن میں، جو صحیح صورت حال پیش نہیں کر سکتے۔ مثلاً افریقہ میں غیر معمولی اضافہ ہوا ہے لیکن اس اضافے کے ساتھ ہی ان کے روپے کی قیمت اتنی گری ہے، اس تیزی کے ساتھ کہ جو اضافہ تھا، وہ مدغم ہو گیا۔ چونکہ ہم نے اس کو پاکستانی روپوں میں تبدیل کیا ہے، اس لئے ان کے اضافہ کی مثال ایسی ہے، جیسے آپ نہر کے مخالف تیرنے کی کوشش کریں۔ جتنا مرضی زور لگائیں، اکثر اوقات تو آپ بجائے آگے بڑھنے کے پیچھے جاتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ اس لئے ان کے اضافہ کی قدر اس طرح آپ کے سامنے آئے گی کہ جس تیزی کے ساتھ روپے کی قیمت گری تھی، اس سے کئی گنا تیزی سے وہ آگے بڑھے ہیں۔ اور قیمت گرنے کے باوجود بھی وہ آگے نکل گئے ہیں۔ لیکن اگر پچھلے سال کی قیمت شمار کی جاتی تو اضافہ میں 48 لاکھ روپیہ مزید جمع ہو جاتا۔ اس کے برعکس یورو پین کرنسیز میں بعض کی قیمت بڑھی ہے اور اس لحاظ سے کچھ اضافہ ایسا نظر آتا ہے یورو پین تحریک جدید کے کوائف میں، جو حقیقی اس طرح نہیں ہے۔ بلکہ مثلاً اگر ہزار پونڈ ہے تو پہلے اگر ہزار پونڈ کے انہوں نے روپے بنائے تھے، 22 ہزار۔ اب 26 ہزار بنائے ہیں۔ اس لئے اگر اضافہ نہ بھی ہو، تب بھی وہ اضافہ نظر آئے گا۔ اس لئے انہوں نے یہ وضاحت کی ہے، تحریک جدید نے کہ ہم اس اضافہ کو شمار نہیں کرتے۔ تب بھی خدا کے فضل سے مغربی ممالک کی قربانی میں غیر معمولی

اضافہ ہوا ہے۔ اور دونوں کو ملا کر یعنی ان کے اموال کے نقصان کو ملا کر اور یہاں کی بڑھوتی کو نظر انداز کر کے جو حقیقی اضافہ ہے، وہ ایک سال میں 63 فیصد بنتا ہے۔ تو اس لئے اللہ تعالیٰ کے فضل سے غیر معمولی قربانی کا مظاہرہ کر رہی ہیں بیرونی جماعتیں۔ اور اس میں بھی پاکستان کے حالات کا براہ راست دخل ہے۔ یعنی جتنے دنیا کے ملاں ہیں، وہ سارے مل جائیں اور جماعت احمدیہ کو تباہ کرنے کی کوشش کریں، آپ کو خدا یہ یقین دلا رہا ہے کہ ہر کوشش کے نتیجہ میں آپ آگے بڑھیں گے اور آگے بڑھیں گے اور آگے بڑھتے چلے جائیں گے، انشاء اللہ تعالیٰ۔

وصولی کی رفتار میں بھی بیرونی ممالک میں حیرت انگیز طور پر اضافہ ہوا ہے۔ یعنی گزشتہ سال 15 اکتوبر تک کی وصولی -/39,46,000 روپے تھی اور امسال 15 ر اکتوبر تک کی وصولی -/63,86,000 روپے ہو چکی تھی۔ تو خدا کے فضل سے وصولی کے لحاظ سے بھی جماعت ہائے بیرون غیر معمولی تیز رفتاری کے ساتھ آگے بڑھ رہی ہیں۔ وعدوں میں جو نمایاں اضافہ کرنے والی بیرونی جماعتیں ہیں، ان میں جرمنی صف اول میں ہے، اللہ تعالیٰ کے فضل سے۔ وہاں نوجوان اگرچہ زیادہ تعلیم یافتہ نہیں اور کئی لحاظ سے بعض کمزوریاں بھی پائی جاتی ہیں مگر عمومی طور پر بہت ہی مستعد اور مخلص اور فدائیت کا جذبہ رکھنے والے نوجوان ہیں۔ اور اکثر جماعت جوانوں ہی پر مشتمل ہے اور ان میں قربانی کا مادہ بڑا نمایاں ہے۔ چنانچہ مالی لحاظ سے بھی وہ حالانکہ بہت سے ایسے بھی ہیں، جو آج کل غریب Lodgers میں رہ رہے ہیں، بہت معمولی گزارے ان کو ملتے ہیں، اتنے کہ بمشکل زندہ رہ سکیں۔ اس سے بھی بچا بچا کر وہ مالی قربانی میں بڑا نمایاں حصہ لے رہے ہیں۔ نمبر دو پر کینیڈا کی جماعت ہے۔ جو گزشتہ چند سال سے مسلسل جاگ رہی ہے۔ وہ بھی اللہ کے فضل سے آگے بڑھ کر نمایاں ترقی کرنے والی جماعتوں میں شامل ہو گئی ہے۔ تیسرے نمبر پر ہالینڈ ہے۔ ہالینڈ بھی مالی قربانی کے لحاظ سے تعداد کم ہونے کی وجہ سے بہت ہی پیچھے تھا لیکن اب گزشتہ چند سال سے بڑی تیزی سے بیدار ہو رہا ہے۔ کچھ تعداد بھی بڑھ رہی ہے مگر میں سمجھتا ہوں کہ مالی قربانی کا معیار کا بڑھنا زیادہ ذمہ دار ہے، اس علاقے میں۔ برطانیہ کی جماعت بڑی Steady یعنی مستقبل مزاج اور ترقی کی رفتار بھی ان کی بڑی متوازن ہے، اللہ کے فضل سے۔ اس لئے ان کا جو غیر معمولی اضافہ ہے، وہ اتنا دکھائی نہیں دے گا۔ اضافہ ان کا باقاعدہ ہو رہا ہے لیکن چونکہ شروع ہی سے اچھی حالت ہے، اللہ کے فضل سے، اس لئے ان کا اضافہ اتنا نمایاں دکھائی نہیں دیتا، وہ چوتھے نمبر پر ہے۔ امریکہ پانچویں نمبر پر ہے۔ غانا چھٹے نمبر اور پھر آئیوری کوسٹ، یوگنڈا، تنزانیہ، کینیا، ملائیشیا وغیرہ یہ ساری وہ جماعتیں ہیں، جنہوں نے اسی ترتیب سے اس سال قربانیوں کو آگے بڑھانے میں غیر معمولی رفتار دکھائی ہے۔

امسال میں نے جو ٹارگٹ ان کو دیا تھا، تحریک جدید کو، وہ یہ تھا کہ سال کے آخر تک ایک کروڑ روپیہ آپ نے پہنچا دینا ہے، بیرون پاکستان کا۔ تو ان کی طرف سے خوشکن اطلاع ملی ہے کہ سارے نقصانات کو نظر انداز بھی کر دیا جائے، جو کرنسی گرنے سے پیدا ہوا ہے، تو اس کے باوجود -/1,00,54050 روپے تک وعدے خدا تعالیٰ کے فضل سے پہنچ چکے ہیں۔ اور 85ء کے ریٹ لگائیں جائیں، گزشتہ سال کے ریٹ لگائے جائیں اور مغرب کے وہ کم کر دیئے جائیں اور افریقہ کے ریٹس گزشتہ سال کی طرح بڑھا دیئے جائیں تو پھر 1,24,00,000 (ایک کروڑ چوبیس لاکھ) روپے کی رقم بنے گی۔

اب اس کا میں خلاصہ آپ کو سنا دوں، ایک اور پہلو سے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ خلافت رابعہ کے دوران چار سال میں جس طرح غیر معمولی طور پر دشمن کی مخالفت بڑھی ہے، اسی طرح غیر معمولی طور پر جماعت کے اندر مالی قربانی کا جذبہ بڑھا ہے۔ اور یہ مالی قربانی مظہر ہے، اخلاص کے اضافے کی اور ایمان کی اضافے کی۔ آج کل کی دنیا میں جو مادہ پرست دنیا ہے، اس میں آسانی کے ساتھ پیسہ چھوڑتا کون ہے۔ اندرونی دباؤ بڑھتا ہے یعنی اخلاص کا اندرونی دباؤ بڑھتا ہے تو انسان کا بے اختیار اس کی کمائی کا پیسہ اچھل اچھل کر باہر آتا ہے، خدا کے رستہ میں قربان ہونے کے لئے۔ تو جب ہم روپے کی بات کرتے ہیں تو اصل جو پیش نظر بات ہے، وہ یہ رکھنی چاہئے کہ دشمن نے آپ کے ایمان پر حملہ کیا تھا اور بڑی شدت کے ساتھ حملہ کیا تھا۔ بہت کم تاریخ میں اس طرح مستعدی کے ساتھ حکومت کی پشت پناہی کے ساتھ کسی چھوٹی سی جماعت کے اخلاص اور ایمان پر حملہ ہوا ہوگا۔ اور اس حملے کے جواب میں اخلاص اور ایمان کے دوسرے پیمانے جو ہیں، ان کا ذکر تو میں کرتا رہتا ہوں کہ کس طرح جماعت نے نمازوں میں ترقی کی، عبادات الٰہی کی طرف توجہ پیدا ہوئی، اپنے اخلاق میں ترقی کی، اپنے معاشرہ کو زیادہ درست کرنے کی کوشش کی، اللہ تعالیٰ سے تعلق اور اس کے پیار میں غیر معمولی طور پر آگے بڑھی۔ ان سب کو جانچنے کا ایک پیمانہ مالی قربانی ہے۔

تو مالی قربانی کے لحاظ سے آپ یہ دیکھ لیجئے کہ 83-1982ء میں خلافت رابعہ کے آغاز پر پاکستان میں کل وعدے -/28,35,000 (اٹھائیس لاکھ، پینتیس ہزار) روپے کے تھے۔ اور 86-1985ء میں بڑھ کر -/55,65,000 (پچپن لاکھ، پینسٹھ ہزار) روپے ہو گئے۔ یعنی اس چار سالہ ابتلاء کے دور میں مالی قربانی دگنی ہو گئی ہے، پاکستان کی۔ اور جہاں تک بیرون پاکستان کا تعلق ہے، اس کے کوائف یہ ہیں کہ 83-1982ء میں گیارہ لاکھ روپے کا وعدہ تھا، ساری دنیا میں تحریک جدید کا۔ اور 86-1985ء میں ایک کروڑ، چون ہزار کا ہو چکا ہے۔ یعنی دس گنا رفتار آگے بڑھ گئی۔ حیرت انگیز ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احسانات کا جتنا بھی ہم شکر ادا کریں، کم

ہے۔ ادا ہو ہی نہیں سکتا۔ چار سال کے اندر دس گنا رفتار کے ساتھ بیرون پاکستان جماعتوں نے مالی قربانی کا مظاہرہ کیا ہے۔ اور یہ مالی قربانی، کل مالی قربانی کا ایک عشر عشیر بھی نہیں ہے۔

تحریک جدید کا جو چندہ ایک کروڑ روپے کا ہے، اس سے کئی گنا زیادہ بیرون پاکستان جماعتیں دوسرے چندوں میں آگے بڑھ چکی ہیں۔ اور اپنے لازمی چندوں میں بھی اور چندہ عام میں بھی، وصیت کے چندوں میں بھی اور جو بھی تحریک کی جاتی ہیں، اس میں خدا کے فضل سے اس طرح حیرت انگیز طور پر جماعت اپنا سب کچھ پیش کرنے پر آمادہ ہو جاتی ہے کہ وہ لوگ، جو نہیں دے سکتے، ان کے دردناک خطوط ملتے ہیں، بے حد تڑپتے ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ صرف روپے کا سوال نہیں ہے، اخلاص کا معیار اتنا بڑھ گیا ہے، جماعت کے ساتھ محبت اور عشق کا معیار اتنا بڑھ گیا ہے کہ جو دے سکتے ہیں، وہ تو اپنے دل ٹھنڈے کر لیتے ہیں، جو نہیں دے سکتے، وہ تڑپتے ہیں اور بے قرار ہوتے ہیں، کاش ہمیں بھی توفیق ملے۔ اور مسلسل ملاقاتوں کے دوران بھی اور خطوط کے ذریعے بھی بعض لوگ اس درد کا اظہار کرتے ہیں۔ اور خطوں سے بھی ان کی سچائی ظاہر ہو جاتی ہے، ملاقاتوں کے وقت تو چہرے بتا دیتے ہیں کہ کس حد تک ان کو بے قراری ہے کہ ہماری یہی خواہش ہے۔ ہماری یہی تمنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دے اور ہم خدا کی خاطر قربان کریں۔

وقف کے لئے جماعت احمدیہ میں اب دوبارہ پھر غیر معمولی توجہ پیدا ہو گئی ہے۔ نہ صرف یہ کہ وقف کی جو دوسری عام صورت ہے، یعنی اپنے وقت کو جماعت کے لئے زیادہ پیش کرنا۔ اس میں غیر معمولی اضافہ دکھائی دے رہا ہے۔ طوعی کارکنان بڑے زور کے ساتھ، بڑے جذبے کے ساتھ آگے آرہے ہیں۔ ہر قسم کے وقف کا جب بھی ان سے مطالبہ کیا جاتا ہے، وہ خوشی سے پیش کرتے ہیں۔ لیکن اس کے علاوہ مستقل وقف زندگی کی خواہش بھی دن بدن بڑھتی چلی جارہی ہے۔ اور اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ جو بچے نئے پیدا ہوتے ہیں، بعض دفعہ مائیں اور بعض دفعہ باپ بڑی محبت اور شوق سے یہ کہتے ہیں کہ ہم نے یہ منت مانی ہوئی تھی کہ بچہ ہوگا تو ہم پیش کر دیں گے۔

ایک ماں نے اس دفعہ جرمنی میں ایک چھوٹی بچی دکھائی کہ میں نے یہ وعدہ کیا تھا کہ بیٹا ہو یا بیٹی، میں نے جماعت کو دینا ہے۔ تو یہ بیٹی آپ کی ہے۔ اور اس قدر خوشی ہوتی ہے، ان کے چہروں پر اس بات سے اور اتنا خدا کا شکر ان کی آنکھوں سے، ان کے چہروں کے آثار سے برستا ہے کہ صاف پتہ چلتا ہے کہ جماعت احمدیہ ہی آج وہ جماعت ہے، جو قرآن کریم کی اس آیت کی مصداق ہے:۔

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ

کہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانیں بھی خرید لی ہیں اور ان کے اموال بھی خرید لئے ہیں، اس وعدے پر کہ یقیناً ان کے لئے جنت ہوگی۔ پس وہ جنت تو بعد میں آئے گی۔ اس دنیا میں خدا ہمیں روحانی قربانیوں کی لذتوں کی جنت عطا کرتا چلا جا رہا ہے۔ جو روحانی قربانیوں میں شامل ہو گئے ہیں، ان کا معیار پہلے سے ہر لحاظ سے بڑھ رہا ہے۔ اور جو زندگی کا سکون ان کو ملا ہے، جو طمانیت نصیب ہوئی ہے، جن لذتوں میں اب وہ وقت گزار رہے ہیں، اس سے پہلے کی حالت کے ساتھ اس کا کوئی موازنہ ہی نہیں کیا جا سکتا۔ مالی قربانی میں اگر کوئی تکلیف ہوتی یا جانی قربانی میں اگر کوئی دکھ پہنچتا تو ایک دفعہ تجربہ کرنے کے بعد جماعت کو پیچھے ہٹ جانا چاہئے تھا۔ جو لوگ آگے بڑھتے، وہ اگلی دفعہ توبہ کرتے اور کہتے کہ بس ہو گیا، جو ہم سے ہونا تھا۔ اب آئندہ ہم سے یہ توقع نہ رکھیں۔ ایک سال بڑی مشکل سے گزارہ کر لیا۔ اس کے برعکس اگلے سال پہلے سے بڑھ کر اور اس سے اگلے سال اس سے بڑھ کر وہ دونوں قسم کی قربانیوں میں حصہ لیتے ہیں۔ اور پھر یہ دعائیں کرواتے ہیں کہ خدایا ہمیں اور توفیق عطا دے، ابھی ہمارے دل کی حسرت پوری نہیں ہوئی۔

پس یہ عجیب قسم کا پانی ہے، جو سمندر کے پانی کا سا مزاج بھی رکھتا ہے اور اس کے برعکس نتیجے بھی پیدا کرتا ہے۔ دنیا میں اس پانی کی مثال نہیں ملتی۔ سمندر کا پانی پیاس بڑھانے میں مشہور ہے۔ پیاسا جتنا بھی اس کو پیئے، پیاس بڑھتی چلی جاتی ہے۔ لیکن ساتھ ہی وہ ایک آگ بھی لگاتا چلا جاتا ہے، بے چینی اور بے قراری بھی بڑھاتا چلا جاتا ہے۔ مگر خدا کی راہ میں قربانیوں کا پانی، ایک عجیب پانی ہے کہ جتنا آپ اسے پیتے چلے جاتے ہیں، پیاس تو آپ کی بڑھتی چلی جاتی ہے مگر بے چینی کم ہوتی چلی جاتی ہے، بے قراری کم ہوتی چلی جاتی ہے اور لذت اور طمانیت اور سکینت بڑھتی چلی جاتی ہے۔ پس یہ عجیب پیاس ہے، جس کی کوئی مثال نہیں۔ اور یہ عجیب پانی ہے، جس جیسا کوئی پانی دنیا میں کسی نے نہیں دیکھا۔ پس اللہ کے فضل کے ساتھ اس آب حیات کو پیتے ہوئے آگے بڑھتے چلے جاؤ۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے خدا کے ان وعدوں پر یقین رکھو کہ تم ہی ہو، جنہوں نے اس ساری کائنات کا نقشہ بدلنا ہے اور تمہارے سوا اور کوئی نہیں"۔

خطبہ ثانیہ کے دوران حضور نے فرمایا:۔

"میں نے بارہا یہ تاکید کی ہے کہ جن ملکوں میں ہم رہتے ہیں، اگر مقرر ان کی زبان جانتا ہے تو خواہ ٹوٹی پھوٹی ہی ہو، اسے وہی زبان استعمال کرنی چاہئے۔ اور مبلغین کو خصوصیت کے ساتھ مقامی ملکوں کی زبان استعمال کرنی چاہئے۔ اور اگر ان کو ابھی نہیں آتی اور اتنی بھی نہیں آتی کہ وہ اس میں مافی الضمیر بالکل ادا

ہی نہیں کر سکتے تو جب تک خدا ان کو اس کی توفیق نہیں بخشتا، ان کے خطبات کا ترجمہ ساتھ ساتھ ضرور کروانا چاہئے۔ میں نے اپنے خطبات کے متعلق بھی بارہا تاکید کی ہے کہ جس جماعت میں، میں جاؤں، وہاں مقامی باشندوں کا حق ہے کہ ساتھ ساتھ ان کے لئے اس کا ترجمہ ہو۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ مقامی جماعت سے یہ فروگزاشت ہوئی ہے، آج یہاں ترجمہ کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ اور یہ بہت ہی افسوسناک بات ہے کہ جس ملک میں ہم رہ رہے ہوں، وہاں اس زبان کے ترجمہ کا کوئی انتظام نہ ہو۔

دوسری بات یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اب اگر فوری طور پر ترجمہ کر کے کیسٹ کی صورت میں ان کو مہیا کر دیا جائے تو اس سے کسی حد تک انشاء اللہ تشنگی کم ہو جائے گی۔ لیکن آئندہ یاد رکھیں کہ ہر قیمت پر اس کا ڈچ زبان میں ترجمہ ضروری ہے۔ اور جماعت کے فارمل جلسوں میں یعنی باقاعدہ جو جلسے ہوتے ہیں، ان میں بھی جب بھی آپ کو مجبوراً اردو استعمال کرنی پڑے تو لازماً اس کا ڈچ زبان میں ترجمہ کریں۔ اور نئے آنے والے احمدی نوجوان، جو ڈچ نہیں جانتے، ان کے فائدہ کی خاطر اردو میں بھی ڈچ سے ترجمہ کریں تو یہ بھی بہت اچھی بات ہوگی۔ لیکن زیادہ ضروری امر یہ ہے کہ ڈچ زبان پر زور دیں۔ جماعتی کارروائیاں ڈچ زبان میں کریں۔ تاکہ ڈچ نو احمدیوں کو ہرگز یہ شکوہ پیدا نہ ہو کہ ہمارے ملک میں رہ کر کوئی اور زبان استعمال کرتے ہیں"۔

"..... یہاں بہت سی سعید روحیں ہیں۔ اس کا اندازہ مجھے اس سے بھی ہوتا ہے کہ ہالینڈ میں جو احمدی ہوئے ہیں، وہ سارے کے سارے سنجیدہ ہیں۔ اور اخلاص اور قربانی کے لحاظ سے ایک بلند مقام رکھتے ہیں۔ ایسا آدمی یہاں نہیں آتا، جو سرسری طور پر آئے اور بھاگ جائے۔ اس لئے یوروپین ممالک میں جس طرح جرمن قوم میں بھی سنجیدگی اور اخلاص پایا جاتا ہے، ہالینڈ کی قوم میں بھی مذہب کے معاملہ میں غیر معمولی طور پر سنجیدگی اور اخلاص پایا جاتا ہے۔ اس لئے ان کی نوجوان نسلوں کو سنبھالیں اور بہت زیادہ توجہ کریں کہ مقامی ہالینڈش احمدیوں کی تعداد ہمیشہ باہر سے آنے والوں سے نمایاں طور پر زیادہ رہنی چاہئے۔ ورنہ وہ Atmosphere جو ہالینڈ کا ہے، وہ جماعت میں پیدا نہیں ہونے پائے گا۔ امید ہے میں نے جو ضمناً بات کی ہے، اس پر بھی جماعت توجہ کرے گی"۔

(مطبوعہ خطبات طاہر جلد 05 صفحہ 717 تا 729)

# جب تک آپ خود سید نہیں بنیں گے، آپ دنیا کی سیادت کیسے کریں گے؟

## خطبہ جمعہ فرمودہ 07 نومبر 1986ء

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:۔

"ابھی جرمنی، بیلجیئم اور فرانس کے ایک مختصر دورے سے واپس آیا ہوں۔اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ یہ دورہ کئی پہلوؤں سے مفید ثابت ہوا۔بہت سے امور کا قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔کئی امور خوشی والے تھے، کئی قابل توجہ تھے، جو دور بیٹھے نظر نہیں آتے مگر قریب آنے سے، رابطہ سے، دوستوں کے ساتھ ملاقاتوں کے نتیجہ میں کئی کئی رستے نئے نئے کھلتے چلے جاتے ہیں۔اس لحاظ سے یہ دورے اللہ تعالیٰ کے فضل سے کافی مفید ثابت ہو رہے ہیں۔

جرمنی میں میرا تاثر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ترقی کے غیر معمولی امکانات پیدا ہو گئے ہیں۔کیونکہ جہاں تک جماعت کا تعلق ہے، اس کا ایک بڑا حصہ نوجوان ہے اور ان کے اندر خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ غیر معمولی جوش پایا جاتا ہے اور قربانی کا بہت مادہ ہے۔اور اگر ان کو اچھی طرح سنبھال لیا جائے اور یہی زیادہ قابل توجہ بات ہے تو جرمنی کا مستقبل بنانے میں یہ ایک بہت ہی عظیم کردار ادا کر سکتے ہیں۔اسی طرح جرمن نوجوان بھی اور جرمن خواتین بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے نہایت اعلیٰ معیار کے احمدی ہیں۔بلکہ بعض صورتوں میں تو ان کا معیار اتنا بلند ہے کہ ان کو دیکھ کر بعض پاکستانی احمدی، جو باہر سے آئے ہوئے ہوتے ہیں، وہ ان کے مقابل پر صف دوم کے احمدی نظر آنے لگتے ہیں۔اور اس کے نتیجہ میں بعض دفعہ تشویشناک صورتحال بھی پیدا ہو جاتی ہے۔

دو جرمن احمدیوں نے ذکر کیا کہ پاکستان سے آنے والے بعض احمدیوں کا رویہ افسوسناک ہے۔اس کے نتیجہ میں جرمن احمدیوں کے لئے ٹھوکر کا سامان پیدا ہوتا ہے۔ان امور پر غور کرتے ہوئے کئی امور ایسے ہیں، جو میرے سامنے آئے، جن کا تعلق عالمی نظام جماعت احمدیہ سے ہے۔اور اس تجربہ سے استفادہ کرتے ہوئے میں سمجھتا ہوں کہ ساری دنیا کی جماعتوں کو اس طرف متوجہ کرنا چاہئے۔جہاں جہاں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ مقامی جماعتیں عطا ہو رہی ہیں، یعنی ایسی جماعتیں، جن میں مقامی

دوست اس ملک کے باشندے زیادہ نمایاں تعداد میں نظر آنے لگے ہیں اور نمایاں دلچسپی لینے لگے ہیں، ایسی جگہوں میں ہمیں تربیت کی طرف دو طرح سے متوجہ ہونا پڑے گا۔

اول یہ کہ مجالس عاملہ کو FOLLOW UP GROUP یعنی مبلغین کے پیچھے پیچھے چلنے والا تربیت کا ایک گروپ تیار کرنا چاہئے۔ اور وہ اس بات کے ماہر ہوں اور خصوصیت کے ساتھ ان کے سپرد یہ کام کیا جائے کہ آپ یہ سوچتے رہیں کہ نئے آنے والوں کی تربیت میں کس کس چیز کی ضرورت ہے؟ اور ہر ملک کی ضرورت الگ الگ ہوگی۔ اس لئے مرکز سے تحریک جدید بھی کوئی معین ہدایت نہیں دے سکتی اور نہ میں معین طور پر ہر ملک کی ضروریات کی تعیین یہاں بیٹھے کر سکتا ہوں۔ دورے کے دوران جو چیزیں سامنے آتی ہیں، ان کے متعلق تو ہدایات دی جاتی ہیں مگر یہ تو ممکن نہیں ہے کہ انسان لٹو کی طرح ہر وقت تمام دنیا کی جماعتوں میں گھومتا رہے۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے سو سے زائد ممالک میں جماعتیں قائم ہو چکی ہیں اور جماعتوں کی کل تعداد آپ شمار کریں تو عملاً دس سال میں بھی ایک ایک دن کا دورہ پورا نہیں ہو سکتا بلکہ اس سے زیادہ وقت چاہئے۔ اس لئے ان معاملات میں مقامی جماعتوں کو اپنی ذمہ داری کو خود ادا کرنا چاہئے اور بالغ نظری کے ساتھ ان معاملات کو سلجھانا چاہئے۔ کیونکہ اگر ابھی ان کی طرف متوجہ نہ ہوئے تو آئندہ زیادہ دقتیں پیش آجائیں گی۔

سب سے زیادہ اہم بات جس کو تمام دنیا کی مجالس عاملہ کو ملحوظ رکھنا چاہئے، وہ توحید ہے۔ توحید خالص کسی آسمان پر بسنے والی چیز کا نام نہیں ہے۔ خدا جو اسلام پیش کرتا ہے، وہ آسمانوں کا بھی خدا ہے اور زمینوں کا بھی خدا ہے۔ اس سے کائنات کا کوئی حصہ بھی خالی نہیں۔ وہ نور السماوات والارض ہے۔ اس لئے اس کی توحید کے دائرہ سے کوئی چیز بھی باہر نہیں۔ اور اس کی توحید کے اثر اور نفوذ سے کوئی چیز بھی خالی نہیں ہونی چاہئے۔ اس لئے جماعت احمدیہ، جو حقیقی توحید پرست جماعت ہے، اسے بھی توحید کا منظر پیش کرنا چاہئے۔ اور اگر جماعت احمدیہ نے اس طرف سے غفلت کی اور ایسا ہونے دیا کہ انگلستان کی جماعت ایک الگ کردار لے کر اٹھ رہی ہو اور افریقہ کی جماعتیں ایک الگ کردار لے کر اٹھ رہی ہوں اور یورپ اور امریکہ کی، چین اور جاپان کی، انڈونیشیا اور ملائشیا کی اور اسی طرح دیگر ممالک کی جماعتیں اپنا اپنا ایک الگ کردار بنا رہی ہوں تو توحید قائم نہیں ہو سکتی۔ توحید عمل کی دنیا میں دکھائی دینی چاہئے۔ خدا کے نام پر اکٹھے ہونے والے ایک، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر جمع ہونے والے ایک ہو جانے چاہئیں اور وحدت کا منظر پیش کرنا چاہئے۔ وحدت کے مناظر مختلف زاویوں سے دیکھے جاتے ہیں۔ ایک وحدت کا منظر ہے، آپس میں ایک ہو

جانا، ایک دوسرے سے محبت کرنا، جغرافیائی تفریقات کو بھلا دینا، رنگ اور نسل کے امتیازات کو فراموش کر دینا اور ایک جان اور ایک وجود ہو جانا۔ اس پہلو سے بھی وہاں توحید کو دنیا میں قائم کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ اور یہ محض تلقین سے نہیں ہوسکتی بلکہ باقاعدہ اس سلسلہ میں منصوبہ بندی ہونی چاہئے۔

اس پہلو پر غور کرتے ہوئے جو فوری چیز سامنے آتی ہے، وہ ہر ملک کے مختلف نسل، مختلف رنگوں اور مختلف قوموں سے آنے والے لوگوں کے باہم امتزاج کا مسئلہ ہے۔ اور ہر جگہ یہ مسئلہ اب سر اٹھانے لگا ہے اور بعض غلط فہمیاں پیدا ہو رہی ہیں۔ اس وقت ابھی بھی اور بعض خطرات سامنے ابھر رہے ہیں۔ اس لئے فوری طور پر جماعتوں کو اس طرف متوجہ ہونا چاہئے کہ اگر انگلستان میں انگریز احمدی ہوتے ہیں تو آپ حسن خلق سے ان سے پیار کر کے، ان کو اپنے معاشرے میں جذب کرنے کی پوری کوشش کرتے ہوئے اس بات کا احساس نہ ہونے دیں کہ وہ تنہا ہو گئے ہیں۔ اس بات کا احساس نہ ہونے دیں کہ وہ ایک مغربی معاشرہ سے، ایک ایسے معاشرہ کی طرف آئے، جہاں مذہبی اقدار تو ملیں لیکن متبادل معاشرہ نصیب نہیں ہوا۔ یہ توفیق نہیں ملی کہ جس Civilization کو، جس تمدن کو چھوڑ کر آئے تھے، اس کے بدلے میں کوئی تمدن پالیں۔ اور جو کچھ انہیں دیا جاتا ہے، اگر اسلام کے نام پر پاکستانی تمدن دیا جائے تو یہ تو نہ ان کے ساتھ انصاف ہے، نہ اسلام کے ساتھ انصاف ہے۔

حقیقت میں ہر قوم کے کچھ تمدنی پہلو ہیں، جو اس قوم کی زندگی کا جزو بن چکے ہوتے ہیں۔ اور کچھ مذہبی پہلو ہیں، جو تمدن بن چکے ہیں۔ جہاں تک اسلام کے تمدن کا تعلق ہے، ان دونوں دھاگوں کو الگ الگ کرنا پڑے گا۔ مقامی تمدن کے سیاہ دھاگوں کو اسلام کے تمدن کے سفید دھاگوں سے الگ کرنا پڑے گا۔ اور قوموں کو یہ پیغام دینا پڑے گا کہ جہاں تک اسلامی تمدن کا تعلق ہے، یہ وہ خطوط ہیں، جن سے تم تجاوز نہیں کر سکتے۔ جن راہوں سے ہٹو گے تو اسلام کی راہوں سے ہٹو گے۔ اور یہ وہ خطوط ہیں، جن میں تمہیں اختیار ہے۔ لیکن عمومی اسلامی ہدایات کے تابع رہ کر اپنے لئے تمدن کی راہیں تلاش کرو یا مقامی تمدن میں سے اچھی چیزیں اخذ کر لو۔ پاکستانی احمدیوں کو بھی اپنے تمدن میں اسی حد تک تبدیلی پیدا کرنی چاہئے، جس حد تک اسلام اجازت دیتا ہے یا جس حد تک دوسری قوم کو اپنے اندر شامل کرنے کے لئے ان کی خاطر کچھ تمدنی تبدیلیاں کرنے کی ضرورت ہے۔ جسے Give and Take کہا جاتا ہے۔ اگر آپ حکمت کے ساتھ، بالغ نظر کے ساتھ آپ دونوں سوسائٹیوں کی بری باتیں چھوڑ دیں اور ان کی اچھی باتیں اختیار کر لیں، دونوں سوسائٹیوں کی اور اسلام کے تمدن کی روح کو غالب رکھیں تو اس پہلو سے جو بھی تمدن دنیا میں احمدی تمدن کے

نام پر پیدا ہوگا، اس میں ایک تو امتزاج پایا جائے گا۔ دوسرے اسلامی تمدن کے پہلو کے لحاظ سے ایک عالمی قدر مشترک پائی جائے گی۔ اور وہی ملت واحدہ بنانے کے لئے نہایت ضروری ہے۔

ایک بھاری حصہ تمدن کا ایسا ہے، جو مذہب سے اثر انداز ہوا ہوتا ہے۔ اور اس حصہ کی حفاظت کرنا اور اسے نکھار کر دنیا کے سامنے پیش کرنا، یہ نہایت ہی اہم ضرورت ہے وقت کی، جس کی طرف متوجہ ہونا ضروری ہے۔ ورنہ جیسا کہ یہاں گزشتہ تجربہ نے بتایا کہ محض اس توجہ کے فقدان کے نتیجہ میں بہت سے خاندان ایک رستہ سے آئے اور دوسرے رستہ سے چلے گئے۔ محض اس توجہ کے فقدان کے نتیجہ میں جو مخلص تھے، ان کے ایمان داغدار ہونے لگے، ان کے دل افسردہ ہونے لگے، وہ مایوس ہونے شروع ہوئے کہ ہم کس ویرانہ میں چلے آئے ہیں۔ جن لوگوں نے ہمیں خدا کی طرف بلایا تھا، وہ خدا کا نمائندہ بن کر ہمیں چھاتی سے لگانے والے ثابت نہیں ہوئے بلکہ تنہا دنیا میں چھوڑ دیا ہے۔ یہ کہہ کر کہ تم اپنے تمدن سے باغی ہو جاؤ اور ہم تمہارے لئے کوئی تمدن پیش نہیں کر سکتے۔ تم اپنے تعلقات توڑ لو، ہم تمہارے لئے کوئی متبادل تعلقات مہیا نہیں کر سکتے۔ تم اردو سیکھو لیکن ہم انگریزی نہیں سیکھیں گے۔ ہم جب بات کریں گے، پنجابی یا اردو میں کریں گے، خواہ تم بیٹھے رہو، تمہاری طرف کوئی متوجہ نہیں ہوں گے۔ اور جب بھی ہم آپس میں ملیں گے، تم سرکتے سرکتے ایک طرف کونہ میں لگ جایا کرو گے اور ہم اپنی اجتماعی شکل میں آپس میں خوش گپیوں میں مصروف ہو جایا کریں گے۔ اگر یہ پیغام آپ اسی طرح دیتے رہے تو ہر جگہ جتنے سفر آپ طے کریں گے، وہ سارے فاصلے اپنے ہر قدم کے ساتھ منقطع بھی کرتے چلے جائیں گے۔ زمینیں سر نہیں ہوں گی بلکہ سر شدہ زمینیں دوسروں کے سپرد کرتے چلے جائیں گے۔ ایک ایسا سفر ہے، جس میں آپ کی زمین وہی ہے، جہاں آپ کھڑے ہیں یا جہاں آپ قدم مار رہے ہیں۔ گزشتہ زمینیں فتح کر کے حاصل کر کے غیروں کے سپرد کرتے چلے جاتے ہیں۔ یہ تو کوئی ترقی کا طریق نہیں ہے، یہ تو کوئی زندہ رہنے کا فیشن نہیں ہے۔ اس لئے جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کا الہام ہوا:۔

”زندگی کے فیشن سے دور جا پڑے ہیں“

(تذکرۃ:426)

آپ زندگی کے فیشن سے دور نہ جائیں کبھی۔ زندہ رہنے کے اسلوب سمجھیں، سوچیں اور ان کو چمٹ جائیں۔ اور عالمی توحید کو پیدا کرنے کے لئے عالمی تمدن کے امتزاج کا ہونا بڑا ضروری ہے اور اس کی طرف جماعتوں کو خصوصیت کے ساتھ توجہ دینی چاہئے۔

جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے، ایسے گروہ، ایسے چیدہ چیدہ صائب الرائے لوگوں کو اکٹھا کر کے ان کی مجالس قائم کرنی چاہئیں، خواہ وہ مجلس عاملہ میں سے چنے جائیں، خواہ باہر سے اختیار کئے جائیں۔ جن کے سپرد یہ کام ہو اور ان کی رپورٹیں اگر وہ باہر سے ہیں، مجلس عاملہ میں پیش ہوں۔ اگر وہ لوگ مجلس عاملہ کے ممبر ہیں، تب بھی مجلس عاملہ میں پیش ہوا کریں۔ اور جو کچھ بھی لائحہ عمل تجویز ہو، وہ ملکی طور پر مجھے بھجوا دیا جایا کرے تا کہ میں ایک نظر ڈال لوں۔ ایک تو اس کے نتیجہ میں مجھے علم ہوتا رہے گا کہ کون سا ملک بیدار مغزی سے یہ کام کر رہا ہے اور توجہ سے یہ کام کر رہا ہے۔ اور جو ملک غافل ہیں، ان کو متوجہ کر سکوں گا۔ دوسرے ان حقائق کی روشنی میں، جو انہوں نے جمع کئے ہوں گے، میں ان کے لئے مزید راہنمائی کا موجب بن سکوں گا۔ اس لئے وہ ساری جماعتیں، جو ان مسائل پر غور کریں اور وہ اپنی رپورٹیں مجھے بھجوانی شروع کریں اور انشاء اللہ تعالیٰ اس کے نتیجہ میں ایک اور فائدہ یہ ہوگا کہ رپورٹیں چونکہ ساری دنیا سے آ رہی ہوں گی، اس لئے جو اسلامی تمدن، جو توحید قرآن اور حدیث کی روشنی میں، میں قائم کرنا چاہتا ہوں، وہ ساری دنیا کی رپورٹیں یکجائی طور پر نظر میں آنے کے نتیجہ میں زیادہ آسانی سے کر سکوں گا، زیادہ اس بات کا اہل ہوں گا۔

دوسرا پہلو ہے پاکستانی احمدیوں کی تربیت کرنا۔ جو باہر گئے ہوئے ہیں اور ان کو استعمال کرنا ابتدائی تعلیم کے لئے۔ یہ بہت ہی اہم کام ہے، جو خاص طور پر جرمنی میں سامنے آیا۔ جب میں ملاقاتیں کرتا رہا ہوں یا گفت وشنید کرتا رہا ہوں تو صرف حال احوال پوچھنا تو مقصد نہیں تھا کہ انہوں نے میرا حال پوچھ لیا اور میں نے ان کا حال پوچھ لیا۔ ان کے تمدنی حالات پوچھتا رہا ہوں، مسائل پوچھتا رہا ہوں اور دینی حالت کے متعلق تو کچھ شکلیں بتا دیتی تھیں اور کچھ سوالات کے بعد چیزیں سامنے آجاتی تھیں۔ ایک چیز، جو افسوسناک سامنے آئی، وہ یہ تھی کہ نوجوانوں میں جہاں اخلاص کا معیار بلند ہے، وہاں علم کا معیار بہت کم ہے۔ بعض صورتوں میں تو بعض احمدی نوجوانوں کو نماز کا ترجمہ نہیں آتا تھا، وہ گھر سے سیکھ کر ہی نہیں چلے۔ بہت سے ایسے احمدی نوجوان بھی دیکھے، جو وہاں نظر بھی کبھی نہیں آتے تھے۔ اور یہاں آنے کا فائدہ یہ ہوا کہ وہ جماعت کے ساتھ منسلک ہو گئے اور انہوں نے اپنے آپ کو پیش کر دیا ہے کہ اب جو چاہو، ہم سے کرو اور جس طرح چاہو، ہمیں اچھا بنا دو۔ پہلے وہ اپنے آپ کو پیش نہیں کرتے تھے اور جو لوگ ان کے پاس جاتے تھے، وہ ان سے دور بھاگتے تھے۔

ایسا عنصر خاص طور پر جو وہاں بھی جماعت کی نظر سے الگ رہا اور جماعتی تربیت کے ہاتھ سے پیچھے ہٹتا رہا ہے، وہ یہاں آ کر بھی جماعت سے متعلق تو ہو گیا لیکن علمی لحاظ سے اور تربیتی لحاظ سے اسی طرح

ابھی پیچھے ہے۔اور خطرہ یہ ہے کہ ان کا اخلاص اور ان کا تعلق ضائع نہ ہو جائے یا نقصان کا موجب نہ بن جائے۔ضائع تو ان معنوں میں ہوسکتا ہے کہ یہ اب اپنے آپ کو پیش کر رہے ہیں، تعلق بڑھا رہے ہیں اور ان کو سلجھانے کے لئے ،ان کے اخلاق درست کرنے کے لئے ،ان کی اعلیٰ تربیت کے لئے کوئی کارروائی نہ کی جائے۔اتنا اچھا موقع اللہ تعالیٰ مہیا کرے اور جماعت اس موقع سے استفادہ کرنے سے غافل رہ جائے، یہ بہت ہی بڑا نقصان ہے۔

دوسرا پہلو اس کا یہ ہے کہ ان نوجوانوں نے جو تعلق قائم کیا ہے، اگر ان کے اخلاق وہی رہے، اگر ان کا علمی معیار اور تربیتی معیار وہی رہا تو مقامی دوست خصوصیت کے ساتھ ان کو اسلام کا ایمبیسڈر، اسلام کا سفیر سمجھتے ہوئے دیکھ رہے ہوں گے۔اور پاکستانی احمدیوں کے معیار کو اس طرح جانچ رہے ہوں گے۔اور واقعۃً یہی ہوا بھی۔جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے، دو جرمن دوستوں نے بڑی تفصیل سے کھل کر مجھ سے گفتگو کی۔اس دن بڑا اچھا موقع تھا۔ان میں سے ایک دوست ہمارے ساتھ سیر پر جاتے رہے۔ سیر کے دوران ان سے بات کرنے کا، ان سے بڑی لمبی گفتگو ہوئی۔تو انہوں نے جو باتیں بتائیں، ان سے معلوم ہوا کہ یہ ایک بہت ہی بڑا اور حقیقی خطرہ ہے۔ان کو اندازہ نہیں تھا کہ یہ کون لوگ ہیں، جو وہاں سے آئے ہیں؟ اور کس کس قسم کے لوگ ہیں؟ جو بھی آنے والا تھا، وہ سمجھتے تھے کہ خدا کے گھر سے آرہا ہے۔ وہاں سے آرہا ہے، جہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا ہوئے، جہاں صحابہ نے نئی نسلوں کی تربیت کی۔وہ احمدیت کے نمائندہ کے طور پر ہر شکل کو دیکھتے تھے۔بعض دفعہ شکل وصورت، طرز رہنے سہنے کی،اوڑھنے بچھونے کی،لباس کی، باتوں کی ایسی طرز ہوتی ہے، جو بتا دیتی ہے کہ اس میں دین نہیں ہے۔ اور جب آپ ایسے لوگوں کو اسلام کے نمائندہ کے طور پر دیکھیں، آپ کو پتہ نہ ہو کہ وہاں بھی یہ نمائندہ نہیں تھے، وہاں بھی پیچھے ہٹنے والوں میں سے تھے، بھاگنے والوں میں سے تھے تو آپ یہی اثر لیں گے کہ ہمیں تو کچھ اور باتیں بتائی جاتی تھیں، ہم سے تو کچھ اور توقعات رکھی جاتی ہیں اور وہاں کچھ اور باتیں ہو رہی ہیں۔ بہرحال بڑی تفصیل سے ان کو رفتہ رفتہ سمجھانے کی کوشش کی اور پھر وہ سمجھ گئے۔ بڑے ذہین آدمی تھے، انہوں نے ان فرقوں کو دیکھا اور سمجھا۔

ان کو میں نے آخر پر یہ بتایا کہ ان کی غلطی کرداری لیکن آپ کی غلطی اس سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔آپ نے خدا کو پاکستان کا خدا سمجھ لیا ہے اور جرمنی کا خدا نہیں سمجھا۔اور اسلام کو پاکستان کا اسلام سمجھ لیا ہے اور جرمنی کا اسلام نہیں سمجھا۔آپ کو تو ہم نے خدا سے روشناس کرایا ہے، جو کل عالم اور کل کائنات کا خدا

ہے، آپ کو تو ہم نے اسلام سے روشناس کروایا ہے، جو سارے عالم کا اسلام ہے۔ اس لئے جب آپ نے حاصل کر لیا تو اس کے بعد کسی دوسرے کے محتاج کیوں ہیں، اپنی تربیت کے لئے؟ کیا اس کے پھر جانے سے آپ پھر جائیں گے؟ کیا اگر غیر خدا کو چھوڑتا ہے تو آپ بھی اس خدا سے دامن توڑ لیں گے؟ یہ رجحان سب سے زیادہ خطرناک ہے۔ آپ اس کے بدلے ایک اور ردعمل دکھا سکتے تھے۔ آپ ان خطوط پر بھی سوچ سکتے تھے کہ ان لوگوں نے بڑی مالی اور جانی قربانیاں کیں اور بڑی لمبی جدوجہد کی اور بڑی سخت مشکلات میں اپنے ایمان کی حفاظت کرتے رہے اور ہم تک پیغام پہنچایا اور کامیابی سے پیغام پہنچا دیا۔ اس عرصہ میں ان میں کچھ لوگ زخمی بھی ہوئے، کچھ بیمار ہوئے اور کچھ خود ان مقاصد سے دور جا پڑے۔ ہم اور طرح تو ان کے احسان کا بدلہ نہیں دے سکتے، کیوں نہ ان کی تربیت کر کے احسان کا بدلہ دیں، کیوں نہ ان کو بتائیں کہ جو اسلام تم نے ہم کو پہنچایا تھا، ہم نے اس کو بہت حسین پایا ہے۔ ہم نے اس پر عمل کر کے دیکھا، جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

ہم نے اسلام کو خود تجربہ کر کے دیکھا
نور ہے نور اٹھو دیکھو سنایا ہم نے

(درثمین:16)

تو تم یہی اعلان کر سکتے تھے کہ ہم نے تو اسے اچھا پایا ہے۔ اس نے ہماری زندگیوں میں پاک تبدیلیاں پیدا کر دی ہیں، ہمارے کردار بدل کر رکھ دیئے ہیں، ہمیں گندگیوں سے نجات بخشی ہے اور روحانی تسکین عطا کی ہے۔ تم کیا ظلم کر رہے ہو اپنی جانوں پر کہ ہمیں بچا کر خود ہلاکت میں مبتلا ہو رہے ہو۔ میں نے اسے سمجھایا کہ اگر تمہاری طرف سے یہ آواز ان پاکستانی نوجوانوں کے کانوں میں پڑے تو وہ بہت زیادہ مؤثر ہوگی اور بہت زیادہ ان کو شرمندہ کرنے والی اور ان کی غیرت کو چرکہ لگانے والی ہوگی۔ اور واقعۃً تم ایک احسان کا بدلہ اتارنے والے ہو گے۔ اگر ان رستوں پر چلتی رہیں تمہاری سوچیں، جن رستوں پر چل رہی ہیں تو خود بھی نقصان اٹھاؤ گے، ان کو بھی نقصان میں ڈال دو گے۔ تو یہ وہ طریق ہے، جس میں دونوں طرف کی تربیت کی ضرورت ہے۔

امر واقعہ یہ ہے کہ جس قوم کو خدا تعالیٰ نے دنیا کی اصلاح کے لئے چن لیا ہے، اس کی اولیت کو کوئی چھین نہیں سکتا اور اس کی ضرورت کے احساس سے کوئی عقل مند انکار نہیں کر سکتا۔ وہ اولین طور پر ہندوستان میں جو ایک خطۂ پنجاب ہے، اس سے تعلق رکھنے والی قوم ہے۔ اور اسی دائرے کو جب بڑھاتے

ہیں تو ہندوستان بحیثیت مجموعی جس میں پاکستان بھی ہے آج کا اور ہندوستان بھی ہے، یہ خطۂ سرزمین جسے ہندوپاکستان کا برصغیر کہا جاتا ہے، اس علاقے کے لوگوں پر خدا تعالیٰ نے اولین ذمہ داری ڈالی۔ اور اولین طور پر ان میں کوئی مادہ دیکھا ہے، اصلاحی۔ ان میں بعض مخفی خوبیاں دیکھی ہیں، جن کو خدا تعالیٰ کی نظر نے پہچانا ہے۔ اس لئے ان کو چنا ہے۔ خدا جانتا تھا کہ دنیا کی اصلاح کے لئے ان کے اندر مادہ ضرور موجود ہے۔ اس علاقہ کے لوگ جو سو سال سے مسلسل قربانیاں پیش کر رہے ہیں اور بڑی وفا کے ساتھ حق کو چمٹے ہوئے ہیں، یہ بات بتاتی ہے کہ یقیناً خدا تعالیٰ کی نظر نے صحیح شناخت فرمائی۔

بہر حال ساری دنیا میں سے اس علاقہ کے لوگوں کا دین پھیلانے کے لئے استعمال ہونا دنیا کے آئندہ نقشہ کا ایک لازمی حصہ ہے۔ لازماً ہر ملک میں آغاز میں، ابتداء میں اسی علاقہ کے لوگوں کو تبلیغ میں مؤثر کردار ادا کرنا ہوگا اور لمبے عرصہ تک کرنا ہوگا۔ اور تربیت میں بھی ایک نہایت مؤثر کردار ادا کرنا ہوگا۔ اس لئے جماعتوں کو اس پہلو سے غافل نہیں ہونا چاہئے۔ ہمیں لازماً مجبوراً پاکستانی اور ہندوستانی احمدیوں کے کردار کو خصوصیت کے ساتھ پیش نظر رکھنا ہوگا۔ کیونکہ خدا نے انہیں استعمال کرنے کے لئے چنا ہے۔ اگر یہ کھوٹے پیسے بن گئے تو ہم انہیں استعمال نہیں کر سکیں گے۔ اور اگر یہ اچھے پیسے بنے تو غیر معمولی اسلام کی خدمت دنیا میں کر سکتے ہیں۔

پھر دوسرا پہلو ہے ان کی اگلی نسلوں کو سنبھالنے کا۔ لیکن وہ پہلے پہلو کا بچہ ہی ہے۔ جس طرح اگلی نسل موجودہ نسل کے بچے ہوتے ہیں، اسی طرح موجودہ نسل کو آپ سنبھالیں اور صحیح خطوط پر چلائیں تو روحانی طور پر اگلی نسل بھی لازماً بچ جاتی ہے۔ نقائص ڈھونڈنے کے لئے آپ دوسری نسل کی شکلوں کو نہ دیکھیں۔ جب بھی کوئی نقص ہو تو پہلی نسل کی شکلوں کو دیکھیں۔ وہاں سے ابتداء ہوئی ہے۔ یاد رکھیں یہ قرآن کریم نے ہمیں نکتہ عطا فرمایا ہے کہ آئندہ نسلوں کی تربیت کے لئے موجودہ نسلوں کو سنبھالو۔ فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ

(الحشر:19)

اس کے وسیع معانی میں ایک معنی یہ بھی ہے کہ اے آج کے بسنے والے مسلمانو! اے ایمان والو! جن کو ہم مخاطب ہیں، اگلی نسلوں کی تربیت کے تم ذمہ دار ہو، اس لئے تم پوچھے جاؤ گے۔ کل کیا پیچھے چھوڑ کر جانے والے ہو، اس کا سوال تم سے کیا جائے گا۔ اس لئے یہ نہایت ہی اہم بات ہے کہ موجودہ نسل کے احمدیوں میں جو دنیا کے کسی خطہ میں بھی آباد ہوں، ان کی تربیت کی طرف فوری توجہ کریں۔ اگر وہ متوازن

ہو جائیں تو ان کی نسلیں خود بخود ٹھیک ہونی شروع ہو جائیں گی۔ اور بھی غیر معمولی پاک تبدیلیاں ان کے اندر پیدا ہونی شروع ہو جائیں گی۔

اس ضمن میں اور بھی بہت سے امور سامنے آتے رہے، جن کے متعلق مختلف وقتوں میں جماعتوں کو، مجالس عاملہ کو ہدایات دیتا رہا ہوں۔ لیکن مختصر جماعتوں کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ جب وہ سر جوڑ کے بیٹھیں گے اور پروگرام بنائیں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ خود ان کے ذہن میں بھی بہت سی باتیں ابھریں گی۔ نئے نئے رستے اللہ تعالیٰ ان پر روشن فرمائے گا۔

دوسرا اہم پہلو جس کی طرف ساری دنیا کی مجالس عاملہ کو توجہ دینی چاہئے، وہ تربیتی لٹریچر کی تیاری ہے۔ ہر ملک کے لحاظ سے اس کی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے تربیتی لٹریچر تیار ہونا ضروری ہے۔ اور اس میں اسلام کے بنیادی تقاضوں کو ملحوظ رکھا جائے۔ کم سے کم طور پر ایک شخص مسلمان کیسے بنتا ہے؟ اسے کیا معلوم ہو تو وہ مسلمان بن جاتا ہے؟ جب یہ باتیں آپ سکھائیں گے لٹریچر میں بھی اور تربیت کے ذریعہ بھی تو آپ کو یہ بات بھی پیش نظر رکھنی پڑے گی کہ اسلام میں محض مقتدی بنانے کا تصور نہیں بلکہ امام بنانے کا تصور ہے، لیڈر شپ پیدا کرنے کا تصور ہے۔ اسی لئے کوئی پیشہ ور ملاں اسلام میں موجود نہیں ہے۔ ہر شخص سے اسلام توقع رکھتا ہے کہ اگر جماعتیں اس کو چنیں، عوام اس پر اعتماد کریں تو وہ قیادت کی صلاحیتیں بھی اپنے اندر رکھتا ہو اور قیادت کے سلیقے جانتا ہو۔ نماز کیسے پڑھائی جاتی ہے، یہ بھی ہر مسلمان کے لئے جاننا ضروری ہے؟ صرف نماز پڑھنا ضروری نہیں بلکہ نماز پڑھانے کا علم ضروری ہے۔ محض یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ مسلمان ہو کر اپنی پیدائش اور اپنی موت کو بعض علماء کے سپرد کر دے کہ جس طرح چاہیں، وہ سلوک کریں۔ اس کو اہل ہونا چاہئے اس بات کا یہ سب مسائل کا علم ہونا چاہئے کہ بچے کس طرح پیدا ہوتے ہیں؟ ان کے کیا حقوق ہیں؟ اور لوگ جب مرتے ہیں تو ان کے کیا حقوق ہیں؟ بیاہ شادی کس طرح کئے جاتے ہیں؟ ہر احمدی اس بات کا اہل ہونا چاہئے کہ اسلام میں جو کم سے کم سیادت کی ضرورتیں ہیں، ان سے وہ پوری طرح واقف اور آشنا ہو۔ اور اسے تجربہ بھی ہو۔ محض دیکھنے سے یہ بات حاصل نہیں ہوتی۔

مجھے یاد ہے وقف جدید میں ہم نماز ظہر وہیں پڑھا کرتے تھے کیونکہ کام کے وقت دوسری جگہ جانا مشکل ہوتا تھا۔ باہر مسجدیں چھوٹی تھیں۔ بالکل نزدیک کی ایک جو مسجد تھی، اس سے زیادہ نمازی وہاں آ جاتے تھے۔ چنانچہ باقاعدہ وہیں مسجد بنائی ہوتی تھی نماز ظہر کے لئے، وہاں ایک کمرہ وقف تھا۔ ایک دفعہ وہاں ایک اچھے خاصے مخلص دوست خدام الاحمدیہ کے کاموں میں بڑے پیش پیش اور واقف تھے، وہ تشریف

لائے تو میں نے ان کو کہا کہ آج آپ نماز پڑھائیں۔ ظہر کی نماز تھی تو انہوں نے کہا: مجھے نماز پڑھانی نہیں آتی۔ اگر وہ ویسے کہہ دیتے کہ میں جھجکتا ہوں تو اور بات تھی۔ میں نے کہا کہ نماز پڑھانی نہیں آتی، کیا مطلب؟ آپ کو بلکہ ہر احمدی کو نماز پڑھانی آنی چاہئے۔ یہ کیا مطلب ہے کہ نماز پڑھانی نہیں آتی؟ انہوں نے کہا: جی دیکھی ہوئی ہے لیکن کبھی پڑھائی نہیں۔ میں نے کہا: پھر پڑھانے میں کیا حرج ہے؟ اگر آپ کو پڑھانی نہیں آتی تو آپ نے بارہا دیکھا ہوا ہے، ساری عمر اس میں گزاری ہے، پڑھائیں آگے جا کے۔ چنانچہ نماز پڑھانے کے بعد مجھے محسوس ہوا، ان کو کہنے کے بعد، مجبور کرنے کے بعد مجھے محسوس ہوا کہ غلطی کی تھی ان کی پہلے کچھ تربیت ہونی ضروری تھی۔ کیونکہ وہ شاید میرے کہنے کی وجہ سے ایسا اثر پیدا ہو گیا، کچھ نروس ہو گئے یا پہلی دفعہ نماز پڑھانے کے نتیجہ میں ایسا ہو کہ **اللہ اکبر** کی بجائے **سمع اللہ لمن حمدہ**۔ **سمع اللہ** کی بجائے **اللہ اکبر**. سجدے میں جاتے وقت **ربنا ولک الحمد** کہہ رہے ہیں۔ وہ ایسی اکھڑی نماز کہ پچھلے نمازیوں کے لئے ہنسی برداشت کرنی مشکل۔ بڑی مشکل سے نماز کا وقت گزارا۔

اس وقت بھی خاص طور پر مجھے خیال آیا تھا کہ ہم ایک بات سے غافل ہو گئے ہیں۔ اسلام ہم سے تقاضے کرتا ہے، سید پیدا کرنے کے، سردار پیدا کرنے کے، امام پیدا کرنے کے اور ہم مقتدی پیدا کر کے سمجھتے ہیں کہ ہم نے ذمہ داریاں ادا کر دیں۔ یہ تو ایک ایسا عظیم الشان راز ہے قوموں کی ترقی کا، جس کو اہل اسلام نے بھلا دیا۔ لیکن بعض غیر قوموں کے غیر معمولی لیڈروں نے اختیار کیا اور اس سے بڑا فائدہ اٹھایا۔ اگرچہ یہ ظلم کیا کہ اس سے منفی رنگ میں فائدہ اٹھایا یعنی فائدہ تو اٹھایا لیکن اس سے فائدہ اٹھانے کے بعد دنیا کی ہلاکت کے لئے استعمال کیا لیکن بنیادی طور پر راز یہی تھا۔

جب جنگ عظیم اول ہوئی تو عالمی طاقتوں نے یہ غور کیا کہ جرمنی کے متعلق ایسی کارروائیاں کرنی چاہئیں کہ پھر کبھی اٹھ ہی نہ سکے۔ اور اس کو پھر کبھی یہ خیال نہ آ سکے کہ میں بھی دنیا میں کوئی فوجی کردار ادا کر سکتا ہوں۔ چنانچہ جو انہوں نے جو بہت سے اقدامات کئے، ان میں ایک یہ بھی اقدام تھا کہ ان پر پابندی لگ گئی کہ غالباً ایک لاکھ یا اس کے لگ بھگ سے زیادہ تم فوج نہیں رکھ سکو گے اور اس سے زیادہ آدمیوں کو فوجی ٹریننگ تم دے ہی نہیں سکتے۔ ان کا خیال تھا کہ جنگیں ایک دم تو نہیں شروع ہو جاتیں، جس قوم کی فوج صرف ایک لاکھ ہو، یورپ جیسے ترقی یافتہ علاقے میں اس سے ہمیں کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔ اور بھی بعض ذرائع اختیار کئے۔ لیکن ایک یہ تھا، ہٹلر کو ایک بہت قابل جرنیل نے مشورہ دیا کہ اس مسئلہ کو حل کرنا تو بہت آسان ہے۔ ہم ایک لاکھ سپاہی پیدا کرنے کی بجائے ایک لاکھ افسر تیار کرتے ہیں۔ جہاں تک تعداد کا

تعلق ہے، ان کو کیا پتہ کہ عملاً اس تعداد میں پھیلنے کی غیر معمولی طاقت آ گئی ہے؟ لیکن میرا مشورہ یہ ہے کہ بجائے سپاہی کی ٹریننگ کے مجھے اجازت دو، میں فوجی تربیت کا ایسا منصوبہ تیار کرتا ہوں کہ ہم ہر ایک افسر تیار کریں گے۔ اور افسر بھی ایسا، جو انسٹرکٹر بننے کا اہل ہو۔ چنانچہ انہوں نے ایک لاکھ انسٹرکٹرز تیار کر دیئے۔ بجائے سپاہی بنانے کے۔ دوسری ترکیب انہوں نے یہ کی کہ ان کو تھوڑے عرصہ کے بعد چھٹی دینی شروع کر دی۔ دس ہزار آج نکال دیئے، جو تربیت یافتہ تھے اور ان کی بجائے دس ہزار اور بھرتی کر لئے۔ دس ہزار کل نکال دیئے اور ان کی جگہ دس ہزار اور بھرتی کر لئے۔ جہاں جہاں وہ گئے، ان کو تعلیمی اداروں میں مقرر کیا اور کہا کہ اب تم طلباء تیار کرو۔ چنانچہ چند سال کے اندر اندر اتنی عظیم الشان فوجی طاقت بن گئی کہ جب چرچل نے توجہ دلائی، پہلا شخص یورپ میں چرچل تھا، جس نے اس خطرہ کو بھانپا تو اس نے توجہ بھی ان الفاظ میں دلائی کہ الارم کی گھنٹی تو بجا رہا ہوں لیکن میں جانتا ہوں کہ میں بھی لیٹ ہو چکا ہوں۔ اب ہمارا اختیار ہی کوئی نہیں رہا۔ اب تو جو کچھ نقصان ہو چکا ہے، اب یہ غور کرنا ہے کہ اس کی تلافی کیسے کی جا سکے گی؟ مگر نقصان ہو چکا ہے۔ جو کچھ جرمنی نے کرنا تھا، کر لیا ہے۔ اب سارے اتحادیوں کی اجتماعی طاقت بھی اکیلے جرمنی کے برابر نہیں ہے۔

تو اسلام نے جو گر سکھایا تھا سید بنانے کا، اس کو مسلمانوں نے تو بھلا دیا اور غیر قوموں نے اختیار کیا۔ اور مسلمانوں کو تو اسلام نے دنیا کے فائدہ کے لئے یہ گر سکھایا تھا، غیر قوموں نے دنیا کو نقصان پہنچانے کے لئے یہ گر استعمال کیا۔ کیونکہ اسلام کے تقویٰ کی تعلیم سے یہ لوگ عاری تھے۔

آج دنیا کی سیادت آپ کے سپرد ہے اور جب تک آپ خود سید نہیں بنیں گے، آپ دنیا کی سیادت کیسے کریں گے؟ کیسے نئے آنے والوں کو سردار بنا سکیں گے؟ اس لئے بہت ہی ضروری ہے کہ ہم اپنے Follow up کی تربیت میں ایسا پروگرام شامل کریں کہ جس کے نتیجہ میں ہر احمدی کو کم سے کم سیادت کی تعلیم دی جائے۔ یعنی کم از کم ایسی سیادت، جس کے بغیر مسلمان کی تصویر مکمل نہیں ہوتی۔ اور اس کو راہنمائی کے اصول بتائے جائیں۔ اس پر جب اعتماد کیا جاتا ہے تو اس کو اپنے اعتماد کی کن پہلوؤں سے خصوصیت کے ساتھ حفاظت کرنی چاہئے۔ جب اس طرف آپ آئیں گے تو نظام جماعت بھی اس کو بتانا پڑے گا۔ اس کو بتانا پڑے گا کہ ہم پر تمام دنیا کے احمدی بعض آدمیوں پر مالی لحاظ سے اعتماد کرتے ہیں اور جب تک یہ اعتماد قائم رہے گا، مالی نظام میں برکت رہے گی۔ جب یہ اعتماد کھویا گیا تو مالی نظام ٹوٹ جائے گا۔ اسی طرح باقی نظام میں یہ یہ توقعات کی جاتی ہیں اور تمہیں ہم صرف ایک احمدی کے طور پر نہیں بلکہ مجلس

عاملہ کے رکن کے طور پر تیار کرنا چاہتے ہیں۔تا کہ جب تم پر یہ ذمہ داریاں ہوں تو تم اس طرح ادا کرو۔محض ایسے احمدی نہ بنو، جو باہر بیٹھ کر مجلس عاملہ پر تبصرے کر رہا ہو۔ بلکہ ایسے احمدی بنائیں، جو وہاں بیٹھے ہوں، جن پر لوگ تبصرے کرنے کی کوشش کریں اور ان کے پاس مؤثر جواب ہوں۔ پھر ہر پہلو سے ان کے حقوق کیا ہیں؟ ان کی ذمہ داریاں کیا ہیں؟ خلافت کا نظام کیا ہے؟ انصار اللہ کا نظام اور خدام الاحمدیہ کا نظام یعنی ذیلی تنظیموں کا کام کیا ہے؟ ان سارے امور سے ان کو واقف کرانا اور پھر جماعت کی تاریخ سے ان کو آگاہ کرنا اور ایسے مؤثر کردار ادا کرنے والے احمدیوں کی صفات یا ان کی زندگیوں کے حالات سے مطلع کرنا، جن کا کردار آج بھی زندہ ہے۔ جب اس کردار پر آپ نظر ڈالتے ہیں تو وہ آپ کو مرتعش کر دیتا ہے۔

حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید رضی اللہ عنہ کی زندگی کے واقعات ہیں۔ انہوں نے احمدیت میں بہت مختصر زندگی دیکھی لیکن ایسی عظیم زندگی تھی کہ رشک سے ہمیشہ دنیا کی نگاہ دیکھتی رہے گی کہ کاش ہمارے سینکڑوں سال کے بدلے وہ مختصر زندگی ہمیں نصیب ہو جاتی۔ جب ان کے کردار پر نظر آپ ڈالتے ہیں، ان کے واقعات سے نئے آنے والوں کو آگاہ کرتے ہیں تو آپ کو کسی زور لگانے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ آپ کی باتوں سے زیادہ زندہ وہ کردار آج بھی ہے۔ آج بھی اس میں اس بات کی اہلیت ہے کہ دلوں کو متحرک کر دے اور خون کو گرم کر دے اور نئے حوصلے پیدا کرے، انسانوں میں اور نئے عزم بلند کرے، ان کے سینوں میں۔ ایسے لوگ، جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھی تھے، انہوں نے کیا کیا، کیا؟ کس طرح دنیا میں قربانیاں پیش کیں؟ کس طرح دنیا کو تبدیل کیا؟ کس طرح قول اور فعل کے سچے ثابت ہوئے؟ صادق القول تھے، صادق العمل تھے، ان کی باتوں سے آگاہ کرنا۔ جب ان سب باتوں پر آپ نظر ڈالیں گے تو معلوم ہوگا کہ اتنا بڑا کام کرنے والا ہے کہ اس کے لئے مسلسل کئی سال کی محنت چاہئے۔ ورنہ ساری دنیا کی زبانوں میں اس قسم کا لٹریچر تیار کرنا اور ایسے احمدی پیدا کرنا، جو ساتھ ساتھ واقف ہوتے چلے جائیں اور زبانی ان باتوں کو آگے پھیلانے کے اہل ہوں۔ بہت بڑی محنت کی ضرورت ہے۔

جرمنی کے چند روز کے قیام میں جو اللہ تعالیٰ نے میرے ذہن میں منصوبے ڈالے، وہ تو کافی وسیع ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے۔ اور بہت سی باتیں ہیں، جو وقتاً فوقتاً جماعتوں کو ہدایتوں کی صورت میں بھجوائی جاتی رہیں گی۔ صرف فکر یہ ہوتی ہے کہ اگر اکٹھی زیادہ ہدایتیں دی جائیں تو ہمت بعض دفعہ ٹوٹ جاتی ہے۔ آدمی سمجھتا ہے کہ اتنی باتیں میں کر ہی نہیں سکتا، چلو چھوڑ دو۔ اس لئے مجھے بھی بڑا صبر کرنا پڑتا ہے۔ ایک وقت میں تھوڑی تھوڑی غذا دینے کی کوشش کرتا ہوں تا کہ یہ ہضم ہو، پھر آگے چلیں۔ پھر آگے

چلیں۔ تا کہ رفتار میں زیادہ تیزی آتی جائے اور رفتار تیز کرنے والی غذا ساتھ ساتھ ملتی جائے۔ سر دست میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ ان دو پروگراموں کو آپ جاری کرنے کی کوشش کریں، ساری دنیا کی مجالس میں جاری کرنے کی کوشش کریں اور اس طرح کریں کہ جو پچھلے منصوبے تھے ان کو چھوڑ کر نہیں، ان کے پہلو بہ پہلو ان کو جاری کریں۔ اس لئے میں بار بار اس طرف متوجہ کرتا ہوں کہ ہمیں ٹیمیں تیار کرنی پڑیں گی، ہمیں مختلف کاموں کے لئے سپیشلسٹ ٹیمیں تیار کرنی پڑیں گی، جو پہلے منصوبے ہیں، وہ بعضوں کے سپرد کریں۔ وہ بیدار مغزی سے ان کی پیروی کرتے رہیں۔ یہ منصوبہ نیا کچھ اور لوگوں کے سپرد کریں۔ اس کے دو پہلو ہیں۔ اس کے لئے الگ الگ دو کمیٹیاں بنانی پڑیں گی۔ اور بعض دفعہ مجبوراً چھوٹے علاقوں میں خصوصیت کے ساتھ ایک شخص ایک سے زائد کمیٹیوں کا ممبر بھی ہو سکتا ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن اگر ہر کام کی الگ الگ کمیٹیاں ہوں تو اس کو اپنی اس شخصیت کا احساس ہمیشہ پیش نظر رہے گا کہ میری ایک شخصیت یہ ہے اور ایک شخصیت وہ ہے۔ اس سے اسے کام یاد رکھنے میں آسانی رہے گی۔ بہر حال اللہ تعالیٰ اس کی توفیق عطا فرمائے۔ خدا کی توحید آسمانوں سے ہم نے زمین پر لانی ہے اور اس کو فرضی توحید نہیں رہنے دینا، اسے اپنے سینوں سے چمٹانا ہے، اپنے خون میں جاری کرنا ہے۔ ایک ایسی جماعت پیدا کر کے دکھانی ہے، جو موحد ہو، حقیقتاً عمل کی دنیا میں موحد ہو، صرف نظریات کی دنیا میں موحد نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے، آمین''۔

خطبہ ثانیہ کے دوران حضور نے فرمایا:۔

''مجھے متوجہ کیا گیا ہے کہ میں نے جرمنی، بیلجیئم اور ہالینڈ کی بجائے جرمنی، بیلجیئم اور فرانس کا دورہ کہہ دیا تھا۔ یہ غلط ہے، فرانس نہیں گئے تھے، ہم ہالینڈ گئے تھے۔ واپسی پر جس طرح مجھے جرمنی سے وہاں کے مقامی لوگوں کے کردار اور اسلام میں سنجیدگی کے پیش نظر بہت سی توقعات وابستہ ہیں، انشاء اللہ تعالیٰ اسی طرح ہالینڈ کے متعلق بھی اتنا میں بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ ہالینڈ نے اب تک جتنے بھی احمدی پیش کئے ہیں، خدا تعالیٰ کے فضل سے نہایت اعلیٰ معیار کے ہیں۔ نہایت مخلص سلجھے ہوئے متوازن ذہن والے، انتہاء پسندی سے خالی اور بہت ہی سچے دل سے اسلام کو قبول کرنے والے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر قسم کی قربانیوں میں بھی پوری طرح شامل ہیں۔ ان کے لئے خصوصیت کے ساتھ دعا کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے ان کو کہ وہ جلد سے جلد پھیلیں اور ہالینڈ کی قوم کو اسلام کی پر امن آغوش میں لے آئیں۔

ہالینڈ کے متعلق ضمناً ایک بات اور بیان کرنی ضروری ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ یورپ کی جتنی قومیں ہیں، ان میں اخلاص کے ساتھ عیسائیت کو قبول کرنے والی جیسی ہالینڈ کی قوم ہے اور کہیں ہم نے نہیں دیکھی۔ ہالینڈ کے بعض ایسے خطے ہیں، جہاں آج بھی وہ لوگ اپنی عیسائیت میں سچے ہیں۔ عیسائیت غلط ہو تو یہ الگ مسئلہ ہے۔ لیکن وہ لوگ عیسائیت کے ساتھ خلوص میں سچے ہیں اور اس پر عمل کرنے کی پوری دیانتداری سے کوشش کرتے ہیں۔ وہاں کا معاشرہ یورپ کے باقی معاشرہ سے بہت زیادہ صاف ہے۔ اور ان لوگوں کے اخلاق بہت اچھے ہیں۔ اس لئے ہالینڈ خصوصیت کے ساتھ ہمارے پیش نظر ہونا چاہئے۔ کیونکہ اصل بات خلوص ہے۔ اگر کوئی قوم کسی مذہب کو سچا سمجھ کر اس سے خلوص اختیار کر رہی ہے تو اس کے اندر سچائی کو قبول کرنے کا بنیادی جوہر موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ان کو بھی جلد از جلد اسلام کے دامن میں لے آئیں۔ بہر حال یہ درستی کرنی تھی فرانس کی بجائے ہالینڈ کا ذکر کرنا چاہئے تھا"۔

(مطبوعہ خطبات طاہر جلد 05 صفحہ 731 تا 746)

# صحابہ کے نمونے آپ کا مطمح نظر ہونے چاہئیں

## پیغام برموقع سالانہ اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ امریکہ

بسم اللہ الرحمان الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھو الناصر

اے نونہالان احمدیت!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھے یہ جان کر بے حد خوشی ہوئی ہے کہ مجلس خدام الاحمدیہ امریکہ اپنا سالانہ اجتماع منعقد کر رہی ہے۔الحمدللہ علیٰ ذالک۔اللہ تعالیٰ اس اجتماع کو ہر لحاظ سے خیر و برکت کا موجب بنائے اور اسے خدام احمدیت کی روحانی اخلاقی اور جسمانی صلاحیتوں کی نشو ونما کا ذریعہ بنائے۔اللہ تعالیٰ اپنے فضلوں سے آپ کی جھولیوں کو بھر دے اور کامیاب فرمائے۔

اللہ تعالیٰ نے سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو دنیا کی متفرق آبادیوں میں بسنے والی سعید روحوں کو آستانہ الوہیت کی طرف کھینچنے اور سب انسانوں کو امت واحدہ بنانے کے لئے مبعوث فرمایا ہے۔ ان اغراض ومقاصد کی تکمیل کے لئے حضرت اقدس علیہ السلام نے متعدد بار اپنی جماعت کو صحابہ کا نمونہ اختیار کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔جنہوں نے اپنے خون سے شجر اسلام کی وہ آبیاری کی کہ جس کی نظیر دنیا کی کسی تاریخ میں نہیں ملتی۔انہوں نے وہ صدق دکھایا کہ خدا کو دیکھنے لگ گئے۔گویا بشریت کا چولہ اتار کر مظہر اللہ ہو گئے۔ان کی زندگیوں پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی ایسی گہری چھاپ تھی کہ جس نے انہیں دنیا کا استاد و رہبر بنا دیا۔یہی نمونے آپ کا مطمح نظر ہونے چاہئیں۔تا آپ بھی صحابہ کی طرح اس دنیا میں ایک عظیم الشان انقلاب برپا کرنے والے استاد و رہبر بن سکیں۔ان کے اخلاص، فدائیت اور حسن عمل کے کرشمہ نے تو دنیا کی تقدیر کو بدل ڈالا تھا اور دیکھتے ہی دیکھتے ان فرزانوں نے دنیا کی عظیم الشان سلطنتوں

پر اسلامی پھریرے لہرا دیئے تھے۔ اسلاف کی ان روایات کے آج آپ امین ہیں اور ان نمونوں کو پھر سے آپ نے زندگی بخشنی ہے۔ آپ کے لئے دنیا کا استاد و رہبر بننے اور دنیا کا فاتح بننے کے لئے ان خوبیوں کا اپنانا ضروری ہے۔ ان رنگوں کو اپنے اوپر چڑھانے کے لئے اور ان نمونوں کو اپنانے کے لئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی پیاری جماعت کو جو نصائح فرمائی ہیں، ان کا ماحصل یہ ہے کہ:۔

''.....میرے عزیزو! میرے پیارو!! میرے درخت وجود کی سرسبز شاخو!!!............

اس زمانہ کا حصن حصین میں ہوں، جو مجھ میں داخل ہوتا ہے، وہ چوروں اور قزاقوں اور درندوں سے اپنی جان بچائے گا۔ مگر جو شخص میری دیواروں سے دور رہنا چاہتا ہے، ہر طرف سے اس کو موت درپیش ہے۔ اور اس کی لاش بھی سلامت نہیں رہے گی۔ مجھ میں کون داخل ہوتا ہے؟ وہی، جو بدی کو چھوڑتا ہے اور نیکی کو اختیار کرتا ہے۔ اور کجی کو چھوڑتا اور راستی پر قدم مارتا ہے۔ اور شیطان کی غلامی سے آزاد ہوتا اور خداتعالیٰ کا ایک بندہ مطیع بن جاتا ہے۔ ہر ایک جو ایسا کرتا ہے، وہ مجھ میں ہے اور میں اس میں ہوں''۔

(فتح اسلام، روحانی خزائن جلد 03 صفحہ 34)

نیز فرمایا:۔

''.....خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ تقویٰ ایک ایسا درخت ہے، جس کو دل میں لگانا چاہیے۔ وہی پانی، جس سے تقویٰ پرورش پاتی ہے، تمام باغ کو سیراب کر دیتا ہے۔ تقویٰ ایک ایسی جڑھ ہے کہ اگر وہ نہیں تو سب کچھ ہیچ ہے اور اگر وہ باقی رہے تو سب کچھ باقی ہے۔ انسان کو اس فضولی سے کیا فائدہ، جو زبان سے خدا طلبی کا دعویٰ کرتا ہے لیکن قدم صدق نہیں رکھتا؟ ...... اگر تمہاری زندگی اور تمہاری موت اور تمہاری ہر ایک حرکت اور تمہاری نرمی اور گرمی محض خدا کے لئے ہو جائے گی اور ہر ایک تلخی اور مصیبت کے وقت تم خدا کا امتحان نہیں کرو گے اور تعلق کو نہیں توڑو گے بلکہ آگے قدم بڑھاؤ گے تو میں سچ سچ کہتا ہوں کہ تم خدا کی ایک خاص قوم ہو جاؤ گے۔ ...... اگر تم پورے طور پر خدا کی طرف جھکو گے تو دیکھو میں خدا کی منشاء کے موافق تمہیں کہتا ہوں کہ تم خدا کی ایک قوم برگزیدہ ہو جاؤ گے۔ خدا کی عظمت اپنے دلوں میں بٹھاؤ اور اس کی توحید کا اقرار نہ صرف زبان سے بلکہ عملی طور پر کرو تا خدا بھی عملی طور پر اپنا لطف و

احسان تم پر ظاہر کرے۔ کینہ وری سے پرہیز کرو اور بنی نوع سے سچی ہمدردی کے ساتھ پیش آؤ۔ ہر ایک راہ نیکی کی اختیار کرو۔ نہ معلوم کس راہ سے تم قبول کئے جاؤ''۔

(رسالہ الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 307,308)

میرے پیارو! انسان کا تقویٰ، اس کا ایمان، عبادت اور پاکیزگی سب کچھ خدا کی دین ہے اور خدا کے فضل پر موقوف ہے۔ اسے حاصل کرنے کے لئے انسان کو ہمیشہ ''عبد شکور'' بنا رہنا چاہیے۔ کیونکہ عبودیت کا الوہیت سے ایسا تعلق ہے کہ عبد اپنے مولیٰ کا ذرہ ذرہ محتاج ہے اور ایک دم خدا تعالیٰ کے سوا نہیں گزار سکتا۔ عبادت میں تو ایک لذت اور سرور ہے، جو کہ تمام لذات دنیا اور حظوظ نفس سے بالاتر ہے۔ دکھ درد سے خالی بندگی تو بندگی ہی نہیں ہوتی۔ پس خدا تعالیٰ سے اپنے تعلقات کو بڑھائیں اور اسے راضی کریں۔ راتوں کو اٹھ اٹھ کر اسے پکاریں اور اپنی عبادتوں کے معیار کو ہر لحاظ سے بلند کریں۔ اپنے اعمال میں ایک خوبصورتی پیدا کریں اور ان پر قبولیت کے رنگ چڑھائیں۔

دعا، جو گناہوں کے لئے ایک تریاق اور سم قاتل ہے، اسے اس یقین کے ساتھ مانگیں کہ جو کچھ ہوگا، دعا ہی کے ذریعہ ہوگا۔ یہی ہمارا ہتھیار اور غالب آنے والا ہتھیار ہے۔ لیکن اس میں شرط استقامت لازم ہے۔ کیونکہ دعا جب صبر اور صدق کے ساتھ اپنی انتہا کو پہنچتی ہے تو یقیناً شرف قبولیت پاتی ہے۔

تبلیغ کو وسعت دیں اور خدمت اسلام کی جو جوت میرے مولیٰ نے میرے سینہ میں لگائی ہے، اسے اپنے دلوں میں روشن کرنے کی سعی کریں۔ اور وہ آسمانی نشانات و تائیدات، جو ہر روز موسلا دھار بارش کی طرح سلسلہ عالیہ احمدیہ پر نازل ہو رہی ہیں، ان کی گونج کو اقصائے عالم تک پہنچائیں۔ مگر یاد رکھیں کہ دینی خدمات کی توفیق مومنین کی انہی جماعتوں کو میسر آیا کرتی ہے، جو اپنے اعمال حیات کی تاریں ایک مضبوط دینی مرکز سے وابستہ کر چکی ہوں۔ پس خلافت احمدیہ سے ہمیشہ للّٰہی وابستگی رکھیں۔ اس نعمت کی قدر کریں کہ آپ کی تمام تر ترقیات کا دار و مدار اسی نظام سے وابستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ان سب نصائح پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہر آن آپ کے ساتھ ہو، آمین۔

والسلام

خاکسار

مرزا طاہر احمد

(خلیفة المسيح الرابع)

(مطبوعہ ہفت روزہ النصر 14 نومبر 1986ء)

# میں ہندوستان کے افق پر اسلام کے لئے ظفر مند حالات دیکھ رہا ہوں

## پیغام بر موقع جلسہ سالانہ قادیان1986ء

بسم اللہ الرحمان الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھو الناصر

اللہ کے فضل سے ہندوستان کی جماعتوں میں کروٹ لے کر اٹھنے کے آثار پیدا ہوئے ہیں۔ جو جماعتیں اٹھ چکی ہیں، وہ چلنے لگی ہیں اور جو پہلے چل رہی تھیں، اب بھاگ رہی ہیں۔ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے ہندوستان کے افق پر اسلام کے لئے خوش آئند اور ظفر مند حالات دیکھ رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ہندوستان کو دنیا کے مامور کا مولد اور موطن بنایا ہے اور کوئی سرزمین اس کے اس اعزاز کو چھین نہیں سکتی۔ اس لئے آپ پر ضروری ہے کہ اپنی اس عظیم حیثیت کو پیش نظر رکھیں اور ہندوستان کو جلد از جلد اسلام کے آغوش میں لانے کی کوشش کریں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس الہام

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پناہ گزین ہوئے قلعہ ہند میں“۔

(تذکرۃ صفحہ 485)

کا مطلب یہ کہ ہندوستان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے لئے عظیم الشان قلعہ ثابت ہوگا۔

جہاں تک تبلیغ اسلام کا تعلق ہے، ”مسلمان را مسلمان باز کردند“ کے پیغام کو بہر حال کسی بھی پہلو بھلانا نہیں چاہیے۔ خصوصیت سے اس کا اطلاق ہندوستان کے مسلمانوں پر ہوتا ہے۔ احمدیت ان کے لئے حقیقی پناہ گاہ کا درجہ رکھتی ہے۔ ان کے دین اور دنیا کا سنورنا، احمدیت سے وابستہ ہو چکا ہے۔ اس لئے ان کے حال پر رحم کریں اور جلد از جلد بے مقصد، غیر منظّم اور خدمت دین سے غافل زندگی بسر کرنے کے وبال سے ان کو بچائیں۔ اور یقین دلائیں کہ امام وقت کو قبول کئے بغیر اس دنیا میں نہ سچی زندگی مل سکتی ہے اور نہ طمانیت قلب میسر ہو سکتی ہے۔ احمدیت میں نئی زندگی پائیں گے اور طمانیت قلب حاصل کریں گے اور زندہ رہنے کا لطف اٹھانے لگیں گے۔

پنجاب کی نسبت سے سکھوں میں اور ہندوستان کے دوسرے علاقوں کی نسبت سے ہندوؤں میں تبلیغ غیر معمولی حیثیت رکھتی ہے۔ نہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی قوم کی اجارہ داری ہے، نہ اسلام پر۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب کے لئے تھے اور اسلام بھی سب کے لئے ہے۔ اس لئے ہندوؤں کا بھی اس پر اسی طرح حق ہے، جس طرح ہندوستان کے سب باشندوں کا حق ہے۔ لیکن یاد رکھیں کہ اسلام کا پرامن پیغام دیتے ہوئے پرامن طریق پر پیغام دیں۔ صبر اور استقامت کے ساتھ اثر کرنے والی نصیحت اور دعاؤں کے ساتھ اور سچی انسانی ہمدردی کے جذبہ سے سرشار ہو کر۔ بحث برائے بحث یا دوسرے فریق کو نیچا دکھانے کے جذبہ سے تبلیغ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی۔ جس کو پیغام دیں، اس کو یہ احساس ہونا چاہیے بلکہ یقین ہونا چاہیے کہ آپ اس سے سچی ہمدردی کے ساتھ اسے رشد و ہدایت کی طرف بلا رہے ہیں۔ مذہب دنیا میں فسادات کی بناء پر بہت بدنام ہو چکا ہے اور ہندوستان بھی اس میں سے کثیر حصہ پا چکا ہے۔ آپ کا فرض ہے کہ اپنے بہترین اور دلکش انداز سے ان داغوں کو دھوئیں اور الزامات کو دور کریں۔

اور اپنے اہل وطن پر یہ ثابت کر دیں کہ اسلام ہی نہیں بلکہ دنیا کا کوئی مذہب بھی سچا نہیں ہو سکتا، اگر وہ دیگر مذاہب کے پیروکاروں کے خلاف نفرت، دشمنی اور بغض وعناد کی تعلیم دے۔ مذہب وہی سچا ہے، جو انسان کو انسان سے پیار کرنا سکھائے اور ایسا مہذب بنا دے کہ اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم کرنے کا اہل بن جائے۔ وہ شخص، جو انسان کے حقوق ادا نہیں کر سکتا اور انسان سے محبت اور پیار کا رویہ اختیار نہیں کر سکتا، وہ خدا تعالیٰ کا پیارا بھی نہیں بن سکتا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو پیار سکھانے اور پیار حاصل کرنے کی توفیق بخشے۔

آخر میں صرف اس امر پر توجہ دلانا ضروری سمجھتا ہوں کہ ایسا نہ ہو کہ غیروں کو تو آپ محبت کی تعلیم دے رہے ہوں اور آپس میں ایک دوسرے سے لڑیں اور محبت و الفت کی بجائے باہم اختلافات اور عداوت کا ماحول پایا جاتا ہو۔ اگر خدانخواستہ کسی کا ایسا ماحول ہو تو اہل ہندوستان اسے کہہ سکتے ہیں کہ ”اے معالج پہلے اپنا علاج تو کر“۔ پس یہ امر مدنظر رہنا لابدی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ

”....میں تو دو ہی مسئلے لے کر آیا ہوں، اول: خدا کی توحید اختیار کرو۔ دوسرے: آپس میں محبت اور ہمدردی ظاہر کرو۔ وہ نمونہ دکھلاؤ کہ غیروں کے لئے کرامت ہو۔ یہی دلیل تھی جو صحابہؓ میں پیدا ہوئی تھی۔

كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ

(آل عمران:104)

یاد رکھو! تالیف ایک اعجاز ہے“۔

(ملفوظات جلد 01 صفحہ 336)

اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔آپ دنیا میں فلاح پاؤ اور آخرت میں خدا کے مقرب بندوں میں شمار ہو اور آپ کی نسلیں بھی اس فیض سے وافر حصہ پائیں، جو مسیح محمدیؑ اس دنیا میں لے کر آیا۔

والسلام

خاکسار

مرزا طاہر احمد

خلیفۃالمسیح الرابع

(مطبوعہ ہفت روزہ النصر 6 فروری 1987ء، بحوالہ ہفت روزہ ''بدر'' قادیان یکم فروری 1987ء)

# مجالس عاملہ بیٹھ کر غور کریں، مبلغین سے مشورہ کریں اور مناسب پروگرام بنائیں

## امراء کرام، مبلغین سلسلہ وصدران جماعت کے نام سال نو کا خصوصی پیغام

بسم اللہ الرحمان الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مکرم امیر صاحب/ مبلغ انچارج صاحب/ صدر صاحب جماعت

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

1986ء اللہ تعالیٰ کے بے انتہا فضلوں اور رحمتوں سے ہمارے دامن کو بھرتا ہوا ہم سے رخصت ہو رہا ہے اور نئے سال کی آمد آمد ہے۔ میری دعا ہے اور میں اپنے مولا کریم پر کامل یقین رکھتا ہوں کہ وہ 1987ء کو احمدیت کے لئے ہمیشہ کی طرح پہلے سے بڑھ کر غیر معمولی افضال و برکات اور عظیم الشان کامرانیوں اور روحانی فتوحات کا سال بنائے گا۔ اور جماعت ہر پہلو سے وسعت اختیار کرے گی۔ اور قوی سے قوی تر ہوتی چلی جائے گی، انشاء اللہ تعالیٰ۔

اللہ کے فضل سے جماعت کی بیداری کے آثار واضح حقائق میں ڈھل گئے ہیں۔ 1986ء میں چندوں کے لحاظ سے بھی واضح فرق پڑا ہے۔ جبکہ بیعتوں میں نہ صرف غیر معمولی اضافہ ہوا بلکہ تناسب کے لحاظ سے رفتار میں بھی تیزی آ گئی ہے۔ اس رفتار کے تناسب کو قائم رکھنا سب سے اہم اور محنت طلب کام ہے۔ اس لئے مجالس عاملہ بیٹھ کر غور کریں، مبلغین سے مشورہ کریں اور مناسب پروگرام بنائیں۔ تا کہ آئندہ سال موجودہ سال کی بیعتوں کی رفتار کو دوگنا کیا جاسکے۔ نو احمدیوں سے بھی فائدہ اٹھائیں، ان کی راہنمائی کریں اور داعی الی اللہ بنا کر اپنے رشتے داروں اور دیگر عزیزوں کو احمدیت میں لانے کی تلقین کریں۔ جن داعیان کی کوششوں کو نوازتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اس سال بیعتیں کروانے کی توفیق بخشی، انہیں آئندہ سال اپنی مساعی کو تیز تر کرنے اور بیعتوں کی تعداد کو دوگنا کرنے کے لئے کہیں۔ اور محنت اور دعاؤں کے ساتھ اور نئے عزم اور ولولہ کے ساتھ نئے سال میں داخل ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی راہنمائی فرمائے، آپ کی نصرت فرمائے اور عالمگیر غلبۂ اسلام کے اس عظیم الشان روحانی جہاد میں فتوحات نمایاں عطا فرمائے۔

تمام احباب جماعت کو میری طرف سے محبت بھرا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ اور نئے سال کی مبارکباد پہنچا دیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔

والسلام

خاکسار

(مرزا طاہر احمد)

خلیفۃ المسیح الرابع

(مطبوعہ ہفت روزہ النصر 23 جنوری 1987ء)

# اللہ تعالیٰ کے فضل سے احمدیت بتدریج ترقی پذیر ہے

## ارشادات فرمودہ دوران مجالس عرفان 1986ء

### 03 جنوری

سوال: جماعت احمدیہ میں وقف زندگی کا سلسلہ کب اور کیسے شروع ہوا؟

فرمایا: ''تاریخ احمدیت میں اپنے آپ کو وقف کرنے والے سب سے پہلے شخص حضرت خلیفۃ المسیح الاول ؓ تھے۔ آپ نے غیر مشروط طور پر اپنی زندگی خدمت دین کے لئے وقف کی تھی۔ فتح اسلام، جو حضرت مسیح موعودؑ کی بہت ابتدائی تصانیف میں سے ہے۔ اس میں آپؑ نے حضرت حکیم مولانا نورالدین صاحبؓ کا ذکر کر کے ان کا ایک خط درج کیا ہے۔ وہ خط پڑھ کر وقف کی صحیح روح کا اندازہ ہوتا ہے۔ حضرت مولوی صاحبؓ نے ایک ایک چیز کا نام لے کر جو کسی انسان کے لئے عزیز ہو سکتی ہے، اسے حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اور جس طریقے سے آپ نے پیش کیا، وہ اس قدر اثر انگیز تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ ان کی اس قربانی سے بہت متاثر نظر آتے ہیں۔ اور اس وقت آپ نے حضرت مولوی صاحب کے متعلق جن جذبات کا اظہار فرمایا، وہ اتنے گہرے ہیں کہ ان کو پڑھ کر سب کچھ قربان کرنے کو دل چاہتا ہے۔

پھر حضرت مصلح موعودؓ کو حضرت مسیح موعودؑ نے ان کی پیدائش سے بہت پہلے ہی یہ دعائیں کرتے ہوئے کہ اے اللہ! اس کا وجود صرف ایک نسل کے لئے ہی نہیں بلکہ آنے والی نسلوں کے لئے بھی باعث برکت ہو، وقف کر دیا تھا''۔

فرمایا کہ ''جہاں تک موجودہ نظام وقف کا تعلق ہے، میرے خیال میں اسے حضرت مصلح موعودؓ نے 1938ء میں تحریک جدید کے ساتھ شروع کیا تھا''۔

(مطبوعہ ہفت روزہ النصر 10 جنوری 1986ء)

### یکم مارچ

سوال: سیاہ فام امریکی مسلمانوں کے لیڈر الائجا محمد کے نظریات کیا ہیں اور یہ کہاں تک درست ہیں؟

فرمایا: ''الائجا محمد احمدیت کے ذریعہ ہی اسلام سے متعارف ہوئے تھے۔ چونکہ احمدیت، مذہب کو کسی سیاسی مقصد کے لئے استعمال کی اجازت نہیں دیتی، اس لئے وہ احمدیت سے دستبردار ہو گئے۔ اس

وقت ان کی سب سے شدید خواہش یہ ہے کہ سفید فام امریکن کے برابر حقوق حاصل کریں۔ لیکن کوئی بھی سیاسی تحریک ان کا مقصد پورا نہیں کر سکتی تھی۔ اس لئے انہوں مذہب کی آڑ لے کر بلیک مسلم کی تحریک چلائی۔ ان کو یہ بھی اچھی طرح معلوم تھا کہ قرآن کریم اور احادیث نبویہ کی پیروی امریکنوں کے لئے بہت مشکل ہوگی کیونکہ وہ آزادانہ زندگی کے دلدادہ ہیں، اس لئے انہوں نے اسلام کو ایک ایسے سانچے میں ڈھال کر امریکنوں کے سامنے پیش کیا، جس میں خدا اور رسول کے احکامات کی پیروی کی بجائے غیر مسلموں سے نفرت پر زور دیا گیا۔ اور مذہب کی آڑ لے کر یہ تحریک دراصل سفید فام امریکنوں کے خلاف چلائی گئی۔ اس دوران مسلمان ممالک نے جو تیل کی وجہ سے امیر ہو گئے تھے، اپنے مقاصد کے لئے کالے امریکنوں کو سفید فام امریکنوں کے خلاف استعمال کرنا شروع کر دیا۔ اس صورت حال کو دیکھ کر بے شمار کالے امریکن اس طرف متوجہ ہو گئے۔ ان کو پیسے کی کمی بھی نہ تھی اور سب کچھ کرنے کی کھلی چھٹی تھی۔ جبکہ احمدی بننے کے بعد مالی قربانی بھی کرنی پڑتی تھی اور خواہشات پر بھی پابندی لگانی پڑتی تھی۔ ایک سچا مسلمان دنیاوی لحاظ سے بعض معاملات میں پابند ہے لیکن دوسری طرف وہ دنیاوی خواہشات سے بالکل آزاد ہے۔ اور صرف اللہ تعالیٰ کی مرضی کا تابع ہے۔ جو لوگ صحیح اسلام کی روح سے واقف نہیں، وہ الائجا کے اسلام کو ترجیح دیتے ہیں۔ لیکن اب پانسہ پلٹنا شروع ہو گیا ہے اور پیسے کی ریل پیل بھی نہیں رہی اور لوگ بھی اس کھیل سے اکتا گئے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے احمدیت بتدریج ترقی پذیر ہے۔ اور بلیک مسلم تحریک کے ذریعہ جماعت احمدیہ کو جو نقصان پہنچا تھا، اس کی اب تلافی شروع ہو گئی ہے اور لوگ دوبارہ احمدیت میں دلچسپی لے رہے ہیں"۔

(مطبوعہ ہفت روزہ النصر 28 مارچ 1986ء)

## 05 اپریل

سوال: جماعت احمدیہ کے شائع کردہ تراجم قرآن کی صحت کا معیار کیا ہے؟

فرمایا: "جماعت احمدیہ کے زیر نگرانی قرآن کریم کے جو انگریزی تراجم کئے گئے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے نہایت اعلیٰ پایہ کے ہیں۔ کیونکہ جن بزرگوں نے وہ تراجم کئے ہیں، ان کو نہ صرف انگریزی زبان پر عبور حاصل تھا بلکہ وہ قرآن کریم کے گہرے علم سے کما حقہ واقفیت رکھتے تھے۔ مختلف سکالرز نے ان تراجم کی بہت تعریف کی ہے۔ حتیٰ کہ عرب محققین نے جو عربی زبان کے ماہر ہیں، ان تراجم کو سراہا ہے۔ حال ہی میں ایک یونیورسٹی کے پروفیسر نے تحقیق کر کے ایک عالمانہ مضمون لکھا ہے، جس میں اس نے آج تک کے تمام کئے جانے والے انگریزی تراجم قرآن کریم میں سے حضرت مولوی شیر علی

صاحب کے ترجمے کو سب سے بہترین قرار دیا ہے اور حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کے انگریزی ترجمے کو دوسرے نمبر پر رکھا ہے۔ لہٰذا جو شخص یہ کہتا ہے کہ جماعت احمدیہ کے تراجم ٹھیک نہیں، وہ خود انگریزی زبان سے نابلد ہے"۔

(مطبوعہ ہفت روزہ النصر 02 مئی 1986ء)

**20 تا 30 اگست**

سوال: حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی کے مطابق اسلام تین صدیوں میں پھیلے گا۔ اس سے پہلے نیوکلیئر (Nuclear) ہتھیاروں سے ہم کس طرح بچ سکیں گے؟

فرمایا: "اگرچہ قرآن کریم کی پیشگوئیوں کے مطابق دنیا کی بڑی بڑی طاقتیں دنیا سے نابود ہو جائیں گی۔ لیکن وہ بحیثیت بڑی طاقتوں کے نابود ہوں گی لیکن بحیثیت انسان ہونے کے بنی نوع انسان کبھی بھی مکمل طور پر دنیا سے ختم نہیں ہوں گے۔ مہلک ہتھیاروں کی کوئی بھی تعداد مکمل طور پر دنیا کی آبادی کو ختم نہیں کر سکے گی۔ ہوسکتا ہے کہ بعض مقامات پر ایسا کرنے میں کامیاب ہو جائیں لیکن ہر جگہ نہیں۔ اور انسان بچ جائے گا اور جو لوگ اس وقت بچ جائیں گے، وہ ذہنی طور پر اسلام قبول کرنے کے لئے زیادہ آمادہ ہوں گے، بہ نسبت ان لوگوں کے جو تباہ کر دیئے جائیں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ احمدی بچائے جائیں گے۔ آپؑ فرماتے ہیں:۔

آگ ہے پر آگ سے وہ سب بچائے جائیں گے
جو رکھتے ہیں خدائے ذو العجائب سے پیار

اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ کو الہاماً بتایا گیا تھا:۔

"آگ ہماری غلام بلکہ ہمارے غلاموں کی غلام ہے"۔

یہاں لفظ آگ دنیاوی مصائب کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے کہ احمدی ان تمام مصائب سے بچائے جائیں گے۔ انفرادی طور پر شاید کچھ نقصان ہو لیکن بحیثیت مجموعی احمدی بچائے جائیں گے"۔

(مطبوعہ ہفت روزہ النصر 28 نومبر 1986ء)

# جماعت احمدیہ کو اپنے وقت کی قیمت کا احساس کرنا چاہئے

## خطبہ جمعہ فرمودہ 09 جنوری 1987ء

''......تو جماعت احمدیہ کو اپنے وقت کی قیمت کا احساس ان پیمانوں کو پیش نظر رکھ کر کرنا چاہئے۔ ہمارے سپرد جو کام ہیں، وہ بہت زیادہ ہیں۔ اتنے زیادہ ہیں کہ اگر آپ جائزہ لیں کہ انگلستان کی حالت تبدیل کرنے کے لئے ہمیں کتنے سال چاہئے تو اگر کوئی باشعور انسان ہو اور حساس ہو اور دین کی محبت رکھتا ہو اور اس بات میں صرف یہی فکر ہر وقت اس کو دامن گیر ہو تو اس کو اپنی صحت کی فکر کرنی چاہئے۔ بظاہر ایک ناممکن کام نظر آتا ہے۔ کتنے سال سے جماعت نے محنت کی ہے اور اس کے بعد اب تک جو تبدیلیاں پیدا ہم کر سکیں ہیں۔ اگرچہ ہر تبدیلی پہ دل شکر سے بھرتا ہے۔ لیکن ذمہ داری کا جہاں تک احساس ہے، اس پہلو سے اگر آپ دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہم وقت سے بہت ہی پیچھے رہ گئے ہیں۔ ساری دنیا کو خدا تعالیٰ کے قریب کرنا اور حق کے رستے پہ چلا دینا، اتنا بھاری، اتنا بڑا کام ہے کہ جہاں تک ہماری جماعت کی تعداد کا تعلق ہے، استطاعت کا تعلق ہے، بالکل ناممکن نظر آتا ہے۔ لیکن جہاں تک وقت کے اس پیمانے کا تعلق ہے، جو قرآن کریم نے ہمارے سامنے رکھا ہے اور اس پیمانے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح استعمال فرمایا تھا، اس بات کی طرف جب قرآن کریم ہمیں متوجہ کرتا ہے تو ناممکن بات ممکن ہوتی دکھائی دیتی ہے۔

اب میں اس فلسفے کی روشنی میں چند منٹ واقعاتی تجزیہ کر کے آپ کو بتاتا ہوں کہ انگلستان کی مثال دی تھی۔ انگلستان کی جماعت خدا تعالیٰ کے فضل سے ایک ایسی جماعت ہے، جو مصروف ہے۔ اور عام طور پر جو موازنہ کیا جاتا ہے، اس کے لحاظ سے اسے صف اول کی جماعتوں میں شمار کرنا چاہئے۔ لیکن اس کے باوجود جب آپ قریب کے نظر سے جائزہ لیں تو اتنے خلا آپ کو نظر آئیں گے کہ ہوش اڑنے لگتے ہیں، ان کو دیکھ کے۔ ہر جماعت میں نزدیک کی نظر سے ڈوب کر دیکھیں تو آپ کو جگہ جگہ خلا اور جگہ جگہ وقت کا ضیاع اس کثرت سے دکھائی دے گا کہ حواس باختہ ہو جاتا ہے آدمی کہ اتنا بڑا ہمارا قیمتی وقت، اتنے بڑے کام والی جماعت کا اور اتنا ضائع ہو رہا ہے اور اس طرح ضائع ہو رہا ہے، بے مصرف۔ جس کو میں وقت کہتا ہی نہیں۔ کیونکہ خدا کی تعریف کے مطابق تو جو بے مصرف لمحات ہیں، وہ وقت نہیں ہیں۔ سکوت، جمود، موت اس کا

نام رکھ دیں، وقت نہیں رکھ سکتے۔ تو یہ موت کا حصہ ہی اتنا بڑا ہے کہ آدمی حیران ہو جاتا ہے کہ اتنا قیمتی وقت رکھنے والی جماعت، جو مستعد جماعتوں میں سے ایک جماعت ہے، اس کے افراد میں سے اکثر کا وقت بہت حد تک اس طرح ضائع ہوتا ہے کہ کوئی بھی عمل اس سے پیدا نہیں ہو رہا۔ اور پھر جب آپ اس وقت کو لیتے ہیں، جو مصروف ہے، جو حقیقت میں وقت کہلانے کا مستحق ہے، اس میں سے بھاری حصہ ایسا ہے، جو الی ربک فارغب کے مطابق نہیں ہے۔ وہ باطل کی طرف حرکت کر رہا ہے یا بے معنی ہے"۔

"......کیا ہم کوشش یہ کر رہے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے مطابق، آپؐ کے نمونے کے مطابق اپنے وقت کو وقت بنائیں یا اس کے برعکس سمت میں ہم رواں تھے۔ اس پہلو سے بھی آپ غور کر کے دیکھیں تو ہمارا بہت سا وقت ضائع ہوتا نظر آ رہا ہے۔ بلکہ ہماری اولاد کا وقت ہم سے بھی زیادہ ضائع ہوتا نظر آ رہا ہے۔ اور یہ خطرہ سامنے آ جاتا ہے کہ ہم نے اگر اپنے وقت کی کوئی قیمت حاصل بھی کر لی تو ہم ایسی اولاد پیچھے چھوڑ کر جا رہے ہیں، جن کا وقت باطل کی طرف متحرک ہے۔ وہ جو سائنس پڑھیں گے تو دنیا دار کی طرح سائنس پڑھیں گے۔ ان کو سائنس میں خدا نظر نہیں آ رہا ہوگا۔ وہ جب دنیا میں بڑے بڑے مقامات حاصل کریں گے تو دنیا دار کی طرح باطل کے مقامات حاصل کر رہے ہوں گے۔ جبکہ آج کی نسل میں وہی مقامات پہ فائز آدمی، ایک متقی بھی ہو سکتا ہے، مخلص بھی ہو سکتا ہے۔ جس کے وقت کی توجہ ہر وقت خدا کی طرف ہے۔

تو اتنا کام ہونے والا ہو جس جماعت کے لئے اندرونی طور پر اور پھر بیرونی طور پر جو دنیا کو تبدیل کرنا ہے، یہ ساری باتیں اگر آپ غور کریں تو تب آپ کو سمجھ آئے گی کہ کتنا بھاری ذمہ داری کا کام ہے، کتنا بوجھ ہے۔ اور جو لوگ جوابدہ ہیں، وہ خدا کے سامنے کس طرح اپنے لمحات کا حساب پیش کریں گے۔ ہم میں سے ہر ایک جوابدہ ہے۔ اس لئے جماعت کا وقت اگر پہلے سے بہتر نہیں ہوتا تو میں جوابدہ ہوں۔ اس تصور سے بھی میرے ہوش اڑتے ہیں اور جان کانپتی ہے کہ کیا میں خدا کو منہ دکھاؤں گا کہ تمہارے وقت کے ساتھ جماعت کا وقت باندھا تھا اور تم نے پرواہ نہیں کی کہ اس جماعت کا وقت پہلے سے زیادہ بہتر ہوتا چلا جائے۔ اور آپ میں سے ہر ایک جوابدہ ہے، اپنے وقت کے لئے اور اپنے ماحول کے لئے جوابدہ۔ اور ہر امیر جوابدہ ہے، اپنی جماعت کے لئے اور ہر عہدے دار جوابدہ ہے، اپنی جماعت کے وقت کے لئے، جہاں تک اس کے شعبے سے تعلق ہے۔

کئی لوگوں کو میں نے دیکھا ہے کہ کئی علاقوں میں مثلاً بعض علاقائی جماعتیں ہیں، بعض شہری جماعتیں ہیں، وہاں سے یہ اعتراض ملتے رہتے ہیں کہ جی امیر نے تو دس چار آدمیوں کے ساتھ ایک عاملہ

بنائی ہوئی ہے اور سب کچھ ان کے ہی ہاتھ میں ہے اور باقی جماعت کی پرواہ ہی نہیں کرتے۔ اگر جماعت کے وقت کی پوری قیمت لی جائے تو کہیں یہ اعتراض پیدا ہی نہیں ہوسکتا۔ اتنا زیادہ کام ہے ہر شعبے کا کہ یہ بحث تو چل سکتی ہے، جیسے انگلستان میں چلتی ہے، اکثر دیکھا گیا ہے کہ جی فلاں آدمی مجھے چاہئے، وہ لے کر جا رہا ہے۔ فلاں آدمی مجھے چاہئے، وہ فلاں لے کر جا رہا ہے۔ آدمیوں کی تلاش میں پھر رہے ہیں، لوگ۔ کیونکہ کام زیادہ ہے۔ اور جو آدمی مہیا ہیں، وہ پورا نہیں آسکتے۔ یہ اعتراض کس طرح پیدا ہو گیا کہ کام کے لئے صرف چند آدمی ڈھونڈے ہوئے ہیں اور باقیوں سے کام نہیں لیا جا رہا۔ عہدہ اور چیز ہے، کام اور چیز ہے۔ یہ تو ناممکن ہے کہ امیر اپنے وقت کا خیال کر رہا ہو اور اپنے وقت کی قیمت پہچانتا ہو اور یہ احساس بھی رکھتا ہو کہ اب صرف میرا وقت میرا نہیں رہا بلکہ میری ساری جماعت کا وقت میرا بن گیا ہے۔ اس کے اس احساس کے بعد یہ اعتراض اس پر ہو رہا ہو، بعض لوگ کہہ رہے ہوں کہ جی ہم سے کام نہیں لیا جاتا، چند آدمی ہیں، جو آپس میں بانٹ لیتے ہیں، سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

ایک اشاعت کا کام مثلاً لے لیجئے۔ مثال کے طور پر سمجھاتا ہوں کہ کتنی زیادہ ذمہ داری ہے، ہماری اشاعت میں۔ دنیا کی تمام بڑی بڑی زبانوں میں لٹریچر شائع ہو رہا ہے۔ اور جو اس وقت سکیم ہے، اس کے مطابق انشاء اللہ تعالیٰ اگلے چند مہینوں کے اندر اس کثرت سے دنیا کی بڑی بڑی زبانوں میں بنیادی لٹریچر شائع ہونے والا ہے کہ میں فکرمند ہوں کہ اس کو سنبھالیں گے کس طرح۔ اور اگر اس کا نکاس کرنا ہو تو جماعت میں جو سیکرٹری ہے اس کام کے لئے، اشاعت کے لئے، اگر وہ فعال ہو اور پوری طرح اپنی ذمہ داری ادا کرنے والا ہو تو وہ تو لوگوں کی منتیں کرتا پھرے گا جگہ جگہ کہ آؤ اور مجھے وقت دو۔ کیونکہ مجھ سے یہ کام سنبھالا نہیں جا رہا۔ Arabic زبان کے لٹریچر کے لئے عربوں سے رابطہ کرنا پڑے گا۔ روسی زبان کے لٹریچر کے لئے روسیوں سے رابطہ کرنا پڑے گا۔ اٹالین زبان کے لٹریچر کے لئے اٹالین سے رابطہ کرنا پڑے گا۔ سپینش زبان کے لٹریچر کے لئے سپینش سے رابطہ کرنا پڑے گا۔

سو سے زیادہ زبانوں میں ہم اگلے دو، تین سالوں کے اندر قرآن کریم یا مکمل شائع کرنے والے ہیں، انشاء اللہ تعالیٰ یا کم سے کم ایک پارے سے زائد آیات قرآن کریم شائع کرنے والے ہیں۔ قریباً 55 زبانیں ایسی ہیں، جن میں پورا قرآن کریم شائع ہوگا اور 55 کے لگ بھگ ہی ایسی زبانیں ہیں، جن میں قرآن کریم کا ایک حصہ، جو نمائندہ آیات پہ مشتمل ہوگا، وہ شائع ہوگا۔ اب سو زبانوں میں جو قرآن کریم ہے، وہ اگر چھپ کر ہمارے پاس یہاں پڑا رہے گا، اس کو تو سنبھالنا ہی ممکن نہیں۔ دس، دس ہزار کی تعداد میں آپ

اندازہ لگائیں کہ کتنی بڑی تعداد ہوگی۔ اس کو کیا کریں گے ہم؟ اس کے چھپنے سے پہلے سیکرٹری اشاعت کا کام ہے کہ وہ رابطے کرے اور اپنی جماعت کو مستعد کرے۔ ایسے آدمی مقرر کرے جو Specialize کریں، Russians کے متعلق کہ ان کو ہم نے ڈھونڈنا ہے۔ کہاں کہاں ہیں؟ کس طرح ان سے رابطہ کرنا ہے؟ کس طرح ان کے اندر ابتدائی طور پر اسلام میں دلچسپی پیدا کرنی ہے؟ تاکہ جب لٹریچر آئے تو وہ اور اس کے ساتھی جس کا کام صرف روسیوں سے تعلق رکھنا ہے، وہ تیزی کے ساتھ اس لٹریچر کو آگے چلا دیں۔ گجراتی زبان میں لٹریچر ہے، گجراتیوں کو تلاش کرنا پڑے گا۔ Spanish زبان میں لٹریچر ہے، Spanish کو تلاش کرنا پڑے گا۔ اٹالین زبان میں قرآن کریم چھپ چکا ہے اور اس کا نکاس نہیں ہو رہا۔ اس لئے کہ جماعت میں بہت حد تک اس طرف توجہ نہیں ہے۔ تو صرف ایک سیکرٹری اگر اپنے کام کو مؤثر طریق پر آگے بڑھائے تو اس کی پھر آگے دو شاخیں بن جائیں گی۔

ایک لٹریچر ہے، قابل فروخت۔ اس کے لئے بہت زیادہ حکمت سے چھان بین کر کے رابطے بڑھانے پڑیں گے۔ پریس سے رابطہ کرنا پڑے گا، ان لوگوں سے رابطہ کرنا پڑے گا، اس کا تعارف کروانا پڑے گا، پبلسٹی (Publicity) کے ذریعے ڈھونڈنے پڑیں گے۔

اور ایک ہے، فری لٹریچر کی تقسیم۔ مفت اشاعت، جسے ہم چاہتے ہیں، چاہے ہمیں کوئی آنہ بھی نہ دے، ہم اس تک کتاب کو پہنچائیں۔ اس سلسلے میں ذاتی تعلقات بنانے پڑیں گے۔ کیونکہ ڈاک کے ذریعے لٹریچر بھیجنا بعض دفعہ وقتی طور پر تو مفید ہوتا ہے، ایک اشتہار بازی کے لئے، توجہ دلانے کے لئے، مگر اگر اس کو مستقل اپنا طریقہ بنالیں تو بھاری حصہ اس کا ضائع چلا جاتا ہے۔ اور جماعت کے پاس تو اتنے پیسے نہیں ہیں زائد کہ اس طرح کثرت سے اپنا روپیہ ضائع کرے اور اپنا وقت ضائع کرے۔ تو انفرادی تبلیغ کے ذریعے ہی یہ کام ہو سکتا ہے۔ اب اگر داعی الی اللہ بنانے والا سیکرٹری مستعد نہ ہو ساتھ تو یہ گاڑی چل ہی نہیں سکتی۔ صرف ایک پہیہ ہوگا اشاعت والا اور دوسرا پہیہ ساتھ چل ہی نہ رہا ہو تو کس طرح کام آگے بڑھ سکتا ہے۔

اور داعی الی اللہ کے پہلو سے اگر آپ دیکھیں تو اتنے بڑے خلا نظر آئیں گے، مستعد جماعتوں میں بھی کہ آج بھی انگلستان کے نوے فیصدی احمدی یقیناً ایسے ہیں، جو داعی الی اللہ نہیں بنے۔ مجھے پتہ ہے، میں تفصیل سے جائزہ لیتا رہتا ہوں، مجھ سے خط و کتابت ہوتی ہے، داعیین الی اللہ کی رپورٹوں میں ان کے نام ملتے ہیں۔ تو یہ بلا مبالغہ ہے کہ نوے فیصدی اس جماعت میں ایسے دوست ہیں، جو ابھی تک داعی الی اللہ نہیں بن سکے۔ تو جو جماعتیں پیچھے ہیں، وہاں بعض دفعہ ننانوے فیصدی ایسے ہیں، جو نہیں بنے۔

انقلاب تو بڑا آنے والا ہے اور خدا تعالیٰ نے آپ کو اس لئے چنا ہے۔ مگر انقلاب تب آئے گا، جب آپ کا وقت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت کے ساتھ ہم آہنگ ہو جائے گا۔ قدم بہ قدم اس آقا کے وقت کے پیچھے آپ کا وقت غلاموں کی طرح پیروی کرے گا۔ تب یہ انقلاب ضرور آئے گا دنیا میں۔ اتنا بھر پور پھل ملے گا پھر آپ کو کہ واقعۃً جس طرح کہتے ہیں، سنبھالا نہیں جاتا، اس طرح کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ آپ کے وقت کو مثمر ثمرات حسنہ فرمائے گا۔ بہترین، شیریں، دائمی پھل اس کو لگنے شروع ہو جائیں گے۔ اور کتنی شاخیں ہیں، جن کا وقت اس طرح مثمر ہو چکا ہے؟ کتنی ایسی شاخیں ہیں، جو صرف موت کی حالت میں، موت ہی کا انتظار کر رہی ہیں؟ کوئی بھی مقصد نہیں۔

اس پہلو سے چونکہ سال کا آغاز ہے، میں ساری دنیا کی جماعتوں کو متوجہ کرتا ہوں کہ وقت کے مضمون پر غور کریں اور قرآن کریم کی اصطلاحوں میں غور کریں اور بھر پور کوشش کریں امراء اور مبلغین و مربیان کہ خود ان کا وقت بھر پور ہو اور ساری جماعت کا وقت بھر پور ہو اور باطل کی سمت میں حرکت کرنے والا نہ ہو بلکہ حق کی سمت میں حرکت کرنے والا ہو۔ مشکل کام ضرور ہے مگر توجہ ہو، محنت ہو، دعائیں ہوں تو دن بدن اللہ تعالیٰ کے فضل سے آئندہ آنے والا وقت ہمارے گزرے ہوئے وقت سے بہتر ہوتا چلا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے، آمین"۔

(مطبوعہ خطبات طاہر جلد 06 صفحہ 21 تا 36)

# صد سالہ جوبلی فنڈ کی ادائیگی کا جائزہ اور قربانی کی تحریک

## خطبہ جمعہ فرمودہ 23 جنوری 1987ء

تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیت کریمہ کی تلاوت کی:۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ

(الصّف:10)

پھر فرمایا:۔

''قرآن کریم میں متعدد جگہ اسلام کے عالمی غلبہ کی پیشگوئی کی گئی ہے۔ اور یہ آیت، جس کی میں نے تلاوت کی ہے، اس میں بھی اس پیشگوئی کو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلبہ کے طور پر ظاہر فرمایا گیا ہے:۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ

یہاں ضمیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھیری گئی ہے اور دین کی طرف بھی پھیری گئی ہے۔ عموماً اس آیت کا ترجمہ آپ کو تراجم میں یہی ملے گا کہ وہ خدا، جس نے اس رسول یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ دین حق کا غلبہ تمام دیگر ادیان پر فرمائے۔ لیکن یہ قرآن کریم کا ایک عجیب اسلوب ہے کہ جہاں جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کے بعد کتاب یا دین کا ذکر ملتا ہے، وہاں ضمیر کو اس طرح کھلا چھوڑ دیا گیا کہ دونوں طرف ضمیر لگتی ہے۔ اور قرآن کریم کی دوسری آیات اس بات کو تقویت دیتی ہیں کہ ضمیر کا دونوں طرف پھیرنا جائز ہے۔ بلکہ مفہوم میں داخل ہے۔ پس اس پہلو سے میں سمجھتا ہوں اور کامل یقین رکھتا ہوں کہ یہاں جس غلبہ کی پیشگوئی فرمائی گئی ہے، وہ صرف دین کا غلبہ نہیں بلکہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلبہ ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ دین بے رسول کے بے حقیقت اور بے معنی چیز ہے۔ وہی دین آج بھی ہے لیکن رسول نہ ہونے کی وجہ سے اس کی مختلف شکلیں بنا دی گئی، مختلف جہتوں سے اس کو دیکھا گیا اور ہر جہت سے وہ مختلف نظر آنے لگا۔ وہ ظاہر موجود ہے لیکن اس کی روح اٹھ گئی ہے۔ اس لئے

دین کے ساتھ رسول کا ایک بہت ہی گہرا تعلق ہوتا ہے اور رسالت کے بغیر حقیقی دین دنیا میں نافذ ہو ہی نہیں سکتا۔ اور جب دین بگڑے تبھی رسالت کے اعادہ کی ضرورت پیش آتی ہے۔ پس جب ہم کہتے ہیں کہ اس آیت میں اسلام کے غلبہ کی پیشگوئی فرمائی گئی ہے تو مراد محض اسلام نام کے غلبہ سے نہیں بلکہ اس اسلام کی پیشگوئی فرمائی گئی ہے، جس کے مظہر اتم اور مظہر کامل حضرت اقدس محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ جن کے غلبہ کے بغیر محض دین کا غلبہ کوئی بھی حقیقت اور کوئی بھی معنی نہیں رکھتا۔ دین اسلام کا غلبہ اگر محمد مصطفیٰ کا غلبہ ہے یعنی آپ کی سنت کا غلبہ ہے، اس دین کا غلبہ ہے، جسے آپ نے سمجھا اور جسے آپ نے نافذ فرمایا۔ تو پھر اس غلبہ کی قیمت خدا کی نظر میں ہے ورنہ اس غلبہ کی کوئی بھی حقیقت نہیں۔

جماعت احمدیہ کا یہ دعویٰ ہے اور سچا ہے کہ اس عظیم الشان غلبہ کی جو پیشگوئی فرمائی گئی ہے، اس کے لئے ہم غلامان محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو چنا گیا ہے کہ ہم اس غلبہ کو دنیا میں جاری کر کے دکھائیں گے اور اپنی زندگی کے وجود کا ہر حصہ اس غلبہ کی راہ میں لٹا دیں گے۔ اس غلبہ کی خاطر اپنی ساری طاقتیں صرف کریں گے اور جہاں تک ہم سے ممکن ہوگا، انفرادی طور پر بھی اور اجتماعی طور پر بھی اس غلبہ کے دن نزدیک تر لانے کی کوشش کرتے رہیں گے۔ اس پہلو سے ہماری غلبہ اسلام کی تیاری کی پہلی صدی تقریباً دو سال تک مکمل ہونے والی ہے اور بہت تھوڑے دن رہ گئے ہیں، اس تیاری کے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے بعض بہت ہی خوبصورت اصطلاحوں کا اضافہ کیا۔ ان میں سے ایک اصطلاح یہ تھی کہ پہلی صدی احمدیت کی غلبۂ اسلام کی تیاری کی صدی ہے اور اس سے بعد میں آنے والی صدی انشاء اللہ تعالیٰ غلبہ کی صدی ہوگی۔ اور پھر آخری صدی اس غلبہ کی تکمیل کی صدی ہوگی۔ اس پہلو سے جب ہم دیکھتے ہیں تو ان باقی دو سالوں میں ہمارے لئے تیاری کے کام اتنے پڑے ہوئے ہیں کہ وہ ہوش اڑانے والے ہیں۔ اتنا کام باقی ہے تیاری کا کہ جب اس پر نظر پڑتی ہے ہر جہت سے تو اس وقت انسان کا وجود سکڑتے سکڑتے ایک ذرۂ بے محض رہ جاتا ہے، جس کی طاقت میں کچھ بھی نہ ہو۔ کیونکہ جب کام زیادہ ہوں تو اس کی نسبت سے اپنا وجود چھوٹا دکھائی دینے لگتا ہے اور زیادہ کام ہوں تو اپنا وجود اور چھوٹا دکھائی دینے لگتا ہے۔ یہاں تک کہ جب میں کاموں پر غور کرتا ہوں تو ساری جماعت احمدیہ جو اس وقت کل عالم میں پھیلی پڑی ہے، وہ سمٹتے سمٹتے میرے وجود سمیت ایک نقطۂ لاشئی دکھائی دیتی ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ کے براہ راست تسلط اور تقدیر کے بغیر دنیا میں وہ کام کرنے کی توفیق نہیں مل سکتی، جس کا ارادہ لے کے ہم اٹھیں ہیں۔ اس پہلو سے جب ہم دیکھتے ہیں تو ہمارا وجود لاشئی تک پہنچ کر نظر

سے غائب ہونے لگتا ہے۔ اور جب ایک اور پہلو سے دیکھتے ہیں تو اسی وجود کا کل عالم پر محیط ہو جانا، ایک تقدیر مبرم دکھائی دیتی ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ جس ذرۂ لاشئی کو چن لیتا ہے کہ وہ غالب آئے اور وہ پھیلے تو اس کا کل عالم پر محیط ہونا، ایک ایسی تقدیر ہے، جو دنیا کی کسی قوت میں، طاقت میں نہیں ہے کہ وہ اسے بدل سکے یا اس کی راہ میں روک ڈال سکے۔

پس جہاں یہ غور ہمیں انکسار سکھاتا ہے، وہاں اس انکسار کو مزید غور ایک عظیم اور نئی طاقت بھی بخشتا ہے۔ اور وہ طاقت ہمارے وجود کی طاقت نہیں بلکہ خدا کے وجود کی طاقت ہے اور اسی میں ہماری ساری ترقی کا راز ہے۔ اس موازنے میں ہی وہ ہماری زندگی کا فلسفہ اور ہمارے غلبہ کا فلسفہ ہے۔ جب تک احمدی اپنے وجود کو انکسار کی حالت میں دیکھتے ہوئے لاشئی نہ سمجھنے لگے اور اس خلا کو جو اس کے وجود کے غائب ہونے سے پیدا ہوا ہے، اسے خدا کی طاقت سے نہ بھر لے، اس وقت تک وہ غلبہ، جو ہمارے ذریعے مقدر ہے، وہ منصۂ شہود پہ ابھر نہیں سکتا۔ وہ خواب کی دنیا میں رہے گا، وہ حقیقت نہیں بن سکتا۔ انفرادی طور پر بھی یہ ضروری ہے اور اجتماعی کوششوں میں بھی یہ ضروری ہے۔ کیونکہ اس کے نتیجے میں سچی دعا پیدا ہوتی ہے۔ جب ایک انسان اپنے آپ کو لاشئی سمجھتا ہے اور جس مقصد کی خاطر اس نے کام کرنا ہے، وہ سارا خدا کا مقصد ہے تو خدا اس کے وجود کو اپنے وجود سے بھرتا ہے۔ اس کے سب ارادوں میں خدا داخل ہونے لگ جاتا ہے، اس کی ہر کوشش میں خدا شامل ہو جاتا ہے اور پھر اس انکساری کے نتیجے میں دعا پیدا ہوتی ہے۔ اور دعا بھی ایسی کہ جس میں سب کچھ خدا پہ چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اگر انسان اپنے آپ کو کچھ سمجھتا ہو مثلاً کچھ لوگ موٹر کو دھکا لگا رہے ہیں، وہ نکل نہیں رہی تو وہ سمجھتے تو یہی ہیں کہ تھوڑے سے زور کی اور ضرورت ہے۔ ایک مسافر، ایک راہ گیر اگر شامل ہو جائے تو وہ تھوڑا سا زور زائد مل جائے گا۔ تو وہ مطالبہ وہی کرے گا، جس زور کی اس کو ضرورت ہے۔ ایک ہاتھ کی طاقت چاہئے تو ایک ہاتھ کو بلائے گا، دو ہاتھوں کی طاقت چاہئے تو دو ہاتھوں کو بلائے گا۔ لیکن اگر ایک وجود ایسا ہو، جو اپنے کو کلیۃً لاشئی اور بے طاقت سمجھتا ہو، اس کی دعا سب کچھ کے لئے ہوگی۔ اس کی التجا یہ ہوگی کہ مجھے ساری طاقت دو۔ میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ تو طاقت میں جو قوت اور عظمت پیدا ہوتی ہے وہ انکسار کامل سے پیدا ہوتی ہے۔

اس لئے غلبۂ اسلام کی صدی کی تیاری کے لئے میرا سب سے پہلا پیغام یہ ہے کہ ان معنوں میں اپنے اندر انکسار پیدا کریں اور ان معنوں میں اپنی دعاؤں کا معیار اونچا کرتے چلے جائیں اور دعاؤں کا دائرہ وسیع کرتے چلے جائیں، اپنے لئے بھی اور جماعت کے لئے بھی۔ ہر پہلو سے اللہ تعالیٰ سے کامل

عرفان کے ساتھ یہ بات عرض کرتے رہیں کہ ہم حقیقت میں کچھ بھی نہیں اور سب کچھ تجھے دینا ہوگا۔ ہر توفیق تجھ سے ہم نے لینی ہے۔

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ

(الفاتحہ:05)

کے مفہوم کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ دعا کریں، جو ایک معراج کی دعا ہے۔اور اس دعا کو لازمہ بنا لیں۔ جو گزشتہ ہم سے کوتاہیاں ہوتی رہی ہیں اور جو آئندہ ہوسکتی ہیں، ان سب کے لئے استغفار کی بھی ساتھ ضرورت ہے۔

اس پہلو سے ہم جب مختلف جہتوں میں جائزہ لیتے ہیں تو بہت ہی وسیع کام ہے،جس کی یاد دہانی کی جماعت کو ضرورت پڑتی ہے اور ایک خطبہ میں وہ ساری یاددہانی نہیں ہوسکتی۔آج کے لئے میں نے ایک دو باتیں چنی ہیں۔جس میں سے اول بات اس وعدے کی یاد دہانی ہے، جو آپ نے سوسالہ جلسہ سالانہ یا سوسالہ جشن منانے کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کی وساطت سے اپنے مولا کے حضور پیش کیا تھا۔ بظاہر تو آپ خلفاء کے سامنے وعدے کرتے ہیں مگر حقیقت میں تو اللہ سے وعدہ ہے۔خلیفہ کی ذات تو اس وعدے کے درمیان میں محض ایک وسیلے کا رنگ رکھتی ہے۔ جہاں مرکزی نقطہ اختیار کر جاتے ہیں، جماعت کے وعدے اور ایک اجتماعیت کی شکل میں پھر خدا کے حضور پیش ہوتے ہیں۔ ورنہ ہر وعدہ ہمارا خواہ چھوٹا ہو خواہ بڑا ہو، براہ راست اللہ کے حضور پیش ہو رہا ہوتا ہے۔اس پہلو سے اس وعدے کی یاد دہانی کروانے کی ضرورت پیش آئی ہے۔ کیونکہ جیسا کہ میں مختصراً بیان کروں گا، جو کام شروع کئے جاچکے ہیں، بہت ہی وسیع کام ہیں اور اب تک ان کے اوپر جو خرچ ہو چکا ہے، اس کے بعد مزید اخراجات کی ضرورت ہے۔ وہ اس سے بہت زیادہ ہے۔اور جب سال جوبلی منانے کا آئے گا، انشاءاللہ تعالیٰ تو ساری دنیا میں کم سے کم ایک سو ممالک میں جماعت ایک عظیم الشان عالمگیر جشن منا رہی ہو گی۔اس جشن کے لئے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس سال میں کتنے اخراجات کی ضرورت ہوگی۔اور جس رنگ میں ہم نے وہ، اسلامی رنگ میں اس جشن کو منانا ہے،اس کے لئے بہت سی تیاریاں ابھی سے شروع ہیں،جن پر اخراجات اٹھ رہے ہیں اور بڑی تیزی کے ساتھ وہ مطالبے زیادہ ہونے والے ہیں۔اس لئے ضروری ہے کہ آپ کو اب صد سالہ جوبلی کی طرف خصوصی توجہ دینے کی طرف یاد دہانی کروائی جائے۔

جہاں تک بیرون پاکستان کے وعدہ جات کا تعلق ہے۔لیکن اس سے پہلے میں پاکستان کے وعدوں کا ذکر کروں، عام طور پر ہمیشہ سے یہی ترتیب چلی آئی ہے۔پہلے پاکستان کے وعدوں کا ذکر ہوتا ہے،

پھر بیرون پاکستان۔ پاکستان کی طرف سے کل وعدہ پانچ کروڑ، چار لاکھ، اناسی ہزار، آٹھ سوستر روپے کا تھا۔ اس میں سے اب تک گزشتہ بارہ سال میں، کل چودہ سال کے اوپر یہ وعدہ پھیلا ہوا تھا۔ چودہ سال کے اندر یہ وعدہ کیا جانا تھا یعنی وعدے کو پورا کرنا تھا۔ اس تدریجی نسبت کے ساتھ وعدوں کی ادائیگی ہوتی تو بہت معمولی رقم باقی رہ جاتی۔ مگر اب تک دو کروڑ، چوراسی لاکھ، انتیس ہزار، آٹھ سو، چھیاسی کی رقم پاکستان سے موصول ہوئی ہے۔ گویا کہ وعدہ 56.32 فیصد وصول ہوا اور سال صرف دو باقی ہیں۔ بلکہ واقعۃً اگر دیکھا جائے تو سال دو نہیں بلکہ ایک باقی ہے۔ کیونکہ اس سال اگر وعدہ پوری طرح نہ ملے تو اگلے سال پھر تاخیر ہو چکی ہوگی۔ اور جس سال جشن منایا جا رہا ہوگا، اس سال یہ تو نہیں کیا جاسکتا کہ ساتھ اخراجات ہو رہے ہوں، ساتھ فکر کی جارہی ہو کہ فلاں نے وعدہ پورا کیا یا نہیں کیا۔ اس سے پہلے پہلے کلیۃً وعدے موصول ہو جانے چاہئیں۔ اس سال کو اگر ہم مطمح نظر بنائیں کہ اس سال کے آخر تک اپنا وعدہ پورا کریں گے تو کچھ جیسا کہ عموماً دستور ہے، کچھ حصہ جماعت کا مجبوراً پیچھے بھی رہ جائے گا اور وہ ہوسکتا ہے، اگلے سال کے شروع کے چند مہینوں میں اپنا وعدوں کے ایفاء سے فارغ ہو جائے۔ لیکن اگر اگلے سال کو بنایا گیا مطمح نظر کہ اگلے سال وعدے پورے کئے جائیں تو پھر مجھے خطرہ ہے کہ بہت ہی زیادہ تاخیر ہو جائے گی۔

جہاں تک بیرون پاکستان کا تعلق ہے، وعدہ 37,14,585 ڈالرز کا تھا۔ یعنی جو بھی رقم بنی مختلف وقتوں میں، مختلف جگہوں میں ان کو ہم نے ایک کرنسی میں اکٹھا کر کے آپ کے سامنے رکھا ہے تاکہ آسانی ہو جائے۔ ورنہ پھر بکھرے ہوئے وعدوں کو جو مختلف Currencies میں ہوں، ان کو ایک جگہ جمع کیا ہی نہیں جاسکتا۔ تو اگر ہم فرض کریں کہ سب وعدے ڈالرز میں تھے تو 37,14,585 کا وعدہ تھا۔ اس میں سے اب تک وصولی 19,23,199 کی ہے۔ یعنی پاکستان کے مقابل پر یہ کم ہے۔ 51.77 فیصد وصولی ہے۔ اس وصولی میں میرا خیال ہے کہ ایک رقم داخل نہیں کی گئی، اگر وہ داخل کر لی جائے تو یہ وصولی بھی کم و بیش پاکستان کی وصولی کے برابر ہو جاتی ہے۔ یعنی نسبت کے لحاظ سے۔ اور اب ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ کون پیچھے رہ گیا اور کون آگے بڑھ گیا؟

جہاں تک جماعت برطانیہ کا تعلق ہے، خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جماعت برطانیہ سب دنیا کی جماعتوں میں نسبتی یا تناسب کی قربانی کے لحاظ سے آگے ہے۔ یعنی کل وعدہ 37,14,585 میں سے دس لاکھ کا وعدہ صرف جماعت برطانیہ کا تھا۔ دس لاکھ پاؤنڈ کا جس کا مطلب یہ ہے کہ ڈالر کے لحاظ سے وہ نسبت ایک اور تین کی تقریباً بن جائے گی۔ یعنی بیرون پاکستان ساری دنیا نے جو مالی قربانی پیش کی صد

سالہ جوبلی میں اس میں انگلستان کی جماعت کا حصہ 33% سے بھی کچھ زائد بنتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت ہی زیادہ بڑی عظیم سعادت ہے۔ ایک جو ایک تاریخی سعادت جماعت انگلستان کو نصیب ہوئی ہے۔ لیکن اس سعادت میں سب سے زیادہ حصہ پانے والا شخص حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب مرحوم و مغفور تھے، رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ساری جماعت انگلستان کا وعدہ 5,75,000 پاؤنڈ تھا اور صرف چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کا وعدہ 4,25,000 پاؤنڈ تھا اور اس طرح یہ دس لاکھ کا وعدہ بنا۔ ساری جماعت انگلستان میں اپنے وعدے میں سے اب تک صرف 50.5 فیصد وصولی پیش کی ہے اور چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ نے اکیلے سو فیصد وصولی پیش کر دی ہے۔ یعنی وعدہ کل سو فیصد ادا فرما دیا۔ اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک عجیب معجزانہ رنگ میں ظہور ہوا۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ مالی قربانی پیش کرنے والے کے اخلاص کا بہت گہرا تعلق ہے، اس توفیق سے جو اسے ادائیگی کی شکل میں ملتی ہے۔ جتنا زیادہ خالص ہو انسان کا ارادہ، خدا کے حضور ایک چیز پیش کرنے کی تمنا جتنی زیادہ تقویٰ پر مبنی ہو، اتنا ہی زیادہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے غیبی مدد وعدے کو پورا کرنے میں حاصل ہوتی ہے۔

چوہدری صاحبؓ کا وعدہ چار لاکھ، پچیس ہزار کا تھا لیکن بیماری تک کیفیت یہ تھی کہ اس میں سے اڑھائی لاکھ سے زائد رقم قابل ادا تھی اور جو ذرائع تھے، وہ سارے ختم ہو چکے تھے تقریباً۔ کیونکہ بہت بڑی رقم چوہدری صاحب کی انگلستان ہی کی ایک فرم ہضم کر چکی تھی اور جس کے ملنے کی کوئی امید باقی نہیں رہی تھی۔ چنانچہ جب مجھے معلوم ہوا، میں پہلے بھی واقعہ بیان کر چکا ہوں، بڑا دلچسپ واقعہ ہے۔ تو ایک خواب کی بناء پر میرے دل میں یہ امید پیدا ہوئی کہ یہ انشاء اللہ خدا تعالیٰ ان کی ایفائے عہد کی صورت پوری کرے گا۔ پاکستان میں ایک موقع پر غالباً فروری 1984ء کی بات ہے، جب میں کراچی میں تھا تو چوہدری صاحبؓ کی علالت کی بہت ہی خطرناک اطلاع ملی کہ بظاہر ڈاکٹرز یہ کہتے ہیں کہ اب کوئی بچنے کی صورت باقی نہیں رہی اور خاص طور پر دعا کی جائے۔ میں مجلس سوال و جواب میں بیٹھا ہوا تھا کہ رقعہ ملا، مجھے بڑا گھبرایا ہوا۔ غالباً چوہدری حمید صاحب کا پیغام تھا۔ بڑی سخت پریشانی کا کہ یہ شکل ہے اور فوری طور پر مجھے مطلع کیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے مجھے مطلع کیا۔ اس رات خاص طور پر چوہدری صاحبؓ کے لئے دعا کی توفیق ملی اور اس وعدے کو مدنظر رکھتے ہوئے خاص طور پر میں نے دعا کی کہ ان کو سرخرو فرما اور زندگی بھی بخش اور ایفائے عہد کی بھی توفیق بخش۔ کیونکہ ساری عمر چوہدری صاحبؓ کے اوپر یہ داغ کوئی نہیں لگا سکتا تھا کہ کوئی وعدہ کیا ہو اور پورا نہ کیا ہو۔ لین دین کے معاملے میں انتہائی صاف کردار، بالکل بے داغ

اور عظیم الشان نمونے کا کردار تھا۔ تو جس کا بندوں سے یہ معاملہ ہو، خدا سے لین دین کے معاملے میں آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس کا کیا حال ہوگا۔ اور مجھے پتہ تھا کہ یہ فکر تھی، ان کو جو لاحق تھی۔ چنانچہ اس رات اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ خوشخبری دکھائی۔ گویا ایک خط ہے، جو میں پڑھ رہا ہوں۔ اس میں ایک فقرہ ہے عربی میں۔ جس کا مفہوم یہ تھا کہ اللہ اسے زندہ کرے گا یا خدا کی طرف سے ہم اسے زندہ کریں گے اور مہیا کریں گے۔ اب یہ عجیب بات ہے کہ خواب میں بھی میرے ذہن میں یہ بات واضح ہے کہ ''حی'' کا لفظ جو زندگی سے تعلق رکھتا ہے، وہ ''ح'' حلوے والی، جس کو کہتے ہیں، اس ''ح'' سے ہے۔ اور جو مہیا کرنا، وہ شعشہ والی ''ہ'' ہے۔ لیکن خواب میں جب میں وہ خط کی عبارت پڑھتا ہوں گویا خدا کا خط ہے اور اس میں ایک خوشخبری دی گئی ہے، وہ پڑھ رہا ہوں بڑی ''ح'' بھی جس کو ہم اردو میں کہتے ہیں اور ترجمہ اس کا ساتھ یہ بھی کر رہا ہوں کہ ہم اسے زندگی بخشیں گے اور مہیا کریں گے۔ تو بعد میں جب میں نے تحقیق کی تو پتہ چلا کہ ''حی'' کے معنی بہت وسیع ہیں۔ جیسے میں نے گزشتہ درس کے دوران بیان کیا تھا، اس میں مہیا کرنے کے معنی بھی پائے جاتے ہیں، وسعت عطا کرنے کے معنی بھی پائے جاتے ہیں۔ بہر حال ''حی'' کے لفظ میں خدا تعالیٰ نے مجھے خوشخبری دی کہ اللہ تعالیٰ ان کو بچا بھی لے گا، اس خطرناک حالت سے اور وہ جو فکر لگی ہوئی ہے کہ ان کا وعدہ پورا نہ ہو، وہ بھی دور فرما دے گا۔ چنانچہ میں نے فون کے ذریعے اطلاع کروائی لاہور کہ فکر نہ کریں، مجھے اللہ تعالیٰ نے تو خوشخبری دی ہے۔ انشاء اللہ، اللہ تعالیٰ کے فضل سے بچ جائیں گے۔ چنانچہ بچ گئے اور یہاں آ کر خدا تعالیٰ نے مجھے توفیق بخشی کہ اس معاملے کی پیروی کروں اور جسے تمام واقف کار لوگ کلیتہً کھوئی ہوئی رقم قرار دے چکے تھے کہ واپس آ ہی نہیں سکتی۔ وکلاء بھی اور مالی امور کے واقف لوگ کے کوئی دباؤ نہیں ہے، اس شخص پر ہمارا۔ سب کچھ اپنے ہاتھ سے چوہدری صاحب لکھ کر اس کے سپرد اس طرح کر بیٹھے ہیں کہ کوئی دنیا کی قانونی طاقت اس سے اب نکلوا نہیں سکتی۔ مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے چونکہ یہ خوشخبری تھی، میں نے کہا: نہیں کوشش کرتے رہو۔ گزشتہ ایک موقع پر میں نے بتایا کہ مجھے یاد یہ تھا کہ چوہدری صاحب کا وعدہ جو باقی ہے، دو لاکھ، اسی ہزار ہے۔ اور یہی میرے ذہن میں تھا اور میں نے جماعت کو خوشخبری دی کہ الحمد للہ کہ اس فرم نے جو مکان ہمیں دیا، اس کے بدلے میں وہ دو لاکھ کا تھا۔ اس وقت تک وہ مکان نہیں بکا، جب تک دو لاکھ، اسی ہزار کا نہ ہو گیا۔ بعد میں مجھے پتہ چلا دو لاکھ، اسی کا وعدہ نہیں تھا، دو لاکھ، ساٹھ ہزار کا تھا۔ میں تو جماعت کو بتا چکا تھا کہ اس میں اعجازی نشان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعینہٖ اتنی رقم مہیا فرمائی، جتنی ضرورت تھی۔ اس وقت مجھے تعجب ہوا کہ یہ پھر بیس کا فرق کیوں پڑا؟

چند دن کے بعد اللہ تعالیٰ نے سمجھا دیا کہ یہ فرق کیوں پڑا۔ کیونکہ اس کے بعد چند دن کے بعد وکلاء کی طرف سے چٹھی ملی کہ ہماری بیس ہزار فیس دینی نہ بھولیں۔ پانچ ہزار پہلے ادا ہوئی تھی، پندرہ ہزار بعد میں، اس کے لگ بھگ رقم جو فیس اور واجب الادا چندہ ملا کر بعینہ وہی رقم بنتی تھی، جو ادا کرنی تھی۔

بڑے نشان ہیں، ان باتوں میں خدا کی طرف سے۔ جماعت کے لئے حوصلہ افزائی ہے کہ دیکھو، خدا کس طرح اپنی جماعت کے ایک ایک بندے کے دل پر نظر رکھتا ہے۔ اجتماعی طور پر اس جماعت کی کیا قیمت ہوگی، خدا کے نزدیک۔ اندازہ تو کریں۔ بلکہ اندازہ نہیں کر سکتے۔ آپ کے لئے خوشخبری یہ بھی ہے کہ آپ اگر اپنے خلوص کے معیار کو بڑھائیں تو ان فکروں سے خدا آپ کو نجات بخشے گا کہ کس طرح ادائیگی ہونی ہے۔ اس لئے اگر پہلے وہ معیار نہیں بھی تھا تو اب یہ معیار لے کر دوبارہ نئے ارادے سے خدا کے حضور اپنے وعدوں کی تجدید کریں کہ اے خدا! ہم سے جو غفلت ہوئی سابقہ اب تک ہم نے ان وعدوں کی ادائیگی سے کوتاہی کی ہے یا غفلت کی ہے، پوری اہمیت نہیں دی تو ہمیں اس کی معافی عطا فرما اور آئندہ ہمیں توفیق بخش کہ ہم تیری رضا کے مطابق اس وعدے کو اس سال کے اندر اندر ادا کر دیں۔ غیب سے خدا سامان پیدا فرماتا ہے اور غیب پر ایمان لانے کی تعلیم سورۃ بقرہ کی آیت میں ہے:۔

الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ

(البقرۃ:04)

آغاز میں ہی ہے۔ یہاں اس غیب کا بہت وسیع مفہوم ہے۔ ایک یہ بھی ہے کہ مومن اس لئے غیب پر ایمان لاتے ہیں کہ ان کے سامنے غیب ہمیشہ حقیقت بنتا رہتا ہے۔ جو غیروں کے لئے غیب رہتا ہے یعنی جو سامان نہیں مہیا ہو سکتا، وہ نہیں مہیا ہو سکتا۔ مومن اس لئے ایمان لاتے ہیں کہ خدا اس غیب کو حاضر میں تبدیل فرماتا رہتا ہے، ان کے لئے۔ اور وہ کامل ایمان رکھتے ہیں کہ مستقبل کے خدا کے وعدے اسی طرح غیب سے حاضر میں تبدیل ہوتے رہیں گے۔ جو چیز دنیا کو نظر نہیں آ رہی، وہ مومن کی یقین اور ایمان کی آنکھ دیکھ رہی ہوتی ہے کہ ہے اور لازماً ہوگی۔ اس یقین کے ساتھ جب آپ دعا بھی کریں گے اور اپنے ارادوں میں ایک تجدید پیدا کریں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ آپ کے وعدے ضرور پورے ہوں گے۔

صد سالہ جوبلی کے سیکرٹری کی طرف سے بڑی پریشانی کی رپورٹیں ملتی رہی ہیں کہ دیر ہو رہی ہے۔ اور جو سیکرٹریان ہیں مختلف جماعتوں میں، وہ بھی پریشانی کی اطلاعیں دے رہے ہیں۔ لیکن مجھے تو کامل یقین ہے کہ جو خدا یہ نمونے دکھا چکا ہے، اس پہ بدظنی کا تو کوئی حق ہی نہیں بنتا۔ بلکہ گناہ کبیرہ ہے،

بدظنی۔ اپنے نفس پر بھی حسن ظن کریں اور خدا پر تو حسن ظن مومن کا ہوتا ہی ہے۔ اور بظاہر جو بات مشکل دکھائی دیتی ہے، ارادہ کریں کہ ہم نے اس کو پورا کر کے دکھانا ہے۔ تو اس طرح اگر اس سال کے آخر تک بقیہ رقمیں پوری ہو جائیں تو امید ہے انشاء اللہ تعالیٰ پھر باقی جو کام ہیں، اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ خود بخود چلتے رہیں گے۔ کیونکہ فکریں کام کے معاملے میں اتنی زیادہ ہیں کہ وصولی کو اجازت نہیں ہونی چاہئے کہ یہ بھی فکر بن کر ساتھ ساتھ انسان کو پریشان کرتی رہے۔ جو کام ہونے والے ہیں، وہ ہی بہت زیادہ ہیں۔ اتنا وقت ہی نہیں ملنا، توجہ دینے کا کہ اب یہ بھی فکر کریں کہ وصولی کہاں سے ہوگی؟ اس لئے جماعت کو خصوصیت سے اس طرف متوجہ کرتا ہوں۔

اس ضمن میں ایک اور ضروری بات بھی بتانے والی ہے کہ ہر قسم کے لوگ اپنے کاموں میں، اپنے کاموں کو پورا کر کے دکھانے میں مختلف چالاکیاں کرتے رہتے ہیں۔ ان کو ہم بددیانتیاں نہیں کہہ سکتے، ہوشیاریاں ہیں اور بعض جماعتوں کے سیکرٹری بھی یہ ہوشیاریاں کرتے رہتے ہیں۔ مثلاً وعدہ اگر دس لاکھ کا ہے تو جن لوگوں نے دس لاکھ کا وعدہ کیا تھا، انہوں نے اگر سات لاکھ ہی ادا کیا ہو اور اس عرصے میں تین لاکھ کے وعدہ کرنے والے اور پورا کرنے والے مزید پیدا ہو چکے ہوں تو واقعۃً ان کو یہ بتانا چاہئے کہ ہمارا دس لاکھ کا وعدہ پورا نہیں ہوا، سات لاکھ اس میں سے ادا شدہ ہے اور بقیہ ہمارے ذمہ ہے۔ اور یہ تین لاکھ اللہ تعالیٰ نے زائد عطا فرمایا ہے۔ لیکن وہ چالاکی یہ کرتے ہیں کہ جب دس لاکھ کی رقم پوری ہوئی کہہ دیا کہ وعدہ پورا ہو گیا، حالانکہ نہیں ہوا۔ وعدہ ان لوگوں کا ہے، جنہوں نے کیا تھا۔ اس کے مجموعے کا نام ہے، وہ وعدہ، جو پہلے آیا ہے۔ بعد میں خدا تعالیٰ دو طریقے سے اس وعدے کو بڑھاتا رہتا ہے اور ان کو یہ اطلاع کرنی چاہئے تھی، شروع میں کہ اب ہمارا وعدہ دس نہیں رہا، گیارہ ہو گیا، بارہ ہو گیا، تیرہ ہو گیا۔ چونکہ خدا وعدوں کو بڑھاتا رہتا ہے اور وہ بڑھائے ہوئے وعدے یہ سیکرٹری جان بوجھ کے شمار نہیں کرتے تاکہ مشکل نہ پڑ جائے، بعد میں۔ اس لئے بظاہر وعدے پورے ہو رہے ہوتے ہیں لیکن عملاً نہیں ہو رہے ہوتے۔ ہر جگہ لوگوں کی یہی عادت ہے۔ ہمیں پتہ ہے زمیندارے کا کہ وہاں مثال کے طور پر اگر سوا ایکڑ فصل کاشت ہوئی ہے اور بجٹ میں اسی تھی کہ اسی ایکڑ کاشت ہوگی تو مینیجر صاحبان حتی المقدور کوشش کرتے ہیں کہ بقیہ بیس کا پتہ نہ چلے۔ تاکہ وہ جو Average اوسط پیداوار انہوں نے بتائی ہے کہ ہم نے کرنی ہے اس دفعہ، وہ پوری ہو جائے۔ یعنی اگر دس من فی ایکڑ انہوں نے وعدہ کیا تھا کہ ہم دکھائیں گے، فی ایکڑ دس من پیداوار کریں گے تو اسی ایکڑ پہ دس من فی ایکڑ پیداوار کے نتیجے میں آٹھ سو من پیدا ہوگی۔ لیکن اگر بیس ایکڑ بڑھا

دیئے گئے تو آٹھ سو نہیں بلکہ ہزار من ہونی چاہئے۔ لیکن چونکہ وہ ہزار من پیدا نہیں ہوتی سوا ایکڑ میں سے کم پیدا ہوتی ہے۔ آٹھ من فی ایکڑ اوسط پیدا ہو جاتی ہے مثلاً تو کل اوسط آٹھ آٹھ سو من کل مقدار زمیندارہ پروڈکشن کی خواہ وہ گندم ہو، خواہ وہ کپاس ہو، آٹھ سو من بن جائے گی۔ آٹھ من فی ایکڑ کے حساب سے سو ایکڑ لگا ہوا ہو تو آٹھ سو من بن جاتی ہے۔ اور اگر مالک کو یہ پتہ نہ ہو کہ اسی ایکڑ نہیں بلکہ سوا ایکڑ کاشت کی گئی تھی۔ تو یہی سمجھے گا اور بہت خوش ہوگا کہ اس مینجر صاحب نے اپنا وعدہ پورا کر دیا اور دس من فی ایکڑ کی کاشت پوری کر کے دکھا دی۔ بعض دفعہ ان کی چالاکی کام آجاتی ہے، بعض دفعہ نہیں آتی۔ مگر آپ کی چالاکی کام نہیں آنی، اگر آپ کریں گے۔ کیونکہ مالک میں نہیں ہوں، مالک اللہ ہے۔ اس کو پتہ ہے کہ کتنی ایکڑ کاشت ہوئی ہے اور اس کو پتہ ہے کہ اوسط کیا نکل رہی ہے۔ اس لئے خدا سے جو چالاکی کرنے والا ہے، اگر وہ شرارت سے کرتا ہے تو اس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ

(البقرة:10)

بیوقوفوں کو پتہ ہی نہیں کہ خدا سے چالاکیاں ہو نہیں سکتیں۔ اور اگر وہ مومن ہیں تو ایسے سخت لفظ میں اللہ نہیں فرماتا لیکن تقدیر اس پر ہنستی اور مسکراتی ضرور ہوگی کہ کس کو غلط خبریں دے رہا ہے۔ جس کو پیش کر رہا ہے، وہ خلیفہ تو نہیں ہے، وہ تو خدا ہے۔ اور خدا سے کچھ چھپا ہوا ہی نہیں ہے۔ اس لئے یہ چالاکیاں ہیں ہی بے کار، بے معنی ہیں۔ اگر اس بات کو ملحوظ رکھتے ہوئے آپ کوشش کریں گے تو لازماً کل وعدے سے زیادہ رقم آنی چاہئے اور ضرورت بھی زیادہ کی ہے۔

اس لئے اگر جماعت انگلستان کا وعدہ دس لاکھ کا تھا، جس میں سے تقریباً نصف چوہدری ظفر اللہ خان صاحبؓ پورا فرما بھی چکے ہیں تو بقیہ آپ کی جماعت میں ایسے نوجوان ہیں، جو بعد میں آکر برسر روزگار ہوئے۔ گزشتہ بارہ سال میں نئی نسلوں میں سے بہت سے نوجوان ہیں، جو اس تحریک کے آغاز کے بعد برسر روزگار ہوئے اور غلطی سے وہ اس وعدے میں شامل نہیں ہو سکے، لاعلمی کی وجہ سے شامل نہیں ہو سکے۔ بہت سے ایسے ہیں، جو پہلے اخلاص کے معیار میں کمزور تھے اور اب خدا کے فضل سے بہت آگے بڑھ گئے ہیں۔ وہ سابقہ اخلاص کے معیار کی کمزوری کی وجہ سے شامل نہیں ہو سکے۔ بہت سے نئے احمدی ہوئے ہیں اور ان کو مالی قربانی میں فوراً شامل کرنا ان کی زندگی کے لئے، ان کی بقا کے لئے ضروری ہے۔ ان کی طرف توجہ دینا ضروری ہے۔ ان کو بتانا چاہئے کہ اتنی عظیم الشان تحریک جو سو سالہ جشن سے تعلق رکھتی

ہے اور گزشتہ سو سال کی تاریخ میں آپ کی قربانی شامل ہو جائے گی۔ احمدیت کے آغاز کے پہلے دن سے لے کر اس جشن کے سال تک خدا تعالیٰ آپ کی قربانی کو سارے سالوں پر پھیلا دے گا۔ کیونکہ آپ کی نیت Back Dated قربانی کی بھی ہے، ماضی سے تعلق رکھنے والی قربانی بھی۔ تو اتنی عظیم الشان قربانی کا وقت ہو اور آپ ان بے چاروں کو محروم رکھیں، جو نئے خدا تعالیٰ کے فضل سے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوئے ہیں، یہ بھی ناجائز بات ہے، یہ ظلم ہے ان لوگوں پر۔

اس لحاظ سے جب ہم دیکھیں تو وعدہ بڑھانے والی بہت سے شکلیں دکھائی دیتی ہیں۔ اس کے مقابل پر ایک وعدہ کم ہونے والی شکل بھی ہے۔ بعض لوگ اس چودہ سال کے عرصے میں وعدہ کر کے فوت ہو گئے اور وہ ابھی وعدہ پورا نہیں کر سکے یا جماعتیں چھوڑ کر کسی اور جماعت میں چلے گئے۔ ان دو شکلوں پر اگر غور کیا جائے تو جو لوگ فوت ہو چکے ہیں، ان سے بہت زیادہ یہ نئے آنے والے ہیں۔ لیکن جو فوت ہو چکے ہیں، ان سے بھی وصول کرنا چاہئے۔ اس رنگ میں کہ ان کی اولاد کو توجہ دلائی جائے اور بالعموم احمدیوں میں یہ دیکھا گیا ہے کہ جب اولاد کو بتایا جائے کہ آپ کے والدین ایک نیک ارادہ لے کر اٹھے تھے، وہ وفات پا گئے اور توفیق نہیں پا سکے کہ اس وعدے کو پورا کریں تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ میں جو والدین سے تعلق ہے بچوں کو اور اطاعت اور محبت کا جذبہ پایا جاتا ہے اور ویسے نیکی کی روح پائی جاتی ہے، اکثر صورتوں میں آپ دیکھیں گے کہ وہ وعدے پورے ہو جائیں گے، انشاء اللہ تعالیٰ۔ چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کے وعدہ پورا کرنے کے سلسلے میں بھی اولاد نے بڑا تعاون کیا۔ یہ تفصیل یہاں بتانے کا موقع نہیں۔ لیکن پوری اطاعت کی روح دکھائی ہے اور پورا جذبہ دکھایا ہے کہ جس طرح بھی ہو، یہ وعدہ بہر حال پورا ہو۔ اور انہوں نے کہا: اگر کوئی ہمارا حق بنتا ہے اس روپے میں، ہم چھوڑ دیتے ہیں کلیۃً، ہرگز ہمیں ایک آنہ بھی نہ دیا جائے بلکہ چوہدری صاحب کا وعدہ پورا ہونا چاہئے۔ تو یہی روح اللہ کے فضل سے جماعت میں پھیلی ہوئی ہے۔

پھر جو جماعت چھوڑ کر کہیں اور جاتے ہیں، اس کی بجائے خدا اور باہر سے بھیج دیتا ہے۔ بلکہ بعض صورتوں میں زیادہ بھیج دیتا ہے۔ چنانچہ اب پچھلے دنوں پاکستان میں جو احمدیت پر مظالم توڑے گئے، اس کے نتیجے میں بہت سے نوجوان ایسے ہیں، بعض صورتوں میں بڑی عمر کے دوست بھی، جن سے زیادہ تکلیفیں برداشت نہیں ہوئیں اور وہ غیر ملکوں میں آ گئے ہیں۔ انگلستان میں کم لیکن بہت سے دوسرے ملکوں میں زیادہ تعداد میں پہنچے ہیں۔ تو وہ بھی ایک مزید ہے اضافے کا موجب۔ کیونکہ اکثر ان میں وہ ہیں، جن

کو پاکستان میں اس چندے میں شامل ہونے کی توفیق نہیں ملی تھی۔ اور اگر ملتی بھی تو بہت کم ملتی۔ کیونکہ ان کی مالی حالات ایسے غیر معمولی نہیں تھے کہ کوئی بہت بڑھ چڑھ کر چندہ دے سکیں۔ جن ملکوں میں آ کر وہ اب خدمت سرانجام دیتے ہیں، وہاں کا اقتصادی معیار بلند ہے۔ اس لئے ان کا جو چندہ ہے، وہ مستزاد ہے، پچھلے چندے کا جس کا میں پیچھے ذکر کر چکا ہوں۔ اس لئے کسی پہلو سے بھی آپ دیکھیں تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کے چندے میں کمی کی کوئی شکل نہیں آنی چاہئے، کمی کا کوئی احتمال نہیں نظر آتا۔ لازماً یہ چندہ وعدے کی نسبت بہت بڑھ کر وصول ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی توفیق سے۔

اس لئے کمر ہمت باندھیں اور پورے زور سے اس کی طرف جس طرح War Footing کہتے ہیں، جہاد کی روح کے ساتھ ساری دنیا میں عظیم الشان تحریک چلائیں کہ سب احمدی اللہ کے فضل کے ساتھ اس سے دعائیں مانگتے ہوئے، اس طرح وعدے پورے کریں کہ خدا کی نصرت کا ہاتھ ان کو دکھائی دے۔ خدا کا پیار وہ اپنے دل میں محسوس کریں۔ اور وعدے پوری کرنے کی ایسی شکل ہو کہ وعدے کا جو لطف آئے گا، وہ تو آئے گا، وہ خدا کی نصرت کو اس طرح دیکھیں اپنے تائید میں ظاہر ہوتے ہوئے کہ اللہ کی محبت میں بھی وہ پہلے سے بڑھ جائیں۔ اور یہ جو صورتیں ہیں، یہ بہت ہیں کثرت سے جماعت میں۔ تقریباً ہر روز ہی یا کم و بیش ہر روز ایسے خطوط مجھے ملتے ہیں، جن میں ایک وعدہ دہندہ جو بڑے اخلاص سے وعدہ کر چکا تھا، مجھے مطلع کرتا ہے کہ کس طرح غائبانہ رنگ میں خدا تعالیٰ نے وہ وعدہ پورا کرنے کی توفیق بخشی۔ غیبی ہاتھ اس طرح ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ایک دو کو نظر نہیں آتا۔ لاکھوں ہیں جماعت میں، جن کو خدا کا غیبی ہاتھ دکھائی دے چکا ہے۔ اور ان کا غیب پر ایمان لانا، بالکل مختلف مضمون بن گیا ہے۔ اس غیب پر ایمان لانے سے جو ایک عام آدمی قرآن کا ترجمہ پڑھتے ہوئے غیب سمجھتا ہے۔ وہ اس طرح کا غیب سمجھتا ہے کہ اس کا مضمون ہی اس کے لئے غائب رہتا ہے ہمیشہ۔ سب کچھ غائب ہی ہے لیکن اس پر ایمان لانے کا فائدہ کیا ہے، جو غائب ہی رہے ہمیشہ۔ خدا قرآن کریم میں جس غیب پر ایمان لانے کی تاکید فرماتا ہے، وہ غیب وہ ہے، جس کو ہم دیکھ رہے ہیں، اللہ کے فضل سے۔ ہر غیب کو خدا اپنی تقدیر سے حقیقت میں تبدیل فرماتا رہتا ہے۔ اس رنگ میں یہ بھی دعا کریں خدا آپ کو اس رنگ میں وعدہ پورا کرنے کی توفیق بخشے کہ آپ خدا کا غیبی ہاتھ دیکھیں اور اسے چومیں اس ہاتھ کو، اس پہ اپنی روح فدا کریں، نچھاور کریں اپنی جان کہ اے خدا! تو ہی ہے، جو وعدوں کو پورا فرمانے والا ہے۔ اور پھر اس آیت کا ایک نیا مفہوم آپ پر ظاہر ہوگا:۔

اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ

(آل عمران:195)

کہ ہم کہاں سے وعدہ پورا کرنے والے ہیں۔ تو ہے، جو وعدہ خلافی نہیں کیا کرتا۔ اور تیری اس صفت کی وجہ سے کہ تو وعدہ خلافی نہیں کرتا، جو تجھ پر ایمان لانے والے ہیں، ان کو بھی عکس کے طور پر، تیرے ظل کے طور پر ہمیں یہ توفیق مل گئی ہے کہ ہم بھی اپنے وعدے کو پورا کرنے والے ہیں۔ مگر تیری طاقت سے، نہ کہ اپنی طاقت سے۔

اس کا جو دوسرا حصہ ہے، وہ میں انشاء اللہ آئندہ خطبہ میں بیان کروں گا۔ کیونکہ ابھی ایک دو موازنے اور پیش کرنے والے ہیں۔ اس میں صرف وعدے پورے کرنا ہمارا کام نہیں ہے۔ بہت ہی عظیم الشان کام ہے، جس میں جماعت کے ہر فرد کو حصہ لینا ہوگا۔ اور اس کے بغیر یہ عظیم الشان کام ہو ہی نہیں سکتا۔ جو صد سالہ جوبلی کی تیاری ہے، وہ جشن کی تیاری نہیں ہے حقیقت میں۔ بلکہ وہ آئندہ صدی میں اسلام کے غلبۂ نو کی نئی مہم جاری کرنے کی تیاری ہے۔ اس لئے تشکر کا ہر ذریعہ اپنی ذات میں اسلام کی فتح کے دن کو قریب لانے کا ایک ذریعہ ہے۔ اس کی تفاصیل تو ایک خطبہ کا تو سوال نہیں کئی خطبوں میں پھیلانی پڑیں گی۔ لیکن میں سوچ رہا ہوں کہ خلاصۃً بعض اہم امور کی طرف آپ کو انشاء اللہ آئندہ خطبہ میں متوجہ کروں کہ مالی قربانی کے ساتھ نفوس کی قربانی آپ نے کس طرح پیش کرنی ہے۔ اور کیا کیا آپ سے تقاضے ہیں۔ کچھ ڈھانچہ آپ کو بتایا جائے کہ کیا ہونے والا ہے۔ آپ کے دل میں بھی تا کہ ایک گرم خون دوڑے اور آپ کو Excitement ہو، ہیجان آ جائے آپ کے دل میں کہ اوہو! اتنا بڑا عظیم الشان سال اتنا قریب پہنچ گیا ہے، ہمیں تو تیز دوڑنا چاہئے۔ اس لئے اس خیال سے انشاء اللہ کچھ اپنی فکروں میں آپ کو بھی شامل کیا جائے گا۔ مگر آئندہ خطبہ میں اب وقت تھوڑا رہ گیا ہے۔

جہاں تک انگلستان کی مجموعی قربانی کا تعلق ہے، میں نے بیان کیا ہے، چوہدری صاحبؓ کی قربانی شامل کر لی جائے تو پچاس فیصدی سے بہت بڑھ جاتا ہے تناسب ادائیگی کا۔

مغربی جرمنی خدا کے فضل سے ان ملکوں میں سے ہے، جو مالی قربانی میں پیش پیش ہے، ہر پہلو سے۔ اور باوجود اس کے کہ کوئی خاص وہاں تحریک نہیں چلائی گئی، وہ نوجوان ہمارے، جو ویسے تو اکثر ان میں سے مزدور پیشہ ہیں، بہت معمولی معمولی کام ہیں اور بہت سے ایسے ہیں، جن کے پاس کچھ بھی کام نہیں، لیکن جذبہ بہت ہے۔ اب تک وہ 68.82 فیصد ادائیگی کر چکے ہیں اور یہاں بھی آپ کو وہی شکل نظر آئے گی کہ بہت سارے ایسے ہوں گے، جو نئے آنے والے ہیں، جن کے وعدے ابھی باقی ہیں۔ اگر اس پہلو سے دیکھا جائے تو ابھی بہت بڑی رقم جرمنی سے قابل وصولی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کی قربانیوں کو قبول فرمائے، ان نوجوانوں کی اس روح کو زندہ رکھے۔

ڈنمارک چھوٹا ملک ہے اور قربانی کے لحاظ سے درمیانہ۔ کچھ نوجوان آپس میں کچھ الجھے ہوئے، کچھ کئی قسم کی کمزوریاں بھی ہیں لیکن اللہ فضل فرمائے، بالعموم معیار اتنا برا نہیں ہے۔ لیکن پچاسی فیصد جو وصولی ظاہر ہو رہی ہے، یہ وعدے کے لحاظ سے تو بہت اچھی بات ہے لیکن جو گنجائش ہے، اس کے لحاظ سے یہ مناسب نہیں ہے۔

بعض ملکوں میں آپ کو فیصد وصولی بہت دکھائی دے گی۔ لیکن جو حالات کو جانتے ہیں، جب وہ تفصیلی نظر سے مطالعہ کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ وعدہ معیار سے چھوٹا تھا، اس لئے وصولی زیادہ دکھائی دے رہی ہے۔ اگر وعدہ معیار کے مطابق ہو، پوری طاقت کے مطابق پھر وصولی زیادہ ہو تو وہ ہے اصل شان۔ تو انگلستان کا وعدہ ہے مثلاً دس لاکھ، وہ واقعۃً چھتیس لاکھ میں سے دس لاکھ ایک بڑا وعدہ ہے، خدا کے فضل کے ساتھ۔ وہاں وصولی جو ہے، وہ واقعی ایک معنی رکھتی ہے۔

سویڈن بہت سے پہلوؤں سے ڈنمارک سے گرا ہوا ہے۔ اور اس مالی قربانی میں دونوں پہلوؤں سے گرا ہوا ہے۔ یعنی وعدے میں بھی کمزور اور وصولی میں اور بھی زیادہ کمزور۔ صرف 41 فیصد، یعنی ڈنمارک سے آدھا فیصد ہے ان کی قربانی۔ اور دعا کریں اللہ ان ممالک کو توفیق بخشے کہ وہ اپنا حال درست کریں۔ جس طرح ساری دنیا میں بیداری پیدا ہو رہی ہے، نیا عزم آ رہا ہے اور متحد ہو رہی ہے جماعت خدا تعالیٰ ان کو بھی توفیق بخشے۔ یہ نہ سمجھا جائے کہ گویا سکینڈے نیوین Scandinavian ممالک کی یہی حالت ہے۔ ناروے اللہ کے فضل سے بالکل مختلف ہے۔ بیداری کے لحاظ سے بھی مختلف، دعوت الی اللہ کے لحاظ سے جو خصوصیت کے ساتھ، بہت ہی توجہ ہے اللہ کے فضل سے اور اس گزشتہ سال عربوں میں کامیاب تبلیغ کے لحاظ سے ناروے کا نمبر بڑا ہی نمایاں تھا۔ اور اس سال کا آغاز بھی ان کا اسی طرح ہوا ہے، خدا کے فضل سے۔ تین بیعتیں مجھے موصول ہوئیں، تین میں سے دو عربوں کی تھیں، چند دن پہلے۔ تو چونکہ وہاں عربوں کے ساتھ خصوصیت سے رابطہ کیا جاتا ہے اور بڑی مؤثر تبلیغ ہو رہی ہے اور بعض نوجوان خدا کے فضل سے بہت ہی پیش پیش ہیں، اس لئے مجھے خیال آیا کہ مبارک باد کے لئے فون کروں ان کو تا کہ حوصلہ افزائی ہو۔ تعداد تو دو ہی ہے بظاہر لیکن اللہ کے فضل جب نازل ہوتے ہیں تو بعض دفعہ ایک ایک کے اوپر دل شکر سے بھرتا ہے۔ خدا کا ایسا عجیب کام ہے بعض دفعہ کہ اگر خالص اس کی خاطر ایک کام کیا جائے تو وہ اس کی جزا دینے میں دیر نہیں فرماتا۔ میں نے فون کیا، میں نے کہا: مبارک ہو، آپ کی تین بیعتیں موصول ہوئیں، ان میں سے دو عربوں کی ہیں۔ (نوٹ: یہ دو عرب نہیں بلکہ سیرالیونیز تھے۔

حضور نے خطبہ جمعہ 30 جنوری 1987ء میں اس کی تصحیح فرمائی تھی۔) انہوں نے کہا: دو ابھی ہوئیں ہیں آج، وہ اس کے علاوہ ہیں۔ تو جو شکر کرتا ہے،

لَاَزِيْدَنَّكُمْ

(ابراہیم:08)

کا وعدہ فوراً پورا ہوتے بھی دیکھتا ہے۔

ناروے کا وصولی کا بھی ماشاء اللہ بہت اعلیٰ معیار ہے۔ ستاسی فیصد سے زائد وصولی ہو چکی ہے۔ اور وہاں بھی جو دوست بعد میں گئے ہیں، امید ہے جو خاندان گئے ہیں، انشاء اللہ جہاں تک میرا علم ہے، جو خبریں آرہی ہیں، وہ سارے خدا کے فضل سے اخلاص میں جماعت سے وابستگی میں اچھے معیار کے ہیں تو امید ہے، یہ وعدہ بھی بڑھے گا اور بقیہ وصولی تو خیر بہت معمولی سی رہ گئی ہے۔

سپین کی چھوٹی سی جماعت ہے لیکن ماشاء اللہ بڑی قربانی کرنے والی اور صف اول کی جماعت ہے۔ وہاں بھی بیاسی فیصد وصولی ہو چکی ہے۔

فرانس کی جماعت بڑی تیزی سے ترقی کر رہی ہے۔ مجھے تعجب ہے کہ اس میں 8.35 صرف وصولی لکھی ہوئی ہے۔ حالانکہ جو مالی رپورٹیں ہیں دوسری، ان سے مجھے پتہ ہے کہ بہت تیزی سے آگے بڑھ رہی ہے۔ معلوم ہوتا ہے بس یہ کوئی نظر سے اوجھل ہوگئی ہے بات۔ اور اکثر جماعت تو بنی بعد میں ہے۔ جب وعدے لئے گئے تھے، اس وقت تو ایک آدھ آدمی تھا وہاں۔ اب تو خدا کے فضل سے اچھی مضبوط جماعت بن گئی ہے۔ وہاں ان کو فوری توجہ کرنی چاہئے۔ وعدوں کی تجدید بھی کی جائے۔ پھر جو وعدے ہو چکے ہیں، ان کی وصولی کوئی زیادہ مشکل کام نہیں ہوگا۔

بیلجیئم بھی بعد میں بڑھنے والی جماعتوں میں سے ہے۔ اس لئے ان کی جو غفلت ہے، وہ بھی قابل اعتناء ہے، معافی کے لائق ہے۔

امریکہ پیچھے ہے ابھی۔ 44.93 وعدہ امریکہ کے لئے کوئی بہت قابل فخر بات نہیں۔ ایفائے وعدہ۔

اور تعجب ہے کینیڈا ابھی اس میں بہت پیچھے رہ گیا ہے۔ لیکن میرا خیال ہے یہ پرانے وقتوں کی بات ہے یا تو یہ رپورٹ پرانی ہے یا باقی چیزوں کی طرف توجہ رہی ہے، مسجد وغیرہ بنانے اور دیگر چندوں کی طرف تو دو تین سال جو جماعت بیدار رہی ہوئی ہے، اس میں اس طرف نظر نہیں پڑی۔ اس لئے ان کی پردہ پوشی کی جائے تو اچھا ہے۔

باقی بہت ساری جماعتیں ہیں، جو پردہ پوشی کی مستحق ہیں۔ اور کچھ اس وجہ سے پیچھے رہ گئی ہیں کہ وہاں ہمارے مبلغ یا مضبوط نظام جماعت کا قیام نہیں ہے۔ اب توجہ ہو رہی ہے کہ سب جگہ جماعتی نظام کو مزید تقویت دی جائے۔ امید ہے، انشاء اللہ تعالیٰ صرف اس خطبہ کا وہاں پہنچ جانا ہی کافی ہوگا اور وہ اپنی گزشتہ کوتاہیوں کو دور کرنے کی کوشش کریں گے۔

اب میں آپ کو بتاتا ہوں کہ جو خاص طور پر ساری دنیا میں سب سے آگے بڑھنے والی جماعت ہے، وہ کون سی ہے۔ اور وہ غانا ہے، ماشاء اللہ۔ غانا میں 93.63 فیصد وصولی ہوئی ہے۔ جو دنیا کی اور کسی جماعت میں نہیں ہوئی۔ اور خاص خوبی کی بات یہ ہے کہ جتنی غربت گزشتہ دو تین سال میں غانا نے دیکھی ہے، جتنی فاقہ کشی غانا میں پڑی ہے، بہت کم ملکوں میں ایسا واقعہ ہوا ہوگا۔ بعض دفعہ ایسے واقعات بھی ہوئے کہ ہمارا مبلغ دروازہ کھٹکنے پر باہر گیا تو جو دروازہ کھٹکانے والا تھا، وہ اس کے پہنچتے پہنچتے بھوک سے بے ہوش ہو کر زمین پہ گر پڑا تھا اور بڑی مشکل کے ساتھ مبلغین کو ایسے دردناک حالات میں گزارہ کرنا پڑا ہے کہ بڑا حوصلہ ہے ان کا۔ خود بھی بہت کم ملتا تھا ان کو، اس کے باوجود پھر غریبوں کے ساتھ جو کچھ خدا نے ان کو دیا ہے، اسے بانٹ کر کھانا، بڑی ہمت کی بات ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے اخلاص میں ایسی برکت ڈالی ہے، ان کو ایسی شجاعت عطا فرمائی ہے کہ ہر سال مالی قربانی میں وہ آگے بڑھتے ہیں، پہلے سے۔ اور پتہ نہیں کہاں سے لے کے آتے ہیں، کس طرح خدا ان کو توفیق بخشتا ہے، یہ اسی کے راز ہیں۔ مگر بہر حال جو ملک اقتصادی لحاظ سے دنیا میں سب سے پیچھے رہنے والے ملکوں میں سے تھا، جس کے متعلق خطرہ ہو سکتا تھا کہ یہاں چار، پانچ فیصد وصولی ہوگی، وہ دنیا میں سب سے آگے بڑھ گیا ہے۔ اور اس میں آپ کے لئے ایک تقویت کا مزید پیغام ہے کہ اللہ کی توفیق سے ہی ہوتا ہے، جو ہوتا ہے۔ امریکہ جو اقتصادی لحاظ سے سب سے آگے ہے، اس کی وصولی 44 فیصد ہے اور غانا جو سب سے پیچھے ہے، احمدی ممالک میں، اس کی وصولی 93.63 فیصد۔ تو ایں سعادت بزور بازو نیست۔ اللہ کی طرف سے توفیق ملتی ہے تو انسان سرخرو ہوتا ہے نیک کاموں میں اور اپنے وعدوں میں توفیق نہ ملے تو کچھ بھی نہیں ہوتا۔

اس لئے میں اسی پر اس بات کو ختم کرتا ہوں۔ لیکن ایک اور چھوٹی سی بات کہنے والی ہے، اسی ضمن میں مالی امور سے تعلق رکھنے والی کہ جو فہرست اس وقت میرے سامنے ہے، اس کے بعد بہت سے نئے ممالک میں احمدیت پھیلی ہے۔ اور بہت سے ایسے ممالک ہیں، جہاں مبلغ نہیں ہیں مگر احمدیت موجود ہے۔ 1989ء سے پہلے جو ہمارا جوبلی کا سال ہوگا، انشاء اللہ اس سے پہلے کوشش یہ کرنی چاہئے کہ ہمارے وعدہ دہند ممالک سو ہو جائیں۔ یعنی صرف یہ نہیں کہ وعدہ ہو بلکہ سو ممالک کی طرف سے وعدہ ہو۔ اس لئے جہاں جہاں

خلا رہ گئے ہیں، انشاء اللہ ہم بڑی محنت کر کے تلاش کریں گے ان کو اور کوشش کریں گے۔ جہاں تک میں نے جائزہ لیا ہے، اب تک اللہ کے فضل سے سو سے زیادہ ممالک میں احمدی موجود ہیں۔ بعض جگہ منظم نہیں بھی ہیں مگر ہو سکتے ہیں بڑی جلدی۔ اس لئے انشاء اللہ تعالیٰ یہ بات پوری ہو جائے گی۔

مثلاً اٹلی ہے۔ اٹلی ان ممالک میں سے ہے، جس کا ذکر کوئی نہیں۔ حالانکہ وہاں خدا کے فضل سے ایسے احمدی موجود ہیں، جو وہاں جا کر اٹلی کے باشندے بن گئے اور بعض اٹلی سے باہر احمدیت قبول کر کے احمدیت میں داخل ہوئے۔ وہ خواہ ان ممالک میں بھی ہوں مگر اٹلی کے اندر بھی باہر سے جا کر اٹالین بننے والے موجود ہیں۔ تو اٹلی کا وعدہ تو ہونا چاہئے تھا بہر حال۔ تو یہ کچھ کوتاہی ہوئی ہے، اللہ تعالیٰ بہت مغفرت فرمائے ان کی، ہم سب کی جن سے کوتاہی ہوئی۔

تو تیزی کے ساتھ مال کے شعبے کو ملحوظ رکھنا چاہئے۔ اب کہ جائزہ لے کر نہ صرف یہ سوچیں کہ ایک بھی ملک ایسا نہ رہے، جس سے وعدے کے لئے وہ انتظام کرنے کی کوشش نہ کریں۔ بلکہ کس طرح کرنا ہے، یہ بھی سوچ کر بعض ممالک کے سپرد کریں۔ بہت سے ممالک ہیں، جن کے سپرد دوسرے ممالک میں تبلیغ ہے اور اس طرح ساری دنیا کے حصے بانٹے ہوئے ہیں۔ تو تحریک جدید کے شعبہ کا کام یہ ہے کہ وہ صرف یہ خط نہ لکھ دے کہ جی آپ نے کرنا ہے بلکہ بتائے کہ کس طرح کرنا ہے اور ان کی مدد کرے۔

مثلاً شمالی افریقہ میں چند ممالک ہیں، جہاں پہلے احمدیت کا باقاعدہ پودا نہیں لگا تھا، اب لگ چکا ہے۔ اس لئے مال کے شعبہ کو تبشیر سے رابطہ کرنا پڑے گا۔ پوچھنا پڑے گا کہ بتائیے، وہ کون لوگ ہیں کہ جو نئے احمدی ہوئے ہیں؟ کیا ان کے پتے ہیں؟ کس طرح ان سے بات کرنی ہے؟ اور اگر ذرا سی بھی محنت کریں تو انشاء اللہ تعالیٰ ان کو کھلا کھلا رستہ دکھائی دینے لگ جائے گا کہ کس طرح ان ممالک کو شامل کرنا ہے۔ تو واقعاتی طور پر کام کو آگے بڑھائیں صرف فرضی طور پر نہ بڑھائیں۔

اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہو اور ہمیں توفیق دے کہ جماعت احمدیہ کے پہلے سو سال کا جو جشن ہم نے منانا ہے، وہ اس کی رضا کے مطابق منانے والے ہوں۔ اس جشن سے پہلے ہم اپنے وعدوں کو پورا کرنے والے ہوں۔ اور خدا تعالیٰ کی اس شان کی گواہی دینے والے ہوں کہ

اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ

اے خدا! جس طرح تو اپنے وعدوں کے خلاف نہیں کرتا، ان کو لازماً پورا کرتا ہے۔ ہم تیرے ادنیٰ اور غلام بندے بھی تجھ سے یہ فن سیکھے ہیں اور تیری شان کو دنیا میں ظاہر کرنے والے ہیں کہ ہم بھی تیری طرف منسوب ہو کر جو وعدے کرتے ہیں، ان کو لازماً پورا کرتے ہیں۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے''۔

(مطبوعہ خطبات طاہر جلد 6 صفحہ 47 تا 64)

# آج احمدیت فتح کے لئے آپ سے قربانیوں کا مطالبہ کر رہی ہے

## پیغام برموقع جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ لائبیریا منعقدہ 24،25 جنوری 1987ء

بسم اللہ الرحمان الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

میرے پیارے برادران!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مجھے یہ معلوم کر کے بہت خوشی ہوئی کہ جماعت احمدیہ لائبیریا 24و25 جنوری 1987ء کو اپنا جلسہ سالانہ منعقد کر رہی ہے۔ میری دعا ہے کہ خدا تعالیٰ اس جلسہ کو ہر جہت سے کامیاب اور بابرکت فرمائے اور اس کے شیریں ثمرات سے آپ سب کو وافر حصہ عطا فرمائے۔

خدا کا شکر ہے کہ لائبیریا کی جماعت کا قدم بھی ترقی کی طرف اٹھنے لگا ہے۔ احباب جماعت میں بیداری پیدا ہوئی ہے۔ ذیلی تنظیموں کے قیام اور ان کے مقاصد کے حصول کے لئے نئے نئے پروگرام بنانے کی طرف بھی توجہ پیدا ہوئی ہے۔ تاہم ابھی تبلیغ اور تربیت کے میدان آپ کی خاص توجہ کے متقاضی ہیں۔ اہل لائبیریا کے دلوں کو اسلام کی خاطر جیتنے اور انہیں خدائے واحد کا پرستار بنانے اور اسلام کے پیغام امن وسلامتی کو پھیلانے کے لئے جس جوش وجذبہ کی ضرورت ہے، اس طرف ابھی پوری توجہ پیدا نہیں ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ لائبیریا ابھی تک اپنے ساتھی ممالک کی نسبت بیعتوں میں بہت پیچھے ہے۔

پس اس کمی کو دور کرنے کے لئے اولاً تو اپنے اندر ایک نیک نمونہ پیدا کریں، اپنے آپ کو اعلیٰ اسلامی اخلاق کا مالک بنائیں۔ آپ اس دور ابتلاء میں حقیقی اسلام کے نمائندہ ہیں۔ خدا کی خاطر خدا کی مخلوق سے محبت کی ادائیں سیکھیں۔ آپس میں محبت، حسن سلوک، غریب پروری اور عفو کو رواج دیں اور اپنی عملی زندگی میں آنحضرتؐ کی سیرت کو ہمیشہ مدنظر رکھیں۔ اپنی نسلوں کی بھی عمدہ رنگ میں تربیت کریں، اللہ اور اس کے رسول کی محبت ان کے دلوں میں بٹھائیں، قرآن سے پیار انہیں سکھائیں، ان کے دلوں میں خلافت احمدیہ سے محبت اور عقیدت پیدا کریں اور انہیں قیادت کے سلیقے سکھا کر اپنے قدموں پر کھڑا

کریں۔اپنے اعلیٰ اور نیک نمونہ سے ان کی اس رنگ میں تربیت کریں کہ جب کل کو یہ آپ کی جگہ لیں تو اپنی قائدانہ صلاحیتوں سے آئندہ آنے والی احمدیت کی ننھی کونپلوں کی عمدہ رنگ میں نشو ونما کریں اور انہیں ایسے اعلیٰ اخلاق کا خوگر بنادیں کہ ان کے معصوم چہروں پر دینداری اور روحانیت کا نور نظر آنے لگے۔

پس آج احمدیت فتح کے ادوار میں داخل ہونے کے لئے آپ سے بے لوث اور مخلصانہ قربانیوں کا مطالبہ کر رہی ہے۔پس آگے بڑھیں اور ہر آواز پر لبیک کہتے ہوئے بنی نوع انسان کی خدمت میں خواہ وہ لساناً ہو یا عملاً، ہمہ تن مصروف ہو جائیں۔بھٹکتی ہوئی روحوں کو اللہ کی طرف بلائیں اور ان کے دکھوں کا مداوا بھی کریں۔معاشرہ کو گندگیوں سے پاک کریں اور انسانیت کو امن وسلامتی کے ماحول سے آشنا بھی کریں۔پس دعاؤں سے کبھی غافل نہ ہوں اور آج قبولیت دعا کے تازہ اور زندہ نشانات اپنی ذات میں دیکھنے کی تمنا کریں۔اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو اور دین ودنیا کی حسنات سے نوازے اور دونوں جہان میں سرخرو کرے، (آمین)۔

جملہ احباب جماعت کو میرا محبت بھرا سلام۔

والسلام

خاکسار

(مرزا طاہر احمد)

**خلیفۃ المسیح الرابع**

(مطبوعہ ہفت روزہ النصر 27 فروری 1987ء)

# صد سالہ جوبلی کے جشن کے لئے دعوت الی اللہ کے میدان میں تیزی پیدا کریں

## خطبہ جمعہ فرمودہ 30 جنوری 1987ء

''.....پس خدا کے نام پر، خدا کی خاطر، اس کے دین کی عظمت کے لئے اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے غلبہ کی خاطر جماعت احمدیہ نے جو کام سنبھالے ہیں اور جن کی طرف میں خصوصیت سے آپ کو توجہ دلاتا رہا ہوں اور اس خطبہ میں ایک خاص نقطہ نگاہ سے مزید توجہ دلاؤں گا، ان کے متعلق سب سے عظیم الشان خوشخبری تو یہی ہے کہ وہ اللہ کی نظر میں ہیں اور دوسرے یہ کہ ان کاموں کو کوئی دنیا کی طاقت ناکام نہیں بنا سکے گی۔ اور تیسرا یہ کہ ان کا پھل صرف آخرت میں نہیں ملے گا، اس دنیا میں بھی لازماً ملے گا۔ یہ وہ کلمات اللہ ہیں، جن کو کوئی دنیا میں تبدیل نہیں کر سکتا۔ صد سالہ جوبلی کے متعلق میں نے بتایا تھا کہ صرف دو سال باقی رہ گئے ہیں اور صد سالہ جوبلی دراصل ہمارے دشمنوں کا اس وقت وہ خاص نشانہ بنی ہوئی ہے۔ ان کی نفرتوں کا، ان کے حسد کا اور وہ ہر طرح سے پورا زور لگا رہے ہیں کہ صد سالہ جوبلی کے جشن کو ناکام بنا دینا ہے''۔

''.....لیکن ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے، جہاں تک اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہے، یہ تو یقینی ہے کہ اس کے بدلے میں جو دشمن ہم سے کر رہا ہے، خدا تعالیٰ بہت بڑی عظمتیں دینے والا ہے۔ جس شان کا تصور کر کے انہوں نے نقصان پہنچانے کی کوشش کی تھی، ان کے ذہن سے یہ بات نکل گئی کہ ہم جس کے غلام ہیں، وہ تو لحہ لحہ نئی شان دکھانے والا آقا ہے۔ اور جس خدا نے اس کو پیدا کیا وہ تو

كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ

کا مقام رکھتا ہے۔ اسی سے ہر شان پھوٹتی ہے۔ تو جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہو اور اللہ کا غلام ہو، اس کی شان کیسے کوئی نوچ کے چھین سکتا ہے۔ ناممکن کام ہے، یہ ان کے لئے۔ اگر خدانخواستہ ربوہ میں حالات ایسے نہ ہوئے کہ وہاں جشن اس طرح منایا جائے، جیسا کہ جماعت نے منانا تھا تو دنیا کے کونے کونے میں اس شان اور اس قوت کے ساتھ یہ جشن منایا جائے گا کہ دشمنوں کے کانوں کے پردے پھٹ جائیں گے، اس کے ولولے سے اور ان کے دبدبے سے۔ جس شوکت سے نعرۂ تکبیر بلند ہوں گے دنیا میں،

وہ ان کے دلوں کو دہلا دینے والی شوکت ہوگی۔ اس لئے کہاں ان کی طاقت، کہاں ان کی مجال کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کی شان کھینچ سکیں، شان نوچ سکیں، یہ نہیں نوچ سکتے۔ یہ ملک جہاں میں اس وقت مخاطب ہو رہا ہوں آپ سے، یہ ملک بھی نئی اور دوبالا شان کے ساتھ اسلام کا حسن دنیا کے سامنے پیش کر رہا ہوگا۔ اور آپ ہوں گے، جو اس حسن کو دنیا کے سامنے پیش کر رہے ہوں گے۔ افریقہ بھی ایک نئی شان کے ساتھ، نئے ولولے کے ساتھ پیش کر رہا ہوگا۔ نئے روپ کے ساتھ یہ شان ایشیاء کے سارے ممالک میں دکھائی جائے گی، نئے روپ کے ساتھ یہ شان دنیا کے ہر براعظم میں دکھائی جائے گی۔

اس کے لئے، اس کی تیاری کے لئے وقت تھوڑا رہ گیا ہے۔ اس کی طرف میں آپ کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ صرف مالی قربانی کافی نہیں ہے۔ آپ نے خدا سے ایک عہد باندھا ہے، خدا نے آپ سے ایک عہد باندھا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اپنی جانیں بھی ہم تیرے حضور پیش کر دیتے ہیں، ہماری نہیں رہیں، پہلے بھی تیری تھیں مگر ہم ایک اور رنگ میں اب تجھے واپس کرتے ہیں۔ جس رنگ میں ہمارا غیر واپس نہیں کرتا تجھے۔ یہ طوعاً کا مضمون ہے، کرھاً کا مضمون نہیں۔ اور دوسرے ہمارے اموال بھی تیرے ہی تھے، اب بھی تیرے ہیں۔ مگر ہم طوعاً تجھے واپس کرتے ہیں، جبکہ باقی دنیا سے تو کرھاً واپس لیتا ہے۔ یہ وہ مضمون ہے عہد کا، جس کو زندگی کے ہر پہلو میں، زندگی کے ہر عمل میں دخل ہے۔ اور زندگی کا جو پہلو، جو عمل بھی اس سے متاثر ہوتا ہے، اس پر خدا کے پیار کی نظر پڑتی ہے۔ یہ مضمون ہے، جو اس آیت میں بیان ہوا ہے۔ اس لئے اپنی زندگی کے ہر پہلو کو اللہ تعالیٰ کے پیار کا مرکز بنا دیں۔ ہر عمل کو ایسا حسین بنانے کی کوشش کریں کہ خدا کی محبت اور پیار اور رضا کی آنکھ اسے اس طرح دیکھ رہی ہو، جیسے آپ اپنے بچوں اور اپنے پیاروں کی پیاری حرکتوں کو دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ اس سلسلے میں جیسا کہ میں نے پہلے بھی گزارش کی ہے کئی مرتبہ، محسوس یہ ہو رہا ہے کہ اتنے زیادہ کام پڑے ہوئے ہیں کہ ہم میں استطاعت نہیں ہے، وہ کام کرنے کی۔ اس لئے ایک ہی حل ہے، اس صورت حال کا کہ اپنا جو کچھ ہے، وہ خدا کے سپرد کر دیں۔ جو کچھ کر سکتے ہیں، وہ سب کچھ کریں۔ باقی خانے جتنے بھی خالی رہ جائیں گے، وہ خدا خود بھرے گا۔ یہ اس کا وعدہ ہے۔ اس لئے اپنی طرف سے کسی قسم کی کمی نہ آنے دیں۔

صد سالہ جشن میں مختلف رنگ میں جو ہم نے خدا کے حضور اپنے عاجزانہ، فقیرانہ ہدیے پیش کرنے ہیں، التحیات للہ کے مضمون کو پیش نظر رکھتے ہوئے، ان میں بہت سی باتیں ہیں، جو صد سالہ جوبلی کے پیش نظر اس سے پہلے بیان کی جا چکی ہیں۔ اور بہت سی ایسی باتیں ہیں، جن پر مسلسل غور ہو رہا ہے۔ اور وہ

لوگ جن کے کام ہیں، وہ مصروف ہیں دن رات ان باتوں کو مزید نکھارنے اور سنوارنے پر۔اور کس طرح ان کو عمل کی شکل میں ڈھالا جائے گا، کون کیا کام کرے گا؟ یہ تمام کام ایسے ہیں، جن پر مسلسل کام ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ اور اس کی تمام دنیا کی جماعتوں کو حصہ رسدی اطلاعیں دی جارہی ہیں۔

بالعموم جماعت کو جو میں اس ضمن میں خاص توجہ دلانا چاہتا ہوں، وہ یہ ہے کہ صد سالہ جوبلی کے دوران میرے دل کی تمنا یہ ہے کہ بہت سے ایسے ممالک، جہاں مقامی طور پر چند خاندان ابھی تک اسلام میں داخل ہوئے ہیں، وہاں کم سے کم سو خاندانوں کو ہم اسلام میں داخل کر لیں۔اور جہاں جماعت نافذ ہو چکی ہے، وہاں ہم یہ کہہ سکیں کہ ہر سال کے لئے ہم یہ حقیر اور عاجزانہ تحفہ پیش کرتے ہیں کہ ہم نے مقامی طور پر ایک خاندان کو داخل کر لیا ہے۔بعض ممالک میں تو خدا کے فضل سے ہزاروں خاندان داخل ہو چکے ہیں۔لیکن آپ جس ملک میں رہتے ہیں اور یورپ کے اور بہت سے ممالک ان میں بدقسمتی سے مقامی احمدیوں نے یعنی وہ لوگ جو باہر سے آکر مقامی بنے، انہوں نے تبلیغ کی طرف پوری توجہ نہیں کی۔اور جو کام ان کو بیس پچیس سال پہلے سے شروع کرنا چاہئے تھا، اسے شروع کرنے میں بہت دیر کر دی۔نتیجہ یہ نکلا کہ جس رنگ میں یہاں داعی الی اللہ بننے چاہئے تھے اور جو یہاں کے لوگ استطاعت رکھتے ہیں، اس کا عشر عشیر بھی ہم نتیجہ حاصل نہیں کر سکے۔اور یہ صورت حال صرف انگلستان پر ہی صادق نہیں آرہی بلکہ دنیا کے اور بہت سے ممالک ہیں، یورپ کے بھی اور بعض اور جگہوں پر بھی جہاں یہی کیفیت ہے اور وقت اتنا تھوڑا رہ گیا ہے کہ صرف دو سال رہ گئے ہیں۔اس لئے اب اس کام کو غیر معمولی طور پر اہمیت دے کر دوبارہ اپنے ہاتھ میں لیں۔جو لوگ داعی الی اللہ بن چکے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو بے حد مبارک فرمائے۔لیکن جو نہیں بنے ابھی تک، ان کو فوراً توجہ کرنی چاہئے۔اور جو بن چکے ہیں، ان کو اپنے کاموں کا جائزہ لینا چاہئے کہ آیا ان کی کوششیں پھل پیدا کر بھی رہی ہیں کہ نہیں۔بعض ایسے نوجوان ہیں یا بڑی عمر کے بھی جو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ پورے خلوص اور تقویٰ کے ساتھ اللہ کی طرف دعوت دینے کے پروگرام میں شامل ہوئے اور ان کو ہر سال اللہ تعالیٰ پھل دے رہا ہے۔انہی جگہوں پر دے رہا ہے، جنہیں آپ بے پھل کی جگہیں سمجھتے ہیں۔انہی زمینوں پہ پھل دے رہا ہے، جنہیں آپ سنگلاخ سمجھتے ہیں۔اس لئے یہ بہانہ تو خدا تعالیٰ کے ہاں قبول نہیں ہوگا کہ ہم ایسے ملک میں رہتے تھے، جہاں دنیا ترستی تھی، دنیاداری میں لوگ اتنا بڑھ گئے تھے کہ بات نہیں سنتے تھے۔بات سنانے کا ڈھنگ سیکھنا پڑے گا۔اور بات سنانے کے ڈھنگ میں خدا تعالیٰ نے یہ ہمیں بتایا ہے کہ تقویٰ کا مضمون داخل ہے۔جتنا زیادہ تقویٰ ہو، اتنا ہی بات میں زیادہ اثر ہوتا

چلا جاتا ہے۔ ورنہ خالی چالاکی کام نہیں آتی، خالی علم کام نہیں آتا۔ اس لئے بات میں وزن پیدا کرنے کے لئے اندرونی تقویٰ کا معیار بلند کرنا ہوگا۔ اور صرف یہ نہ سوچیں کہ فلاں میں نقص تھا، اس لئے بات نہیں سنی گئی۔ یہ بھی غور کریں کہ کہیں کہنے والے میں تو نقص نہیں ہے۔ یہی بات ایک اور شخص کہتا ہے تو اثر رکھتی ہے۔ یہی بات ایک اور شخص کہہ رہا ہے تو اثر کھو دیتی ہے۔ اس لئے بات کا قصور نہیں۔ ہو سکتا ہے، سننے والے کا قصور ہو لیکن بعید نہیں کے سننے والے کا بھی قصور نہ ہو بلکہ سنانے والے کا قصور ہو۔ اس لئے اپنا جائزہ پورا کر لیں اور دیکھ لیں کہ کیا کمی رہ گئی ہے بات میں، اس کے انداز میں یا سنت کے مطابق تھی بھی کہ نہیں آپ کی تبلیغ۔ اور اس کو درست کریں، اس کے نوک پلک درست کریں، اسے خوبصورت بنائیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دعوت الی اللہ کے ساتھ حسن قول کا ذکر فرمایا ہے اور پھر حسن عمل کا ذکر فرمایا ہے۔ قول بھی حسین کریں اور وہ عمل، جو اس حسین قول کے ساتھ چولی دامن کا ساتھ رکھتا ہے، جس کے بغیر قول حسین بنتا نہیں، وہ حسین عمل بھی پیدا کریں۔ اور پھر دعا کریں تا کہ آپ کی باتوں میں غیر معمولی برکت ہو، اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاص اثر پیدا ہو۔ اگر یہ شرائط آپ پوری کر دیں تو ناممکن ہے کہ آپ کی تبلیغ بے ثمر رہ جائے، اس سے کوئی نتیجہ پیدا نہ ہو، یہ نہیں ہو سکتا۔

لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ

میں ایک یہ بھی مضمون داخل ہے۔ جس کام کو جس طرح حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے کامیابی کے ساتھ کر کے دکھا دیا، اگر آپ اسی کام کو اسی طرح کریں گے تو لازماً اس جیسے نتیجے نکلنے شروع ہو جائیں گے۔ اس حقیقت میں بھی کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہو سکتی۔ اس لئے ساری دنیا کے داعی الی اللہ اس مضمون کو پیش نظر رکھ کہ ایک نیا عہد باندھیں۔ دو سال کا وقفہ بہت ہی تھوڑا وقفہ ہے۔ داعی الی اللہ بننے کے لئے شروع میں کچھ محنت کرنی پڑتی ہے"۔

".... ایسے داعی الی اللہ ہیں اللہ کے فضل سے، جنہوں نے گزشتہ ایک دو سال میں پچاس سے زائد بیعتیں کرائی ہیں اور بڑی مخلص بیعتیں کرائی ہیں۔ بڑی معنی رکھنے والی، وزن رکھنے والی بیعتیں کروائی ہیں۔ نئی جگہوں پہ احمدیت کے پودے لگائے ہیں۔ مثلاً افتخار ایاز صاحب ہیں۔ ایک جزیرہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بالکل نیا جزیرہ انہوں نے احمدیت اور اسلام کے لئے فتح کیا۔ اور اس ایک جزیرے میں ہی پچاس سے زائد بیعتیں اب تک ہو چکی ہیں۔ پھر ایک ساتھ کے جزیرے میں بھی ایک خاندان کو اللہ تعالیٰ نے ان کی کوششوں سے توفیق عطا فرمائی۔ اور یہ کوئی جماعت کے باقاعدہ مبلغ تو ہیں نہیں، اپنا کام کرتے

ہیں۔تو وہ لوگ جو کہتے ہیں ہمیں کام کے بعد وقت نہیں ملتا، ان کے لئے ایک نمونہ ہے یہ۔تو ہر شخص کے لئے خدا تعالیٰ نے ایک توفیق رکھی ہوئی ہے۔

آئندہ دو سال کے لئے ہر احمدی کو دوبارہ یہ عہد کرنا چاہئے کہ سال میں ایک دفعہ، ایک احمدی بنانے کا جو میں عہد کرتا رہا ہوں یا سنتا رہا ہوں کہ مجھے عہد کرنا چاہئے، اب آخری دو سال رہ گئے ہیں، سو سالہ جشن میں، ان دو سالوں میں، میں اپنا نام بھی خدا تعالیٰ کی اس فہرست میں لکھوالوں، جس کا ذکر قرآن کریم کی ان آیات میں ملتا ہے کہ میری نظر پڑتی ہے، جب تم اچھے کام میری خاطر کرتے ہو۔ یہ نہ ہو کہ سو سال کا عرصہ گزر جائے اور پہلے سو سال میں میرا شمار ہی نہ ہو کہیں۔ اور یہ بہت ہی اہم فریضہ ہے، جو ہم نے ادا کرنا ہے۔ اگلے سو سال کی تیاری کے لئے جب تک ہماری تعداد اتنی نہ ہو، جو اتنا عظیم کام سنبھال سکے، اس کی ذمہ داریوں کو ادا کر سکے۔ اس مختصر تعداد کے ساتھ جو اس وقت ہم رکھتے ہیں، اگلی صدی میں دندناتے ہوئے داخل ہونا، بظاہر ایک غیر حقیقی بات نظر آتی ہے۔ خدا کے فضل سے ہوگا تو یہی لیکن دیانت داری اور تقویٰ کے ساتھ اتنی تعداد تو حاصل کرنے کی کوشش کریں، جو ساری دنیا کو معنی خیز چیلنج کر سکے۔ اس لئے آئندہ دو سال کے اندر نہ صرف یہ عہد کرے ہر احمدی بلکہ اس عہد کے پیچھے پڑ جائے۔ دن رات اسے حرز جان بنالے اور چین نہ پائے، جب تک اس کی کوششوں کو پھل نہ لگنے شروع ہو جائیں۔ اور جب میں ایک احمدی کہتا ہوں تو خاندان کے نقطہ نگاہ سے دیکھیں تو ایک خاندان ایک اور خاندان بنائے۔ اور جہاں جہاں اب تک مقامی طور پر احمدی حاصل نہیں ہوئے، یعنی مقامی طور پر پودے جو وہیں کی آب و ہوا کے پودے ہیں، وہ حاصل نہیں ہوئے، وہاں کوشش کریں، جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے کہ کم سے کم ایک سو خاندان تو پیش کر سکیں ہم کہ ہر سال کا ایک خاندان ہم تیرے حضور پیش کرتے ہیں۔

اگر سارے احمدی اس عہد کو چمٹ جائیں، حرز جان بنالیں، دن رات دعائیں کریں اپنے لئے اور ایک لگن کے ساتھ محنت کرنی شروع کر دیں تو جتنے خاندان احمدی یہاں موجود ہیں، اتنے ہی اور خاندان آپ کو عطا ہو سکتے ہیں۔ لیکن سو میں نے اس لئے کہا کہ ضروری نہیں کہ ہر شخص کو انگریز پھل ہی ملے۔ ہو سکتا ہے کسی کو یہاں سے جاپانی پھل مل جائے۔ ہو سکتا ہے کسی کو چینی پھل مل جائے۔ کسی کو ہندوستانی، کسی کو پاکستانی۔ تو سو خاندان جب میں کہتا ہوں تو یہ مراد نہیں کہ باقی سارے کام نہ بھی کریں تو سو تو مل جائیں۔ میں توقع رکھتا ہوں کہ سارے کام کریں۔ ہر شخص، ہر خاندان اللہ تعالیٰ کے حضور ایک نیا شخص یا ایک نیا خاندان ضرور پیش کر رہا ہو۔ اور ان میں سے کم از کم سو خاندان تو انگریز ہوں۔ اور اگر جرمنی میں کام کر رہا ہے داعی الی اللہ تو کم از کم سو خاندان جرمن ہوں۔ اسی طرح یہ پیغام آگے پھیلتا چلا جائے گا۔

لیکن اس میں بھی امر واقعہ یہ ہے کہ جب میں کہتا ہوں کہ دو، آئندہ دو سال میں تو درحقیقت یہ دو بھی کافی نہیں ہیں۔ یہ کم سے کم عہد ہونا چاہئے، ایک احمدی کا۔ اب وقت یہ نہیں ہے کہ ہم ایک اور دو میں باتیں کر رہے ہوں۔ بہت بڑے کام ہیں، جو کرنے والے ہیں۔ ہمارے مقابل پر دنیا کی طاقت اتنی زیادہ ہے کہ ایک ملک پہ بھی ہم اپنی ساری طاقت کو مرکوز کر دیں، تب بھی بے انتہاء محنت کرنی پڑے گی، اس ملک کو فتح کرنے کے لئے یعنی اسلام کے لئے اور اللہ کے لئے۔ تو اس لئے جب میں یہ کہتا ہوں تو جتنا بھی زور دوں، آپ پوری طرح سمجھ نہیں رہے میری بات کو، کتنا زور دینے کی ضرورت ہے۔ جتنا بھی تصور آپ کا پہنچتا ہے، اس تصور کو وہاں تک پہنچائیں، تب بھی آپ پوری بات نہیں سمجھیں ہوں گے۔ بہت زیادہ اہم بات ہے کہ ہم جلد از جلد اپنی تعداد کو غیر معمولی طور پر آگے بڑھائیں"۔

"....پس دو کی باتیں کرنے کا وقت نہیں ہے۔ لیکن کمزوروں پر جب نظر کی جاتی ہے، وہ جو جن کے پاس ہیں ہی دو، یعنی جن کی طاقت ہی دو تک پہنچتی ہے تو ان کو بھی ساتھ لے کے چلنا پڑتا ہے۔ لیکن یہ مراد نہیں کہ آپ میں سے ہر ایک دو کی تمنا لے کر آگے بڑھے یا دو کا عزم لے کر آگے بڑھے۔ آپ ہزاروں کا عزم لے کر آگے بڑھیں اور دعا کریں اور کوشش کریں اور دعا کے ذریعے اپنی توفیق بڑھاتے چلے جائیں۔ پھر دیکھیں کہ کس شان کے ساتھ آپ اگلی صدی میں داخل ہو رہے ہوں گے۔ کتنا لطف آئے گا، کتنا اطمینان ہوگا آپ کو کہ ان دو سالوں کے اندر آپ کے پیچھے کچھ لوگ ایسے ہوں گے، جو روحانی فرزند کے طور پر نئی صدی میں داخل ہو رہے ہوں گے۔ نئے خاندان آپ کے پیچھے پیچھے آپ کو امام بنا کر نئی صدی میں داخل ہو رہے ہوں گے"۔

"....تو بہت ہی بڑا ایک شاندار گیٹ سجا ہوا آپ کے سامنے آنے والا ہے۔ اس عظیم الشان گیٹ سے جو حمد و ثنا سے سجا ہوا ہے، جو درود سے سجا ہوا ہے، اس میں سے آپ نے سجدہ کرتے ہوئے داخل ہونا ہے، اگلی صدی میں۔ یہی ہمارا جشن ہے۔ تو اس شان سے داخل ہوں کہ آپ کے ساتھ ایک ذریت طیبہ ہو، ایک عظیم الشان روحانی اولاد ہو متقیوں کی، جو آپ کے ساتھ ساتھ ایک اجتماع بناتے ہوئے، ایک جلوس بناتے ہوئے اس گیٹ سے گزر رہی ہو۔ اس کے لئے بہت ہی محنت کی ضرورت ہے۔ اور سب سے بڑی اور اول ضرورت یہ ہے کہ احساس دل میں اتنا جاگزیں ہو جائے، اس قوت کے ساتھ جانشین ہو جائے کہ آپ اس احساس کو کسی طرح بھلا نہ سکیں۔ صبح بھی یہ احساس لے کر اٹھیں اور شام کو بھی، رات کو بھی یہ احساس لے کر سوئیں اور سارا دن آپ کا دل کریدتا رہے یہ احساس کہ میں نے کتنے بنائے ہیں، میں نے

کتنے بنائے ہیں۔سنتا ہوں کہ فلاں نے اتنے بنا لئے ، مجھے کتنی توفیق ملی ہے۔اس لئے ساری دنیا کے احمدی سب سے پہلے اس احساس کو پیدا کرنے کی طرف متوجہ ہوں۔اور جیسا کہ میں نے ذکر کیا ہے، پھر جب دعائیں کریں گے تقویٰ کے ساتھ، قول حسن اور فعل حسن کے ساتھ تبلیغ شروع کریں گے تو اللہ تعالیٰ لازماً آپ کو پھل عطا فرمائے گا۔یہ خدا کی سنت ہے، جسے وہ تبدیل نہیں کیا کرتا۔

جہاں تک دشمنوں کی باتوں کا تعلق ہے، دشمن بھی تیز تر ہوگا اپنی کوششوں میں۔یہ نہ سمجھیں کہ وہ بیٹھا رہے گا۔آپ میں سے اکثر کے احساس کے بیدار ہونے سے پہلے دشمن بیدار ہو چکا ہے۔آپ نے ابھی اپنے اعمال کو اس قوت اور شان کے ساتھ ظاہر بھی نہیں کیا تھا کہ دشمن بھانپ گیا تھا کہ آپ کیا کرنے والے ہیں۔اور وہ آپ سے بہت زیادہ پہلے ان باتوں میں سرگرم عمل ہو چکا ہے۔جو کام آپ نے کرنے ہیں، ان کے خلاف منصوبے پہلے بنا چکا ہے۔اس لئے لازماً یہ خیال رکھنا ہوگا کہ یہ کام آپ کے لئے اس رنگ میں آسان نہیں ہے کہ آپ اکیلے کام کر رہے ہیں اور کوئی مخالفانہ کوشش نہیں ہو رہی۔ ہر جگہ جہاں جہاں آپ جائیں گے، جہاں جہاں آپ کوشش کریں گے، وہاں دشمن آپ کا تعاقب کرنے کی کوشش کرے گا اور آپ کے نیک کاموں کو ضائع کرنے کی کوشش کرے گا"۔

".....لیکن خدا یہ بتاتا ہے کہ اگر تم ولی اللہ بن جاؤ گے، اگر اللہ سے دوستی کر کے یہ کام آگے بڑھاؤ گے تو پھر تمہارے لئے کسی قسم کا حزن اور کسی قسم کا خوف نہیں۔ پھر تو لازماً دشمن نے ہارنا ہی ہارنا ہے۔یوں ہی باتیں ہوں گی، شور ہوگا اور عملاً کوئی نقصان بھی تمہیں نہیں پہنچا سکیں گے۔تو اس مسئلے کا حل بھی ساتھ رکھ دیا بلکہ حل پہلے رکھا اور مسئلہ بعد میں بیان فرمایا۔یہ ہے خدا کے پیار کا اظہار"۔

".....اس لئے آخر پہ قرآن کریم نے اس مضمون کی طرف توجہ دلائی کہ ساری تقدیر خدا کی تمہارے لئے تقدیر خیر ہے۔اس میں کوئی شر کا پہلو نہیں ہوگا۔اتنی کامل کامیابی ہے تمہارے مقدر میں کہ دنیا میں بھی تم کامیاب رہو گے اور آخرت میں بھی تم کامیاب رہو گے۔ بشریٰ ہی بشریٰ ہے تمہارے لئے لیکن اس کے باوجود دعاؤں سے غافل نہ رہنا۔کیونکہ دعائیں تقدیر کے عمل کو تیزی سے آگے بڑھاتی ہیں، اور دعائیں ہی ہیں، جو ہر کوشش میں پھل پیدا کرتی ہیں۔اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے، آمین"۔

(مطبوعہ خطبات طاہر جلد 06 صفحہ 65 تا 82)

# صحابہ کرامؓ کے نمونہ کو زندہ کرنے کے لئے جماعت احمدیہ کو قائم کیا ہے

## پیغام بر موقع جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ آئیوری کوسٹ

بسم اللہ الرحمان الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

میرے پیارے عزیزو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

جماعت احمدیہ آئیوری کوسٹ کے تیسرے جلسہ سالانہ کی خبرسن کر بہت خوشی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے۔ اللہ کرے کہ اس جلسہ کی برکات بہت ہی وسیع ہوں اور ہر کس وناکس اس سے سیراب ہو۔

الحمدللہ، ثم الحمدللہ کہ جماعت احمدیہ آئیوری کوسٹ میں بیداری کی ایک نئی لہر پیدا ہوئی ہے۔ مالی اعتبار سے بھی بجٹ میں اضافہ ہوا ہے اور تبلیغ میں بھی وسعت پیدا ہوئی ہے۔ اور داعیان الی اللہ باوجود مخالف حالات کے بڑی جرأت، صبر اور حوصلہ کے ساتھ تبلیغ میں مصروف ہیں۔ جس کے شیریں پھل بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہو رہے ہیں۔ پس آگے بڑھیں اور ہر اس بستی میں پہنچیں، جہاں ابھی احمدیت کا پودا نہیں لگا۔ اپنے ملک اور اس کے دائیں بائیں ہر خطۂ زمین کو احمدیت یعنی حقیقی اسلام کے نور سے منور کر دیں۔ مخالفتوں سے گھبرانا نہیں۔ یہ روکیں تو عظیم الشان فتح کی خوشخبری دے رہی ہیں۔ پس ہر مشکل گھڑی میں اپنا قدم آگے بڑھائیں تا نصرت خداوندی اسے چومے اور ترقی کا ایک نیا زینہ اسے عطا کرے۔

پیارے عزیزو! جب مخالفتیں اور روکیں بڑھ جاتی ہیں تو مومن کا ایسے ابتلائی دور میں ردعمل یہ ہوا کرتا ہے کہ وہ صبر اور دعا کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد مانگتے ہوئے اخلاص، قربانی اور تقویٰ پر قدم مارتا اور یار نہاں میں نہاں ہو جایا کرتا ہے۔ جتنی روکیں راہ میں حائل ہوتی چلی جاتی ہیں، مومن کی قربانی اخلاص اور تقویٰ کا معیار بھی اتنا ہی بلند ہوتا چلا جاتا ہے۔ یہی حال صحابہ کرامؓ کا تھا۔ جن کے نمونہ کو از سر نو زندہ کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں جماعت احمدیہ کو قائم کیا ہے۔ ان صحابہ کا کمال یہ تھا کہ وہ نیکی کی ہر راہ کو اس لئے اختیار کرتے تھے کہ نہ معلوم کس راہ سے قبول کئے جائیں۔

پس آج کا دور ہم سے ان عظیم قربانیوں کا مطالبہ کرتا ہے، جنہیں قرون اولیٰ کے مسلمانوں نے چوم چوم کر قبول کیا تھا۔ یاد رکھیں قربانیوں کا ہر عمل اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ اور تزکیۂ نفوس واموال کا موجب ہوا کرتا ہے۔ ایک احمدی کی قربانی کبھی روح تقویٰ سے خالی نہیں ہونی چاہئے۔ کیونکہ کوئی ایسا عمل، جو تقویٰ سے خالی ہو، خدا تعالیٰ تک نہیں پہنچ سکتا۔

پس اپنے اور اپنی اولادوں کے اندر نیک تبدیلی پیدا کریں۔ کبھی دعاؤں سے غافل نہ ہوں۔ اپنے قیام، رکوع اور سجود کو حمد باری تعالیٰ سے بھر دیں اور ایسے پاک وجود بن جائیں کہ جن کے نقوش پا پر چل کر آپ کی آئندہ نسلیں سنور جائیں۔ اور وہ اسلام کی جیتی جاگتی تصویر بن جائیں اور اپنے اعلیٰ اخلاق اور پاک نمونے سے ہر کس و ناکس کے لئے مشعل راہ ثابت ہوں۔

پس مایوس نہ ہوں اور چھوٹی چھوٹی مخالفتوں سے ماندہ نہ ہوں۔ بالآخر انشاء اللہ

تم دیکھو گے کہ انہی میں سے قطرات محبت ٹپکیں گے

اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔ جماعت کے چھوٹوں کو بھی اور بڑوں کو بھی، عورتوں کو بھی اور مردوں کو بھی، سب کو میرا محبت بھرا اسلام۔

اب میں آخر پر اپنے اس پیغام کو حضرت مسیح موعودؑ کے ایک اقتباس پر ختم کرتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"......عزیزو! یہ دین کے لئے اور دین کی اغراض کے لئے خدمت کا وقت ہے۔ اس وقت کو غنیمت سمجھو کہ پھر کبھی ہاتھ نہیں آئے گا...... تم اپنے وہ نمونے دکھلاؤ، جو فرشتے بھی آسمان پر تمہارے صدق وصفا سے حیران ہو جائیں اور تم پر درود بھیجیں۔ تم ایک موت اختیار کرو تا تمہیں زندگی ملے۔ اور تم نفسانی جوشوں سے اپنے اندر کو خالی کرو تا خدا اس میں اترے۔ ایک طرف سے پختہ طور پر قطع کرو اور ایک طرف سے کامل تعلق پیدا کرو۔ خدا تمہاری مدد کرے...... تمہارے اندر ایسی تبدیلی پیدا ہو کہ زمین کے تم ستارے بن جاؤ اور زمین اس نور سے روشن ہو، جو تمہارے رب سے تمہیں ملے۔ آمین، ثم آمین"۔

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 83 تا 85)

والسلام

خاکسار

(مرزا طاہر احمد)

**خلیفۃ المسیح الرابع**

(مطبوعہ ہفت روزہ النصر 30 جنوری 1987ء)

# صد سالہ جوبلی منصوبہ کی کامیابی کے لئے بہت دعاؤں کی ضرورت ہے

## خطبہ جمعہ فرمودہ 06 فروری 1987ء

"....گزشتہ خطبہ میں، میں نے احباب جماعت کو ان بڑھتی ہوئی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی تھی، جو صد سالہ جوبلی کے قریب تر آنے کے نتیجے میں ہم پر عائد ہوتی ہیں۔ جلسہ سالانہ جو قادیان اور پھر ربوہ میں منایا جاتا رہا، اس کی تیاریاں تو قریباً ایک مہینہ، دو مہینے پہلے منظر عام پر ابھر آیا کرتی تھیں۔ اور جو مخفی تیاریاں ہیں بنیادی وہ تو شروع سال سے ہی چلا کرتی تھیں۔ تو اگر سالانہ جلسے کے لئے اتنی ذمہ داریاں ہیں، جنہیں ادا کرنا ہوتا ہے۔ کچھ لوگ ایسے ہیں، جن کے لئے جلسے کی تیاریاں ختم ہی نہیں ہوتیں۔ افسر جلسہ اور ان کے بعض مستقل ساتھی، وہ جلسہ ختم ہوتے ہی پھر یہ جائزے لیا کرتے تھے کہ کیا کمزوریاں رہ گئیں پچھلے جلسہ میں اور کیا ایسی مشکلات تھیں، جن کا ازالہ آئندہ ہمیں لازماً کرنا ہوگا۔ اور اس کے ساتھ ہی پھر چیزوں کی خرید و فروخت، آئندہ روٹی پکانے کی مشینوں کی تیاری، انتظامی ڈھانچہ تجویز کرنا اور ان کی ذمہ داریاں ان کو تقسیم کرنا۔ بہت سے ایسے کام تھے، جو مسلسل جاری رہتے تھے۔ بیرکس کی تعمیر ہے، نئی جگہیں چاہئیں، ہر سال جماعت بڑھتی جاتی ہے اور اس کی وجہ سے وسعت پذیر ہے، جلسے کا کام۔ تو سو سالہ جشن کی تیاری کے لئے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ کتنی زیادہ محنت اور توجہ اور انہماک کی ضرورت ہے۔ اور جو تیاریاں مخفی چل رہیں ہیں، وہ تو میں نے بیان کیا تھا کہ بہت لمبے عرصے سے جاری ہیں۔ لیکن اب وقت آ گیا ہے کہ یہ منظر عام پر ابھرنے والی تیاریاں بھی شروع ہو جائیں اور اس میں ساری جماعت کو حصہ لینا ہوگا۔

تمام ملکوں میں اس وقت سو سالہ جشن منانے والی منصوبے کی کمیٹیاں قائم کی جا چکی ہیں۔ اور ان ملکوں میں سے پھر کچھ گروہ بنا کر تین تین، چار چار، پانچ پانچ ملکوں کے ایسے گروہ بنا دیئے گئے ہیں، جن میں علاقائی کمیٹیاں قائم کر دی گئیں ہیں۔ پھر علاقائی سطح کے علاوہ مشرق اور مغرب کی تقسیم کے لحاظ سے، Continents کی تقسیم کے لحاظ سے، مختلف اس سے بالا کمیٹیاں بھی قائم ہیں۔ اور دو مرکزی کمیٹیاں ہیں، ایک جو شروع سے ہی ربوہ میں کام کر رہی ہے اور ابھی بھی جاری ہے اور ایک جو بیرون ربوہ کے ممالک میں خصوصی ہدایات دینے اور ان کے کاموں کو مرتب کرنے اور ایک دوسرے سے باہم رابطہ پیدا

کرنے کے لئے قائم کی گئی ہے۔ وہ بھی گزشتہ سال سے بڑے انہماک سے کام کر رہی ہے۔ تو اب ضرورت یہ ہے کہ احباب جماعت اپنی اپنی صلاحیتیں اور اپنی قابلیتیں اپنے اپنے امراء کی وساطت سے ان کمیٹیوں کو پیش کریں۔ کیونکہ ہر علم کے، ہر شعبۂ زندگی کے ماہرین کی شدید ضرورت ہے۔ مردوں کی بھی ضرورت ہے، خواتین کی بھی، بوڑھوں کی بھی، بچوں تک کی بھی ضرورت ہے کہ وہ اپنے اپنے رنگ میں، اپنے اپنے دائرہ کار میں اس صد سالہ جشن کو کامیاب بنانے کے لئے کیا محنت کریں گے؟ کیا خدمات سرانجام دیں گے؟ اس کی وہ وضاحت کریں گے تو کمیٹیوں کی بھی راہنمائی ہوگی۔

منصوبے کے متعلق ایک تو مرکزی منصوبہ ہے، جو ساری دنیا کی راہنمائی کے لئے مکمل ہو چکا ہے۔ کئی حصے اس کے تنفیذ کے عمل میں ہیں یعنی ان پر عمل درآمد ہو رہا ہے یا کچھ حصہ پر ہو چکا ہے۔ کچھ علاقائی کمیٹیاں اس وقت ان منصوبوں کی روشنی میں خود غور کر رہی ہیں۔ لیکن ہر ملک کو اپنے پاؤں پر کھڑا ہو کر اپنا مقامی منصوبہ بھی بنانا چاہئے۔ اور اس کے لئے یہ انتظار نہیں کرنا چاہئے کہ مرکز کی طرف سے کب ہدایات آتی ہیں؟ کب ان کی طرف سے بنا بنایا منصوبہ ملتا ہے؟ کیونکہ ہر ملک کی اپنی ضروریات ہیں، ہر ملک کے اپنے مسائل ہیں، ہر ملک کی جماعت کی قوت مختلف ہے، ہر ملک میں جماعت کے تعلقات حکومت والوں سے مختلف ہیں۔ مخالفتوں کا مقام بھی مختلف ہے۔ درجہ بدرجہ کہیں زیادہ مخالفت، کہیں کم۔ ہر ملک میں انسانی آزادی کا معیار مختلف ہے۔ غرضیکہ اتنے اختلاف کی باتیں موجود ہیں کہ ایک مرکزی منصوبہ ہر ملک میں سو فیصدی چسپاں ہو ہی نہیں سکتا۔ شکلیں الگ الگ ہوں تو ہر دوسرے کی مختلف شکل کی چیز کا بسا اوقات ایک دوسری شکل کی چیز میں فٹ بیٹھنا بڑا مشکل ہو جاتا ہے۔ اور پھر یہ کہ جو منصوبہ بنیاد سے اٹھے، وہ بہت زیادہ حقیقی ہوتا ہے۔ جو باہر سے آتا ہے، اس میں کچھ نظریاتی باتیں، کچھ غیر حقیقی سوچیں شامل ہو جاتی ہیں۔ اس لئے میں نے مرکزی کمیٹی کو بھی ہدایت کی ہے کہ وہ بنیاد سے منصوبے اٹھوا کر اپنی طرف ان کو حرکت دیں اور منگوانے شروع کریں۔ اور ان کی روشنی میں کچھ ان کو عمومی عالمی منصوبوں میں بھی بہتر نقوش کا اضافہ کرنے کی توفیق ملے گی۔ اور جو عالمی منصوبہ مقامات تک پہنچے گا، ملکوں تک پہنچے گا، اس کی روشنی میں وہ اپنی خامیاں دور کرنے کے قابل ہو سکیں گے۔ اس لئے اب تمام ملک اپنے اپنے ہاں فوری طور پر اپنی طاقتوں اور ملکی حالات جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے، ان کا اندازہ لگا کر یہ سوچنا شروع کریں کہ وہ کس طرح یہ جشن منائیں گے۔ اور اس کے خدوخال کو معین کر کے امیر کی وساطت سے اپنی علاقائی کمیٹی کو بھجوائیں اور علاقائی کمیٹیاں اس کو نظر ثانی کرنے کے بعد پھر وہ مرکزی کمیٹیوں کی طرف بھجوائیں۔

اس کے ساتھ ساتھ کچھ ایسے کام ہیں، جو فوری طور پر جاری ہونے والے ہیں۔ مثلاً تمام دنیا میں اس جشن کے لئے بعض نئی تعمیرات کی ضرورت پیش آئے گی۔ اس کے متعلق ہمیں کیا کیا ضرورتیں ہیں؟ یہ تقریباً طے کر لی گئیں ہیں اور نقشہ بنانے کے لئے بعض آرکیٹیکٹ سے کہا گیا ہے کہ ان عمومی ضروریات کو مدنظر رکھ کر نقشہ بنائیں۔ ضروری نہیں کہ ہر ملک میں ایک ہی معیار کی عمارت ہو۔ مگر نقشہ کم و بیش وہی ہوگا۔ کیونکہ بعض نمائشوں کے لئے، بعض کتابوں کو سجانے کے لئے، بعض دوسرے کاموں کے لئے خاص قسم کے کمروں کی، خاص شکل کے کمروں کی ضرورت پیش آتی ہے۔ تو وہ عمومی نقشہ بھی تمام دنیا میں عنقریب بھجوا دیا جائے گا۔ جہاں تک ممکن ہو، مقامی ذرائع سے ان عمارتوں کو بنانے کی کوشش کرنی چاہئے اور وقار عمل کا اس میں بہت دخل ہونا چاہئے۔ اور ایسا انتظام ہونا چاہئے کہ جماعت کا ہر طبقہ اس وقار عمل میں کسی نہ کسی طرح شامل ہو جائے۔ اور بوڑھے بھی، بچے بھی، عورتیں، مرد سب کو خدا تعالیٰ کے فضل سے توفیق ملے کہ اس مرکزی نمائندہ عمارت میں ہم نے اپنی محنت کا بھی کچھ حصہ ڈال دیا ہے۔ جہاں تک ضروریات کی مقامی توفیق کا تعلق ہے، ہر ملک اپنی توفیق کو دیکھ کر عمارت کا معیار بنائے۔ اگر کہیں شاندار عمارت نہیں بنائی جاسکتی تو بانسوں کی تعمیر بھی ہو سکتی ہے۔ گھاس پھوس کے ساتھ اس کی خلاؤں کو بند کیا جا سکتا ہے، مٹی کی چھتیں بنائی جاسکتی ہیں، ان کو لیپا پوتا جا سکتا ہے۔

تو یہ تصور نہ باندھ لیں کہ یہ عمارت کوئی غیر معمولی قیمتی عمارت ہو، عمارت ضرورت کو پورا کرنے والی ہونی چاہئے اور توفیق کے مطابق ہونی چاہئے۔ اس کے بعد اس کو جس حد تک بھی ممکن ہو، اگر انسان کا ذہن حسین تخیل رکھتا ہو تو غربت میں بھی وہ حسن پیدا کر لیتا ہے۔ بہت سے ممالک ہیں، ایک ہی معیار کے ہیں اقتصادی لحاظ سے مگر بعض ممالک کے لوگ حسین تخیل رکھتے ہیں، وہ انہیں ذرائع سے ایک خوبصورت چیز پیش کرتے ہیں اور بعض ممالک ان سے بڑھ کر ذرائع رکھنے کے باوجود نہایت بھدے منظر کی عمارتیں بناتے ہیں، نہایت ان کا رہن سہن بھدا ہے اور ان میں ایسا تخیل ہی نہیں کہ جو ان کے عمل کو خوبصورت کر کے دکھائے۔ تو جماعت احمدیہ کا تخیل بھی حسین ہونا چاہئے۔ غربت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ غربت کے نتیجے میں بدزیبی پیدا ہو، بھدی چیز بنائی جائے۔ اس لئے ان دونوں شرطوں کو ملحوظ رکھ کے عمارتیں بنی چاہئیں کہ غربت میں حسن پیدا کریں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے بعض جو نئے محاورے ایجاد کئے، ان میں ایک یہ بھی بڑا خوبصورت محاورہ تھا کہ ربوہ کو ایک غریب دلہن کی طرح سجاؤ۔ دلہن تو بہر حال سجتی ہے چاہے غریب ہو، چاہے امیر ہو۔ اس لئے سجاوٹ آپ نے بہر حال کرنی ہے۔ مگر غریب ہیں تو غریب دلہن کی طرح سجیں اور امیر ہیں تو امیر دلہن کی طرح سجیں اور سجائیں۔

دوسرا ایک پہلو جیسا کہ میں نے بیان کیا، اس میں مختلف طاقتوں کی ضرورت ہے، مختلف صلاحیتوں کی ضرورت ہے۔ اور دوستوں کو اپنے کوائف مکمل طور پر جو شوق رکھتے ہیں کہ ان کو بھر پور حصہ ملنے کا موقع ملے، ان کو چاہئے کہ اپنے کوائف مکمل اس طرح بھجیں، جس طرح نوکریوں کے لئے بھجا کرتے ہیں۔ اور کمیٹیوں کے سپرد یا امیر کے سپرد کریں کہ یہ یہ ہم کر سکتے ہیں اور اس طرف ہمارا ذہن کا بھی رجحان ہے اور اس قسم کا وقت ہم آسانی سے دے سکیں گے۔ اور کتنا زیادہ سے زیادہ دے سکیں گے، اس کی بھی تعیین کی جائے۔ یعنی کس قسم کے وقت سے مراد یہ ہے کہ رات کا وقت، صبح کا وقت، دن کا وقت، ہمہ وقت، جس نوعیت کی بھی کسی کو توفیق ہو، وہ واضح کرے اور پھر مدت معین کر دے۔ تو اس طرح ہمارے پاس مجموعی طور پر کام کرنے والے جتنے ہاتھ اور جتنے گھنٹے اور جتنے دماغ اور جتنی صلاحیتیں ہوں گی، وہ یکجائی شکل میں جب کمیٹی کو نظر آئیں گی تو ان کا منصوبہ حقیقی بنے گا پھر اور ان صلاحیتوں کے نتیجے میں ان کے ذہن اور ان کی سوچ میں بھی ایک چمک پیدا ہوگی۔ بعض چیزوں کی طرف خیال ہی نہیں جائے گا جب ایک لکھنے والا بتائے گا کہ مجھ میں خدا کے فضل سے یہ صلاحیتیں موجود ہیں تو اچانک اس کے منتظموں کے ذہن میں یہ خیال پیدا ہوگا کہ اچھا یہ بھی ایک چیز تھی، اس سے بھی فائدہ اٹھانا چاہئے۔ تو Grass Roots جس کو کہتے ہیں یعنی وہ گھاس کی جڑیں، وہاں سے منصوبہ اٹھے تو عظیم الشان منصوبہ ہوتا ہے۔ وہ سر کی طرف حرکت کرتا ہے اور پھر سر سے صیقل ہو کر اور مزید نقش ونگار کی درستی کے بعد واپس پہنچتا ہے۔ اور پھر ہر ہر جگہ، جہاں جہاں اس منصوبے کو عمل میں لانا ہے، وہاں کے اعضاء اس میں کام شروع کر دیتے ہیں۔

جہاں تک تبلیغ کا تعلق ہے، میں نے یہ کہا تھا کہ ہر احمدی کو کم سے کم اب دو سال کے لئے دو احمدی تو پیش کرنے چاہئیں۔ گزشتہ محرومیوں کا اب ماضی میں جا کہ تو ازالہ نہیں ہو سکتا لیکن مستقبل کی طرف بڑھتے بڑھتے تو ازالہ ہو سکتا ہے، بہت حد تک۔ تو دو کو تو آپ کم سے کم معیار سمجھیں۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ جس طرح پہلے ہم مالی تحریکوں میں چند آنوں سے شروع کر کے پھر بڑھاتے رہے یعنی خدا تعالیٰ کی تقدیر کے مطابق اور کیا وہ وقت تھا کہ دو دو پیسے کا ریکارڈ بھی کتابوں میں چھپ گیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک ہاتھوں سے کہ یہ دو پیسے چندہ دیا ہے کسی نے۔ یہ درست ہے کہ وہ دو پیسے کروڑوں سے بڑھ کر مقدس تھے۔ کروڑوں سے بڑھ کر خدا کے ہاں زیادہ مقبولیت پا گئے۔ کیونکہ وقت کے امام کی نظر میں آ گئے اور اللہ کی تقدیر نے ان سے لکھوا دیا کہ فلاں شخص نے یہ اتنے پیسے دیئے ہیں۔ لیکن اس کے بعد خدا کا فضل ایک دوسرے رنگ میں بھی نازل ہوا۔ دو پیسے، دو پیسے نہیں رہے بلکہ اسی اخلاص

کے معیار کے لوگوں کو خدا نے مالی وسعتیں عطا کیں۔ اور عملاً یہی بات ہے، جو ہمیشہ ہمارے پیش نظر رہنی چاہئے کہ یہ وہی دو پیسے ہیں، جو بڑھ رہے ہیں، یہ وہی چار آنے ہیں، جو بڑھ رہے ہیں، یہ وہی چند روپے ہیں، جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اخلاص اور محبت سے پیش کئے گئے، جو برکت پا رہے ہیں۔ آج ہمارے ہاتھوں سے جب یہ نکلتے ہیں تو ہزاروں لاکھوں بعض دفعہ کروڑوں بن کر نکلتے ہیں تو خدا کے فضل نے پیمانے مختلف کر دیئے مگر سر چشمہ وہی ہے۔ وہی خلوص اور تقویٰ کا سر چشمہ، جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں اور محنتوں کے نتیجے میں پیدا ہوا۔

پس اسی نہج پر ہمیں اب تبلیغ میں بھی چندوں کا رنگ پیدا کر دینا چاہئے۔ پہلے اتفاق سے مربیوں اور مبلغوں کے علاوہ جب کبھی کوئی داعی الی اللہ اپنا تبلیغ کا پھل پیش کیا کرتا تھا تو بہت نمایاں دکھائی دیتا تھا۔ تیس تیس، چالیس چالیس ایسے دوست شروع میں پیدا ہونے شروع ہوئے۔ جب ہم نے انصار اللہ اور خدام الاحمدیہ میں محنتیں کیں اس معاملے میں اور بہت تھوڑے نتیجے تھے لیکن اس کے باوجود بہت دکھائی دیتے تھے۔ اب ایک ایسا وقت آیا ہے کہ بعض داعیین الی اللہ کے ذریعے بیسیوں کی تعداد میں ایک ایک آدمی کے ذریعے بیعتیں ہو رہی ہیں، نئے گاؤں بن رہے ہیں۔ افریقہ سے جو رپورٹیں ملتی ہیں، ان سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اب داعیین الی اللہ کی کوششوں کا زیادہ دخل ہو گیا ہے۔ بنسبت براہ راست مبلغین کی کوششوں کے اور اسی طرح ہونا بھی چاہئے۔ مبلغ کا کام تو بالعموم تعلیم و تربیت اور تبلیغ کے معاملے میں جماعت کو مستعد کرنا ہے۔ براہ راست جتنا وقت ملے، وہ بے شک تبلیغ کرے۔ لیکن مبلغ تیار کرنا، اس کا کام ہے۔ اور اگر وہ یہ سمجھے کہ میں نے اگر اپنے نام ڈالے دس یا بیس آدمی تو میرا وقار بڑھے گا اور اگر میں نے یہ لکھ دیا کہ دوسروں نے بنائے ہیں تو شاید میرا وقار کم ہو۔ اگر کوئی ایسا سوچتا ہے تو بہت ہی بے وقوف انسان ہے۔ مبلغ تو سب اجتماعی کوششوں کے پھل کا ذمہ دار ہے اور اس کا ثواب اس کو ملے گا اور مرکز کی نظر میں بھی وہ مبلغ زیادہ کامیاب ہے، جس کے ماتحت عام احباب جماعت زیادہ مستعدی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم سے اس کی توفیق کے ساتھ زیادہ کامیاب تبلیغ کر رہے ہیں۔ اس لئے کریڈٹ کا جہاں تک تعلق ہے، وہ سارا مبلغ ہی کا یا مبلغوں کا ہی ہے۔ یعنی سارے سے مراد میری یہ ہے کہ اگر ان کو یہ فکر ہو کہ ہمارا کریڈٹ کم ہو جائے گا تو اس فکر کو مٹا دیں دماغ سے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو قانون ہمیں بتایا ہے اور جو خدا نے آپ کو بتایا، وہ تو بالکل دنیا کے قانون سے مختلف ہے۔ دنیا میں تو اگر ایک سے کریڈٹ لے کے دوسرے کو دے دیا جائے تو پہلے کی

جھولی خالی ہو جاتی ہے۔ دوسرے سے لے کے تیسرے کو دے دیا جائے تو دوسرے کی جھولی خالی ہو جاتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو قانون خدا سے علم پا کر جاری فرمایا اور وہی قانون جماعت میں جاری ہے۔ وہ تو یہ ہے کہ اگر کوئی نیک بات کرے اور اس کا نمونہ دیکھ کر یا اس کی بات سن کر کوئی دوسرا بھی ویسا نیک کام کرے تو اس کو بھی اتنی ہی جزا ملے گی، وہ خدا کے نزدیک اسی طرح اس کا کریڈٹ پانے والا ہوگا، جس طرح وہ کام کرنے والا ہے۔ اور پھر فرمایا کہ اس کے اجر میں بھی کوئی کمی نہیں آئے گی۔ یہ نہیں ہو گا کہ اس دوسرے شخص نے، جس نے کسی ایک سے سیکھ کر اچھا کام کیا ہے، اس کے ثواب میں پہلے کو حصہ دار بنایا گیا ہے۔ فرمایا ہے: اس کو بھی اتنا ملے گا اور جس کی وجہ سے کسی نے توفیق پائی، اس کو بھی اتنا ملے گا۔ یہ وہ مضمون ہے، جسے ہر احمدی کو ذہن نشین کرنا چاہئے۔ اور کریڈٹ خدا کے ہاں بنتے ہیں، دنیا کے کریڈٹ کی ویسے ہی پرواہ کوئی نہیں کرنی چاہئے۔ اگر تحریک جدید کے کھاتے میں کریڈٹ نہ بھی بن رہا ہو یا انجمن کے کسی شعبے کے کھاتے میں نہ بھی بن رہا ہو تو بالکل اس کی کوئی پرواہ نہیں ہونی چاہئے۔ کریڈٹ ایک ہی ہے، جو خدا کے کھاتے میں بنتا ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اسی مضمون پر زور دیا ہے۔ فرماتے ہیں:۔

ہم ہوئے خیر امم تجھ سے ہی اے خیر رسلؐ!
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

(درثمین: 17)

سارا کریڈٹ خود پیش کر رہے ہیں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ آپ نے ہمیں آگے بڑھنا سکھایا، تو بڑھے۔ ورنہ ہمیں کہاں سے توفیق ملنی تھی۔

تو جہاں تک داعیین الی اللہ کا تعلق ہے، ان کا مزاج یہ ہونا چاہئے۔ ان کا مزاج یہ نہیں ہونا چاہئے کہ جی ہم نے بنایا ہے۔ اپنے امیر کے سامنے، اپنے مبلغ کے سامنے، ان کا ادب اور احترام اور انکساری کا یہ انداز ہونا چاہئے کہ جی خدا نے توفیق دی ہے۔ لیکن آپ نے سکھایا تو توفیق ملی، آپ کا نیک نمونہ پکڑا تو توفیق ملی، سب کچھ آپ ہی کا ہے۔ اس رنگ میں اگر باہمی تعاون اور محبت کے ساتھ سارے داعیین الی اللہ از سر نو کام شروع کر دیں تو ایک بہت بڑے انقلابی دور میں جماعت داخل ہو سکتی ہے۔ اور وہی دور ہے، جس کی دیکھنے کی تمنا لئے ہوئے میں آج آپ کے سامنے یہ بات رکھ رہا ہوں۔

بعض دفعہ اس سے پہلے اب تک ملکوں سے ہزارہا کی اطلاعیں تو آتی رہی ہیں مگر آج لاکھوں کی بیعتوں کی اطلاع نہیں ملی تو دعا یہ کریں اور کوشش یہ کریں کہ اگلی صدی میں داخل ہونے سے پہلے ہم معیار

کے پیمانے بدل دیں، بالکل۔ اور ملک اب ہزاروں میں نہیں بلکہ لاکھوں میں جانچے جانے لگیں۔ اور کثرت سے ایسے ملک پیدا ہوں اور نئے شامل ہو جائیں اولین کی صف میں جہاں سے یہ اطلاع مل رہی ہو کہ گزشتہ سال اتنے لاکھ تھی، اب اتنے لاکھ ہیں، اب اتنے لاکھ ہیں، اب اتنے لاکھ ہیں۔ تو لاکھوں میں اگر ہزاروں کو بدلنا ہے تو وقت کی کمی کے پیش نظر آپ کو احساس ہونا چاہئے کہ کتنی زیادہ توجہ اور محنت اور افرادی قوت، انفرادی اور اجتماعی قوت کی ضرورت ہے۔ اور دعاؤں کی بڑی شدید ضرورت ہے۔ کیونکہ دعاؤں کے بغیر اس قسم کے انقلاب نہیں پیدا ہوا کرتے۔ جتنا مرضی آپ زور لگائیں، جتنی مرضی آپ کی صلاحیتیں بیدار ہو جائیں، جو کام میں آپ کو بتا رہا ہوں، یہ آپ کے بس میں ہی نہیں ہے، اگر خدا کی طرف سے غیر معمولی توفیق عطا نہ ہو۔ اس لئے خدا تعالیٰ سے دعا مانگیں غیر معمولی طور پر، اپنے لئے بھی، اپنی جماعت کے لئے بھی اور یہ ارادہ لے کر اٹھیں کہ ہم نے یہ کر کے دکھانا ہے۔ پھر دیکھیں خدا کے فضل سے کتنی عظیم الشان تبدیلیاں پیدا ہوں گی۔ اور دعا کا تو ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ قبولیت دعا کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ بندے کا تعلق بہت زیادہ مضبوط ہوتا چلا جاتا ہے۔ اتنا گہرا ہوتا جاتا ہے کہ دعا کرنے والی جماعت کا نہ دعا کرنے والی جماعت سے کوئی مقابلہ ہی نہیں رہتا۔ یعنی یوں کہنا چاہئے کہ نہ دعا کرنے والی جماعتوں کا دعا کرنے والی جماعتوں سے کوئی مقابلہ ہی نہیں رہتا۔ کیونکہ ہر دفعہ جب مانگنے والا ہاتھ اپنے ہاتھ کو بھرا ہوا دیکھتا ہے تو جو یقین اور جو شکر اور حمد کے جذبات اس پر پیدا ہوتے ہیں، جو خدا سے ایک نیا تعلق مضبوط باندھا جاتا ہے، وہ دعا سے غافل آدمی کو تو نصیب ہی نہیں ہو سکتا، اس کا تصور بھی نہیں پہنچتا۔

ابھی کل کی بات ہے، مجھے ایک نو احمدی دوست کا، جو گزشتہ سال احمدی ہوئے ہیں، یہاں سے چلے گئے ہیں، ان کا خط آیا۔ انہوں نے بہت ہی پتے کی۔ بات یہ لکھی اور مجھے بڑا لطف آیا اور یقین ہوا کہ واقعۃً جو شخص ان تجربوں سے گزرا نہ ہو، اس کا خیال ہی نہیں آ سکتا کہ اس قسم کی بات میں لکھوں۔ اس نے کہا: احمدیت میں آ کر میں نے یہ پایا، وہ پایا۔ لیکن سب سے زیادہ جو مجھے لطف آیا ہے، احمدیت میں آ کے وہ دعا کا ہے۔ باہر عمر گنوا دی لیکن ہمارے ماحول میں دعا کا ذکر سرسری کبھی آ جائے تو آ جائے، ورنہ اسے ایک مؤثر ذریعے کے طور پر اختیار ہی نہیں کیا جاتا اور ہو بھی نہیں سکتا۔ جہاں غیر اللہ کے سہارے لینے کی عادت پڑ جائے، جہاں رشوت کا سہارا لینے کی عادت پڑ جائے، جہاں طاقتور دوست کی سفارش کا سہارا لینے کی عادت پڑ جائے، جہاں ناجائز ذریعے اختیار کرنے کے سہارا لینے کی عادت پڑ جائے، وہاں دعا تو ایک طرف بیٹھی رہتی ہے، بے چاری۔ کبھی اتفاق سے خیال آیا تو آ گیا۔ ورنہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے، دعا

ایسے لوگوں کے نزدیک، جو زندگی میں کوئی اہم کردار ادا کرے، کوئی مؤثر کردار ادا کرے۔ تو وہ کہتے ہیں اوّل تو دعا کی کوئی اہمیت نہیں۔ دوسرے وہ دوست لکھتے ہیں کہ مجھے ایک اور لطف بہت آیا کہ ہم جب جن لوگوں کو کبھی رسماً دعا کے لئے کہنے جاتے ہیں، پیروں اور بزرگوں کو تو کبھی انہوں نے آگے سے یہ نہیں کہا کہ تم اپنے لئے بھی دعا کرو اور با قاعدہ کرو۔ وہ سمجھتے ہیں صرف ان کی دعا کی طاقت ہے۔ اور وہ ہے ہی نہیں۔ اور یا وہ ہاتھ اٹھا کر نیچے گرا دیتے ہیں یا وہ کہتے ہیں، ہم آپ کے لئے دعا کر دیں گے اور کام ہو جائے گا۔ کہتے ہیں، میں نے جب بیعت کی تو میں نے آپ سے دعا کے لئے کہا تو آپ نے اسی وقت مجھے کہا کہ ہاں میں بھی کروں گا لیکن تم بھی اپنے لئے با قاعدہ دعا کرو۔ تو میں حیران رہ گیا کہ دعا کا ایک یہ پہلو بھی ہے۔ ایک زندہ فعال ایک آلہ کار ہے، جسے ہر شخص استعمال کر سکتا ہے۔

تو اس لئے دعا کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جس طرح ایک حقیقت بنا کر پیش کیا ہے، بنا کر نہیں حقیقت دکھا کر پیش کیا ہے۔ حقیقت تو یہ تھی ہی لیکن حقیقت ایسی تھی کہ دکھائی نہیں دے رہی تھی دنیا کو۔ اتنا زور دیا ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا پہ کہ آپ تعجب کریں گے کہ گزشتہ بزرگوں کی کتابیں کی کتابیں پڑھ جائیں، ان میں اتنا زور دکھائی نہیں دے گا، اجتماعی طور پر اتنا زور دکھائی نہیں دے گا، جتنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا پر زور دیا اور اس مضمون کے ہر پہلو کو کھول کر بیان فرمایا۔

تو یہ جو منصوبہ ہے، اس کی کامیابی کے لئے بہت دعاؤں کی ضرورت ہے۔ اور ہر چیز میں دعا کے ذریعے برکت پڑے گی۔ اور جب وہ برکت پڑے گی تو آپ کے ایمان میں نئی تازگی پیدا ہوگی، نیا روحانی رزق آپ کو حاصل ہوگا۔ جس سے ایک نئی شخصیت وجود میں آنی شروع ہو جائے گی۔ اور اس شخصیت کی ضرورت ہے جماعت کو اگلی صدی میں۔ اس نئی روحانی شخصیت کو جس نے خدا کو عملاً دیکھا ہو، اس کے ساتھ ایک گہرا تعلق قائم کیا ہو تا کہ جو بہت عظیم کام ہمیں بعد میں کرنے ہیں، ان کو ہم زیادہ بہتر رنگ میں زیادہ یقین اور عزم کے ساتھ اور زیادہ کامیابی کے ساتھ سرانجام دے سکیں۔

جہاں تک ملکوں کے منصوبے کا تعلق ہے، جن ممالک کے سپرد نئے ممالک کئے گئے تھے، ان میں سے بعض نے تو خدا تعالیٰ کے فضل سے بڑی محنت کی ہے اور بہت ہی اللہ تعالیٰ نے ان محنتوں کو قبولیت سے نوازتے ہوئے پھل دیا اور بہت شیریں پھل دیا۔ جو فوراً آگے بیج میں تبدیل ہو گیا۔ پھر اس سے بھی اچھے پھل لگے تو بعض ممالک میں تو اس تحریک سے بڑی رونق آگئی ہے اور نئے نئے ممالک احمدیت میں داخل ہوئے ہیں۔ اور خدا کے فضل سے اکثر و بیشتر داعیین الی اللہ کی محنت کا اس میں بہت دخل ہے۔ اور جب نئے پودے لگ جاتے ہیں کسی ملک میں تو پھر با قاعدہ تربیت یافتہ مربیان بھی بھیجے جاتے ہیں۔ پھر

وہ اور زیادہ کام کو منظّم کرتے ہیں۔ لیکن بعض ممالک ہیں، جن میں ابھی تک غفلت ہے یا کام کا سلیقہ نہیں ہے۔ وقف عارضی کو استعمال کرتے ہیں لیکن اس طریق پر نہیں کہ کسی ایک جگہ بار بار بات دہرائی جائے۔ یہاں تک کہ وہ اثر کرنے لگ جائے۔ بلکہ وقف عارضی اس طرح ہوتا ہے، جیسے کبھی ایک جگہ کوئی انسان گندم کا چھٹہ ڈال جائے، کبھی کسی دوسری جگہ چلا جائے، کبھی کسی تیسری جگہ چلا جائے اور پانی دینے لگے تو پانی دوسری زمینوں کو دینے لگے۔ ایک دانہ بھی نہیں اگے گا اس طرح تو۔ اگے گا تو ضائع ہو جائے گا۔ وقف عارضی سے بھی اگر فائدہ اٹھانا ہے ان ملکوں کو تو منظّم طریقے پر اٹھانا چاہئے۔ جہاں پہلا وفد گیا ہے، جو تعلقات اس نے قائم کئے ہیں، انہیں تعلقات کا اعادہ جب تک نہیں کرتا اگلا وفد اور انہی جگہوں پر جا کہ محنت نہیں کرتا، اس وقت تک یہ توقع رکھنا کہ ہم بڑا کام کر رہے ہیں اور اس کا پھل بھی ملے گا۔ قسمت سے، قدرت سے تو پھل مل جائے تو الگ بات ہے، اس سے تو انکار ہی نہیں ہے اور خدا دیتا رہتا ہے، ایسے پھل مگر باقاعدہ منصوبہ بندی کے طریق پر پھل حاصل کرنے کا اسلوب نہیں ہے، جو خدا نے ہمیں سکھایا ہو۔ اس کے لئے تو حکمت اور عقل کے ساتھ باقاعدہ ایسی محنت کو دہرانا پڑے گا، جو بار بار دہرانے کے بعد پھل دیتی ہے۔ اور اسی طریقے اور منصوبے سے دہرانا پڑے گا۔ ہر کام کے اپنے اسلوب ہیں، اپنے طریق ہیں، ان کو اختیار کئے بغیر ہماری بہت سی محنتیں بالکل ضائع چلی جاتی ہیں، ان کو کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔ اس لئے اپنے منصوبوں پر نظر ڈالیں۔

سارے ممالک، جنہوں نے بعض نئے ممالک میں خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ اسلام کا پودا لگانا تھا، وہ سوچیں کہ کیوں نہیں لگا سکے۔ غفلتیں تھیں تو غفلتیں دور کریں۔ اگر منصوبے میں کمزوریاں تھیں تو ان کو ٹھیک کریں۔ اور دعاؤں میں کمی تھی تو دعائیں کریں۔ بہر حال یہ ان کا اپنا کام ہے کہ اپنے گردو پیش کا جائزہ لے کر از سر نو بلند عزم کے ساتھ یہ کام شروع کر دیں۔ سب سے بڑا خلا، جو اب تک محسوس ہوا ہے، وہ جنوبی امریکہ کے براعظم میں محسوس ہوا ہے۔ حیرت کی بات ہے کہ باوجود اس کے کہ باہر سے جانے والے احمدی تو وہاں آباد ہوئے ہیں، مختلف ممالک میں مثلاً ہنگری میں جب انقلاب آیا تو ہنگری کے انقلاب سے پہلے خدا تعالیٰ کے فضل سے وہاں جماعت کثرت سے پھیلنا شروع ہوئی تھی، یعنی خصوصاً مسلمانوں میں۔ وہ لوگ جو ہجرت کر گئے جنوبی امریکہ میں ان کے کہیں کہیں سے خط آتے رہے، کہیں کہیں سے ان کی اطلاعیں ملتی رہیں، جو آہستہ آہستہ کم ہونے لگیں۔ اور ایک لمبے عرصے میں وہ تعلق بھی ٹوٹ گیا۔ سوائے اتفاقاً کبھی کوئی آواز دوبارہ آجاتی ہے۔ اس سے یہ تو پتہ چلتا ہے کہ آج سے چالیس، پچاس سال پہلے سے ہی وہاں جنوبی امریکہ کے مختلف ملکوں میں دانہ دانہ کہیں کہیں احمدیت پہنچی ہے۔ لیکن پھر اس نے نشو و نما پائی یا نہیں

پائی؟ ان لوگوں کا کیا بنا؟ اس کا ہمیں علم نہیں ہے۔ بعض جگہوں پر پاکستان سے جا کے بسنے والے بھی موجود ہیں مگر مقامی نہیں تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس نئے سال میں یہ پہلا فضل نازل فرمایا کہ برازیل میں پہلی دفعہ مقامی دوستوں میں سے جو عیسائی تھے، ان میں خدا تعالیٰ نے احمدیت میں داخل ہونے والے پھل عطا فرما دیئے۔ اور ایک خاتون، جو بہت تعلیم یافتہ ہیں، ان کے بعد بعض نوجوان بھی خدا کے فضل سے اسلام اور احمدیت میں داخل ہوئے اور اب وہاں امید بندھی ہے کہ انشاء اللہ مقامی طور پر ایک تحریک پرورش پائے گی۔ لیکن یہ ایک ہی ملک ہے، صرف ابھی تک۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اگلی صدی سے پہلے اگرچہ وقت بہت تھوڑا رہ گیا ہے لیکن کام تو اللہ نے کرنے ہیں، اگر دعا اور خلوص اور ہمت لے کر ہم کوشش کریں تو بعید نہیں کہ اس براعظم کے ہر ملک میں مقامی طور پر پودا لگا دے۔

یہ وہ خیال ہے، جس کے متعلق میں سوچ رہا تو میرے ذہن میں یہ تجویز ابھری ہے کہ تحریک جدید کی طرف سے وکیل اعلیٰ، جو آج کل یہاں آئے ہوئے ہیں، وہ منصوبہ بندی کمیٹی کے مشورے کے ساتھ بعض ممالک ایک سے زیادہ ملکوں کو بے شک تقسیم کریں۔ لیکن یہاں پندرہ دن والے وقف کی سکیم کام نہیں کر سکتی۔ چھ مہینے یا سال کے یا چھ چھ مہینے اور سال سال کے وقف کی تحریک زیادہ مؤثر ثابت ہو گی۔ اور اس ضمن میں ایک بالکل نئی طرز پہ کام کرنا پڑے گا۔ عام جو طریق ہے عارضی وقف کا اس کے اوپر یہ کام نہیں ہو سکتا۔ ایسے ممالک جن کے سپرد وہ جگہ ہو، وہ تلاش کریں، ایسے ریٹائرڈ آدمی یا ایسے کام کرنے والے جو لمبی چھٹی لے سکتے ہوں اور اگر ان کو توفیق نہ ہو تو سارا ملک ان کے لئے اخراجات مہیا کرے اور ان سے کہیں کہ فرض کفایہ ادا کرو، ہم سب کی طرف سے اور ویزوں کا بھی خود انتظام کرو۔ لٹریچر اور راہنمائی کا جہاں تک تعلق ہے، وہ تحریک جدید سے وہ حاصل کریں۔ اور کہاں جا کہ بیٹھنا ہے، یہ بھی تحریک جدید ہی ان کی راہنمائی کرے۔ اور پھر جا کے وہاں بیٹھ جائیں، دھونی رمالیں ان درویشوں کی طرح جو پہلے بھی خدا کی راہ میں نکل کے ملک فتح کرتے رہے ہیں۔ تو وہاں جا کے اپنا اور اپنے ملک کا نام ہمیشہ کے لئے ثبت کر دیں۔ دنیا کی قوموں سے تو ہمارا مقابلہ نہیں ہو سکتا مادی ترقیات میں لیکن خدا نے جس میدان کی چوٹیاں فتح کرنے کے لئے ہمیں پیدا کیا ہے، وہ بلند تر چوٹیاں ہیں اور بہت ہی عظیم الشان چوٹیاں ہیں۔ ہمالہ فتح کرنے والوں کے نام تو ضرور ثبت ہوئے وہاں لیکن آئندہ نسلیں، جس شان کے ساتھ ان لوگوں کو یاد کریں گی، جنہوں نے خدا کی راہ میں ممالک فتح کئے ہیں، ان کی شان کا وہ ہمالہ کی چوٹیاں فتح کرنے والا تو مقابلہ نہیں کر سکتا۔ آج اس کی زیادہ عزت ہے، آج وہ زیادہ معروف ہے دنیا میں، آج اس کا نام دنیا کے ریڈیو، ٹیلی ویژن پہ زیادہ احترام سے لیا جاتا ہے۔ مگر لازماً وہ وقت آئے گا، جبکہ ارب ہا ارب دنیا کے

انسان ان ناموں کو تو بھول چکے ہوں گے، مگر درود اور سلام بھیجیں گے ان لوگوں پر، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ان غلاموں پر، جنہوں نے اسلام کے لئے نئے نئے ممالک فتح کئے ہیں۔

بہت ہی عظیم الشان کام ہے۔ اس کو اگر فوری طور پر تقسیم کر کے مشورے کے ساتھ یا Alternative مشورے بھی بھیج دیئے جائیں گے۔ اگر آپ کے لئے یہ مناسب نہیں تو اور دوسری جگہ لے لیں اپنی پسند کی۔ تو جنوبی امریکہ کے ہر ملک میں یہ عزم لے کر بڑھیں آگے کہ خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ اسلام کا اور اسلام کے احیائے نو کا پودا راسخ کر دینا ہے۔ اور کوشش کرنی ہے کہ مضبوط جماعت مقامی دوستوں کی وہاں پیدا ہو جائے۔ اتنی کثرت سے اب دنیا میں جماعتیں پھیل چکی ہیں، اللہ کے فضل کے ساتھ اور ذرائع بھی ایسے وسعت پذیر ہیں کہ یہ کام اگر حکمت کے ساتھ تقسیم کیا جائے تو کچھ زیادہ بوجھ معلوم ہی نہیں ہوگا۔ بہت آسانی کے ساتھ، خدا کے فضل کے ساتھ یہ دوسرے کاموں کے ساتھ ضمناً ہونا شروع ہو جائے گا۔

اس کے علاوہ کچھ انفرادی ذمہ داریاں ہیں، جن کی طرف مجھے دوبارہ توجہ دلانا ہے۔ انفرادی طور پر ہر شخص، ہر مومن ہر وقت کوشش میں رہتا ہے کہ میری کچھ کمزوریاں کم ہوں اور کچھ خوبیاں نئی مجھ میں پیدا ہو جائیں۔ اور اس کے متعلق وہ پھر دعا بھی کرتا ہے، دعاؤں کے لئے لکھتا بھی ہے اور جب وہ بے بس ہو جاتا ہے، ان کمزوریوں کے مقابل پر تو اور زیادہ بے چین اور پریشان ہوتا ہے۔ آگے جو آپ کو منزل نظر آ رہی ہے، اس کو اگر آپ سامنے رکھ کر اپنی کمزوریاں دور کرنے کی کوشش کریں اور دعا یہ شروع کر دیں کہ اے خدا! نئی صدی میں، میں داخل نہ ہوں، جب تک میری کمزوریاں مجھ سے جھڑ نہ چکی ہوں اور بعض نئی خوبیاں مجھ میں پیدا نہ ہو چکی ہوں۔ تو یہ عزم اور یہ قریب آتی ہوئی منزل آپ کی بہت مدد کرے گی اور عام حالات میں جن گناہوں کا مقابلہ آپ نہیں کر سکتے تھے، یہ ایک نیا رجحان آپ میں گناہوں کا مقابلہ کرنے کی مزید طاقت پیدا کر دے گا۔ تو دعاؤں کے ساتھ انفرادی کمزوریاں بھی دور کرنے کی کوشش کریں اور اپنے گھر اور اپنے ماحول پر نظر ڈال کر ان کی کمزوریاں بھی دور کرنے کی کوشش کریں۔ لیکن اعتراض کا نشانہ بنا کر نہیں، طعنے دے کر نہیں۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جماعت کو نصیحت فرمائی محبت اور پیار اور خلوص کے ساتھ نصیحت کرتے ہوئے، ان کے لئے دعائیں کرتے ہوئے عاجزی اور انکساری کے ساتھ کوشش کریں کہ اپنے ماحول میں سے بھی کچھ برائیاں دور کریں، کچھ نئی خوبیاں پیدا کر دیں"۔

(مطبوعہ خطبات طاہر جلد 06 صفحہ 83 تا 95)

# آرہی ہے اب تو خوشبو میرے یوسف کی مجھے

## خطبہ جمعہ فرمودہ 13 فروری 1987ء

''.....اب جماعت احمدیہ کے سامنے جو کام ہے، ساری دنیا کو فتح کرنا، یہ ان کاموں میں سے ہے، جن کو جو باہر سے دیکھنے والا ہے، وہ ہمارے معاملے میں پاگل پن قرار دے گا۔ آپ کو معقول سمجھتا رہے بے شک، لیکن آپ کے اس خیال کو پاگل پن سمجھے گا۔ وہ کہے گا کیوں بیوقوف ہو گیا ہے؟ کیا ہو گیا ہے، اس کی عقل کو؟ اچھی بھلی باتیں کر رہا تھا اور اچانک کہنے لگ گیا ہے: ہم دنیا پہ غالب آجائیں گے۔ انٹرویو کے دوران، مختلف قسم کے جو انٹرویو ہوتے ہیں، ان کے دوران میں نے بھی یہ محسوس کیا ہے اور وہ اندر سے مجھ پہ ہنس رہے ہوتے ہیں اور میں اندر سے ان پہ ہنس رہا ہوتا ہوں۔ وہ اس لئے ہنستے ہیں اندر سے کہ شریف لوگ اکثر جو انٹرویو لینے والے ہیں، وہ کوشش یہی کرتے ہیں کہ بدتہذیبی کا مظاہرہ نہ ہو۔ منہ پہ نہیں کہتے اور ہنسی بھی آئے تو اسے ضبط کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جب وہ پوچھتے ہیں کہ کیا آپ کو یقین ہے کہ آپ غالب آجائیں گے اور تمام دنیا کو فتح کر لیں گے؟ اور میں کہتا ہوں: ہاں، مجھے کامل یقین ہے۔ تو اس کا چہرہ بتا دیتا ہے، سوال کرنے والے کا، اس کی آنکھیں بتا رہی ہوتی ہیں کہ اگر وہ اکیلا ہوتا تو قہقہہ مار کے ہنس پڑتا کہ کیا ہو گیا ہے، ان لوگوں کو؟ اچھی بھلی معقول باتیں کرتے کرتے اچانک پاگلوں والی باتیں شروع کر دیں۔ اور میں اس لئے دل میں مسکراتا ہوں کہ اس کو پتا نہیں ہے کہ کیوں ہم یقین کر رہے ہیں؟ اس لئے کہ ایسی ناممکن باتیں ہمیشہ سے ہوتی چلی آئی ہیں۔ اس لئے کہ مذہب کی تاریخ، اس کی ساری تاریخ گواہی دے رہی ہے کہ ایسی ناممکن الوقوع باتیں ہمیشہ وقوع پذیر ہوتی رہیں۔ اور جو یقینی دکھائی دیتی تھیں باتیں، وہ غیر یقینی ہو گئیں۔ یقینی چیزیں صفحۂ ہستی سے ہمیشہ کے لئے مٹا دی گئیں اور بظاہر غیر یقینی چیزیں منصۂ شہود پر اس طرح قوت کے ساتھ ابھری ہیں اور اس استحکام کے ساتھ قائم رہی ہیں کہ پھر ان کے مٹانے کا کوئی سوال باقی نہیں رہتا۔ پس قرآن کریم نے جو آخرت پر، یقین پر زور دیا ہے، وہ اسی لئے دیا ہے۔ یقین کے نتیجے میں بعض دفعہ انبیاء کو پاگل قرار دیا گیا ہے اور اپنوں کے ذریعے بھی قرار دیا گیا ہے۔ جب حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بچوں سے کہا:۔

لَاَجِدُ رِيۡحَ يُوۡسُفَ لَوۡلَاۤ اَنۡ تُفَنِّدُوۡنِ

(یوسف: 95)

اس کا یہی مطلب تھا کہ مجھے تو یوسف کی خوشبو آرہی ہے اور میں جانتا ہوں کہ تم میرے منہ پہ مجھے پاگل نہیں کہہ سکتے لیکن تمہارا دل یہی کہہ رہا ہے اندر سے کہ اس کو تو کچھ ہو گیا ہے، یہ تو پاگلوں والی باتیں کرتا ہے۔لولا ان تفندون خواہ تم دیوانہ سمجھو، دیوانہ قرار دو، جو کہو، کہو۔مگر مجھے کامل یقین ہے کہ یوسف آنے والا ہے، مجھے اس کی خوشبو آرہی ہے۔

فتح اسلام سے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے یہی محاورہ استعمال فرمایا ہے:۔

آ رہی ہے اب تو خوشبو میرے یوسف کی مجھے
گو کہو دیوانہ میں کرتا ہوں اس کا انتظار

(درثمین: 130)

پس ہم تو ان دیوانوں کے غلام ہیں، جن کے یقین کو کوئی دنیا کا طعنہ بھی تبدیل نہیں کر سکا۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی طرف منسوب ہونے کے بعد ہم آپ کے انتظار میں شامل ہو چکے ہیں۔اور اس یقین کے ساتھ شامل ہو چکے ہیں، جس یقین کے ساتھ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام اپنے یوسف کا انتظار کر رہے تھے۔

پس جب میں کہتا ہوں کہ اگلے سال سے پیمانے بدل دو، ہزاروں کو لاکھوں میں تبدیل کر دو۔تو جس طرح حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں میں سے بعض نے ضرور یہ سمجھا ہو گا کہ یہ تو دیوانوں کی بڑ لگتی ہے۔اس طرح خواہ آپ کا مجھ سے کیسا ہی تعلق ہو اور پیار ہو، آپ میں سے بہت سے ایسے ہوں گے، جو سوچتے ہوں گے کہ اسلام کے پیار میں اور محبت میں ایسی باتیں کر رہا ہے۔لیکن بظاہر یہ ہونی ممکن نہیں ہے۔لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ممکن ہے اور آپ کے ہاتھوں ممکن ہے۔آپ یقین تو پیدا کریں۔ کیونکہ یقین پیدا کئے بغیر عمل میں قوت پیدا نہیں ہوتی، عمل میں جان نہیں پڑتی۔اور آخرت پر یقین ہے، جو غیر ممکن چیزوں کو ممکن کر کے دکھا دیا کرتا ہے۔کامل یقین کی ضرورت ہے۔انگریزی کا ایک محاورہ ہے کہ ایک شخص کو یہ پتہ نہیں تھا کہ یہ چیز ناممکن ہے۔سو وہ آگے بڑھا اور اس نے کر دکھائی۔تو جن لوگوں کی ڈکشنری میں ناممکن کا لفظ نہ ہو، وہ لوگ جن کی ڈکشنریاں ناممکن سے بھری ہوتی ہیں، وہ ان چیزوں کو ناممکن دیکھ رہے ہوتے ہیں، ناممکن سے خالی ڈکشنریوں والے ان کو ممکن کر کے دکھاتے چلے جاتے ہیں۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غلاموں اور عاشقوں کے لئے اسلام کی فتح کا جہاں تک تعلق ہے، کسی ابہام، کسی شک کی کوئی گنجائش باقی نہیں۔ لازماً یہ فتح ہوگی، لیکن ہوگی یقین کے ذریعے۔ کیونکہ قرآن مجید فرماتا ہے:۔

وَ بِالۡاٰخِرَۃِ ہُمۡ یُوۡقِنُوۡنَ

اور اگر آپ کا یقین کمزور ہوگا تو اس فتح کے امکانات بھی کم تر ہوتے چلے جائیں گے، مدھم پڑتے چلے جائیں گے۔ یہ ایمانیات والا معاملہ نہیں ہے کہ آپ کو ایمان ہو یا نہ ہو، خدا بہر حال قائم ہے۔ آپ کو ایمان ہو یا نہ ہو، فرشتوں کا وجود مٹ نہیں سکتا۔ اسلام کی فتح آپ کی عدم یقینی کی وجہ سے پیچھے چلتی چلی جائے گی۔ اس کا وجود میں آنا، آپ کے یقین سے ایک براہ راست تعلق رکھتا ہے۔ اس لئے کیوں اسے ہزاروں سال پیچھے ڈالتے ہیں۔ اپنے یقین کا دل بڑھائیں تو یہ فتح تیزی کے ساتھ آپ کی طرف بڑھنی شروع ہو جائے گی۔ کیوں اگلی صدیوں میں اس کو دیکھنا چاہتے ہیں؟ کیوں اپنے یقین کا معیار بلند کر کے اسے اس صدی میں لانے کی کوشش نہیں کرتے؟

اس لئے جب یہ کہا جاتا ہے کہ ہر احمدی، ایک احمدی بنائے۔ جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ ہاں، سننے میں تو بہت اچھی بات ہے لیکن ہوتا نہیں۔ پس جہاں یہ ہوتا نہیں کا شیطان دل میں داخل ہوا، وہیں کام ختم ہونا شروع ہو گیا۔ کہتے ہیں اربع ہے، حساب ہے، ہر آدمی کہاں بنا سکتا ہے۔ یہ خیال دل میں آتے ہی آپ یقین کریں کہ شیطان دل میں داخل ہو گیا۔ مایوسی ہی کا نام خدا نے شیطان رکھا ہے اور شیطان کا نام مایوسی ہے۔ اور عمل کو ذلیل اور رسوا کرنے والا سب سے بڑا مہلک ہتھیار مایوسی ہے۔ اس کے بعد عمل خاک ہو جاتا ہے، کچھ بھی اس میں باقی نہیں رہتا، کچھ پیدا کرنے کی طاقت نہیں رہتی اس میں۔

ہر احمدی کے لئے فرض ہے کہ اپنے دل میں یقین رکھے کہ ہاں ممکن ہے اور یقیناً ہوگا۔ اور اگر میں یہ فیصلہ کروں گا کہ میں نے بنانا ہے تو لازماً بنا سکوں گا۔ اگر یہ یقین ہی نہیں ہے تو آپ نے کرنا کیا ہے پھر دنیا میں۔ پھر ان لوگوں میں آپ کا شمار کیسے ہو سکتا ہے، جن کے متعلق قرآن کی ابتدائی آیات کہتی ہیں:۔

وَ بِالۡاٰخِرَۃِ ہُمۡ یُوۡقِنُوۡنَ

ایک عظیم الشان گر دیا ہے خدا تعالیٰ نے ہمیں ترقی کا۔ ایک ایسا راز سکھا دیا ہے، جو قوموں کی زندگی کا راز ہے۔ اس کو سیکھنے کے بعد کیوں اس کو استعمال نہیں کرتے؟ یہ ہے بنیادی بات، جس کی طرف میں آج آپ کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ اکثر اوقات تبلیغ کا اس تیزی کے ساتھ آگے نہ پھیلنا

لازماً مایوسی کے نتیجے میں ہے۔ آپ جائزہ لے کے دیکھ لیں، وہ لوگ جو ان باتوں کو سنتے ہیں اور ان کے دل پر اثر بھی پڑتا ہے، وہ کیوں ایسا نہیں کر سکتے؟ اس لئے کہ دل میں ایک بے یقینی ہے، کیسے ہو سکتا ہے؟ یہ تو بہت بڑی بات ہے۔ اگر ایسا ہونے لگے تو چند سالوں میں ساری دنیا پر احمدیت غالب آجائے۔ یہ کہانیاں ہیں، یہ قصے ہیں، یہ اچھی باتیں ہیں، اچھے ارادے ہیں، اس سے زیادہ اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ یہ خیال ہیں، جو نیک لوگوں کے دل میں نسبتاً نیکی کے روپ میں داخل ہو رہے ہوتے ہیں، بدلوگوں کے دل میں تنقید کی شکل میں داخل ہو رہے ہوتے ہیں۔ اور بدتر لوگوں کے دل میں تضحیک کے رنگ میں داخل ہو رہے ہوتے ہیں، مذاق اڑانے کی خاطر داخل ہو رہے ہوتے ہیں۔ لیکن ہیں یہ ایک ہی بیماری کی مختلف شکلیں، مختلف اس کے درجات ہیں۔ کبھی یہ مہلک ہو کر ظاہر ہو رہی ہے، کبھی یہ ابتدائی خراش پیدا کر رہی ہے۔ ہر منزل پر اس بیماری کو کچلیں کیونکہ آپ کے عمل پر براہ راست اس کا اثر پڑتا ہے۔ ہر احمدی کو یقین کرنا چاہئے۔

مجھے کئی خطوط ایسے ملتے ہیں، جن میں مختلف رنگ میں یعنی بڑے بڑے اچھے مخلصین کی طرف سے بھی ان باتوں پہ تبصرہ ہوتا ہے اور اس سے مجھے اندازہ ہوتا ہے کہ کس طرح یہ بیماری بھیس بدل کر جس طرح قرآن کریم نے فرمایا ہے کہ شیطان بھیس بدل کر داخل ہوتا ہے، کس طرح یہ اچھے اچھے مخلصوں کے دل میں بھی بھیس بدل کر داخل ہو جاتی ہے۔ ایک دوست نے لکھا کہ آپ کہتے ہیں، وعدہ کرو کہ سال میں ایک احمدی بناؤں گا۔ آپ بتائیں کہ انسان کے بس میں ہے کیا؟ جب تک خدا کی تقدیر نہ ہو، اس وقت تک کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ اس لئے جو چیز خدا کے ہاتھ میں ہے، اس کے متعلق میں وعدہ کرلوں اور پھر جھوٹا بنوں، یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اصل میں وہی بے یقینی پن ہے، اگر انسان کو آخرت پر یقین ہو تو آخرت تو خدا کی خاطر ہے۔ آپ خدا کی خاطر کام کریں اور خدا آپ کو پھل سے محروم کر دے، یہ وہم آپ کے دل میں کیوں پیدا ہوتا ہے؟ اسی کا نام مایوسی ہے۔ کامل توکل کے نتیجے میں یہ وعدہ ہوتا ہے اور ایک مومن یقین رکھتا ہے کہ میں اس وعدے کو پورا کروں گا۔ پھر اگر نہ کر سکے تو جھوٹا اسے نہیں کہا جا سکتا۔ ان کو اس معاملہ میں جھوٹ کی تعریف کا ہی علم نہیں ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے خدا تعالیٰ کے وعدوں کے متعلق بھی یہ فرمایا کہ انجان آدمی بیوقوف اور جاہل آدمی بعض دفعہ سمجھتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے وعدہ خلافی کی ہے۔ حالانکہ یہ سنت ہے کہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ اور اس کے باوجود بعض وعدے پورے ہوتے دکھائی نہیں دیتے۔ اس لئے کہ ان وعدوں میں مخفی شرائط ہوتی ہیں۔ اور شرائط کے ٹلنے کی وجہ سے وعدہ ٹلتا ہے۔ اور ایسا شخص جو ایسا وعدہ

کرے، جس میں ظاہری یا مخفی شرائط ہوں، جب وہ شرائط پوری نہ ہوں تو وہ وعدہ ٹل جاتا ہے۔ ایسے شخص کو جھوٹا نہیں کہا جا سکتا۔ آپ اپنے طور پہ دنیا میں ہزار ہا وعدے کرتے پھرتے ہیں، اپنی اولاد سے بھی اور دوسروں سے بھی، وہاں آپ کو جھوٹا ہونے کا کوئی خوف نہیں آتا۔ اپنے بیٹے کو کہتے ہیں کہ ہاں میں تمہارے لئے تعلیم کا انتظام کروں گا، میں تمہیں فلاں چیز لے کے دوں گا، فلاں جگہ سیر پہ لے کے جاؤں گا۔ اپنی بیویوں سے وعدے کرتے ہیں، اپنے بچوں سے وعدہ کرتے ہیں۔ حالانکہ اگلے سانس کا آپ کو پتہ نہیں کہ اگلے سانس میں بھی زندہ رہیں گے کہ نہیں۔ وہاں کیوں جھوٹ کا خوف نہیں آتا؟ کیا خدا کی خاطر کام بس ایک ہی چیز رہ گئی ہے، جہاں سے آپ کو جھوٹا ہونے کا خوف لاحق ہو جاتا ہے؟ اس کا جھوٹ اور سچ سے تعلق ہی کوئی نہیں۔ اس کا یقین اور توکل سے تعلق ہے۔ اگر یقین کا سر آپ بلند رکھیں گے اور توکل کا معیار بلند تر کریں گے تو لازماً آپ کے وعدوں میں پختگی ہوتی چلی جائے گی اور زیادہ یقینی ہوتا چلا جائے گا کہ وہ وعدہ ضرور پورا ہوگا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ آپ کو جھوٹا نہیں دیکھنا چاہتا۔ جو قسمیں کھا جاتے ہیں، یہی تو اس کا مطلب ہے۔

لو اقسم علی اللہ لابرہ اللہ

(بخاری کتاب الصلح حدیث نمبر: 2504)

بعض ایسے بھی ہیں، جو خدا پر قسمیں کھا جاتے ہیں۔ اتنا کامل یقین اور اتنا کامل توکل کہ خدا ایسے کرے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ان کے سر میں بظاہر خاک پڑی ہوئی ہوتی ہے، بال بکھرے ہوئے اور پراگندہ حال ہوتے ہیں لیکن جب وہ خدا پر قسم کھاتے ہیں تو خدا ضرور ان کی قسم کو پورا کر دیتا ہے۔ ان معنوں میں، میں آپ سے کہتا ہوں کہ وعدے کریں خدا سے اور قسمیں کھائیں بے شک کہ خدا کی قسم ہم ایسا کر کے دکھائیں گے۔ پھر چاہے آپ پراگندہ حال ہوں، چاہے آپ کے بالوں میں خاک پڑی ہوئی ہو، تب بھی خدا تعالیٰ آپ کی قسموں کی غیرت رکھے گا اور آپ کے وعدے انشاء اللہ ضرور پورے ہوں گے۔ لیکن خدا سے وہ سلوک تو نہ کریں، جس طرح وہ دودھ کا تالاب بھرنے والوں نے بادشاہ سے سلوک کیا تھا۔ کہانی بارہا آپ نے سنی ہوگی لیکن ہے ہی اس لائق کے بار بار سنایا جائے اور بار بار سنا جائے۔ کیونکہ اس میں ایک بڑا گہرا سبق ہے اور قوموں کے عروج اور زوال سے اس کا تعلق ہے، قوموں کی زندگی اور موت سے اس کہانی کا تعلق ہے۔

ایک بادشاہ نے ایک دفعہ یہ فیصلہ کیا کہ پانی کا تالاب تو دنیا میں سب بنانے والے ہوتے ہیں۔ میں ایک ایسا تالاب بناؤں، جسے دودھ سے بھروں۔ اور یہ ایک عجوبہٗ روزگار تالاب ہو۔ دنیا میں کبھی کسی بادشاہ کو توفیق نہیں ملی کہ ایسا تالاب بنائے، جسے دودھ سے بھردے۔ چنانچہ اس نے بڑے پیار سے، بڑی چاہت، بڑے اہتمام سے ایک وسیع وعریض تالاب بنایا۔ یا یہ بھی کہا جاتا ہے اس کہانی کے متعلق کہ بادشاہ نے تالاب بنایا تھا پانی کے لئے لیکن وزیر نے اس کو یہ مشورہ دیا کہ اتنا خوبصورت، اتنا عظیم الشان تالاب ہے تو اسے پانی سے نہ بھریں، اسے دودھ سے بھریں۔ اس دوسری شکل میں جو کہانی بیان ہوتی ہے، اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ بادشاہ نے تعجب کیا کہ دودھ سے کیسے بھر سکتا ہوں؟ اس نے کہا: بالکل معمولی بات ہے۔ آپ اپنی بستی میں، اپنے شہر میں اعلان کروادیں اور گردوپیش میں اس علاقے میں کہ کل یعنی آنے والے کل میں سب لوگ ایک ایک لوٹا دودھ اس تالاب میں ڈال دیں۔ اور اس دن جو بچے، وہی پئیں۔ باقی دودھ اس دن نہ پئیں۔ کیا فرق پڑتا ہے؟ اور آپ دیکھیں گے کہ کس طرح ایک ایک لوٹے سے وہ سارا تالاب بھر جائے گا۔ چنانچہ بادشاہ نے اعلان کروادیا اور سارے شہروں میں اور اردگرد کے دیہات میں جو قریب قریب تھے، ان میں یہ منادی کرادی گئی۔ ہر شخص نے یہ سوچا اتنا زبردست بادشاہ کا یہ حکم ہے، یقیناً ساری رعایا دودھ کے لوٹے لے کر پہنچے گی۔ اگر ایک میں نہ پہنچوں تو کیا فرق پڑتا ہے؟ ایک میرے لوٹے سے ہی تالاب میں کمی آجائے گی؟ چنانچہ ہر ایک نے اپنے دل میں یہ بات سوچی اور اس دن کوئی ایک شخص بھی لوٹا لے کے نہیں گیا۔ اور جب بادشاہ اپنے ساتھ اپنے Courtiers، اپنے حواریوں کو لے کر پہنچا تو خالی تالاب پڑا تھا۔ اس میں کوئی ایک قطرہ بھی دودھ کا نہیں تھا۔

تو وہ سلوک تو اپنے خالق اور مالک سے نہ کریں، جو ایک بادشاہ کی جاہل رعایا نے ایک بے حیثیت بادشاہ سے کیا تھا، ایک لاعلم بادشاہ سے کیا تھا۔ بادشاہ کی لاعلمی کی بناء پر ان کو یہ جرأت ہوئی تھی۔ لیکن آپ کا خدا جس کے لئے آپ نے اپنا دودھ کا لوٹا ڈالنا ہے، وہ تو عالم الغیب والشھادۃ ہے۔ اگر آپ غیب پر ایمان لاتے ہیں تو وہ علم رکھتا ہے کہ کس حد تک آپ غیب پر ایمان لاتے ہیں اور کس حد تک آپ کا ایمان یقین میں تبدیل ہوا ہے۔ اس کے حضور اپنا لوٹا پیش کریں، پھر دیکھیں کہ یہ سارا عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے دودھ سے بھر جائے گا۔ اور اس دنیا میں دودھ کی نہریں بہنے لگیں گی۔ یہی تو وہ نہریں ہیں، جو آپ کو جنت میں ملنی ہیں۔ اس لئے خدا کے لئے اپنا لوٹا ڈالنا نہ بھولیں۔ یہی وہ ایک دودھ کا لوٹا ہے، جو آپ کے لئے نہروں میں تبدیل ہو جائے گا اگلی دنیا میں۔

اور اگر ہر احمدی اس یقین کے ساتھ اپنا حصہ پورا کرنے کی کوشش کرے گا تو فتح ہماری کہانیوں میں بسنے والی فتح نہیں رہے گی، تصورات کی دنیا کی جنت نہیں رہے گی بلکہ اس حقیقی دنیا کی فتح بن جائے گی، اس حقیقی دنیا کی جنت بن جائے گی۔ اور ساری دنیا اس میں آپ کی طرف دیکھ رہی ہے اور آپ کا انتظار کر رہی ہے"۔

خطبہ ثانیہ کے دوران حضور نے فرمایا:۔

"آخر پر میں یہ بات کہنا چاہتا تھا، اس وقت ذہن سے اتر گئی کہ جو شخص یہ فیصلہ کرتا ہے کہ میں نے لازماً ایک احمدی بنانا ہے، اگر وہ فیصلہ قطعی ہے، حقیقی ہے تو خدا تعالیٰ رستے بھی اس کو سجھا دے گا۔ اس کو باہر سے بتانے کی ضرورت نہیں کہ کس طرح بناؤ۔ وہ فوراً اپنے گردوپیش پہ نظر ڈالنا شروع کرے گا۔ کہتے ہیں، شکر خورے کو شکر مل ہی جاتی ہے۔ خدا تعالیٰ نے جس پرندے کو میٹھا کھانے والا بنا دیا ہے، اس کے لئے وہ میٹھا بھی مہیا فرما ہی دیتا ہے۔ تو آپ شکر خورہ بنیں تو سہی، ہر طرف سے اللہ تعالیٰ آپ کو شکر بھجوانے کا انتظام فرما دے گا۔ خود سوچیں، خود غور کریں۔ جس طرح بس چلتا ہے، جو کچھ بھی آپ کی پیش جاتی ہے، اس کے مطابق کوشش کریں اور دعا کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ انشاء اللہ ان دعاؤں کو سنے گا اور آپ کے غیب کو حاضر میں تبدیل فرما دے گا"۔

(مطبوعہ خطبات طاہر جلد 06 صفحہ 101 تا 113)

# روحانی جہاد میں مبلغین کے شانہ بشانہ کام کریں

## پیغام برموقع جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ سیرالیون منعقدہ 13تا15فروری 1987ء

بسم اللہ الرحمان الرحیم

میرے پیارے عزیزو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھے یہ معلوم کر کے بہت خوشی ہوئی کہ جماعت احمدیہ سیرالیون 13,14,15فروری 1987ءکو اپنا جلسہ سالانہ منعقد کر رہی ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس جلسہ کو ہر جہت سے کامیاب اور بابرکت فرمائے۔ اور آپ سب کو ان عاجزانہ دعاؤں کا وارث بنائے، جو حضرت مسیح موعودؑ نے ان مبارک اجتماعات میں شامل ہونے والوں کے لئے کی ہیں۔ اور آپ سب اللہ کے فضلوں سے اپنی جھولیاں بھرتے ہوئے واپس لوٹیں۔

سیرالیون کی جماعت پچھلے چند سالوں میں تبلیغی میدان میں بہت مستعد تھی لیکن گزشتہ سال صف اول سے ذرا پیچھے جا پڑی ہے۔ میں ساری جماعت کو تلقین کرتا ہوں کہ روحانی جہاد میں مبلغین کے شانہ بشانہ کام کریں۔ اور دعوت الی اللہ کے میدان میں نہ صرف خود ایک دوسرے سے آگے بڑھیں بلکہ اپنی قائدانہ صلاحیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی اولادوں کو بھی اس میدان جہاد میں آگے بڑھنے کے سلیقے سکھا دیں۔ آپ کی اس نیکی کا پھل ہمیشہ آپ کو ملتا رہے گا۔ اس جہان میں بھی ملے گا اور اس جہان میں بھی آپ ان ثمرات کے وارث ٹھہریں گے۔

اللہ تعالیٰ نے تعلیمی میدان میں بھی جماعت کو ملک کی خدمت کا موقع دیا ہے۔ اپنے اعلیٰ تعلیمی معیار کو قائم رکھیں۔ اور جو بچے ہمارے سکولوں میں تعلیم پاویں، وہ ہر لحاظ سے مثالی طالب علم ثابت ہوں، جو دین کو سمجھنے والے، قوم سے محبت رکھنے والے، ملک کے سچے خادم ہوں۔

بنی نوع انسان کی جسمانی خدمت کے لئے بھی احمدی ڈاکٹر صاحبان اچھا کام کر رہے ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ روحانی پیاس بھی بجھنی چاہیے۔ اور اس طرف ابھی بہت زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

ملک کی مادی اور روحانی ترقی کے لئے ہر وقت دعاؤں میں لگے رہیں۔اپنے اعلیٰ کردار اور نیک نمونہ سے نیک اخلاق کو رائج کریں۔ ملک میں امانت اور دیانت کے معیار کو بلند کریں۔ اور اس خلق کو زیادہ رواج دیں۔ کیونکہ آج سارا ملک ایک نئی قسم کی غلامی، رشوت، جھوٹ، بددیانتی، مادہ پرستی اور ان جیسی بیسیوں مہلک زنجیروں سے جکڑا ہوا ہے۔آج آپ لوگوں پر پہلا حق ہے کہ اصل وطن کو ان برائیوں سے نجات دلائیں۔

پس آج اسلام کا جھنڈا آپ کے ہاتھوں میں ہے۔آپ نے ہی امن کے پیغامبر کے طور پر کام کرنا ہے۔ پس اپنے رب سے دعائیں مانگتے ہوئے اور اس کی مدد پر کامل توکل رکھتے ہوئے، اپنے معاشرہ کو ان برائیوں سے کلیتہً پاک کرنے کا عہد کریں اور سارے سیرالیون کو صلح سے معمور کر دیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو اور ان اہم مقاصد کی تکمیل کی بہترین توفیق بخشے۔ اور اس کی رحمت کا سایہ آپ کے سر پر دراز رہے۔آمین۔

جملہ احباب جماعت کو میری طرف سے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کا محبت بھرا تحفہ پہنچا دیں۔

والسلام

خاکسار

(مرزا طاہر احمد)

خلیفۃ المسیح الرابع

(مطبوعہ ہفت روزہ النصر 05 جون 1985ء)

# توکل، دعا اور حکمت سے کام کرنے والوں کو سینکڑوں پھل عطا ہو جاتے ہیں

## پیغام فرمودہ 12 مارچ 1987ء

فجی کی مجالس ہائے انصار اللہ، خدام الاحمدیہ، اطفال الاحمدیہ، لجنہ اماء اللہ و ناصرات الاحمدیہ کے سالانہ اجتماع کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے حسب ذیل پیغام ارشاد فرمایا:۔

پیارے عزیزان!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ مجالس ہائے انصار اللہ، خدام الاحمدیہ، اطفال الاحمدیہ، لجنہ اماء اللہ و ناصرات الاحمدیہ بھی اپنا سالانہ اجتماع مورخہ 17، 18 اپریل 87ء کو NADI کے مقام پر منعقد کر رہی ہیں۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس اجتماع کو ہر جہت سے کامیاب اور بابرکت فرمائے اور آپ سب کو جزائر فجی میں احمدیت یعنی حقیقی اسلام کا پیغام پہنچانے کے لئے ایک غیر معمولی جوش اور ولولہ عطا ہو۔ سستیاں دور ہوں اور غفلتیں پیچھا چھوڑ دیں۔ اور خدا کرے کہ جب آپ اس اجتماع سے واپس لوٹیں تو آپ کی غیرت بیدار ہو چکی ہو کہ ایک شخص باہر سے آیا اور بازی لے گیا اور ہم یہاں کے ہوتے ہوئے بھی بہت پیچھے رہ گئے۔

سوچیں اور فکر مند ہوں کہ نوجوانوں کی اتنی بڑی جماعت ہو اور تبلیغ کے میدان میں ایسی سستی! معلوم ہوتا ہے کہ ولولہ نہیں، ورنہ بے چین ہو جاتے۔ کتنے جوان ہیں، کئی کی شادیاں ہو چکی ہیں اور کئی ابھی اس انتظار میں ہیں۔ جن کی ہوئی ہیں، ان کی اولاد نہ ہو تو دیکھوں کہ کس طرح بے چین ہو جاتے ہیں۔ خط لکھتے ہیں، دوائیوں کے بارہ میں ادھر سے بھی پوچھتے ہیں اور ادھر سے بھی، لیکن روحانی اولاد نہ ہونے پر طبیعت میں کوئی بے چینی نظر نہیں آتی۔ جو خدا پر توکل کرتے ہیں اور دعا اور حکمت سے کام کرتے ہیں، ان کو ایک نہیں بلکہ سینکڑوں روحانی پھل عطا ہو جاتے ہیں۔

اس لئے بار بار آپ کو میرا پیغام یہی ہے کہ ایک ہو کر بڑھیں۔ خدا سے دعا مانگیں اور اسی پر بھروسہ کریں، اللہ تعالیٰ خود سامان کرے گا۔ آپ کی بے چینی اور حرکت کی ضرورت ہے۔ قدم بڑھا کر تو

دیکھیں کہ وہ کس طرح پھلوں سے آپ کی جھولیوں کو بھر دیتا ہے۔ اللہ آپ کے ساتھ ہو اور دین و دنیا کی حسنات سے نوازے اور سکیم دعوت الی اللہ کی بہترین تکمیل کی توفیق بخشے اور اس کی رحمت کا سایہ ہمیشہ آپ کے سر پر دراز رہے۔ میں جماعت کے ہر فرد کی طرف سے روحانی پھلوں کے عطا ہونے کی خوشیوں بھری خبریں سننے کا متمنی ہوں۔ اللہ آپ کو اس سعادت سے نوازے۔ آمین۔ جماعت کے چھوٹوں کو بھی اور بڑوں کو بھی، عورتوں کو بھی اور مردوں کو بھی، سب کو میرا بہت محبت بھرا اسلام۔

والسلام

خاکسار

مرزا طاہر احمد

خلیفۃ المسیح الرابع

T-1651/12.3.87

(مطبوعہ ہفت روزہ النصر 17 جولائی 1987ء)

# عالمی اسلامی برادری کے قیام کے لئے قدرِ مشترک چیز تقویٰ ہے

## خطبہ جمعہ فرمودہ 20 مارچ 1987ء

"......گزشتہ خطبہ میں، میں نے بھی تقویٰ کی طرف توجہ دلائی تھی۔ پھر مجھے خیال آیا کہ جماعت احمدیہ میں مختلف قوموں سے شامل ہونے والے لوگ ہیں، جن کے پس منظر میں تقویٰ کی وہ تعریف نہیں ہے، جو ہم لوگوں نے بچپن سے سنی۔ نہ وہ تعلیمی پس منظر ہے ان کا، جس سے ان کو تقویٰ کے معنی کی زیادہ گہرائی سے سمجھ آسکے۔ اور جماعت احمدیہ چونکہ ایک پھیلنے والی جماعت ہے اور ہر روز آگے بڑھ رہی ہے اور ہر سمت وسعت پذیر ہے۔ اس لئے دن بدن نئی نئی قوموں سے، نئے نئے مذاہب سے لوگ احمدیت میں داخل ہوتے چلے جارہے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل اور احسان کے ساتھ موجودہ دور میں اب ہمارے لئے یہ آسان ہوگیا کہ کیسٹس کے ذریعے ان تک اپنی آواز ایک ہفتے کے اندر اندر پہنچادیں۔ خواہ وہ دنیا میں کہیں بھی موجود ہوں۔ اس لئے اب خطبات کو یہ اہمیت حاصل ہوگئی ہے کہ جو ایک عالمی بھائی چارہ اسلام پیدا کرنا چاہتا ہے، جسے قرآن کریم اخوۃ کا نام دیتا ہے، مومنین جو ہیں، وہ اخوۃ ہیں۔ ایک بھائی کی طرح ہیں یا بھائیوں کی طرح ہیں۔

اس مضمون پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے بھی بہت توجہ فرمائی اور خصوصیت کے ساتھ اس وحدت ملی کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ نے اس بات پر زور دیا کہ آئندہ جو ہمارا جشن منایا جائے گا، اس میں اس بات کی طرف خصوصیت سے توجہ دی جائے کہ ایک عالمی اسلامی برادری وجود میں آئے، جس کے نقش ونگار باہم ایک دوسرے سے اس طرح ملتے ہوں کہ ہر دیکھنے والے کو ایک ہی قوم دکھائی دے۔ اور یہ تبھی ممکن ہے کہ سب میں تقویٰ قدرِ مشترک بن جائے۔ کیونکہ تقویٰ کے سوا کچھ اور چیز بھی اگر آپ قدرِ مشترک کے طور پر اختیار کرنا چاہیں گے تو اس سے کوئی اور عالمی برادری تو وجود میں آجائے گی۔ لیکن مسلم عالمی برادری اس سے وجود میں نہیں آئے گی۔ ایک ہی چیز ہے، جو قدرِ مشترک ہے، ہر مومن کے درمیان، ہر مسلم کے درمیان اور وہ تقویٰ ہے۔ اور اگر تقویٰ رنگ پکڑ جائے اور تقویٰ کا رنگ انسانی زندگی کے ہر پہلو پر غالب آجائے تو ہر دیکھنے والا ایسے متقیوں کو اپنے سے ایک الگ قوم کے طور پر دیکھے گا۔ اور جو دوسرے رنگ ونسل کے امتیاز ہیں، وہ تقویٰ کے غلبہ کے نیچے بالکل دب کے مٹتے چلے جائیں

گے بلکہ مٹ جائیں گے۔ اور ایک ایسی قوم وجود میں آئے گی، جیسی قوم دنیا نے پہلے نہ دیکھی ہوگی اور حیرت سے یہ ماجرہ دیکھیں گے کہ انہیں لوگوں میں سے خواہ وہ افریقہ کہ بسنے والے ہوں یا ایشیاء کے یا یورپ کے یا امریکہ کے کسی بھی خطۂ ارض سے تعلق رکھتے ہوں، ان سب سے نکل نکل کر کچھ لوگ اسلام کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے ایک جھنڈے کے تلے جمع ہوتے چلے جارہے ہیں۔ اور سب میں ایک نئی قومیت ابھر رہی ہے، نئی قومیت وجود پا رہی ہے، نئی قومیت نشو ونما دکھا رہی ہے۔ یہاں تک کہ ان کے رنگ ڈھنگ بالکل ایک جیسے ہوگئے ہیں۔ یہ چیز جماعت احمدیہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل اور احسان کے ساتھ کسی حد تک دکھائی دینے لگی ہے۔ اور وہ لوگ، جن کو جماعت کے پس منظر کا کچھ علم نہیں، جماعت کے فلسفہ کا کچھ علم نہیں، وہ بھی محسوس کرتے ہیں۔

چنانچہ گزشتہ جلسہ سالانہ کے بعد جو امیگریشن کے افسروں کی طرف سے تبصرے موصول ہوئے، اس میں سب سے زیادہ اہمیت والا تبصرہ یہ تھا کہ عجیب سے لوگ ہیں احمدی کہ دنیا کے جس کونے سے بھی آئے ہیں، ایک ہی قسم کے لوگ ہیں اور ہم ان کو پہچان جاتے تھے۔ وہ ایک قسم کیا ہے؟ یہ کسی کو سمجھ نہیں آئی۔ کیسے ایک قوم بن سکتی ہے۔ افریقہ سے آنے والے لوگوں کی اور پاکستان سے آنے والوں کی اور چین سے آنے والوں کی اور امریکہ سے اور جاپان سے غرضیکہ مختلف ممالک سے آنے والوں کی؟ وہ کیا چیز ہے، جس نے ایک قوم بنا دیا؟ اور ایک غیر نظر سے دیکھنے والے کو بھی محسوس ہوا کہ ان میں قدرے مشترک ہے۔ وہ یہ بات تو نہیں پہچان سکتا تھا۔ لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ تقویٰ ہی وہ قدرے مشترک ہے، جو جماعت احمدیہ کو ایک قوم کے طور پر دنیا کے سامنے پیش کر رہی ہے۔ لیکن اس کی طرف بہت توجہ کی ضرورت ہے۔ بہت ہی ابھی خلا ہیں۔ اور ابھی ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ تقویٰ کا رنگ ہماری ہر ادا پہ غالب آ گیا ہے۔ جب یہ رنگ کسی جماعت پہ غالب آجائے تو اس جماعت کا دنیا پر غالب آنا، ایک لازمی امر ہو جاتا ہے۔ اس کا ایک طبعی نتیجہ ہے۔ یہ واقعہ رونما کرلیں آپ کہ جماعت احمدیہ کی ہر ادا پر تقویٰ غالب آجائے تو آسمان اور زمین گواہ ہو جائیں گے اس بات پر کہ آپ لازماً ساری دنیا پر غالب آئیں گے۔ کوئی دنیا کی طاقت آپ کو روک نہیں سکتی۔ اور یہ غلبہ ہے، جو حقیقی غلبہ ہے۔ یہ غلبہ ہے، جو معنی رکھتا ہے۔ یہ وہ غلبہ ہے، جو دنیا کی بھلائی اور اس کی بہبود کے لئے ضروری ہے۔ اس لئے تقویٰ کے متعلق میں نے سوچا کہ مزید مختلف پہلوؤں سے اس پر وقتاً فوقتاً روشنی ڈالتا رہوں"۔

(مطبوعہ خطبات طاہر جلد 6 صفحہ 192,193)

# کامل وقف کے سوا نبوت ہو ہی نہیں سکتی

## خطبہ جمعہ فرمودہ 03 اپریل 1987ء

".....اس مضمون کے جو چند پہلو ہیں، آج بیان کرنا چاہتا تھا، وقت چونکہ تھوڑا ہو رہا ہے، اس لیے ان چند کا بیان بھی چلے گا، لیکن میں نے آپ سے گزشتہ خطبے میں یہ ذکر کیا تھا کہ میں ایک تحریک جماعت کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں، جس کا اس مضمون سے تعلق ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ محبت کے نتیجے میں انسان تحائف پیش کرتا ہے۔ اور قرآن کریم نے ہر چیز جو خدا کی راہ میں پیش کی جاتی ہے، اس کے ساتھ محبت کی شرط لگا دی ہے۔ بلکہ نیکی کی تعریف میں محبت کے تحفے کو بطور شرط کے داخل فرما دیا۔ فرمایا:-

لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ

(آل عمران:93)

کہ تم نیکی کی گرد کو بھی نہیں پا سکتے۔ نیکی کی باتیں کرتے ہو، تمہیں پتا کیا ہے کہ نیکی کیا ہے؟ تم نیکی کی گرد کو بھی نہیں پا سکو گے، اگر یہ راز جان لو کہ خدا کے راستے میں وہ خرچ کرو، جس سے تمہیں محبت ہے۔ اپنی محبوب چیز، اس کو خدا کی راہ میں پیش کرنا سیکھو۔ پھر ہاں تم کہہ سکتے ہو کہ ہاں، ہم نے نیکی کا مفہوم سمجھ لیا ہے۔ تو وہاں بھی محبت ہی کا مضمون جاری ہے۔

مجھے حیرت ہوتی ہے بعض دفعہ عیسائیوں کے اس ادعا پر کہ اسلام کو محبت کا کیا پتا؟ محبت کی تعلیم تو عیسائیت نے سکھائی ہے۔ میں حضرت مسیح کی تعلیم کا کچھ نا کچھ اقتباسات بھی ساتھ لے کر آیا تھا مگر اب ان کو پڑھ کر سنانے کا وقت نہیں ہے۔ اسے آپ پڑھ کے دیکھیں آپ کو نمایاں فرق محسوس ہوگا کہ اسلام کی محبت کی تعلیم اتنی وسیع، اتنی کامل ہے کہ اگرچہ مسیح کی محبت کی تعلیم تو بہت ہی حسین ہے، بہت ہی دلکش ہے، اس میں کوئی شک نہیں لیکن جب مقابلے پر رکھتے ہیں، یوں لگتا ہے کہ اس چہرے پہ نور نہیں رہا، پھیکی پڑنے لگ جاتی ہے، اسلام کی تعلیم کے مقابلے پر۔ لیکن ہرگز اپنی ذات میں وہ حسن سے خالی نہیں۔ بہت ہی پیاری، بہت دلکش تعلیم اس سے کوئی انکار نہیں۔ مگر اسلام نے جس طرح اس محبت کی تعلیم کو انسانی زندگی

کے ہر جزو میں داخل کر دیا ہے، اس تفصیل کے ساتھ آپ کو کسی اور مذہب میں محبت کے فلسفے کا بیان نہیں ملے گا۔ فرمایا:۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ

تم نیکی کو جانتے ہی نہیں۔ تمہیں پتا ہی کیا ہے، نیکی کیا ہوتی ہے؟ اگر یہ بات سیکھو تو خدا کی راہ میں سب سے اچھی چیز، سب سے پیاری چیز قربان کرنا نہ شروع کر دو یا خدا کی راہ میں اپنی سب سے پیاری چیز دینے کی تمنا اگر تمہارے دل میں پیدا نہیں ہوتی تو تم نیکی کو نہیں جانتے۔

اس کسوٹی پر جب ہم انبیاء کو پرکھتے ہیں اور خصوصاً حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے حالات پر نظر ڈالتے ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں یہ چیز درجہ کمال کو پہنچی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ بہت سے انسان ایسے ہیں، جو محبت کرتے ہیں، سمجھتے ہیں کہ ہمیں اچھی چیز پیش کرنی چاہئے۔ اور پھر سوچتے ہیں اور متردد رہتے ہیں، یہ پیش کروں یا وہ پیش کروں، یہ پیش کروں کہ وہ پیش کروں؟ چنانچہ صوفیاء کے بھی بہت سے دلچسپ واقعات اس میں ملتے ہیں اور عام دنیا میں محبت کرنے والوں کے بھی بہت سے واقعات ملتے ہیں کہ ایک خیال آیا، یہ مجھے چیز سب سے زیادہ پیاری ہے۔ پھر خیال آیا کہ نہیں یہ زیادہ پیاری ہے۔ پھر خیال آیا کہ زیادہ پیاری ہے اور پھر آخر وہی پیش کی۔

چنانچہ ہمایوں کے متعلق بھی بابر نے جب یہ سوچا کہ ہمایوں کی زندگی بچانے کے لئے میں خدا کے سامنے اپنی کوئی پیاری چیز پیش کروں۔ تو کہتے ہیں کہ بابر اس کے گرد گھومتا رہا اور اس نے سوچا کہ میں یہ ہیرا، جو بہت پیارا ہے، یہ دے دوں۔ اسے خیال آیا، یہ ہیرا کیا چیز ہے؟ میں یہ دے دوں۔ پھر خیال آیا کہ پوری سلطنت مجھے بہت پیاری ہے۔ یہ پوری سلطنت دے دیتا ہوں۔ اور پھر سوچتا رہا۔ پھر آخر اس کو خیال آیا، اس کے نفس نے اس کو بتایا کہ تمہیں تو اپنی جان سب سے زیادہ پیاری ہے۔ اس وقت اس نے عہد کیا اور خدا سے دعا کی کہ اے خدا! واقعی اب میں سمجھ گیا ہوں کہ مجھے سب سے زیادہ پیاری چیز میری جان ہے۔ میری جان لے لے اور میرے بیٹے کی جان بچا لے۔ تاریخ میں لکھا ہے کہ واقعۃً اس وقت کے بعد سے ہمایوں کی صحت سدھرنے لگی اور بابر کی صحت بگڑنے لگی۔ تو لوگ یہ سوچتے رہتے ہیں کہ کیا چیز پیاری ہے اور کیا کم پیاری ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں سوچا بلکہ اپنا سب کچھ پیش کر دیا۔ اپنا سونا، جاگنا، اٹھنا، بیٹھنا۔ چونکہ امر واقعہ یہ ہے کہ انسان کو اپنی ہر چیز پیاری ہوتی ہے، اپنی ہر چیز پیاری ہوتی ہے۔ اور جب وہ

زیادہ پیاری چیز دیتا ہے تو اس کے دل میں اطمینان رہ جاتا ہے کہ کچھ کم میں نے اپنے لئے بھی روک لی ہے۔اس سے کم جب پیاری دے دیتا ہے تو پھر اس کو کچھ نہ کچھ اپنے ہاتھ میں بھی دکھائی دیتا ہے۔اور وہ پھر اس کے بعد اس سے سب سے زیادہ پیار ہو جاتا ہے۔جو چیز پیچھے ہٹتی چلی جاتی ہے، وہ زیادہ پیاری ہوتی چلی جارہی ہوتی ہے۔کسی ماں کا سب سے لاڈلا بچہ مرجائے تو دوسرے بچے سے پہلے سے بڑھ کر پیار ہو جاتا ہے۔اور یہ مضمون انسانی فطرت کے ہر پہلو پر حاوی ہے۔تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سودا نہیں کیا کہ اے خدا! میں نے اپنی سب سے پیاری چیز جب پیش کردی یعنی اپنی جان دے دی، اس لئے اب باقی چیزیں میری رہ گئیں لیکن فرمایا:۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

(الانعام:163)

اے محمد! تو محبت کرنا سکھا، ان غلاموں کو۔ یہ تیرے غلام بن چکے ہیں مگر نہیں جانتے کس طرح مجھ سے محبت کی جائے۔تو محبت کے راز بتا، ان کو۔ان سے پتا چلتا ہے کہ خدا کا حکم نہ ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در پردہ عشق کے راز نہ بتاتے کسی کو۔ یہ بھی ایک عجیب حسین پہلو ہے، جو میری نظر میں ابھرا اور بے ساختہ دل اور فریفتہ ہو گیا۔بعض جگہ حکماً خدا تعالیٰ نے اپنے راز و نیاز کی باتیں بنی نوع انسان کو بتانے پر پابند فرما دیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ ورنہ نہ بتاتے تو لوگوں کو پتا چلتا اتنا حسین ہے۔اس شان کا نبی، جو اس قدر منکسر المزاج ہو، اس کی زندگی کا ایک نمایاں پہلو یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے حسن پر پردے ڈالتا چلا جاتا ہے اور اپنی کمزوریاں چھپاتا نہیں۔اور یہی بنیادی فرق ہے، مادہ پرست اور خدا پرست میں۔ مادہ پرست اپنی کمزوریوں پر پردے ڈالتا چلا جاتا ہے اور اپنے معمولی سے حسن کو بھی اچھالتا اور دکھاتا اور اس کی نشوونما کرتا ہے۔اور پبلسٹی اس کی زندگی کے ہر شعبے کا ایک جزو لاینفک بن جاتی ہے۔تو خدا تعالیٰ نے حکماً رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پابند فرمایا کہ تیری بعض خوبیاں، جو میری نظر میں ہیں، تیرے غلاموں کا بھی حق ہے کہ ان کو پتا چلے۔اس لئے کہ تا وہ تمہاری پیروی کر کے مجھ تک پہنچنا سیکھ جائیں۔ان میں سے ایک یہ تھا کہ اپنا سب کچھ دے دو۔

چنانچہ انبیاء کی یہ سنت ہے کہ وہ اپنا سب کچھ دینے کی خاطر یہ سوچتے سوچتے کہ ہم اور کیا دیں اور کیا دیں؟ اپنی اولادیں بھی پیش کرتے ہیں۔اور بعض دفعہ ابھی اولاد پیدا بھی نہیں ہوتی تو پیش کر رہے ہوتے ہیں۔ ابرار کی یہ سنت ہے، انبیاء کے علاوہ۔ جیسے حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ نے یہ التجاء کی خدا سے:۔

رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ

(آل عمران:36)

کہ میرے رب! جو کچھ بھی میرے پیٹ میں ہے، میں تیرے لئے پیش کر رہی ہوں۔ نہیں پتا کیا چیز ہے؟ لڑکی ہے یا لڑکا ہے؟ اچھا ہے یا برا ہے؟ مگر جو کچھ ہے، وہ سب کچھ تمہیں دے رہی ہوں تو فتقبل منی، مجھ سے قبول فرما۔ انک انت السمیع العلیم تو بہت ہی سننے والا اور جاننے والا ہے۔ وہ سنتا ہے اور علم رکھتا ہے، اس کا اس مضمون کا الگ تعلق ہے۔ اس لئے اس کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ مگر بہر حال یہ دعا، حضرت مریمؑ کی والدہ، جو آل عمران سے تھیں کی، خدا تعالیٰ کو ایسی پسند آئی، جسے قرآن کریم میں آئندہ نسلوں کے لئے محفوظ کر لیا۔

اور پھر حضرت ابراہیمؑ کی دعا اپنی اولاد کے متعلق اور دوسرے انبیاء کی دعائیں اپنی اولاد کے متعلق یہ ساری قرآن کریم نے محفوظ فرما دیں۔ بعض جگہ آپ کو ظاہر طور پر وقف کا مضمون نظر نہیں آئے گا۔ جیسا کہ یہاں آیا ہے، محررًا. اے خدا! میں تیری راہ میں اس بچے کو وقف کرتی ہوں۔ لیکن بسا اوقات آپ کو یہ دعا نظر آئے گی کہ اے خدا جو نعمت تو نے مجھے دی ہے، وہ میری اولاد کو بھی دے۔ اور ان میں بھی انعام جاری فرما۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام نے اس رنگ میں دعا کی۔ لیکن حقیقت میں اگر آپ غور کریں تو جو انعام مانگا جا رہا ہے، وہ وقف کامل ہے۔ کامل وقف کے سوا نبوت ہو ہی نہیں سکتی۔ اور سب سے زیادہ بنی نوع انسان سے آزاد یعنی محرر اور خدا کی غلامی میں جکڑا جانے والا نبی ہوتا ہے۔

تو امر واقعہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص یہ دعا کرتا ہے کہ میری اولاد میں نبوت کو جاری فرما تو اس دعا کا حقیقی معنی یہ ہے میری اولاد کو ہمیشہ میری طرح غلام در غلام بناتا چلا جا۔ اپنی محبت میں، اپنی اطاعت میں جکڑتا چلا جا۔ اتنا کامل طور پر جکڑ لے کہ دنیا میں کوئی آزادی کا پہلو نہ رہے۔ تو محررًا کے مقابل پر دنیا سے آزاد کر کے میں تیرے سپرد کرتی ہوں۔ یہ مضمون اور بھی زیادہ بالا ہے وقف کا کہ میری اولاد کو تو اپنی غلامی میں جکڑ لے اور کوئی پہلو بھی آزاد نہ رہنے دے۔

بہر حال یہ بھی ایک پہلو ہے کہ جو کچھ تھا، وہ تو دیا خدا کی راہ میں۔ لیکن جو ابھی ہاتھ میں نہیں آیا، وہ بھی پیش کرنے کی تمنا رکھتے تھے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے بھی چلہ کشی کی تھی۔ اس مضمون میں چالیس دن یہ گریہ زاری کرتے رہے، دن رات کہ اے خدا! مجھے اولاد دے اور وہ دے جو تیری غلام ہو جائے، میری طرف سے تحفہ ہو، تیرے حضور۔

پس میں نے یہ سوچا کہ ساری جماعت کو میں اس بات پر آمادہ کروں کہ اگلی صدی میں داخل ہونے سے پہلے جہاں روحانی اولاد بنانے کی کوشش کر رہے ہیں، دعوت الی اللہ کے ذریعے، وہاں اپنے آئندہ ہونے والے بچوں کو خدا کی راہ میں ابھی سے وقف کر دیں۔ اور یہ دعا مانگیں کہ اے خدا! ہمیں ایک بیٹا دے لیکن اگر تیرے نزدیک بیٹی ہی ہمارے لئے مقدر ہے تو ہماری بیٹی ہی تیرے حضور پیش ہے۔ مافی بطنی جو کچھ بھی میرے بطن میں ہے۔ یہ مائیں دعائیں کریں اور والدین بھی ابراہیمی دعائیں کریں کہ اے خدا! انہیں اپنے لئے چن لے اور اپنے لئے خاص کر لے۔ تیرے ہو کر رہ جائیں۔ اور آئندہ صدی میں ایک عظیم الشان بچوں کی فوج ساری دنیا سے اس طرح داخل ہو رہی ہو کہ وہ دنیا سے آزاد ہو رہی ہو اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا کے غلام بن کے اس صدی میں داخل ہو رہی ہو۔ چھوٹے چھوٹے بچے ہم خدا کے حضور تحفے پیش کر رہے ہیں۔

اور اس کی شدید ضرورت ہے، آئندہ سو سالوں میں۔ جس کثرت سے اسلام نے ہر جگہ پھیلنا ہے، وہاں لاکھوں تربیت یافتہ غلام چاہئیں، جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خدا کے غلام ہوں۔ واقفین زندگی چاہئیں، کثرت کے ساتھ۔ اور ہر طبقہ زندگی کے ساتھ واقفین زندگی چاہئیں، ہر ملک سے واقفین زندگی چاہئیں۔ اس سے پہلے جو ہم تحریک کرتے رہے ہیں، بہت کوشش کرتے رہے لیکن بعض خاص طبقوں نے عملاً اپنے آپ کو وقف زندگی سے مستثنیٰ سمجھا۔ اور عملاً جو واقفین سلسلہ کو ملتے رہے، وہ زندگی کے ہر طبقے سے نہیں آئے۔ بعض بہت صاحب حیثیت لوگوں نے بھی اپنے بچے پیش کئے لیکن بالعموم دنیا کی نظر میں جس طبقے کو بہت زیادہ عزت سے نہیں دیکھا جاتا، درمیانہ درجہ کا غریبانہ جو طبقہ ہے، اس میں سے وہ بچے پیش ہوتے رہے۔ اس طبقے کے ان واقفین زندگی کا آنا، ان واقفین زندگی کی عزت بڑھانے کا موجب ہے، عزت گرانے کا موجب نہیں۔ لیکن دوسرے طبقے سے نہ آنا، ان طبقوں کی عزت گرانے کا ضرور موجب ہے۔

پس میں اس پہلو سے مضمون بیان کر رہا ہوں۔ ہرگز کوئی یہ غلط فہمی نہ سمجھے، نعوذ باللہ من ذالک جماعت محروم رہ جائے گی اور جماعت کی عزت میں کمی آئے گی۔ اگر ظاہری عزت والے لوگ اپنے بچے وقف نہ کریں، میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ان خاندانوں کی عزتیں باقی نہیں رہیں گی، جو بظاہر دنیا میں معزز اور خدا کے نزدیک وہ خود اپنے آپ کو آئندہ ذلیل کرتے چلے جائیں گے، اگر خدا کے حضور انہوں نے اپنے بچے پیش کرنے کا گر نہ سیکھا۔ اور یہ سنت انبیاء ہے۔ انبیاء کے بچوں سے زیادہ معزز بچے اور کوئی بچے دنیا میں نہیں ہو سکتے۔ انہوں نے اس عاجزی سے وقف کئے ہیں، اس طرح منتیں کر کے وقف کئے

ہیں، اس طرح گریہ وزاری کے ساتھ دعائیں کرتے ہوئے، روتے ہوئے وقف کئے ہیں کہ انسان حیران رہ جاتا ہے، ان کو دیکھ کر۔

پس اگلی صدی کو شدید ضرورت ہے کہ جماعت کے ہر طبقے سے لکھوکھا کی تعداد میں واقفین زندگی ایک صدی کے بعد ہم دراصل خدا کے حضور تحفہ پیش کر رہے ہوں گے۔ لیکن استعمال تو اس صدی کے لوگوں نے کرنا ہے، بہر حال۔ یہ تحفہ ہم اس صدی کو دینے والے ہیں۔ اس لئے جن کو بھی توفیق ہے، وہ اس تحفے کے لئے بھی تیار ہو جائیں۔ ہوسکتا ہے اس نیت کی، اس نذر کی برکت سے بعض ایسے خاندان، جن میں اولاد نہیں پیدا ہو رہی اور ایسے میاں بیوی جو کسی وجہ سے اولاد سے محروم ہیں، اللہ تعالیٰ اس قربانی کی روح کو قبول فرماتے ہوئے، ان کو بھی اولاد دے دے۔ خدا تعالیٰ اس سے پہلے یہ کر چکا ہے۔ جو انبیاء اولاد کی دعائیں مانگتے ہیں، وقف کی خاطر مانگتے ہیں۔ تو بعض دفعہ بڑھاپے میں بھی تو اولاد ہو جاتی ہے۔ ایسی صورت میں بھی ہو جاتی ہے کہ بیوی بھی بانجھ اور خاوند بھی۔

حضرت زکریا علیہ السلام کو دیکھیں کس شان سے دعا کی تھی۔ یہ دعا کرتے ہیں کہ اے خدا! میں تو بوڑھا ہو گیا ہوں میرا سر بھڑک اٹھا ہے، بڑھاپے کے شعلوں سے اور ہڈیاں تک گل گئیں اور میری عاقر یعنی اس میں بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت ہی کوئی نہیں ہے۔ لیکن میری یہی تمنا ہے کہ تیری راہ میں ایک بچہ پیش کروں، اس لئے میری تمنا کو قبول فرما:۔

وَّلَمْ اَكُنْ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا

(مریم:05)

اے میرے رب! میں تیرے حضور یہ دعا کرتے کرتے کبھی بھی مایوس نہیں ہوا۔ میں کبھی بھی تیرے حضور مایوس نہیں ہوا۔ شقیا کا لفظ حیرت انگیز فصاحت و بلاغت رکھتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اے خدا! میں ایسا بد بخت تو نہیں کہ تیرے حضور دعا کر رہا ہوں اور مایوس ہو جاؤں اور تھک جاؤں۔ اس عظمت کی، اس درد کی دعا تھی کہ اسی وقت دعا کی حالت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے تجھے یحییٰ کی خوشخبری دی۔ خود اس کا نام رکھا اور اس میں بھی عظیم الشان خدا کے پیار کا اظہار ہے۔

عجیب کتاب ہے قرآن کریم۔ ایسی ایسی پیار کی ادائیں سکھاتی ہے کہ آدمی حیران رہ جاتا ہے۔ آپ کے ہاں بچہ پیدا ہوتا ہے، آپ سوچتے ہیں، کس سے نام رکھواؤں۔ اور اسی جذبہ، جو للّٰہی محبت سے جماعت احمدیہ کو ہر خلیفہ وقت سے ہوتی ہے، بعض لوگ بلکہ بڑی کثرت سے لوگ مجھے لکھتے ہیں کہ نام

رکھیں۔تو اللہ تعالیٰ نے پیشتر اس کے کہ حضرت زکریاؑ کہتے کہ اے خدا! میں اس کا کیا نام رکھوں؟ یا سوچتے کہ میں کیا نام رکھوں؟ خوشخبری کے ساتھ ہی فرمایا:۔

اسْمُهٗ يَحْيٰى

(مریم:08)

ہم رکھ رہے ہیں نام، یہ پیار حضرت زکریا علیہ السلام سے تھا اور حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا سے پیار تھا۔

پس اس رنگ میں آپ اگلی صدی میں جو خدا کے حضور تحفے بھیجنے والے ہیں یا بھیج رہے ہیں، مسلسل احمدی اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ بے شمار چندے دے رہے ہیں مالی قربانیاں کر رہے ہیں، وقت کی قربانیاں کر رہے ہیں، واقفین زندگی ہیں، تو ایک تحفہ جو مستقبل کا تحفہ ہے، وہ باقی رہ گیا تھا۔ مجھے خدا نے یہ توجہ دلائی کہ میں آپ کو بتادوں کہ آئندہ دو سال کے اندر یہ عہد کر لیں کہ جس کو بھی جو اولا دنصیب ہو گی، وہ خدا کے حضور پیش کر دے گا۔ اور اگر آج کچھ مائیں حاملہ ہیں تو وہ بھی اس تحریک میں اگر پہلے شامل نہیں ہو سکی تھیں تو اب ہو جائیں۔ وہ بھی یہ عہد کر لیں لیکن ماں باپ کو مل کر کرنا ہوگا۔ دونوں کو اکٹھے فیصلہ کرنا چاہئے۔ تا کہ اس سلسلے میں پھر یکجہتی بھی پیدا ہو، اولاد کی تربیت میں۔ اور بچپن سے ان کی اعلیٰ تربیت کرنا شروع کر دیں۔ اور اعلیٰ تربیت کے ساتھ ان کو بچپن سے ہی اس بات پر آمادہ کرنا شروع کریں کہ تم ایک عظیم مقصد کے لئے عظیم الشان وقت میں پیدا ہوئے ہو۔ جبکہ غلبۂ اسلام کی ایک صدی، غلبۂ اسلام کی دوسری صدی سے مل رہی تھی۔ اس جوڑ پر تمہاری پیدائش ہوئی ہے اور اس نیت اور دعا کے ساتھ ہم نے تجھ کو مانگا تھا خدا سے کہ اے خدا! تو آئندہ نسلوں کی تربیت کے لئے اس کے عظیم الشان مجاہد بن جاؤ۔ اگر اس طرح دعائیں کرتے ہوئے لوگ اپنے آئندہ بچوں کو وقف کریں گئے تو مجھے یقین ہے کہ بہت ہی حسین اور بہت پیاری ایک نسل تمہاری آنکھوں کے سامنے دیکھتے دیکھتے اپنے آپ کو خدا کی راہ میں قربان کرنے لئے تیار ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے، آمین''۔

(مطبوعہ خطبات طاہر جلد 06 صفحہ 243 تا 250)

# خدا کی تقدیر جماعت کو عظیم عالمی انقلاب کی طرف لے کے جارہی ہے

## خطبہ جمعہ فرمودہ 10 اپریل 1987ء

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:۔

''گزشتہ پیر کے روز، جسے دوشنبہ بھی کہا جاتا ہے اور سوموار بھی کہتے ہیں، صبح ہی سے اللہ تعالیٰ نے مختلف خوشیوں کی خبریں دکھانی شروع کیں۔ خبر کے ساتھ ویسے تو سنانے کا لفظ آتا ہے مگر خوشی کی خبر دکھانا بھی ایک محاورہ ہے۔ یعنی اسے جسے عملاً پورا ہوتے ہوئے، کرتے ہوئے۔ یہ کچھ چھوٹی بھی تھیں اور بڑی بھی مگر سب تاریخی نوعیت کی تھیں۔ مثلاً یوگوسلاویہ میں اگرچہ ایک لمبے عرصہ سے خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ کامیاب تبلیغ ہوتی رہی ہے۔ باہر آکر بھی ان میں سے احمدی مسلمان بنتے رہے اور اندر بھی۔ لیکن وہ سارے ''البانین'' قوم سے تعلق رکھنے والے تھے۔ اور سربو کرویشن جو وہاں کی بڑی قوم ہے، جن میں عیسائیت پائی جاتی ہے۔ بڑی شدت کے ساتھ یا دہریت آگئی ہے، سیاست سے۔ ان میں آج تک کوئی احمدی مسلمان نہیں ہوا تھا۔ تو اس کا سامان اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا کہ پیر کے روز صبح یہ خوشخبری ملی کہ وہاں کے ایک کیتھولک عیسائی، جو پادری بھی تھے یا کم سے کم پادریوں کے ساتھ یہاں آتے رہے تھے، اس سے پہلے، وہ خدا کے فضل سے بیعت کر کے اس دن سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شامل ہوئے۔ اور چونکہ وہ پہلے ہیں اپنی قوم میں سے اور ایک بہت بڑی اور اہم قوم ہے، اس لئے یہ تاریخی نوعیت کی خوشخبری ہے۔

دوسری اس قسم کی خوشخبری آئس لینڈ سے ملی یا آئس لینڈ کی طرف سے ہے۔ مگر وہ خوشخبری ملی سکاٹ لینڈ گلاسکو سے۔ گلاسکو میں ایک آئس لینڈ کے طالب علم پی ایچ ڈی کرنے کے لئے آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے یہاں آنے کے بعد تعلیم کے دوران احمدیت کے نقطۂ نگاہ سے اسلام کا مطالعہ شروع کیا اور ان کے دل پر رفتہ رفتہ اس کا اتنا اثر پڑا تو انہوں نے خط لکھا، جو پیر ہی کے دن میں ملا یہاں کہ میں نے پوری تحقیق کے بعد احمدی مسلمان ہونے کا فیصلہ کر لیا ہے اور فوری طور پر مجھ سے رابطہ کیا جائے۔ چنانچہ میں نے مبلغ کو اطلاع کی وہاں گلاسکو میں اور ان کی طرف سے خوشخبری ملی کہ باقاعدہ بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔ آئس لینڈ کو ہم نے غالباً ڈنمارک کے سپرد کیا ہوا تھا کہ کوشش کریں کہ آئس لینڈ

میں پہلا اسلام کا پھل ملے۔لیکن باوجود کوششوں کے ڈنمارک سے کوئی بیعت نہیں ہوسکی۔اللہ تعالیٰ خود اپنے فضل سے پھل بھیجتا ہے اور بعض دفعہ بالکل ہی انسانی کوششوں کا کوئی دخل نظر نہیں آتا۔

تیسرے پیر ہی کے روز ہمارے بہت ہی اہم پریس کا افتتاح ہوا ہے۔جو جدید ترین پریس، جس کا بڑی دیر سے میں جماعت سے وعدہ کر رہا تھا اور جماعت نے بہت ہی عظیم الشان تاریخی قربانیاں بھی کی تھیں۔اس کے کمپیوٹر سیکشن کا پیر ہی کے روز افتتاح ہوا۔اور یہ دو انفرادی یا چھوٹی بظاہر خبریں ہیں۔

گو پریس کی خبر چھوٹی نہیں کیونکہ اس کا بہت ہی وسیع اثر پڑے گا، انشاءاللہ تعالیٰ۔لیکن اس سے آگے اور زیادہ دلچسپ اور زیادہ وسیع خوشی کی خبر یہ ہے کہ کچھ عرصہ پہلے تقریباً ڈیڑھ مہینہ پہلے لائبیریا سے ایک ایسے چیف کی بیعت کی اطلاع ملی، جو بڑے مخالف ٹیم سے تعلق رکھتے تھے۔اور وہ چیف نہیں بلکہ چیفوں کے چیف ہیں۔اور His Royal Highness کہلاتے ہیں اور ان کے ماتحت چالیس چیفس ہیں۔اتنے وسیع علاقے سے شاہی خاندان کے فرد ہیں۔ان کا سادہ سا خط مجھے ملا اچانک اور جب میں نے ان کے ٹائٹل (القابات) پڑھے تو میں حیران ہوا کہ یہ تو ماشاءاللہ بڑے اثر ورسوخ والے آدمی ہیں۔میں نے اسی وقت مبلغ کو فون پر اطلاع کروائی اور ایک جانے والے کے ہاتھ الیس اللہ بکاف عبدہ کی انگوٹھی ان کو تحفہ میں بھجوائی۔اور پیغام دیا کہ مجھے بہت خوشی ہوئی ہے مگر اکیلے آپ کے آنے سے اتنی خوشی نہیں ہوگی، جتنی اس بات سے خوشی ہوگی کہ آپ اپنے اثر ورسوخ کو آگے اسلام کی خدمت میں استعمال کریں اور لوگوں کے لئے راہنمائی کا موجب بنیں۔وہ اس پر اتنا خوش ہوئے کہ انہوں نے اسی وقت عہد کیا کہ میں انشاءاللہ یہ کام کروں گا مگر اپنے طریق پر۔میں نے کہا: ٹھیک ہے، آپ کریں۔انہوں نے طریق یہ سوچا کہ بجائے اس کے کہ ایک ایک آدمی کو میں احمدی بناؤں، مسلمان۔اپنے برابر کے جو چیف ہیں، ان کو کیوں نہ تبلیغ کروں۔تاکہ بڑے بڑے علاقوں پر اثر پھیلے۔چنانچہ انہوں نے اپنے تین ہم مرتبہ چیفس کو تبلیغ شروع کی اور پیر کے دن، یعنی" دوشنبہ ہے، مبارک دوشنبہ" جسے کہا جاتا ہے، اس دن دو ایسے چیفس کی بیعت کی اطلاع ملی۔جن کے تابع چالیس چالیس چیف تھے اور بہت وسیع علاقے پہ یہ بات پھیل گئی۔اور انہوں نے بہت ہی خوشی کا اظہار کیا، اپنی سعادت کا اظہار کیا۔مبلغ کو لے کے گئے۔اپنا پیلس دکھایا، ان میں سے ایک چیف نے اور کہا کہ یہ تو اللہ کا عجیب احسان ہے کہ خدا نے روشنی دکھادی ورنہ ہم لوگ تو اندھیروں میں ہی رہنے والے تھے۔تو بات وسیع تر ہوتی چلی گئی۔

اس پر مجھے خیال آیا کہ حضرت مسیح موعودؑ کو جو الہام ہوا تھا،

"دوشنبہ ہے، مبارک دوشنبہ"

(تذکرۃ:110)

جو ہم پر تو آج ایک دفعہ پھر پورا ہو گیا۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ مجھے اس سے ایک اور خیال آیا کہ ہم جو ''Friday The 10th'' خدا تعالیٰ کی طرف سے جو خبر ملی تھی، اسے خواہ مخواہ محض انذاری خبر بنائے ہوئے ہیں حالانکہ خدا کی طرف سے تو کوئی شرط نہیں تھی کہ یہ انذاری خبر ہے اور جو چمک دکھائی گئی ہے بار بار کی، وہ اس کو دونوں طرح سے سمجھا جا سکتا ہے۔ انذار کی بھی چمک ہوتی ہے اور خوشخبریوں کی بھی چمک ہوتی ہے۔ تو میرے دل میں یہ بات خدا تعالیٰ نے گاڑ دی کہ جمعہ جو ''Friday The 10th'' آنے والا ہے، اس میں ہی آئندہ کسی ''Friday The 10th'' میں جماعت کے لئے ویسی ہی خوشخبری بہت بڑی دکھائی جائے گی۔ خیر اس انتظار میں اسی دن سے مجھے کچھ امید بندھی۔ اور چونکہ جمعہ کا دن اسلامی نقطۂ نگاہ سے جمعرات کا سورج غروب ہونے پر شروع ہو جاتا ہے اور انگریزی کیلنڈر کے لحاظ سے جمعہ کا دن رات بارہ بجے تک چلتا ہے۔ تو جسے امید ہو، تمنا ہو، وہ کھینچتا ہے، وقت کو دونوں طرف سے۔ اس لئے میں نے اس تمنا میں، اس امید میں کہ خدا خوشخبری دکھائے اور وقت لمبا ہو جائے، اس میں زیادہ خوشخبریاں مل سکیں، اپنے طور پر اندازہ لگایا کہ جمعرات کا سورج غروب ہوتے ہی یہ انتظار شروع کروں گا اور پھر دیکھیں کب خدا تعالیٰ کوئی خبر دکھاتا ہے۔

اس کے دوران منگل کے روز ہارٹلے پول مجھے جانے کا اتفاق ہوا۔ ہارٹلے پول میں ہماری وہ جماعت ہے، جو ایک احمدی خاتون کی کوششوں سے بنی، اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ۔ اور وہ چونکہ صرف خواتین میں تبلیغ کر سکتی تھیں، اس لئے شروع میں صرف خواتین میں یہ جماعت بننی شروع ہوئی۔ خواتین اور بچوں کی۔ پھر انہوں نے اپنے خاوند کو بھی تبلیغ کی، ان کو مبلغ بنایا اور کچھ میں نے ان کو کچوکے دیئے کہ شرم کرو، تمہاری بیوی بہت آگے بڑھ گئی ہے اور تم بیٹھے ہوئے ہو۔ وہ طبعاً خاموش ہیں بہت اور ویسی ہی بات کرنی مشکل ہے۔ لیکن وہ پٹھان ہیں آخر غیرت اتنی آئی کہ انہوں نے کہا: ٹھیک ہے، میں بنا کے دیکھوں گا۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے پھر ان کے خاوند نے بھی تبلیغ شروع کی۔ وہ بھی ہم میں شامل ہونا شروع ہو گئے۔ وہ ایک خاندان تھا وہاں اس وقت جب میں یہاں آیا ہوں، 1984ء میں اور اب وہاں خدا تعالیٰ کے فضل سے احمدیت کے دس خاندان ہیں، جن میں سے ایک یا دو پاکستانی باہر سے آئے ہیں، باقی سب مقامی انگریز خاندان ہیں۔

اس سے پہلے ایک انگریز خاتون کا خط آیا تھا کہ میں تو احمدی ہو گئی ہوں لیکن میرے خاوند نہیں مانتے۔ اور ان کے متعلق ایک اور ذریعے سے اطلاع ملی کہ ان کی طرف سے کافی پریشانی ہے۔ کیونکہ ان

کے خاوند نے، جو بیمار ہیں، بیچاری خاتون، بارہ سال سے مسلسل ان کی خدمت کی ہے، وفا کے ساتھ اور قطعاً اس سے دل نہیں چرایا۔ لیکن ان کے مسلمان ہونے کا ان کو اتنا صدمہ پہنچا کہ انہوں نے طلاق کی دھمکی دے دی کہ اب میں یہ برداشت نہیں کر سکتا۔ تمہیں تکلیف جو کچھ ہے، میں ہر طرح حوصلے سے برداشت کروں گا۔ لیکن تم مسلمان ہو جاؤ، یہ نہیں ہو سکتا۔ ان کو میں نے لکھا کہ ان کو لے کر تو آؤ۔ ان سے گفت وشنید ہو۔ چنانچہ وہ ہمارا احمدی جوڑا ان کو لے کر آیا ساتھ اور گفتگو کے بعد مجھے کافی ان کے دل میں تبدیلی نظر آئی، کافی نرمی پیدا ہوئی، خدا کے فضل سے۔ اب جبکہ میں وہاں منگل کو گیا، سوال جواب کی مجلس تھی تو انہوں نے مجھے خوشخبری بتائی کہ گزشتہ پیر کو میں بھی مسلمان ہو گیا ہوں، خدا کے فضل سے اور باقاعدہ فارم بیعت پر دستخط کرنے والے دستخط کروالیں۔

اور وہاں سوال وجواب کی مجلس میں ایک اور خاتون اپنے بچوں سمیت وہ بھی خدا کے فضل سے احمدی ہو گئی۔ ان کی طلاق ہوئی تھی، ان کا خاوند نہیں تھا لیکن اور شخص سے ان کی دوسری شادی کی امید بندھی تھی۔ وہ اس کو بھی لے آئیں کہ وہ مجھ سے بات کرے۔ چنانچہ مجلس میں سوال رکھ دیئے اور اب جمعہ کے دن ان کی بیعت کی اطلاع مل گئی، خدا کے فضل سے۔

تو مسلسل خوشخبریوں پہ خوشخبریاں اکٹھی ہوئیں لیکن ایک سب سے بڑی خوشخبری ابھی آپ کو بتانے والی باقی ہے، جس کا تعلق ”Friday The 10th“ سے ہے۔ ایک بہت بڑے مسلمان راہنما کہ جن کا اتنا وسیع اثر ہے کہ کروڑوں مسلمان ان کی عزت واحترام کرتے ہیں، انہوں نے کئی کتب لکھیں، بہت بڑے عالم دین، کئی زبانوں کے ماہر اور بہت بارسوخ انسان۔ ان سے کچھ عرصہ پہلے جمعرات کی شام کو ملاقات مقرر ہوئی تھی۔ لیکن یہ بھی عجیب تصرف ہے اللہ تعالیٰ کا کہ کسی وجہ سے تاخیر ہوتے ہوتے جب تک جمعہ شروع نہیں ہو گیا، وہ ملاقات بھی شروع نہیں ہوئی۔ میں اس سلسلے میں فکر مند تھا، اس نقطۂ نگاہ سے کہ یک طرفہ باتیں انہوں نے احمدیت کے متعلق سنی ہوں گی اور چونکہ ان سے ملاقات اس نقطۂ نگاہ سے بڑی اہم ہے کہ بہت بڑی تعداد جو کروڑوں کی تعداد ہے، مسلمانوں تک احمدیت کا پیغام پہنچانے میں ہمیں سہولت ہو جائے گی، اگر ان پر نیک اثر پڑے۔ تو فکر مند بھی تھا، دعا بھی کی تھی اور اس مجلس میں اپنے دو احمدی دوستوں کو بھی شامل کیا تا کہ ان کی بات کا بھی اچھا اثر پڑے۔ جب وہ ہماری ملاقات شروع ہوئی تو عین سورج غروب ہوا، جب تو اس وقت اتفاق ایسا ہوا۔ اتفاق نہیں بلکہ تصرف کہنا چاہئے کہ میں سات بجے سے انتظار کر رہا تھا مگر آٹھ بجے سے پہلے ملاقات نہ ہو سکی۔ جو سورج غروب ہوا اور جمعہ کا دن شروع

ہوا۔ ملاقات کے دوران یہ نظر آیا کہ انہوں نے جماعت کے متعلق دوسروں سے باتیں سنی ہوئی تھیں۔ جماعت کے متعلق کوئی علم نہیں اوران کا رویہ بھی درمیانہ سا تھا کیونکہ شریف انسان تعلیم یافتہ اس لئے وہ بغض کا اظہار تو بہر حال نہیں کر رہے تھے لیکن ایک خشک کا سا تعلق ،جس طرح ہوتا ہے، کوئی قلبی تعلق نہ ہو، کوئی دلچسپی نہ ہو۔لیکن رفتہ رفتہ پھر باتیں شروع ہوئیں، تفصیل سے سارے مسائل ان کے سامنے میں نے بیان کئے۔ جماعت کیا ہے؟ کیا کر رہی ہے؟ اور امام مہدی کا ذکر کیا۔ دعویٰ کیا ہے؟ دوسرے مسلمان کیوں مخالف ہیں؟ اور انہوں نے اشارۃً براہ راست کہہ کے تو نہیں اشارہ اس طرح کیا کہ دلیل بھی ہونی چاہئے۔تو میں نے پھر ان کو ایک دو دلائل دیئے ان کو اور اس دوران ان کی شکل تبدیل ہونی شروع ہوئی یعنی محبت کے آثار پیدا ہونے شروع ہوئے واضح اور دیکھتے دیکھتے یوں لگا کہ جس طرح دل پگھل جاتا ہے ایک آدمی کا اور وہ بڑے کم گو ہیں۔ دو باتیں انہوں نے کہیں۔ایک یہ کہی کہ میں اپنی یہ خوش نصیبی سمجھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے مجھے یہاں آنے کا موقع دیا۔کیونکہ کانوں سے سنی ہوئی باتیں بسا اوقات جھوٹی نکلتی ہیں۔ جب تک آنکھیں نہ دیکھ لیں،اس وقت تک انسان کو صحیح پتا نہیں لگ سکتا۔اور آج مجھے خدا نے یہ موقع دے دیا کہ میں اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں اور خود پتا کرلوں کہ آپ کیا لوگ ہیں؟ دوسرا ایک بڑا معنی خیز فقرہ انہوں نے کہا۔جس سے مجھے بہت ہی امید پیدا ہوئی ہے۔انہوں نے کہا کہ ایک لمبے عرصے سے میں اسلام کا تاریخی مطالعہ کر رہا تھا۔آنحضرتؐ کے زمانے سے لے کر اب تک کا اور میں نے ہر طرف نظر دوڑائی اور خوب چھان پھٹک کی، سب تلاش کی۔لیکن جس چیز کی مجھے تلاش تھی، مجھے ملی نہیں۔ آج مجھے وہ مل گئی ہے۔اس سے بیعت تو انہوں نے نہیں کی۔لیکن اتنا حیرت انگیز فقرہ تھا ایک کم گو، اتنے بڑے عالم اور اتنے بڑے لیڈر کے منہ سے نکلا ہوا، اتنا معنی خیز ہے کہ اس وقت مجھے یہ معلوم ہو کہ یہی وہ خوشخبری تھی، جو پیر کے دن خدا نے میرے دل میں ڈالا کہ ''Friday The 10th'' صرف جلال نہیں لے کے آئے گا بلکہ جمال لے کے بھی آئے گا اور احمدیت کی ترقی کے لئے انشاء اللہ نئے نئے دروازے کھولے گا۔اور جماعت کو میں ان خوشخبریوں میں اس لئے ساتھ شامل کر رہا ہوں کہ تکلیف دہ خبریں آپ سنتے رہے ہیں، اس سے دل دعاؤں کی طرف مائل ہوتا ہے لیکن طمع کے ساتھ بھی تو دل دعاؤں کی طرف مائل ہوتا ہے۔حمد اور شکر سے دل بھرتا ہے۔اور اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شعر کی مصداق ہیں:

ہیں تری پیاری نگاہیں دلبرا اک تیغ تیز
جن سے کٹ جاتا ہے سب جھگڑا غم اغیار کا

(درثمین:10)

تو کبھی ایسی باتیں بھی آپ کو بتانی چاہئیں کہ غم اغیار کا جھگڑا کچھ دیر کے لئے کٹ جائے اور اللہ تعالیٰ کی حمد سے دل لبریز ہو جائیں اور حمد وثناء کے ساتھ دعائیں اٹھیں۔ اس لئے دعائیں کریں۔ اب معلوم یہ ہوتا ہے کہ خدا کی تقدیر بڑی تیزی سے جماعت احمدیہ کو اس عظیم عالمی انقلاب کی طرف لے کے جارہی ہے، جس کا لانا ہمارے قبضہ قدرت میں نہیں ہے۔ وہ خدا کی تقدیر کے قبضہ قدرت میں ہے۔ اور نئی صدی میں داخل ہونے سے پہلے خدا عظیم الشان دروازے کھولنا چاہتا ہے، جماعت کی ترقیات کے۔ اور ان کے لئے تیاری کی خاطر میں آپ کو بار بار مختلف نصیحتیں کرتا رہا ہوں۔ آئندہ بھی پھر اسی مضمون کو لوں گا کہ تقویٰ کا دوسرا پہلو کیا ہے، جس کا خوف سے تعلق ہے اور اس سلسلے میں جماعت پر کیا مزید ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ بہر حال آج تو حمد وثنا کا دن ہے، خاص طور پر اور خوب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اور بھی ان راہوں کو وسیع کر دے۔ آج بھی خدا کے فضل کے ساتھ ایک بہت ہی اہم مسلمان لیڈر سے ملاقات ہے، جو کسی پہلو سے بھی اپنی اہمیت میں پیچھے نہیں ہیں۔ تو ان کے لئے بھی دعا کریں کہ اللہ توفیق عطا فرمائے کہ اس رنگ میں ان کے سامنے نقطہ نگاہ پیش کر سکوں کہ ان کے ذریعے بھی ہمیں بڑی بڑی وسیع قوموں میں احمدیت کا پیغام پہنچانے کی توفیق ملے"۔

(مطبوعہ خطبات طاہر جلد 06 صفحہ 251 تا 257)

# مجھے جرمنی کا مستقبل بہت روشن دکھائی دیتا ہے

## پیغام بنام احباب جماعت مغربی جرمنی

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے بذریعہ ٹیلی فون مغربی جرمنی کے احباب جماعت کے نام ایک پیغام ارسال فرمایا، جو کہ جلسہ سالانہ مغربی جرمنی کے آخری روز مکرم امیر صاحب نے پڑھ کر سنایا۔ حضور نے فرمایا:۔

''سب احباب کو محبت بھرا اسلام۔

خصوصاً اس بات سے کہ نئے جرمن احمدی اپنا ایک نیا تشخص قائم کر رہے ہیں اور اپنی بلوغت کی عمر کو پہنچ رہے ہیں، مجھے جرمنی کا مستقبل بہت روشن دکھائی دیتا ہے۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ سارے مرد اور عورتیں دعوت الی اللہ کے کام میں مصروف ہو جائیں گے اور جماعتی کاموں میں بھرپور حصہ لیں گے۔ اور اپنے اردگرد لوگوں کو (دین حق۔ ناقل) میں داخل ہونے پر آمادہ کریں گے۔ یہ جرمنی کی بہتری میں بہت اہم قدم ہے۔ اور میں امید کرتا ہوں جلد ہی جرمنی کو (دین حق۔ ناقل) کے رنگ میں رنگین کر لیں گے۔ میرے کل کے جرمنی کے مختصر دورے نے مجھے زیادہ یقین دہانی کروائی ہے کہ انشاء اللہ عظیم جرمن قوم تمام یورپ کی تمام پہلوؤں سے ان کی قیادت کرے گی۔ گو کہ جرمن قوم عیسائیت قبول کرنے میں سب سے آخر میں تھی لیکن انشاء اللہ (دین حق۔ ناقل) قبول کرنے میں سب سے پہلے ہوگی۔ اسی طرح عربوں، افریقن (غانین) امریکن اور ٹرکش لوگوں کو دیکھ کر بھی ان میں مجھے (دین حق) کی خدمت اور (دین حق۔ ناقل) کے وقف کے لئے زبردست روح دکھائی دی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ سب پر فضل فرمائے اور آپ کو مضبوط سے مضبوط تر بناتا چلا جائے۔

اسی طرح تمام ان لوگوں کو میرا محبت بھرا اسلام پہنچا دیں، جنہوں نے کل میرے ہاتھ پر احمدیت قبول کی۔ اللہ تعالیٰ ان پر اپنے خاص الخاص فضل نازل فرمائے۔ بالآخر میرا محبت بھرا اسلام جماعت کے تمام ان مردوں، عورتوں اور بچوں کو پہنچا دیں، جو اس جلسہ میں شامل ہوئے۔ کیونکہ وہ تمام احمدیت...... کے سچے خادم ہیں۔ ان کے چہروں پر میں نے (دین حق۔ ناقل) کے لئے عظمت اور محبت دیکھی ہے۔

انشاءاللہ وہ جرمنی میں (دین حق ۔ناقل) داخل کرنے کے لئے ایک فوج کا کام کریں گے۔تمام احباب جماعت کو میرا محبت بھرا اسلام۔اللہ تعالیٰ آپ کا ہر لمحہ اور ہر آن حافظ و ناصر ہو۔

والسلام

خاکسار

مرزا طاہر احمد

امام جماعت احمدیہ

(مطبوعہ ضمیمہ ماہنامہ انصار اللہ ستمبر 1987ء، بشکریہ اخبار احمدیہ مغربی جرمنی مئی، جون 1987ء)

# وہ ہمیشہ رہنے والی عید ہمیں جلد نصیب ہو، جو فتح اسلام کی عید ہے

## عیدالفطر کا پیغام جماعت احمدیہ عالمگیر کے نام

بسم اللہ الرحمان الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیارے احمدی بھائیو، بہنو اور بچو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اللہ تعالیٰ آپ سب کو یہ عید سعید ہر لحاظ سے مبارک کرے اور اس مقدس دن کے ساتھ خدا تعالیٰ کے نزدیک جو بھی خوشیاں وابستہ ہیں، وہ سب آپ کو نصیب ہوں۔ دنیاوی لحاظ سے بھی آپ پھلیں اور پھولیں اور دینی لحاظ سے بھی آپ پھولیں اور پھلیں۔ اور اسلام کا نور سب دنیا میں پھیلائیں تا کہ وہ ہمیشہ رہنے والی عید ہمیں جلد نصیب ہو، جو فتح اسلام کی عید ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔

اس عید کے موقع پر جو پیغام میں نے احباب جماعت پاکستان اور بنگلہ دیش کو بھجوایا ہے، وہ آپ کو بھی بھجوا رہا ہوں۔ اس پیغام عید میں آپ بھی شریک ہیں۔

والسلام

خاکسار

(مرزا طاہر احمد)

خلیفۃ المسیح الرابع

25 مئی 1987ء/لندن

(مطبوعہ ہفت روزہ النصر 19 جون 1987ء وضمیمہ ماہنامہ انصار اللہ ستمبر 1987ء)

# یہ عید، تمہاری عید ہے

## عیدالفطر کا پیغام جماعت احمدیہ پاکستان کے نام

بسم اللہ الرحمان الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیارے برادرم مکرم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مہربانی فرما کر جملہ جماعتوں تک میرا یہ ''عید'' کا پیغام پہنچا دیں، اللہ کی وحدانیت کے اقرار اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق کے جرم میں دردناک مظالم کی چکی میں پیسے جانے والے احمدی بھائیوں، بہنوں اور بچوں کے محبت بھرا اسلام اور عید مبارک۔

ان کو بھی جو راہ مولیٰ میں شہید ہوئے اور عنداللہ زندہ ہیں اور ان کو بھی جو ان کی پیار بھری یادیں لئے جی رہے ہیں۔ ان کو بھی جو راہ مولیٰ پر قدم مارنے کے جرم میں پابند سلاسل ہیں اور ان کو بھی جو بظاہر آزاد ہیں لیکن آزادی کے عزیز ترین بنیادی حقوق سے محروم کر دیئے گئے ہیں۔ ان کو بھی جو جور وستم کا براہ راست نشانہ بنے اور ان کو بھی جن کی زندگی اپنے مظلوم بھائیوں کی یاد میں ایک درد پیہم بن گئی ہے۔ ان کو بھی میرا محبت بھرا اسلام اور عید مبارک کا تحفہ پہنچے، من قضیٰ نحبہ یعنی جنہوں نے اپنے خدا سے باندھے ہوئے پیمان وفا کو سچا ثابت کر دکھایا ہے اور ان کو بھی جو من ینتظر یعنی وہ جو ابھی انتظار میں ہیں۔

اے مہجور واور صبر ورضا کے مجسمو! اے ثبات قدم دکھانے والو!! جو وفا کے پیکر ہو، یہ عید تمہاری عید ہے۔ ہر آن تمہیں فرشتوں کی حفاظت کا پہرہ میسر ہو، ہر لحہ اور ہر قدم رحمت باری کا سایہ تمہارے سروں پر چھایہ رہے۔ آسمان سے اللہ کی رضا کا مائدہ لامتناہی انعام لے کر تم پر نازل ہو، جو تمہارے لئے بھی عید ہو اور آخرین کے لئے بھی۔ یقین رکھو کہ

یہ زخم تمہارے سینوں کے بن جائیں گے رشک چمن اک دن
ہے قادر مطلق یار میرا تم میرے یار کو آنے دو

خدا حافظ و ناصر۔

والسلام
خاکسار
(مرزا طاہر احمد)
**خلیفۃ المسیح الرابع**
25 مئی 1987ء/لندن

(مطبوعہ ہفت روزہ النصر 19 جون 1987ء وضمیمہ ماہنامہ تحریک جدید مئی 1987ء)

# روحانی بیماریاں بھی دنیاوی بیماریوں کی طرح زندگی کا روگ ہوتی ہیں

## پیغام فرمودہ 25 مئی 1987ء بر موقع سالانہ کنونشن جماعت ہائے احمدیہ امریکہ

بسم اللہ الرحمان الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھو الناصر

1366/25.5.1987ہش

پیارے احمدی بھائیو، بہنو اور بچو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مجھے یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت ہائے احمدیہ امریکہ 26, 27,28 جون 1987ء کو اپنا 39 واں سالانہ کنونشن منعقد کر رہی ہے۔

اس امر سے بہت خوشی ہوتی ہے کہ امریکہ کی جماعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے بعض پہلوؤں سے بڑی ترقی کر رہی ہے۔ مساجد اور مراکز کا قیام اور ایک طبقہ کی مالی قربانی میں نمایاں اضافہ، یہ سارے خوش کن پہلو ہیں۔ جماعت کے ساتھ احباب کی دلچسپی بھی بڑھ رہی ہے۔ بہت سے نوجوان، جو پہلے کچھ کٹے ہوئے تھے، اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے نسبتاً قریب آرہے ہیں۔ خصوصاً نیویارک کے حلقہ میں جماعت کا مشن سے تعلق اور مشن کے لئے وقت دینا اور جماعتی امور میں دلچسپی لینا، مثالی ہے۔ اللہ کرے، ہر جگہ اس قسم کے نمونے قائم ہوں۔ بلکہ اس سے بھی بہت بڑھ کر نیکیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی سچی لگن پیدا ہو جائے۔ یہ تو خوشکن پہلو ہیں، ان پر جتنا بھی خدا کا شکر کیا جائے، کم ہے۔

مالی قربانیوں میں جہاں غیر معمولی ترقی ہوئی ہے، اس کی برکت سے مالی قربانی کرنے والوں کے اعمال میں اور ان کی روحانی حالت میں اور دین سے بالعموم ان کے تعلق میں بھی غیر معمولی برکت پڑی ہے۔ مالی قربانی کا یہ فائدہ سب سے زیادہ خوشکن ہے۔ قرآن کریم سے ثابت ہوتا ہے کہ زکوٰۃ، تزکیہ

اموال ہی نہیں تزکیہ اعمال بھی کرتی ہے۔ قرآن کریم کا یہ وعدہ اللہ کے فضل سے بڑی شان کے ساتھ تمام مالی قربانی کرنے والوں کے حق میں پورا ہو رہا ہے۔

لیکن کچھ قابل فکر پہلو ہیں۔ وہ بھی آپ کے سامنے آتے رہنے چاہئیں۔ ورنہ خوش فہمیوں میں مبتلا رہیں گے اور کمزوریاں دور کرنے کی طرف توجہ نہیں ہوگی۔ ابھی تک میرے اندازے کے مطابق جماعت امریکہ کی اکثریت ایسی ہے، جو مالی قربانی کے ادنیٰ تقاضوں پر بھی پورا نہیں اترتی۔ باشرح چندہ، مالی قربانی کی طرف پہلا قدم ہے، جس کے بعد قربانی کا آئندہ سفر شروع ہو جاتا ہے۔ ابھی تک اکثریت کے متعلق اطمینان سے نہیں کہا جا سکتا کہ وہ تقویٰ کے ساتھ مالی قربانی کا یہ پہلا قدم اٹھا چکے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جو شخص مشکلات میں تنگی محسوس کرتے ہوئے محض اللہ کی خاطر اپنے عزیز مال سے جدا ہوتا ہے، اس کو صرف اعمال ہی میں برکت نہیں ملتی بلکہ اس سے بڑھ کر رضائے باری تعالیٰ حاصل ہوتی ہے۔ اور جسے اللہ کی رضا حاصل ہو جائے، اس نے سب کچھ پا لیا۔ پس ایک کثیر حصہ کا اس سے محروم رہ جانا، کوئی معمولی نقصان نہیں ہے۔ پتہ نہیں لوگ کیوں خدا کو خدا کے دیئے ہوئے رزق میں سے کچھ واپس کرنے سے ڈرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ان کے گزارے نہیں چلیں گے۔ خدا پر یہ بدظنی ان کو دنیا اور دین میں ہر لحاظ سے مہنگی پڑتی ہے، لیکن وہ نہیں سمجھتے۔

پس ایک پہلو تو یہ ہے، جو فکر کے لائق ہے۔ بار بار نصیحت کے ذریعہ ایک دوسرے کو سمجھائیں، بار بار یاد دہانی کروائیں۔ گزشتہ خطبوں میں اس موضوع پہ اقتباسات نکال کر انہیں امریکن انگریزی میں ریکارڈ کروا کر اور Edit کر کے اس طرح پیش کیا جا سکتا ہے کہ نئے امریکن اور پرانے امریکن بھی اس سے بھرپور استفادہ کر سکیں۔

دوسرا پہلو نئی نسلوں کی تربیت کا اور ان کو زہریلی فضا سے بچانے کا ہے۔ افسوس ہے کہ اس میں بھی ابھی بہت خلا موجود ہے۔ جدید طرز کا، اعلیٰ معیار کا تربیتی لٹریچر بچوں کے لئے پیدا کرنا، نوجوانوں کو خدام الاحمدیہ اور دیگر ذرائع سے منظم کر کے خدمت دین کی دلچسپیاں ان میں پیدا کرنے کے ذرائع اختیار کرنا، ہر ایک کے سپرد کچھ نہ کچھ ایسی ذمہ داری کر دینا، جس سے اس کو محسوس ہو کہ اس کا وقت اب پہلے سے زیادہ مفید کاموں میں خرچ ہو رہا ہے تا یہ احساس اس کی زندگی کو بامقصد اور معنی خیز بنا دے، یہ امور اور دیگر بہت سے تربیتی امور ایسے ہیں، جو ایک دو نصیحتوں سے حل ہونے والے نہیں۔ روحانی بیماریاں بھی دنیاوی بیماریوں کی طرح زندگی کا روگ ہوتی ہیں۔ باشعور اور باہمت قومیں مسلسل بیماریوں کے خلاف جدوجہد کرتی ہیں اور بے وقوف اور سہل انگار قومیں تھوڑی کوششوں کے بعد پھر غافل ہو جاتی ہیں۔ یہاں تک کہ بیماریاں ان پر

غلبہ پا جاتی ہیں۔آپ تو باشعور اور زندہ قوموں کی صف اول میں ہیں۔اپنے شایان شان طریق اختیار کریں اور اپنے نوجوانوں ہی کی نہیں بلکہ بڑوں کی تربیت کی طرف بھی مسلسل توجہ دیں۔ابھی بڑے خلا باقی ہیں۔ جب بھی نماز کی طرف توجہ دلائی جائے تو کچھ دیر کے لئے معیار بڑھ جاتا ہے۔اگر مسلسل نصیحت کرتے رہیں گے تو انشاء اللہ استقلال پیدا ہو جائے گا۔پس عبادتوں کے معیار بلند کریں اور اسے ہمیشہ بلند رکھنے کے لئے کوشش کرتے رہیں۔جماعت میں ایک بڑی تعداد ایسے نوجوانوں کی ہے،جن سے کوئی خدمت نہیں لی جا رہی۔Waste Land کی طرح یہ نوجوان جماعتی خدمات سے محرومی کے نتیجہ میں فائدہ کی بجائے نقصان کا موجب بن رہے ہیں۔پس ایسے پروگرام بنائیں کہ زیادہ سے زیادہ افراد جماعت کو کسی نہ کسی رنگ میں خدمت کی سعادت ملتی رہے۔یہ تربیت کا ایک نہایت مفید ذریعہ ہے۔

امریکہ کی جماعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے کئی پہلوؤں سے بہت ترقی کرنے والی ہے۔پاکستانی اور غیر پاکستانی ہر امریکن احمدی میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے نئی زندگی کے آثار نظر آ رہے ہیں۔لیکن ابھی بہت Potential باقی ہے،اس سے استفادہ کر کے اپنی طاقت بڑھائیں۔

جماعت احمدیہ امریکہ میں جہاں بہت سی خوبیاں ہیں، وہاں ایک نہایت قابل افسوس کمزوری بھی ہے کہ یہ جماعت اکثر دیگر ممالک کے مقابل پر تبلیغ کے معاملہ میں پیچھے ہے۔سواس وقت دنیا میں جہاں سب سے زیادہ تبلیغ کی ضرورت ہے،وہاں سب سے زیادہ سستی پائی جاتی ہے۔وسیع پیمانے پر لٹریچر کی اشاعت یا مبلغین کا دوسروں تک کتابیں پہنچا دینا،ہرگز کافی نہیں۔میں بار بار توجہ دلا چکا ہوں کہ دعوت الی اللہ کا کام فی الحقیقت انفرادی ہے۔جب تک احباب جماعت زیادہ سے زیادہ اس میں دلچسپی لے کر اپنے گردو پیش کے ماحول کو اسلام میں داخل نہ کرنا شروع کریں، اس وقت تک بات نہیں بنے گی۔اللہ آپ کو ہدایت دے اور آپ کی استطاعت بڑھائے۔ان سب امور کی طرف توجہ کریں اور دعا اور تعلق باللہ پر زور دیں کہ سارے کام اسی سے بنتے ہیں۔اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔

والسلام

خاکسار

(مرزا طاہر احمد)

خلیفۃ المسیح الرابع

(مطبوعہ ہفت روزہ النصر 23 اکتوبر 1987ء،بشکریہ ماہنامہ النور امریکہ جولائی 1987ء)

# سفید فام یورپین احمدی اگر سونا تھے تو کندن بن چکے ہیں

## خطبہ جمعہ فرمودہ 12 جون 1987ء

"......آج ہالینڈ کی تاریخ میں یہ ایک امتیازی دن ہے کہ پہلا یوروپین سالانہ خدام الاحمدیہ کا اجتماع یہاں منعقد کیا جارہا ہے۔ جب میں کہتا ہوں ہالینڈ کی تاریخ میں ایک امتیازی دن ہے تو آج کے نقطۂ نگاہ سے، اس زمانے کے لحاظ سے یہ ایک حیرت انگیز بات ہے۔ یہ کیسا تاریخی دن ہے کہ ہالینڈ کی بھاری اکثریت اس دن کی اہمیت سے کلیۃً ناآشنا بلکہ خدام الاحمدیہ کے ساتھ وابستگی کے تصور سے بھی شاید شرم محسوس کرے۔ وہ حیرت سے ہمیں دیکھیں گے کہ یہ کیا بات کہہ رہے ہیں کہ آج یہ دن ہالینڈ کی تاریخ میں ایک امتیازی دن ہے۔ مگر اسی طرح دنیا میں ہوتا چلا آیا ہے۔ وقت کوئی ٹھہری ہوئی چیز نہیں بلکہ ایک جاری سلسلہ ہے۔ اور ایک زمانے کے متعلق تأثرات بھی ہمیشہ ایک سے نہیں رہا کرتے۔ قومیں مختلف ادوار سے گزرتے ہوئے اپنے نظریات، اپنے رجحانات میں تبدیلی پیدا کرتی چلی جاتی ہیں اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ دور کے گزرے ہوئے زمانے میں ایک معمولی ہونے والا واقعہ جسے اس دور کا انسان نہایت ہی تحقیر کی نظر سے دیکھتا ہے، بعد کے آنے والے انسان کی نظر میں حیرت انگیز وقعت اختیار کر جاتا ہے۔ تاریخ اس واقعہ سے شروع ہوتی ہے اور ہمیشہ ہمیش کے لئے انسانی زندگی میں وہ واقعہ ایک سنگ میل بن جایا کرتا ہے۔ خصوصاً الٰہی جماعتوں کی تاریخ میں یہی ہوتا ہے اور ہمیشہ سے یہی ہوتا چلا آیا ہے"۔

"......پس جب میں کہتا ہوں کہ ہالینڈ کی تاریخ میں یہ ایک عظیم دن ہے تو میں ماضی سے قوت پا کر احمدیت کے شاندار مستقبل کی بات کرتا ہوں۔ ماضی سے سہارا لے کر مستقبل میں دور تک دیکھتے ہوئے یہ اندازہ لگاتا ہوں کہ آئندہ آنے والا مؤرخ ہالینڈ کی تاریخ میں جو اہم دن شمار کیا کرے گا، اس میں اس دن کی کیا حیثیت ہوگی؟ پس یقیناً خدام الاحمدیہ کے مؤرخین اس دور میں جو آج سے پانچ سو سال بعد آئے یا ہزار سال بعد یا خدا کرے اس سے بہت پہلے آجائے، یقیناً اس دن کو ایک اہمیت دیں گے۔ پس اس دن کو دعاؤں کے ساتھ شروع کریں اور اس عرصے میں خصوصیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگتے رہیں کہ خدا تعالیٰ ہمیں ان تمام تقاضوں کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، جو اس دن سے وابستہ ہو چکے ہیں"۔

”.....جب بھی قوموں کی بدقسمتی ہوتی ہے، جب ان کے برے دن آتے ہیں تو ان میں یہ رجحان پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ اپنی برائیاں دوسروں کو دیتے ہیں اور دوسروں کی برائیاں خود لینے لگ جاتے ہیں۔ اور جب قوموں کے اچھے دن آتے ہیں، ان کے مقدر جاگتے ہیں تو بالکل اس کے برعکس صورت پیدا ہوتی ہے۔ وہ اپنی برائیاں چھپاتے ہیں اور ان سے شرم محسوس کرتے ہیں اور لوگوں سے ان کی برائیاں لینے کی بجائے ان کی خوبیاں اخذ کرتے ہیں اور برائیاں دور کرنے کے لئے ان کو نصیحت کرتے ہیں۔ اور نصیحت کو قوت دینے کے لئے اپنے نیک اعمال سے اپنی نصیحت کو طاقت دیتے ہیں۔ قرآن کریم نے قوموں کے عروج وزوال کا جو نقشہ کھینچا ہے، اس کا خلاصہ یہی ہے“۔

”.....قومی زندگی میں برائیوں سے نہ روکنا اور برائیوں کی شرم اُڑ جانا اور برائیوں سے روکنے کے لئے ایک دوسرے کو نیک نصیحت کے ذریعے باز رکھنے کی کوشش نہ کرنا، یہ ہلاکت کا آغاز ہے۔ پس آج یورپ میں آباد ہونے والے احمدی چونکہ اکثریت ایسے احباب کی ہے، جو دوسرے ممالک سے یہاں تشریف لائے ہیں، اس لئے اس خاص صورتحال کے پیش نظر میں آپ کو خصوصیت سے توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ آپ یہاں آئے ہیں تو دونوں میں سے ایک چیز آپ کے اختیار میں ہے یا یہ کہ اپنی برائیاں ان کو دیں، جو پہلے ان کو عادت نہیں تھی، وہ گندی عادت ڈال دیں اور ان کی برائیاں خود لے لیں۔ اگر ایسا کریں گے تو قرآن آپ کی تقدیر کا فیصلہ پہلے ہی کر چکا ہے اور حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم مثالیں دے دے کر بتا چکے ہیں کہ جس قوم میں یہ عادت پڑ جائے، وہ زندہ رہنے کی اہل نہیں رہا کرتی، وہ یقیناً غرق ہو گی۔ ایک دوسری صورت یہ ہے کہ آپ اپنی خوبیاں ان کو دیں اور ان سے ان کی خوبیاں لیں۔ اور اس طرح خوبیوں کا اجتماع کریں۔ اس صورت میں کوئی دنیا کی طاقت آپ کو ہلاک نہیں کر سکے گی۔ لازماً آپ ایک بلندی کی منزل سے دوسری بلندی کی منزل کی طرف اونچا ہوتے چلے جائیں گے۔

پس اس صورتحال کو ملحوظ رکھتے ہوئے، جو خصوصیت کے ساتھ آج باہر سے آنے والے احمدیوں کو درپیش ہے، میں نصیحت کرتا ہوں کہ بعض اپنی خوبیاں، جو خدا تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی ہیں، جو نسبتاً مغرب میں کم ہیں، ان خوبیوں کی حفاظت بھی کریں اور ان خوبیوں کو ان لوگوں میں داخل کرنے کی کوشش کریں اور اسی طرح ان کی برائیوں سے بچتے ہوئے، ان کی خوبیوں سے استفادہ کریں۔

امر واقعہ یہ ہے کہ یہ قومیں جیسا کہ آپ لوگ بعض دفعہ کہہ دیتے ہیں کہ بہت برائیاں ان میں آ چکی ہیں، اتنی بری بھی نہیں ہیں۔ چند ایک برائیوں میں بہت آگے بڑھ گئیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ بہت

سی ایسی خوبیاں ہیں، جن سے مشرق کی اکثر اقوام محروم ہیں۔ یہاں مذاہب کی بحث نہیں ہے، یہاں تہذیبوں کی بات ہو رہی ہے۔ مشرق کی تہذیب سے آنے والے لوگ بہت سی گندی عادات کا شکار ہو چکے ہیں۔ وقت کا ضیاع، جھوٹ بولنے میں جلدی کرنا، بہانے تراش کرنا، محنت سے جی چرانا اور اسی قسم کی وہ رہن سہن کی معاملات میں سہل انگاری اور گندے رہنا، کمروں میں جا کر دیکھو تو بستر بکھرے پڑے ہیں، کہیں تکیہ ہے کہیں چادر، جو چیز گر گئی، وہیں پڑی رہی۔ کھانا بستر پہ بیٹھ کے کھا رہے ہیں تو داغ بھی پڑ رہے ہیں ساتھ ساتھ اور اسی قسم کی اور بہت سی ایسی عادتیں ہیں، جس کے نتیجے میں ان کا رہن سہن بہت ہی تکلیف دہ اور بدمنظر ہو جاتا ہے۔ کھانا پکایا ہے تو برتن صاف ہی نہیں کئے، یہاں تک کہ وہ جگہ جہاں برتن صاف کئے جاتے ہیں، وہ بھی کھانے کے برتنوں کی طرح رفتہ رفتہ گندی ہو جاتی ہے، بدبوئیں اٹھ رہی ہیں۔ کہیں اولیاں لگ گئی ہیں۔ نہایت ہی خوفناک مناظر بعض لوگوں کا رہن سہن پیش کرتے ہیں اور اسی طرح اور بہت سی عادتیں ایسی ہیں، جن کو دیکھ کر مغرب والے حیران ہوتے ہیں کہ یہ کہاں سے جانور اٹھ کے آگئے ہیں۔ وہ جو Racial نفرت کہلاتی ہے، یعنی قومی نفرت، وہ خالصۃً قومی نفرت بھی نہیں۔ وہ دراصل عادات کا بعد ہے، جس کے نتیجے میں ایک مغائرت پیدا ہو جاتی ہے، ایک قسم کی دوری پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ اس نظر سے دیکھتے ہیں کہ یہ لوگ کہاں سے آئے؟ کیسے انہوں نے رہن سہن سیکھا؟ کس طرح یہ لوگ زندگی بسر کرتے ہیں؟ کوئی ان کو بتانے والا نہیں کہ انسانیت کے تقاضے یہ ہیں یا وہ ہیں۔ پھر ایسے اوقات میں شور کرنا، جب کے دوسروں کے آرام کا وقت ہو، گلیوں اور بازاروں میں تھوکنا، ٹوائلٹ میں جانا تو ٹوائلٹ کی صفائی کے تقاضے پورے نہ کرنا، جہاں کھانا کھایا، وہاں ہڈیاں اچھال دینا چاروں طرف جنگل سمجھ کے کہ یہاں کیا فرق پڑتا ہے۔ یا روٹی کے ٹکڑے پھینک دینا۔ غرضیکہ بہت سی ایسی عادات ہیں، جو بالعموم مشرق سے آنے والے اقتصادی لحاظ سے پسماندہ لوگوں میں اپنی اقتصادی پسماندگی کے نتیجے میں ایک لمبے عرصے میں راسخ ہو چکی ہیں۔

اس قوم کو آپ یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ صدیوں تم نے مشرق کا خون چوسا، صدیوں تم نے مشرق پر حکومت کی اور دولت کے ساتھ رہنے کے جو اوصاف ہیں، وہ بھی حاصل کر لئے۔ اب کس بات کا شکوہ کرتے ہو، ہم سے۔ آپ یہ کہہ کر تو ان کے منہ بند نہیں کرا سکتے۔ گندگی، بہرحال گندگی ہے۔ بری عادتیں، بہرحال بری عادتیں ہیں۔ اس لئے یہ کہہ کر نہ آپ خود مطمئن ہو سکتے ہیں، نہ ان کو مطمئن کر سکتے ہیں۔ اس کا تو ایک ہی علاج ہے کہ ان سے وہ صفائی کے سارے رہن سہن سیکھ لیں، اگر آپ کو خود نہیں آتے۔ لیکن

ایک احمدی کے لئے یہ کہنا بڑے ہی تعجب کے بات ہوگی کہ وہ خود نہیں آتے۔ صفائی اور نظافت اور اعلیٰ رہن سہن کے جیسے اسلوب حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سکھلا گئے، اس کی تمام خوبیوں اور حسن کو تو ابھی تک بھی یہ لوگ نہیں پہنچ سکے۔ صرف اپنی تعلیم کو عمل میں ڈھالنے کی ضرورت ہے۔ ان کا اچھا رہن سہن دیکھ کر آپ یہ فائدہ اٹھا سکتے ہیں کہ وہ جو شرف والی تعلیم لے کر آیا تھا، میں تو ایک ایسے آقا کی غلامی سے منسلک ہوں۔ جس نے ہر انسانی خوبی کو بلند ترین معیار تک پہنچا دیا تھا۔ اب میرے عملی نمونے سے یہ کیا سمجھیں گے۔ نہ تو ان کے اندر یہ صلاحیت ہے اس وقت کہ وہ اقتصادی پس منظر کو دیکھ کر ایسے تجزیئے کریں کہ جس کے نتیجہ میں سمجھیں کہ یہ قوم مجبور تھی، ہم نے ان کو غلام بنایا، یہ غریب ہو گئے اور اس کے نتیجے میں لازماً ایسی باتیں پیدا ہوئیں۔ نہ ان میں یہ قابلیت ہے کہ ماضی کی تلاش کر کے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا جائزہ لیں اور یہ سوچیں کہ یہ تو بڑے ہی بدقسمت لوگ ہیں، ہم سے بہت بہتر اصول رکھنے کے باوجود، ہم سے بہت بہتر تعلیم کے حامل ہونے کے باوجود اپنی بدعملیوں کی وجہ سے یہ اس حال کو پہنچ گئے ہیں۔ ان کو صرف آپ نظر آئیں گے اور آپ کے پیچھے اسلام نظر آئے گا۔ اور آپ کی ہر بات کو یہ اسلام کی طرف منسوب کر دیں گے۔ کیا دیکھا نہیں آپ نے کہ خمینی کے ساتھ یہ کیا کرتے ہیں؟ کیا سنا نہیں کہ لیبیا کے قذافی کے ساتھ کیا کرتے ہیں؟ خمینی کی ہر بات اسلام بن کر ان کو دکھائی دیتی ہے اور قذافی کی ہر حرکت ان کو اسلام بن کر سنائی دیتی ہے۔ یہ تیار بیٹھے ہیں کہ ہر بدی کو اسلام کے منہ پر تھوپیں، ہر ظلم کو اسلام کی طرف منسوب کریں۔ آج انہوں نے Terrorism کا نام بھی اسلام رکھ لیا ہے، یہ Islamic Terrorism ہے، یہ اسلامی ظلم ہے۔ حالانکہ اس سے بہت زیادہ مظالم، بہت ہی زیادہ خوفناک مظالم آئرلینڈ میں بھی ہو رہے ہیں۔ لیکن اس کا نام Christian Terrorism یہ کبھی نہیں رکھیں گے۔ تو جو پہلے ہی تیار بیٹھے ہوں کہ نکتہ چینی کریں، جو بہانے ڈھونڈیں کہ آپ کے نقائص آپ کے مذہب کی طرف منسوب کریں، ان کے نزدیک آپ کا کوئی قصور نہیں ہوگا، تمام قصور اسلام کا ہوگا۔ کتنا بڑا گناہ کر رہے ہوں گے آپ کہ ہر خوبی اسلام کی تھی اور ہر قصور آپ کا تھا لیکن آپ نے برداشت کر لیا کہ آپ کے سارے قصور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی پاکیزہ تعلیم کی طرف منسوب کر دیئے جائیں۔ یہی ہو رہا ہے اور یہی ہوتا چلا جائے گا، اگر اپنے اندر آپ نے ایک نمایاں پاک تبدیلی پیدا نہ کی۔

پس اپنی ان خوبیوں کو دوبارہ حاصل کریں، جن کو مدتوں سے آپ کھو چکے ہیں۔ ہزار سال سے لمبا عرصہ ہو گیا کہ مسلمان بدقسمتی سے تنزل کرتے ہوئے اسلام کی تعلیم سے دور ہٹتے چلے گئے اور نظافت

اور نجابت اور روزمرہ کے ملنے جلنے کے اعلیٰ اخلاق، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سکھائے تھے، ان سب سے غافل ہو گئے۔ اس زمانے میں جبکہ اکثر گھروں میں دروازے بھی نہیں ہوتے تھے، بعض دفعہ پردے لٹکا کر کام لیا جاتا تھا۔ بعض دفعہ پردے بھی نہیں لٹکائے جاتے تھے۔ حیرت کی بات ہے، چودہ سو سال پہلے ہر اپنے غلام کو یہ عادت ڈالی کہ کہیں بغیر اجازت کے کسی گھر میں کسی دروازے میں داخل نہیں ہونا۔ سلام کہو اور اجازت حاصل کرو۔ اور اگر اجازت نہیں ملتی تو کسی قسم کی دل پر میل لائے بغیر السلام علیکم کہہ کے اس گھر سے الگ ہو جاؤ۔

(بخاری کتاب الاستیذان حدیث نمبر: 6245)

آج یورپ میں یا دوسری ترقی یافتہ قوموں نے لمبے عرصے اور لمبے تجربے کے بعد یہ عادات سیکھیں ہیں۔ آپ یہ عادات بھلا کے یہاں آئیں ہیں۔ آپ کسی گھر جاتے ہیں تو دروازہ کھول کے کسی کمرے میں جانا چاہتے ہیں تو بغیر آواز کے دروازہ دھڑام سے کھولا اور اندر داخل ہو جاتے ہیں۔ ان کو کیا پتہ کہ آپ کا ماضی کیسا شاندار تھا۔ انہوں نے آج کا چہرہ دیکھنا ہے۔ اور پھر آج کے چہرے کو، آج کے جسم کی طرف منسوب نہیں کرنا بلکہ چودہ سو سال پہلے کے چہروں کی طرف منسوب کرنا ہے۔ یہ ظلم ہے، جو اسلام کے ساتھ کیا جا رہا ہے۔ اور اس ظلم میں آپ ان کے مد ہو جائیں گے، اگر آپ نے اپنے اندر پاک تبدیلی پیدا نہ کی۔

پس اپنی خوبیوں کو دوبارہ حاصل کریں۔ ان کی خوبیوں کو دیکھ کر شرم محسوس کریں کہ یہ تو ہماری تھیں۔ اسی واسطے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صورتحال پر نظر ڈالی اور یہ فرمایا کہ:۔

الحکمۃ ضالۃ المؤمن

(ترمذی کتاب العلم حدیث نمبر: 6211)

کہ حکمت کی بات، اچھی بات تو مومن کی گمشدہ اونٹنی کی طرح کی ہے۔ اگر کسی انسان کی اونٹنی گم جائے تو اسے دوبارہ حاصل کرنے میں شرم محسوس نہیں کرتا۔ وہ جانتا ہے کہ میری تھی، مجھ سے الگ ہوئی ہے۔ پس جب آپ ان کی خوبیاں حاصل کریں گے تو آپ کی یہی کیفیت ہوگی، کسی شرم کی ضرورت نہیں ہے، کسی احساس کمتری کا شکار ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر آپ کی خوبیاں نہ بھی ہوتیں، تب بھی خوبیوں کو اختیار کرنے میں تو کوئی احساس کمتری کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ لیکن بفرض محال بعض حساس لوگ کہتے ہیں، ہم کیوں نقلیں ماریں۔ ان کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ رستے کتنے آسان فرما دیئے۔ فرمایا:۔

الحکمۃ ضالۃ المؤمن

یہ تو تمہاری خوبیاں تھیں، تم حاصل کرو، جس طرح مالک ہوتے ہو، تم سے ان لوگوں نے حاصل کر لی ہیں۔

پس خوبیوں میں تو یہ طریق اختیار کریں۔ اور برائیوں میں وہ دوسرا طریق کہ برائیاں آپ کی نہیں ہیں۔ اگر آپ میں ہیں تو کہیں غیر سے آ گئیں۔ اگر آپ برائیوں کا شکار ہیں تو یہ پردیسی چیزیں ہیں، جن کا آپ کی ذات سے کوئی تعلق نہیں۔ لیکن اپنے دلوں کو، اپنی عادات کو، آپ نے ان کا وطن بنا لیا۔ لیکن اس کے برعکس اگر آپ ان کی برائیاں حاصل کرنے لگ جائیں اور خوبیوں سے غافل ہو جائیں، خوبیوں سے آنکھیں بند کر لیں تو کتنا بڑا ظلم ہوگا؟ پہلے ہی بہت ہی گندی عادات کے بوجھ تلے دبے پڑے ہیں، ہم لوگ۔ معاشرتی لحاظ سے، تمدنی لحاظ سے، روزمرّہ کی عادات رہن سہن کے لحاظ سے اور میل جول کے لحاظ سے کئی پہلو ہیں، جن میں ہم بدقسمتی سے ایک لمبے پسماندہ دور میں سے گزرتے ہوئے بہت سی بدیوں کی گٹھریاں اٹھائے ہوئے ہیں۔ اوپر سے ان کی ڈرگز (Drugs) اختیار کرنے لگ جائیں، اوپر سے ان کی شراب پینے لگ جائیں، اوپر سے ان کی دوسری عادات کو اختیار کر جائیں، کچھ بھی ہمارا باقی نہیں رہے گا۔ کتنا ظالمانہ سودا ہوگا کہ نیک مقاصد کی خاطر ہجرت کر کے آئے، دین کا نام لے کر گھروں سے نکلے اور اپنے عزیزوں کو پیچھے چھوڑا، پیچھے مائیں فوت ہو گئیں، پیچھے باپ جدائی میں، مشکلات میں زندگی بسر کرتے کرتے رحلت کر گئے، بعض بچے فوت ہو گئے لیکن واپس نہ جا سکے آپ لوگ اور یہاں آ کر کیا سودا کیا؟ سودا یہ کیا کہ اپنی برائیاں ان کو دینی شروع کر دیں اور ان کی برائیاں خود اختیار کرنے لگ گئے۔

جب میں کہتا ہوں کہ برائیاں دینے لگ گئے تو یہ بھی واقعہ ہے کہ بدقسمتی سے بعض لوگ یہ بھی کرتے ہیں۔ جب آج سے ایک لمبا عرصہ پہلے، تقریباً انتیس سال پہلے، جب میں انگلستان آیا تھا تو شاذ و نادر کے طور پر کوئی پولیس مین ایسا بیان کیا جاتا تھا یعنی یہ بھی نہیں کہ حقیقت میں صحیح تھی بات، بیان کیا جاتا تھا کہ رشوت لے لیتا ہے۔ اور یہ ایک حیرت انگیز بات سمجھی جاتی تھی۔ لیکن اب ایسی باتیں عام ہو گئی ہیں۔ اب ان کے ٹیلی ویژن کے پروگراموں میں بھی یہ باتیں آ رہی ہیں، اخبارات میں بھی اس کے چرچے ہوتے ہیں، پولیس کے اصلاحی کمیشن بھی بیٹھتے ہیں اور حیرت کی بات اور ظلم کی بات یہ ہے کہ اس کا آغاز Asians نے شروع کیا ہے۔ اس زمانے میں کبھی کبھی میرے کان میں یہ بھنک پڑتی تھی اور بہت تکلیف پہنچتی تھی کہ بعض لوگ کہتے تھے کہ جی! ہم ان کو رشوت لینا سکھا رہے ہیں اور بڑے فخر سے بات کرتے تھے۔ کہتے تھے کوئی فرق نہیں پڑتا، ان کو ایک شراب کی بوتل دے دو تو یہ بھی ہماری طرح بات ماننے لگ جاتے ہیں۔ انسانی فطرت کی کمزوریاں تو ہر جگہ ہیں۔ آپ نے ایک اچھی قوم کو گندا بنایا اور اس پر فخر محسوس کیا۔ اسی طرح ممکن ہے کہ اور بھی بہت سی بدیاں مشرق نے ان لوگوں میں داخل کر دی ہوں۔ تو ان کی

بدیوں کے ڈھیر بھی بڑھنے شروع ہو گئے۔آپ کی بدیوں کے ڈھیر بھی بڑھنے شروع ہو گئے۔اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان پھر کیسے پورا نہ ہوگا کہ کشتی کے پیندے میں سوراخ تو ہو گیا ہے، اس نے ڈوبنا ہی ڈوبنا ہے۔

ایسی قومیں جن کی بدیاں بڑھنے لگ جاتی ہیں اور یہ عادت اب ان میں بھی آچکی ہے۔ایک دوسرے سے بدیاں سیکھنے لگ گئے ہیں۔امریکہ کا معاشرہ یورپ کو بدیاں سکھا رہا ہے، یورپ کا معاشرہ کچھ باتیں امریکہ میں داخل کرتا ہوگا۔لیکن بالعموم تو امریکہ سے ہی گندگی آتی ہے اور ساری دنیا میں پھیلتی ہے اور بڑی خوشی سے انہیں قبول کر رہے ہیں۔پھر ایک دوسرے سے بدیاں سیکھتے ہیں۔جو اٹلی میں بدی ایجاد ہوگئی، وہ یورپ کے باقی ممالک نے بھی ضرور اختیار کرنی ہے۔جو انگلستان میں پیدا ہوئی، اسے بڑے شوق سے پھر باقی ملک بھی نقل کرتے اور اختیار کرنے لگ جاتے ہیں۔تو جو قوم پہلے ہی بیچاری اس حال کو پہنچ رہی ہو کہ ان میں بھی یہ رجحان پیدا ہو جائے کہ وہ بدیاں اختیار کرتے ہیں آسانی کے ساتھ اور شوق کے ساتھ۔ اوپر سے آپ ان کو اپنی بدیاں پہنچانے لگ جائیں تو یہ سارا زمانہ یقیناً بڑا گھاٹے کا زمانہ ہوگا۔

قرآن کریم نے اسی طرح اس زمانے کا ذکر فرمایا ہے، قرآن کریم نے یہی تو کہا ہے:۔

وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

(العصر:02 تا04)

کہ میں زمانے کی قسم کھا کر کہتا ہوں، ان الانسان لفی خسر ایسا زمانہ آئے گا کہ انسان بحیثیت مجموعی گھاٹے میں جا رہا ہوگا۔ یہ بات تو سمجھ میں آجاتی ہے۔مگر ذرا سوچیں کہ اس کے بعد قرآن کریم کیا فرماتا ہے۔الا الذین امنوا وعملوا الصلحت. مگر زمانے ہی کی قسم کچھ لوگ ایسے ضرور ہوں گے، جو ایمان لانے والے ہوں گے اور نیک عمل کرنے والے ہوں گے۔وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر. وہ نیک کاموں کی نصیحت کرتے چلے جائیں گے زمانے کو اور صبر کے ساتھ نیک کاموں کی نصیحت کرتے چلے جائیں گے، نیک اعمال کے ساتھ نیک کاموں کی نصیحت کرتے چلے جائیں گے۔

اگر آپ وہ نہیں ہیں تو پہلی پیشگوئی تو پوری ہوگئی۔اس دوسری پیشگوئی کو پورا کرنے والے اور کون لوگ ہوں گے؟ قرآن کریم کے اس بیان کی صداقت پر آپ گواہ ٹھہرائے گئے ہیں۔آپ ہی ہیں، جن کا ذکر ہے کہ الا الذین امنوا. ہاں! چند ایک ایسے لوگ ہیں، جو ایمان لے آئے ہیں اور اپنی ایمان کی صداقت میں، اس کے ثبوت میں انہوں نے نیک اعمال شروع کر دیئے۔اور پھر نیک اعمال کو اپنے

تک نہیں رکھتے، اس صداقت کو اپنے تک صرف نہیں رکھتے بلکہ بڑی سخاوت کے ساتھ تمام دنیا میں تقسیم کرنے لگ جاتے ہیں۔ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ حق بات کی نصیحت کرتے ہیں اور کرتے چلے جاتے ہیں، صبر کی نصیحت کرتے ہیں اور کرتے چلے جاتے ہیں۔

پس آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سفیر بن کے یہاں آئے ہیں اور آپ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفیر بن کے یہاں آئے ہیں، آپ احمدیت کے سفیر بن کے یہاں آئے ہیں اور آپ اسلام کے سفیر بن کے یہاں آئے ہیں۔ اس لئے اس سفارت کے حقوق کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں، اس سفارت کی ذمہ داریوں کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں۔ اپنے مقدر بنائیں، ان سے خوبیاں سیکھ کر اور ان کے مقدر جگائیں، ان کو خوبیاں عطا کر کے۔ ایک نئی قوم وجود میں آنے لگ جائے، جو انہی لوگوں میں سے بنے۔ لیکن ان سے بالکل مختلف اور امر واقعہ یہ ہے کہ میں ایسی قوم کو یہاں بنتا ہوا دیکھ رہا ہوں۔

امر واقعہ یہ ہے کہ ان لوگوں میں جو سفید فام یوروپین ممالک میں احمدی ہوئے ہیں، ان کے اندر خدا کے فضل سے ایسی ایسی پاک تبدیلیاں پیدا ہوئی ہیں کہ اگر وہ سونا تھے تو کندن بن چکے ہیں۔ حیرت انگیز جلا ان میں پیدا ہوئی ہے۔ مشرق کا اخلاص اور مشرق کا پیار ان کو کرنا آ گیا اور مغرب کی ساری خوبیوں کی بھی انہوں نے حفاظت کی۔ اور پھر عام انسانوں سے بلند تر ہو کر وہ اللہ والے انسان بن گئے۔ آپ ان کو غور سے دیکھیں تو آپ حیران ہوں گے کہ آپ نے ان کو دین سکھایا لیکن اب یہ اس قابل ہیں کہ آپ کو دین سکھانے لگ جائیں۔ عظیم الشان اخلاص کے پیکر ہیں، ان میں ایسے لوگ، جو کامل وفا کے ساتھ اسلامی تعلیم کے تمام تقاضوں کو پورا کر رہے ہیں۔ اسی سرزمین میں جہاں شیطانیت کھلے بندوں جولانی دکھاتی ہے، یہ فرشتوں کی طرح قدم رکھتے ہیں۔ اور ان کی سب برائیوں سے اغماض کرتے ہوئے نیکی کا پیکر بن کر ان گلیوں میں چلتے ہیں۔ ایسے لوگ انگلستان میں بھی ہیں، میں جانتا ہوں۔ اور ڈنمارک میں بھی ہیں، جن کو میں جانتا ہوں۔ اور ناروے میں بھی ہیں، جن کو میں جانتا ہوں۔ سویڈن میں بھی ہیں، جن کو میں جانتا ہوں۔ جرمنی میں بھی ایسے لوگ ہیں، خدا کے فضل سے ایک بڑی تعداد میں۔ اور اس ملک میں جس کے آج آپ مہمان ہیں، اس ملک میں بھی خدا تعالیٰ نے ایسے ہی فرشتہ سیرت انسان احمدیت کے اثر کے نتیجے میں پیدا فرما دیئے ہیں۔

آپ اگر اس تعلیم پر عمل کریں گے، جو میں نے اسلام کی تعلیم آپ تک پہنچائی ہے تو آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ ایسے اور بہت سے لوگ پیدا کر سکیں۔ آپ اس قابل ہو جائیں کہ کثرت کے ساتھ اس

معاشرے میں پھیل جائیں۔اور اکیلے اکیلے نہ رہیں بلکہ تیزی کے ساتھ بڑھنا شروع کریں۔اور اگر آپ ایسا کریں گے تو آپ اس دنیا میں بھی یقیناً کامیاب ہوں گے اور اس دنیا میں بھی یقیناً کامیاب ہوں گے۔ آپ کی دنیا بھی سنور جائے گی اور آپ کا دین بھی سنور جائے گا۔آپ کا فیض مدتوں تک آپ کی اولادوں میں وراثتاً منتقل ہوتا چلا جائے گا۔صدیوں تک آپ کی آنے والی نسلیں آپ کا فیض پائیں گی اور آپ کو دعائیں دیں گی۔کتنا عظیم الشان موقع ہے،جو آج آپ کو میسر آیا ہے۔اس موقع سے فائدہ اٹھائیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جو احمدی اور ایک ایسی تعداد ہے، جو دن بدن بڑھتی چلی جارہی ہے۔ان باتوں پر عمل کرتے ہیں اور نیک نصیحت کے ذریعے اچھی باتیں دوسروں میں داخل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور تبلیغ کے لئے ہر ممکن طور پر جدوجہد کر رہے ہیں۔ایسے احمدی جب اپنی کوششوں کا آغاز دعا سے کرتے ہیں اور ان کوششوں کے نیک انجام کے لئے بھی دعاؤں ہی کا سہارا لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کو ہر روز یا کچھ کچھ عرصے کے بعد بہت ہی میٹھے پھل نصیب ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ہر روز کے پھل ان کی اندرونی تبدیلیوں کے ذریعے، خدا سے ان کا پیار بڑھنے کے نتیجے میں اور کئی قسم کے لطف ہیں، جو ہر روز ان کو نصیب ہوتے رہتے ہیں اور وہ خوب مطمئن ہوتے ہیں۔پھر خدا کے فضل اور فضلوں کے نازل ہونے کے خاص پیار کے انداز ان کو نصیب ہوتے رہتے ہیں اور بہت سے ان میں سے ایسے ہیں، جو ان تجارب کو لکھ کر مجھے بھی اپنی خوشیوں میں شریک کرتے ہیں۔اور بڑا ہی لطف آتا ہے کہ کس طرح خدا تعالیٰ ایک ایک اس احمدی پر نگاہ رکھ رہا ہے، جو اخلاص کے ساتھ اس کی راہوں میں آگے قدم بڑھانا چاہتا ہے۔کس طرح بڑے پیار کے ساتھ اس کے ایمان کو بڑھا رہا ہے، بداثرات سے اس کی حفاظت فرما رہا ہے اور خود اس پر ظاہر ہوتا ہے۔وہ کسی واسطے سے ملنے والا خدا نہیں رہتا بلکہ براہ راست اس کے دل پہ نازل ہونے والا خدا بن جاتا ہے۔تو ہر روز مشاہدہ کرنے والے بھی ایسے ہیں اور ہفتے ہفتے میں بھی مشاہدہ کرنے والے ہیں، مہینوں میں بھی مشاہدہ کرنے والے ہیں۔اور دن بدن جہاں تک میرا تاثر ہے اور میں بڑی گہری نظر سے ان حالات کا جائزہ لے رہا ہوں، خدا تعالیٰ کے فضل سے ان کی تعداد بڑھ رہی ہے۔لیکن یہ سارے وہ لوگ ہیں، جو دعاؤں پر ایمان رکھتے ہیں، یہ سارے وہ لوگ ہیں، جو محض اپنے اعمال پر انحصار نہیں کرتے۔ان کے ہر پروگرام کا آغاز دعا سے ہوتا ہے۔پروگرام کے دوران بھی یہ دعائیں کرتے رہتے ہیں اور رب سے مدد مانگتے رہتے ہیں اور انجام کے متعلق بھی یہ نہیں سمجھتے کہ ان کی کوششوں کو پھل لگا ہے بلکہ ہر پھل کو اپنے رب کی طرف سے ایک تحفہ سمجھتے ہیں، ایک عنایت سمجھتے ہیں۔اور ہے بھی یہی بات۔ورنہ ہم کیا اور ہماری کوششیں کیا۔

جن عظیم قوموں سے ہم ٹکرائے ہیں اسلام کے نمائندہ بن کر، وہ تو پہاڑوں کی طرح بلند تر ہیں۔ حیرت انگیز طاقتیں انہوں نے حاصل کر لی ہیں، ذہانت میں، علم کی گہرائی کے لحاظ سے، محنت کے لحاظ سے، ان عادات کے لحاظ سے، جو قوموں کو زندہ رکھنے کے لئے ضروری ہوتی ہیں۔ یہ بہت زیادہ ہم سے آگے بڑھ چکے ہیں۔ اس لئے ان سب مشکلات کا ایک ہی اور صرف ایک ہی حل ہے کہ ہم اس سے رابطہ کر لیں، جو سب سے بلند تر ہے۔ جس سے ہم ہر روز، مدتوں، بار بار یہ کہتے ہیں کہ اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے۔ پس ان کی بڑائی کا ایک ہی علاج ہے کہ اپنی ذات کو اپنے رب کی عظمت عطا کریں۔ اور یہ عظمت تبھی عطا ہو سکتی ہے، جب آپ اپنے رب سے تعلق جوڑیں گے، جب ہر روز اس سے عظمتیں مانگیں گے، ہر روز اس کی تکبیر دل کی گہرائیوں سے بلند کریں گے۔ تا کہ یہ آسمان کے کنگروں تک پہنچے اور آسمان کی رفعتیں اس کے نتیجے میں حاصل کریں گے۔

پس دعا ہی ہے، جس کے ذریعے سارے کام بننے ہیں۔ آپ عادت ڈالیں۔ عادت ڈال کے دیکھیں تو سہی۔ آپ میں سے وہ لوگ، جو سو قسم کی کمزوریوں میں مبتلا ہیں، کوشش کرنے کے باوجود ارادوں کے باوجود بھی نجات نہیں پا سکتے، وہ دعائیں کریں۔ دعاؤں سے دو قسم کے فائدہ ان کو حاصل ہوں گے۔ ایک تو یہ کہ رفتہ رفتہ وہ کمزوریاں رفع ہونا شروع ہو جائیں گی اور دوسرے یہ کہ ان کمزوریوں کے دوران بھی خدا کے غضب کی نظر نہیں پڑے گی بلکہ رحم کی نظر پڑے گی"۔

".....پس ہر روز کا جو خطرہ اپنی بدیوں کی طرف سے لاحق ہوتا ہے، ہر روز جو ہلاکت کی موت کا خطرہ انسان کو درپیش ہوتا ہے، دعا کے نتیجے میں اس خطرے سے نجات مل جاتی ہے۔ اس لئے بہت ہی برکتیں ہیں، دعاؤں میں۔ دعاؤں کی طرف توجہ کریں۔ لیکن جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے، دعا میں خلوص کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں۔ زبان کی دعا یا صرف مصیبت میں گھرے ہوئے انسان کی دعا ایک وقتی اثر دکھاتی ہے۔ لیکن وہ دعا جو مستقل تعلق باللہ کے نتیجے میں عطا ہوتی ہے، جو مستقل تعلق باللہ کا مظہر بن جایا کرتی ہے، ہر بات میں عادت پڑ جاتی ہے بلانے کی، وہ دعا سیکھیں، اس دعا کی عادت ڈالیں۔ پھر دیکھیں کہ آپ کی زندگی میں کتنی حیرت انگیز تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں۔

کئی لوگ مجھے اپنے عزیزوں کی وفات کے بعد یہ لکھتے ہیں۔ آج بھی ایک اسی قسم کا خط ملا کہ میری بیوی بہت ہی پیاری تھی، فوت ہوگئی۔ اس کی عادت پڑ گئی تھی۔ بات بات پر اس کی طرف جھکنا، بات بات پر اس کو آواز دینا۔ اور اب اس کی جدائی سے اس وجہ سے بہت ہی تکلیف محسوس ہوتی ہے، بہت ہی

خلا محسوس ہوتا ہے۔لیکن آپ کو میں جس وجود کی عادت ڈالنے کے لئے کہہ رہا ہوں وہ تو دائمی وجود ہے۔ اس کا کبھی آپ کو خلا محسوس نہیں ہوگا۔ایسی عادت ڈالیں کہ جس عادت کا ہر حال میں ہمیشہ پورا ہوتے رہنا ممکن ہے۔کبھی ممکن ہی نہیں کہ یہ عادت آپ سے بے وفائی کرے یا وہ وجود آپ سے بے وفائی کرے۔ اور یقین جانیں کہ دعا آپ کے اعمال کے اندر پاک تبدیلی پیدا کرنے کے لئے حیرت انگیز اثر دکھائے گی۔اور دعا کے نتیجے میں آپ کے سارے مشکل کام آسان ہو جائیں گے۔لیکن جب دعا کریں تو بلند حوصلہ رکھ کے دعا کریں، بلند ارادوں کے ساتھ دعا کریں۔محض Assylum کے لئے دعا کرنا یا محض چھوٹی موٹی مشکلات کے لئے یا بیوی بچوں کی بیماری کے لئے دعا کرنا، یہ تو بڑے وجود سے بہت ہی ادنیٰ ادنیٰ باتیں مانگ کر انہیں پر راضی ہو رہنے والی بات ہے۔جس سے مانگ رہے ہیں، اس کو ملحوظ رکھ کے حوصلے کی دعا کیا کریں۔عظیم دعائیں مانگا کریں، تمام دنیا کی اصلاح کی دعائیں کریں، یہ دعا کریں کہ آپ کو خدا کی توفیق ملے۔اس تمام علاقے کو اسلام کے لئے فتح کرنے والے ہوں۔بہت بڑے بڑے بول ہیں لیکن جس ذات سے دعا کر رہے ہیں، وہ ذات بھی تو بہت بڑی ہے۔اس کے متعلق آپ کا منہ یہ کہتے تھکتا نہیں کہ وہ بہت بڑی، سب سے بڑی ہے، سب سے بڑی ذات ہے، سب سے بڑی ذات ہے۔ پس اس شخص کی شان کو ملحوظ رکھ کر مانگا جاتا ہے، جس کے حضور آپ حاضر ہوں۔بادشاہوں کے حضور جب کوئی انسان حاضر ہوتا ہے تو ایک روٹی کا سوال تو نہیں کیا کرتا۔وہ تو ان کی حیثیت دیکھ کر، ان کی سابقہ روایات کو ملحوظ رکھ کر، ان کے خاندانی مزاج کو اور ان شاندار کہانیوں کو ملحوظ رکھ کر، جو ان کے خاندانوں سے منسوب ہو چکی ہوتی ہیں، انسان مانگتا ہے"۔

".....ایک عام انسان ایک معمولی سے بادشاہ کے حضور جب حاضر ہوتا ہے تو اپنی دعا کا حوصلہ بڑھا لیتا ہے، اپنی طلب کو وسعت عطا کر دیتا ہے۔آپ خدا سے دعا مانگیں اور چھوٹی چھوٹی دعاؤں پر راضی ہو کے رہ جائیں، بڑا ہی نقصان کا سودا ہے۔لیکن چھوٹی دعائیں بھی اسی سے مانگیں۔اس کا یہ مطلب نہیں کہ چھوٹی باتوں میں اپنے اوپر بھروسہ کر لیں اور بڑی باتوں میں اس کی طرف متوجہ ہوا کریں۔خدا اکبر ہی نہیں ہے، وہ عظیم بھی ہے۔اور عظیم کا یہ مطلب ہے کہ ہر طرف اس کا وجود حاوی ہے۔ادنیٰ سے ادنیٰ چیزوں تک بھی اس کی پہنچ ہے اور اعلیٰ سے اعلیٰ چیزوں تک بھی اس کی پہنچ ہے"۔

".....پس مانگنے میں حوصلہ بڑھائیں۔لیکن محض بلند حوصلہ نہ رکھیں، ادنیٰ سے ادنیٰ چیزوں میں بھی اس کی طرف جھکیں۔پس دعا میں انکساری کو بھی ملحوظ رکھیں۔جب آپ ادنیٰ چیز مانگتے ہیں تو خدا کی نسبت سے نہیں، اپنی نسبت سے مانگتے ہیں۔جب اعلیٰ چیز مانگتے ہیں تو خدا کی نسبت سے مانگتے ہیں۔یہ راز ہے، جس کو آپ سمجھ لیں تو آپ کی دعا مکمل ہو جائے گی"۔

''.....پس دعا کے دو کنارے ہیں۔ ایک وہ جو نفس کے عرفان سے شروع ہوتا ہے اور وہ انتہائی انکساری کا مقام رکھتا ہے۔ اس کے لئے چھوٹے سے چھوٹا کا کوئی تصور بھی نہیں۔ ہر چیز چھوٹی سی چھوٹی بھی اس دعا کے دائرے میں داخل ہو جاتی ہے۔ اور ایک وہ ہے، جو عظمتوں میں بے انتہاء ہے اور لا فانی ہے۔ اور وہ خدا کی ذات کو ملحوظ رکھ کر دعا کا گر انسان سیکھتا ہے۔ اس لئے ان دونوں کناروں کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے آپ دعائیں کرنے کی عادت ڈالیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی ساری زندگی کی ہر کیفیت پر حاوی ہو جائے گا۔ اور آپ پر اتنے انعام نازل فرمائے گا، ایسی برکتیں عطا کرے گا کہ آپ کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے والے بھی برکتیں پا جائیں گے۔ آپ کی نگاہیں بھی ان پر پڑیں گی، وہ بھی متبرک ہو جائیں گے۔ آپ کا ذکر، آپ کی یاد اور پیار کرنے والے بھی متبرک ہوتے چلے جائیں گے۔ یہ ہے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور خدا کی شان۔ خدا کرے کہ ہمیں یہ توفیق نصیب ہو۔ اس کے بغیر ہم ان قوموں کی زندگی بدل نہیں سکتے، اس کے بغیر ہم یورپ کی تقدیر میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کر سکتے، آمین''۔

(مطبوعہ خطبات طاہر جلد 6 صفحہ 387 تا 403)

# اگر آپ نے اہل یورپ کو نہ بدلا تو وہ آپ کو بدل کر رکھ دیں گے

## خطاب فرمودہ 14 جون 1987ء برموقع سالانہ یورپین اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:۔

''اللہ تعالیٰ کا بے حد احسان ہے اور جتنا بھی اس کا شکر کیا جائے، کم ہے کہ اس نے اپنے فضل اور رحم کے ساتھ ہمیں بڑی کامیابی کے ساتھ ہالینڈ کا یہ پہلا یورپین منعقد کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ یعنی یورپ کے خدام الاحمدیہ کا یورپین اجتماع۔ شروع میں ناتجربہ کاری کی وجہ سے اور اس وجہ سے کہ ہالینڈ کی جماعت ابھی چھوٹی ہے اور جو خدام یہاں تھے، وہ بھی زیادہ تربیت یافتہ نہ تھے۔ اس لئے مہمانوں کو کچھ دقت پیش آئی۔ خصوصاً رہائش کے انتظام میں پہلی رات آنے والے مہمانوں نے بہت تکلیف اٹھائی۔ لیکن خندہ پیشانی سے اسے برداشت کیا۔ اور جہاں تک ممکن ہو سکا، اس وقت تمام مقامی خدام نے اور میزبانوں نے جہاں جہاں بھی جگہ مناسب مل سکی، ان کو مہیا کرنے کی کوشش کی۔ لیکن جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے کہ جماعت چھوٹی ہے ابھی، اس لئے اس اجتماع میں میزبان اور مہمان کا فرق بالکل اٹھ گیا تھا۔ اور بعض صورتوں میں تو ہالینڈ کی جماعت مہمان بن گئی تھی اور آنے والے میزبان بنے ہوئے تھے۔ مثلاً کھانے کے انتظام میں انگلستان کو جو وفد آیا تھا، اس نے بہت ہی محنت کے ساتھ اور بڑی مہارت کے ساتھ مہمانوں کا کھانا تیار کیا۔ اور انہوں نے جو اپنے مہمانوں پر حسن ظنی رکھی، آنے والے مہمانوں نے اور مقامی مہمانوں نے اس حسن ظنی کو بھی پورا کر دکھایا۔ اگرچہ ان کو بتایا گیا تھا کہ 500 مہمان ہوں گے لیکن حسن ظنی کرتے ہوئے کہ 500 مہمان کم از کم 700 کا کھانا کھائیں گے، انہوں نے 700 کا کھانا تیار کیا۔ خدا کے فضل سے کوئی کھانا ضائع نہیں گیا۔ اس لئے میں نہیں کہہ سکتا کہ اگر 800 کا پکاتے تو اس میں کوئی حصہ ضائع ہو جاتا''۔

اجتماعات کا مقصد بیان کرتے ہوئے فرمایا:۔

''اجتماعات کا مقصد خالصۃً دینی ہے۔ اور اگرچہ کھیلوں وغیرہ کا انتظام بھی کیا جاتا ہے، عام علمی مقابلے بھی ہوتے ہیں لیکن آخری مقصد و منتہا دین ہی ہے۔ ان قوموں میں جن میں ہم آ کر کچھ نئے نئے

آباد ہوئے ہیں۔ کچھ یہیں سے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل کے ساتھ ہمیں سعید روحیں عطا کی ہیں، ان میں ہمارا دین ابھی بالکل نیا ہے۔ ہمارا دین ان معنوں میں نیا ہے، جن معنوں میں جماعت احمدیہ پیش کرتی ہے۔ یعنی حسن واحسان کا سرچشمہ۔ ایک ایسا دین، جو کامل حسن رکھتا ہو اور کامل طور پر اپنے متبعین کو حسین بنانے کی طاقت بھی رکھتا ہو، یہ دین ان لوگوں کے لئے بالکل نیا ہے۔ وہ دین، جس سے یہ متعارف ہیں، وہ دین کی صدیوں سے بگڑی ہوئی صورت ہے۔ جسے بگاڑنے میں بدقسمتی سے خود مسلمانوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اور کچھ بدقسمتی سے ان کے علماء نے، جو مستشرقین کہلاتے ہیں، ایک افسوسناک کردار ادا کیا۔ انہوں نے اپنی کتب میں، اپنے لٹریچر میں، اپنے اخبارات میں ہر قسم کے علمی ذرائع اختیار کرتے ہوئے پہلے ہی سے ان کو ہمارے دین سے بہت حد تک بدظن کر رکھا تھا اور بالکل غلط شکل دین کی بنا کر ان کے سامنے پیش کی ہوئی تھی۔ جس کی وجہ سے جب بعد ازاں اس نئے دور میں بعض اسلامی ممالک کی طرف سے یا بعض اسلامی تحریکات کی طرف سے کچھ اس سے ملتی جلتی حرکتیں ہونی شروع ہوئیں، جو تصویر ان کے علماء نے ان کے سامنے پہلے ہی کھینچ رکھی تھی تو انہوں نے کامل طور پر یقین کر لیا، جو ہمارے بڑے، ہمارے صاحب علم کہا کرتے تھے، وہ درست بات تھی۔ اور یہ دین ایک جبر کا اور ایک استبداد کا مذہب ہے۔ یہ تلوار کے زور سے دلوں کو جیتنے کا دعویٰ کرتا ہے۔ یہ قوت بازو سے سروں کو خم کرنے کے لئے پیدا ہوا ہے۔ اور انسانیت کو تاریک ماضی کی طرف لوٹانے کے لئے آیا ہے۔ یہ دین ظلم، جہاد اور فساد کی تعلیم دیتا ہے۔ غرضیکہ ہر وہ چیز، جو اس نئی دنیا میں ماضی میں پیچھے رہ گئی تھی، وہ جبر واستبداد کی تمام کہانیاں، جو قصوں میں سنا کرتے تھے۔ بدقسمتی سے اس کی کوئی نہ کوئی عملی صورت آج کی دنیا میں بعض مسلمان ممالک نے ان کے سامنے پیش کی۔ چنانچہ ان کا دین حق کا تصور اتنا بگڑا ہوا ہے، اتنا بھیانک ہے کہ بسا اوقات یہ ہمارے دین کے نام سے بھی خوف کھاتے ہیں کہ جہاں بھی یہ دین داخل ہونا شروع ہوا، اس کے پیچھے فتنہ وفساد ضرور داخل ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ جماعت احمدیہ کو ان یورپین ممالک میں جہاں ابھی احمدیت پوری طرح صحیح مذہب کو متعارف نہیں کرواسکی، دقتیں پیش آتی ہیں"۔

آسٹریا میں مشکلات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

"جب آسٹریا میں ہم نے مشن قائم کرنے کی کوشش کی تو تقریباً ڈیڑھ، دو سال حکومت کو یہ اطمینان کرنے میں لگے کہ ہم اس قسم کے لوگ نہیں ہیں، جو خنجر کے ساتھ اور تلوار کے ساتھ اور توپ وتفنگ کے ساتھ دلوں کو جیتنے کا دعویٰ کرنے والے لوگ ہیں۔ اس قسم کے لوگ نہیں ہیں، جو معصوم انسانوں کی

جانوں سے کھیل کر اپنے مقاصد حاصل کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں، ٹیررازم کی تعلیم دیتے ہیں۔ چنانچہ بڑی لمبی تحقیق انہوں نے کی۔ جہاں جہاں احمدیت پہلے سے پوری طرح جاگزیں ہو چکی تھی، اپنی جگہ بنا چکی تھی، ان ممالک سے انہوں نے رابطے کئے اور آخر یہ تسلیم کیا کہ اگر احمدیت کو وہاں رجسٹر ہونے کی اجازت دی جائے تو ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ پس جماعت احمدیہ جس دین کو پیش کرنا چاہتی ہے، وہ قدیم ترین بھی ہے اور جدید ترین بھی۔ قدیم ترین اس لئے کہ وہ دین حضرت اقدس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین ہے۔ وہ حسین چہرہ ہمارے دین کا جو لوگوں کو فریفتہ کر لیتا ہے، جو دشمنوں کو بھی عاشق بنانے کی طاقت رکھتا ہے، جو انسانی طاقتوں کو رفتہ رفتہ اس طرح جلا بخشتا چلا جاتا ہے کہ انسان خواہ دنیا کے لحاظ سے کتنا ہی اعلیٰ اخلاقی مقام پر بھی فائز ہو، دین کی برکت سے اسے نئی رفعتیں عطا ہوتی ہیں۔ یہ وہ دعویٰ ہے، جو لے کر ہم ان ممالک میں آئے ہیں اور اس دعویٰ کو اپنے اعمال سے سچا ثابت کرنا، ہمارا کام ہے"۔

یورپین قوموں کی ذہانت کے متعلق فرمایا:۔

"اگر ہم یہ دعویٰ زبانی پیش کرتے رہے تو یہ خیال مت کریں کہ یہ قومیں اس زبانی دعویٰ سے دھوکہ کھا جائیں گے۔ یہ بڑے ذہین لوگ ہیں۔ دنیا کا وسیع تجربہ رکھتے ہیں۔ لمبی علمی جستجو کے ذریعہ مشاہداتی دنیا میں اپنے نظریات کو بار بار پرکھنے کے بعد ان میں خدا تعالیٰ نے اس فطری ملکہ کو بہت جلا بخش دی ہے، جو ہر انسان کو عطا ہوتی ہے۔ لیکن بعض لوگ اسے بار بار استعمال کر کے اور اس میں مزید بہتری کے نقوش پیدا کرتے ہوئے اسے ایک بلند مقام تک پہنچا دیتے ہیں اور وہ فطری ملکہ ہے۔ کسی دعویدار کے دعویٰ کو پرکھنا، کسی دعویدار کے دعویٰ کی پہچان کرنا۔ قوموں میں لمبے تجربہ کی وجہ سے یہ ملکہ خود چمک اٹھتا ہے۔ یہ قومیں لمبے عرصہ سے تاجر قوموں کے طور پر دنیا کے سامنے ظاہر ہوئیں اور تجارت کی قوت کے ساتھ انہوں نے تمام دنیا میں نفوذ حاصل کیا اور عروج حاصل کیا۔ اس لئے ان کے اندر پہچان کا ملکہ خاص ترقی پا چکا ہے۔ ہر چیز کو پرکھ کر جان کر یہ معلوم کرنے کے عادی ہو چکے ہیں کہ دعویٰ سچا بھی ہے کہ نہیں؟ اور یہ چیز مفید بھی ہے کہ نہیں؟

پس ان کے سامنے اپنے دین کو پیش کرنا یعنی اس دین کو، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حسین دلکش مذہب تھا، دو طرح سے ہمارے لئے بہت ہی مشکل امر ہے۔

اول: یہ کہ ہمارے دین کی پہلی تصویر جو ان ذہنوں پر قائم ہے، وہ بہت ہی بگڑی ہوئی ہے۔ ان نقوش کو پہلے ہمیں مٹانا ہوگا۔

دوسرے: محض دعویٰ اور دلائل سے یہ آپ کی بات نہیں مانیں گے۔ دعویٰ اور دلائل کے ذریعہ تو عیسائیت نے بھی بہت لمبا عرصہ ان کے دل و دماغ پر حکومت کی ہے۔ اور آج کی نئی نسلیں ان کے طلسم سے باہر آرہی ہیں۔ آج کی نئی نسلوں پر وہ جادو ٹوٹ چکا ہے اور وہ یہ عزم لے کر اٹھی ہیں کہ ہم کسی نظریے اور کسی دعویٰ کو نظریات کی بنا پر قبول نہیں کریں گی۔ بلکہ ہمیں لازماً سچائی کو دیکھنا ہوگا اور پرکھنا ہوگا۔ جب تک سچائی کو ہم شہودات کی دنیا میں اپنے سامنے دیکھ نہ لیں اور محسوس نہ کر لیں، اس وقت تک ہم اس کے سامنے سر تسلیم خم نہیں کریں گے۔ الفاظ میں تو یہ اعلان نہیں لیکن عملاً آج کا نئے دور کا یورپین نوجوان یہی اعلان کر رہا ہے۔ گزشتہ تمام نظریات اور تہذیبی تقاضوں اور تمدنی اقدار کے خلاف وہ علم بغاوت بلند کر چکا ہے''۔

حضور نے فرمایا:۔

''ان کے سامنے جب آپ اپنا دین پیش کریں گے تو محض زبانی دعووں پر ہرگز اسے تسلیم نہیں کریں گے۔ اگر زبانی دعووں سے ہی کسی مذہب کو قبول کرنا ہوتا تو عیسائیت کے قبضہ سے نکل کر یہ باہر کی طرف سفر کیوں شروع کرتے۔ جب میں کہتا ہوں کہ عیسائیت کے قبضہ سے نکل کر تو ممکن ہے کہ بہت سے یورپین عیسائی اس بات پر برا منائیں۔ اور وہ یہ سمجھیں کہ یہ بات درست نہیں۔ لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ یورپ میں جہاں جہاں بھی میں نے سفر کیا اور جہاں جہاں بھی پریس کو انٹرویو دیئے اور اصحاب علم و دانش سے ملاقاتیں کیں، وہاں ان سب مذاکرات کے بعد گفت و شنید کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ وہ لوگ، جو سچائی کے ساتھ اپنے معاشرہ کا مطالعہ کر رہے ہیں، وہ سب اس نتیجے پر پہنچ چکے ہیں کہ اب عیسائیت کا تسلط یورپین ممالک پر بے حد کمزور ہو چکا ہے اور وہ لوگ، جو نظریات کے لحاظ سے عیسائی ہیں بھی۔ بہت تھوڑے سے ان میں سے ہیں، جو فی الحقیقت کامل یقین کے ساتھ عیسائیت کے متبع ہیں۔ اس پر پورا ایمان رکھتے ہیں اور اس ایمان کو اپنے عمل میں ڈھال رہے ہیں''۔

یورپین معاشرے کے دکھوں کے حوالے سے حضور نے بیان فرمایا:۔

''یہ روز بروز جو نئی زندگی کی دلچسپیوں اور مشاغل کی طرف توجہ پیدا ہو رہی ہے، نئے نئے ناچ گانوں کی قسمیں، نئی نئی لذت یابی کے سامان۔ پھر تمدن اور اقدار کے خلاف بغاوت، اپنی روایات کے خلاف بغاوت، اپنے لباس کی طرز میں بغاوت، اپنے ہر رجحان میں ایک باغیانہ طرز کو اختیار کرنا، اپنے سر کے بالوں کے حلیے بگاڑ دینے، اچھے بھلے لباس کو تار تار کر کے اس طرح پہننا کہ گویا پھٹا ہوا لباس ہی ان کی نمایاں شان کے مطابق ہے اور اچھا لباس ان کے شان گرانے والا ہوگا۔ بظاہر یہ چھوٹی چھوٹی باتیں پاگل پن

کی باتیں نظر آتی ہیں۔لیکن فی الحقیقت ان کے نیچے، ان کے اندر ایک بہت گہرا ناسور ہے، جو رس رہا ہے۔ایک بہت بڑا دکھ ہے، جس کی علامتوں کے طور پر ان سے یہ حرکتیں سرزد ہو رہی ہیں۔ان کی بھاری اکثریت آج اپنے ماضی سے پوری طرح غیر مطمئن ہو چکی ہے۔اپنے ماضی پر انہیں کوئی اعتبار نہیں اور کوئی یقین نہیں رہا۔اور ایک بھیانک مستقبل ہے، جو غیر یقینی مستقبل کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اس طرح گھور رہا ہے، جس طرح کوئی بلا کسی پر جھپٹنے کے لئے اس کو گھور رہی ہوتی ہے۔خوفناک ہتھیار اور ایسے خوفناک ہتھیار، جو اگر تمام کے تمام اس دنیا میں استعمال ہوں تو دنیا کی بھاری اکثریت کو کلیتہً صفحہ ہستی سے مٹا ڈالیں، بڑے بڑے ممالک کو رہائش کے قابل نہ رہنے دیں۔صدیوں وہاں ویرانیاں بسیں اور آبادیوں کا کوئی سوال باقی نہ رہے۔ایسے خطرناک ہتھیار یہ خود ایجاد کر چکے ہیں اور جانتے ہیں کہ ہماری سیاسی لیڈر شپ۔اخلاقی قدروں کے لحاظ سے اتنی مضبوط نہیں ہے کہ ان ہتھیاروں کے معاملے میں ان پر اعتماد کیا جا سکے۔وہ جانتے ہیں کہ کسی وقت بھی کوئی غیر ذمہ دار لیڈر ایسی حرکت کر سکتا ہے کہ اس کے نتیجہ میں ان ہولناک ایٹمی ہتھیاروں کی لڑائی شروع ہو جائے۔

پس یہ دو بلاؤں کے درمیان پس رہے ہیں۔ایک ماضی سے بے اطمینانی، اپنی ہر روایت سے بے اطمینانی اور ایک مستقبل پر عدم اعتماد اور یہ یقین کہ ہماری کوئی منزل نہیں اور ہمارا کوئی رخ نہیں۔ان دونوں مصیبتوں کے درمیان گھر کر ان کی فطرت نے ایک بغاوت کی ہے۔اس بغاوت کا اظہار اس نئی طرز کا ناچ گانے، نئی طرز کے لباس، نئی طرز کے انداز میں ہو رہا ہے۔جس کی ہر ہر ادا ماضی سے بغاوت کا اعلان کر رہی ہے اور مستقبل پر بے اطمینانی کا اظہار کر رہی ہے''۔

حضور نے فرمایا:۔

''یہ وہ صورت حال ہے، چند گنتی کے احمدی یہ دعویٰ لے کر اٹھتے ہیں کہ ہم ان قوموں کو اطمینان بخشیں گے، ہم ان کے لئے دائمی سکینت لے کر آئیں گے، ہم ان کی طمانیت کے سامان لے کر آئیں ہیں۔اور وہ سارے خلاء، جو ان کی فطرت میں پیدا ہو کر ان کے سینوں کو ویرانے بنا رہے ہیں، ان سب خلاؤں کو نہایت ہی حسین و دلکش بہاروں سے ہم نے بھرنا ہے۔یہ دعویٰ لے کر جماعت احمدیہ کے چند نوجوان، چند بوڑھے، چند عورتیں، چند بچے ان ملکوں میں ایک نیا روحانی انقلاب پیدا کرنے میں کوشاں ہیں۔لیکن جیسا کہ میں نے آپ کو بیان کیا ہے۔محض یہ دعویٰ کسی کام نہیں آئے گا۔کیونکہ دعووں سے یہ لوگ تھک چکے ہیں، بیزار ہو چکے ہیں۔ان کو عملاً ایک تسکین بخش نظریے کی نہیں بلکہ ایک تسکین بخش نمونے

کی ضرورت ہے۔اس لئے ہر وہ احمدی، جو داعی الی اللہ ہونے کا دعویٰ اور کوشش کرتا ہے کہ نظریات کی دنیا میں ان کو مطمئن کرائے کہ ہمارا دین بہتر ہے۔ان کا مذہب ہمارے مذہب کے مقابلہ میں ان کے لئے کم نفع بخش ہے۔ بسا اوقات ایسا احمدی سالہا سال تک کوشش کرتا چلا جاتا ہے اور اس کو کوئی پھل نہیں ملتا۔ کوئی شخص بھی اس کے مضبوط دلائل کے سننے کے نتیجہ میں ان سے مطمئن ہو کر احمدیت قبول نہیں کرتا۔اور پھر یہ داعی الی اللہ مجھے شکوہ کے خط لکھتا ہے۔شکوہ کے نہیں تو شکایت کے کہہ لیں کہ ہم کیا کریں؟ ہم پوری کوشش کرتے ہیں دلائل سے اپنے مدمقابل کو ہر پہلو سے شکست دے دیتے ہیں۔لیکن وہ ہمارے دین کو قبول کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہوتا۔اس کا کیا حل ہے؟“

فرمایا:۔

”میں انہیں آج یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اپنے دعویٰ کے سامنے اپنے عمل کا سرتوخم کریں۔ اپنے دعویٰ کو اپنے اعمال میں تو جاری کریں۔خود ان کے دعاوی کے نتیجہ میں اپنے دل کے لئے تو تسکین کا سامان پیدا کریں۔نفس مطمئنہ بنیں۔وہ نفس، جو محض نظریوں پر اطمینان نہیں پاتا بلکہ نظریوں کو اپنے اعمال میں ڈھال کر ان کی صداقت کو پرکھ کر عملاً ایک جنت کی زندگی بسر کرنا شروع کر دیتا ہے۔یہ تبدیلی اگر آپ اپنے اندر پیدا کر لیں تو پھر آپ کے دعاوی میں ایک غیر معمولی طاقت پیدا ہو جائے گی۔خلاصہ کلام یہ ہے کہ ان کو خدا چاہئے لیکن اس راہ میں ان کے لئے مشکل یہ ہے کہ جس خدا کے تصور سے، جس خدا پر ایمان لا کر انہوں نے زندگی کا سفر شروع کیا تھا، وہ خدا ایک فرسودہ خیالی خدا بن چکا ہے، ایک کہانی بن گئی ہے۔ عملاً وہ یہ سمجھتے ہیں کہ خدا ان کے لئے کچھ نہیں کر سکا۔اس لئے آپ جب خدا کا تصور لے کر ان کے پاس آتے ہیں تو خواہ یہ الفاظ میں آپ سے کہیں یا نہ کہیں لیکن ان کا ردعمل یہ ہوتا ہے کہ ہاں ہم نے دیکھے ہیں خداؤں والے۔پہلے بھی سالہا سال صدیوں تک خدا والوں نے ہم پر حکومتیں کی ہیں اور خدا کے نام پر ہمیں ہزار قسم کے دھوکوں میں مبتلا رکھا ہے۔آج اس خدا پر ایمان لانے کے نتیجہ میں یا ان خداؤں کی پیروی کے نتیجہ میں ہم اس حال کو پہنچے ہیں کہ دنیا کی تمام ترقیات کے باوجود ہمارا قلب، قلب مطمئنہ نہ بن سکا، ہمارے دل کو سکون حاصل نہ ہو سکا۔اس لئے تم کس خدا کی بات کرنے آئے ہو۔کون سا خدا لے کر ہمارے پاس آئے ہو۔یہ وہ چیلنج ہے، جو آپ کے سامنے مدمقابل بن کر کھڑا ہے۔اور بظاہر ہماری طاقت کے مقابل پر اس چیلنج کی طاقت بہت بڑی ہے اور بہت وسیع ہے۔اور بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ چیلنج ہمارے سارے رستے روک کر کھڑا ہے۔

پھر حضور نے فرمایا:۔

''اس لئے سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم کس طرح اس چیلنج کو کامیابی کے ساتھ قبول کریں؟ اور اس پر غالب آئیں۔ اس کا یہی جواب ہے، جو میں پہلے بھی دے رہا ہوں۔ اب پھر اس پر مزید زور دینا چاہتا ہوں۔ اگر آپ اس دعویٰ میں سچے ہیں کہ اس کائنات کا رحمان ورحیم رب، مالک، خدا، وہی خدا ہے، جسے آپ اس دنیا میں متعارف کروانا چاہتے ہیں تو پھر اس فرضی خدا کو ایک فرضی وجود کے طور پر پیش نہ کریں۔ بلکہ ایک ایسے وجود کے طور پر پیش کریں، جو آپ کی ذات میں اتر آیا ہو۔ جب تک آپ خدا والے بن کر نہیں دکھاتے، اس وقت تک آپ کی بات پر کوئی اعتماد نہیں کرے گا۔ اور خدا والے بننے کے لئے عملاً خدا کی صفات کو اپنی ذات میں جاری کرنا پڑتا ہے۔ یہ تو ممکن نہیں کہ کسی انسان سے بدبو کے بھبکے اٹھ رہے ہوں اور دعویٰ یہ کرے کہ میں عطر بناتا ہوں اور عطر کی دوکان سے باہر آرہا ہوں۔ اگر کوئی عطر بنانے کا دعویدار ہو تو کم از کم اس کے کپڑوں سے، اس کی لمس سے خوشبو تو اٹھے۔ کیسے ممکن ہے کہ دعویٰ تو عطر بنانے کا ہو اور منہ کالا اور کپڑے گندے اور بدن سے سخت بدبو اٹھ رہی ہو۔ اس لئے کوئی اس دعویدار کے دعویٰ کو قبول نہیں کرے گا۔ خدا تعالیٰ تو تمام خوشبوؤں کا منبع ہے۔ خدا تو ہر نور کا سرچشمہ ہے۔ اگر خدا سے تعلق کا دعویٰ رکھنے والے لوگ واقعی اپنے دعویٰ میں سچے ہوں تو ان کے جسم میں نور کے نشان ظاہر ہونے چاہئیں۔ اور یہی وہ دعویٰ ہے، جو قرآن کریم کرتا ہے۔ فرماتا ہے:۔

نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ

کہ جب مومن یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں خدا کے ساتھ تعلق جوڑ چکا ہوں تو وہ دعویٰ ایک فرضی کہانی نہیں رہتی بلکہ عملاً اس کا نور آگے آگے دوڑتا ہے۔ اور دنیا دیکھتی ہے کہ یہ نور کے ساتھ چل رہا ہے۔ ان کے اندر ایک غیر معمولی تزکیہ کی قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ ان کی باتوں میں ایک غیر معمولی طاقت بخشی جاتی ہے اور ایک وزن پیدا ہو جاتا ہے۔ ان میں اور ان کے غیر میں ایک فرق دکھائی دینے لگتا ہے۔ دنیا والے جب ان پر نظر ڈالتے ہیں تو جانتے ہیں کہ اس دنیا میں ہوتے ہوئے بھی یہ کسی اور دنیا کے لوگ ہیں۔ ان کی ہر ادا مختلف اور نرالی دکھائی دینے لگتی ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ ان کی ہر بات خلوص سے لبریز ہے۔ ان کی ہر ادا سچی ہے۔ یہ خالص ہمدردی بنی نوع انسان کی رکھتے ہیں اور محض اپنی انا کے لئے نہیں اپنے نظریہ کے غلبہ کے لئے نہیں بلکہ ہمیں ہلاکتوں سے بچانے کے لئے یہ پیغام دے رہے ہیں۔

اس عملی تبدیلی کے ساتھ اگر آپ ان کو خدا کی طرف بلائیں گے کہ آپ کے اندر خدائی صفات جلوے دکھانے لگی ہیں، خدا کے رنگ آپ پکڑ گئے ہیں۔ تو پھر آپ دیکھیں کہ آپ کی دعوت میں کتنی غیر معمولی

طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔ ہزار باتوں کی بجائے تقویٰ سے قوت پانے والا بعض اوقات ایک فقرہ ہی وہ رنگ دکھاتا ہے، جو ہزار باتیں نہیں دکھا سکتیں۔ اس لئے سب سے زیادہ زور اس بات پر دیں کہ جس کے آپ نمائندہ ہیں۔ اس کی نمائندگی کا حق ادا کرنے کی کوشش کریں۔ اس دنیا میں رہتے ہوئے بھی عالم بقاء کے لوگ بننے کی کوشش کریں، جو دنیا سے ہر طرح کا تعلق رکھتے ہوئے بھی دنیا سے بے نیاز ہیں"۔

مومن کے دنیا سے تعلق کی مثال دیتے ہوئے فرمایا:۔

"مولانا روم کی اس مثال کو پیش نظر رکھیں، جس میں وہ بیان کرتے ہیں کہ پانی اور کشتی کا ایک ایسا اٹوٹ تعلق ہے کہ اگر کشتی کو پانی سے الگ کر دیا جائے تو کشتی کا وجود ہی ختم ہو جاتا ہے۔ اسے کشتی کہنا ہی بے معنی بات بن جاتی ہے۔ لیکن کشتی تبھی دنیا کو غرق ہونے سے بچا سکتی ہے اور انسانوں کو غرق ہونے سے بچا سکتی ہے، اگر وہ پانی کے اوپر رہے۔ اگر پانی کشتی کے اوپر آ جائے تو کشتی غرقابی سے بچانے کی بجائے غرقاب کرنے والا ایک ذریعہ بن جاتی ہے۔ اس طرح مومن کا دنیا سے تعلق ہے۔ اس دنیا میں جب تک وہ زندگی بسر کرتا ہے تو ناممکن ہے کہ اس دنیا کے معاملات سے الگ رہے۔ لیکن دنیا پر فائق رہ کر، دنیا پر غالب رہ کر دنیا کی سطح کے اوپر حکومت کرتا ہے۔ دنیا سے مغلوب ہو کر نہیں۔ پس آپ بھی دنیا میں اس طرح رہیں کہ ہر طرح کا تعلق جوڑنے کے باوجود اس سے مرعوب ہو کر نہ رہیں۔ اس پر غالب ہو کر رہیں۔ ہمیشہ یہ احساس اپنے ذہن میں غالب رکھیں کہ آپ خدا کے نمائندہ ہیں۔ اور جس طرح خدا ہر فیض کا سرچشمہ ہے، آپ سے بھی فیض دنیا تک پہنچے۔ ہمیشہ یہ کوشش کرتے رہیں کہ آپ کسی نہ کسی رنگ میں کسی انسان کے لئے بھلائی کا موجب بن جائیں۔ خدمت کے موقعوں کی تلاش میں رہیں۔ حسن خلق کے ذریعہ بھی یہ خدمت ہو سکتی ہے، مسکراہٹوں اور پیار کے ذریعہ بھی یہ خدمت ہو سکتی ہے، مصیبت زدہ کو مصیبت سے نکالنے کی کوشش کے ذریعہ، بیمار پرسی کرنے کے ذریعہ، خدا سے غافل لوگوں کو خدا کی طرف متوجہ کر کے، دعاؤں سے آشنا کر کے بھی یہ خدمت ہو سکتی ہے۔ غرضیکہ ایسے بن جائیں کہ ہمیشہ ذہن خدمت کی راہیں تلاش کرتا رہے۔ ہمیشہ ذہن یہ سوچتا رہے کہ میں کس طرح فیض رساں وجود بنوں اور میری ذات سے ان لوگوں کو ضرور کچھ نہ کچھ فائدہ پہنچے۔ یہی وہ راز ہے، جس کو نہ سمجھنے کے نتیجہ میں بعض دفعہ لوگ احادیث کو پڑھتے بھی ہیں لیکن ان کے اندر مخفی خزانوں سے ناواقف رہتے ہیں"۔

پھر فرمایا:۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ تمثیل کے طور پر خدا کا ذکر کرنے والوں کے بعض واقعات بیان فرمائے۔ ایک دفعہ نہیں بلکہ بار بار آپ ﷺ نے ایسے واقعات بیان فرمائے۔ جن میں سے ایک

بات میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔آپؐ نے فرمایا کہ خدا کے فرشتے دنیا کے حالات کے متعلق جو کچھ دنیا میں گزر رہا ہے، ریکارڈر کھتے ہیں۔اور یہ ریکارڈ ملاء اعلیٰ میں خدا کے حضور پیش کیا جاتا ہے۔ایسے ہی ایک مامور فرشتے نے خدا سے عرض کیا کہ اے خدا! فلاں وقت فلاں جگہ کچھ لوگ خالصۃً اس لئے اکٹھے ہوئے تھے کہ تیرا ذکر کریں۔اور جب تک میں ان کی نگرانی کرتا رہا، وہ تیرے ہی ذکر میں اور تیری ہی محبت کی باتوں میں مشغول رہے۔یہ بات جب اس نے پیش کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے ان کے سارے گناہ بخش دیئے اور میں انہیں مغفرت کی خوشخبری دیتا ہوں اور جنت کی خوشخبری دیتا ہوں۔اس پر اس پیش کرنے والے فرشتے نے عرض کیا کہ اے خدا! اس مجلس میں کچھ ایسے بھی لوگ شامل ہو گئے تھے، جو مسافر تھے۔ایک مجلس دیکھ کر وہاں رک گئے اور ستانے کے لئے ٹھہر گئے، ان کا مقصد ذکر الٰہی نہیں تھا۔کیا وہ بھی اس خوشخبری میں شامل ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں، وہ بھی۔کیونکہ وہ لوگ جو میرا ذکر کرتے ہیں، ان کے پاس آنے والے بھی ان کی برکتیں پا جاتے ہیں، ان کے قریب بیٹھنے والے بھی برکتوں سے محروم نہیں رہتے۔اس کے نتیجہ میں اکثر لوگ جب اس حدیث کو سنتے ہیں تو یہ خیال کر لیتے ہیں کہ نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرنی چاہئے۔لیکن اس حدیث میں جو پیغام مخفی ہے، اس پیغام کو نہیں سمجھ سکتے۔پیغام یہ ہے کہ اگر تم واقعی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے ہو اور واقعۃً اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو ہمیشہ تمہارا فیض تمہارے ساتھیوں کو پہنچتا رہنا چاہئے''۔

مزید فرمایا:۔

''یہ قانون طبعی ہے۔یہ ہو نہیں سکتا کہ خدا کا ذکر کرنے والا ہو اور اس کے ساتھی اس سے محروم رہ جائیں۔یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے فرمایا: اے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والو! تم گو بہترین امت ہو، جو کبھی بنی نوع انسان کے لئے نکالی گئی تھی لیکن اخرجت للناس اس لئے بہترین امت ہو کہ تم بنی نوع انسان کو خیر پہنچانے کی خاطر پیدا کی گئی ہو۔اس لئے کہ تمہاری خیر اور تمہاری بھلائی تم تک نہیں ٹھہرتی بلکہ بنی نوع انسان تک آگے پھیلتی چلی جاتی ہے۔پس اگر تم دنیا کی بھلائی کے کام چھوڑ دو گے تو خیر امۃ نہیں رہو گے۔اور خیر امۃ ہو تو اس لئے نہیں کہ تم نے ایک رسول کو قبول کر لیا بلکہ اس لئے کہ اس رسول کے فیض کے نتیجہ میں تم تمام بنی نوع انسان کو فائدہ پہنچانے والے بن گئے۔

پس اگر آج یورپ میں بسنے والا احمدی اس بنیادی تعریف پر پورا اترتا ہے۔اس قرآن کی آیت کے مفہوم کو پیش نظر رکھتا ہے۔اس حدیث کے مفہوم کو پیش نظر رکھتا ہے، جو میں نے ابھی آپ کو سنائی تو یہ

ممکن ہی نہیں کہ افاضہ خیر کے بغیر زندہ رہ سکے۔ یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ لوگوں کی بھلائی کے تصور میں زندگی گزارے بغیر اطمینان پا سکے۔ اس لئے آپ کا مقصد اعلیٰ جو قرآن کریم نے بیان فرمایا، آپ کی زندگی کا قبلہ وکعبہ جو خدا نے مقرر فرمایا، وہ یہی ہے کہ آپ بنی نوع انسان کی بھلائی کے لئے ہمیشہ کوشش کرتے رہیں۔ خواہ وہ آپ کی مانیں یا نہ مانیں۔ خواہ وہ آپ سے حسن سلوک کریں یا نہ کریں؟ آپ ان کی بھلائی کے لئے ہمیشہ کوشش کرتے رہیں۔ ایسا کریں تو کافروں پر بھی خدا کی رحمت کی بارشیں برستی ہیں۔ اس کو گالیاں دینے والے بھی اس کے قانون قدرت سے فیض پا رہے ہیں۔ ان کی فصلیں بھی پھل اگاتی ہیں۔ ان کی محنتیں بھی میٹھے ثمرات پیدا کرتی ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کی رحمت کوئی تفریق نہیں کرتی کہ کون لوگ دہریہ ہیں اور کون غیر دہریہ؟ جہاں تک اس کی عام رحمت کا تعلق ہے، وہ سب کے لئے یکساں جاری ہے۔ سب کے لئے فیض رساں ہے۔ پس یہ وہ ادنیٰ تعریف ہے مومن کی، جو مومن کی ذات میں جاری ہونی ضروری ہے کہ اس کے بغیر مومن کی آواز میں قوت پیدا نہیں ہوتی''۔

دلوں کو جیتنے کا طریقہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:۔

''پس آپ اپنے گردوپیش کو اگر جیتنا چاہتے ہیں گو اپنے فیض کے ذریعہ جیتیں، اپنی محبت کے ذریعہ جیتیں، اپنے پیار کے ذریعہ جیتیں، اپنے لئے نہیں بلکہ اپنے خدا کے لئے جیتیں۔ تا کہ آپ کی طمانیت ان کے وجود میں اس طرح منتقل ہو، جیسے RADIATION ایک وجود سے دوسرے میں منتقل ہوتی ہے۔ تا کہ وہ بھی آپ کے رنگ ڈھنگ سیکھ کر خدا والے بنیں اور بنی نوع انسان کے لئے فیض رساں وجود بنتے چلے جائیں۔ یہ کوشش تبھی کامیاب ہوسکتی ہے، اگر دعاؤں کے ذریعہ خدا تعالیٰ کے حضور جھکتے ہوئے اس سے آپ مدد مانگتے رہیں، اس سے پاک تبدیلیوں کے متمنی رہیں، اس کی صفات سے محبت کرنے لگیں، اس کی صفات سے محبت کے نتیجہ میں اس کی صفات کو اپنے اندر جاری کرنے کے لئے ہمیشہ کوشش کرتے رہیں۔ اگر آپ ایسا کریں گے اور دعاؤں کے ذریعہ مدد حاصل کریں گے تو یقیناً آپ ان علاقوں کی قسمت بدلنے والے بن جائیں گے، وہ بھیانک خلاء، جو ان کے سینوں میں پیدا ہو چکے ہیں، وہ بے قراریاں اور بے چینیاں جو ان کے وجود پر قابض ہو چکی ہیں، ان کا علاج آپ کے پاس ہے۔ لیکن یہ علاج ان تک پہنچائیں تو سہی۔ اس علاج کی افادیت ان پر ثابت کریں۔ محض نظریاتی لڑائیوں سے یا محض یہ ثابت کرنے سے کہ قرآن یہ کہتا ہے اور بائبل وہ کہتی ہے اور ان دونوں کے موازنہ کرنے سے یہ بات درست نکلتی ہے اور وہ بات غلط نکلتی ہے، آپ کوئی عملی فتح ان قوموں پر حاصل نہیں کر سکتے۔ آج بھاری اکثریت

ان میں سے وہ ہے، جو ان کتب پر کسی قسم کا کوئی ایمان نہیں رکھتی۔ اس لئے ان کے لئے یہ سب فرضی باتیں اور ڈھکوسلے ہیں"۔

حضور نے فرمایا:۔

"یہاں عملاً ایک ایسے خدا پر یقین کرنے اور ایمان لانے کے لئے یہ آج بھی آمادہ ہیں، جو عملی زندگی میں انسانوں میں اتر کر ان میں جلوے دکھا سکتا ہو اور اپنے سے تعلق جوڑنے والوں کے لئے کرشمے دکھا سکتا ہو۔ کرشموں سے مراد وہ کرشمے نہیں، جو فرضی معجزے ہیں، تماشے ہیں۔ مردوں کو زندہ کر دیا یا کوڑھیوں کو اچھا کر دیا۔ اس سے بہت زیادہ وسیع پیمانے پر آج دنیا کے وہ لوگ جو خدا پر یقین نہیں رکھتے، بنی نوع انسان کو فائدے پہنچا رہے ہیں۔ قبروں تک پہنچے ہوئے لوگوں کو وہ زندگی بخش رہے ہیں، لاعلاج مریضوں کو شفاء بخش رہے ہیں، حیرت انگیز سرجری کے کارنامے دکھا رہے ہیں"۔

فرمایا:۔

"دنیا کو روحانی معجزوں کی ضرورت ہے، جو ان کی روح کی کایا پلٹ دے۔ ایسے معجزوں کی ضرورت ہے، جو ان کو طمانیت قلب عطا کریں، ان کو یقین سے بھر دیں۔ ایسے معجزے انسانوں کے اندر پاک تبدیلی کے بغیر دنیا کو نہیں دکھائے جاسکتے۔ اگر آپ ایسا بن جائیں گے تو آپ کے کلام میں برکت رکھی جائے گی۔ آپ کی دعاؤں کو قبولیت کا نشان عطا ہوگا۔ آپ جتنی زیادہ ہمدردی سے ان لوگوں کے لئے دعا کریں گے، اتنا ہی زیادہ قبولیت دعا کے نشان خدا تعالیٰ ان کو دکھائے گا اور ان کے دلوں کو اطمینان بخشے گا کہ ہاں یہ دعا کے نتیجہ میں ایسا ہوا تھا۔ پس پاک اعمال کے ساتھ جب دعائیں اپنے جلوے دکھاتی ہیں تو ایسا ہی منظر پیدا ہوتا ہے۔ جس طرح ایک زرخیز زمین پر آسمان سے بارش نازل ہونے لگتی ہے اور ہری بھری کھیتیاں اس زرخیز زمین سے پیدا ہونے لگیں، جو اپنے پاک انجام تک پہنچیں، جس سے بہت ہی مفید اور دنیا کے لئے لذت بخش پھل پیدا ہوں"۔

پھر فرمایا:۔

"یہ وہ نقشہ ہے، جو قرآن کریم مختلف رنگ میں مذہب کی افادیت کا پیش کرتا ہے۔ عملاً خدا کرے کہ ہم لوگ ان باتوں کو محض نظریات کی دنیا میں نہیں بلکہ عمل کی دنیا میں ڈھال کر ان کے سامنے پیش کر سکیں۔ اس کی بڑی شدید ضرورت ہے اور وقت تیزی سے ہمارے آگے بھاگ رہا ہے۔ بہت سے احمدی ہیں، جو مایوس ہو رہے ہیں۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ معاشرہ بہت زیادہ غالب ہے۔ ہم اس کے حالات کو بدل

نہیں سکتے اور مایوسی کے نتیجہ میں وہ خود آہستہ آہستہ تبدیل ہونے لگے ہیں۔اور یہ حقیقت ہے کہ آپ سب اس خطرے کے مقام پر کھڑے ہیں۔اور اگر آپ نے ان کو تبدیل نہ کیا تو یہ ضرور آپ کو تبدیل کر دیں گے۔ یہ زندگی، وموت اور زندگی کے درمیان ایک جدو جہد ہے۔جس میں کامیابی کے نتیجہ میں زندگی حاصل ہوتی ہے اور نا کامیابی کے نتیجہ میں موت ہے۔کوئی درمیانی راہ نہیں، کوئی جمود نہیں ہے۔

اس لئے آپ کو لازماً ان پر غالب آنا ہے۔یعنی صفات حسنہ کے ذریعہ، محبت کے ذریعہ، اعلیٰ پیغام کے ذریعہ، پاک تبدیلیوں کے ذریعہ ان کو طمانیت عطا کریں ورنہ یہ آپ کی طمانیت چھین لیں گے۔ آپ کو دنیا دار بنا دیں گے، آپ کو اپنے پیچھے لگا لیں گے۔آپ نہیں تو آپ کی اولادیں آپ کی آنکھوں کے سامنے اپنے دین سے دور ہٹنی شروع ہو جائیں گی۔اس لئے اگر ان کی بھلائی کا خیال نہیں تو اپنی بھلائی کا خیال کریں۔یہ ایک ایسا قانون ہے، جو نہیں بدل سکتا۔اگر آج آپ نے اس کو پوری طرح آنکھیں کھول کر نہیں دیکھا تو کل محسوس کریں گے یا آپ تبدیل کرنے والے ہیں یا تبدیل ہونے والے ہیں۔ درمیان کی کوئی اور صورت نہیں“۔

دعوت الی اللہ میں سنجیدگی اختیار کرنے کے حوالے سے فرمایا:۔

”اس لئے لازماً دعوت الی اللہ کو بڑی سنجیدگی سے اختیار کریں اور پاک اعمال اور دعاؤں کے ذریعہ ان کے حالات بدلیں۔ورنہ آپ تبدیل کر دیئے جائیں گے۔خدا نہ کرے کہ ایسا ہو۔اللہ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہمارے بڑے، ہمارے چھوٹے، ہمارے بوڑھے اور ہمارے جوان اور ہمارے مرد اور ہماری عورتیں اور ہمارے بچے، سب دعوت الی اللہ کے عملی پاک نمونے ان کو دکھائیں۔اور ان میں سے ان سعید روحوں کو پکڑ پکڑ کر اپنے دین میں داخل کریں، جن کو حضرت بانی سلسلہ کو کشفاً دکھایا گیا تھا کہ میں یورپ میں سفید پرندے پکڑ رہا ہوں۔ان میں ضرور سعید روحیں بڑی کثرت کے ساتھ موجود ہیں۔بہت نیک لوگ ان کے اندر بس رہے ہیں۔آپ ان کی تلاش کریں، ان کو محفوظ مقامات تک یعنی دین کے محفوظ مقام تک ان کو پہنچائیں۔خدا آپ کے ساتھ ہو۔خدا کرے کہ ایسا ہی ہو“۔

آخر میں فرمایا:۔

”آیئے اب ہم دعا کر لیتے ہیں۔اللہ فضل فرمائے اور جانے والوں کو اپنی خیر و عافیت کے سائے تلے، اپنی حفاظت کے سائے تلے لے کر جائے اور وہ لوگ جنہوں نے فیری پکڑنی ہے، وہ پریشان ہو رہے ہوں گے کہ گھنٹہ زیادہ ہو گیا ہے۔اللہ ان کے لئے بھی سفر آسان فرمائے اور سب احمدی دوست

اور بعض غیر احمدی دوست اور بعض غیر مسلم دوست بھی جو دور سے اس اجتماع میں شرکت کے لئے تشریف لائے ہیں۔ اللہ اس اجتماع میں شرکت کے عمل کو قبول فرمائے اور ان کے گھر برکتوں سے بھر دے۔ اپنی رحمتیں ان پر نازل فرمائے اور وہ محسوس کریں کہ اس اجتماع میں شمولیت سے پہلے ہم اور تھے اور اس اجتماع میں شمولیت کے بعد ہم کچھ اور ہو چکے ہیں۔ اور اللہ کی رحمتیں اپنے اوپر نازل ہوتا دیکھیں تا کہ مزید خدا پر ان کا ایمان بڑھے۔ آیئے ہم دعا کر لیتے ہیں''۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(مطبوعہ ضمیمہ ماہنامہ مصباح ستمبر 1987ء بشکریہ احمدیہ بلیٹن ہالینڈ 02 جولائی 1987ء)

# صد سالہ جوبلی کے چندہ کی طرف توجہ کریں

## خطبہ جمعہ فرمودہ 03 جولائی 1987ء

”.....اگرچہ جوبلی کے چندے میں بیرون پاکستان اور اندرون پاکستان اس سال کے آغاز پر کم وبیش ادائیگی کی ایک ہی نسبت تھی۔یعنی اگر پاکستان میں ساٹھ فیصد کل چندے کی ادائیگی ہوئی تھی تو بیرون پاکستان بھی کم وبیش ایک دو فیصد کے فرق سے یہی تناسب تھا۔لیکن بیرون پاکستان اس چندے کی ادائیگی کی طرف پاکستان کے مقابل پر بہت کم توجہ دی گئی۔ یہاں تک کہ پاکستان اس سال کی ادائیگی میں تمام دنیا کی تمام جماعتوں سے آگے بڑھ گیا ہے“۔

”.....اس وقت عرب دنیا میں بہت کثرت سے ایسے لوگ ہیں،جن میں سے ایک ایک تمام جماعت کے تمام چندوں سے بڑھ کر اگر چاہے تو خدمت دین میں خرچ کر سکتا ہے۔اور سال میں ایک دفعہ نہیں ہر مہینے اس سے زیادہ خرچ کر سکتا ہے۔بعض ایسے ہیں کہ ہر ہفتے اتنا خرچ کر سکتے ہیں اور پھر بھی ان کو فرق نہ پڑے۔اس لئے ایک غریب جماعت کے لئے،ایک عالمگیر غریب جماعت کے لئے اتنی عظیم مالی قربانی کو ہمت اور وفا کے ساتھ جاری رکھنا،ایک بہت بڑی چیز ہے۔اور بوجھ اتنا زیادہ بعض دفعہ محسوس ہوتا ہے کہ واقعی اگر ایک انسان پورا ایمان نہ رکھتا ہو،اس کا دل ڈول جائے گا کہ اب تو ادائیگی ہماری استطاعت سے باہر چلی گئی ہے“۔

”.....جماعت احمدیہ کے مختلف ممالک میں مختلف حالات ہیں۔بعض جگہ کثرت سے بعض دوستوں کو پریشانیاں بھی ہیں اور پھر ان کے حالات میں اونچ نیچ آتا رہتا ہے۔کسی اچھے وقت میں زیادہ وعدہ کر بیٹھے جوش سے،محبت سے،اس امید پر کہ یہ اچھے دن جاری رہیں گے اور کچھ دن کے بعد نوکری نہیں ملی۔کوئی اور جو ذریعہ تھا معاش کا،وہ ہاتھ سے جاتا رہا۔باقی ساری باتیں بھول گئے۔لیکن چندے کا بوجھ ذہن میں سب سے اوپر رہا اور سب سے زیادہ اس فکر میں غلطاں ہو گئے کہ ہم چندہ کس طرح ادا کریں گے؟ چنانچہ ایسے لوگوں کے بھی خط ساتھ آنے شروع ہو جاتے ہیں“۔

”..... پھر ان کے خط آنے شروع ہو جاتے ہیں کہ کس طرح حیرت انگیز طور پر اللہ تعالیٰ نے انتظام فرمایا۔ اور صرف انتظام ہی نہیں فرمایا بلکہ ان کے جو زائد بوجھ تھے، وہ بھی اتار دیئے۔ جو کچھ خدا کے حضور انہوں نے پیش کیا، اس سے بھی زیادہ خدا تعالیٰ نے عطا فرما دیا۔ اور جو پہلا پیش کیا، وہ بھی خدا کے فضل سے کیا، ورنہ ان کے پاس کوئی سامان نہیں تھا۔ ایسے حیرت انگیز سلوک اللہ تعالیٰ ساری دنیا میں خدا کی خاطر مالی قربانی کرنے والی جماعت سے اور جماعت کے افراد سے کر رہا ہے کہ اس کے بعد کسی شک کی، کسی وہم کی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی کہ ہم تو بے سہارا جماعت ہیں، ہمارا کوئی مولا نہیں ہے۔ ہمارا ایک ایسا مولا ہے، جو زندگی کے ہر موڑ پر ہماری حفاظت کرتا ہے۔ ہمارا ایک ایسا مولا ہے، جو لمحہ لمحہ اپنے قرب کا احساس دلاتا چلا جاتا ہے۔

فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ

(البقرۃ:187)

کے طور پر ہم اسے دیکھتے ہیں اور ہمیشہ اس کے قرب کے جلوے مختلف شکلوں میں جماعت احمدیہ پر اور احباب جماعت احمدیہ پر ظاہر ہوتے رہتے ہیں“۔

”....پس اللہ تعالیٰ سے دعا کریں ان کے لئے بھی اور اپنے لئے بھی کیونکہ بیرونی جماعتوں کو بعض معاملات میں اپنی ذمہ داریاں ادا کرنی ہیں۔ خصوصیت سے صد سالہ جوبلی کی طرف میں آپ کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ ابھی تقریباً ساٹھ فیصدی سے زیادہ نہیں ہوا، گزشتہ چودہ یا پندرہ سالوں میں بیرونی جماعتوں کا چندہ۔ یہ چندہ جیسا کہ میں نے ایک دفعہ پچھلے خطبے میں بھی بیان کیا تھا، جو جوبلی کا چندہ ہے۔ اس کا تخمینہ آج سے بہت پہلے لگایا گیا تھا۔ یعنی آج سے تقریباً دس بارہ سال پہلے جو وعدے موصول ہوئے، ان پر بناء کرتے ہوئے بجٹ بنا ہے۔ اس وقت اگر بیرونی جماعتوں کا پانچ کروڑ کا وعدہ تھا تو جب ہم کہتے ہیں کہ پچاس فیصدی وصولی ہوئی تو مراد یہ ہے کہ اڑھائی کروڑ وصولی ہوئی۔ لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ گزشتہ دس بارہ سال میں چندہ دینے کی جماعت کی صلاحیت میں غیر معمولی اضافہ ہوا ہے۔ بعض صورتوں میں تو گزشتہ چار، پانچ سال کے اندر ہی تین تین، چار چار گنا چندہ بڑھا ہے۔ لازماً اس کا مطلب یہ ہے کہ نئے چندے دینے والے بھی داخل ہوئے اور پرانے نسبت سے کم چندہ دینے والے بھی آگے بڑھے ہیں۔ تقویٰ کا معیار آگے بڑھا ہے، دین سے محبت آگے بڑھی ہے۔ بہر حال جب باقی سب چندوں میں کئی کئی گنا اضافہ ہو چکا ہے اور گزشتہ چار پانچ سال کے اندر تو دس بارہ سال کے اندر آپ اندازہ کر سکتے ہیں، کم و بیش دس بارہ سال کا عرصہ ہو گا کہ جماعت کے اندر نئی توفیقات میں کتنا اضافہ ہوا ہو گا ہے۔

پس اس نقطۂ نگاہ سے اگر دیکھیں تو بیرونی جماعتوں کا ساٹھ فیصد کے قریب جوبلی کو چندہ ادا کرنا، ایک فرضی عدد ہے۔ آج اگر جائزہ لیا جاتا اور آج تحریک ہوتی تو پانچ کروڑ کی بجائے مجھے یقین ہے کہ بیس کروڑ کے قریب وعدے ہوتے۔ تو عملاً اگر آپ نے تین کروڑ ادا کیا ہے تو بیس کے مقابل پر تین کیا ہے نہ کہ پانچ کے مقابل پر۔ لیکن اس کے باوجود بعض بیرونی جماعتیں ایسی ہیں، یورپ میں ہیں مثلاً جو خدا کے فضل سے اپنی توفیق کے مطابق اور بعض جگہ اپنی توفیق کو کھینچ کر آگے بڑھ رہی ہیں اور ادائیگیوں میں خدا کے فضل سے صف اول میں ہیں۔ ان پر کسی اور وجہ سے انتظامیہ کی غفلت کی وجہ سے یاددہانی کی کمی کی وجہ سے یہ بوجھ اچانک پڑ گیا ہے۔ ان کو گویا اب یاد آیا کہ اوہو! ہم نے تو ایک بہت بڑا چندہ ادا کرنا تھا، جو پہلے کرنا چاہئے تھا۔ اب وقت تھوڑا رہ گیا ہے تو ہمیں یاد کرایا جا رہا ہے۔ اس لحاظ سے وہ ان کی حالت خاص دعا کی محتاج ہے۔ مگر تمام دنیا میں اس چندے کی طرف اب خصوصی توجہ دینے کا وقت آ گیا ہے۔ اب تو آج اور جوبلی کے سال کے درمیان وقت ہی کوئی نہیں رہا۔ سارے جو پروگرام بنائے جا رہے تھے، اب ان پروگراموں پر عمل درآمد کا وقت ہے۔ اور تیزی سے وہ اخراجات کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ اور اگر اب تاخیر کر دی گئی تو خطرہ ہے کہ وقت پر ہم ان کاموں کو ختم نہیں کر سکیں گے۔ اس لئے دعا کریں اور حوصلہ کریں۔ جو پاکستان کے حالات میں نے بیان کئے ہیں، اس لئے بتائے ہیں تا کہ آپ کے اندر حوصلہ پیدا ہو اور توکل پیدا ہو۔ آپ اگر اخلاص کے ساتھ یہ نیت کر لیں کہ ہم نے تمام بقایا ادا کر دینے ہیں اور شرح کے مطابق چندوں میں کمی نہیں آنے دینی اور دعا کریں اور اخلاص کے ساتھ اپنے دل کو اس خیال سے منسلک کر لیں، باندھ لیں، یعنی اٹھتے بیٹھتے خود بخود ذہن اس ذمہ داری کی طرف منتقل ہونا شروع ہو جائے۔ یہ آپ کریں تو باقی سارے کام خدا کی تقدیر کرے گی۔ اور بالآخر جب آپ سب ادائیگیوں سے فارغ ہوں گے تو مالی لحاظ سے پہلے سے بہتر حالت ہوگی، بدتر حالت نہیں ہوگی۔ یہ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں۔ کیونکہ ساری دنیا میں سالہا سال کا تقریباً ایک صدی کا تازہ تجربہ ہے، اسی طرح خدا سلوک فرمایا کرتا ہے۔ ہماری کم ہمتی حائل ہو جائے تو ہو جائے ورنہ جہاں تک اللہ تعالیٰ کی رحمت کا تعلق ہے، اس کی عطا کا تعلق ہے، وہ کبھی بھی اپنی راہ میں مالی قربانی کرنے والوں کو خالی ہاتھ نہیں رہنے دیا کرتا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ اور جماعت جو اس وقت ایک نشان بنی ہوئی ہے دنیا میں مالی قربانی کے لحاظ سے، جماعت کا یہ اعجاز ہر حال میں، ہر صورت میں، چاہے خزاں کے دن ہوں، خواہ بہار کے دن ہوں، ہمیشہ پہلے سے زیادہ شان کے ساتھ چمکتا رہے، آمین''۔

(مطبوعہ خطبات طاہر جلد 06 صفحہ 441 تا 447)

# وقف کرنے والی اولاد کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کرنی چاہئے

## خطبہ جمعہ فرمودہ 10 جولائی 1987ء

".....جب بھی ہم کوئی نذیر، کوئی ڈرانے والا کسی بستی یا کسی قوم کی طرف بھیجتے ہیں تو ہمیشہ یہ ہوتا ہے کہ ان میں سے جو خوشحال لوگ ہیں، وہ یہ کہتے ہیں کہ جس چیز کو بھی تم لے کے آئے ہو، ہم اس کا انکار کرتے ہیں۔ جس چیز کے ساتھ تم بھیجے گئے ہو، خدا نے جو بھی پیغام دیا ہے، قطع نظر اس کے کہ وہ کیا پیغام ہے، ہم اس کا انکار کرتے ہیں۔ اور ساتھ وہ یہ کہتے ہیں:۔

نَحۡنُ اَکۡثَرُ اَمۡوَالًا وَّ اَوۡلَادًا

ہم تم سے اموال میں بھی زیادہ ہیں اور اولاد میں بھی زیادہ ہیں۔ یعنی مالی لحاظ سے بھی تم پر فوقیت رکھتے ہیں اور عددی قوت کے لحاظ سے بھی تم پر فوقیت رکھتے ہیں"۔

".....یہاں اختلافات عقائد کی بحث نہیں اٹھائی گئی۔ یہ گفتگو ہو رہی ہے کہ کیوں انکار کیا جاتا ہے۔ انکار کے نفسیاتی پہلو کو نمایاں فرمایا گیا ہے۔ اور صاف ظاہر ہوتا ہے کہ انکار کی بنیادی وجہ تکبر ہے"۔

".....پھر فرمایا:۔

وَمَاۤ اَمۡوَالُکُمۡ وَلَاۤ اَوۡلَادُکُمۡ بِالَّتِیۡ تُقَرِّبُکُمۡ عِنۡدَنَا زُلۡفٰۤی اِلَّا مَنۡ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا

اور وہ مال اور وہ اولادیں، جن کے ذریعے بالتی تقربکم عندنا زلفی، جو تمہیں ہمارے نزدیک ایک قرب کا مقام عطا کر سکتیں ہیں، یہ قرب کا مقام نہیں عطا کریں گی۔ کیوں؟ اس کی وجہ بیان فرمائی گئی ہے۔ یعنی ایسے اموال اور ایسی اولادیں، جو یہ اندرونی طور پر خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ صلاحیت رکھتیں ہیں کہ کسی کو اللہ کا قرب عطا کر دیں، تمہیں یہ قرب عطا نہیں کریں گی۔ الا من امن وعمل صالحاً سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائیں اور عمل صالح اختیار کریں"۔

".....امر واقعہ یہ ہے کہ تمام مذہبی تاریخ میں ہمیشہ ہر قوم کی خدا تعالیٰ کے بھیجے ہوؤں کی مخالفت کرنا، اسی نفسیاتی بیماری کے نتیجے میں ہوتا ہے۔ تکبر کو تبھی خدا تعالیٰ نے سب سے زیادہ ذلیل بدی شمار فرمایا ہے۔ سب سے زیادہ قابل نفرت بدی، جو قرار دی گئی ہے، وہ تکبر ہے۔ شیطانیت کی روح تکبر بیان فرمائی گئی"۔

''....وجہ یہ ہے کہ پہلا گناہ ہی تکبر کا گناہ تھا۔ اور تکبر بظاہر مخلوق کے ساتھ تھا لیکن فی الحقیقت پیدا کرنے والے کے مقابل پر وہ تکبر تھا۔ پیدا کرنے والے سے حق چھینا جا رہا تھا کہ وہ جسے چاہے مطاع بنا دے، جسے چاہے مطیع بنا دے۔ اور ہر حق خدا ہی کا حق ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کے اس مؤقف کو تسلیم نہیں فرمایا۔ یہ وہ بنیادی نقطہ ہے، جسے نا سمجھنے کے نتیجے میں بے انتہاء انتظامی مشکلات پیدا ہوتی ہیں اور تمام دنیا میں ہر طرف بہت سے فساد اسی نقطے کو نہ سمجھنے کے نتیجے میں آپ کو پیدا ہوتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔

جماعتی معاملات میں، میں نے بسا اوقات اس بات کا مشاہدہ کیا ہے۔ بعض لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم مطیع ہیں، ہم واقف زندگی ہیں، ہم ہر طرح کی قربانی کے لئے اطاعت کے لئے تیار ہیں۔ لیکن جب کسی ایسے آدمی کا مطیع بنایا جائے ان کو، جس کو وہ اپنی نظر میں اپنے سے چھوٹا سمجھتے ہوں۔ یہ دیکھتے ہوں کہ یہ ہم پر حکومت کرنے کے لائق نہیں ہے، ہم اس پر حکومت کرنے کے لائق ہیں، وہیں ان کی وقف کی روح تباہ ہو جاتی ہے، وہیں ان کی اطاعت کی روح ختم ہو جاتی ہے۔ اور وہ یہ سوال اٹھانے لگ جاتے ہیں کہ اس کے سامنے ہم کیوں سر جھکائیں؟ یہ تو معمولی آدمی ہے، یہ تو چھوٹا آدمی ہے۔ پھر اس کی ہر بات تکلیف دیتی ہے۔ جس کو وہ اپنے سے بڑا سمجھتے ہیں، وہ ان سے بدسلوکی بھی کرے گا، گالیاں بھی دے لے گا، ڈانٹ ڈپٹ کرے گا، وہ اپنے دل میں اتنی تکلیف محسوس نہیں کرتے۔ جس کو اپنے سے چھوٹا سمجھتے ہیں، خواہ اس کو ان کا مطاع بنا بھی دیا گیا ہو، اس کی ادنیٰ سی بات پر بھڑک اٹھتے ہیں، اس نے ہماری بے عزتی کی، یہ تو اس لائق نہیں ہے کہ ہم اس کی اطاعت کریں۔

اندرونی بیماری وہی ہے، جو پہلے دن کی شیطان کی بیماری تھی۔ جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے یہ نیکی اور بدی کی جنگ کے آغاز کا اعلان کیا۔ فرمایا: تکبر کے نتیجے میں، اس حکمت کو نہ سمجھنے کے نتیجے میں کہ جو شخص مقرر کرتا ہے، اس کو دیکھا جائے گا۔ نہ کہ یہ دیکھا جائے گا کہ کس کو مقرر کیا گیا ہے۔ اگر تم اس کو دیکھو گے، جس نے مقرر کیا ہے تو تم ہمیشہ عجز کے سامنے، ہر اس چیز کے سامنے سر جھکا دو گے، جسے مقرر کیا گیا ہے۔ اگر تم یہ دیکھو گے کہ کس کو مقرر کیا گیا ہے تو پھر تو ہزار دھوکے ہیں نفس کے۔ ہزار مواقع پر تمہیں یہ خیال پیدا ہوگا کہ اس لحاظ سے میں بہتر ہوں، اس لحاظ سے میں بہتر ہوں اور تمہاری اطاعت بیسیوں یا سینکڑوں یا ہزاروں جگہ مجروح ہوتی چلی جائے گی''۔

''.....اگر وہ لوگ جو اموال رکھتے ہیں اور اولادیں رکھتے ہیں، وہ ایمان لانے والے ہوں اور عمل صالح کرنے والے ہوں تو اس صورت میں اموال بھی خدا تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ بن سکتے ہیں اور اولادیں بھی خدا تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ بن سکتی ہیں''۔

"دوسرا معنی یہ ہوگا کہ.....اگرچہ اموال اور اولاد براہ راست اپنی ذات میں خدا کے نزدیک کوئی بھی اہمیت نہیں رکھتے۔ یہ کافی نہیں ہیں تمہیں خدا کے قریب کرنے کے۔ سوائے اس کے کہ اولادیں ایسی ہوں، جو تمہاری طرح ایمان لانے والی ہوں اور عمل صالح اختیار کرنے والی ہوں۔ پھر ان اولادوں کی قیمت بن جاتی ہے خدا کے حضور۔ اور وہ اولادیں تمہیں ضرور خدا کے قریب کر سکتی ہیں۔ یہ دونوں معانی گویا دو منزلیں ہیں مضامین کی، جو اس مضمون کو ایک نسل تک محدود نہیں رہنے دیتی، اگلی نسل تک پھیلا دیتی ہے"۔

".....یہاں دو منزلہ جو اجر ہے، اس سے دراصل دو نسلوں کی مسلسل نیکی کی طرف اشارہ ہے۔ ماں باپ بھی نیک ہوں اور خدا تعالیٰ کی راہ میں اموال خرچ کرنے والے ہوں اور اولادیں پیش کرنے والے ہوں۔ اموال تو ان کی نیکی کی وجہ سے قبول ہو جائیں گے لیکن اولادیں اس طرح قبول نہیں ہوں گی، جب تک اولادیں خود بھی الا مـن امـن و عمل صالحا وہ خود ایمان لانے والی بنیں اور عمل صالح کرنے والی بنیں۔ تو اوپر تلے دو نسلیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف ہو جائیں گی۔ پھر ایسی اولادوں کا اجر ان ماں باپ کو بھی ملے گا، جو وقف کی نیت رکھتے تھے۔ ان کو خدا کے حضور پیش کرنا چاہتے تھے۔ یہ اولادیں ضرور ان کے لئے بھی خدا کے قرب کا ذریعہ بن جائیں گی، خدا کے پیار کے حصول کا ذریعہ بن جائیں گی۔ لیکن خود اگر وہ بالا رادہ اس میں شامل نہ ہوں، اپنے نیک اعمال کے ذریعے اپنے دعاوی کو سچا نہ کر دکھائیں تو پھر ان کا اجر ان کے ماں باپ کو نہیں مل سکتا۔ اسی طرح ماں باپ کو اگر وہ عمل صالح نہ کرنے والے ہوں یا ایمان نہ لانے والے ہوں، ان کو نہ اموال کا کوئی اجر مل سکتا ہے، نہ اولاد کا کوئی اجر مل سکتا ہے"۔

".....اسی کے پیش نظر میں نے یہ تحریک کی تھی کہ آئندہ صدی کے لئے جماعت جہاں اموال کثرت کے ساتھ پیش کر رہی ہے۔ اس میں تو کوئی شک ہی نہیں کہ اتنی حیرت انگیز مالی قربانی کی روح جماعت میں پیدا ہو چکی ہے کہ بسا اوقات مجھے تحریک کی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔ اسی لئے میں نے اب زیادہ ذکر کرنا چھوڑ دیا ہے۔ کیونکہ مجھے یہ خطرہ رہتا ہے کہ کہیں کچھ لوگ توفیق سے زیادہ نہ تکلیف اٹھا جائیں۔ جو کام کرنے ہوتے ہیں، ان کے لئے خدا کے نزدیک جتنے روپے کی ضرورت ہے، وہ کثرت سے آجاتے ہیں۔ ایک بھی کام گزشتہ چند سالوں کے اندر، مجھے جب سے خدا تعالیٰ نے خلافت پر فائز فرمایا ہے، ایک بھی کام ایسا نہیں ہے، جو مالی کمی کی وجہ سے رک گیا ہو۔ ایک ذہن میں نئی سکیم آتی ہے، میں پیش کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے وہ اس کے لئے رقمیں بھجوانی شروع کر دیتا ہے۔ بعض دفعہ اعلان سے پہلے ہی خود بخود آنی شروع ہو جاتیں ہیں۔ چنانچہ کچھ عرصہ پہلے میرے ذہن میں یہ تھا اور اس کے لئے

میں نے نقشے بھی بنوانے شروع کئے تھے کہ اگلی صدی سے پہلے ہم دار الیتامیٰ بھی بنالیں۔ کیونکہ قرآن کریم میں یتیموں کے بہت حقوق بیان ہوئے ہیں اور تحریک میں نے کوئی نہیں کی۔ لیکن ایک صاحب کا مجھے خط آ گیا کہ میری خواہش یہ ہے کہ کم از کم چالیس لاکھ روپیہ دار الیتامیٰ کے لئے پیش کروں۔ اس لئے میں آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں، جس طرح چاہیں، جو چاہیں بنوائیں۔ یہ آپ کی مرضی ہے، یہ جماعتی معاملہ ہے، جس طرح چاہے، پسند کرے، بنائے۔ لیکن یہ میری خواہش ہے کہ دار الیتامیٰ کے لئے استعمال ہو۔ اور اس کے علاوہ بھی پھر کئی ایسی رقمیں آنی شروع ہوگئیں، جس میں اسی قسم کا اظہار تھا۔ ابھی یورپ سے ہی خاتون نے یہ خواہش ظاہر کی کہ مجھے دلی محبت ہے یتیموں اور غریب بچوں کے اوپر خرچ کرنے کی۔ اور یہ رقم ہے، جو میں آپ کے پاس پیش کرتی ہوں، جس طرح چاہیں، خرچ کریں۔ تو بسا اوقات تحریک کرنے کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی۔ اس کثرت سے جماعت اللہ تعالیٰ کے فضل اور احسان کے ساتھ مالی قربانی میں آگے بڑھ گئی ہے کہ از خود اچھل رہا ہے، جس طرح ماں کی چھاتیوں سے بچے کے لئے دودھ اچھلتا ہے، اس طرح اللہ کے دین کے کاموں کے لئے خدا تعالیٰ نے جماعت کی چھاتیوں میں دودھ اتار دیا ہے۔ اچھل اچھل کے باہر نکل رہا ہے۔

جہاں تک اولادوں کے وقف کا تعلق ہے، اس ضمن میں ابھی اس شان کی قربانی پیدا نہیں ہوئی تھی۔ کیونکہ مختلف اوقات میں جب وقف کے لئے زور دیا جاتا رہا تو جماعت اپنے جگر گوشے پیش کرتی رہی ہے۔ لیکن درمیان میں بسا اوقات لمبے عرصے پڑ گئے، لمبے وقفے حائل ہوگئے کہ جب خلیفۂ وقت نے وقف کی طرف توجہ نہیں دلائی۔ اس لئے جماعت بھی اس معاملے میں خاموش ہوگئی۔ چنانچہ آئندہ کی ضرورتوں کے پیش نظر میں نے یہ تحریک کی کہ اپنے بچوں کو، اپنی آئندہ نسلوں کو وقف کرو۔ اگلی صدی میں ہمارے کام بہت کثرت سے پھیلنے والے ہیں۔ ان کے اندازے ابھی سے کچھ ہونے شروع ہوگئے ہیں۔ بالکل نئے نئے ممالک کی فتح کے اللہ تعالیٰ سامان پیدا فرما رہا ہے، نئی نئی قوموں میں جماعت کو داخل کر رہا ہے۔ اور خود بخود ہو رہا ہے، ہماری کوششوں سے بعض دفعہ تعلق نظر آتا ہے، بعض دفعہ کوئی تعلق نظر نہیں آتا۔

افریقہ کے ایک ملک میں جہاں خیال تھا کہ ہم وہاں بھی جماعت کا پودا لگائیں گے، انشاء اللہ۔ ابھی تک وہ محروم تھا، اس پہلو سے۔ اس کا ایک سیاح باہر نکلا سپین، وہاں مسجد دیکھی اور بیعت کر کے واپس چلا گیا۔ اور اب اس کا خط ملا ہے کہ اب ہماری تربیت کا کچھ کرو۔ سو سے زائد تو احمدی میں بنا چکا ہوں ابھی تک۔ اور چندہ بھی دے رہے ہیں سارے۔ اور مسجد کے لئے زمین بھی پیش کر دی ہے۔ یہ بھی فیصلہ ہے

کہ ہم خود ہی بنائیں گے، سب کچھ۔ کوئی جماعت پہ بوجھ نہیں ہوگا۔ یعنی مدد نہیں مانگیں گے کسی اور سے۔ لیکن ہمیں پھر بھی، آخر ہم نئے ہیں، ہمیں دینی تربیت کے لئے کوئی آدمی چاہئے۔ آپ ہمارے لئے کچھ فکر کریں۔ کہیں یہ نہ ہو کہ بعض غلط باتیں ہم میں رائج ہو جائیں۔

تو اس معاملے میں تو جس طرح چھت پھاڑ کر ملتا ہے رزق، اسی طرح کی کیفیت ہے۔ کوئی جماعتی کوشش کا اس میں دخل نہیں ہے۔ لیکن بہت سے ایسے وہ مقامات بھی ہیں، جہاں بظاہر جماعتی کوشش کا دخل نظر آرہا ہے۔ لیکن امر واقعہ ہے کہ اللہ کی تقدیر خود پیدا کر رہی ہے سامان۔ اس قسم کے واقعات نصیحت کے طور پر ہیں۔ یہ بتانے کے لئے کہ کہیں تم اپنی کوششوں کی طرف ان روحانی پھلوں کو منسوب کر کے متکبر نہ ہو جانا۔ یہ نہ سمجھ لینا کہ تم نے کیا ہے۔

چونکہ تکبر کا مضمون بیان ہو رہا ہے، اس لئے میں اس بات کو بھی کھول دینا چاہتا ہوں کہ نئے نئے علاقوں میں جو جماعت پھیل رہی ہے، بعض دفعہ نظر آتا ہے کہ گویا جماعت نے یہ ترکیب کی اور اس کو یہ پھل لگ گیا، حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ وہی ترکیبیں پہلے ہو چکی تھیں اور ان کو کوئی پھل نہیں لگا تھا۔ اس لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک سازگار ہوا چلائی جارہی ہے، کچھ پھل ہیں، جو پکائے جارہے ہیں۔ اس لئے کہ جماعت ترقی کے بالکل نئے دور میں داخل ہونے والی ہے۔ بہت ہی عظیم الشان ترقیات آپ کا انتظار کر رہی ہیں۔ ان کے لئے اللہ تعالیٰ آپ کو تیار فرما رہا ہے۔ اس لئے مجھے یقین ہے کہ اگلی صدی میں لکھوکھا واقفین زندگی کی ضرورت پڑے گی۔ اسی لئے میں نے جماعت میں ایک تحریک کی تھی کہ ابھی سے اپنے بچے پیش کر دیں تا کہ پھر جب ہم صدی میں داخل ہوں تو خدا کے حضور پہلے ہی تیار ہو کر حاضر ہوں۔ اور جب بھی خدا کے حضور کوئی قربانی پیش کی جاتی ہے، اس کے لئے مصارف کا انتظام بھی اللہ تعالیٰ خود ہی فرما دیتا ہے۔ اگر لاکھ واقفین آپ پیش کریں گے تو یقین جانیں کہ لاکھ واقفین کے لئے تمام ضروری سامان خدا خود مہیا فرمائے گا۔ مشنوں کے لئے جگہ عطا کرے گا، ان کے تبلیغ کے لئے جتنی بھی ضرورتیں ہیں، وہ ضرورتیں پوری فرمائے گا، ان کے اپنے لئے رزق کا انتظام فرمائے گا اور پھر اسی نسبت سے نئی نئی قوموں میں، نئے نئے علاقوں میں احمدیت اور اسلام کی طرف رجحان پیدا فرما دے گا۔

تو بعض دعائیں ہوتی ہیں زبان کی دعائیں، بعض ہوتی ہیں عمل کی دعائیں۔ یہ بھی میرے ذہن میں ایک بات تھی کہ ہم عملاً خدا کے حضور دعا کے طور پر یہ بچے پیش کر دیں کہ اللہ تیرے حضور حاضر ہیں، اب تو سنبھال، تیرا کام ہے۔ اب ہمارے نہیں رہے، تیرے ہو گئے ہیں۔ تو نے ہی ان کو پالنا ہے، تو نے ہی ان کے لئے سارے انتظامات فرمانے ہیں، ان سے کام لینے کے انتظامات فرمانے ہیں۔

یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ جماعت بالعموم بہت اچھے طریق پر اس آواز کا جواب دے رہی ہے اور بعض جگہ تو لطیفے بھی بن جاتے ہیں۔ بعض معمر لوگوں نے تو یہ درخواست کی کہ ہمیں دوسری شادی کی اجازت دی جائے کیونکہ ہماری پہلی بیوی اس لائق نہیں رہی کہ اس کے بچہ ہو سکے۔ اس بہانے انہوں نے کہا: ہم شادی بھی اور کر لیں گے، ثواب بھی مل جائے گا ساتھ۔ اور بیویاں اب کس طرح انکار کریں گی، خلیفۂ وقت نے تحریک کی ہوئی ہے۔ اور خاوند کہتا ہے: میں مجبور ہوں، میں نے بچہ پیش کرنا ہے۔ اب بتاؤ، بیوی کیا کہہ سکتی ہے بے چاری؟ اور واقعۃً احمدی عورتیں اتنی مخلص ہیں کہ بعض یہ کہہ رہی ہیں خود کہ اس معاملے میں ہم تمہیں نہیں روکتیں۔ چنانچہ ان کے اجازت نامے بھی مجھے پہنچ جاتے ہیں کہ اب وقف کی تحریک ہے، ہم اپنے خاوند کو اپنے جذبات کی بنا پر کیسے محروم کریں، اس نیکی سے۔ تو بڑے دلچسپ لطیفے ہیں۔ لیکن پر خلوص لطیفے ہیں۔ ان کے اندر گہرا قربانی کا جذبہ پایا جاتا ہے۔ اگر خاوند کی طرف سے نہیں تو بیوی کی طرف سے تو ضرور پایا جاتا ہے۔ تو جماعت اس رنگ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان بچوں کو پیش کر رہی ہے۔

لیکن ان آیات کو میں نے اس وجہ سے بھی منتخب کیا کہ آپ کو یہ بتاؤں کے بچے پیش کرنا کافی نہیں ہوگا۔ کیونکہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِیْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓی اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا

کہ تم جو مال پیش کرتے ہو اور جو اولادیں پیش کرتے ہو، ہرگز یہ خیال نہ کرنا کہ فی ذاتہٖ ان کے ذریعے تم خدا کی رضا خرید سکتے ہو، اللہ تعالیٰ کی محبت کے سودے کر سکتے ہو۔ اموال کے تو ہو سکتے ہیں، اگر تم مخلص ہو اور اولاد کے اس حد تک ہو سکتے ہیں کہ تمہارا اخلاص قبول ہو جائے گا۔ لیکن اگلی نسل کا وقف اس بات پر منحصر ہے کہ وہ خود بھی ایمان لانے والی ہو اور عمل صالح کرنے والی ہو۔ اگر وہ ایمان لے آئیں اور عمل صالح کریں تو پھر ان کی ساری نیکیاں تمہارے درجات کی بلندی کا موجب بھی بنے گیں۔ پھر دو منزلہ اور کئی کئی منزلوں والے بالا خانے تمہیں عطا ہوں گے۔ لیکن اگر اگلی نسل تک تمہاری نیکی رک گئی اور وہاں ان میں داخل نہ ہو سکی یا وہ اسے لے کر آئندہ نسلوں تک پیغام کے طور پر جاری نہ کر سکے تو پھر یہ معاملہ ختم ہو جائے گا۔ پھر بالا خانے کا مضمون پیدا نہیں ہوگا۔

پس جماعت کو اپنی اس اولاد کی تربیت کی طرف بہت توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ بچپن سے ہی ان بچوں کے دلوں میں خدا کی محبت اس طرح بھر دیں اور اس خلوص کے ساتھ ان کے لئے دعائیں کریں کہ جو آپ کی کوتاہیاں ہیں، ان کو نظر انداز فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے فرشتے ان کے دلوں میں خدا تعالیٰ کی محبت بھرنا شروع کر دیں۔ مائیں ان کو دودھ میں اللہ کی محبت پلائیں اور بچپن سے یہ مختلف دکھائی دینے لگیں۔

یہ جو مضمون ہے مختلف دکھائی دینے والا، اس کا تعلق بھی ایک بچے کے وقف سے ہے۔ حضرت مریم کو ان کی والدہ نے وقف فرمایا اور خدا کے سپرد کر دیا کہ اب تو جان، جو چاہے کر، میں نے تو وقف کرنا تھا، لڑکا یا لڑکی عطا کرنا تیرا کام تھا۔ جو کچھ بھی ہے، میں نے تیرے حضور پیش کر دیا۔ اور قرآن کریم فرماتا ہے، بچپن سے ہی ان کے حالات دوسرے بچوں سے مختلف تھے۔ ان کے اندر بعض امتیازی شانیں تھیں، جن کو حضرت زکریا نے محسوس فرمایا اور ان امتیازی نشانات کو دیکھ کر ان کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی اور جو دعا بن گئی کہ اے خدا! مجھے بھی تو ایسی اولاد عطا فرما۔ جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت یحیٰی کی خوشخبری دی۔ پھر اسی ماں کے پیٹ سے جو بچہ پیدا ہوا، اس کے بھی بچپن میں آثار دوسرے بچوں سے مختلف تھے۔

فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا

(آل عمران:47)

وہ گفتگو کرتا تھا، خدائی گفتگو کرتا تھا اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا تھا۔ تو ان دونوں مثالوں میں ہمارے لئے ایک سبق ہے کہ بچپن ہی سے وقف کرنے والی اولاد کے دل میں اللہ تعالیٰ کی غیر معمولی محبت پیدا کرنی چاہئے۔ اور صرف کوشش سے مطمئن نہیں ہونا چاہئے، جب تک وہ آثار ان میں ظاہر نہ ہو جائیں، اس وقت تک اطمینان نہیں پکڑنا چاہئے۔

پس اب ان کی تربیت کا جو دور ہے، اس میں اللہ تعالیٰ ماں باپ کو زندگی عطا فرمائے کہ وہ خود محبت کے ساتھ ان وقف شدہ بچوں کی تربیت کر سکیں۔ اس تربیت کے دور میں دعائیں بھی آپ کو کرنی ہوں گی، ہر قسم کے ذرائع کو استعمال میں لانا ہوگا۔ یہاں تک کہ آپ کی آنکھیں دن بدن اپنی اولاد کی طرف سے زیادہ ٹھنڈی ہوتی چلی جائیں گی۔ آئے دن آپ ان کی طرف سے ایک جنت کے نظارے دیکھیں گے کہ ان کے اندر خدا تعالیٰ، پھر دیکھیں، ان بچوں میں کس طرح اپنی محبت کے ساتھ ساتھ اپنے قرب کے نشان ظاہر فرماتا ہے۔ اور جو بچے بچپن سے ہی خدا تعالیٰ سے محبت کرنے لگ جائیں، ان کے لئے اعجازی نشان عطا ہونے میں دیر نہیں کی جاتی۔ یہ خیال نہ کریں کہ جب تک وہ بڑے نہ ہو جائیں، بالغ نہ ہو جائیں، اللہ تعالیٰ ان سے کوئی اعجازی سلوک نہیں فرمایا کرتا۔ بچپن سے ہی ان کے اندر اعجازی طاقتیں پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہیں، ان کی دعائیں قبول ہونے لگ جاتی ہیں، ان کی خواہشات دعا بن جاتی ہیں اور ایسے بچے نمایاں ہو کر باقی بچوں سے ایک الگ وجود دکھائی دینے لگتے ہیں۔

ایسے وقف کریں، جو قرآن کریم کی وقف کی مثالوں کے اوپر پورے اترنے والے ہوں۔ ایسے وقف کریں کہ اگلی صدیاں ناز کریں ان پر بھی اور آپ پر بھی، جنہوں نے وقف کئے تھے کہ ہاں ہاں ایسی

ایسی مائیں تھیں، جنہوں نے یہ لعل ہمارے لئے تحفۃً بھیجے۔ ایسے باپ تھے، جنہوں نے اس طرح دعاؤں کے ساتھ اور گریہ وزاری کے ساتھ ہماری آئندہ آنے والی نسلوں کا خیال رکھا تھا۔ اپنے جگر گوشے ہماری ہی بھلائی کے لئے پیش کر دیئے تھے۔ یہ جب آپ کریں گے تو اللہ تعالیٰ آپ سے وعدہ کرتا ہے کہ آپ کو ان نیکیوں کے برابر اجر نہیں بلکہ دوہرا تہرا ہمیشہ بڑھتے رہنے والا اجر عطا ہوگا۔ اور آپ کی نیکیاں Skyscrapers بننی شروع ہو جائیں گی۔ بالا خانے عطا ہوں گے۔ اس لئے کہ اگر پہلی نسل بھی نیکی پہ قائم ہو جائے تو ایک منزلہ نیکی کی بجائے دو منزلہ نیکی بن گئی۔ اور اگر نسلاً بعد نسلٍ اسی طرح ان کی اولاد اور پھر ان کی اولاد اور پھر ان کی اولاد نیکیوں پہ قائم ہوتی چلی جائے تو آپ کو تو Skyscrapers ہی اس شان کے عطا ہوں گے کہ دنیا نے کبھی اس شان کے Skyscrapers نہیں دیکھے۔ امریکہ کے بنائے ہوئے Skyscrapers تو کوئی چودہ سوفٹ پہ جا کہ ختم ہو جاتا ہے، کوئی پندرہ سوفٹ پہ جا کے ختم ہو جاتا ہے لیکن یہ جو بالا خانے ہیں، یہ زمین سے اٹھتے ہیں اور آسمان سے باتیں کرتے ہیں، ان کی بلندیاں آسمان کے کنگروں کو چھوتی ہیں۔ اتنے عظیم الشان اجر ہیں اس نیکی کے، جو اس آیت میں بیان کئے گئے ہیں کہ میں جماعت کو توجہ دلاتا ہوں کہ اگر وہ اس کے پیچھے تتبع کریں اور اس کی روح کو قائم کرتے ہوئے پورے انہماک اور پورے خلوص کے ساتھ یہ کوشش کریں کہ ان کی قربانیاں قبولیت کا درجہ پا جائیں تو پھر اجر اتنا ہے کہ اس کی کوئی انتہا نہیں۔ ایسی رفعتیں آپ کے لئے مقدر ہیں خدا کی طرف سے کہ کسی انسان کا تصور بھی ان کو نہیں پہنچ سکتا۔ اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو، آمین"۔

(مطبوعہ خطبات طاہر جلد 6 صفحہ 449 تا 463)

# امراء کو جماعت میں وحدت پیدا کرنے کی ہدایت

## خطبہ جمعہ فرمودہ 24 جولائی 1987ء

"....اس لئے نظام جماعت کے ساتھ وابستہ رہنا اور ادب اور اطاعت کے ساتھ وابستہ رہنا بہت ہی اہم ہے۔ اور ایک اور پہلو سے بھی اہم ہے کہ وہ لوگ جو حبل اللہ کو چھوڑ نا شروع کر دیتے ہیں اور جماعت میں رہتے ہوئے بظاہر ایسے حرکتیں شروع کر دیتے ہیں، جس کے نتیجے میں نظام جماعت کا رعب کم ہو جاتا ہے، اس کی وقعت کم ہونے لگ جاتی ہے، لوگ اسے تخفیف سے دیکھنے لگ جاتے ہیں، وہ صرف اپنی ہلاکت کا موجب نہیں بنتے بلکہ اردگرد اپنے ماحول میں دوسروں کی ہلاکت کا بھی موجب بن جاتے ہیں۔ اور بالعموم ایسی جماعتوں میں پھر افتراق کا رجحان شروع ہو جاتا ہے، پارٹی بازی شروع ہو جاتی ہے اور ایسی جماعت برکتوں سے محروم رہ جاتی ہے"۔

"....میرا عمومی تجربہ یہ ہے کہ جن جماعتوں میں وحدت ہے، وہاں برکت ہے، وہاں ان کی باتوں میں اثر ہے، وہ اپنے ماحول کی اصلاح کے اہل ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے وحدت کے نتیجے میں بے شمار برکتیں ان کو نصیب ہوتی ہیں۔ ان کی دعوت الی اللہ بھی قبول کی جاتی ہے۔ لیکن جہاں جماعتوں میں اختلاف ہے، وہاں کوئی بھی برکت باقی نہیں رہتی۔ نحوست پیدا ہونی شروع ہو جاتی ہے بلکہ بعض اوقات ایسے دور میں جبکہ باقی جماعتوں کے لئے ابتلاء کا دور ہوتا ہے اور بڑا ہی عظیم الشان ابتلاء کا دور ہوتا ہے، ان جماعتوں سے سلوک میں کچھ سزا کا رنگ بھی آجاتا ہے۔ وہ ان کی اپنی ناچاقی کی نحوستیں ہیں، جو اس ابتلاء کے دور میں خدا کی سزا کو کھینچنے لگ جاتی ہیں۔

چنانچہ آپ اگر آفاقی نظر سے جائزہ لیں حالات کا تو آپ کو معلوم ہوگا کہ جہاں خدا تعالیٰ نے اتحاد عطا فرمایا ہے جماعت کو اور جہاں حبل اللہ کو جماعت نے مضبوطی سے پکڑا ہوا ہے، وہاں اللہ تعالیٰ غیر معمولی حفاظت کے سامان فرماتا ہے۔ اور وہاں ان لوگوں سے کچھ اور سلوک ہو رہا ہوتا ہے خدا کا۔ ان جماعتوں کی نسبت جو ہیں تو محدود چند لیکن اس پہلو سے بڑے نمایاں ہیں کہ سفید کپڑے پہ داغ کی طرح ہیں اور انہوں نے وحدت کو چھوڑ دیا ہے۔

اس مضمون پہ پہلے بھی میں کئی دفعہ توجہ دلا چکا ہوں۔لیکن یہ مضمون اتنا اہم ہے کہ بار بار آپ کے سامنے لایا جانا چاہئے۔ میں نے دیکھا ہے، جب کسی مضمون پہ خطبہ دیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے چونکہ جماعت متقیوں کی جماعت ہے، اسی لئے میں نے کہا کہ جماعت سے وابستہ ہوں گے تو آپ پر جماعت کا لیبل (Lable) لگ جائے گا، یہی مضمون ہے، جو اس آیت میں بیان ہوا ہے۔ چونکہ جماعت متقیوں کی جماعت ہے، اس لئے بڑی تیزی کے ساتھ اصلاح کی طرف مائل ہوتی ہے۔ حیرت انگیز طور پر دل و جان کے ساتھ پوری محنت اور توجہ کے ساتھ کوشش کرتی ہے کہ ہر بات جو خلیفہ کے منہ سے نکلے، اسے پورا کرے۔ یہ جو غیر معمولی خدا تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کے اندر اخلاص اور ایمان کو پیدا فرمایا اور پھر اس اعلیٰ درجے تک پہنچا دیا، یہ ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اعجاز۔ یہ پیشگوئی پوری ہوئی ہے، جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اگر ثریا پہ بھی ایمان چلا گیا تو ان میں سے ایک شخص ہو گا، ایک عظیم انسان ہوگا، جو اسے واپس لے آئے گا۔

(بخاری کتاب تفسیر القران حدیث نمبر: 4518)

پس یہ جو عظیم الشان ایمان کا مظاہرہ آپ دیکھ رہے ہیں جماعت میں اور اخلاص کا اور محبت کا اور اطاعت کا اور ادب کا، یہ سب وہی دراصل حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کو عملاً پورا ہوتے دیکھنا ہے۔

بہر حال میرا یہ تجربہ ہے کہ جب بھی توجہ دلائی جائے، پھر جماعت فوراً توجہ کرتی ہے۔لیکن انسان کمزور ہے اور یہی توقع بھی رکھی جاتی ہے کہ بعض دفعہ، کچھ عرصے کے بعد پھر بعض لوگ ان مقامات سے گرنے لگتے ہیں، جہاں تک وہ پہلے ترقی کر کے پہنچتے ہیں۔اور بار بار بعض لوگوں کو توجہ دلانی پڑتی ہے۔ کچھ کمزور ہیں، کچھ دنیا میں پڑ کے غافل ہو جاتے ہیں، بعض جگہ نئے جھگڑے پیدا ہوتے ہیں، نئے قسم کے جذبات سے مغلوب ہو کر لوگ اپنے آپے میں نہیں رہتے اور پھر اختلافات کا بیج بو دیتے ہیں۔تو یہ وہ اہم مضمون ہے، جس کی طرف بار بار وقتاً فوقتاً توجہ دلائی جانی چاہئے۔خصوصیت سے نئے آنے والے دور سے پہلے تو ہمیں بالارادہ غیر معمولی کوشش کر کے جہاں بھی ہم نے اپنے اتحاد کو کھویا ہے، اپنے کھوئے ہوئے اتحاد کو واپس لینا چاہئے۔

بالعموم یہ دیکھا گیا ہے کہ اتحاد کو پارہ پارہ کرنے والے بعض افراد ہوتے ہیں۔ان کے مزاج میں بعض دفعہ سختی پائی جاتی ہے، بعض دفعہ خود غرضی پائی جاتی ہے، بعض دفعہ ذہنی سطح اتنی نیچے ہوتی ہے کہ وہ

دوسرے کو دیکھتے ہیں تو اس کی برائیاں نظر آ رہی ہوتی ہیں۔ جب انہی حالات میں سے خود گزرتے ہیں تو ان کی نظر اپنے حالات کا جائزہ لینے کی اہل نہیں رہتی۔ اس لئے ان کو ہر برائی دور دکھائی دیتی ہے۔ اور یہ نظر جو ہے، یہ ایسی کمزور نہیں کہ نزدیک کی چیز کو دیکھ ہی نہ سکے۔ ان کو ہر خوبی اپنے اندر دکھائی دے رہی ہوتی ہے۔ یعنی یہ ایک عجیب قسم کا بھینگا پن ہے نظر کا اور بیک وقت دور کی نظر بھی خراب ہے اور نزدیک کی بھی۔ اور بیک وقت دور کی نظر بھی ٹھیک ہے اور نزدیک کی بھی۔ تو یہ جو تضاد ہے، اس تضاد کے نتیجے میں بالعموم فساد پیدا ہوتے ہیں۔ کسی اور سے اور توقع ہے، اپنے ساتھ سلوک کرنے میں اور جب خود سلوک کرتے ہیں اس سے تو اس توقع کے بالکل برعکس کر رہے ہوتے ہیں۔ لیکن ان میں بھی پھر مختلف لوگ ہیں، جو ان میں سے نسبتاً زیادہ خدا کا خوف کرنے والے ہیں۔ جب ان کو ڈانٹا ڈپٹا جائے، ان کو سمجھانے کی کوشش کی جائے تو وہ پھر رک بھی جاتے ہیں۔ اور بہت سے ایسے ہیں، جو کنارے تک تو پہنچ جاتے ہیں لیکن آگ میں گرنا کسی قیمت برداشت نہیں کرتے۔ جب ان کو یہ کہا جائے بالآخر کہ بہت اچھا اگر آپ اس ضد پر قائم رہیں گے تو جماعت سے باہر چلے جائیں۔ اس وقت پھر وہ واپس آ جاتے ہیں۔ اور یہ اللہ کی نعمت ہے، جس کے نتیجے میں ان کے ساتھ یہ سلوک ہوتا ہے، ورنہ انسانی کوششوں سے وہ واپس آنے والے نہیں ہوتے"۔

".....تو بہر حال یہ وہ لوگ ہیں، جو پھر اس کنارے سے گر بھی جاتے ہیں۔ لیکن بہت کم ہیں۔ پھر بعض گرنے کے بعد جلنے سے پہلے واپس آنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور اکثر صورتوں میں جماعت احمدیہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایسے مقام پر فائز ہے کہ گنتی کے چند افراد کے سوا، جو بہت ہی بدنصیب ہوتے ہیں، اکثر خدا کے فضل سے کچھ ویسے ہی بچ جاتے ہیں، کچھ ٹھوکریں کھا کر بچ جاتے ہیں، کچھ کنارے سے واپس لوٹ آتے ہیں، کچھ گرنے کے بعد ہاتھ بڑھا کرتے ہیں، اونچا کرتے ہیں کہ ہمیں نکال لو، ہم سے غلطی ہوگئی۔

لیکن اور بھی بہت سے اس میں محرکات ہیں اور موجبات ہیں، جن کے نتیجے میں جماعت میں اختلافات پیدا ہوتے ہیں۔ جہاں تک بیرونی جماعتوں کا تعلق ہے، تربیت کی کمی، نظامِ جماعت سے ناواقفیت اور اسی قسم کے اور بہت سے عوامل ہیں۔

ابھی کچھ عرصہ ہوا، ایک نائیجیرین ٹیلی ویژن والے انٹرویو لے رہے تھے۔ انہوں نے جب مجھ سے وہاں کے حالات کے متعلق پوچھا تو وہاں کے حالات میں ایک اور بھی وجہ میرے سامنے آئی، جو میں نے ان کے سامنے بیان کی کہ دراصل تم لوگ ایک لمبے عرصے سے عیسائیت اور استعماریت کے درمیان فرق نہ کرنے کی وجہ سے بظاہر ایک پہلو سے ان سے وصول کر رہے تھے اور ایک پہلو سے تم سے سب کچھ

چھینا جارہا تھا۔ اب تمہیں ہوش آئی ہے کہ ہمارے ساتھ کچھ ہو گیا ہے۔ بظاہر عیسائیت کے نام پر ہمیں نعمتیں دینے آئے تھے لیکن روحانی نعمتیں دینے کے بہانے ہماری ساری جسمانی دولتیں لوٹ کے چلے گئے۔ اس لئے تم ہر آنے والے کو، باہر سے آنے والے کو اب شک کی نگاہ سے دیکھنے لگ گئے ہو۔ لیکن تم یہ فرق نہیں کرتے کہ جماعت احمدیہ ستر سال سے تمہارے ملکوں میں کام کر رہی ہے لیکن اس ستر سال میں ایک آنہ بھی تمہارے ملک سے باہر لے کے نہیں گئی۔ وہ صرف روحانیت دینے نہیں آئی بلکہ جسمانی لحاظ سے بھی تمہاری حالت بہتر بنانے آئی ہے۔ اور باہر سے روپیہ تمہارے ملکوں میں پھینک رہی ہے۔ تو کم سے کم اتنی ہوش تو کرو کہ کسی اور سے سزا پا کر اس کی سزا ہمیں نہ دو۔ پنجابی کا ایک محاورہ ہے کہ گدھے سے گرا اور کمہار کو مارنا شروع کر دیا۔ جس گدھے سے گرے ہو، اس کو بے شک مارو لیکن ہم تو وہ نہیں ہیں۔ بہر حال وہ بات سمجھ گئے اور وہ پوری طرح مطمئن ہو گئے۔ اصل صورتحال ان کو معلوم ہو گئی۔ تو بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ بعض قوموں میں بعض نفسیاتی اور سیاسی پس منظر ہیں، جن کے نتیجے میں وہ آمادہ ہو جاتی ہیں طبعاً کہ وہ کسی بیرونی آمر، جس کو وہ سمجھتی ہیں یعنی حکم دینے والا، دراصل امیر جو ہے، وہ تو اپنا حکم نہیں دیتا، وہ خدا کا حکم دینے والا ہوتا ہے لیکن اس باریک فرق کو تو باہر والے لوگ نہیں دیکھ سکتے۔ چنانچہ بہر حال وہ اس وجہ سے امیر کو آمر سمجھنے لگ جاتی ہیں اور جب وہ حکمت کے تقاضوں کو چھوڑ کر ان کو بعض احکامات کی پیروی پہ مجبور کرنے کی کوشش کرتا ہے تو وہ بدک جاتی ہیں، بھاگ جاتی ہیں۔ پھر آہستہ آہستہ اس کے فیصلوں کے اوپر کڑی نکتہ چینی شروع ہو جاتی ہے کہ تمہارا یہ فیصلہ غلط ہے، وہ فیصلہ غلط ہے۔ بہر حال یہ ایک لمبی کہانی ہے، اس کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتا۔

میں اس وقت آپ کے سامنے خصوصیت کے ساتھ اب یہ بات رکھنا چاہتا ہوں کہ ہر جگہ افراد کا قصور نہیں ہوا کرتا۔ بعض دفعہ امراء کا بھی قصور ہوتا ہے۔ اور اگر افراد کا قصور ہو بھی، تب بھی اس قصور کے زیادہ بھیانک نتیجے امراء کے قصور کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ اس لئے یہ جو بقیہ عرصہ ہے، اگلی صدی میں داخل ہونے سے پہلے اس میں، میں امراء کو تنبیہ کرنے کے لئے آج یہ خطبہ دے رہا ہوں، تمام دنیا کے امراء، جن کے سپرد جماعتوں کی باگ ڈور کی گئی ہے۔

افریقہ کے ممالک میں میرا تجربہ ہے اور میں نے گزشتہ فائلوں کا مطالعہ کر کے بھی دیکھا ہے کہ اگرچہ بظاہر غلطی کا آغاز ایک بغاوت کی شکل میں بعض افراد سے اور بعض افراد کے گروہوں سے شروع ہوا لیکن عملاً اگر امیر متقی ہوتا اور ان کو ان کے حقوق بتاتا اور یہ بتاتا کہ اگر ان کو کوئی تکلیف ہے یا کوئی اختلاف

ہے تو اسے کس طرح حل کرنا چاہئے۔ تو ان سے لاعلمی میں وہ حرکتیں سرزد نہ ہوتیں، جن کے نتیجے میں وہ جماعت سے باہر نکالے گئے۔ اگر امیر کو یہ احساس ہوتا کہ میں تو ان بھیڑوں پر نگران ہوں اور گڈریا ہوں، بھیڑوں کا مالک نہیں ہوں۔ ایک بھی بھیڑ ضائع ہوگئی تو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، جن کی وساطت سے مجھے یہ امارت نصیب ہوئی ہے، جن کی عطا سے کہنا چاہئے، مجھے امارت نصیب ہوئی ہے، میں ان کے سامنے جوابدہ ہوں۔ اور وہ میرے نگران ہیں۔ اور بالآخر میں خدا کے سامنے جواب دہ ہوں۔ اس لئے وہ امیر، جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کے ہر فرد کا درد رکھتا ہے، وہ آسانی سے یہ بات ہونے ہی نہیں دیتا کہ کوئی انسان آگ کے کنارے تک پہنچ جائے۔ حتی المقدور کوشش کرتا ہے، محبت اور پیار سے سمجھا کر کسی طرح ایک ایسا شخص، جو غلط فہمی کا شکار ہوتا چلا جارہا ہے یا انانیت کا شکار ہو رہا ہے، اس کی اصلاح کرے، اس سے محبت اور پیار کا سلوک کرے، اسے سمجھائے اور بالعموم ایسے امراء، جو درد رکھتے ہیں جماعت کا، جو برداشت نہیں کر سکتے کہ ایک احمدی بھی ضائع ہو، ان کے ہاں اتحاد کی اور شکل ہوتی ہے۔ اور وہ امراء، جو بے حس ہوں، اس معاملے میں ان کے ہاں اتحاد کی اور شکل ہوتی ہے۔

پھر امیر اور عام صدر میں ایک فرق ہے۔ عموماً صدر تو لوگ خود بناتے ہیں لیکن امیر مقرر کیا جاتا ہے۔ اس لئے اگر صدر غلطی کرے تو لوگوں کے انتخاب کی وجہ سے وہ اس کی ذمہ داری چھوٹی ہوتی ہے۔ اس نے گویا ان کے انتخاب کو جھوٹا کر دکھایا۔ لیکن جب امیر غلطی کرتا ہے تو وہ خلیفۂ وقت کا نمائندہ ہوتا ہے، وہ خلیفۂ وقت کے اعتماد کو ٹھوکر لگاتا ہے۔ اور اس کی غلطی کے نتیجے میں جو گناہ سرزد ہوتا ہے، وہ اس معاملے میں بہت زیادہ باز پرس کا اہل ہوتا ہے۔ بنسبت ایک عام صدر کی غلطی کے۔

پھر امیر بھی دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ امیر ہیں، جن کو لوگ منتخب کرتے ہیں لیکن اس شرط کے ساتھ کہ ہمارا مشورہ ہے چاہیں تو قبول کریں، چاہیں تو نہ قبول کریں۔ آپ جس کو چاہیں، مقرر کر دیں گے، ہم اسے قبول کریں گے۔ لیکن آپ نے مشورہ مانگا ہے تو ہم یہ مشورہ دیتے ہیں کہ اس کو یا اس کو یا دو تین آدمیوں کے نام لیتے ہیں کہ ان میں سے کسی ایک کو منتخب کر لو۔ آخر وہ انتخاب خلیفۂ وقت کا ہی ہوتا ہے۔ لیکن اس میں ایک حصہ لوگوں کے مشورے کا بھی شامل ہو جاتا ہے۔ لیکن بعض امراء ایسے ہیں، جو سلسلے کے کارکن، جو غیر ملکوں میں جا کر امیر بنائے جاتے ہیں، ان کی امارت میں مقامی لوگوں کی مرضی کا کوئی بھی دخل نہیں ہوتا۔ کلیۃً باہر سے ہی ان کو حکم ملتا ہے۔ اب ایسی حالت میں آپ اندازہ کریں کہ ان جماعتوں کے اخلاص کا کیا حال ہوگا، جن کے اندر عام دنیا میں یہ خیالات بیدار ہوتے چلے جارہے ہیں اور باہر سے

متفرق حرکات ان کو اور حوصلہ دے رہی ہیں کہ غیر قوموں کی اطاعت سے باہر نکلو۔ ہر شخص جو باہر سے آتا ہے، وہ چور ہوتا ہے۔ ہر وہ شخص جو باہر سے آتا ہے، وہ تم پر حکومت جتانا چاہتا ہے۔ اس کے باوجود وہ ایسے امیر سے بالعموم بہت تعاون کرتے ہیں اور ایسے امیر کی اطاعت کرتے ہیں، اس کا ہر حکم مانتے ہیں۔ ان کے اخلاص کا اندازہ کریں اور پھر ایک ایسے امیر کا تصور باندھیں، جو اس اخلاص کے باوجود ان کو ہاتھ سے کھوتا چلا جاتا ہے اور اپنے اعتماد کو بار بار ٹھوکر لگاتا ہے۔ اپنی امارت جتانے کا اس کو زیادہ شوق ہوتا ہے، بنسبت اس کے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت سے کوئی شخص اپنا تعلق توڑ کے باہر جا رہا ہے۔ اور جھگڑا ہی ہر وقت اس کے ذہن میں یہ ہوتا ہے کہ کسی طرح میں اپنی امارت جتاؤں، ثابت کر کے دکھاؤں کہ میں امیر ہوں۔

امارت کے آداب سکھانا، اس کا فرض ہے، ضروری ہے اس کے لئے کہ ان کی تربیت کرے اور جماعت کے عالمی نظام کا ایک جزو لاینفک بنا دے۔ لیکن امارت جتا کر نہیں بلکہ محبت کے ساتھ اپنی امارت کو ان کے دلوں پر حاوی کر کے۔ یہ دو بالکل مختلف چیزیں ہیں۔ اعلیٰ درجے کے امراء، جو جماعت میں پیدا ہوئے اور ابھی بھی ہیں اور آگے آئندہ بھی خدا کے فضل سے پیدا ہوتے رہیں گے، ان کے ہاں آپ کو کہیں بھی امارت جتانے کا کوئی لمحہ دکھائی نہیں دے گا۔ وہاں تو یہ شکل بنتی ہے کہ اپنے احکامات کو حکم کہنے سے وہ شرماتے ہیں۔ یوں لگتا ہے، جس طرح بھائی سے ایک عاجزانہ درخواست کر رہے ہیں۔ لیکن آگے ان کی امارت میں شامل احمدیوں کا حال یہ ہوتا ہے کہ وہ اشاروں کی طرف دیکھ رہے ہوتے ہیں کہ جدھر اشارہ کرے وہاں آگے بڑھ کر ہم ان کی اطاعت میں اعلیٰ جوہر دکھائیں۔ یہ ہے وہ مضمون، جس کو قرآن کریم میں بیان فرمایا کہ تم اخوانا ہو گئے، تم بھائی بھائی بن گئے۔ پس جو امیر جماعت کو بھائی بھائی نہیں بناتا یا بھائی بھائی بنانے کی کوشش نہیں کرتا یا یوں کہنا چاہئے کہ مقدور بھر کوشش نہیں کرتا، وہ یقیناً خدا تعالیٰ کے ہاں پوچھا جائے گا۔

ہم ایسے دور میں داخل ہو رہے ہیں، جہاں ہماری ذمہ داریاں بہت تیزی سے پھیلنے والی ہیں۔ بالکل ایک نیا دور آنے والا ہے، جماعت کے لئے۔ بہت تیز رفتاری پیدا ہونے والی ہے، ہماری ترقیات میں۔ بہت نئے رستے ہیں، جو خدا کی طرف سے اب کھولے جا رہے ہیں۔ جن کے اندر جب خدا کی تقدیر کی کنجیاں گونجتی ہیں تو میں ان کی آواز سن رہا ہوتا ہوں۔ ایسے رستے ہیں، جو خدا دکھا رہا ہے کہ اب اس ملک میں بھی میں تمہارے لئے سامان پیدا فرما رہا ہوں، اس ملک میں بھی تمہارے لئے سامان پیدا فرما رہا ہوں۔

وہ کون لوگ ہیں، جوان ذمہ داریوں کو سنبھالیں گے؟ آج کی امارتیں ہی ہیں، جنہوں نے آگے امیر بننے کی صلاحیتیں پیدا کرنی ہیں، جنہوں نے قوموں کو لیڈر عطا کرنے ہیں۔ اگر امیر اپنی ذمہ داریوں کو پورا نہیں کر سکیں گے اور جماعتیں افتراق کا شکار رہیں گی تو کیسے وہ لوگ پیدا ہوں گے، جنہوں نے تمام عالم کو ایک امت واحدہ میں تبدیل کر دینا ہے۔ اس لئے چونکہ امت واحدہ بننے کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں اور وقت قریب آتا جا رہا ہے۔ اس لئے بہت ہی زیادہ ضرورت ہے کہ ہر کوشش کریں، ہر جتن کریں کہ ہمارے تمام اختلافات مٹ جائیں اور جماعت امت واحدہ بن کر ابھرے تا کہ ہم اگلی صدی میں ایک قوم کے طور پر، ایک ایسی جماعت کے طور پر داخل ہوں، جن میں سے ایک جماعت کا تقویٰ ہر فرد کے اوپر مہر بن جائے، ہر فرد جو اس جماعت میں داخل ہو، اس پر خدا تعالیٰ کے فرشتے تقویٰ کی مہریں لگا رہے ہوں۔

اس لئے خصوصیت کے ساتھ میں توجہ دلا رہا ہوں کہ ابھی تک گزشتہ تین چار سال میں بار ہا کہنے کے باوجود بعض مقامات پر بعض فسادات کے اڈے قائم ہیں۔ بعض ملکوں میں وہ ذلیل اور کمینی روایات ابھی تک چل رہی ہیں کہ ایک دوسرے کا گلہ کاٹ رہا ہے، ایک دوسرے کے خلاف شکایتیں کر رہا ہے اور پھر ٹولیاں بن بن کے امیر کے خلاف شکایتیں کر رہے ہوتے ہیں۔ پھر امیر کی طرف سے اس کے ہمنوا جواب دے رہے ہوتے ہیں کہ نہیں قصور فلاں کا ہے، فلاں کا ہے۔ میں تنگ آ گیا ہوں، ان چیزوں سے۔ اپنی ذات کے لئے نہیں بلکہ آپ کے مزاج کی خاطر۔ ساری جماعت کی طرف سے میں تنگ آ چکا ہوں، ہماری جماعت اس بات کو قبول نہیں کرے گی۔

اس لئے امراء کے لئے اب دو رستے ہیں۔ اگر تو ان کے اندر کوئی قصور ہے تو اپنی حالت کو درست کریں اور اپنے تقویٰ کے معیار کو بلند کریں۔ اور سر دھڑ کی بازی لگا دیں، اس بات میں کہ ساری جماعت متحد ہو جائے گی۔ یا پھر وہ جو قصوروار لوگ ہیں، ان کو نظر انداز وہ کیوں کر رہے ہیں؟ ثابت کریں کہ یہ وہ لوگ ہیں، جو قصوروار ہیں اور ہر اصلاح کی کوشش ناکام ہوئی ہے۔ ان کو نکال کے باہر پھینکا جائے گا۔ اگلی صدی میں خدا تعالیٰ اگر توفیق عطا فرمائے تو میرا یہ فیصلہ ہے کہ ہم نے متحد ہو کے داخل ہونا ہے، ہم نے بکھری ہوئی حالت میں داخل نہیں ہونا۔ انشاء اللہ تعالیٰ و باللہ التوفیق۔

اس لئے امراء کو میں چھ مہینے کا وقت دیتا ہوں۔ چھ مہینے جو زور لگانا ہے، لگا لیں۔ اور دو میں سے ایک رستے کو کھول دیں، واضح کر دیں کہ ہماری کوششوں کے نتیجے میں اب خدا کے فضل سے ساری جماعت واحد جماعت میں تبدیل ہو چکی ہے۔ اور ہمارے دل ایک دوسرے سے مل چکے ہیں، بھائی بھائی ہو چکے

ہیں اور ہمارے اندر کوئی تفریق نہیں ہے۔ یا دوسرا پہلو یہ کہ فلاں افراد ایسے ہیں جماعت کے، جو نہیں سمجھ رہے اور نہیں باز آ رہے۔ یہ یہ جتن ہم نے کئے لیکن انہوں نے کوئی اثر نہیں دکھایا۔ ایسی صورتوں میں ان جماعتوں میں کمیشن مقرر کئے جائیں گے، دیکھا جائے گا کہ ہو کیا رہا ہے؟ اگر امیر کو تبدیل کرنے کی ضرورت پڑی تو امیر کو تبدیل کیا جائے گا۔ اگر چند بیماروں کو اس غرض سے باہر نکالنا پڑا کہ ان کی بیماری کے اثرات دوسروں تک نہ پہنچیں تو ایسا کرنے سے بھی گریز نہیں کیا جائے گا۔

یہ دونوں فیصلے تکلیف دہ ہیں۔ لیکن میرے کاموں میں یہ تکلیف شامل ہے، میرے منصب میں یہ تکلیف داخل ہے۔ اس لئے میں اس سے گریز نہیں کر سکتا۔ لیکن میں امید کرتا ہوں، اگر ہم ساری جماعت دعائیں کرے، اگر امراء انکساری دکھائیں،، لیکن انکساری کے ساتھ Firmness بھی ہو، اصولوں کا سودا نہ کریں۔ جہاں ان کو خدا تعالیٰ نے مغفرت کا حق نہیں دیا، وہاں اپنی نرم دلی کو جماعت کے لئے نقصان کا موجب نہ بنائیں، جہاں سختی کے بغیر اور اصولوں میں مفاہمت کے بغیر نرمی کام کر سکتی ہے، وہاں اپنی انانیت کو اس نرمی کی راہ میں روک نہ بننے دیں۔ انکساری کے تمام اپنے خداداد جوہروں کو استعمال کریں اور دعائیں کریں تو کوئی بعید نہیں کہ جہاں بظاہر بڑے بڑے فتنے دکھائی دے رہے ہیں، وہاں کوئی بھی فتنہ باقی نہ رہے۔

تو بہر حال اس چھ مہینے کے بعد چند مہینے تحقیقات کے بھی لگ جائیں گے تو میں امید رکھتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ 88ء کے وسط تک جماعت خدا کے فضل سے یہ کہہ سکے گی کہ اب ہم جہاں تک انسانی کوششیں ہو سکتی تھیں، امت واحدہ بن چکے ہیں اور اس حیثیت سے اگلی صدی میں ہم داخل ہو رہے ہیں کہ تمام دنیا کو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے ایک امت کے طور پر اکٹھا کرنے کی کوشش کریں گے۔ یہ آپ کریں گے تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ خدا کا یہ وعدہ آپ کے حق میں ضرور پورا ہوگا۔ **واولٓئک هم المفلحون**، جو اکٹھے ہو کر ایک امت بن کر خدا کی راہ میں نیکیوں کی طرف بلاتے ہیں اور بدیوں سے باز رکھتے ہیں، خدا فرماتا ہے: **واولٓئک هم المفلحون**، یقیناً یہی لوگ ہیں، جو کامیاب ہوں گے"۔

(مطبوعہ خطبات طاہر جلد 06 صفحہ 485 تا 501)

# سوسائٹی میں ہر طرف نیک بات کی نصیحت کریں اور برائیوں سے روکیں

## خطاب فرمودہ 31 جولائی 1987ء برموقع جلسہ سالانہ انگلستان

تشہد وتعوذ کے بعد حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ المائدۃ کی آیات 66,67 کی تلاوت فرمائی۔
ان آیات کی روشنی میں حضور نے بتایا کہ

''اسلام ایک حسن کامل ہے، جو دوسرے تمام مذاہب کے لئے سب سے زیادہ حوصلہ سکھلاتا اور دوسرے مذاہب کی عزت اور احترام سکھلاتا ہے۔ اور قرآن کریم نے ہمہ گیر نظریہ پیش کیا ہے کہ خدا نے دنیا کے ہر حصے میں، ہر قوم کے لئے نذیر بھجوائے ہیں، جن کا احترام ضروری ہے۔ یہاں تک کہ اسلام جھوٹے خداؤں کا بھی عزت کے ساتھ نام لینے کی تعلیم دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ انہیں سب وشتم نہ کرو''۔

حضور نے بتایا کہ

''یہ ایک ایسا اصول ہے، جو امن کی ضمانت دیتا ہے، اس لئے اس کی پیروی کی ضرورت ہے۔ قرآن کریم نے اس اصول کو پیش کر کے حیرت انگیز عظیم الشان حوصلے کا مظاہرہ کیا ہے کہ وہ لوگ، جو ایمان لائے اور جو یہودی کہلاتے ہیں اور عیسائی اور دیگر مذاہب کے ماننے والے، جو کسی نہ کسی کتاب سے منسوب ہوتے ہیں، ان میں جو بھی اخلاص کے ساتھ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لاتا ہے، اس کا اجر اس کے رب کے پاس ہے''۔

مزید فرمایا کہ

''دنیا کی کسی کتاب میں اس مضمون کی کوئی آیت دکھائی نہیں دیتی۔ اور اس مضمون میں عام وسیع تر انسانی اصول بیان کیا گیا ہے، جس پر تمام دنیا کے انسان پرکھے جائیں گے''۔

فرمایا:۔

''اسلام کی ضرورت سے کوئی مفر نہیں۔ لیکن جو اپنے اعمال میں سچے ہیں، جب تک اسلام کی توفیق نہیں پاتے، اللہ تعالیٰ ان پر اپنے فضل نازل فرماتا ہے۔ چنانچہ قرآن فرماتا ہے کہ تم اپنے ایمان کی سچائی تو ثابت کرو اور جس تورات اور انجیل پر ایمان لاتے ہو، اس کو قائم تو کر کے دکھاؤ۔ اللہ تعالیٰ تم پر اتنے

فضل نازل کرے گا۔ قرآن بتاتا ہے کہ وہ قومیں، جو اسلام میں نہیں، ان کا ایک جیسا حال نہیں ہے۔ بلکہ ان میں سے بعض ایسی جماعتیں ہیں، جو اپنی تعلیم پر قائم ہیں، وہ راتوں کو اٹھ کر عبادت کرتے ہیں اور اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لاتے ہیں"۔

حضور نے فرمایا:۔

"جو شخص حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لایا، اس پر کفر کا فتویٰ ہی لگے گا۔ لیکن یہ نہیں کہ وہ جہنم کا ایندھن ہے۔ خدا سچائی کے پیمانوں سے ماپے گا۔ جو تقویٰ کے اس معیار پر پورا اترتا ہے، وہ دین حق کے پیغام کو جب بھی سنے گا، اس کو قبول کرلے گا"۔

حضور نے بتایا کہ

"غیر قوموں اور غیر مذاہب کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکنا ہرگز اسلامی تعلیم نہیں ہے۔ بلکہ اس کا اسلامی تعلیم سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ ہر قوم میں بعض خوبیاں ہیں، جن کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اگرچہ ان میں سے اکثر بدیوں کا شکار ہیں۔ لیکن مومن کی یہ شان ہے کہ

الحکمۃ ضالۃ المؤمن اخذھا حیث وجدھا

کہ وہ نیکی کو جہاں پاتا ہے، اپنی کھوئی ہوئی متاع سمجھ کر حاصل کر لیتا ہے۔ اس لئے ان قوموں کی خوبیوں کو سیکھیں اور ان کی برائیوں سے دامن بچائیں۔ لیکن برائیوں سے بچتے ہوئے خوبیوں سے انحراف کرنا درست نہیں ہے۔ وہ اخلاق حسنہ، جو قرآن کریم سکھلاتا ہے، وہ جہاں بھی غیر قوموں میں دکھائی دیتے ہیں، ان کو اپنانا اور تسلیم کرنا ضروری ہے۔ اور پھر نیکیوں کی تعلیم دیں اور برائیوں سے روکیں۔ مومن تو نیک کاموں کی نصیحت کرنے کے لئے وقف ہیں"۔

فرمایا:۔

"یہ جلسہ چونکہ اہل یورپ سے تعلق رکھنے والوں کا ہے، اس لئے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا جہاد ان پر فرض ہے۔ سوسائٹی میں ہر طرف نیک بات کی نصیحت کریں اور برائیوں سے روکیں۔ اور جو لوگ پہلے ہی ان کاموں میں مصروف ہیں، ان سے تعاون کریں۔ کیونکہ قرآن

تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى

کی تعلیم دیتا ہے۔ ایسی ایسوسی ایشنز، جو غریبوں کی فلاح و بہبود کا کام کرتی ہیں، ان کے معاون اور ممبر بنیں۔ اور مومن کا نصب العین یہ ہے کہ وہ نیکیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھتا ہے۔ اس لئے

اس طرح سچے خلوص کے ساتھ کام میں ہاتھ بٹائیں کہ آپ ان کے راہنما بن جائیں۔تب آپ دین حق کے احکامات پر دیانتداری سے عمل کرنے والوں میں شامل ہوں گے“۔

اس کے بعد فرمایا:۔

”پاکستان کے احمدیوں پر ان سب باتوں کا اطلاق ہوتا ہے۔کیونکہ پاکستان میں بھی یہ برائیاں کثرت سے پھیل رہی ہیں۔اس لئے اخلاص کے ساتھ ان برائیوں کو مٹانے کا جہاد کریں اور اس وجہ سے کہ انہوں نے آپ کو دکھ دیئے ہیں، آپ ان کی اس حالت کا تماشہ دیکھیں اور مدد نہ کریں، غلط ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس انتباہ کو ہمیشہ یاد رکھیں کہ جو تماشہ دیکھتے ہیں، وہ بھی ہلاک ہو جاتے ہیں۔اس لئے اگر جماعت احمدیہ بے حسی کا ثبوت دے گی تو اس کے امن کی بھی کوئی ضمانت نہیں۔جس کی ضمانت اللہ اور اس کے رسولؐ نے نہیں دی، وہ میں کیسے دے سکتا ہوں“۔

مزید فرمایا کہ

”اس لئے بڑی توجہ سے اس کام پر مستعد ہو جائیں اور باہر نکلیں اور لوگوں کو برائیوں سے روکیں، مظلوموں کی مدد کے لئے آگے بڑھیں“۔

اس ضمن میں حضور نے احمدی وکلاء کی خدمات کو سراہا اور فرمایا کہ

”اگر وہ جماعت احمدیہ سے باہر بھی مظلوموں کی مدد کریں گے، جو ظلم کی چکی میں پس رہے ہیں اور ان کی خدا کے لئے تائید کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے رزق کو کشادہ کر دے گا“۔

حضور نے فرمایا:۔

”پاکستان کے احمدیوں کے لئے آج بھی ضروری ہے کہ اپنے ان بھائیوں سے بھی حسن سلوک کریں، جنہوں نے جماعت احمدیہ پر ظلم ہوتے ہوئے دیکھے اور کوئی پرواہ نہ کی۔اور جنہوں نے مدد کی یا مدد کرنے کی کوشش کی، ان سے احسان کا سلوک کریں۔اگر کوئی احمدی ہر اس فرقے کو رد کرنا شروع کر دے، جو احمدیت میں داخل نہیں تو یہ قرآن کی تعلیم کے سراسر خلاف ہوگا۔اس لئے تقویٰ اور سچائی سے کام لیں“۔

اس کے بعد حضور نے افتتاحی دعا کروائی اور فرمایا کہ

”سورۃ فاتحہ بڑی عظیم الشان دعا ہے، اس لئے آج اس دعا کو مختلف انداز سے، الٹ پلٹ کر اپنی ضروریات کے مطابق دعا کریں“۔

(مطبوعہ ہفت روزہ النصر 04 ستمبر 1987ء وضمیمہ ماہنامہ انصار اللہ اگست 1987ء)

# بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے

## ارشاد فرمودہ یکم اگست 1987ء

حضور نے فرمایا:۔

”دیہات کے دیہات ہی صرف احمدی نہیں ہو رہے بلکہ خدا تعالیٰ بعض بڑے بڑے ایسے آدمیوں کو احمدیت کی طرف مائل فرما رہا ہے، جن کے اثر کے نیچے بعض جگہ لکھوکھا انسان ہیں۔ اس ضمن میں، میں ایک مثال آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ آپ کو حضرت اقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کا الہام

”بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے“

یاد ہوگا۔ اس الہام کے بارے میں چند سال پہلے ایک دوست نے بڑی فکرمندی کے ساتھ یہ بات کی کہ حضرت بانی سلسلہ کا یہ الہام ہے اور پورا تو ہونا ہے لیکن جہاں تک میری عقل کام کر رہی ہے اور جہاں تک میں دنیا کو دیکھتا ہوں، بادشاہ تو دنیا سے غائب ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ ایک انگریزوں کا بادشاہ باقی رہ گیا ہے یا ایک ہالینڈ کا ہے، ایک ڈنمارک کا ہے۔ اور جلد بادشاہ دنیا سے غائب ہو رہے ہیں۔ اور ان کے احمدی ہونے کا نزدیک مستقبل میں یا بظاہر دور تک بھی کوئی امکان نہیں۔ تو الہام کیسے پورا ہوگا؟

ابھی ہمیں یہ معلوم ہوا ہے کہ بادشاہ دو، تین نہیں بلکہ سینکڑوں کی تعداد میں آج بھی دنیا میں موجود ہیں۔ اور صرف ایک نائیجیریا ایک ایسا ملک ہے، جس میں قدیم بادشاہ ابھی تک قائم ہیں۔ اور اگرچہ حکومت کی قدریں بدل چکی ہیں لیکن حکومتوں نے بادشاہتوں کو نہیں توڑا۔ اور کئی سو بادشاہ آج بھی نائیجیریا میں موجود ہیں۔ جن کو اوبا کہتے ہیں۔ اور وہ واقعتاً بادشاہ ہیں۔ ان کے وہاں پر بادشاہتوں کے حقوق ہیں۔ ان کے سامنے اگر حکومت کا نمائندہ بھی پیش ہوتا ہے تو ان کی اجازت سے ان کے دربار میں داخل ہوتا ہے۔ جہاں جوتیاں پہن کر کسی کو جانے کی اجازت نہیں۔ ان کا قانون چلتا ہے، ان کے فیصلے رائج ہوتے ہیں اور بادشاہت کے جتنے بھی آثار ہیں، وہ ان میں زندہ ہیں ابھی تک۔ اور ٹائٹل بھی بادشاہ کا ہے۔ اس لئے سینکڑوں بادشاہ خدا کے فضل سے موجود ہیں۔

آج سے چند مہینے پہلے مجھے وہاں ایک خوشخبری ملی کہ وہاں کے ایک بادشاہ ”اوبا سانیو کو اوفولالو اوبالادی اوافون“ خدا تعالیٰ کے فضل سے احمدی ہو گئے ہیں۔ جب مجھے یہ اطلاع ملی تو چونکہ میری توجہ

حضرت بانی سلسلہ کے اس الہام کی طرف تھی، اس لئے دل خاص طور پر حمد سے بھر گیا اوران کو میں نے الیس اللہ بکاف عبدہ کی انگوٹھی حضرت بانی سلسلہ کی انگوٹھی سے مس کر کے، اس الہام کی روشنی میں کہ برکت ڈھونڈیں گے، تحفۃً بھجوائی۔ اور یہ پیغام بھیجا کہ بادشاہوں کو یہی زیب دیتا ہے کہ بادشاہوں کو حق کا پیغام دیں۔ چنانچہ یہ پیغام ان کے دل کو ایسا لگا کہ گزشتہ چند مہینے میں انہوں نے دوسرے بادشاہوں کو حق کا پیغام بھجوایا اور اب تک وہ خدا کے فضل سے دو بادشاہوں کو احمدیت میں شامل کر چکے ہیں۔ ان بادشاہوں میں اتنے زوردار بادشاہ موجود ہیں، آپ یہ نہ سمجھیں کہ رسمی لفظ ہے یہ بادشاہ، کہ اس ایک بادشاہ کے نیچے ایک سو چیف موجود ہیں۔ یعنی بہت وسیع بادشاہت ہے۔ نائیجیریا ایک بہت بڑا ملک ہے۔ اور ایک بادشاہ کو جن کو انہوں نے حق کا پیغام پہنچایا، وہ خود دو بادشاہوں کا بادشاہ ہے۔ اور یہ دونوں خدا کے فضل سے آج یہاں تشریف لائے ہوئے ہیں۔ عجیب اللہ تعالیٰ کا یہ تصرف ہوتا ہے، تقدیر یہی ہے اس کی جو کام کرتی ہے، کہ ان کے یہاں آنے کی خبر کے ساتھ ہی مجھے پاکستان سے حضرت بانی سلسلہ کے تبرک کا تحفہ ملا، جو کپڑے پر مشتمل تھا۔ چنانچہ اس میں سے دو ٹکڑے کاٹ کر میں نے سجا کر آج ان کو پیش کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ تاکہ حضرت بانی سلسلہ کے اس الہام کی قبولیت کی داغ بیل عملاً بادشاہوں کے متعلق ڈال دی جائے۔ تاہم دعائیں کریں کہ وہاں سارے بادشاہوں کو حضرت بانی سلسلہ کے کپڑوں سے برکت حاصل کرنے کی توفیق عطا ہو"۔ (نعرہ ہائے تکبیر)

بعد ازاں حضور نے اعلان فرمایا:

"اوباسانیو کوا فولالوا وبالا دی اوافون، یہاں حضرت بانی سلسلہ کا تبرک حاصل کرنے کے لئے تشریف لائیں"۔ (نعرہ ہائے تکبیر)

تبرک وصول کرنے کے بعد یہ بادشاہ ڈائس پر آئے اور انگریزی میں چند کلمات پر مبنی خطاب کیا۔ جس میں انہوں نے اس تاریخی اعزاز کا مستحق بننے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور حضرت بانی سلسلہ کا یہ تاریخی الہام اردو میں سنایا کہ

"بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے"

جب انہوں نے اپنے مختصر کلمات ختم کئے تو حضور نے ایک بار پھر افریقہ کے اس خوش قسمت بادشاہ کو ارشاد فرمایا کہ وہ حضرت بانی سلسلہ کا یہ تاریخ ساز الہام احباب کو اردو میں سنائیں۔ چنانچہ انہوں نے حضور کے اس ارشاد پر یہ الہام

"بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے"

اردو میں سنایا۔

اس کے بعد حضور نے افریقہ کے ہی ایک دوسرے بادشاہ ''اوبا آف ایڈی کروکو اوباجے ایل اوجوولی کوا یکوالا جے ایجنڈ وکو'' کا نام پڑھا اور فرمایا کہ یہ بھی تشریف لے آئیں۔ پھر فرمایا:۔

''یہ وہ بادشاہ ہیں، جو عمر میں تو ان سے (یعنی پہلے بادشاہ سے) بڑے ہیں لیکن کل جب یہ ملاقات کے لئے آئے تو اس سے پہلے بادشاہ نے چونکہ اس دوسرے صاحب کو بادشاہ بنایا ہے، اس لئے پہلے بادشاہ نے اس دوسرے بادشاہ کا تعارف کرواتے ہوئے کہا: یہ میرا بچہ بادشاہ ہے''۔

حضور نے فرمایا:۔

''لیکن یہ خود دو بادشاہوں کے بادشاہ ہیں، یہ بھی اپنا تبرک وصول کرنے کے لئے تشریف لائیں''۔ (نعرے)

تبرک وصول کرنے کے بعد انہوں نے بھی مائیک پر آکر انگریزی میں مختصر کلمات کہے۔ ان کے مختصر کلمات کے اختتام پر حضور نے ان کو بھی ارشاد فرمایا کہ

''آپ بھی حضرت بانی سلسلہ کا الہام سنائیں''۔

چنانچہ انہوں نے بھی حضرت بانی سلسلہ مندرجہ ذیل الہام اردو میں سنایا:۔

''میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا''

(نعرے)

(مطبوعہ ضمیمہ ماہنامہ انصار اللہ ستمبر 1987ء)

# دوران سال نازل ہونے والے الٰہی افضال اور جماعتی ترقیات کا تذکرہ

## خطاب فرمودہ یکم اگست 1987ء برموقع جلسہ سالانہ برطانیہ

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ برطانیہ کے دوسرے روز کے جلسہ کے دوسرے اجلاس میں اپنے خطاب کا آغاز کرتے ہوئے فرمایا کہ

''یوں تو ایک باشعور انسان ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کے احسانات کو یاد کرتا رہتا ہے۔ اور میں امید رکھتا ہوں کہ ہر احمدی اس حیثیت سے ایک باشعور انسان کہلانے کا مستحق ہے۔ لیکن بعض خاص مواقع ایسے بھی آتے ہیں جبکہ ذکر الٰہی میں تیزی پیدا ہو جاتی ہے اور اس کی حمد کا بیان ایک خاص اہمیت اختیار کر جاتا ہے۔ اور انسان شکر کے تقاضے پورے کرنے کی پوری کوشش کرتا ہے۔ اگرچہ شکر کے تقاضے جہاں تک خدا کی ذات کا تعلق ہے، پورے ہو نہیں سکتے۔ آج بھی ایک ایسا ہی دن ہے۔ اور آج بھی اس وقت جماعت کی پرانی روایات کے مطابق خصوصیت کے ساتھ شکر کے جذبات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا اور اس کی رحمتوں کا ذکر چلتا ہے''۔

حضور نے فرمایا

''اس سال بھر میں خدا تعالیٰ جماعت احمدیہ کے لئے جتنے فضل لے کر آتا ہے، ان کا بیان ایک تھوڑے سے وقت میں ممکن نہیں۔ اور صرف اگر ایک ملک کی ایک ہی جماعت کو دیکھ لیا جائے اور وہاں جو خدا تعالیٰ مسلسل احسانات فرما رہا ہے، ان کے ذکر کو بھی سمیٹنے کی کوشش کی جائے، تب بھی یہ ممکن نہیں کہ ایک دن کے خطاب میں انسان ان کے ذکر کا حق ادا کر سکیں۔ اس لئے جیسا کہ ہمیشہ سے یہ دستور چلا آرہا ہے، ہم بڑی کوشش کر کے، محنت کر کے تمام سال میں ہونے والے مختلف واقعات اور اللہ تعالیٰ کے نازل ہونے والے فضلوں کے مختلف مظاہر کو دیکھ کر ایسی رپورٹ تیار کرتے ہیں، جو مختصراً اہم شعبوں کو اپنے اندر سمیٹ لے۔ اس لئے جماعت احمدیہ کی دلچسپیوں کے سارے شعبے تو بہر حال زیر نظر نہیں آسکتے۔ مگر چند اہم شعبوں میں بعض چیدہ چیدہ باتیں، جو اس سال رونما ہوئیں، ان کا ذکر میں آج آپ کے سامنے کرنے لگا ہوں۔

## جماعت احمدیہ کی نئی شاخوں کا قیام

اس ذکر کا آغاز دنیا بھر میں جماعت احمدیہ کی نئی شاخوں کے قیام سے تعلق رکھتا ہے۔ گذشتہ سال جو رپورٹ میں نے پیش کی تھی، اس میں بتایا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے گزشتہ سال تک 108 ممالک میں جماعت احمدیہ قائم ہو چکی تھی۔ اس عرصے میں یعنی عرصہ زیر رپورٹ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے چھ نئے ممالک میں احمدیت قائم کرنے کی توفیق ہمیں عطا فرمائی ہے۔ اس طرح سے آج دنیا کے 114 ممالک میں خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ کے قدم مضبوطی سے جم چکے ہیں۔

آج سے چند سال پہلے 1984ء میں جب میں لندن آیا تھا، اس وقت یہ تعداد 91 تھی۔ گویا کم وبیش اتنے یعنی اکانوے ہی سالوں میں جماعت احمدیہ 91 ممالک میں قائم ہوئی تھی۔ اور تحریک جدید کی منصوبہ بندی کمیٹی نے یہ پروگرام بنایا تھا کہ صد سالہ جوبلی تک ہم کوشش کر کے 100 ممالک میں جماعت احمدیہ کو قائم کرنے کی کوشش کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل کے ساتھ ابھی سے اس سے زیادہ ممالک میں احمدیت کو قائم کر دیا ہے۔ گذشتہ تین سالوں میں، جس میں بعض حکومتوں نے جماعت احمدیہ کی دشمنی میں شامل ہو کر اسے انتہاء تک پہنچانے کی کوشش کی، خدا کے فضل سے 23 نئے ممالک میں جماعت احمدیہ قائم ہو چکی ہے۔

امسال جن نئے ممالک میں جماعت احمدیہ کو خدا کے فضل سے قدم جمانے کی توفیق ملی ہے، ان کے نام یہ ہیں:۔

کانگو، پاپوا نیوگنی، فن لینڈ، آئس لینڈ، پرتگال اور ناڈرو

ان چھ ممالک کے علاوہ ساؤتھ امریکہ میں بولیویا اور بے لیز اور ارجنٹائنا میں بھی جماعت کے قیام کی کوششیں شروع ہو چکی ہیں۔ بولیویا اور بے لیز میں ہمارے واقفین عارضی پہنچ چکے ہیں اور ان کی رپورٹیں خدا کے فضل سے نہایت خوشکن ہیں۔ جہاں تک ارجنٹائنا کا تعلق ہے، مدتیں پہلے وہاں جماعت قائم ہوئی تھی۔ اور ان میں وہ احباب شامل تھے، جو ہنگری سے آ کر ارجنٹائنا میں مہاجر بن کر آباد ہوئے تھے۔ اور ان کے علاوہ کچھ مقامی لوگ بھی تھے۔ لیکن بدقسمتی سے اس جماعت کے ساتھ مرکز کا رابطہ ٹوٹ گیا۔ اس لئے وہاں تو یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ خدا کے فضل سے وہاں پر احمدی موجود ہیں۔ لیکن کتنے ہیں؟ کہاں ہیں؟ ان کا معیار کیا ہے؟ اس بارے میں ہم سر دست کوئی بات یقین سے نہیں کہہ سکتے۔ اس لئے انشاء اللہ بہت ہی قریب کے مستقبل میں ارجنٹائنا میں ہمارا مربی جا کر ان پرانے احمدیوں کو بھی تلاش کرے گا اور نئی جماعتیں قائم کرنے کی بھی کوشش کرے گا۔

جہاں تک باقاعدہ مرکزی مربیان کا تعلق ہے۔ان تمام ممالک میں ابھی تک باقاعدہ مرکزی مربیان کام نہیں کررہے۔اور 114 میں سے صرف 47 ممالک میں مرکزی مربی کام کررہے ہیں۔اس لئے آئندہ سالوں میں اس طرف بھی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔کیونکہ مرکزی تربیت یافتہ مبلغ جب تک جماعتوں میں نہ پہنچیں، صحیح رنگ میں ٹھوس اور گہری تربیت کرنی مشکل ہوجاتی ہے۔تاہم جو رضا کار مربیان ہیں، ان پر بھی انحصار کیا جارہا ہے۔اور نئے رضا کار مربیان کو بھی ملکوں میں خدمت کے لئے تیار کیا جاتا ہے۔اور اس وقت خداتعالیٰ کے فضل سے 6 ممالک میں رضا کار مربیان کام کررہے ہیں۔اور باقی جتنے ممالک ہیں، ان کی دیکھ بھال داعیین الی اللہ کے ہاتھوں میں ہے۔اور وہ خدا کے فضل سے بہت عمدگی سے کام کررہے ہیں''۔

امسال جن نئے ممالک میں احمدیت قائم ہوئی ہے، ان کا ذکر کرتے ہوئے سب سے پہلے حضور نے کانگو کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

''کانگو جہاں امسال نئی جماعت قائم ہوئی، اس کا مختصر تعارف یہ ہے کہ یہ فرانسیسی نوآبادی تھی۔ 1960ء میں یہ آزاد ہوئی۔اس کے شمال میں کیمرون اور سنٹرل افریقین ری پبلک ہیں۔جنوب میں انگولا، مغرب میں گیبون اور مشرق میں زائر ہیں۔اس کا رقبہ ایک لاکھ،32 ہزار مربع میل ہے۔دارالحکومت برازاویل اور آبادی 18 لاکھ 50 ہزار ہے۔سرکاری زبان فرنچ ہے۔اس کے علاوہ چار لوکل زبانیں بھی بولی جاتی ہیں۔مذہب 50 فیصد عیسائی اور 45 فیصد مختلف قبائل، جو اپنا اپنا مقامی مذہب رکھتے ہیں اور صرف تین فیصد مسلمان ہیں۔خداتعالیٰ کے فضل سے کانگو میں جماعت احمدیہ کے قیام کا سہرا زائر کی جماعت کے سر ہے۔زائر کے ہی وہ باشندے تھے، جنہوں نے خداتعالیٰ کے فضل سے اس پیغام کو سرحد کے پار پہنچا کر کانگو میں جماعت کا قیام کیا۔

پاپوانیوگنی ایک بہت بڑے جزیرے کے تقریباً نصف حصے اور اس کے ساتھ چھوٹے چھوٹے سینکڑوں جزائر پر مشتمل ہے۔یہ 1975ء میں آزاد ہوا۔یہ بھی بحرالکاہل کا ایک اہم جزیرہ ہے۔اس کے مغرب میں انڈونیشیا، جنوب میں آسٹریلیا اور مشرق میں ملائیشیا کا علاقہ ہے۔جو جزائر کی صورت میں چھوٹے چھوٹے ممالک پر پھیلا پڑا ہے۔توالو اور تینی باغ بھی انہی جزائر میں شامل ہیں، جن میں خدا کے فضل سے گذشتہ سال ہماری جماعتیں قائم ہوئیں۔اس ملک کا رقبہ ایک لاکھ،78 ہزار، دوسو، ساٹھ مربع میل ہے۔دارالحکومت پورٹ مورس بی اور آبادی 33 لاکھ،96 ہزار ہے۔زبانیں انگریزی، فجی، موسوا اور مورے ہیں۔مذہب بیشتر عیسائیت ہے۔اس کے علاوہ مختلف قبائل بھی ہیں اور کچھ مسلمان بھی ملتے ہیں۔

سوممالک میں مشن قائم کرنے کے منصوبے کے تحت یہ ملک انڈونیشیا کے سپرد تھا۔مگر افسوس ہے کہ انڈونیشیا کے نمائندگان یہاں جماعت قائم کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔اس کی وجہ غالباً عدم توجہ ہے۔لیکن گزشتہ سال یہاں انگلستان میں ایک مخلص، دعوت الیٰ اللہ کا شوق رکھنے والے نوجوان محمد اکرم احمدی صاحب نے مجھ سے ذکر کیا کہ ان کو ملازمت کی پیش کش پاپوانیوگنی سے آئی ہے اور وہ وہاں جانے کا رجحان نہیں رکھتے کیونکہ بہت دور ہے۔ایک لمبے عرصے تک خاندان کی جدائی برداشت کرنی پڑے گی۔ مجھے چونکہ دلچسپی تھی وہاں جماعت قائم کرنے میں اور میں جانتا تھا کہ ان کو بھی دعوت الیٰ اللہ کا بے حد شوق ہے، چنانچہ جب میں نے ان سے یہ ذکر کیا تو انہوں نے بڑی خوشی سے وہاں جانے پر رضامندی ظاہر کر دی۔اور اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے انہی کی دعوت الیٰ اللہ سے وہاں کے مقامی عیسائی، احمدی ہو چکے ہیں۔اور وہ ماشاء اللہ بڑی ہمت اور کوشش سے کام کر رہے ہیں۔بازاروں میں کھڑے ہو کر مجمع بھی لگاتے ہیں، چلتے چلتے آدمی کو ہوٹل میں ساتھ جانے کی دعوت بھی دیتے ہیں۔بڑا وقت سفر کا برداشت کر کے ان کے دیہات تک بھی جاتے ہیں۔اس لئے وہ ہم سب کی دعاؤں کے محتاج ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں میں مزید برکت ڈالے۔(آمین)

فن لینڈ کے متعلق تفصیل یہ ہے کہ اس ملک کا 2/3 حصہ جنگلوں اور جھیلوں پر مشتمل ہے۔اس کے مشرق میں روس، مغرب میں سویڈن، شمال میں ناروے اور جنوب میں بحیرہ بالٹک ہے۔اس کا رقبہ ایک لاکھ، تیس ہزار، پانچ سو، ستاون مربع میل ہے۔آبادی 49 لاکھ، دس ہزار۔زبان فنش اور کچھ حصے میں سویڈش بھی بولی جاتی ہے۔مذہب عیسائیت ہے۔جو 92 فیصدی ہے اور لوتھیرین چرچ سے تعلق رکھنے والے لوگ ہیں۔

سوممالک میں مشن قائم کرنے کے منصوبے کے تحت یہ ملک ناروے کے سپرد تھا۔امسال جولائی میں ہمارے ناروے کے مربی انچارج مکرم کمال یوسف صاحب اپنے ساتھ احمدی مخلص داعیین الیٰ اللہ کی ایک ٹیم لے کر گئے۔دو دورے انہوں نے وہاں کئے۔اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے پہلے دورے میں آٹھ اور دوسرے دورے میں سات، یعنی کل پندرہ دوستوں نے بیعت کر کے احمدیت میں شمولیت اختیار کی۔ان میں سے سب کا تعلق تو فن لینڈ سے نہیں ہے۔پہلے دورے میں جو آٹھ افراد احمدی ہوئے، ان میں سے دو عرب ہیں، دو سینیگال سے تعلق رکھنے والے ہیں اور چار فن لینڈ کے مقامی فنش باشندے ہیں۔دوسرے دورے میں کل سات بیعتوں میں سے تین دوست فن لینڈ سے تعلق رکھنے والے مقامی ہیں۔گویا خدا کے فضل سے سات مقامی فنش دوست احمدیت میں داخل ہو چکے ہیں۔ان میں سے ایک کا مجھے خط بھی ملا

ہے۔ وہ ہسپتال میں مریض تھے۔ اور بہت قابل آدمی ہیں، دنیاوی تعلیم کے لحاظ سے بھی، کئی زبانیں جاننے کے لحاظ سے۔ انہوں نے مجھے خط میں لکھا کہ جب سے میں احمدیت میں داخل ہوا ہوں، مجھے خدمت کا بہت شوق پیدا ہوا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اہم کتابوں کے بہت تیزی کے ساتھ ترجمے کروں۔ جو دو کتابیں آپ کا وفد مجھے دے گیا تھا، ان میں سے ایک کتاب کہیں گم ہوگئی ہے۔ اس لئے میں نے آپ سے رابطہ قائم کیا ہے کہ وہ کتاب بھی اور اس کے علاوہ جو کتابیں بھی آپ فنش میں ترجمہ کرانا چاہیں، بھجوا دیں۔

آئس لینڈ نارتھ اٹلانٹک (شمالی اوقیانوس) میں واقع ہے۔ سینکڑوں آتش فشاں پہاڑ اس برف خانے میں موجود ہیں۔ اور یہ عجیب تضاد ملتا ہے کہ جس کا نام ہی برفوں کا ملک ہے، وہاں بڑی کثرت کے ساتھ آگ اگلنے والے پہاڑ موجود ہیں۔ چنانچہ اس کے متعلق جغرافیہ کی کتابوں میں یہ بھی لکھا ہوا موجود ہے کہ "دی لینڈ آف آئس اینڈ فائر" (یعنی برف اور آگ کا ملک) اس کے مشرق میں ناروے، مغرب میں گرین لینڈ، جنوب مشرق میں برطانیہ ہیں۔ اس کا رقبہ 39 ہزار، سات سو، اڑسٹھ مربع میل ہے۔ آبادی دو لاکھ، 45 ہزار ہے۔ زبان آئس لینڈ ڈ ہے۔ اور مذہب عیسائیت۔

سو ممالک میں مشن قائم کرنے کے منصوبے کے تحت یہ ملک ڈنمارک کے سپرد کیا گیا تھا۔ مگر افسوس کہ ڈنمارک کے احمدی دوستوں کو اس طرف توجہ نہ رہی اور یہ سہرا بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے ناروے کے سر رہا۔ ناروے نے نفلی طور پر یہاں کام کیا۔ یعنی اصل تو ذمہ داری ڈنمارک کی تھی اور ان کے بیان کے مطابق سب سے پہلے ایک خاتون یہاں احمدی ہوئی تھیں۔ لیکن اس خاتون کا کسی وجہ سے ان سے رابطہ ٹوٹ گیا۔ اس سال میں اس مشن کا ذکر اس لئے آیا کہ گزشتہ سالوں میں ان کا اس خاتون سے رابطہ ٹوٹ گیا تھا۔ اس لئے انہوں نے گزشتہ سال اس ملک کا ذکر نہیں کیا۔ لیکن اس سال محض خدا کے فضل نے اس ملک کا ایک بہت ہی اچھا پھل ہمیں عطا فرمایا۔ ایک نوجوان لوتھر رائی مات، جو ایڈنبرا یونیورسٹی میں پی ایچ ڈی کر رہے ہیں، انہوں نے از خود لندن سے رابطہ قائم کیا اور کہا کہ میرے بعض دوست احمدی ہیں اور میرے دل میں اس مذہب کی بہت محبت پیدا ہو چکی ہے، اس لئے میری بیعت قبول کی جائے۔ چنانچہ وہاں کے مربی کو لکھا گیا اور انہوں نے بڑی خوشی سے بیعت کی۔ اب بھی وہ مربی سے تعلق رکھتے ہیں۔ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے وہاں بڑی کثرت سے احمدیت پھیلانے کی توفیق عطا کرے، آمین۔

پرتگال (پورچوگال) یہ مغربی یورپ کا سب سے غریب ملک ہے۔ اس کے شمال اور مشرق میں سپین اور جنوب اور مغرب میں شمالی بحر اوقیانوس ہے۔ رقبہ 35 ہزار، 5 سو، ترپن مربع میل۔ آبادی ایک

کروڑ، ایک لاکھ۔ دارالحکومت لزبن اور زبان پرتگالی (پورچوگیز) ہے۔ مذہب عیسائیت۔ جو96فیصد رومن کیتھولک ہیں۔

یہاں گزشتہ چند سال سے میں کوشش کر رہا تھا کہ سپین کی معرفت یا کسی اور ذرائع سے جماعت رجسٹر ہو جائے۔ اور وہاں ہم باقاعدہ مشن کا آغاز کریں۔ مگر باوجود کوشش کے ہم اس میں ناکام رہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس خواہش کو اس طرح پورا فرما دیا کہ ہماری ایک احمدی خاتون سسٹر امینہ برازیل میں احمدیت میں داخل ہوئیں، ان کی زبان پرتگالی ہے اور وہ پرانی پرتگال کی ہی باشندہ تھیں۔ اس لئے مجھے یہ خیال آیا کہ ان کے سپرد یہ کام کیا جائے۔ کیونکہ وہ خدمت دین کا بہت شوق رکھتی تھیں اور جب سے وہ احمدی ہوئی ہیں، کئی کتابوں اور پمفلٹوں کے ترجمے کر چکی ہیں۔ اور قرآن کریم کے ترجمے کی دہرائی میں بھی انہوں نے بڑی محنت سے کام کیا ہے۔ انہوں نے مجھے خط لکھا کہ میں جو احمدی ہوئی ہوں تو پرانے زمانے کی میری ایک دلی آرزو اور دعا کے ذریعے ایسا ہوا ہے۔ اگرچہ میں عیسائیت میں پیدا ہوئی مگر شدید تمنا تھی کہ خدا مجھے سچائی تک پہنچائے۔ چنانچہ جب میں نے اس بارہ میں دعائیں کیں تو خدا تعالیٰ نے مجھے ایک واضح نظارہ دکھایا اور اطمینان دلایا کہ آئندہ ہم تمہیں اس مذہب سے متعارف کروا دیں گے، جو سچائی کا مذہب ہے۔ چنانچہ جب مجھ تک احمدیت کا پیغام پہنچا تو مجھے ایک ذرہ بھی شک پیدا نہیں ہوا کہ یہ وہی مذہب ہے اور میں خوشی سے احمدیت میں داخل ہو گئی۔ وہ اس جلسے میں تشریف لائی ہوئی ہیں۔ چنانچہ یہ ان کو توفیق ملی کہ پرتگال میں پہلی بار جماعت احمدیہ کو رجسٹر کروانے میں کامیاب ہو گئیں۔

ناؤرو ایک نیا جنوبی بحرالکاہل کا جزیرہ ہے، جو توالو سے اوپر تقریباً شمال میں واقع ہے۔ یہ جزیرہ دنیا کی سب سے چھوٹی ری پبلک ہے۔ اس کا رقبہ صرف آٹھ مربع میل ہے۔ یعنی دو میل ایک طرف اور چار میل ایک طرف۔ یہ ملک آسٹریلیا کے ماتحت تھا۔ 1968ء میں آزاد ہوا۔ آبادی آٹھ، ہزار ایک سو ہے۔ زبان انگریزی ہے۔ مذہب عیسائیت ہے، جس میں 66 فی صد پراٹسٹنٹ ہیں۔ توالو میں جیسا کہ آپ جانتے ہیں، ہمارے ایک بہت ہی مخلص اور فدائی رضا کار احمدی مربی افتخار ایاز صاحب نے جماعت کو قائم کیا تھا۔ وہاں جب داعی الی اللہ کی تحریک چلائی گئی تو توالو کے ایک دوست نے از خود ناؤرو کو احمدی بنانے کا عزم کیا۔ اور باوجود اس کے کہ توالو میں غربت ہے، احمدی مربی کے اصرار کے باوجود انہوں نے کوئی کرایہ قبول نہیں کیا۔ اور کہا کہ میں محض للہ خدمت دین کے لئے جانا چاہتا ہوں۔ اپنے خرچ پر جاؤں گا۔ وہ وہاں گئے اور خدا کے فضل سے پہلے ہی دورے میں چھ خاندانوں کو احمدی بنانے کی توفیق ملی''۔

حضور نے اس مملکت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

’’ناؤروان جزائر میں اگر سب سے زیادہ امیر نہیں تو ان جزائر میں سے سب سے امیر ترین ممالک میں سے ایک ہے۔ وجہ یہ ہے کہ عین اس کے وسط میں ایک چھوٹی سی پہاڑی ہے، جسے ہم ٹبہ کہتے ہیں، وہ ساری ایک بہت قیمتی دھات پر مشتمل ہے۔ چنانچہ مغربی قومیں بڑی تیزی سے وہاں پر کھدائی کر کے وہ دھات سمیٹ رہی ہیں۔ اور خود ان کا خیال ہے کہ ان کی دولت 1990ء تک چلے گی اور 1990ء کے بعد ان کے پاس بیچنے کے لئے کچھ نہیں رہے گا۔ لیکن وہاں کے لوگ سمجھدار ہیں اور جو بھی روپیہ حاصل کر رہے ہیں، اسے شرابوں اور جوئے میں اڑانے کی بجائے وہ اس کو سرمایہ کاری میں اس طرح استعمال کر رہے ہیں کہ اندازہ یہی ہے کہ ٹبہ اگر غائب بھی ہو گیا تو اس ملک کی خوشحالی پر برا اثر نہیں پڑے گا‘‘۔

’’بولیویا 1865ء میں سپین سے آزاد ہوا تھا۔ یہ براعظم جنوبی امریکہ کے تقریباً وسط میں واقع ہے۔ جہاں کی ایک خصوصی بات، اس کی آزادی کے بعد کی یہ ہے کہ ایک سو پچاس سال میں 190 حکومتیں بدلی ہیں۔ اس کے شمال اور مشرق میں برازیل، مغرب میں پیرو اور چلی اور جنوب میں ارجنٹائن اور پیراگوئے ہیں۔ اس کی آبادی 63 لاکھ، 60 ہزار ہے۔ اور رقبہ 4 لاکھ، 4 ہزار، ایک سو، تریسٹھ مربع میل یعنی اس میں 50 ہزار ناؤرو آسکتے ہیں۔ دارالحکومت لو پاز اور زبان سپینش ہے۔ اور کوئیو چھوا اور امیارہ زبانیں بھی بولی جاتی ہیں۔ مذہب عیسائیت۔ 95 فیصد رومن کیتھولک۔

امسال کینیڈا اور پاکستان سے بعض احمدی دوست وہاں پہنچے، وہاں زمینیں خریدیں، باقاعدہ جماعت کا وہاں پر آغاز کیا۔ لیکن ابھی تک وہاں کے مقامی باشندوں میں سے کسی کو احمدیت میں داخل ہونے کی توفیق نہیں ملی۔ جو واقفین عارضی وہاں گئے ہیں، ان کی بھاری امید ہے کہ خدا کے فضل کے ساتھ جلد جماعت قائم ہو جائے گی۔ سب سے بڑی مشکل وہاں یہ درپیش تھی کہ دین حق کو اچھے عقیدے کے طور پر اس ملک میں قبول ہی نہیں کیا جاتا تھا۔ یعنی حکومت کے نزدیک جس طرح اصطلاح ہے کہ صحیح مذاہب اور بد مذاہب، اس طرح حکومت میں صحیح مذاہب اور بد مذاہب کی ایک فہرست ہے۔ اور کتنا ظلم ہے کہ اسلام کو بد مذاہب کی فہرست میں رکھا گیا تھا۔ پہلی مرتبہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ہمارے احمدی واقف عارضی نے باقاعدہ حکومت میں درخواست دی، اس کی پیروی کی اور اب ان کی رپورٹ یہ آئی ہے کہ جس وزارت سے اس معاملے کا تعلق ہے، اس کی طرف سے یہ اطلاع ملی ہے کہ ہم عنقریب اسلام کو بھی اچھے مذاہب کی فہرست میں شامل کر لیں گے۔ جب یہ واقعہ ہوگا، تب ہماری رجسٹریشن کا اور باقاعدہ دعوت الی اللہ کی مہم کا آغاز ہو سکتا ہے‘‘۔

''بے لیز جنوبی امریکہ کا ملک ہے۔ آج کل کینیڈا سے ہمارے ایک واقف عارضی مسعود احمد خان صاحب وہاں کام کر رہے ہیں۔ مسعود احمد خان صاحب نے غالباً دو مہینے کے لئے وقف کیا ہے۔ اس سے پہلے بولیویا میں جو واقف عارضی گئے، ان کا نام ڈاکٹر وسیم احمد ہے۔ یہ سید نصیر احمد صاحب لندن کے بھائی ہیں۔ انہوں نے چھ ماہ کے لئے اپنے خرچ پر وقت دیا ہے۔ مسعود احمد صاحب کا بہت ہی خوش کن اور خوشخبریوں پر مشتمل خط ملا ہے۔ اور وہ کہتے ہیں کہ جہاں جہاں بھی میں نے دین حق کا پیغام پہنچایا ہے، وہاں پر لوگ بڑی گہری دلچسپی لے رہے ہیں۔ اور انہیں امید ہے کہ وہ بہت جلد ہمیں ایک بڑی خوشخبری سنائیں گے''۔

''اس کے علاوہ کینیڈا کے ایک ہمارے مخلص احمدی دوست مکرم چوہدری محمد الیاس صاحب نے ایک بہت ہی پر خلوص پیش کش کی ہے کہ دسمبر 1988ء تک، یعنی جوبلی سال سے پہلے سنٹرل امریکہ (وسطی امریکہ) کے سات ممالک میں زمین اور مشن ہاؤس خرید کر جماعت کو بطور تحفہ پیش کریں گے۔ یہ تحفہ سات اسیران ساہیوال کی طرف سے خصوصاً اور اسیران راہ مولا کی طرف سے عموماً ہوگا۔ ان ممالک کے نام یہ ہیں:۔

بے لیز، گوئٹے مالا، ایل سلواڈور، ہونڈوراس، نکاراگوا، کوسٹاریکا اور پانامہ

اس درخواست کے ساتھ کینیڈا کے مربی مکرم نسیم مہدی صاحب نے نوٹ لکھا ہے کہ اگرچہ جماعت احمدیہ نے یہ پیشکش کی ہے مگر اسے جماعت احمدیہ کینیڈا کی طرف سے مجموعی پیش کش تصور کیا جائے، محض ایک شخص کی پیش کش نہ ہو۔ نسیم مہدی صاحب کافی ذہین آدمی ہیں اور داؤ لگانے کا کوئی موقع نہیں جانے دیتے۔ نسیم مہدی صاحب کی یہ پیش کش نامنظور ہے اور الیاس صاحب کی پیشکش منظور ہے۔

اس کی وجہ یہ کہ کینیڈا کے سپرد تو چھ اور جماعتیں کی ہوئی تھیں، اس کی طرف توجہ نہیں کی۔ اور جب خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے ایک فرد واحد کے دل میں تحریک ڈالی اور ان کی ایسی توفیق بھی عطا فرمائی ہے کہ ہم امید رکھتے ہیں کہ وہ انشاء اللہ اپنے وعدے کو پورا بھی کر سکیں گے۔ تو عموماً تو یہ ہوتا ہے کہ ایک فرد جماعتی کوششوں میں ہاتھ ڈال کر اپنا حصہ ڈال لیا کرتا ہے۔ نسیم مہدی صاحب کی ذہانت کا کمال یہ ہے کہ ایک شخص کی کوشش میں ساری جماعت کا ہاتھ لگوا کر اس میں شامل ہونا چاہتے ہیں۔ یہ نہیں ہوگا۔ جو جماعتیں ان کے سپرد ہیں، الاسکا، میکسیکو، ویسٹ انڈیز، کیوبا، فرنچ گنی وغیرہ، اس کی طرف توجہ کریں۔ سارا کینیڈا ان جماعتوں پر زور لگائے اور اکیلے الیاس صاحب ان جماعتوں پر زور لگائیں۔ ہم دیکھیں گے کہ کون پہلے کامیاب ہوتا ہے؟''

(مطبوعہ ضمیمہ ماہنامہ انصار اللہ اگست 1987ء)

**قسط نمبر 02**

حضور نے اپنا خطاب جاری رکھتے ہوئے مزید فرمایا:۔

''اب نئی جماعتوں کے قیام کے بارے میں جو عمومی رپورٹ ہے کہ جس طرح مختلف ممالک کے سپرد کام کئے گئے تھے، اس کا نقشہ میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔

یہ جو ابھی ذکر چل رہا تھا، نئے ممالک میں جماعتوں کا قیام۔اب جو میں بات کر رہا ہوں، یہ اس سے ذرا مختلف ہے۔اس میں ہر ملک میں جہاں جماعت قائم ہو چکی ہے، اس میں نئی جماعتوں کے قیام کی کوشش کا ایک باقاعدہ منصوبہ بنایا گیا تھا۔ اس میں خدا تعالیٰ کے فضل سے ہمیں جو کامیابیاں نصیب ہوئیں، ان کا ذکر ہے۔

گزشتہ سال خدا کے فضل سے 254 نئی جماعتوں کا قیام ہوا تھا۔امسال اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپریل 1986ء تا مارچ 1987ء کے عرصہ میں پاکستان کے علاوہ دنیا بھر کے مختلف ممالک میں 258 نئی جماعتیں قائم ہوئی ہیں۔اس طرح گزشتہ دو سالوں میں جبکہ نئی جماعتوں کے قیام کی خصوصی تحریک کی گئی ہے، حیران کن اضافہ ظاہر ہوا ہے۔یعنی 516 جماعتیں مختلف ممالک میں نئی قائم ہو چکی ہیں۔اگر آپ اندازہ کرنا چاہیں کہ یہ رفتار خدا تعالیٰ کے کیسے غیر معمولی فضل کو ظاہر کرتی ہے تو موازنے کے طور پر میں آپ کو بتاتا ہوں کہ اس تحریک سے پہلے تمام دنیا میں سال میں صرف 28 جماعتیں نئی قائم ہوئی تھیں۔اور اب خدا کے فضل سے ایک ایک سال میں تقریباً 250 جماعتیں نئی قائم ہونا شروع ہو گئی ہیں۔اور میں امید رکھتا ہوں کہ انشاء اللہ اس رفتار میں اور بھی اضافہ ہو جائے گا۔

جن ممالک نے اس خدمت میں خدا تعالیٰ کے فضل سے غیر معمولی توفیق پائی ہے، ان میں گیمبیا، آئیوری کوسٹ، نائیجیریا، سینی گال، یوگنڈا، زائر، غانا، مغربی جرمنی اور انڈونیشیا نمایاں ہیں۔نئی جماعتوں کے قیام کے سلسلے میں خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ کئی ایمان افروز واقعے بھی ایسے پیش آتے رہے، جن کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

خیر الدین باروس صاحب انڈونیشیا سے لکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے 26 اپریل کو ایک گاؤں میں 159 آدمیوں نے اجتماعی بیعت کی۔اس سے قبل اس گاؤں میں تھوڑا پہلے 72 دوست اکٹھے جماعت میں داخل ہو چکے تھے۔اس طرح اب خدا تعالیٰ کے فضل سے 241 افراد پر مشتمل مضبوط جماعت قائم ہو چکی ہے۔گویا گاؤں کی 30 فیصد آبادی احمدی ہوگئی ہے۔اجتماعی بیعت کے نتیجے میں علاقے میں

شدید مخالفت کی لہر دوڑ گئی اور ہر طرف سے شدید معاند علماء اکٹھے ہونے شروع ہوئے۔اوران سب نے جماعت احمدیہ کو مباحثے کا چیلنج دیا۔ مباحثے سے پہلے ان علماء نے یہ ڈھنڈورہ پٹوایا کہ آج کا دن ہار اور جیت کا دن ہے۔اور جماعت احمدیہ ہار جائے گی، اس لئے لوگ کثرت سے یہ مباحثہ دیکھنے کے لئے آئیں۔ چنانچہ دوسو غیر احمدی احباب کی موجودگی میں یہ مباحثہ ہوا۔خدا تعالیٰ کی عجیب شان ہے کہ مخالف مولوی، جوان کی طرف سے پیش ہو رہا تھا، اس نے ہمارے دلائل سننے کے بعد ہمارے حق میں فیصلہ دے دیا۔(نعرہ ہائے تکبیر۔احمدیت زندہ باد) اب انہوں نے کہا ہے کہ ہم نیا مولوی لے کر آئیں گے۔

بھارت میں بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے ایسے آثار ظاہر ہو رہے ہیں، جن سے یہ پتہ چلتا ہے کہ انشاء اللہ فوج در فوج لوگ احمدیت میں داخل ہوں گے۔حیدر آباد کے اردگرد کے علاقے میں جو خدا تعالیٰ کے فضل سے غیر معمولی دعوت الی اللہ کی رو چلی ہے، اس کا کچھ ذکر میں نے پچھلے سال بھی کیا تھا۔اس کے نتیجے میں سارے ہندوستان میں مخالفت کی ایک لہر دوڑ گئی اور بڑے بڑے علماء اکٹھے ہوئے اور انہوں نے پورا زور لگایا کہ وہ نئے دیہات، جو جماعت احمدیہ میں شامل ہوئے تھے، ان کو مرتد کریں لیکن کلیتہً ناکام رہے۔اور جماعت کو کم کرنے کی بجائے ان کوششوں کے نتیجے میں دور دور تک جماعت کا تعارف ہوا اور باہر سے جماعت کو پیغام آنے لگے کہ ہمیں بھی آکر بتاؤ کہ تم لوگ کیا چیز ہو؟ چنانچہ اب یہ دائرہ پھیل چکا ہے۔اور حیدر آباد سے تین کلو میٹر دور ضلع کھمم میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے تھوڑا عرصہ پہلے ہی 80 افراد بیعت کر کے جماعت احمدیہ میں شامل ہو چکے ہیں اور دو نئی جماعتیں قائم ہوئی ہیں۔اور یہ دونوں جماعتیں ایسی قائم ہوئی ہیں کہ یہ اپنی بیوت الذکر بھی ساتھ لے کر آئی ہیں۔

اسی طرح وہاں کے ہمارے مربی انچارج لکھتے ہیں کہ گاؤں ملیر میں ڈیڑھ صد گھرانوں کے تقریباً سات صد افراد نے خدا کے فضل سے اجتماعی بیعت کر لی اور ان کے ساتھ دو بنی بنائی بیوت الذکر تحفے کے طور پر آئیں۔ ایک دوسرے گاؤں کراکلی میں جس میں زیادہ تعداد غیر از جماعت دوستوں کی ہے، اس ماہ تمام غیر احمدیوں نے احمدیت میں شامل ہونے کی درخواست کی۔اور ساتھ یہ عجیب شرط لگائی کہ پہلے غیر احمدی مولویوں کو وہاں سے نکال دو۔ہم تو نہیں نکالتے۔خدا کی تقدیر جن کے پاؤں اکھیڑتی ہے، وہ خود ہی نکل جاتے ہیں۔اس لئے یہ عجیب شرط اس طرح تو قبول نہیں ہو سکتی کہ ہم ان کو نکالنے کی کوشش کریں۔

یہ وارنگل کا علاقہ تھا، جہاں سے آغاز ہوا۔اب تل گنڈہ کے علاقے میں بھی، جو اس سے ملحق علاقہ ہے، خدا تعالیٰ کے فضل سے احمدیت پھیلنی شروع ہو گئی ہے۔ وہاں بھی چار نئی جماعتیں بیوت الذکر سمیت

یعنی وہاں بیوت الذکر بنانے کی بھی ضرورت پیش نہیں آئی۔ اپنی بیوت الذکر لے کر گاؤں کے گاؤں داخل ہوئے۔اور خدا کے فضل کے ساتھ صرف بیوت الذکر ہی نہیں آئیں، ان کے امام بھی ساتھ آئے۔

اس ضمن میں، میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ بھارت میں جو رو چلی ہے، اس سے استفادہ کے لئے ہمیں کثرت کے ساتھ نئے واقفین زندگی کی ضرورت ہے۔ بھارت میں بہت سے ایسے احمدی موجود ہیں، جو خدا تعالیٰ کے فضل سے علم و فضل کے لحاظ سے ایک اچھا مقام رکھتے ہیں اور ملازمتوں سے فارغ ہو چکے ہیں یا فارغ ہونے کے قریب ہیں۔ ان کو چاہیے کہ اپنے آپ کو وقف کریں۔ احمدیت کی ضرورتیں مقدم ہیں۔ان کو مقدم رکھنا چاہیے اور بجائے اس کے کہ ساری عمر کی نوکریوں کے بعد پھر نوکریوں کی تلاش میں سرگرداں ہوں۔ میرا ان کو مشورہ یہی ہے کہ وہ جلد از جلد اپنی خدمات کو دین کے لئے پیش کر دیں۔ یہ ایسی عظیم سعادت ہے کہ جب وہ پیش کریں گے، تب ان کو معلوم ہوگا کہ ان کی گزشتہ عمر گویا اس آئندہ عمر کے مقابلے پر رائیگاں گئی۔ بہت شدید ضرورت ہے۔ کیونکہ صرف یہی نہیں کہ نئے علاقوں میں احمدیت کے متعلق مطالبے پیدا ہو رہے ہیں بلکہ جو پہلے سے احمدی ہو چکے ہیں، ان کی ٹھوس تربیت کے لئے بہت ضروری ہے۔ جب تک ان کی بدرسمیں وہاں سے دور نہ کی جائیں، ان کو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پاکیزہ تعلیم سے روشناس نہ کرایا جائے، جس پر آپؐ نے اپنی سنت کے ذریعے عمل کر کے دکھایا اور ان تمام بدرسموں سے ان کو پاک نہ کیا جائے، جو بعد کے زمانوں میں دین حق میں داخل ہوئیں، اس وقت تک محض یہ کہہ دینا کہ اتنے گاؤں احمدیت میں داخل ہو گئے اور اتنے ہزار نفوس احمدیت میں داخل ہو گئے، یہ کھوکھلی سی بات ہوگی۔ اور ہم کھوکھلی باتوں کے لئے پیدا نہیں کئے گئے۔ ہمیں جہاں جہاں بھی خدا کامیابیاں عطا فرماتا ہے، فوراً مغز کی طرف توجہ دینی چاہیے۔ فوراً انتہائی کوشش کرنی چاہیے کہ صحیح دین اپنی تمام حسن و خوبی کے ساتھ ان قوموں میں داخل ہو جائے۔ اس لئے ہمیں بہت سے محنت کرنے والے مخلصین کی ضرورت ہے۔

ضلع شاہ جہان پور میں جہاں مدتوں سے جماعت نے بڑھنا اور پھولنا پھلنا بند کر دیا تھا۔ اور وہاں کی جماعت کے بعض لوگ، جب ان سے خط و کتابت ہوتی تھی، یہ لکھا کرتے تھے کہ یہ علاقہ سنگلاخ ہے، جو ہو گیا، ہو گیا۔ اب یہاں سے کوئی امید نہیں رکھنی چاہیے۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے ہمارے ایک بہت ہی مخلص مربی نے وہاں جا کر کوششیں شروع کیں اور گاؤں گاؤں پہنچے تو ان کو غیر معمولی کامیابی نصیب ہونا شروع ہو گئی۔ مخالفتیں بھی ہیں، مخالفتوں کی کوکھ سے برکتیں بھی جنم لے رہی ہیں، رحمتیں بھی پیدا ہو رہی ہیں۔

اور بعض دلچسپ باتیں بھی سامنے آرہی ہیں۔ایک گاؤں کے متعلق وہ لکھتے ہیں کہ سالہا سال سے ایک احمدی تھا لیکن وہ اپنے ارادے کا پکا اور مستقل مزاج۔اس نے جب سے وہ احمدی ہوا، دعوت الی اللہ نہیں چھوڑی۔مگر اکیلا ہونے کی وجہ سے اس کی بات کوئی سنتا نہیں تھا۔وہ کہتے ہیں، جب مجھے پتہ چلا تو میں پہنچا اور میں یہ دیکھ کر حیران ہو گیا کہ اس کی محنت کا اثر وہاں ضرور تھا، لوگوں کے دل مائل ہو چکے تھے۔ اس لئے میرے جانے کے بعد جب میں نے صحیح طریق پر جماعت کے عقائد کا تعارف کرایا۔اسی وقت خدا کے فضل سے آٹھ افراد جماعت احمدیہ میں داخل ہو گئے۔اور یہ اس سال کی دوسری جماعت ہے، جو شاہ جہان پور کے علاقے میں پیدا ہوئی ہے۔

جہاں تک افریقہ کا تعلق ہے، وہاں بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے تیزی کے ساتھ اب جماعت در جماعت اور قوم در قوم احمدیت میں داخل ہونے کا رجحان پیدا ہو چکا ہے۔

یوگنڈا میں داعیین الی اللہ بڑی محنت اور شوق سے کام کر رہے ہیں۔امبالے کے دو گاؤں کو میلے اور بلاڈے میں تین داعیین الی اللہ کی کوششوں سے دونئی جماعتیں پیدا ہو چکی ہیں۔اور کا نگیلے میں ان کی کوششوں سے چودہ افراد جو بیت الذکر کے بھی مالک تھے، بیت الذکر سمیت احمدیت میں داخل ہوئے اور پرانے احمدیوں کے جو موجود تھے، حوصلے بلند ہوئے۔

کینیا میں ایک لمبے عرصے کے جمود کے بعد اب حرکت کے آثار پیدا ہوئے ہیں۔اور یہاں بھی خدا کے فضل سے داعیین الی اللہ کی کوششیں بار آور ثابت ہو رہی ہیں۔نیروبی سے 280 میل دور کواٹ نامی ایک گاؤں میں ایک ہی دن میں سولہ افراد نے بیعت کی اور ایک نئی جماعت قائم ہوئی۔اور اس جماعت کی امتیازی بات یہ ہے کہ احمدی ہوتے ہی انہوں نے اپنا چندہ ادا کیا۔

گیمبیا میں خدا کے فضل سے بہت رجحان ہے، جماعت کی طرف۔اور ہمارے مربی مرکزی کیا اور مقامی کیا اور داعیین الی اللہ جوان کی تربیت سے تیار ہوئے ہیں، بڑا اخلاص، شوق اور لگن سے کام کر رہے ہیں۔اور یہاں بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے نئے دیہات میں احمدیت داخل ہو رہی ہے۔اس کی تفصیل یہاں نہیں دی ہوئی۔لیکن رپورٹوں سے مجھے یاد ہے کہ خدا کے فضل سے بہت ہی تیزی سے پھیلنے والی جماعت ہے۔لیکن ان کا جو خاص کمال ہے، گیمبیا کی جماعت کا، وہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے ساتھ کے ملک سینی گال میں بہت اچھی دعوت الی اللہ کی ہے۔اور وہاں خدا تعالیٰ کے فضل سے واقفین عارضی بھی گئے، ہمارے مربیان نے بھی دورہ کیا اور باوجود اس کے کہ ہر مسجد میں مخالفت کا پیغام دیا گیا تھا لیکن اس کے باوجود اس وقت تک

وہاں ان داعیین الی اللہ کی کوششوں سے ایک گاؤں پورا احمدی ہو چکا ہے اور اس کے علاوہ چالیس افراد نے ایک جگہ اجتماعی بیعت کی ہے۔ اور بہت کثرت سے دوسری جماعتیں قائم ہوئی ہیں۔

اب میں دوبارہ سوممالک میں مشن قائم کرنے کے منصوبے کی طرف آتا ہوں۔ سوممالک میں مشن قائم کرنے کے منصوبے سے مراد یہ تھی کہ سوممالک کو دنیا میں چن کر بعض ممالک کے سپرد کیا گیا تھا۔ اور اگرچہ منصوبہ تو یہی تھا کہ صد سالہ جوبلی سے پہلے ایک سوممالک میں جماعت قائم ہو جائے۔ مگر کوشش اس سے بہت زیادہ کی تھی۔ اور دنیا کے مختلف ممالک کے سپرد سوممالک کر دیئے گئے تھے اور کہا یہ گیا تھا کہ آئندہ جوبلی سے پہلے پہلے ان سب ممالک میں جماعت احمدیہ کو قائم کرنے کی کوشش کرو۔ اس لحاظ سے جو کامیابی ہمیں دکھائی دے رہی ہے، وہ خوش کن تو ہے لیکن اس کا ایک منفی پہلو یہ ہے کہ سارے ممالک نے کوشش نہیں کی۔ اور جو اٹھائیس نئے ممالک جماعت میں داخل ہوئے ہیں، وہ صرف چند ممالک یا چند داعیین الی اللہ کی کوششوں سے ہوئے ہیں۔ اگر ساری دنیا کی جماعتیں اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں اور اس طرح لگن اور خلوص کے ساتھ اور ذمہ داری کے ساتھ کوشش کرتیں تو گزشتہ تجربہ بتا رہا ہے کہ زمینیں تیار تھیں اور وہ منتظر تھیں کہ کوئی اخلاص سے بھرا ہوا داعی الی اللہ پہنچے تو ہم یہ زمینیں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سپرد کر دیں۔ مگر انہوں نے پوری طرح ذمہ داریوں کو ادا نہیں کیا۔ بہر حال کچھ نے کیا اور کچھ نے نہیں کیا۔ اس کا مختصر جائزہ میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔

سینی گال، جس کا میں نے ذکر کیا تھا، یہ ملک جیسا کہ میں نے بتایا ہے، گیمبیا کے سپرد تھا اور گیمبیا کے داعیین الی اللہ نے وہاں مرکزی مربیان اور بعض لوکل مربیان کی نگرانی میں ایسا عمدہ کام کیا ہے کہ اس وقت خدا تعالیٰ کے فضل سے بیس نئے مقامات پر 972 بیعتیں ہو چکی ہیں۔ بڑی تیزی کے ساتھ جماعت میں داخل ہونے کا رجحان پیدا ہو رہا ہے اور امسال جماعت احمدیہ کو اپنی پہلی نئی مسقّف بیت الذکر تعمیر کرنے کی بھی توفیق ملی۔

گنی بساؤ بھی گیمبیا کے تابع تھا۔ جہاں خدا تعالیٰ کے فضل سے چار مقامات پر چوبیس بیعتیں ہو چکی ہیں۔ یہاں کی جو بڑی کامیابی ہے، وہ یہ ہے کہ ایک قصبہ کی واحد مسلم سوسائٹی کے نائب صدر اور ان کے صدر مبلغ گیمبیا کے جلسہ سالانہ میں شرکت کے لئے گنی بساؤ سے تشریف لائے اور اسی جلسے کے موقع پر خود بیعت کر لی۔ اور اس جذبے سے بھر کر واپس گئے ہیں کہ وہ انشاء اللہ تعالیٰ اپنے اثر و رسوخ کو کام میں لاتے ہوئے کثرت سے جماعت کا پیغام پھیلائیں گے۔ اسی طرح عربی مدرسہ کے ایک استاد بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت میں داخل ہوئے ہیں، جو کافی صاحب اثر ہیں۔

موریطانیہ بھی گیمبیا کے سپرد تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہاں بھی انہوں نے مایوس نہیں کیا۔ بلکہ امسال 7 بیعتیں موریطانیہ میں ہوئی ہیں۔ جن میں سے ایک یونیورسٹی کا فارغ التحصیل حافظ قرآن بھی ہے۔ پس جہاں تک گیمبیا کا تعلق ہے، انہوں نے اس لحاظ سے بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے غیر معمولی کامیابی حاصل کی۔

مالی بھی گیمبیا کے ماتحت تھا، یعنی اس کے سپرد کیا گیا تھا۔ لیکن یہاں ایک غالباً منصوبہ بندی میں غلطی ہوگئی۔ مالی کا گیمبیا سے فاصلہ بہت زیادہ ہے، وہاں کسی کو بھجوایا نہیں جا سکتا تھا۔ آئیوری کوسٹ اس کے ساتھ ہے، اس لئے مالی کو گیمبیا سے ہٹا کر آئیوری کوسٹ کے سپرد کر دیا۔ وہاں ہمارے نئے فارغ التحصیل جامعہ کے مربی عمر معاذ، جو انہی علاقوں سے تعلق رکھتے ہیں، ان کو بھجوایا گیا اور خدا تعالیٰ کے فضل سے امسال ان کے ذریعے وہاں دو صد بیعتیں ہو چکی ہیں اور کئی جماعتیں قائم ہو چکی ہیں۔

ایتھوپیا، کومورو آئی لینڈ، سیشلز اور صومالیہ کینیا کے سپرد تھے۔ اگرچہ ان ممالک میں سے صرف کومورو میں کینیا کے ایک دوست کو 2 بیعتیں کروانے کی توفیق ملی لیکن جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے، کینیا میں بیداری پیدا ہو رہی ہے اور یہاں کے داعیین الی اللہ بڑے جذبے کے ساتھ کام شروع کر چکے ہیں۔ بلکہ حال ہی میں ایک داعی الی اللہ عبدالمنان صاحب کو صومالیہ میں دعوت الی اللہ کرتے ہوئے قید کر لیا گیا اور بڑی خوشی سے انہوں نے چند دن کی قید بھی وہاں کاٹی۔ اور بڑے جذبے سے بھر کر اور پہلے سے زیادہ عزم لے کر وہ باہر نکلے کہ انشاء اللہ وہ اس متبرک اور مبارک کام سے باز نہیں آئیں گے۔

کومورو آئی لینڈ میں جو ہمارے داعی الی اللہ گئے، ان کو شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ یہاں تک کہ ان کے متعلق یہ خطرہ پیدا ہوا کہ پولیس ان کو حراست میں لے لے گی۔ چنانچہ جب ان کی کوئی پیش نہ گئی تو وہ دعائیں کرتے ہوئے کہ خدا تعالیٰ اپنے فضل سے کوئی سامان پیدا کرے، اپنا وقف کا عرصہ پورا کئے بغیر واپس آ رہے تھے، ہوائی جہاز میں کومورو کے ایک طالب علم سے گفتگو شروع ہوئی اور اس نے اتنی تیزی سے دلچسپی لینی شروع کی کہ سفر ختم ہونے سے پہلے اس نے بیعت کر لی۔ اور اس طرح سے ایک اور نوجوان بھی اس کے ذریعے سے شامل ہوا۔ یہ دو بیعتیں اس طرح ہوئی ہیں۔

سیشلز میں بھی ہمارے داعی الی اللہ گئے اور بڑی کامیابی سے وہاں رابطہ پیدا کیا ہے۔ اس رابطے کو اب وہ آگے بڑھا رہے ہیں اور امید ہے کہ جلد وہاں بھی جماعت قائم ہو جائے گی۔

برکینا فاسو، غانا کے سپرد تھا۔ گزشتہ سال یہاں باقاعدہ جماعت قائم ہو چکی ہے۔

گنی، یہ سیرالیون اور لائبیریا دونوں کے سپرد تھا۔لیکن جہاں تک گنی کا تعلق ہے، دونوں ممالک کو گنی میں ابھی تک کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔

زیمبیا کے سپرد چار ممالک تھے۔ ملاوی، بوٹسوانا، نامیبیا اور انگولا۔لیکن افسوس ہے کہ زیمبیا کی جماعت مستعد نہیں ہے۔اور ایک دوسرے کے درمیان ذاتی شخصیتوں کے اختلافات ہیں، جس کے نتیجے میں وہ جو فضا ہونی چاہئے، بھائی چارے اور محبت کی کہ ایک جماعت بنیان مرصوص بن کر کام کرے، اس کا فقدان ہے۔اور کچھ وقت میرا ضائع کرتے رہتے ہیں، ایک دوسرے کو سمجھانے پر۔کبھی ایک شکایت آ جاتی ہے کہ اس نے یہ کیا پھر دوسرے کی شکایت آ جاتی ہے کہ اس نے وہ کیا۔ مجھے اس سے کافی ذہنی کوفت بھی ہوتی ہے اور سمجھانا بھی پڑتا ہے"۔

"یوگنڈا میں جتنے کام کی گنجائش موجود ہے، ابھی تک وہاں پوری طرح انہوں نے اپنی کوششوں کو خدمت دین میں صرف کرنا شروع نہیں کیا۔ روانڈا ان کے سپرد تھا لیکن ابھی تک روانڈا کی طرف انہوں نے توجہ نہیں کی۔

ماریشس کے سپرد راڈرک آئی لینڈ، ری یونین مڈغاسکر، کیمرون اور سیشلز کے جزائر تھے۔ ماریشس کو خدا کے فضل سے راڈرک میں کامیابی ہو چکی ہے۔اور ابھی حال ہی میں سیشلز میں بھی انہوں نے ایک داعی الی اللہ بھجوایا ہے۔

تنزانیہ کے ماتحت چھ ممالک تھے۔ زنجبار، پینڈا، روانڈا، برونڈی، موزمبیق اور ملاوی۔ یہاں بھی مجھے افسوس ہے کہ تنزانیہ نے کوئی قابل ذکر کام نہیں کیا۔ حالانکہ مقامی طور پر ان میں نمایاں بیداری پیدا ہو چکی ہے۔اور گزشتہ چند سال پہلے مقامی طور پر وہاں کوئی توجہ نہیں تھی، دعوت الی اللہ کی۔ بلکہ ایک قسم کی مردنی سی چھائی ہوئی تھی۔ جب ان کو بلایا گیا تو بیدار ہوئے۔ داعی الی اللہ بھی اٹھے ہیں، بڑے زور کے ساتھ اور ملک کے اندر ان کو کامیابیاں ہونی شروع ہو گئی ہیں۔ میں امید رکھتا ہوں کہ انشاء اللہ وہ ملک سے باہر بھی پھیلیں گے اور دوسرے ممالک کو بھی احمدیت میں شامل کرنے کی کوشش کریں گے۔ ویسے جہاں تک چندہ دینے کا تعلق ہے، وہاں ایک صاحب پہلے سے احمدی ہیں، مکرم علی حمیصی صاحب اور ان کی اطلاع یہ ہے کہ ان کی کوششوں کے نتیجہ میں ایک پورا خاندان احمدیت میں داخل ہو چکا ہے۔ یہ بڑے ہی باہمت اور دلیر آدمی ہیں۔کئی دفعہ دعوت الی اللہ کے جرم میں پولیس ان کو قید کر چکی ہے اور قید سے نکلتے ہی پھر دوبارہ دعوت الی اللہ کا سلسلہ شروع کر دیتے ہیں۔

انہوں نے ایک دلچسپ اور ایمان افروز واقعہ بھی بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں: میری دعوت الی اللہ کے نتیجے میں ایک خاتون احمدی ہوگئیں۔ اور اس خاتون کے خلاف علماء نے سارے گاؤں میں آگ لگادی اور شدید گندے الزام جماعت احمدیہ پر بھی اور حضرت بانی سلسلہ پر بھی لگائے جانے لگے۔ اس خاتون کو اس حالت میں رات کو اٹھ کر رونے اور گریہ وزاری کی توفیق ملی۔ چنانچہ انہوں نے ایک مبشر رؤیا دیکھی۔ چنانچہ پہلے جوان پر ہلکا سا ابتلا کا دور تھا، تزلزل سا آیا ہوا تھا، اس رؤیا کے بعد خدا کے فضل سے وہ دور ہوگیا اور نہایت مضبوطی سے وہ قائم ہوگئیں۔ اور انہوں نے گاؤں میں یہ اعلان کیا کہ میں ساری عمر تمہارے ساتھ رہی لیکن کبھی ایسی مبشر رؤیا نہیں آئی۔ اور حضرت بانی سلسلہ کو چند دن ماننے کے نتیجے میں خدا نے مجھے اتنا بڑا پھل عطا فرما دیا ہے۔ اب تم جو چاہو کرو، میرے ٹکڑے ٹکڑے بھی کر دو گے تو میں احمدیت کو چھوڑنے والی نہیں۔ (نعرہ ہائے تکبیر۔ احمدیت زندہ باد)

فجی، فجی کے سپرد پورٹ ساؤتھ پیسیفک کے آٹھ جزائر تھے۔ لیکن افسوس ہے کہ سارے فجی کی جماعت کو تو وہاں کام کی توفیق نہیں ملی۔ اور ہمارے افتخار ایاز صاحب کو اکیلے اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہاں نمایاں خدمت کی توفیق عطا ہوئی۔ اس سلسلے میں، میں انشاء اللہ مزید تفصیل سے کچھ ذکر کروں گا"۔

حضور نے انڈونیشیا کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

"انڈونیشیا کے سپرد برونائی بھی تھا۔ انڈونیشیا کے ذریعہ تو برونائی میں کام نہیں ہو سکا لیکن خدا کے فضل سے کینیڈا میں ایک نوجوان، جو برونائی سے اعلیٰ تعلیم کے لئے گئے ہوئے تھے، انہوں نے کینیڈا میں احمدیت میں شمولیت کی اور بڑی تیزی سے اخلاص اور محبت میں ترقی کی۔ رخصتیں گزارنے کے لئے جب یہ برونائی جارہے تھے تو انہوں نے خود اس خواہش کا اظہار کیا کہ رمضان کا مہینہ وہ لنڈن میں میرے قریب گزارنا چاہتے ہیں اور عید کے بعد وہاں سے جائیں گے"۔

حضور نے فرمایا:۔

"چنانچہ بڑے شوق سے ہم نے ان کو دعوت دی اور یہ جواب رمضان گزرا ہے، انہوں نے پورے روزے بھی رکھے اور اعتکاف بھی بیٹھے۔ اور اعتکاف سے پہلے روزانہ میرے ساتھ سیر پر جا کر وہ مسائل کی گفتگو بھی کرتے رہے۔ اور خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت تیار ہو کر یہاں سے وہ برونائی گئے ہیں اور رخصتوں کے اختتام پر انشاء اللہ یہاں سے ہو کر گزریں گے۔ اور میں امید رکھتا ہوں کہ ان کو وہاں (برونائی میں) کامیابی نصیب ہوئی ہوگی۔

جاپان کے سپرد کوریا تھا۔ اگرچہ کوریا کے انہوں نے ایک دو دورے تو کئے ہیں اور وہاں خدا کے فضل سے زمین بھی اچھی ہے۔ مگر ابھی ان کو وہاں کامیابی نصیب نہیں ہوئی۔ اب انشاء اللہ یہ کوریا کے متعلق ایک خاص منصوبہ بنا رہے ہیں۔ اور میں امید رکھتا ہوں، خدا کے فضل سے کہ آئندہ سال اس کی خوشخبری دی جائے گی''۔

حضور نے فرمایا:۔

''امریکہ کے سپرد پانچ ممالک تھے۔ میکسیکو، گوئٹے مالا، ڈومینیکن ری پبلک، ہیٹی اور پانامہ۔ افسوس ہے کہ امریکہ کی جماعت اتنی بڑی ہونے کے باوجود اور کئی پہلوؤں سے آگے ہونے کے باوجود بھی دعوت الی اللہ میں پیچھے ہے۔ مقامی طور پر بھی پیچھے ہے اور بیرونی طور پر تو ذکر ہی کوئی نہیں۔ اس لئے چند خطوط تو انہوں نے وہاں سے لکھے ہیں، جس کی انفرادی طور پر تو مجھے اطلاع ملتی رہی ہے۔ لیکن کوئی کام نہیں ہو سکا۔ البتہ اب ہو سکتا ہے کہ یہ بھی الیاس صاحب کے ساتھ شامل ہونے کی کوشش کریں۔

سورینام میں بھی کوئی کام نہیں ہوا۔

سویڈن کا بھی وہی حال ہے، جو زمبابوے کا ہے۔ ایک حصہ تو خدا کے فضل سے اب سنبھل گیا ہے۔ لیکن سارا سال ایک دوسرے کے خلاف شکائتیں سر دردیاں خواہ مخواہ کی اور بہت ہی تکلیف میں مبتلا رکھا ہے، ان لوگوں نے۔ اور خود پھیل نہیں رہے، کوئی برکت نہیں ہے۔ جماعت میں ایک دوسرے کے خلاف باتیں، ایک دوسرے کے خلاف شکوے۔ ایک حصہ میں اب خدا کے فضل سے جو مالمو کا علاقہ ہے، وہاں نئی زندگی کے آثار ہیں۔ اجتماعیت دکھائی دینے لگی ہے۔ اور میں امید رکھتا ہوں کہ انشاء اللہ وہاں سے اب اپنے فضل سے نئی کونپلیں نکلیں گی۔ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ سویڈن کو بھی اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے اور نئے دور کے تقاضے پورے کرنے کی توفیق عطا فرمائے''۔

حضور نے فرمایا:۔

''ناروے جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں، خدا کے فضل سے نہایت ہی عمدہ کام کر رہا ہے۔ مقامی طور پر بھی دعوت الی اللہ میں بہت پیش پیش ہے اور بیرونی طور پر بھی خدا کے فضل سے دوسری قوموں سے رابطے میں بہت ہی نمایاں ہے۔ عربوں میں دعوت الی اللہ کے لحاظ سے اس سال انہوں نے بہت ہی کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ بہت اچھے اچھے تعلیم یافتہ عرب بھی ان کے ذریعے شامل ہوئے ہیں اور اخلاص میں ترقی کر رہے ہیں۔ پولینڈ سے بھی ان کا رابطہ ہے۔ فن لینڈ سے بھی رابطہ ہے۔ روس سے بھی ان کا رابطہ

ہے۔ اور یہاں جو ہمارے مرکزی مربی ہیں، ان کو خدا تعالیٰ نے یہ لگن عطا فرما دی ہے۔ خدا ان کی مزید نصرت فرمائے، آمین۔ اس کے علاوہ ہمارے وہاں کے جو دوست خصوصیت کے ساتھ دعاؤں کے محتاج ہیں، وہ ہیں، مقصود ورک صاحب۔ جب سے وہ شعبہ اصلاح وارشاد کے سیکرٹری بنے ہیں، وہاں دعوت الی اللہ میں بہت غیر معمولی ترقی ہوئی ہے اور اس میں بہت زیادہ ان کی ذاتی کوششوں کا دخل ہے۔ خود تو وہ اتنا زیادہ دینی علم نہیں رکھتے لیکن وہ لوگوں کو بیت الذکر تک لانے میں بڑی کوشش کرتے ہیں اور اکثر جو کامیاب کوششیں ہیں، ان کا آغاز ان کی ذاتی محنت اور کوشش کے نتیجے میں ہوا۔ اور بھی بہت سے داعی الی اللہ ہیں، جو کثرت سے اپنے پاؤں پر کھڑے ہو گئے ہیں اور اپنی حتی المقدور کوشش کر رہے ہیں۔

ضرورت یہ ہے کہ ملکوں میں یہ رو پیدا کی جائے کہ داعیین الی اللہ کی تعداد بڑھاتے چلے جائیں۔ چند داعیین الی اللہ جب پیدا ہو جاتے ہیں، اس کی برکتیں بھی ہیں اور بعض دفعہ ایک ضمنی سا نقصان بھی ہے۔ وہ یہ کہ ان کی کوششوں کی طرف مربی توجہ مرکوز کر دیتا ہے، ان کی کامیابیوں کا ذکر بڑی شان سے رپورٹوں میں کرتا ہے اور دھوکا یہ لگتا ہے کہ سارا ملک خدمت کر رہا ہے۔ حالانکہ جب آپ تلاش کر کے دیکھتے ہیں تو یہ پتہ چلتا ہے کہ سارے ملک میں صرف دو، تین احمدی دوست ہیں، جو غیر معمولی کام کر رہے ہیں۔ اگر دو، تین کو خدا اتنی توفیق بخش رہا ہے تو مزید اگر ان کے ساتھ شامل ہو جائیں اور اس ٹیم کو اور اس گروہ کو پھیلانا شروع کر دیں تو زبردست کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔ آپ کو اندازہ نہیں ہے کہ خدا نے آپ کو کتنی طاقت بخشی ہوئی ہے۔ ساری دنیا کی جماعت اگر پوری طرح مستعد ہو جائے تو حیرت انگیز انقلابی تبدیلیاں رونما ہونا شروع ہو جائیں۔ میرا یہ اندازہ ہے، یہ ہمارا سوواں حصہ بھی اس وقت صحیح معنوں میں دعوت الی اللہ کے میدان میں مستعد نہیں۔ اور جتنا مستعد ہے، اس کو خدا تعالیٰ اپنے فضل سے غیر معمولی کامیابیاں عطا فرما رہا ہے۔ تو جو قصور ہے، ہمارا ہے۔ ہوا بھی چل رہی ہے۔ اللہ اپنے فضلوں سے پھل دینے کے لئے تیار بیٹھا ہے۔ مگر اگر ہاتھ بڑھانے والے بھی نہ ہوں تو اس کا کیا علاج کیا جا سکتا ہے۔

ہالینڈ کے سپرد لکسمبرگ تھا اور ایک جزیرہ کوراگو۔ فہیم احمد ہمارے بڑے مخلص اور دعوت الی اللہ کا شوق رکھنے والے احمدی نوجوان ہیں۔ انہوں نے کوراگو میں ایک عرب امام مسجد سے رابطہ کر رکھا ہے۔ اور خط و کتابت بھی ہے اور لٹریچر بھی بھجوایا جا رہا ہے۔ اور امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ خدا وہاں احمدیت کو داخل فرما دے گا۔ لکسمبرگ کا جہاں تک تعلق ہے، انہوں نے اخبارات سے رابطہ کیا، اعلانات بھی شائع کئے، واقفین عارضی بھی بھجوائے۔ لیکن بڑا ہی دنیا دار شہر ہے۔ ایک چھوٹی سی حکومت ہے، بالکل ایک شہر اور اس

کا بیرونی علاقہ، وہاں ابھی تک صحیح معنوں میں توجہ نہیں ہوئی۔ لیکن اب معلوم ہوا ہے کہ بعض لوگوں نے لٹریچر کا مطالبہ شروع کر دیا ہے۔

ڈنمارک بھی بدقسمتی سے بیلجیئم کی طرح ان ممالک میں ہے، جو دعوت الیٰ اللہ میں پیچھے ہیں۔

سپین کے سپرد مراکش، الجزائر اور اٹلی میں کام تھا۔ اور جہاں تک ان کی رپورٹوں سے میں نے جائزہ لیا ہے، یہ مسلسل محنت اور توجہ کے ساتھ ان ممالک میں احمدیت کے نفوذ کی کوششیں کرتے چلے آ رہے ہیں۔ ان کے ذریعے مراکش کے مسافروں میں بہت دعوت الیٰ اللہ ہوئی ہے اور الجزائر کے مسافروں میں بھی۔ ان کی دقت یہ ہے کہ جو مسافر یہاں سے گزرتے ہوئے ستانے کے لئے کچھ دیر بیت الذکر میں ٹھہرتے ہیں، ان تک تو یہ بڑی عمدگی سے پیغام پہنچا دیتے ہیں۔ لیکن جب وہ گزر جاتے ہیں تو ان سے دوبارہ رابطہ ان کے بس میں نہیں۔ اس لئے وہ ان کے پتہ جات ہمیں بھیج دیتے ہیں۔ پھر ہم وہاں کے مقامی دوستوں کو ان کے متعلق لکھتے ہیں۔ اور اس لحاظ سے کوئی غیر معمولی کامیابی ان کو نصیب نہیں ہوئی۔ مگر محنت کر رہے ہیں۔ البتہ ایک اور ملک میں غالباً روانڈا یا کوئی اور جگہ تھی، وہاں خدا کے فضل سے انہی مسافروں میں سے ان کو کامیاب دعوت الیٰ اللہ کی توفیق ملی۔ اور اگر چہ ان کا ایسا مؤثر رابطہ تو نہیں رہا لیکن جس شخص کو سپین میں احمدی ہونے کی توفیق ملی، وہ خدا کے فضل کے ساتھ بہت ہی مخلص اور گہری دلچسپی لینے والا تھا۔ چنانچہ اس نے اپنے طور پر اپنے ملک میں جا کر دعوت الیٰ اللہ دی، جاری رکھی اور ایک پوری جماعت قائم کی۔ چنانچہ اس کا مجھے ایک خط ملا کہ اس طرح میں سپین کے ذریعہ احمدی ہوا تھا اور اس وقت میں سو اور احمدی بنا چکا ہوں۔ اب ہمیں تربیت کی ضرورت ہے۔ آپ جلد از جلد کوئی مستقل مربی بھیجیں ورنہ اگر میں صحیح تربیت نہ کر سکا تو قصور وار میں نہیں ہوں گا۔ تو اس طرح بھی خدا تعالیٰ اپنے فضل سے پھل عطا فرماتا چلا جا رہا ہے۔

براعظم افریقہ میں گزشتہ سال مشن ہاؤسز اور بیوت الذکر کے قیام کی غرض سے جو کوشش کی گئی ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ 31 نئی عمارتیں اور قطعات گزشتہ ایک سال میں حاصل کر لئے گئے ہیں۔ ان میں سے نائیجیریا، سیرالیون، کینیا، یوگنڈا، آئیوری کوسٹ، تنزانیہ اور زائر میں پندرہ نئے مشن ہاؤسز قائم ہوئے ہیں۔ اور آئیوری کوسٹ، یوگنڈا، گیمبیا اور زائر میں سولہ نئے قطعات خریدے جا چکے ہیں''۔

حضور نے اس مرحلہ پر فرمایا کہ

''وقت تیزی سے گزر رہا ہے اور رپورٹیں ابھی بہت پڑی ہیں، اس لئے کچھ حصہ چھوڑنا پڑے گا اور اختصار کرنا پڑے گا''۔

حضور نے فرمایا:۔

''نئی جو عمارتیں خریدی جاتی ہیں یا نئے جو پلاٹ خریدے جاتے ہیں، ان میں بعض مشکلات بھی ہوتی ہیں۔ ہمارے مربیان وغیرہ بڑے اخلاص اور جوش سے لکھتے ہیں کہ بہت اچھا سودا ہو رہا ہے اور توقع رکھتے ہیں کہ فوراً اجازت دے دی جائے۔ اور میری طبیعت اس پر مائل نہیں ہوتی کہ اندھیرے میں اجازت دوں۔ میں چاہتا ہوں کہ مجھے پوری طرح کوائف سے آگاہ کریں، حالات سے واقف کریں۔ اس لئے ان کے نزدیک بعض دفعہ اچھے سودے ہاتھ سے نکل بھی جاتے ہیں۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا تصرف کام کرواتا ہے اور وہی سودے ہاتھ سے نکلتے ہیں، جن کا لینا مناسب نہیں ہوتا۔ مجھے اتنا پتہ ہے کہ ایک موقع پر جب میں نے مربی کے اصرار پر اور شدید اصرار پر اجازت دے دی کہ آپ زمین اور یہ مشن خرید لیں۔ تو اس کے بعد خدا تعالیٰ نے میرے ذہن میں یہ وہم ڈالا اور میں نے ان کو حکم دیا کہ بالکل نہ خریدیں۔ اس سے پہلے رقم بھی ان کو بھجوا چکے تھے۔ اس تجربے کا ذکر کرتے ہوئے متعلقہ مربی لکھتے ہیں کہ ہم نے امبالے مشن کے لئے ایک عمارت دیکھی تھی، جو عین شہر کے وسط میں تھی اور اس کی خرید کے لئے رقم کی منظوری بھی مرکز سے مل گئی تھی۔ عین اس وقت جب معاہدہ ہونے والا تھا، ہمیں امام جماعت احمدیہ کی ہدایت پہنچی کہ فوراً اس کام کو روک دیں اور یہ عمارت نہ خریدیں۔ چنانچہ ہم نے یہ معاہدہ روک دیا اور یہ عمارت نہ خریدی۔ اللہ تعالیٰ کے عجیب کام ہیں کہ ادھر مرکز سے یہ عمارت نہ خریدنے کا حکم ملا اور ادھر امبالے شہر کی ٹاؤن کونسل نے جماعت کو شہر کے عین وسط میں دس ایکڑ کا پلاٹ مفت دینا منظور کر لیا۔ (نعرہ ہائے تکبیر۔ احمدیت زندہ باد) اور پھر صرف یہی نہیں۔ اگلی بات وہ یہ لکھتے ہیں کہ اس کے چند دن کے بعد ہمیں پتہ چلا کہ جو عمارت ہم خریدنے لگے تھے، اس میں دھوکا تھا۔ وہ کسی اور کی عمارت تھی اور کوئی اور بیچ رہا تھا۔ اور ہمارے سارے پیسے ضائع ہو جاتے اور ہمیں زمین کا ایک چپہ بھی نہ ملتا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ اپنی تائید کے ساتھ جماعت کو غلطیوں سے بچاتا ہے۔ خدا کی یہ تائید شامل حال رہی تو انشاء اللہ اس جماعت کو کوئی دھوکے باز دنیا میں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

گیمبیا سے جو ایک خوشی کی خبر ہے، وہ یہ ہے کہ وہاں یہ رو چلی ہوئی ہے کہ جو نئے احمدی ہوتے ہیں، وہ مالی قربانی میں بڑی تیزی سے آگے بڑھتے ہیں اور اس طرح وہ جماعت کو بیت الذکر اور مشن ہاؤسز کے لئے پلاٹ تحفے کے طور پر پیش کر رہے ہیں۔

اسی طرح سیرالیون اور آئیوری کوسٹ میں بھی ایسے واقعات ہیں۔ مثلاً آئیوری کوسٹ میں ایک احمدی دوست نے ایک بنا بنایا مکان اور اس کے ساتھ پلاٹ، یہ چار سو مربع میٹر کا پلاٹ ہے، جو انہوں نے بڑے اخلاص کے ساتھ جماعت کو پیش کیا ہے۔ اس میں چھ کمرے پہلے سے تعمیر شدہ موجود ہیں۔

اپا سے گاؤں میں 50 ایکڑ زمین کالج اور ہسپتال اور ایگری کلچر فارم (زراعتی فارم) کے لئے چیف نے تحفۃً پیش کی۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ سارے تحائف بھی شامل کر لئے جائیں اور پلاٹ شامل کر لئے جائیں تو افریقہ کے 18 ممالک میں اب 162 مشن ہاؤسز قائم ہو چکے ہیں۔

اس کے بعد توالو کا ذکر کرتے ہوئے حضور نے فرمایا:۔

''توالو میں جیسا کہ میں نے پہلے بیان کیا، 1985ء میں جون کے مہینے میں پہلی بیعت ہوئی۔ اور ابھی بمشکل دو سال گزرے ہیں۔ مارچ 1986ء تک یہ تعداد 30 ہو چکی تھی۔ جب ہمارے رضا کار مربی اپنی رخصت پر تشریف لائے، اس وقت کم وبیش اتنی ہی تعداد تھی۔ میں نے ان سے کہا کہ با قاعدہ جماعت کو وہاں رجسٹر کرائیں تا کہ ہم تیزی سے وہاں کام شروع کریں۔ مشن ہاؤس تعمیر کریں، خوبصورت بیت الذکر تعمیر کریں۔ انہوں نے کہا کہ قانون یہ ہے کہ جب تک پچاس بالغ ممبر نہ ہوں، اس وقت تک گورنمنٹ رجسٹر نہیں کرتی۔ چنانچہ یہاں سے جب وہ گئے تو ان کی وہاں سے اطلاع آئی کہ خدا کے فضل سے آتے ہی نئی بیعتیں ہوئی ہیں اور 52 بالغ مرد اب مل گئے ہیں ہمیں اور ہم نے رجسٹری کی درخواست دے دی ہے۔ چونکہ جماعت احمدیہ کو خدا کے فضل سے وہاں پر تیزی سے کامیابی نصیب ہو رہی تھی، اس لئے چرچ نے مخالفت شروع کر دی۔ اور جو محکمہ رجسٹری کروانے کے لئے مقرر ہے، اس کے کلرک پر بھی اس مخالفت کا اثر تھا۔ قانون یہ تھا کہ پچاس آدمی کی ہی درخواست دی جائے۔ افتخار صاحب نے غلطی سے 52 آدمیوں کے ہی نام لکھ دیئے۔ اس کلرک کو چونکہ قانون کا پتہ تھا، اس نے جب منسٹر کے سامنے یہ درخواست پیش کی تو ان میں سے دو پر اعتراض لگا دیا اور منسٹر کو یہ کہا کہ پورے پچاس نہیں ہوئے، 48 رہ گئے ہیں۔ اس نے کہا: 50 ہونے ضروری ہیں۔ دو پر مجھے اعتراض ہے، جو درست ہے۔ اس لئے اس کی رجسٹریشن ابھی نہیں ہو سکتی۔ منسٹر نے ان کو فون کیا اور بلوایا اور کہا: دیکھو میں مجبور ہوں۔ کوئی مخالفت کی بات نہیں، قانونی دقت ہے۔ انہوں نے کہا: ذرا فہرست گنیں تو سہی، وہ باون تھے، جو میں نے لکھے تھے۔ دو نکل گئے، پچاس پھر باقی رہ گئے۔ چنانچہ اسی وقت منسٹر نے اس کی منظوری دے دی۔ اور اس کے بعد خدا تعالیٰ کے فضل سے اور بھی بیعتیں ہوئیں۔ اور اب جو توالو سے دو نمائندے تشریف لائے ہوئے ہیں، انہوں نے بتایا ہے کہ اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے دو سو کی جماعت وہاں قائم ہو چکی ہے۔ اس رجسٹریشن کے بعد مخالفت کا ایک شور برپا ہو گیا۔ اور اسمبلی میں عیسائیوں کی طرف سے شدید اعتراض اٹھائے گئے اور حکومت پر نکتہ چینی کی گئی کہ آپ نے کیوں ایک نئے مذہب کو خواہ مخواہ یہاں لا کر فتنہ وفساد کا سامان پیدا کیا

ہے؟ اور ہرگز آپ کو رجسٹریشن نہیں کرنی چاہیے تھی۔ پرائم منسٹر نے بڑی مضبوطی کے ساتھ جماعت کی تائید میں بیان دیا۔ اور یہ اعلان کیا کہ (ویسے تو اس کا اپنا مذہب بھی عیسائیت ہے۔ مگر اس نے وہاں یہ کہا) کہ میں آپ کو یہ مشورہ دیتا ہوں کہ جو عیسائی ہیں، وہ عیسائیت کے قانون کی پیروی کرتے رہیں، ہم بحیثیت حکومت توالو کے قانون کی پیروی کرتے رہیں گے۔ اور اس میں عیسائیت کو دخل دینے کی اجازت نہیں دیں گے۔ اس لئے جماعت احمدیہ ٹھیک رجسٹر ہوئی ہے اور قائم رہے گی۔ اس بیان پر گورنر جنرل نے پرائم منسٹر کو مبارک باد کا فون کیا اور کہا کہ میں ڈر رہا تھا کہ کہیں تم کوئی کمزور پوزیشن نہ لے لو۔ تم نے بہت اچھا کام کیا ہے اور جائز فیصلہ کیا ہے۔ پس خدا کے فضل سے جہاں اللہ تعالیٰ کامیابیاں عطا فرما رہا ہے، وہاں فرشتوں کے ذریعے لوگوں کو انصاف پر قائم ہونے کی بھی قوت بخش رہا ہے۔ صرف بدنصیبی یہ ہے کہ بعض اپنے ممالک سے ہمیں یہ شکوہ ہے کہ اسلام کی انصاف کی اعلیٰ تعلیم پر عمل پیرا نہیں۔ اور وہ لوگ، جو اسلام سے تعلق نہیں رکھتے، وہ بڑی شان کے ساتھ اسلام کی عدل کی تعلیم پر عمل کر رہے ہیں۔

یہاں توالو میں جو بیعتیں ہوئی ہیں، ان میں خدا کے فضل سے بڑے تعلیم یافتہ بااثر لوگ بھی شامل ہیں۔ اور ان کی پبلک سروس کمیشن کے پریذیڈنٹ بھی بیعت کر کے جماعت میں شامل ہو چکے ہیں اور پولیس کے وہ افسر، جن کی گورنر جنرل کے ساتھ ڈیوٹی ہے، وہ بھی جماعت کے ساتھ شامل ہیں۔ اور یہ دونوں دوست آج جماعت توالو کے نمائندہ کے طور پر یہاں آئے ہوئے ہیں"۔

اس مرحلے پر حضور نے ان دونوں دوستوں کو ارشاد فرمایا کہ وہ اٹھ کر کھڑے ہوں تا کہ احباب ان کو دیکھ سکیں۔ اس پر یہ دونوں مخلص احمدی احباب اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ ان دوستوں کو دیکھ کر جملہ احباب خوشی و مسرت سے بے خود ہو گئے اور جلسہ گاہ کا وسیع و عریض پنڈال احمدیوں کے جوش و جذبے سے بھرے ہوئے نعرہ ہائے تکبیر سے لرزنے لگا۔ حضور نے ان احباب کا تعارف کرواتے ہوئے حاضرین جلسہ کو بتایا کہ

"ان میں سے جو دوست نسبتاً حاضرین کی طرف کھڑے ہیں، وہ وہاں کی پبلک سروس کمیشن کے چیئرمین ہیں اور انہوں نے جب سے احمدیت قبول کی ہے، مسلسل خدمت دین کے لئے وقف ہیں۔ ان کی زباندانی کی صلاحیت نہایت اعلیٰ درجہ کی ہے۔ انگریزی پر بھی عبور ہے اور مقامی زبان پر بھی۔ چنانچہ اس وقت سے جماعت احمدیہ کے لٹریچر کے تراجم کر رہے ہیں۔ اور قرآن کریم کی جو منتخبہ آیات کا ترجمہ تھا، اس کی بھی انہی کو توفیق ملی ہے۔ ان کے ساتھ جو دوسرے دوست ہیں، وہ پولیس کے وہ افسر ہیں، جو گورنر جنرل

کے ساتھ متعین ہیں۔انہوں نے مجھے یہاں آنے سے کچھ عرصہ پہلے خط لکھا کہ جب سے میں احمدیت میں داخل ہوا ہوں، میرا دل پولیس سروس سے اچاٹ ہو چکا ہے۔ مجھے اول ترین جو ریٹائرمنٹ مل سکتی ہے، وہ فلاں تاریخ کو ہے۔ میری یہ درخواست قبول کریں کہ مجھے اول ترین ریٹائرمنٹ قبول کرنے کی اجازت دیں اور پھر جماعت احمدیہ کی خدمت کے لئے مجھے وقف سمجھیں۔(نعرہ ہائے تکبیر)

عجیب ہوا ہے اللہ تعالیٰ کی جو ہر طرف چل رہی ہے۔ یہاں مشن کی تعمیر کا منصوبہ خدا تعالیٰ کے فضل سے مکمل ہو چکا ہے۔رقم بھی بھجوادی گئی ہے۔امید ہے انشاء اللہ جلد ہی کام شروع ہو جائے گا"۔

(مطبوعہ ضمیمہ ماہنامہ خالد ستمبر 1987ء)

## قسط نمبر 03

"براعظم یورپ میں نئی عمارات اور قطعات کی خرید کا جہاں تک تعلق ہے، خدا تعالیٰ کے فضل سے امسال دو رہائشی عمارتیں خریدنے کی توفیق ملی اور دو جگہ بہت ہی اچھے قطعات حاصل کرنے کی توفیق ملی۔ جن میں انشاء اللہ بہت خوبصورت اور وسیع بیوت الذکر بنانے کا پروگرام ہے۔ ان میں سے ایک تو غرناطہ کے مقام پر پچاس ہزار میٹر کا رقبہ ہے، جو سڑک غرناطہ کو میڈرڈ (دارالخلافہ) سے ملاتی ہے، اس پر واقع ہے۔ بالکل ساتھ جڑی ہوئی جگہ ہے۔ اور دوسری جگہ سے نسبتاً اونچی ہے۔ اور وہاں جب انشاء اللہ بیت الذکر بنے گی تو دور دور تک خدا تعالیٰ کے فضل سے لوگ اس کا نظارہ کریں گے۔ اور وہاں کی کونسل کی شرافت ہے کہ انہوں نے متفقہ طور پر حکومت سے سفارش کر دی ہے کہ ہمیں کوئی اعتراض نہیں، انہیں بیت الذکر بنانے کی اجازت دی جائے۔ چونکہ سودا مشروط کیا گیا ہے، اس لئے امید ہے کہ جب بھی حکومت سے اجازت ملے گی، ہم اس کا قبضہ لے لیں گے۔

آئرلینڈ ایک نیا ملک ہے، جس میں اس سے پہلے ہمارا کوئی مشن قائم نہیں تھا۔ یہاں بھی ایک بہت ہی وسیع رقبہ، ایک نہایت خوبصورت جگہ، "گال دے" ایک بہت ہی اہم قصبہ ہے، آئرلینڈ کے مغربی کنارے پر، اس سے پانچ میل کے فاصلے پر اورین دامیں واقعہ ایک رہائشی علاقہ کے اندر، یہ ایک بہت بڑا پلاٹ ہے، جو خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت سستی قیمت پر مل گیا۔ تیس ایکڑ زمین صرف ڈیڑھ لاکھ پاؤنڈ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے مل گئی ہے۔ اور یہاں امکان ہے کہ آئندہ چند سالوں میں اس پلاٹ کو بھی رہائشی علاقہ قرار دے دیا جائے گا۔ اس نیت سے میں نے یہ جگہ لی ہے کہ ابھی چونکہ وہاں بڑی جماعت نہیں ہے، چند سال انتظار کرتے ہیں، ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ توفیق دے تو اس پلاٹ کا چھوٹا سا حصہ بیچ کر ایک شاندار بیت الذکر اور مشن ہاؤس تعمیر کیا جائے۔

امریکہ میں اس پہلو سے خدا کے فضل سے بہت اچھا کام ہوا ہے۔ اور مکرم شیخ مبارک احمد صاحب امیر جماعت امریکہ کی افسردگی دور کرنے کی خاطر میں ان کے کام کا اچھا پہلو بھی آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ گزشتہ سال میں نے جماعت کو بتایا تھا کہ امریکہ میں پانچ نئے مراکز کی تعمیر کی تحریک تین سال قبل کی گئی تھی لیکن ساتھ ہی میں نے اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ ذمہ داری پانچ کی ڈال رہا ہوں۔ مگر میری دلی تمنا ہے کہ دس ہو جائیں تو بہتر ہے۔ اور صرف دو سال میں مکرم شیخ صاحب کو بہت ہی عمدہ خدمت کی توفیق ملی۔ اور بڑے پیار کے ساتھ انہوں نے تحریکیں کیں اور بڑے زور کے ساتھ تحریکیں کیں۔ ان کے اندر پیار اور زور کا ایک بہت ہی عمدہ توازن موجود ہے۔ اس لئے جتنے زور سے وہ بات کریں، پیار کا عنصر شامل رہتا ہے۔ چنانچہ ان کی تحریک کے نتیجے میں ایسے دوست بھی، جو پہلے چندوں سے نا آشنا تھے، وہ بڑی تیزی سے قربانی میں آگے بڑھے اور انفرادی طور پر بڑے اچھے اچھے شاندار نمونے انہوں نے دکھائے۔ دس مقامات پر نہ صرف زمین لی گئی بلکہ گیارہواں مرکز بھی قائم ہو گیا۔ اب سال رواں میں جو مزید مراکز قائم کئے گئے ہیں یا جگہیں خریدی گئیں یا عمارتیں لی گئیں، ان کو شامل کر کے یہ تعداد خدا کے فضل سے سترہ ہو چکی ہے۔ اور بعض جگہ بڑے بڑے وسیع رقبے حاصل کئے گئے ہیں اور وسیع عمارتوں کے نقشے بنائے گئے ہیں۔ اور اللہ کے فضل سے ان پر کام شروع ہو چکا ہے۔ اور امید ہے کہ اللہ کے فضل سے وہاں بعض نئی بیوت الذکر منصۂ شہود پر ابھریں گی۔

بیوت الذکر کے قیام کی طرف اور نئی بیوت الذکر کی تعمیر کی طرف جیسا کہ آپ جانتے ہیں، میری توجہ اس لئے پیدا ہوئی تھی کہ ہمیں تو قرآن کریم کا حکم ہے کہ

فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ

پاکستان کے علماء کا دین کی خدمت کا جو تصور ہے، وہ جو بھی ہو، وہ ان کا اپنا تصور ہے۔ انہوں نے دین کی خدمت کا تصور یہ باندھا کہ بیوت الذکر مسمار کی جائیں۔ اب بیوت الذکر مسمار کرنے کے کام میں تو کوئی احمدی شامل نہیں ہو سکتا، مقابلہ کیسے کرے؟ تو اس پر مجھے خیال آیا کہ اس کا جواب یہی ہے کہ ہم بیوت الذکر تعمیر کریں۔ چنانچہ جماعت احمدیہ کو میں نے تحریک کی کہ بیوت الذکر کی تعمیر کی طرف توجہ دو۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اسی کا نتیجہ ہے کہ پاکستان میں ہونے والے بعض ناخوشگوار واقعات کے نتیجہ میں خدا نے رحمتوں کا جو پھل عطا فرمایا ہے، وہ نئی بیوت الذکر کے قیام کی صورت میں ہے۔

امسال مشن ہاؤسز اور قطعات کے علاوہ جو نئی بیوت الذکر تعمیر ہو چکی ہیں یا ہو رہی ہیں، ان کی تعداد 136 ہے۔ ان میں سے 73 بیوت الذکر اس وقت پایۂ تکمیل کو پہنچ چکی ہیں اور 63 بیوت الذکر اس

وقت زیر تکمیل ہیں۔ چنانچہ جس وقت میں نے اعلان کیا تھا کہ ان کی مخالفانہ کارروائیوں کا جواب سوائے اس کے ہم کچھ نہیں دیں گے کہ بیوت الذکر کی تعمیر کی طرف توجہ دیں۔ اس اعلان کے بعد سے اب تک خدا کے فضل سے جماعت احمدیہ کو دنیا بھر میں 374 بیوت الذکر بنانے کی توفیق ملی ہے۔ گویا اگر آپ پاکستان میں منہدم بیوت الذکر کو شمار کریں تو وہ چار ہیں۔ تو خدا کے فضل سے گویا کہ اللہ کی تقدیر یہ اعلان کر رہی ہے کہ اگر تم پاکستان میں جماعت احمدیہ کی ایک بیت الذکر گراؤ گے تو خدا تعالیٰ دنیا بھر میں جماعت کو 100 بیوت الذکر عطا فرمائے گا''۔ (نعرے)

حضور نے فرمایا:۔

''ان بیوت الذکر، جن کا میں نے ذکر کیا ہے، ان کے علاوہ وہ بیوت الذکر ہیں، جن کا میں نے ابھی یہ کہہ کر ذکر کیا تھا کہ گاؤں کے گاؤں احمدی ہو رہے ہیں اور ان کے ساتھ بیوت الذکر بھی آرہی ہیں۔ چنانچہ نئے احمدی ہونے والوں کے ساتھ جو بیوت الذکر ہمیں ملی ہیں، ان کی تعداد 28 ہے۔ جو ان بیوت الذکر کے علاوہ ہیں۔ کیونکہ پورا گاؤں یا گاؤں کی اکثریت احمدی ہوئی، اس لئے بنی بنائی بیت الذکر ان کے ساتھ آئی۔ وہ 28 ملا لیں تو چار سو کی تعداد پوری ہو جاتی ہے۔ چار کے مقابل پر چار سو کی تعداد۔ لیکن آج ہی لیٹ نیوز ملی ہے کہ سیرالیون کے ملک میں حال ہی میں دس گاؤں اپنی بیوت الذکر سمیت احمدیت میں داخل ہو گئے ہیں۔ (نعرے)

اب میں داعیین الی اللہ کا کچھ بطور خاص بھی ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ جو رپورٹیں میں آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں، ان میں ضمناً ان کا ذکر ملتا ہے۔ داعیین الی اللہ جو کارروائی کر رہے ہیں، اس کے نتیجے میں جو دلچسپ واقعات سامنے آتے ہیں، آپ کا حق ہے کہ آپ کو ان کا علم ہو، آپ بھی ان سے لذت پائیں۔ خصوصاً پاکستان سے جو دل دکھے احمدی آئے ہیں، ان کی خوشی کی خاطر میں چاہتا ہوں کہ یہ ایمان افروز واقعات آپ کو بتاؤں۔ اور آپ کو بتاؤں کہ آپ کی قربانیاں رائیگاں نہیں جا رہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل فرما رہا ہے۔ ان کے عظیم الشان بدلے ساری دنیا کی جماعتوں کو عطا ہو رہے ہیں۔ اور یقیناً اس میں آپ کی رسا آہوں کا دخل ہے۔ آپ کی قربانیوں کی قبولیت کے یہ نشان ہیں، جو شاندار کامیابیوں کی صورت میں تمام دنیا کو عطا ہو رہے ہیں۔

امیر صاحب گیمبیا لکھتے ہیں کہ ہمارے دو داعیین الی اللہ تو ایسے عاشق ہیں اپنے کام کے کہ کوئی موقع نہیں چھوڑتے۔ کوئی سفر ایسا نہیں ہوتا، جس میں وہ ساتھ نہ چل پڑیں۔ اور دور نزدیک جن دیہاتوں میں بھی ان کی واقفیت ہے یا جہاں ان کے عزیز بستے ہیں، وہاں ہمہ وقت مصروف کار رہتے ہیں۔ کہتے

ہیں: ان کو خدا تعالیٰ ان کی کوششوں کا پھل بھی بڑا دے رہا ہے۔ جہاں جاتے ہیں، ان کی زبان میں بڑا اثر ہوتا ہے۔ خدا ان کی تائید کرتا ہے۔ ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہیں کہ ایک گاؤں میں جب یہ پہنچے تو وہاں کے امام نے وہاں لوگوں کو اکٹھا کیا اور سب کو دعوت دی کہ ان کی بات غور سے سنو اور اگر تمہیں پسند آئے اور تم درست سمجھو تو اسے قبول کرو۔ چنانچہ اسی ایک مجلس میں امام صاحب سمیت سارا گاؤں احمدی ہو گیا۔ اسی طرح اس کے ساتھ لاکھور، جاکوئی اور سنیان تین گاؤں پورے کے پورے، وہ بھی بعدازاں انہی داعیین الی اللہ کی کوششوں سے احمدی گاؤں بن گئے۔

اسی طرح سینی گال میں بھی داعیین الی اللہ بڑے عزم کے ساتھ اور اخلاص کے ساتھ حرکت میں آچکے ہیں۔ اور وہ لکھتے ہیں کہ جو ہزار، بارہ سو کے قریب بیعتیں اس سال ہوئی ہیں، ان میں داعیین الی اللہ کا ہی بڑا دخل ہے۔ ایک بات میں آپ کو بتا دوں کہ عموماً یہ پروپیگنڈہ احمدیوں کے خلاف کیا جاتا ہے کہ احمدی لوگ مسلمانوں کے اندر ہی دھوکہ دے کر کام کرتے ہیں۔ اور پھر یہ کہتے ہیں کہ ہم افریقہ کے اندر دین مصطفیٰ پہنچا رہے ہیں۔ چنانچہ بتانے کی بات یہ ہے کہ یہاں جو کام ہو رہا ہے، یہ سارا مشرکین میں ہو رہا ہے۔ اور یہ بتوں کے پجاری تھے، جو حلقہ بگوش دین حق ہو رہے ہیں۔ اور مرزا غلام احمد کا نہیں، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھ کر دین حق میں داخل ہو رہے ہیں"۔

حضور نے فرمایا:۔

"چنانچہ ان کی رپورٹ کا خلاصہ بارہ صفحے سے بھی زائد ہے۔ اس کا مزید خلاصہ یہ ہے کہ داعیین الی اللہ کی کوششوں سے ایک سال کے اندر خدا کے فضل سے 44 نئے مقامات پر دو ہزار، ایک سو، چھیانوے بیعتیں ہوئی ہیں۔ اب آپ بتائیں کہ گیمبیا کے دور دراز ملک میں وہ لوگ، جو حال ہی میں احمدیت میں داخل ہوئے ہیں، اگر وہ اس جذبے سے دعوت الی اللہ کر سکتے ہیں اور ان کو خدا تعالیٰ ایسے غیر معمولی پھل عطا کر سکتا ہے تو آپ کو، آپ سب کو یا ان کو جو آپ کے پیچھے ان ممالک میں بس رہے ہیں، ان کو کیوں یہ توفیق عطا نہیں فرما سکتا۔ اور ان کا حال یہ ہے کہ وہ سینی گال کے ایک داعی الی اللہ کے بارے میں لکھتے ہیں: وہاں ایک ان پڑھ دوست احمدی ہو گئے اور انہوں نے ان پڑھ ہونے کے باوجود دعوت الی اللہ شروع کر دی۔ اپنا نام انہوں نے لکھوا دیا تھا کہ میں داعی الی اللہ بننا چاہتا ہوں۔ اور اپنے علاقے میں وہ اتنا اثر پیدا کر چکے تھے کہ جب مربیان وہاں پہنچے تو سولہ گاؤں کے دوست پہلے ہی بیعتوں کے لئے تیار تھے۔ صرف وہ کچھ سوالات کرنا چاہتے تھے، جن کے جوابات وہ نہیں دے سکتے تھے۔ چنانچہ جب مربی سے انہوں نے سوالات کئے تو ان کو اطمینان ہو گیا اور وہ احمدیت میں شامل ہو گئے۔

گیمبیا کے متعلق ہی یہاں کے مربی انچارج لکھتے ہیں کہ دلچسپ واقعہ یہ ہے کہ ایک گونگا احمدی ہو گیا۔ اور وہ گونگا ایسا تھا کہ وہ پڑھ لکھ سکتا تھا لیکن ویسے نہ وہ سن سکتا تھا اور نہ بات کر سکتا تھا۔ آج کل نئے طریقے ایسے ہیں کہ گونگوں کو پڑھنا لکھنا آ جاتا ہے۔ تو اس کو یہ ترکیب سوجھی کہ ایک دوسرے گاؤں میں اس کا ایک گونگا دوست تھا، اس کو بھی پڑھنا لکھنا آتا تھا۔ اس نے اس کو خط و کتابت کے ذریعے دعوت الی اللہ شروع کر دی۔ اور اس طرح سے اس دوسرے گونگے کو بھی احمدی کر لیا۔ اور اب یہ دوسرے گونگوں کو دعوت الی اللہ کے لئے ڈھونڈ رہے ہیں''۔

حضور نے نئے آنے والوں کے جذبۂ قربانی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

''یہ نئے آنے والے قربانیاں بھی بہت کرتے ہیں۔ یہ نہ سمجھیں کہ دین کے نام پر مظالم صرف پاکستان کا ہی حصہ ہے۔ یہ جماعت کی تقدیر ہے اور تمام انبیاء کی جماعتوں کی تقدیر ہے۔ جب سے دنیا بنی ہے، ایک سچے نبی کی مثال آپ پیش نہیں کر سکتے، جس کی جماعت کو خدا کے نام پر ظلموں کا نشانہ نہ بنایا گیا ہو۔ اس لئے اس غلط تصور کو دور کریں کہ صرف ایک ہی ملک ہے، جس کے سر یہ سہرا ہے کہ مذہب کے نام پر ظلم ہو رہا ہے۔ جہاں جہاں بھی جماعتیں پھیلتی ہیں، وہاں سے جو رپورٹیں ملتی ہیں، اللہ تعالیٰ کے فضل سے ساتھ وہاں جماعت کی مخالفت کے باوجود استقامت کی توفیق ملتی ہے۔ جو فرق ہے، اس کو ملحوظ رکھیں کہ اکثر جگہ حکومتیں شامل نہیں ہیں۔ پاکستان میں عوام شامل نہیں ہیں، حکومت شامل ہے۔ اور کوشش کر کے، اخراجات مہیا کر کے باقاعدہ پیشہ ور مخالفت کروائی جا رہی ہے۔ اور حکومت کے قوانین اس میں مد ہیں۔ جہاں تک تقدیر عام کا تعلق ہے، جماعت احمدیہ اس کے لئے تیار ہے۔ ہمیں وہاں یہ شکوہ نہیں ہے کہ جماعت کی مخالفت کیوں ہو رہی ہے؟ ہم نے جو راستہ اختیار کیا ہے، وہ مخالفتیں قبول کرنے کا رستہ ہے۔ مخالفتوں کا مقابلہ کرنے کا رستہ ہے۔ لیکن وہاں ظلم یہ ہے کہ حکومت کا کام نہیں تھا، حکومت کو زیب نہیں دیتا کہ وہ............ مذہبی مخالفتوں میں حصہ دار بنے۔ چنانچہ باقی جگہوں پر بھی مخالفتیں ہو رہی ہیں اور خدا کے فضل سے نو احمدیوں کو بڑی استقامت کی توفیق مل رہی ہے۔

ایک مثال انہوں نے دی ہے کہ ایک ماں کا عیسائی بیٹا تھا، جس سے ماں کو بڑا پیار تھا۔ لیکن عیسائیت سے اس سے بھی زیادہ پیار تھا۔ چنانچہ جب وہ احمدی ہوا تو اس ماں نے اپنے بیٹے کی شدید مخالفت شروع کر دی۔ پہلے تو وہ برداشت کرتا رہا لیکن جب اس کی ماں نے قرآن کی بے عزتی کی تو وہ گھر چھوڑ کر باہر نکل گیا اور پھر دوبارہ اس گھر میں نہیں گیا۔ اور باہر جا کر دعوت الی اللہ کے ذریعے اس نے پانچ نئے عیسائیوں کو احمدیت میں داخل کرنے کی توفیق پائی۔

افریقہ کے حالات کے مطابق دعوت الی اللہ کے بھی عجیب عجیب ڈھنگ ہیں۔ وہاں ایک دوست ہیں، غانا کے۔ ان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ انہوں نے ایک چیز ایجاد کی ہے اور نام اس کا بڑا دلچسپ رکھا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک ڈبہ بنایا ہے، اس کے اندر کچھ لکڑی کے تختے نصب کر دیئے ہیں اور ان پر مختلف مضمونوں پر دلائل لکھ دیئے ہیں۔ چنانچہ اس کے باہر انہوں نے بڑا خوبصورت اشتہار لکھوایا ہے، ''پریچنگ باکس''۔ جب وہ سائیکل پر ڈبہ رکھ کے کسی گاؤں میں جاتے ہیں تو لوگ اکٹھے ہو جاتے ہیں کہ یہ شخص کیا تماشا دکھائے گا۔ پھر ان سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ بتاؤ کس موضوع پر میں تمہارے سوالات کا جواب دوں؟ عموماً ان کو پتہ ہی ہوتا ہے کہ کیا سوالات آنے والے ہیں۔ ان کا جواب انہوں نے پہلے سے تیار کیا ہوتا ہے۔ وہ کہتے ہیں: مثلاً وفات مسیح۔ وہ کہتے ہیں: یہ دیکھو میرا ''پریچنگ باکس'' اس میں وفات مسیح کا تختہ آ گیا ہے۔ اور اس پر جو آیات قرآنی اور احادیث نبوی لکھی ہوتی ہیں، وہ ان کو سناتے ہیں۔ اس طریقے سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ کہتے ہیں کہ ان کو بہت کامیاب دعوت الی اللہ کی توفیق مل رہی ہے''۔

حضور نے دعوت الی اللہ کے بارے میں افراد جماعت کا جوش و خروش بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ

''افریقہ میں اطفال بھی اس کام میں شامل ہو گئے ہیں۔ اور بچے اپنے سکول کے ساتھی بچوں کو بیوت الذکر میں لا کر ان کو پیغام حق سناتے ہیں۔ اور مربی کے ذریعے ان کو دعوت الی اللہ پہنچاتے ہیں۔ یہ کام وہ خود نہیں کر سکتے''۔

حضور نے فرمایا کہ

''بعض ایسی اطلاعات بھی مل رہی ہیں کہ جو مخالفتوں کے سرغنہ تھے، شدید مخالفت کرنے والے، وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے نہ صرف احمدی ہوئے بلکہ اب مربیان کے سردار بن گئے ہیں۔ اور بڑی عمدگی کے ساتھ علاقے میں دعوت الی اللہ کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

ایک اطلاع مثلاً یہ ملی کہ ایک طالب علم کو دعوت الی اللہ کا شوق تھا۔ ان کا استاد مخالف تھا۔ اس نے بہت ڈرایا دھمکایا کہ یہ تو آگ ہے، جس میں تم پڑنے والے ہو۔ اس نے کہا کہ آپ کتابیں تو دیکھیں۔ چنانچہ کتابیں پڑھ کے وہ استاد خود خدا کے فضل سے احمدی ہو گئے اور سکول کے کئی اور طالبعلموں کو بھی احمدی کر لیا۔

ایک داعی الی اللہ کے متعلق اطلاع ملی کہ وہ جہاں گاؤں میں لٹریچر لے کر جاتے تھے، وہاں اتنی مخالفت تھی کہ وہ لٹریچر چھین کر پھینک دیا کرتے تھے۔ اس لئے انہوں نے پھر لٹریچر ساتھ لے جانا ہی بند کر

دیا۔ وہاں ایک عیسائی پادری نے آکر چیلنج کیا کہ کون ہے، جو میرے مقابل پر آکر دین حق کی تعلیم پیش کر سکے؟ اور اعلان کرتا تھا کہ میں ہر ایک کو شکست دیتا ہوں۔ چنانچہ مقامی مولوی ہار گئے اور اس کا مقابلہ نہ کر سکے۔ اس دوست نے اپنے آپ کو پیش کیا اور کہا کہ عیسائیت کے مقابل پر صرف احمدی ہی کامیاب ہو سکتا ہے، مجھے موقع دو۔ چنانچہ ان کو گاؤں والوں نے موقع دیا۔ چند سوالات انہوں نے کئے، عیسائی پادری سے اور وہ یہ کہہ کر کھڑا ہو گیا کہ میں معذرت چاہتا ہوں، میں آپ سے گفتگو نہیں کر سکتا۔ لہٰذا وہ سارا گاؤں، جس میں اکثریت مسلمانوں کی ہے، جو پہلے ان کا مخالف تھا، انہوں نے ان کو اپنا لیڈر بنا لیا۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب جو بھی کتابیں یہ وہاں لے کر جاتے ہیں، وہ مفت تقسیم نہیں کرتے بلکہ ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو جاتی ہیں اور دعوت الی اللہ کی ایک رو چل پڑی ہے۔

بنگلہ دیش میں بھی پاکستان کے علماء پہنچے اور وہاں بھی مخالفت کا ایک طوفان کھڑا کیا۔ خصوصاً جو برہمن بڑیہ کا علاقہ ہے۔ خدا تعالیٰ مخالفتوں کے اندر سے ہی بعض دفعہ رحمتوں کے چشمے جاری فرما دیتا ہے۔ اور جو مظلوم ہیں، ان کی آہیں رنگ دکھا دیتی ہیں۔ چنانچہ ایک گاؤں کے متعلق لکھا ہے کہ اس جگہ چار احمدی بھائی تھے۔ ان کو گاؤں والوں نے ایک عالم اور ایک بااثر شخص کی سرکردگی میں اتنا مارا اور اتنی کلہاڑیاں لگائیں اور دوسرے تیز دھار آلوں سے حملہ آور ہوئے کہ گویا ان کے جسموں کا چپہ چپہ زخموں سے بھر گیا۔ اور اتنا خون بہا کہ جماعت کی پہلی رپورٹ یہ تھی کہ ان کے بچنے کی بظاہر کوئی صورت نہیں آتی، دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا، وہ چاروں دوست ان زخموں کے نتیجے میں ہلاک ہونے کی بجائے صحت مند بھی ہو گئے۔ اور سب سے دلچسپ بات یہ ہے کہ جو مخالفتوں کے لیڈر تھے، پیشتر اس کے کہ ان کے بدن اچھے ہوں، ان کی اپنی روحیں شفا پا گئیں اور وہ احمدیت میں داخل ہو گئے۔ اور چھ ایسے دوست، جن میں سے ایک الحاج ہیں اور علاقے پر بڑا رسوخ رکھتے ہیں اور مخالفت کے لیڈر تھے اور ایک اہل حدیث مسجد کے امام، جو ان کو مروانے میں سب سے پیش پیش تھے، یہ دونوں اب خدا کے فضل سے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہو چکے ہیں۔

اس کے علاوہ بھی بہت سی خدمتیں ہیں، داعیین الی اللہ کی۔ یہ مختلف جھگڑوں کو طے کروانے میں مدد کرتے ہیں، اصلاح معاشرہ کرتے ہیں، اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑا نیک اثر ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ بھی غیر معمولی طور پر ان کی تائید کرتا ہے۔

ایک جگہ دعوت الی اللہ دے رہے تھے، ہمارے مربی۔ یہ عام داعی الی اللہ کی بات نہیں، ہمارے مربی کام کر رہے تھے۔ تو دلائل سے ہارنے کے بعد ایک عجیب پیشکش کی مخالفوں نے کہ آخری بات تو یہی

ہے نا کہ تمہارا خدا سے تعلق ہے اور ہمارا کم ہے۔ یہ بات تم کہتے ہو تو یہ علاقہ پیاس سے مرا جا رہا ہے، دعا کرو۔ اگر تمہاری دعا سے بارش ہوگئی، جس کے کوئی آثار نہیں ہیں تو پھر ہم سمجھیں گے کہ احمدیت سچی ہے۔ انہوں نے اسی وقت دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے اور عرض کیا اپنے رب سے کہ میں تو کچھ بھی نہیں ہوں۔ یہاں تو حضرت بانی سلسلہ کی سچائی کا سوال ہے۔تو جہاں سے چاہے بادل لے آ اور ان کے اس مطالبے کے سامنے مجھے شرمندہ نہ ہونا پڑے۔ ابھی دعا کے بعد ہاتھ چھوڑے بھی نہیں تھے کہ رم جھم، رم جھم بارش شروع ہوگئی اور سارے علاقے کی خشکی دور ہوئی اور سب نے نعرے لگائے اور اعلان کیا کہ احمدیت سچی ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے فضل فرماتا ہے اور غیر معمولی طور پر داعیین الی اللہ کی اور دیگر مربیان کی، جو سچا اخلاص رکھتے ہیں اور دعا سے کام لینے سے غافل نہیں رہتے، ان کی مدد فرماتا ہے۔

ایک جگہ ایک اور رنگ کا مطالبہ ہوا۔ بحث شروع ہوئی ہی تھی کہ اتنے میں وہاں کی جنگلی شہد کی مکھیاں، جو نہایت ہی مہلک اور ظالم ہوتی ہیں، ان کے چھتے کو کسی نے چھیڑ دیا۔ اور وہ بڑی تیزی کے ساتھ اس مجلس پر حملہ آور ہوئیں۔ مخالفین کو اور تو کچھ نہ سوجھی، انہوں نے کہا کہ اچھا اگر مرزا صاحب سچے ہیں تو دعا کرو، یہ مکھیاں فوراً واپس چلی جائیں۔ انہوں نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھایا تھا کہ بلا مبالغہ فوراً ساری مکھیاں واپس چلی گئیں۔ (نعرے)

بیعتوں کی رفتار میں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ نمایاں اضافہ ہے۔ اور جب میں نمایاں اضافہ کہتا ہوں تو میری مراد یہ ہے کہ جس قسم کے اضافے کی میں نے تلقین کی ہوئی ہے کہ یہ اضافہ اپنا مطمح نظر بنائیں، اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ دنیا بھر کی جماعتیں اسی کو مطمح نظر بنا کر اس حکمت عملی پر عمل پیرا ہیں۔ ہدایت میری یہ ہے اور بظاہر یہ بڑا مشکل کام ہے۔ لیکن ساتھ دعا بھی کرتا ہوں اور ساری جماعت بھی دعا میں ساتھ شامل ہوتی ہے کہ ہر سال آپ کی بیعتوں کی رفتار دگنی ہونی چاہئے۔ چنانچہ گزشتہ تین سال سے خدا تعالیٰ ہمیں یہ توفیق عطا فرما رہا ہے کہ ہر سال دنیا بھر میں جماعتوں کی بیعتوں کی تعداد میں گزشتہ سال کی نسبت دگنے سے زیادہ اضافہ ہو رہا ہے۔ صرف اس سال آج سے دس دن پہلے ہماری وہ مخلص خاتون، جو بیعتوں کی انچارج ہیں، وہ بڑی پریشانی میں تشریف لائیں اور انہوں نے کہا کہ اگرچہ بہت ہیں لیکن آپ کی یہ خواہش اس سال پوری نہیں ہوسکتی کہ ہر سال کی بیعتیں گزشتہ سال کی بیعتوں سے دگنی ہو جائیں۔ میں نے ان کو کہا کہ ابھی تو دن باقی ہیں، جلسے میں۔ اس لئے ٹھہریں تو سہی، دیکھیں، خدا کیا کرتا ہے؟ انہوں نے کہا کہ بہت کم ہیں۔ صرف اتنی ہی ہیں، جتنی پچھلے سال تھیں۔ میں نے کہا: پھر بھی دیکھیں۔ چنانچہ اس دس دن کے اندر

اندراس کثرت سے وہ بیعتیں موصول ہوئیں، جو رستے میں اٹک گئی تھیں، کہیں ڈاک میں۔ کوئی دو مہینے پہلے کی چلی ہوئی، کوئی تین مہینے پہلے کی چلی ہوئی، کوئی گزشتہ مہینے کی۔ اور جب ان کی تعداد کو جو صرف عرصہ رپورٹ سے تعلق رکھتی ہیں، نئے سال کے مہینوں کی بیعتیں شامل نہیں کی گئیں، ان کو شامل کیا گیا تو گزشتہ سال کے مقابل پر دگنی سے بھی زیادہ بیعتیں ہو چکی ہیں۔ خدا کے فضل کے ساتھ۔

یہ وہ رہنما اصول ہے، جس کو آپ ہمیشہ پیش نظر رکھیں۔ دنیا جس رفتار سے بڑھ رہی ہے اور ہم اس کے مقابل پر جتنے چھوٹے ہیں اور تعداد میں بھی کم ہیں اور طاقت میں بھی کم ہیں، ہمیں دنیا کے فارمولے کام نہیں آسکتے۔ عام رفتار سے بڑھنا، سینکڑوں کا اضافہ ہونا یا ہزاروں کا اضافہ ہونا، یہ فارمولے ہمارے کام نہیں آئیں گے۔ ہمیں لازماً یہ کوشش کرنی چاہئے کہ ہر سال دگنے ہونے کی کوشش کریں۔ اس لحاظ سے خدا کے فضل سے اس تیزی کے ساتھ اضافہ ہوگا کہ ابھی تین یا چار قدم ہی ہم نے اس دگنی طرف اٹھائے ہیں اور ابھی خدا کے فضل سے بیعتوں کے تھیلے بھرے آنے لگ گئے ہیں۔ اگلے چند سالوں میں یہ اتنی بڑی تعداد ہو جائے گی کہ آپ حیران ہو جائیں گے کہ کس طرح یہ واقعہ رونما ہوا ہے۔ انقلاب آنے شروع ہو جائیں گے۔ جس کے آثار ابھی سے پیدا ہونا شروع ہو گئے ہیں''۔

(مطبوعہ ضمیمہ ماہنامہ انصار اللہ ستمبر 1987ء)

## قسط نمبر 04

جماعت احمدیہ پر اللہ تعالیٰ کے افضال و انعامات کا ذکر کرتے ہوئے حضور نے فرمایا:۔

''رویا اور کشوف کے ذریعہ بھی جماعت احمدیہ خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ پھیلتی چلی جارہی ہے۔ اور ہمیں ہر سال بہت سے واقعات ایسے دلچسپ معلوم ہوتے ہیں، جن سے پتہ چلتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے فرشتے آسمان سے دلوں پر یہ وحی نازل کر رہے ہیں۔

اسمعو صوت السمآء جاء المسیح جاء المسیح
نیز بشنو از زمیں آمد امام کامگار

تنزانیہ کی قومی اسمبلی کے ایک ممبر ہمارے سٹال کے سامنے سے گزر رہے تھے کہ اچانک ان کی نظر حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تصویر پر پڑی۔ وہیں قدم رک گئے اور حیرانی سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ تو جماعت احمدیہ کے بانی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی ہیں۔ جنہوں نے اس دور کا مسیح موعود اور مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ تو وہ حیرت سے دیکھتے رہے اور کہا کہ یہ شخص تو بار بار

میری خوابوں میں آتا ہے اور مجھے ہدایت قبول کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ چنانچہ ایک لمحہ کے توقف کے بغیر انہوں نے اس وقت بیعت کی اور جماعت احمدیہ میں داخل ہو گئے۔ (نعرہ ہائے تکبیر)

احمدیت کے اندر داخل ہونے کے ساتھ ہی جو پاک تبدیلیاں ہیں، ان کی بھی خوشکن رپورٹیں آرہی ہیں۔ اور جو خصوصاً ایسے علاقے ہیں، افریقہ میں جہاں بد مذاہب کہلانے والوں سے تعلق رکھنے والے ہیں"۔

حضور نے اس مرحلہ پر فرمایا کہ

"کسی مذہب کو بد تو نہیں کہنا چاہیے مگر یہ ایک محاورہ ہے۔ ان مذاہب سے مراد ہے، جو Pagan مذاہب کہلاتے ہیں، ان کے اندر بہت سی رسمیں بہت سی گندی عادتیں، شراب نوشی کا عام ہونا وغیرہ وغیرہ یہ سب کچھ پایا جاتا ہے۔ لیکن اللہ کی عجیب شان ہے کہ احمدیت کے اندر داخل ہوتے ہی یک قلم ان بد رسموں پر وہ تنسیخ کی لکیر پھیر دیتے ہیں۔ اور خدا کے فضل سے توبہ کر کے اپنے اندر ایک پاکیزہ تبدیلی پیدا کرتے ہیں۔ چنانچہ ایسی رپورٹیں بھی کئی جگہ سے آرہی ہیں کہ شراب کے پرانے رسیا ایک دم شراب سے نفرت کرنے لگ گئے۔ اور اس کے نتیجے میں بھی دوسروں پر اثر ہوا۔ اور جب اس بات کا تذکرہ کرتے ہیں تو مولوی کہتے ہیں کہ ان پر انہوں نے جادو کر دیا ہے۔ اور اس جادو کی وجہ سے انہوں نے شراب چھوڑ دی ہے۔

آئیوری کوسٹ کا دعوت الی اللہ کا ایک طریق یہ ہے کہ جیلوں میں جا کر دعوت الی اللہ کرتے ہیں۔ اور اللہ کے فضل سے قیدی بھی احمدی ہو رہے ہیں اور جیل کے افسران بھی احمدی ہو رہے ہیں۔ ایک اطلاع جو کثرت سے مل رہی ہے، وہ یہ ہے کہ بہت سی جگہ دعوت الی اللہ میں کامیابی کا محرک وہ شدید مخالفت ہے، جو پاکستان کی حکومت اور رابطہ عالم اسلامی کی طرف سے کی جارہی ہے۔ پہلے چونکہ بہت سے لوگوں نے نام بھی نہیں سنا ہوا تھا، اس لئے منفی یا مثبت کسی بھی رنگ میں دلچسپی نہیں تھی۔ ہم پیغام پہنچاتے تھے تو وہ دلچسپی نہیں لیتے تھے۔ اب یہ جماعت کے خلاف اتنا بھرے بیٹھے ہوتے ہیں اور اس کثرت سے انہوں نے جماعت احمدیہ کی خدمت کا یہ کام کیا ہے کہ جہاں جاتے ہیں، وہ سوال کرنے کے لئے تیار بیٹھے ہوتے ہیں۔ اور دیکھتے ہی کہتے ہیں: اچھا تو تم ہو، جن کا کلمہ اوپر سے اور، اندر سے اور ہے۔ تم وہ ہو، جو نعوذ باللہ گستاخیاں کرتے ہیں، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ اور نعوذ باللہ یہ سمجھتے ہو اور وہ سمجھتے ہو۔ جب یہ غلط فہمیاں دور ہوتی ہیں تو ان کے اندر اچانک تبدیلی پیدا ہوتی ہے۔ اور ایک رنگ میں وہ، جو بعض پیشہ ور علماء یہ کام کر رہے ہیں، وہ کھاد ڈال رہے ہیں، جماعت احمدیہ کے لئے۔ شروع میں بو بھی آتی ہے، تکلیف بھی ہوتی ہے لیکن جب گل جاتی ہے، تو یہی کھاد سونا بھی اگلنے لگتی ہے۔

اس قسم کے عجیب وغریب واقعات مشہور ہو جاتے ہیں۔ ایک رپورٹ میں لکھا ہے کہ ایک جگہ بہت سخت زہریلا پروپیگنڈہ مخالفین نے کیا ہوا تھا اور وہاں جو ایک احمدی ہوئے، ان پر تشدد کیا گیا۔ ان کو نفرت کا نشانہ بنایا گیا۔ ان کو گاؤں چھوڑ کر جانا پڑا اور اتنی تکلیفیں ان کو پہنچائی گئیں تھیں کہ وہ لمبے عرصے تک واپس نہیں گئے۔ آخر اس خیال سے کہ شاید وہ لوگ بھول گئے ہوں، وہاں گئے تو وہاں کے لوگوں نے کہا کہ ذرا دکھاؤ اپنا جسم کپڑا اٹھا کر گریبان کھول کر دکھاؤ، دیکھیں تو سہی تم کیا ہو؟ انہوں نے حیرت سے کہا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہمیں مولوی صاحب نے یہ بتایا تھا کہ جب سے یہ احمدی ہوا ہے، باہر گیا ہے، اس کو کوڑھ ہو گیا ہے۔ اس وجہ سے یہ گاؤں واپس نہیں آتا۔ تو ہم تمہارا کوڑھ دیکھنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے اپنا بدن دکھایا تو دیکھا کہ ان کا بدن خدا تعالیٰ کے فضل سے بالکل ٹھیک ٹھاک ہے تو وہ کہنے لگے کہ اگر مولوی تمہارے متعلق جھوٹا ہے تو باقی باتوں میں بھی جھوٹا ہوگا۔ چنانچہ اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہاں کئی دوست جماعت میں داخل ہوئے اور احمدیت سے محبت کا رجحان پیدا ہو گیا۔

اسی طرح ایک چیف کے متعلق بیان ہے کہ اس نے بھی اسی جستجو میں آ کر جماعت احمدیہ کے ایک مرکز میں جا کر دیکھا کہ یہ کیا کرتے ہیں؟ کس قسم کے لوگ ہیں؟ اور جب ان کو خدا تعالیٰ کے فضل سے ہر لحاظ سے سچا پایا تو نہ صرف بیعت کی بلکہ دس ایکڑ کا رقبہ بھی پیش کیا اور ایک بنی بنائی بیت الذکر بھی جماعت کو تحفۃً پیش کی''۔

اس مرحلے پر چونکہ وقت کافی ہو چکا تھا، اس لئے حضور نے مسکراتے ہوئے حاضرین جلسہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:۔

''آپ گھبرائیں نہیں، جب آپ تھک جائیں گے تو میں ختم کر دوں گا''۔

حضور کے اس ارشاد پر احباب کرام میں بشاشت کی لہر دوڑ گئی۔ یہ امر یاد رہے کہ جہاں تمام حاضرین کرسیوں پر نہایت اطمینان سے تشریف فرما تھے، وہاں ہمارے پیارے امام قریباً دو گھنٹے سے کھڑے ہو کر خطاب فرما رہے تھے۔

حضور نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا:۔

''سمعی و بصری کا جو شعبہ ہے، یہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت ہی عمدہ خدمت سر انجام دے رہا ہے۔ اور ان کے کارکنوں میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے۔ نئے نوجوان شامل ہو رہے ہیں، بڑی محنت کر رہے ہیں۔ ان کی سارا سال کی محنتوں کا سارا ذکر تو یہاں ممکن نہیں۔ خلاصۃً ایک دو باتیں آپ کے سامنے

رکھتا ہوں تا کہ آپ کے دل میں ان کے لئے خاص طور پر دعا کی تحریک پیدا ہو۔ اب تک 87-1986ء کے ایک سال میں ان نوجوانوں نے دو ہزار، نوسو، پچاسی گھنٹے جماعت کا کام کیا ہے۔ یہ چند نوجوان ہیں اور خدمت دین کے لئے ہمہ تن وقف ہیں۔ اور یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ ایک سال کے اندر چند گنتی کے نوجوان، جو چند انگلیوں پر گنے جاسکتے ہیں، یہ دو ہزار، نوسو، پچاسی گھنٹے خدمت دین کے لئے پیش کرنے کی سعادت پا چکے ہیں۔ چار سو، پچیس گھنٹے کی انہوں نے ریکارڈنگ کی اور پھر اس کی نقلیں تیار کیں اور دنیا میں بھجوائی۔ چودہ ہزار کیسٹ یہ تمام دنیا کی جماعتوں کو بھجوا چکے ہیں۔ گزشتہ سال سولہ ہزار کیسٹیں بھجوائی تھیں۔ اس سال چودہ ہزار اس لئے یعنی دو ہزار کی کمی اس لئے آئی ہے کہ بعض ملکوں میں جہاں یہ بھجواتے تھے، وہاں جاتے جاتے رستے میں ضائع ہو جاتی ہیں۔ اور بہت بعد میں پتہ چلا کہ اس کا فائدہ کوئی نہیں۔ اس لئے اب کوئی جانے والا اتفاقاً مل جائے تو بھجوا دیتے ہیں ورنہ بھجوانا بند کر دیا ہے۔ اس کے علاوہ کمی کی زیادہ وجہ ایک یہ بھی ہے کہ بعض ممالک میں کیسٹوں کی کاپیاں بنانے کا انتظام نہیں تھا، اس لئے خرچ بھی زیادہ آتا تھا اور وقت بھی زیادہ تھی کہ زیادہ کیسٹیں اکٹھی بھجوائی جائیں۔ اب وہاں پر مقامی انتظامات کر دیئے ہیں، ان کو اچھے ڈپلی کیٹر Duplicator لے کر دے دیئے گئے ہیں، اس لئے اب وہ خود اپنی ضرورتیں پوری کر لیتے ہیں۔

ایک کیٹیلاگ انہوں نے تیار کیا ہے، بڑی محنت کے ساتھ، جسے خدا کے فضل سے جنوبی امریکہ کی جماعت نے شائع کیا ہے۔ غالباً یہاں سے وہ اس وقت مل سکتا ہے۔ اس کو مضمون وار جو کچھ بھی خطبات میں، میں نے بیان کیا یا سوال و جواب کی مجالس میں، جو سوال زیر بحث آئے، ان تک رسائی کے لئے یہ کیٹیلاگ بہت مد ہے۔ گزشتہ تین سالوں میں اس شعبے پر ایک لاکھ، 64 ہزار، دوسو، پینتیس پاؤنڈ خرچ آئے ہیں۔ اور اس رقم میں وہ آلات آڈیو ویڈیو شامل ہیں، جو لنڈن سے دنیا کی دیگر جماعتوں میں بھجوائے جاتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کے نتیجے میں وہاں پر بڑا استفادہ کیا جا رہا ہے۔

دعوت الی اللہ کی جو رپورٹیں مل رہی ہیں، ان میں کیسٹوں کے ذریعے دعوت الی اللہ کو اب ایک خاص مقام حاصل ہو گیا ہے۔ چنانچہ ہمارے لائبیریا کے ایک مربی لکھتے ہیں کہ مقامی طور پر تیار کردہ کیسٹ وائی زبان میں بہت مقبول ہوئی ہے اور دعوت الی اللہ کے لئے بہت مفید ثابت ہو رہی ہے۔ لارگوٹاؤن میں ہمارے داعیین الی اللہ چار مرتبہ گئے اور ہر بار اسی کیسٹ کے ذریعے دعوت الی اللہ کی۔ چنانچہ اب اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کیسٹ کے ذریعے دعوت الی اللہ کا ثمر 25 بیعتوں کی صورت میں عطا فرمایا ہے۔

بعض قابل ذکر دلچسپ واقعات، جو مربیان سلسلہ ہمیں لکھتے رہتے ہیں، ان میں سے بعض میں نے بیان کرنے کے لئے چنے ہیں۔

غانا کے امیر لکھتے ہیں کہ گزشتہ ہفتہ ہم نے اپنے حلقہ کے ہیڈ کوارٹر میں ویڈیو پروگرام دکھایا تھا۔ اس پروگرام کے چند دن بعد ہی وہاں کے عیسائیوں اور مسلمانوں کا ایک وفد آیا اور درخواست کی کہ آپ ہمارے پاس اپنے خلیفہ کے انٹرویو کی کیسٹ لائیں اور ہمیں دکھائیں۔ ہم آپ کی کار کے پٹرول وغیرہ کے اخراجات کے علاوہ بھی جو بھی آپ کہیں گے، ادا کریں گے۔ آپ ضرور ہمیں یہ پروگرام دکھائیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ تین مزید مقامات سے اسی طرح کے مطالبات آچکے ہیں اور خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ پروگرام دن بدن ہر دلعزیز ہو رہا ہے۔

ماریشس کی جماعت کے ایک داعی الی اللہ لکھتے ہیں کہ غیر احمدیوں کی مسجد کا ایک امام تھا۔ میں نے اسے ایک دفعہ آپ کے خطبے کی ایک کیسٹ دے دی، جب میں دوبارہ لینے گیا تو اس نے وہ دینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ میں تو اپنے خطبہ جمعہ میں یہ کیسٹ استعمال کرنے لگ گیا ہوں، تمہیں کیسے واپس کر دوں۔

لائبیریا میں کیسٹ کا ایک دلچسپ استعمال یہ ہے کہ وہاں بہت سے احمدی ٹیکسی ڈرائیور ہیں اور انہوں نے راگ ورنگ کی کیسٹیں لگانے کی بجائے اپنی ٹیکسی میں خطبات اور سوال وجواب کی مجالس کی کیسٹ لگانی شروع کر دی ہیں۔ اور وہ سفر شروع کرتے ہی چلا دیتے ہیں اور اس کے بعد وہ مڑ کے دیکھتے ہیں، مسافر کو اور پوچھتے ہیں: کیوں جی! اگر آپ کو ناپسند ہو تو بند کر دوں۔ وہ اتنی دیر کے بعد یہ بات پوچھتے ہیں کہ اسے دلچسپی پیدا ہو چکی ہوتی ہے۔ وہ کہتا ہے: نہیں نہیں! آپ جاری رکھیں بلکہ بعض دفعہ سفر ختم ہونے کے بعد بھی وہ ٹیکسی میں بیٹھا رہتا ہے کہ یہ پوری کیسٹ سن لوں تو اتروں گا۔

مغربی جرمنی کے ایک ترک امام ہیں، جو اپنے حلقہ میں حنفی ترکوں کے لیڈر ہیں۔ اور جماعت کے شدید مخالف تھے۔ ترکوں کو احمدیوں سے ملنے سے بھی روکتے تھے۔ ہمارے جلال شمس صاحب، جو ترکی زبان سیکھ کر کچھ عرصہ پہلے یہاں آئے ہیں اور یہاں خدمات دین سرانجام دے رہے ہیں، ان کی دعوت الی اللہ کی کیسٹ سننے کا ان امام صاحب کو موقع مل گیا۔ اس وقت سے انہوں نے مخالفت ترک کر دی ہے۔ خود ایک احمدی دوست کے گھر ملنے آتے ہیں اور ان سے مزید کیسٹ اور لٹریچر کا مطالبہ کر رہے ہیں۔

فجی میں بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے کیسٹوں کی مقبولیت عام ہو رہی ہے۔ وہاں کی جماعت نے بعض مخالف سنی دوستوں کو، جو فجی میں مسلم لیگ کہلاتے ہیں۔ مسلم لیگ سے مراد یہ ہے، وہ ہماری قائداعظم

والی نہیں بلکہ مسلمانوں کا نام ہی یہاں پر مسلم لیگ ہے۔ تو وہاں دو طبقے ہیں یا احمدی یا مسلم لیگ۔ تو مسلم لیگ کے دوستوں کو انہوں نے دی سچویشن آف پاکستان والی ویڈیو کیسٹ دکھائی اور نہ صرف یہ کہ انہوں نے مخالفت بند کر دی بلکہ غیر احمدی دوست، جو بڑے اچھے بااثر ہیں، یہ کیسٹ دیکھنے کے بعد ایک احمدی کو ملے اور انہیں کہا کہ ہمارے سر شرم سے جھک چکے ہیں اور اب ہم تمہارے سامنے زبان نہیں کھول سکتے۔ جو ظلم تم پر ہو رہا ہے، اسلام کے نام پر اس کے بعد اب ہمیں تمہاری مخالفت کا کوئی حق باقی نہیں رہا۔

سپینش زبان میں بھی کیسٹ تیار ہوگئی ہیں۔ اور ہمارے کرم الٰہی صاحب ظفر کا بیٹا بشیر، اللہ کے فضل سے بڑے اخلاص کے ساتھ کیسٹ خطبات اور دیگر مضامین کا سپینش زبان میں ترجمہ کر رہا ہے۔ اور ابھی حال ہی میں تازہ پھل یہ ملا ہے کہ ایک دہریہ خاندان نے کیسٹ سننے کے بعد خدا کی ہستی کو قبول کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اور اب وہ احمدیت میں مزید دلچسپی لے رہے ہیں۔ ابھی احمدی تو نہیں ہوئے لیکن یہ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ یقین ہو گیا ہے کہ خدا موجود ہے۔

اسی طرح ترک دوستوں کے متعلق جرمنی سے اور بہت سی اطلاعیں ہیں کہ اللہ کے فضل سے وہ کیسٹوں کے ذریعہ ہی غیر معمولی دلچسپی لینے لگ گئے ہیں۔ یہ ساری رپورٹیں ترکی کی ہیں، جو میں اس وقت چھوڑ رہا ہوں۔

ہمارے مصطفیٰ ثابت صاحب، جو نہایت ہی مخلص فدائی احمدی ہیں، انہوں نے کینیڈا سے وقف کیا تھا۔ اس وقت سے ہمہ تن خدمت دین پر مستعد رہتے ہیں۔ ان کی کیسٹوں کا بہت ہی اثر ہے، عربوں پر۔ اور مسلسل یہ اطلاعیں مل رہی ہیں دنیا سے کہ جو عرب احمدی ہوتے ہیں، ان کی قبول احمدیت میں مصطفیٰ ثابت صاحب کی کیسٹ کا بہت بڑا دخل ہے۔ یعنی پہلے تو وہ پڑھنے کے لئے تیار نہیں ہوا کرتے تھے۔ اب جب وہ کیسٹ سن لیتے ہیں تو ان کے دل نرم پڑ جاتے ہیں۔ اور پھر اس طرح سے آگے راستہ کھل جاتا ہے۔ اور جو عرب دوست ہمارے ہیں خدا کے فضل سے حال ہی میں ایک بہت بڑے قابل جرنلسٹ احمدی ہوئے ہیں، جو یہاں شامل ہوئے ہیں (ابونائب)۔ ایسے صاحب علم دوست اور بھی بہت سے ہیں، ان کو چاہیے کہ وہ بھی اپنے رنگ میں کیسٹ تیار کریں۔ کیونکہ ضروری نہیں ہے کہ ایک ہی انسان کی بات کا ہر شخص اثر قبول کرے۔ بلکہ مختلف رنگ ہوتے ہیں۔ اور مختلف رنگ میں اللہ تعالیٰ توفیق بخشا کرتا ہے۔ ہمیں ایک سے زیادہ دوستوں کی ایک ہی موضوع پر کیسٹوں کی ضرورت ہے۔

ناظر صاحب اصلاح وارشاد قادیان بتاتے ہیں کہ آڈیو کیسٹوں کا اور ویڈیو کیسٹوں کا غیر معمولی اثر پیدا ہو رہا ہے۔ الہ آباد کے ایک قاری ہیں، وہاں کے بڑے مشہور وہ کیسٹ سننے کے بعد احمدیت میں داخل ہو چکے ہیں۔ اور تیس عدد کیسٹیں بھروا کے لے گئے ہیں کہ میں اپنے دوسرے دوستوں کو بھی لے جا کر دوں گا۔

یہاں ہمارے ایک احمدی دوست مجسٹریٹ ہیں۔ ان کا نام ہے، عبد الباقی صاحب۔ ان کو لگن ہے، اس بات کی وہ براہ راست مجھے لکھ کر آڈیو اور ویڈیو کیسٹ منگواتے رہتے ہیں۔ اور اللہ کے فضل سے بڑی رو چل پڑی ہے۔ وہاں بڑے بڑے قابل علماء بڑے دنیاوی لیڈر بھی وکلاء وغیرہ اب مستقل ان سے مانگ کر کیسٹ سننے کے لئے لے جاتے ہیں اور پھر دوسروں کو آگے جا کر سناتے ہیں۔ تو کم علمی کے نتیجے میں جو انسان گفتگو کرنے کے اہل نہیں ہوتا تو وہ کیسٹوں سے بہت استفادہ کر سکتا ہے۔

پھر دوبارہ ترک دوستوں کا ذکر آ گیا۔ لیکن چونکہ یہ واقعہ زیادہ دلچسپ ہے، اس لئے میں سنا دیتا ہوں۔ ایک ترک عالم نے جو مسجد کمیٹی کے عہدیدار ہیں، انہوں نے جب ٹرکش زبان میں احمدیت کے پیغام کی کیسٹ سنی تو اتنی دلچسپی لی کہ انہوں نے اپنے خرچ پر اس کیسٹ کی دوسو کاپیاں تیار کروائی ہیں کہ وہ ترکی کے تمام مشہور علماء کو بھجوائیں گے۔ اس لئے یہ سکیم اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت ہی مؤثر ہے۔ بہت سی جگہ جماعت کے دوست اس لئے داعی الی اللہ نہیں بن سکتے کہ ان کو تبلیغ کرنی نہیں آتی۔ مربیان کے پاس ہر قسم کی کیسٹیں موجود ہیں، ہر زبان کی کیسٹیں ساری دنیا میں بھجوائی ہوئی ہیں۔ کافی اس پر محنت کی گئی ہیں۔ استفادہ ہی نہ کرے کوئی تو کوئی کیا کر سکتا ہے؟ اس لئے میں توجہ دلاتا ہوں اگر مربی آپ کو نہیں بتاتے کہ ہمارے پاس کیا کیا علمی خزانے موجود ہیں تو آپ کو میں بتا رہا ہوں کہ دنیا کہ جتنی زبانوں میں بھی کیسٹیں تیار ہوتی ہیں، ہم دنیا کے ہر ملک میں وہ بھجواتے ہیں تا کہ کہیں کسی زبان کا جاننے والا اگر مشن میں آ جائے تو یہ شکوہ لے کر نہ جائے کہ میری زبان میں مجھے دعوت حق دینے والا موجود نہیں تھا۔ اس لئے اگر وہ آپ کو نہیں دیتے تو آپ پیچھے پڑ کر ان سے لے لیا کریں۔ اب آپ دلیری کے ساتھ دنیا کی دوسری بڑی بڑی زبانیں بولنے والوں کو اتنا پیغام پہنچا سکتے ہیں، اشارے کنایے میں بھی کہ ہم تمہیں ایک کیسٹ ایسی دے سکیں گے، جس میں تمہارے اکثر سوالات کا جواب ہوگا۔ اور مزید جو تم معلوم کرنا چاہو، ہم اس کی کیسٹ بھروا کر تمہیں مہیا کر سکتے ہیں۔

ایک ترک دوست نے جو ایک عالم ہیں، اب یہ مطمح نظر بنالیا ہے کہ میں جو کیسٹیں دوسرے ترک اماموں کو دوں گا، اس کے اوپر یہ لکھوں گا: ”جاگو جاگو! کیوں اب تک سو رہے ہو امام مہدی ظاہر ہو چکا ہے“۔

لہٰذا یہ واقعات بہت دلچسپ اور بھی ہیں، میرے پاس۔ میں نے وقت کی رعایت سے بعض سنائے ہیں"۔

(مطبوعہ ضمیمہ ماہنامہ مصباح ستمبر 1987ء)

**قسط نمبر 05**

حضور نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا:۔

"ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے ذریعے اشاعت کے اس میدان میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے گزشتہ دو تین سال میں حیرت انگیز ترقی ہوئی ہے۔ اور خدا تعالیٰ کے فضل سے ایسی ایسی کامیابیاں ہوئی ہیں، جن کے متعلق میں خود بھی، جو بظاہر اپنی تمناؤں میں بڑی چھلانگ لگاتا ہوں، توقع نہیں رکھتا تھا۔ یعنی توقع سے بڑھ کر خدا تعالیٰ نے اس میدان میں ہمیں عظیم الشان پھل عطا فرمائے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ امسال دنیا کے سترہ ممالک میں ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر جماعت کے پروگرام نشر ہو رہے ہیں، جن کے ذریعے لکھوکھا انسانوں تک بلکہ جو میں نے حساب ایک جگہ لگایا تھا، اس کے مطابق ایک ٹیلی ویژن کے پروگرام کے متعلق ہمیں پتہ چلا ہے کہ ڈیڑھ کروڑ آدمیوں تک اس کے ذریعے احمدیت کا پیغام پہنچا ہے۔

امسال جولائی 86ء سے جون 87ء تک مختلف ٹیلیویژن سٹیشنوں سے صرف میرے اب تک اللہ تعالیٰ کے فضل سے 86 انٹرویوز نشر ہو چکے ہیں۔ جن پر 49 گھنٹے، 30 منٹ صرف ہوئے ہیں۔ اب آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ ٹیلی ویژن کے ذریعہ پیغام پہنچانا کس قدر مہنگا ہے۔ ریڈیو کے ذریعے بھی پیغام پہنچانا بہت ہی مہنگا پڑتا ہے۔ ہمارے پاس توفیق نہیں، اپنا ریڈیو سٹیشن بنانے کی۔ کجا یہ کہ ہم ٹیلی ویژن لگائیں اور اس کے ذریعے اپنا پیغام پہنچائیں۔ انچاس گھنٹے، تیس منٹ گزشتہ سال جو انٹرویوز ہوئے، وہ ایک دفعہ نشر نہیں ہوئے۔ بعض ان میں سے بار بار نشر ہوئے اور بعض ان ٹیلی ویژن سٹیشنوں سے لے کر، جنہوں نے آغاز میں نشر کئے، دوسرے ٹیلی ویژن سٹیشنوں نے بھی نشر کئے۔ زیادہ تر اللہ تعالیٰ کے فضل سے افریقہ کو یہ توفیق ملی ہے۔ لیکن اس میں دیگر ممالک بھی شامل ہیں۔ انگلستان بھی شامل ہے، کینیڈا بھی شامل ہے، ناروے بھی شامل ہے۔ اور بھی کئی ممالک ہیں، جن میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے خدا کے فرشتے یہ کام کر رہے ہیں۔ بعض ممالک میں اب یہ رجحان پیدا ہو گیا ہے۔ لوگوں کے مطالبے کے نتیجے میں کہ وہ ہمارے یہاں لنڈن میں جو سوال و جواب کی مجالس ہیں اور خطبات ہیں، ان کے متعلق مطالبے آتے ہیں، ٹیلی ویژن سٹیشنوں کو کہ ہمیں یہ ٹیلی ویژن پر دکھائے جائیں۔ چنانچہ بعض جگہ باقاعدگی سے یہ پروگرام بھی شروع ہو گیا ہے۔ وہ جو 86

انٹرویوز تھے، 49 گھنٹے، تیس منٹ کے، ان کے علاوہ خطبات جمعہ اور مجالس عرفان (جن کو سوال و جواب کی مجالس کہا جاتا ہے) ان کی کیسٹ پر مشتمل ایک سو، نو گھنٹے کے پروگرام ٹیلی ویژن سٹیشنوں سے دکھائے جا چکے ہیں۔ 99 پروگرام وہ ہیں، جو جماعتوں کے مقامی طور پر نشر ہو چکے ہیں، یہ ان کے علاوہ ہیں۔ یہ 109 اور 49 گھنٹے یہ صرف میرے پروگراموں کے ہیں۔ جماعت نے جو مقامی طور پر پروگرام بنائے ہیں، ان کی تعداد 99 ہے، جو ٹیلی ویژن سٹیشنوں پر پیش ہو گئے ہیں۔ اور مجموعی طور پر 216 پروگرام پچھلے سال کے اندر خدا تعالیٰ کے فضل سے ٹیلی ویژن کے ذریعے دکھائے گئے ہیں۔ کینیڈا میں سسکا ٹون، دنی پیگ، برانٹ فورڈ، ایڈمنٹن، ٹورانٹو پانچ ٹیلی ویژن سٹیشنوں پر 30 گھنٹوں کا پروگرام نشر ہوا ہے۔

ریڈیو کے ذریعے خدا تعالیٰ کے فضل سے مختلف ممالک میں 348 پروگرام نشر ہوئے ہیں۔ ان ممالک میں آئیوری کوسٹ، سپین، ماریشس، ہالینڈ، توالو، آسٹریلیا، بھارت، امریکہ، زائر اور ڈنمارک بھی شامل ہیں۔ ناروے میں خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ کا مستقل نشریاتی پروگرام "ریڈیو اسلام" کے نام سے جاری ہے اور ہر ہفتے اللہ کے فضل کے ساتھ نارویجین زبان میں بھی اور اردو زبان میں بھی کثرت کے ساتھ اشاعت احمدیت کی توفیق مل رہی ہے۔ چنانچہ سال زیر نظر میں نارویجین زبان میں "ریڈیو اسلام" کے ذریعے 52 پروگرام پیش ہو چکے ہیں۔ جماعت احمدیہ کو اپنا سٹوڈیو تیار کرنے کی توفیق مل گئی ہے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے جو دوسرے سٹوڈیو میں جا کر پروگرام تیار کرنے کی دقتیں تھیں، وہ دور ہو گئی ہیں۔ جو محفوظ اندازہ لگایا گیا ہے، ٹیلی ویژن اور ریڈیو سٹیشنوں کے اپنے منتظمین کے ذریعے اس کے مطابق امسال مختلف ممالک میں ٹیلی ویژن اور ریڈیو کے ذریعے ایک کروڑ سے زائد افراد تک احمدیت کا پیغام پہنچایا گیا ہے۔

اخبارات کے ذریعہ بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے دنیا بھر میں جماعت کے پیغام اور دین حق کے متعلق غیروں کی پیدا کردہ غلط فہمیاں دور کرنے کی بہت عظیم الشان توفیق ملتی رہی۔ امسال دنیا بھر کے 168 اخبارات میں جماعت احمدیہ کے متعلق 679 خبریں اور مضامین شائع ہوئے اور بعض اخبارات نے اداریے بھی لکھے۔ میرے دورہ کینیڈا کے وقت پاکستان سے علماء کا ایک ٹولہ وہاں پہنچا اور اس نے وہاں احمدیت کے خلاف شدید نفرت پیدا کرنے کی مہم چلائی۔ جب میں وہاں گیا تو مختلف اخباروں کے نمائندے، ایڈیٹر وغیرہ اس سلسلے میں مجھ سے ملنے آئے اور انٹرویو لئے۔ چنانچہ جب ان کو صحیح صورت حال کا علم ہوا تو انہوں نے بہت ہی شاندار مضامین جماعت احمدیہ کے دفاع میں لکھے۔ اور ایک مثلاً THE GLOBE AND MAIL، وہاں کا ایک مشہور اخبار ہے، اس نے پہلے صفحے پر چار کالمی سرخی لگا کر

جماعت احمدیہ کے متعلق تفصیلی مضمون لکھا اور حکومت پر تنقید کی کہ ایسا جھوٹ بول کر نفرتیں پھیلانے والے کو تم اجازت کیوں دیتے ہو کہ تمہارے ملک میں آئیں اور فساد کا بیج بوئیں۔ اس کی اشاعت تین لاکھ، بائیس ہزار ہے۔ اور یہ کینیڈا کا وہ واحد اخبار ہے، جو نیشنل ہے۔ اور کینیڈا کے ہر حصے میں پڑھا جاتا ہے۔ اس مضمون کی سارے کینیڈا میں اتنی شہرت ہوئی کہ فیڈرل منسٹر آف امیگریشن نے ایک ممبر آف پارلیمنٹ سے کہا کہ احمدیوں سے پوچھ کر بتاؤ کہ وہ کیا مطالبہ کرتے ہیں؟ اگر وہ کہتے ہیں تو ہم مولویوں کا ویزا منسوخ کر دیتے ہیں۔ مربی انچارج نے فون کر کے مجھ سے پوچھا تو میں نے اسے کہا کہ "ہرگز نہیں"، جماعت احمدیہ کی یہ پالیسی نہیں ہے۔ ہم ہرگز کسی کی راہ میں روڑے اٹکانا نہیں چاہتے۔ ان کو جو عقل ہے، وہ اس کے مطابق اسلام کی خدمت کر رہے ہیں۔ جو ہم کو خدا توفیق بخش رہا ہے، ہم خدمت کر رہے ہیں۔ اس لئے حکومت کینیڈا اسے کہہ دو کہ ہرگز ہم آپ سے یہ مطالبہ نہیں کریں گے۔ لیکن اس اخبار کے نتیجے میں عوامی رائے عامہ کا ایسا دباؤ ان پر پڑا کہ حکومت مجبور ہوگئی کہ ان علماء کے ویزے کینسل کر کے ان کو واپس پاکستان بھجوا دے"۔ (نعرہ ہائے تکبیر)

حضور نے فرمایا کہ

"یہ تو بڑی لمبی دلچسپ داستان ہے۔ میں ایک اور واقعہ آپ کو سنا دیتا ہوں۔ اخبارات میں تو اس کثرت سے اب جماعت کی خبریں شائع ہوئی ہیں کہ اس ایک سال میں جتنا مواد جماعت کا شائع ہوا ہے، پاکستان کی اس مخالفت سے پہلے کے دور میں بیس سال میں بھی اتنا شائع نہیں ہوا۔ اور یہ مبالغہ نہیں۔ احتیاطاً میں بیس 20 کہہ رہا ہوں، ہوسکتا ہے کہ پچیس یا زیادہ ہی ہوں۔ اور اس پر مجھے ایک لطیفہ یاد آ گیا۔ آپ میں سے جو تھک چکے ہیں، ان کو میں سنا دیتا ہوں کہ میرا اندازہ کس نوع کا ہے"۔

اس پر حاضرین میں سے ایک صاحب نے حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ ہم تھکے نہیں ہیں۔ اس پر حضور نے فرمایا، "خیر اور تازہ دم ہو جائیں گے لطیفہ سن لیں گے تو!"

حضور نے لطیفہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:۔

"ایک مولوی صاحب بیچارے ان پڑھ تھے۔ ان سے گاؤں کے بچے آکر تاریخ پوچھا کرتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے ترکیب یہ کی تھی کہ روڑے پاس رکھ لئے تھے اور روزانہ چاند کی تاریخ کے حساب سے ایک روڑا مٹی کی ہنڈیا میں ڈال دیتے تھے۔ چنانچہ جب کوئی بچہ آتا تھا اور پوچھتا تھا کہ کیا تاریخ ہے؟ تو مولوی صاحب اٹھ کر اندر کمرے میں جاتے تھے اور روڑے نکال کر گنتے تھے اور آ کر بتا دیتے تھے کہ آج

یہ تاریخ ہے۔ اب گاؤں کے بچوں کو پتہ چل گیا۔ ایک بچے کو شرارت سوجھی، اس نے ایک ڈھیری روڑوں کی اکٹھی کر کے اس دیگچی میں ڈال دی۔ اس کے بعد ایک بچہ تاریخ پوچھنے آیا۔ مولوی صاحب کافی دیر تک اندر غائب رہے۔ کئی منٹ کے بعد مولوی صاحب باہر آئے اور کہا: بیٹا! آج چھ سو، ستاسی تاریخ ہے۔ اس نے کہا: مولوی صاحب خدا کا خوف کریں، چھ سو، ستاسی؟ مولوی صاحب نے کہا کہ خدا کا خوف کر کے ہی بتا رہوں ورنہ تو ہزاروں تک بات پہنچی ہوئی تھی"۔

احباب کرام یہ لطیفہ سن کر کھلکھلا کر ہنس پڑے۔ حضور نے لطیفہ بیان کرنے کے بعد فرمایا: "تو میں اندازے میں مغالطہ کر کے نہیں بتا رہا، خوف کر کے بتا رہا ہوں"۔

حضور نے تقریر کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے فرمایا:۔

"ہمارے تنزانیہ کے ایک مربی ایک دلچسپ واقعہ لکھتے ہیں کہ ایک اخبار کو ہم نے حضرت بانیٔ سلسلہ کی تصویر کے ساتھ ایک بہت اچھا مضمون لکھ کر بھجوایا، جو جماعت احمدیہ کے تعارف پر مشتمل تھا۔ اس نے صاف انکار کر دیا کہ میرے اخبار میں ایسے فضول مضمونوں کی کوئی جگہ نہیں۔ چنانچہ انہوں نے ایک اور اخبار کو، جو اس سے نسبتاً کم درجے کا اخبار تھا، وہ مضمون دیا اور انہوں نے شوق سے شائع کر دیا۔ اس کے ساتھ چونکہ حضرت بانیٔ سلسلہ کی تصویر بھی تھی، وہ اخبار اتنا مقبول ہوا کہ ہاتھوں ہاتھ بک گیا۔ اور وہ لوگ جو پہلے دوسرا اخبار لیا کرتے تھے، انہوں نے وہ اخبار ہی نہیں لیا، جس نے انکار کیا تھا۔ اور صرف وہی اخبار لیا، جس میں حضرت بانیٔ سلسلہ کی تصویر اور جماعت احمدیہ کے متعلق مضمون تھا۔ چنانچہ چونکہ وہ بڑا اخبار تھا اور ان کا اثر تھا، انہوں نے تیزی سے سٹالوں پر یہ پیغام بھجوایا کہ تم ہر خریدنے والے کو کہو کہ جب تک تم یہ اخبار نہیں خریدو گے، ہم دوسرا نہیں بیچیں گے۔ اس مضمون کا ایسا شوق پیدا ہوا لوگوں کے دلوں میں کہ انہوں نے دوسرا اخبار زائد اس وجہ سے خریدا کہ حضرت بانیٔ سلسلہ کی تصویر والا اخبار بھی ساتھ مل جائے۔ اور اس طرح وہ کمی پوری ہوئی اور اب اس اخبار کا ایڈیٹر اس بارے میں تو بہ کر چکا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس اشاعت کے نتیجے میں فوری طور پر جماعت کے مشن کو دو سو سے زائد خطوط موصول ہوئے اور ان لوگوں میں سے جنہوں نے اس اخبار کے ذریعے احمدیت سے تعارف حاصل کیا، سات دوست بیعت کر کے احمدیت میں داخل ہو چکے ہیں۔

حضور نے اپنے بیرون ممالک کے دوروں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

"اس دفعہ میرے دوروں کا جہاں تک تعلق ہے، کینیڈا کا دورہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے کئی پہلوں سے بہت کامیاب رہا ہے۔ جہاں جہاں بھی میں گیا، وہاں بڑی دلچسپ مجالس سوال و جواب ہوئیں۔ بڑی

گہری دلچسپی لی گئی اور ٹیلی ویژن اور ریڈیو وغیرہ کے ذریعے خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ بڑے وسیع پیمانے پر احمدیت کا پیغام پہنچانے کی توفیق ملی۔ جیسا کہ پہلے بھی میں اپنے خطبے میں ایک دفعہ ذکر چکا ہوں کہ وہاں ایک ٹیلی ویژن سٹیشن ایسا ہے، جو لائیو LIVE پروگرام دکھاتا ہے۔ یعنی ایک سوال کرنے والا ایک ماہر ایڈیٹر ہوتا ہے، جو کسی مہمان سے سوال کرتا ہے اور اس کے دوران جن کے دل میں بھی سوال پیدا ہوتا ہے اور وہ ٹیلی ویژن کے ذریعے رابطہ کرتے ہیں اور اس دوران ہی وہ سوال، جواب دینے والے کو پہنچا دیا جاتا ہے کہ اس سلسلے میں فلاں فلاں سوال پیدا ہوا ہے۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے تقریباً پچاس منٹ تک یہ پروگرام بڑی دلچسپی سے سنا گیا اور اس ٹیلی ویژن اسٹیشن کے جو انٹرویو کرنے والے ہیں، ان کا ایک طریقہ ہے، اپنے پروگراموں کا جائزہ لینے کا۔ انہوں نے بعد میں مجھے مبارک باد دی کہ گزشتہ ہفتے ہمارے وزیر اعظم کا بھی ایسا ہی پروگرام تھا لیکن ہمارے جائزے کے مطابق وزیر اعظم کے پروگرام کو کم لوگوں نے دیکھا ہے۔ آپ کے پروگرام کو بہت زیادہ لوگوں نے دیکھا ہے اور یہ بہت ہی مقبول ثابت ہوا ہے۔ چنانچہ انہوں نے مجھ سے کہا کہ آئندہ جب بھی آپ آئیں، ہمیں موقع دیں اور ہمیں جب بھی موقع ملے گا، ہم آپ کا انٹرویو نشر کیا کریں گے۔ تو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ اس دورے میں کثرت سے دعوت الی اللہ کا موقع ملا، احمدیت کا پیغام پہنچانے کا موقع ملا۔ اور جو سوالات وہ لوگ کرتے تھے، اس سے پتہ چلتا تھا کہ یہ لوگ اس سے پہلے اسلام سے شدید متنفر تھے۔ عجیب وغریب سوال کرتے تھے۔ کچھ خمینی کے متعلق، کچھ لیبیا کے متعلق، کچھ دین حق کے جابرانہ رویے کے علاوہ بیاہ شادیاں اور کئی قسم کے مضامین کے متعلق، جو آج ہم نے چھیڑے تھے اور ان سب سوالوں کے ذریعے دین حق پر جو اعتراض پیدا ہوتے رہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان کا مؤثر جواب دینے کی توفیق عطا فرمائی۔ اس دورے کے دوران، جو اٹھارہ دن کا تھا، اللہ تعالیٰ کا فضل سے دس بیعتیں ہوئیں۔ حالانکہ اس سے پہلے کینیڈا میں کچھ جمود سا پیدا ہو چلا تھا، اب خدا کے فضل سے وہ ٹوٹ رہا ہے۔

احمدیت کے اندر بھی بہت سی زمین ایسی ہے، جو ہماری ہوتے ہوئے بھی ابھی پوری طرح ہماری نہیں۔ اور وہ جو فوائد ہیں یعنی اس زمین کو دوبارہ حاصل کر لینا، یہ بہت عظیم الشان فوائد ہیں، چنانچہ جہاں جہاں بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے دورے کی توفیق ملی ہے، وہاں میں نے خود بھی محسوس کیا کہ وہ چہرے جو پہلے اجنبی سے لگ رہے تھے، وہ آنکھیں، جن میں پوری اپنائیت نہیں تھی، دورہ ختم ہونے سے پہلے پہلے ہی ان کے اندر عظیم الشان تبدیلی پیدا ہوئی۔ اور بعد میں بھی جو اطلاعیں موصول ہوئیں، ان سے یہی پتہ چلا کہ

خدا کے فضل سے بہت سے نوجوان، جو پہلے معمولی سی دلچسپی رکھتے تھے یا دور کا تعلق رکھتے، خدا کے فضل سے بڑے ہی اچھے خدمت کرنے والے، قربانی کرنے والے نوجوانوں میں تبدیل ہو گئے۔

چنانچہ نسیم مہدی صاحب نے جو کینیڈا کے مربی انچارج ہیں، دورے کے بعد ایک واقعہ لکھا۔ وہ لکھتے ہیں کہ ایک نوجوان کے بارے میں، میں ہمیشہ سوچا کرتا تھا کہ یہ نوجوان، جس کے والد فوت ہو چکے ہیں، ضائع ہو چکا ہے۔ لیکن اس دورے کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس میں یہ شاندار تبدیلی پیدا ہوئی کہ خود اس نوجوان نے بتایا کہ دوستوں کی وہ مجالس، جن سے جان چھڑانی مشکل تھی، اس دورے کے بعد مجھے ان سے اچانک نفرت پیدا ہو گئی اور اب میں جماعت کی کتب کو بڑے شوق سے پڑھتا ہوں۔ اور میرے دل میں جماعت کی خدمت کی ایک لگن پیدا ہو گئی ہے۔ چنانچہ نسیم مہدی صاحب لکھتے ہیں کہ اس کا یہ بیان درست ہے، اس میں خدا تعالیٰ کے فضل سے بڑی پاک تبدیلی پیدا ہوئی ہے۔

اخبارات کے ذریعے کینیڈا میں ساڑھے تین ملین افراد (35 لاکھ افراد) کو اس دورے کے دوران احمدیت کا پیغام پہنچانے کی توفیق ملی۔ اور ریڈیو کے ذریعہ دو لاکھ کو اور ٹیلی ویژن کے ذریعہ چھ لاکھ کو۔ یاد رکھیں کی کینیڈا کی کل آبادی 25 ملین (ڈھائی کروڑ) ہے۔ اس لحاظ سے اتنی بڑی تعداد کو اس تھوڑے سے عرصے میں پیغام پہنچانا، خدا کے فضل سے ایک بہت ہی بڑی کامیابی ہے۔

سوئٹزرلینڈ میں حال ہی میں جو دورہ کیا، اس کو بھی خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے رحمتوں کے پھل لگائے اور کئی پھلوں سے وہ بہت کامیاب ثابت ہوا۔ وہاں کے یونیورسٹی آف زیورک کے ایک پروفیسر ہیں، کرل ہینکن، انہوں نے یونیورسٹی آف زیورک میں میرے ایک لیکچر کا انتظام کیا۔ جس کا موضوع تھا،

TRUTH,RATIONALISM,REVELATION AND KNOWLEDGE

(یعنی سچائی، عقل، الہام اور علم) یہ عنوان مقرر کرنے کی وجہ یہ بنی کہ میں جب اس سے پہلی دفعہ سوئٹزرلینڈ کے دورے پر گیا تو اخباری نمائندوں میں سے بعض نے میری توجہ اس طرف مبذول کروائی کہ کثرت کے ساتھ ہمارے نوجوان (یعنی سوئٹزرلینڈ کے نوجوان) دہریہ ہو چکے ہیں۔ اس نے کہا کہ آپ جو کہتے ہیں کہ دین کی خدمت کر رہے ہیں، پہلے ہمارے نوجوانوں کو تو سنبھالو، خدا کا تو قائل کرو۔ اور یہ رو ایک شدید بیماری کی طرح پھیل گئی ہے۔ اور انہوں نے بتایا کہ ہمیں خطرہ ہے کہ آئندہ دس، بارہ سال کے اندر سوئٹزرلینڈ مستقلاً دہریہ ہو چکا ہوگا۔ اس پر مجھے بڑی فکر پیدا ہوئی۔ میں نے انہیں کہا کہ میری طرف سے یہ پیغام دے دیں کہ جماعت احمدیہ اس چیلنج کو قبول کرتی ہے اور اگر دیگر مذاہب بھی اس میں حصہ لیں تو ہم مل

کرسب سے پہلے خدا تعالیٰ کی ہستی کے مضمون کے بارے میں جہاد شروع کرتے ہیں۔اس کے جواب میں ہم نے اشتہار بھی شائع کیا۔اخباروں میں بھی یہ بیان شائع ہوا۔بعض مذہبی تنظیموں نے دلچسپی کا اظہار کیا۔جن میں عیسائی بھی تھے، یہودی بھی تھے، بعض اور بھی تھے۔اور ایک فورم کا انعقاد ہوا، جس میں خدا کی ہستی پر مختلف مذاہب نے اپنے عقائد کا اظہار کیا۔اس پر تبصرہ کرتے ہوئے وہاں کے ہمارے ایک سوئس مخلص احمدی نے ، جو بڑے ذہین ہیں، انہوں نے لکھا کہ بظاہر یہ ایک کامیابی ہے۔مگر جو آپ کا مقصد تھا، وہ بہر حال پورا نہیں ہوا۔کیونکہ یہ سارے شرکاء محفل اپنے ساتھ اپنے چیلے چانٹے لے کر آئے تھے، جو پہلے ہی خدا کے قائل ہیں۔اور اس تقریب میں خدا کی ہستی کے بارے میں ان لوگوں کے سامنے دلیلیں پیش کی جارہی تھیں، جو خدا کو پہلے سے ہی مانتے ہیں۔تو فائدہ کیا ہوا، صرف ایک دکھاوا سا ہو گیا ہے۔مربی انچارج نے بھی اسی رائے کا اظہار کیا۔چنانچہ میں نے کہا کہ یونیورسٹی میں جا کر کوشش کریں۔اگر وہ تیار ہوں تو میں آنے کے لئے تیار ہوں۔میں اس مضمون پر وہاں خطاب کروں گا۔یونیورسٹی کے پروفیسروں نے کہا کہ ہم خطاب تو کروا لیں گے۔لیکن اگر خدا کی ہستی پر خطاب کروایا گیا تو آئے گا ہی کوئی نہیں۔یہاں کے طلباء آپ کو نہیں جانتے۔بڑے سر پھرے ہیں، کوئی دلچسپی نہیں لے گا۔پروفیسر ہینکن بڑے ذہین بھی ہیں اور بڑے نیک دل آدمی بھی ہیں ان کو دلچسپی پیدا ہو گئی۔اس تقریب میں انہوں نے کہا کہ میں ایک ترکیب بتاتا ہوں۔میں عنوان یہ رکھتا ہوں (جو اوپر بیان کیا گیا ہے) اس میں الہام REVELETION کے ذریعے جو کھڑکی کھولی جائے گی، اس میں آپ خدا کا ذکر شروع کر دیں اور جو کہنا چاہتے ہیں، کہہ دیں۔لیکن بنیادی طور پر مضمون ہو، ٹروتھ، ریشنلزم، ریوی لیشن اور نالج (یعنی سچائی، عقل، الہام اور علم)۔چنانچہ ان کی یہ ترکیب کارگر ہوئی۔اس مضمون پر جو لیکچر میں نے وہاں دیا، اس کا ترجمہ شیخ ناصر احمد صاحب نے کیا۔سارا لیکچر تو وہاں پڑھا جانا ناممکن تھا، اس کے ایک تہائی حصہ کا ترجمہ کر کے شیخ ناصر احمد صاحب نے پیش کیا۔ایک گھنٹے کے لگ بھگ وہ مضمون پڑھا جانا تھا، اس لئے میں نے نہیں پڑھا۔انگریزی والا حصہ صرف شیخ صاحب نے ترجمہ کر کے سنا دیا اور اس کے بعد سوال و جواب کا موقع ملا۔اس سے پہلے پروفیسر ہینکن یہ کہہ چکے تھے کہ اس ہال میں اس سے پہلے چرچل کا لیکچر ہوا تھا اور اکثر ہال خالی تھا۔اب جماعت احمدیہ کے لئے چیلنج ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ کتنے آدمی اس کو سننے کے لئے آتے ہیں؟ ہماری دنیاوی تو حیثیت ہی کوئی نہیں لیکن دعائیں ضرور ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ایسا فضل کیا کہ وہ سارا ہال کھچا کھچ بھر گیا۔اس سے اوپر زائد ایک گیلری تھی، وہ بھی بھر گئی۔چنانچہ ایک تیسرے کمرے ٹیلی ویژن کے ذریعے تقریر اور مقرر کی تصویر

پہنچائی گئی اور وہاں بھی سننے والے آکے بیٹھے اور خدا کے فضل سے اس کا بہت اچھا اثر اس رنگ میں ظاہر ہوا کہ ایک تو غیر احمدی مسلمانوں کی مسجد کے امام جو مصری ہیں، وہ مخالفت کی نیت سے وہاں آئے اور انہوں نے جو سوالات کئے، ان کے جو جوابات دینے کی مجھے توفیق ملی، اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں میں دلچسپی پیدا کر دی۔

چنانچہ یوگوسلاویہ میں ایک علاقہ ہے، باتھنیا، جو مسلمانوں کی ایک ریاست تھی۔ جو دوسری جنگ میں اتنا ظلموں کا نشانہ بنی کہ اس کی تین چوتھائی آبادی اس جنگ کے دوران ہلاک ہوگئی تھی۔ وہاں اس کے بعد مزید ظلم یہ ہوا کہ اشتراکی حکومت آگئی اور اس نے اسلام کے خلاف اتنا سخت رویہ اختیار کر لیا کہ اسلام کا نام لینا بھی ایسا جرم بن گیا، جس کی سزا موت تھی۔ ہماری بڑی دیر سے خواہش تھی کہ اس زبان میں بھی قرآن کریم کا ترجمہ کریں، احمدیت کا پیغام پہنچائیں لیکن پیش نہیں جاتی تھی۔ حسن اتفاق سے اس لیکچر میں ایک باتھنیا کے ٹیکسی ڈرائیور آئے ہوئے تھے اور نام کے وہ ٹیکسی ڈرائیور تھے۔ مگر تھے وہ بڑے قابل آدمی اور ٹیکسی کا پیشہ ہمارے ملک میں تو کم درجہ کا سمجھا جاتا تھا، وہاں بڑا معزز ہے۔ اس پہلو سے کہ وہاں ٹیکسی ڈرائیور بڑی کمائی کرتے ہیں اور ان کا مکان بھی بڑے اچھے فیشن ایبل علاقے میں تھا۔ وہ وہاں آئے ہوئے تھے۔ وہ دوسرے دن صبح مشن میں آگئے اور کہا کہ میں نے آپ کے امام سے ملنا ہے، مجھے تھوڑا سا وقت دیں۔ مربی انچارج مجھ سے کہا کہ چندمنٹ کے لئے آئے گا۔ کل آپ نے سفر پر جانا ہے، اس سے پہلے وقت دے دیں۔ میں باہر نکلا، ان سے ملا، بات کی تو مجھے ان کے آثار کچھ اور نظر آئے۔ میں نے مربی انچارج سے کہا کہ چندمنٹ کی بات نہیں، یہ گھنٹوں کی بات لگتی ہے، اس لئے کچھ پہلے بلا لیں۔ چنانچہ پہلے بلانے کے باوجود ڈیڑھ گھنٹے تک انہوں نے اٹھنے کا نام نہ لیا۔ قافلہ تیار کھڑا تھا، میں نے کہا کہ کوئی پرواہ نہیں، ان کو حق کا پیغام پہنچانے کا موقع مل جائے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ آپ نے دلچسپی کیوں لی؟ آپ کیوں آئے، اس لیکچر کے بعد؟ انہوں نے دو باتیں بیان کیں۔ انہوں نے کہا: ترجمہ تو مسعود جہلمی صاحب کرتے تھے لیکن جب انہوں نے بات کی تو میں حیران ہو کر مسعود جہلمی صاحب کو دیکھ رہا تھا کہ رونے لگ گئے، آنکھوں سے آنسوؤں کے فوارے پھوٹ پڑے اور جذبات کی شدت سے ترجمہ کرنے کی طاقت نہیں رہی۔ کچھ دیر تک اتنا مغلوب ہو گئے۔ پھر انہوں نے مجھے بتایا کہ یہ کہہ رہے ہیں کہ دو باتوں کے نتیجے میں، میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں آپ سے ضرور ملوں گا اور اس تعلق کو قائم رکھوں گا۔

اول: یہ کہ جب آپ نے اس مولوی کے اعتراض کے جواب دیئے تو آپ کے طرز میں ایک شرافت تھی، ایک نجابت تھی اور ایک وقار تھا اور اسی پر میں مطمئن ہو گیا تھا کہ آپ سچے ہیں اور یہ جھوٹا ہے۔

دوسرے: یہ کہ اس لیکچر کے دوران میں نے یہ اندازہ لگایا اور مجھے شوق ہے قرآن کریم کے مطالعہ کا اور میں تفاسیر کو بھی دیکھتا رہتا ہوں۔ میں نے یہ اندازہ لگایا بلکہ یہ فیصلہ کیا کہ آج روئے زمین پر تم سے زیادہ قرآن کریم کو جاننے والا اور کوئی شخص نہیں۔ (نعرہ ہائے تکبیر)

چنانچہ انہوں نے کہا کہ مجھے آپ سے ایک دلی محبت پیدا ہو چکی ہوئی ہے اور میں اصرار کرتا ہوں کہ آپ میرے گھر تشریف لائیں، چاہے ایک منٹ کے لئے آئیں۔ اور میں یہ فیصلہ کر چکا ہوں کہ باتھنیا کو میں احمدیت کا پیغام پہنچاؤں گا۔ اور میرے بھائی وہاں بڑے با اثر ہیں۔ میں نے بے تاب ہو کر فون پر ان کو بتایا ہے اور انہوں نے فون پر ہی مجھ سے درخواست کی ہے کہ جلد سے جلد ان کو لے کر یہاں آؤ۔ تو وہاں جانے کا پروگرام تو بنے یا نہ بنے، اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے۔ مگر میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ اس قسم کے خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ دوروں کے دوران اللہ تعالیٰ کی رحمت کے پھل لگتے رہتے ہیں اور دل خدا کے حضور شکر سے لبریز ہو کر بہنے لگتا ہے۔ یہ محض اللہ کا احسان ہے کہ وہ جماعت احمدیہ کے لئے نئے نئے راستے کھول رہا ہے۔ اب باتھنیا کے لئے ایک تمنا تھی اور کوئی آدمی مل نہیں رہا تھا، ترجمے والا بھی اور خدا نے خود ہی اپنے فضل سے رستہ کھول دیا۔

نیوز کانفرنس خدا کے فضل سے اس طرح سے کامیاب رہی کہ اگر چہ نمائندے صرف تین تھے لیکن ایک ان میں سے جورائٹر کا نمائندہ تھا، اس نے بہت اچھا کوریج COVEREGE ساری دنیا میں بھجوایا۔ اور جماعت احمدیہ کے متعلق اس کا بھیجا ہوا پیغام یہاں لنڈن کے جنگ میں بھی چھپا اور دنیا کے دوسرے اخباروں میں بھی چھپا۔

جو استقبالیہ ہوئی، اس میں بڑے بڑے ممالک کے نمائندے، ڈپلومیٹ، ڈاکٹر، ممتاز صحافی، وکلاء، انجینئر، غرضیکہ ہر قسم کے دانشور موجود تھے۔ اور رات سات بجے شروع ہوئی، رات گیارہ بجے تک سوال و جواب ہوتے رہے۔ باوجود اس کے کہ ان لوگوں کی عادت نہیں ہے اتنا لمبا عرصہ بیٹھنے کی لیکن پھر بھی وہ اٹھنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔ اور مجھے احساس ہوا کہ بعض ان میں سے تھک گئے ہوں گے۔ اس لئے میں نے پریذیڈنٹ صاحب سے کہا: اگر چہ میں تو نہیں تھکتا خدا کے فضل سے لیکن کہیں یہ نہ ہو کوئی شخص مروت کے مارے بیٹھا ہو، اس لئے آپ اس کو ختم کرنے کا اعلان کر دیں۔ دوسرے دن پھر ہم نے کچھ دوستوں کو بے تکلف چائے پر اور سوال و جواب کے لئے بلایا۔ اس میں اس لیکچر میں شامل ہونے والے کئی خاندان بغیر بلاوے کے تشریف لے آئے۔ یہ ہم نے اعلان اسی لیکچر میں کر دیا تھا کہ دوسرے دن ایک

بے تکلف چائے پارٹی ہونے والی ہے، اس لئے جو دعوت لینا چاہے، وہ ہم سے رابطہ قائم کرے تو انہوں نے رابطہ تو کوئی نہیں کیا۔ لیکن یہ سمجھ کر کہ یہ عام دعوت ہے، وہ خود ہی تشریف لے آئے۔ اور بہت ہی اللہ کے فضل کے ساتھ محبت کا اظہار کیا، احمدیت میں دلچسپی لی، بڑے اچھے سوال کئے اور جس قسم کے تاثرات ان پر پیدا ہوئے، اس کی ایک مثال میں آپ کو بتاتا ہوں کہ عشاء کی نماز کے وقت ایک خاندان جس کے میاں بھی بڑے اچھے وکیل ہیں اور بیوی بھی بڑی قابل وکیل ہے۔ وہ دونوں اپنے بچوں کو لے کر ٹھہرے رہے۔ عشاء کی نماز ان بچوں کو دکھائی اور نماز کے بعد میں نے بچوں کو تھوڑا سا پیار کیا، ان سے پوچھا کیا حال ہے؟ میں نے کہا: ان کو احمدیت کے متعلق تو کسی قسم کی واقفیت نہیں ہوگی تو ان کے والدین نے کہا کہ اس سے بہتر اور کوئی ذریعہ نہیں تھا، ان کو احمدیت سے متعارف کروانے کا کہ یہ آپ کو نماز کی حالت میں دیکھیں۔ اور یہ میں نے کر لیا ہے۔ اب یہ بات جس کو دلچسپی پیدا نہ ہو، اپنے بچوں کے متعلق وہ کر ہی نہیں سکتا۔ وہ چاہتا تھا کہ بچے احمدیت میں دلچسپی لیں۔ ان کی بیگم نے جانے سے پہلے جب کہ میں فارغ ہو کر ساڑھے گیارہ بجے کے قریب اندر جا چکا تھا، انہوں نے کہا کہ میں آپ سے ملے اور آپ سے اپنے بچوں کو ملائے بغیر واپس نہیں جانا چاہتی۔ اور میں یہ وعدہ لینا چاہتی ہوں کہ آپ جب پھر تشریف لائیں تو ہمارے گھر ضرور تشریف لائیں اور اس سے کم میں مانوں گی بھی نہیں۔ چنانچہ میں نے ان سے وعدہ کیا۔ یہ خدا کے فرشتے ہیں، جو تحریک کرتے چلے جارہے ہیں۔ ہر طرف سے نئے نئے رستے کھل رہے ہیں۔

اب سوئٹزرلینڈ تو بڑی خشک جگہ سمجھی جاتی ہے۔ ہمارے چانن صاحب آئے ہوئے ہیں، ان کو پتہ ہے کہ کتنی خشک جگہ ہے۔ وہ مجھے اس سے پہلے بھی یہ لکھ چکے تھے کہ کیوں پیسے ضائع کر رہے ہو، سوئٹزرلینڈ میں؟ یہاں کوئی شخص اثر قبول نہیں کر سکتا۔ مگر خدا نے ان کے دیکھتے ہی، وہ موجود رہے سارا عرصہ، اپنے فضل سے ایسے شاندار نتائج پیدا کئے اور وہیں سوئٹزرلینڈ کے ایک نہایت مخلص میاں بیوی، جو پہلے مسلمان ہو چکے تھے، وہ احمدی ہو گئے۔ وہ یہاں بھی تشریف لائے ہوئے ہیں۔ میرے ساتھ وہاں سفر میں بھی شامل ہوئے۔ اور عظیم الشان پاکیزہ روحانی تبدیلی ان کے اندر پیدا ہو رہی ہے۔ اس لئے ہمیں مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ یہ جو فتویٰ دینے میں جلدی کرتے ہیں کہ زمین سخت ہے، لوگ گندے ہیں، قبول نہیں کریں گے، یہ جائز نہیں ہے۔ قرآن فرماتا ہے کہ ایسے پتھر ہیں، جن سے پانی کے چشمے پھوٹ پڑتے ہیں۔ اس سے یہی مراد ہے کہ تمہیں وہ پتھر نظر آتے ہیں لیکن تمہیں کیا پتہ کہ خدا کی تقدیر ان کے دلوں سے رحمت کے چشمے بہا دے۔ اس لئے داعی الی اللہ کو اپنے عزم اور حوصلے کو ہمیشہ بلند رکھنا چاہئے"۔

(مطبوعہ ضمیمہ ماہنامہ تحریک جدید ستمبر 1987ء)

**قسط نمبر 06**

حضور نے اپنا خطاب جاری رکھتے ہوئے فرمایا:۔

"میرے دورے کے علاوہ مرکزی دورہ جات کے بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت ہی عظیم الشان نتائج پیدا ہوئے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ نے ان سب نمائندوں کی جو حضرت بانی سلسلہ کے نمائندے ہیں، ان کی بھی اسی طرح تائید فرمائی ہے۔ ان کامیاب دوروں کا خلاصہ یہ ہے کہ چوہدری حمید اللہ صاحب وکیل اعلیٰ کو امریکہ، انڈونیشیا، سنگاپور اور برما کے دورے کی توفیق ملی۔ مبارک احمد ساقی ایڈیشنل وکیل التبشیر لندن کو ناروے، ڈنمارک، سویڈن، نائیجیریا، غانا، زائرے، آئیوری کوسٹ اور لائبیریا کے دورے کی توفیق ملی۔ شجر احمد فاروقی مرکزی آڈیٹر کو امریکہ، کینیڈا، مغربی جرمنی، ہالینڈ، سوئٹزرلینڈ، بیلجیئم، فرانس کے دورے کی توفیق ملی۔ عطاء اللہ صاحب کلیم کو سورینام، گیانا، ٹرینیڈاڈ۔ محمود احمد صاحب صدر خدام الاحمدیہ کو ہالینڈ، مغربی جرمنی، امریکہ۔ اسی طرح حافظ مظفر احمد صاحب، مبشر احمد کاہلوں صاحب، سلطان محمود صاحب انور، مرزا غلام احمد صاحب، عبدالوہاب آدم، مولوی محمد عمر صاحب مربی مدراس، خدا کے فضل سے ان کو اور چوہدری انور حسین صاحب، منیر الدین شمس، جلال شمس اور ملک محمود مجید کو بھی موقع ملا، بنگلہ دیش جانے کا۔ بشیر الدین صاحب، مشتاق احمد شائق، چوہدری شبیر احمد صاحب، سردار نذیر احمد آرکیٹیکٹ، عبدالرشید آرکیٹیکٹ ان سب کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے مرکزی نمائندگی میں مختلف ممالک کے دورے کر کے مختلف خدمات کی توفیق عطا ہوئی۔

اب میں رپورٹ کے سب سے زیادہ اہم اور قابل قدر حصے کی طرف آتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس سال جماعت احمدیہ کو قرآن کریم کی خدمت کی جو توفیق بخشی ہے، یہ ایک غیر معمولی اور تاریخی خدمت ہے۔ جس کی کوئی مثال دنیا میں آپ کو کہیں نظر نہیں آئے گی۔ جب میں یہ کہہ رہا ہوں، کوئی یہ نہ سمجھے کہ مبالغہ ہے۔ میں ابھی وہ کوائف آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں، جو ترجمہ قرآن کریم کے سلسلہ میں خدا تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کو خدمت کی توفیق بخشی ہے۔ آپ جانتے ہیں پاکستان سے میرے یہاں آنے تک یعنی علماء کی شدید مخالفت کے دور سے پہلے گذشتہ 90 سال کی تاریخ میں جماعت احمدیہ کو دس زبانوں میں ترجمے شائع کرنے کی توفیق ملی تھی۔ یہ اردو کے علاوہ ہیں۔ انگریزی، یوگنڈا، گورمکھی، ڈینش، سواحیلی، جرمن، ڈچ، یوروبا، انڈونیشین، اسپرانٹو۔ اس کے بعد سے اب تک اللہ تعالیٰ کے فضل سے اٹالین اور فرنچ اور فجین اور ہندی تراجم قرآن طبع ہو چکے ہیں۔ دو پچھلے سال طبع ہوئے تھے، دو اس سال طبع

ہوئے ہیں۔ اس وقت رشین قرآن کریم پریس میں موجود ہے اور عنقریب چند دنوں تک اس کی طباعت مکمل ہونے والی ہے۔ سپینش ترجمے کی کمپوزنگ شروع ہو چکی ہے۔ مزید دس تراجم قرآن کریم بھی طباعت کے لئے تیار ہیں اور ان پر نظر ثانی وغیرہ کا آخری کام ہو رہا ہے۔ جس کے بعد وہ پریس میں چلے جائیں گے۔ ان کے علاوہ بائیس نئی زبانوں میں قرآن کریم کا ترجمہ ہو رہا ہے، جو مختلف مراحل پر ہے۔ اس کے علاوہ سربوکریٹ اور یونانی زبان میں بھی کام کا پروگرام تھا مگر ابھی تک ان کے مترجم نہیں ملے۔ یہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ مل جائیں گے تو ان کو شامل کر کے آئندہ سال کے اختتام سے پہلے خدا تعالیٰ کے فضل سے ہم 50 زبانوں میں قرآن کریم کے پورے تراجم شائع کرنے کی توفیق پالیں گے۔

جو غیر مطبوعہ تراجم قرآن مکمل ہیں، ان کی فہرست یہ ہے۔ سویڈش، سانٹو، ہاؤسا، البانین، کورین، اڑیا، کیکویو، کیکمبا، بنگلہ، پرتگالی۔ جو زیر ترجمہ ہیں، وہ بائیس ہیں۔ مینڈے، آسامی، سندھی، پولش، جاپانی، ٹرکش، چینی، کنڑی، ملیالم، تامل، گجراتی، ویت نامی، نارو تجین، مراٹھی، تلگو، پشتو اور غور، ملائی، توالو، فارسی، چیک (چیکوسلواکیہ کی زبان) سرائیکی، سربوکریٹ، اس زبان کے ایک عالم حال ہی میں ملے ہیں اور وہ یہاں سے وعدہ بھی کر کے گئے تھے کہ ترجمہ کریں گے۔ ان کی رپورٹ نہیں آئی لیکن امید ہے کہ ترجمہ شروع ہو چکا ہوگا۔ یونانی زبان میں ہمیں ابھی تک مترجم نہیں مل سکا۔ یہ مشکل پڑ رہی ہے کہ یہاں آرتھوڈوکس چرچ سے تعلق رکھنے والے بہت متعصب ہیں اور جو انگریزی اور یونانی جانتے بھی ہیں، جب ان کو پتہ چلتا ہے کہ قرآن کریم کا ترجمہ کروانا ہے تو صاف انکار کر دیتے ہیں۔ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کا بھی کوئی سامان پیدا فرمائے۔

اس ضمن میں، میں آپ کو ایک اور بات سے مطلع کرنا چاہتا ہوں کہ قرآن کریم کے تراجم کے ساتھ ساتھ ہی میں نے تحریک کی تھی کہ جن دوستوں کو خدا توفیق بخشتا ہے کہ وہ قرآن کریم کا پورا ترجمہ خود شائع کرائیں یا جن خاندانوں کو یہ توفیق بخشتا ہے، وہ اپنے نام پیش کریں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس تحریک پر لبیک کہتے ہوئے، آج تک جن احباب نے بعض زبانوں میں قرآن کریم شائع کرانے کے سلسلہ میں اپنے نام پیش کر دیئے ہیں، ان کی فہرست میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں تا کہ ان کے لئے خصوصیت سے دعا کی تحریک پیدا ہو۔ یادرکھیں کہ ایک ترجمہ قرآن کے شائع کرنے کے لئے پچیس سے پینتیس ہزار پاؤنڈ تک درکار ہوتے ہیں۔ اور مقصد یہ ہے کہ جب ایک دفعہ قرآن کریم شائع ہو کر مارکیٹ میں جگہ پا جائے اور اس کی اشاعت کا خرچ واپس آ جائے تو ان خاندانوں یا ان ناموں کی طرف سے

صدقہ جاریہ کے طور پر اس واپس آئی ہوئی رقم کو دوبارہ کسی اور ترجمہ قرآن پر لگایا جائے گا۔ اس لئے جو پچاس کا پروگرام ہے، ان سب کے لئے ہمیں ایک ایک فرد یا ایک ایک خاندان یا ایک ایک جماعت کی ضرورت ہے۔ فرنچ ترجمہ قرآن کے لئے ہمارے امریکہ کے ایک مخلص احمدی دوست ڈاکٹر حمید الرحمٰن صاحب کو توفیق ہوئی۔ اٹالین کے لئے ان کے خسر، ویسے یہ اس طرح تو نہیں کہنا چاہیے، حمید الرحمٰن صاحب، ڈاکٹر عبد السلام صاحب کے داماد ہیں، یہ کہنا زیادہ مناسب ہے۔ لیکن چونکہ وہ قرآن کی وجہ سے عزت پا گئے تھے، اس لئے میں نے کہا کہ ان کے خسر ۔ ورنہ یہ مراد نہیں کہ ڈاکٹر عبد السلام صاحب کو ان کے تعارف سے پہچانا جائے۔ بہر حال ڈاکٹر عبد السلام صاحب کو اٹالین زبان میں قرآن کریم کے ترجمے کا خرچ پیش کرنے کی سعادت عطا ہوئی۔ مکرم چوہدری شاہنواز کو رشین قرآن کریم کا خرچ پیش کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ جماعت احمدیہ لیبیا نے سپینش زبان کا خرچ پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔ البانین کا ترجمہ ہمارے کینیڈا کے ایک مخلص دوست مکرم عیسیٰ جان صاحب کے واقف زندگی بیٹے کر رہے ہیں۔ ان کے بھائی دانیال خان نے یہ پیشکش کی ہے کہ وہ اپنے بھائی کے کئے ہوئے البانین زبان کے ترجمے کا سارا خرچ پیش کریں گے۔ فارسی کے متعلق جماعت ایران نے وعدہ کیا ہے کہ ہم کریں گے۔ جاپانی کے متعلق چوہدری شاہنواز صاحب کے بچوں نے اپنے باپ کے علاوہ یہ پیش کش کی ہے۔ اور اس سلسلہ میں بہت سی رقم بھی جمع کروا چکے ہیں۔ کورین زبان کے لئے جماعت احمدیہ ابوظہبی نے پیشکش کی ہے۔ یونانی زبان کے لئے ڈاکٹر عزیز الرحمٰن صاحب نے۔ ویت نامی زبان کے لئے مکرم منور احمد صاحب امریکہ۔ ہندی زبان ہندوستان کی تمام جماعتیں مل کر۔ ہاؤسا زبان نائیجیریا کی تمام جماعتیں مل کر۔ سندھی کے لئے سندھ کی جماعتیں۔ بنگلہ زبان مکرم محمد یامین صاحب بنگلہ دیش اکیلے۔ فجین زبان میں طبع ہو چکا ہے، یہ اس فہرست سے نکل گیا ہے۔ ''اورغور'' کے متعلق یہ بات قابل ذکر ہے کہ یہ ایک بہت ہی اہم زبان ہے۔ اور یہ چین کے بھی مسلمان علاقے میں بولی جاتی ہے اور اس کے ساتھ سرحد کے پرلی طرف روس کے مسلمان علاقے میں بھی بولی جاتی ہے۔ ''اورغور'' قوم اس لحاظ سے بہت اہمیت رکھتی ہے کہ اشتراکیت کے باوجود ان کا خاندانی نظام متاثر نہیں ہوا اور انہوں نے اپنی روایات کی حفاظت کی ہے اور اسلام سے محبت رکھتے ہیں۔ ''اورغور'' کے متعلق جب میں ڈاکٹر عبد السلام صاحب سے بات کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس قوم میں داخلے کے رستے پیدا کر دیئے ہیں تو ڈاکٹر صاحب نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ ''اورغور'' کے ترجمہ کی طباعت کا خرچ بھی، اٹالین کے علاوہ وہ خود ہی دینے کی

اجازت چاہتے ہیں۔ چنانچہ میں نے اسی وقت شکریہ کے ساتھ ان کی یہ پیش کش قبول کرلی۔ یہ سولہ ایسے تراجم ہیں، جن کے اخراجات بعض احمدی دوستوں، جماعتوں یا خاندانوں کے سپرد ہو چکے ہیں۔

گزشتہ سال میں نے بھی اپنی اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ میں اپنے والد مرحوم حضرت فضل عمر کی طرف سے اور اپنی والدہ مرحومہ کی طرف سے ایک قرآن کریم کا خرچ پیش کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ مشکل یہ پڑی کہ اہم زبانیں نکلتی جارہی تھیں اور مجھے گھبراہٹ شروع ہوگئی کہ یہ نہ ہو کہ بڑی بڑی زبانیں ساری نکل جائیں۔ اس سال خدا نے یہ توفیق عطا فرمادی ہے اور چینی زبان کا قرآن کریم کا ترجمہ انشاءاللہ حضرت فضل عمر اور میری والدہ محترمہ کی طرف سے شائع کرنے کے لئے خرچ میں جماعت احمدیہ کو پیش کر رہا ہوں۔ اس سلسلے میں ایک دلچسپ بات یہ بیان کرنے کے لائق ہے اور اسی لئے میں نے یہ تمہید بیان کی ہے۔ جب میں نے یہ فیصلہ کیا، اس وقت میرے ذہن میں یہ بات نہیں تھی۔ مگر اس کے دوسرے ہی دن عثمان چینی صاحب نے حضرت بانی سلسلہ کا یہ اقتباس میرے سامنے رکھا اور کہا کہ میں سمجھتا ہوں کہ اس میں آپ بے اختیار تھے، یہ زبان آپ ہی کے حصے میں آنی تھی۔ اور یہ زبان حضرت فضل عمر اور آپ کے خاندان ہی کی طرف سے شائع ہونے والی زبان تھی۔ کیونکہ حضرت بانی سلسلہ حقیقۃ الوحی میں فرماتے ہیں:۔

"............مگر یہ تو یقینی اور مشہود و محسوس ہے کہ اکثر مائیں اور دادیاں ہماری مغلیہ خاندان سے ہیں اور وہ صینی الاصل ہیں، یعنی چین کی رہنے والی"۔

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 209 حاشیہ)

تو ماؤں کی طرف سے ہمارا چین سے تعلق تھا۔ اور حضرت بانی سلسلہ چونکہ اس قوم میں سے پیدا ہوئے تھے، اس لئے خدا تعالیٰ کی تقدیر نے شاید یہی پسند فرمایا۔ میں یہی حسن ظن رکھتا ہوں کہ آپ ہی کے خاندان کو یہ توفیق ملے کہ چین کی زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ کر کے ان کے سامنے پیش کیا جائے۔

مندرجہ ذیل زبانوں کے لئے ابھی تک کوئی وعدہ موصول نہیں ہوا۔ اگر کوئی خاندان یا کوئی افراد، خدا کے فضل سے توفیق پائیں یا بعض جماعتیں، تو ان کے لئے دعوت عام ہے۔ یہ زبانیں ہیں۔ اڑیا، ٹرکش، نارویجین، فانٹی، پشتو، پولش، تامل، ملائی، توالو، چیک، مینڈے، کنڑی، گجراتی، پرتگالی، سویڈش اور آسامی"۔

حضور کا خطاب جاری تھا کہ بیچ میں حضور نے یہ اعلان فرمایا کہ

"چوہدری احمد مختار صاحب امیر جماعت احمدیہ کراچی کی طرف سے یہ پیغام ملا ہے کہ وہ کراچی کی جماعت کی طرف سے گجراتی زبان میں ترجمہ قرآن کریم کا خرچ پیش کرنے کی سعادت حاصل کرنا

چاہتے ہیں۔ اسی طرح امریکہ سے ڈاکٹر انوار احمد صاحب، جو مولانا شمس الدین خان صاحب کے صاحبزادے ہیں، جو ہمارے پرانے امیر جماعت ہوا کرتے تھے وہاں کے، انہوں نے پشتو زبان کے ترجمہ قرآن کریم کا خرچ برداشت کرنے کی پیش کش کی ہے۔

اب میں آپ کو اس سکیم کے اس حصے کے متعلق بتاتا ہوں، جس کا تعارف میں پچھلے سال کروا چکا ہوں کہ ہمارا یہ پروگرام ہے کہ سوسالہ جوبلی کا جشن اس رنگ میں منایا جائے کہ ہم کم سے کم ایک سو زبانوں میں قرآن کریم کے اگر پورے تراجم پیش نہیں کر سکتے تو منتخبہ آیات کے تراجم کر کے وہ پیش کر دیں۔ اور جب ہم نے اس کا جائزہ لیا تو ایک سو، آٹھ یا نو زبانوں کا پروگرام بن گیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب تک ان میں سے 94 زبانوں کے ترجمے مکمل ہو کر ہمارے پاس آچکے ہیں۔ اور کچھ ان میں سے ہمارے اس پریس میں طبع ہو رہے ہیں، جس کو لگانے کی جماعت احمدیہ کو اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی ہے۔ یہ ایک لمبی فہرست ہے، چورانوے نام پڑھنا ملک کے، دیس دیس کے، اس لئے میں اس کو چھوڑتا ہوں۔ لیکن میں آپ کو یہ بتاتا ہوں کہ آپ بے شک جائزہ لے کر دیکھ لیں کہ گزشتہ چودہ سو سالوں میں اتنی عظیم الشان مسلمان حکومتیں آئیں، اتنے امیر لوگ پیدا ہوئے، اتنی خدمت اسلام کے دعویٰ کرنے والے اٹھے لیکن گزشتہ چودہ سو سال میں ان کو سو زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم دنیا کے سامنے پیش کرنے کی توفیق نہیں مل سکی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے گزشتہ ایک سال میں جماعت احمدیہ کو یہ توفیق عطا فرما دی ہے کہ اب تک 94 زبانوں میں ہم نمونے کے یہ تراجم مکمل کر چکے ہیں۔ جو قرآن کریم کا تقریباً بیسواں حصہ بنتے ہیں۔ (نعرہ ہائے تکبیر) اور ان آیات کے انتخاب میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت محنت کی گئی ہے۔ بڑی دلچسپی اور گہرے مطالعہ کے بعد مختلف قوموں کے حالات کو سامنے رکھتے ہوئے، ایسی آیات کا انتخاب کیا گیا ہے کہ ایک آدمی جو قرآن کریم سے یا اسلام سے بالکل ناواقف بھی نہ ہو، اس کو بھی دین حق کا پیغام قرآن کریم کی زبان میں نہایت احسن رنگ میں سیر حاصل طور پر پہنچ جائے۔ اور بڑے بڑے فلسفیانہ مضمون بھی اس کے اندر آجائیں اور عام سادہ مزاجوں میں اٹھنے والے سوال بھی قرآن ہی کی زبان میں حل کئے جائیں۔

اس کا اللہ تعالیٰ کے فضل سے اتنا اچھا اثر پیدا ہوا ہے کہ مترجمین نے بے ساختہ قرآن کریم کی مدح میں گیت گانے شروع کر دیئے ہیں۔ اور ایسے مترجمین ہیں، جن کے متعلق پہلے آپ گمان بھی نہیں کر سکتے تھے۔ مثلاً ویلش زبان ہے۔ ویلز میں اس وقت تک باہر سے گئی ہوئی جماعت قائم ہے۔ مقامی باشندہ کوئی نہیں۔ لیکن سپین ویلی میں ہمارے ایک مخلص دوست ہیں، جو ویلز سے تعلق رکھنے والے ہیں۔

ان کا نام نعمان ہے۔ جو پچھلے سال یا دو سال پہلے خدا کے فضل سے احمدیت میں داخل ہوئے تھے۔ ان کے ذریعے ایک قابل پروفیسر سے رابطہ قائم کیا گیا کہ وہ ویلش زبان میں ان منتخبہ آیات کا ترجمہ کریں۔ وہ ترجمہ کرنے کی غرض سے تیار ہوئے۔ ان سے بات طے ہوگئی۔ انہوں نے ترجمہ کرنے کی غرض سے قرآن کریم میز پر رکھا ہوا تھا کہ ان کے والد جو ایک بہت بڑے مذہبی آدمی ہیں اور اپنے پروفیسر بیٹے سے زبان اور علم کے لحاظ سے بہت زیادہ قابل ہیں، ان کی نظر پڑی۔ انہوں نے کہا: یہ کیا چیز ہے؟ انہوں نے بتایا کہ اس طرح بات ہے۔ وہ انگریزی زبان کا ترجمہ قرآن کریم تھا، ان کو انگریزی بہت اچھی آتی تھی۔ چنانچہ انہوں نے کھڑے کھڑے اٹھا کر پڑھنا شروع کیا اور پڑھنے کے بعد کہا۔ یہ بہت عظیم کتاب ہے۔ اور میرے ہوتے ہوئے تم ترجمہ کرو یہ نہیں ہوسکتا۔ باپ کا پہلا حق ہے، اس لئے ترجمہ میں کروں گا۔ ترجمہ جب انہوں نے کیا تو ہمارے احمدی دوست نعمان صاحب نے (نیومین ان کا پہلے نام تھا) ان سے فون پر بات کی۔ اور بعد میں انہوں نے بتایا کہ میں نے ان سے پوچھا کہ ترجمہ کتنا ہوا ہے اور کیسا ہوا ہے؟ تو کہتے ہیں کہ ان کی آواز جذبات سے مغلوب ہوگئی۔ اور فون پر پتہ لگ رہا تھا کہ وہ رو رہے ہیں اور انہوں نے کہا: ٹھہرو! ٹھہرو! میں تمہیں اس عظیم کتاب سے کچھ اقتباسات، جو میں نے ترجمہ کیا ہے، اپنی زبان میں خود سنانا چاہتا ہوں اور جب وہ ترجمہ سنا رہے تھے تو ساتھ ساتھ ان کی آوازوں سے پتہ چل رہا تھا کہ وہ روتے جا رہے ہیں۔ اسی طرح دوسری زبانوں میں جو یورپین زبانیں ہیں، ان میں بھی ہم نے محسوس کیا کہ جب کسی کو آمادہ کیا گیا تو تھوڑی دیر کے اندر ہی اس کی کیفیت بدل گئی۔ اور جب دوبارہ اس سے رپورٹ لینے کے لئے ہمارا نمائندہ گیا تو اس نے کہا کہ میں تو بہت ہی متاثر ہوا ہوں، عظیم الشان کتاب ہے اور عظیم الشان انتخاب بھی ہے کہ ہمیں ہر مسئلے پر دین حق کے متعلق آگاہ کر رہا ہے۔ ایک یورپین نے جو لیتھوینگن دوست ہیں، ان کو ترجمے کے لئے آمادہ کیا گیا تو جب انہوں نے قرآن کریم پڑھا تو وہ اتنے متاثر ہوئے کہ انہوں نے کہا کہ میں اس کام کا کوئی معاوضہ لینے کے لئے تیار نہیں۔ چنانچہ وہ خدا تعالیٰ کے فضل سے بغیر معاوضہ کے ترجمہ کر رہے ہیں''۔

حضور نے حاضرین جلسہ سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا:۔

''آپ میں سے اکثر یہ پریس تو دیکھ ہی چکے ہوں گے۔ خدا کے فضل سے نہایت ہی اعلیٰ درجہ کا ایک پرنٹنگ پریس تیار ہو چکا ہے۔ اور اس نے خدا کے فضل سے کام شروع کر دیا ہے۔ یہ ابھی پوری طرح مکمل نہیں ہوا۔ ساری مشینری ابھی نہیں لگی۔ جب لگے گی تو دنیا کی اکثر بڑی بڑی زبانوں کے لٹریچر کی

طباعت ہم یہیں سے کر سکیں گے، انشاء اللہ۔ ہمارا جو کمپیوٹر ہے، وہ بہت ہی جدید کمپیوٹر ہے اور اس سے طباعت کے لئے نہایت اعلیٰ درجہ کی تیاری ہوتی ہے"۔

اس مرحلے پر حضور نے حاضرین جلسہ کو اس پریس میں چھپی ہوئی چند کتب ہاتھ میں بلند کر کے دکھائیں اور فرمایا:۔

"گزشتہ چند دنوں میں اس پریس نے کام شروع کیا ہے۔اس سے پہلے کوئی نہ کوئی رکاوٹ پڑتی رہتی تھی۔تو چند دنوں میں ہم نے جو کتب شائع کی ہیں، ان میں ایک یہ کتاب REVIVAL OF RELIGION (مذہب کا احیاء)، یہ میرا یونیورسٹی آف کینبرا (آسٹریلیا) میں جو لیکچر تھا، اسے شائع کیا گیا ہے۔ ایک ہے، DISTINCTIVE FEATURES OF ISLAM (اسلام کی خاص خاص باتیں) یہ بھی مشرق بعید کے دورے کے دوران کا ایک لیکچر تھا، یہ بھی شائع ہو گیا ہے۔اور دیکھیں کیسا خوبصورت شائع ہوا ہے۔اس کے علاوہ اٹالین زبان میں ایک پی ایچ ڈی پروفیسر نے، جو احمدیت میں دلچسپی لیتے ہیں، بڑے اچھے انداز میں احمدیت کے بارے میں لکھا ہے۔اور "میرا مذہب" یہ بشیر احمد صاحب رفیق کی کتاب ہے اور اس میں نو احمدیوں اور بچوں کے لئے سوال و جواب کی شکل میں دین کا تعارف کرایا گیا ہے۔اور "مژدے" یہ ترکی زبان میں احمدیت کا تعارف کرایا گیا ہے۔"مژدہ" کا مطلب آپ جانتے ہیں، خوشخبری، نوید مسرت۔ترکی میں بھی یہ لفظ قریباً اسی طرح ہے۔ یہ ہمارے ڈاکٹر شمس صاحب کی کتاب ہے۔اور اسی طرح بعض دیگر کتب شائع ہوئی ہیں"۔

اس مرحلے پر حضور نے اپنے عملے سے دریافت فرمایا کہ

"اس پریس سے قرآن شریف بھی شائع ہوا ہے، وہ کہاں ہے؟"

اس پر حضور کی خدمت میں قرآن کریم کا ایک حصہ پیش کیا گیا، جو اس پریس میں طبع ہوا ہے۔ حضور نے اس کا تعارف کرواتے ہوئے فرمایا:۔

"وہ جو سو سے زائد زبانوں میں قرآن کریم کے اقتباسات شائع کرنے کا منصوبہ ہے، ان میں سے رشین اور سپینش زبانوں میں قرآن کریم کے یہ اقتباسات اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمارے پریس سے شائع ہو چکے ہیں اور اس کے متعلق میں آپ کو ایک اہم بات یہ بتانا چاہتا ہوں کہ سکیم کیا ہے۔

سکیم یہ ہے کہ جوبلی کے سال، عام دنیاوی قوموں کی طرح ہم نے جشن منانا نہیں، اپنے جشن کو نیکیوں اور خیرات سے بھر دیں۔اور سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ دنیا کی تمام اہم زبانوں میں، تمام دنیا میں

قرآن کریم کی محبت پیدا کر دیں۔ چنانچہ یہ اقتباسات جو چنے گئے ہیں، اسی مقصد کو سامنے رکھ کر چنے گئے ہیں۔ اور خیال یہ ہے کہ اس سال قرآن کریم کا یہ نمونہ ہم ساری دنیا میں مفت شائع کریں گے۔ اس پر اتنا بڑا خرچ اٹھنا تھا۔ جو اندازہ ہم نے لگایا کہ ناممکن تھا کہ اپنے پریس کے بغیر ہم یہ کام کر سکیں۔ اس لئے خدا کے فضل سے یہ پریس تین سال قبل آپ کی عظیم الشان قربانی کی نتیجے میں ہمیں عطا ہوا ہے۔ یہ پریس عین وقت پر ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوا ہے۔ اور اس سکیم کے ساتھ عین مطابقت پا گیا ہے۔ اور اللہ کے فضل سے اب ہمیں یہ توفیق حاصل ہے کہ صرف یہی نہیں بلکہ سو زبانوں سے زائد زبانوں میں، جن میں ہم قرآن کریم کے نمونے پیش کریں گے، احادیث نبویہ کے تراجم بھی کرا کر یہ بھی سب دنیا میں شائع کریں گے۔ اور مفت تقسیم کریں گے۔ اور حضرت بانی سلسلہ کی کتب وتحریرات میں سے اقتباسات، جو آپ کے مقصد سے تعلق رکھنے والے ہیں اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کلام ہے، قرآن کریم کی تعریف میں کلام ہے، انسانیت سے متعلق اور اخلاقی تعلیم ہے، اللہ تعالیٰ کے عشق کے گیت گائے گئے ہیں، اس قسم کے موضوعات اور بعض دیگر مسائل پر مشتمل موضوعات میں سے اقتباسات آج کل ہم چن رہے ہیں۔ اور احادیث کا انتخاب مکمل ہو چکا ہے، اس میں ترجمہ بھی ہو رہا ہے۔ اور امید ہے کہ انشاء اللہ اس سال کے اخیر تک یا اگلے سال کے شروع کے تین مہینے کے اندر اندر ہم یہ کام بھی مکمل کر لیں گے۔ چنانچہ صد سالہ جوبلی کا سال اس طرح شروع ہوگا کہ جماعت احمدیہ اس بات کے لئے تیار ہوگی کہ دنیا کہ سینکڑوں ممالک میں اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ، سو سے زیادہ زبانوں میں ہم قرآن کریم، احادیث نبویہؐ اور حضرت بانی سلسلہ کے الفاظ میں تعلیمات احمدیت پیش کرنے کے اہل ہوں گے۔

یہ پھل بھی میں سمجھتا ہوں کہ جماعت احمدیہ پاکستان کی قربانیوں سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کی جڑیں وہاں ہیں۔ آپ سوچ بھی نہیں سکتے کہ اگر میں وہیں رہتا، اس عرصہ میں تو یہ کام ہونا مشکل نہیں ناممکن تھا۔ کوئی ذریعہ نہیں تھا کہ یہ کام اس طرح ہو سکے۔ بلکہ گزشتہ سال جب اس ارادے کا میں نے ذکر کیا تو بہت سے صاحب تجربہ، صاحب علم، مخلص احمدیوں نے کہا کہ وقت ہی نہیں ہے، یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ لیکن خدا تعالیٰ نے ایسے راستے یہاں پیدا کئے ہیں کہ خدا کے فرشتے خود لوگوں کو کھینچ کر لاتے رہے ہیں۔ اور ہم وہم وگمان بھی جن رابطوں کا نہیں کر سکتے تھے، خدا نے وہ رابطے قائم فرما دیئے ہیں۔ وہاں تو سال بھر ایک دو زبانوں کے لئے اگر اچھے مترجم ہم تلاش کرتے رہتے تو خط وکتابت میں ہی یہ وقت لگ جانا تھا۔ یہاں خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ فائدہ حاصل ہے کہ دنیا کی مختلف قوموں کے لوگ، نمائندے، مختلف

وقتوں سے یہاں آباد ہیں۔اور مختلف زبانوں کے ماہرین ہیں، بڑے بڑے قابل لوگ ہیں، جوان کی یونیورسٹیوں سے بھی تعلق رکھتے ہیں یا اپنے طور پر یہاں آئے ہوئے ہیں۔تو خدا تعالیٰ نے بہت سی ضرورتوں کا حل یہیں سے پیدا کر دیا۔اور جو باقی تھیں، وہ ان سے تعلق کے نتیجے میں اس طرح پوری ہوئیں کہ اگر ایک چیکوسلویکین سے دوستی ہوئی تو اس نے کہا کہ رومانیہ کا یہاں کوئی آدمی نہیں، یہ میرے ذمے لگائیں، میں رومانیہ کے ایک پروفیسر کو جانتا ہوں، میں وہاں جاؤں گا،اس سے رابطہ پیدا کروں گا۔اس کو عربی بھی آتی ہے،انگریزی بھی آتی ہے،آپ کے لئے میں اس کو تیار کر دوں گا۔حتیٰ کہ وہ گیا اور اس آدمی کو تیار کر دیا۔اس طرح ایک سے دوسرے کی طرف راہنمائی بھی ہوتی رہی اور مدد بھی ملتی رہی۔اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر پاکستان کے یہ واقعات مجھے یہاں آنے پر مجبور نہ کر دیتے تو دس سال میں بھی خدمت قرآن کا یہ کام نہیں ہوسکتا تھا، جو خدا کے فضل سے گزشتہ ایک سال میں ہوگیا۔پس اللہ تعالیٰ کی یہ تقدیر ہے، وہ دکھوں میں سے سکھ نکالنا جانتا ہے۔وہ گندگی میں سے پاکیزہ روئیدگی کو نکالنا جانتا ہے۔وہ جانتا ہے کہ کس طرح دکھوں کی کوکھ سے خوشیوں کے بچے پیدا کئے جاسکتے ہیں۔پس حضرت مصلح موعود کا یہ شعر مجھے یاد آتا ہے کہ

تم دیکھو گے کہ انہی سے قطرات محبت ٹپکیں گے
بادل آفات و مصائب کے چھاتے ہیں اگر تو چھانے دو

آپ کی قربانیوں کے دکھ میں ہم شریک ہیں،اس لئے آپ کا حق ہے کہ ان خوشیوں میں آپ شریک ہوں۔جو اول آپ کا حق ہے۔کیونکہ براہ راست آپ کی کامیابیوں میں ان کا پیوند ہے۔آپ کی قربانیوں میں ان کا پیوند ہے۔اوران کی جڑیں انہی قربانیوں میں پیوست ہیں۔اگرچہ شاخیں آسمان سے باتیں کر رہی ہیں اور پھل اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے آسمان سے عطا ہو رہا ہے“۔

(مطبوعہ ضمیمہ ماہنامہ خالد اکتوبر 1987ء)

### قسط نمبر 07

حضور نے خطاب جاری رکھتے ہوئے مزید فرمایا:۔

”اب پریس اینڈ پبلیکیشن سیل کے کام کی بہت بڑی تفصیل ہے۔اب میں یہ ساری تفصیل آپ کے سامنے پیش کرنا شروع کر دوں تو بڑی مدت لگ جائے گی۔اس لئے میں صرف مختصر خلاصۃً آپ کے سامنے یہ بات رکھنا چاہتا ہوں“۔

حضور نے فرمایا:۔

''اللہ تعالیٰ کے فضل سے وکالت اشاعت جو کام کر رہی ہے، اس کی بڑی دیر سے ضرورت تھی۔ ہم کتابیں عموماً شائع کر دیا کرتے تھے اور پھر مارکیٹ نہ ہونے کی وجہ سے دو رجحانات ہوتے تھے۔ جو پسندیدہ نہیں تھے، ایک تو یہ کہ غیروں میں ہمارا دینی لٹریچر اور اہم علمی لٹریچر پوری طرح پہنچتا ہی نہیں تھا کیونکہ مارکیٹ کا جو اصل اصول ہے، اس کے مطابق کام نہیں ہو رہا تھا۔ دوسرے یہ کہ جب کتاب نہیں بکتی تھی اور امام وقت مطالبہ کرتا تھا محکمے سے کہ اس کی رقم کی واپسی کب ہوگی؟ بتاؤ کیا کرنا ہے؟ تو احمدیوں کے اخلاص کے پاس وہ کتاب بیچتا تھا۔ ان کو ضرورت ہو یا نہ، وہ کہتا تھا کہ امام وقت کہتے ہیں کہ کتاب جلد بکنی چاہئے، اس لئے فلاں جماعت اتنی خرید لے اور فلاں جماعت اتنی خرید لے۔ اور وہاں جا کر پھر وہ DUMP ہو جاتی تھی۔ یہ درست طریق نہیں تھا۔ عملاً اشاعت کے کچھ اصول ہیں، دنیا ان پر چل رہی ہے۔ کروڑہا کی تعداد میں کتابیں شائع ہوتی ہیں، ہر مہینے ہی۔ بلکہ شاید ہر ہفتے کروڑہا کتابیں شائع ہوتی ہیں۔ بعید نہیں کہ ایک دن میں کروڑہا کتابیں شائع ہوتی ہوں۔ ان کی اشاعت آخر ہو رہی ہے۔ چنانچہ ان کا جب ہم نے تفصیل سے جائزہ لیا، کمپنیوں سے رابطے پیدا کئے۔ بعض بنیادی باتوں کا ہمیں علم ہی نہیں تھا، وہ ہمیں معلوم ہوئیں۔ اشاعت کے نمبر لینے چاہئیں، لائبریریوں کا ممبر بننا چاہئے اور کئی قسم کے ذرائع تھے، جو اختیار کرنے چاہئے تھے۔ چنانچہ مولوی منیر الدین صاحب شمس صاحب کو میں نے وکالت اشاعت کا کام سپرد کیا اور ان کو سمجھایا اور اللہ کے فضل سے انہوں نے بڑی عقل کے ساتھ بڑے رابطے پیدا کئے۔ اور یہ جو رپورٹ ہے، یہ ساری ان کے کام کی رپورٹ ہے۔ اس کا میں نمونۃً آپ کو بتاتا ہوں۔

گزشتہ دو سالوں میں وکالت اشاعت کی طرف سے ایک کروڑ، پچیس لاکھ، 87 ہزار روپے کا لٹریچر فروخت ہو چکا ہے اور ابھی بہت سی کمی باقی ہے۔ ابھی ہمارے جو رابطے ہیں، جس رنگ میں، میں چاہتا ہوں، اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے کہ ہم مارکیٹ کے اصولوں کے مطابق دنیا میں داخل ہو جائیں۔ جب یہ کام ہو جائے گا تو انشاء اللہ جماعت احمدیہ کی کتابیں بھی لاکھوں میں نہیں بلکہ کروڑوں میں شائع ہونا شروع ہو جائیں گی اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کے لئے نئے نئے رابطے بھی پیدا کرتا چلا جا رہا ہے۔

ہمارے چار، پانچ ڈیسک ہیں، جو خصوصی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کے لئے مقرر ہیں۔ ان میں ایک چائنیز ڈیسک (چینی زبان کا شعبہ) ہے، اس میں ہمارے عثمان چینی صاحب کام کر رہے ہیں۔ تراجم کے علاوہ چینیوں سے رابطہ، جو چین کے علاوہ ملکوں میں بستے ہیں اور ان میں نفوذ کے نئے نئے رستے اور

چین سے رابطہ اور چین تک دین حق کا پیغام پہنچانے کے رستوں کی تلاش۔ یہ کام اس ڈیسک کے سپرد ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک عظیم الشان رستہ کھلا ہے۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ ہمیں جو بھی چینی لٹریچر شائع کرنے کی توفیق ملے گی، ہم عنقریب اسے چین میں بھی پہنچانے کی توفیق پائیں گے۔

رشین ڈیسک: اس میں رشین (روسی) زبان کے متعلق کام سپرد ہیں۔ یہاں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے غیر معمولی راستے خدا نے خود کھولے ہیں۔ ایسی باتیں، جن کا ہمیں وہم وگمان بھی نہیں تھا، وہ آسمان سے خود بخود جماعت کی تائید میں اتری ہیں۔ اور جن عظیم ملکوں میں پہلے ہم بالکل بے خبر رہنے کی وجہ سے تعارف پیدا نہیں کر سکے تھے، اب وہاں متعارف ہو رہے ہیں۔ صحیح لوگوں سے رابطہ ہو رہا ہے۔ ان کی طرف سے بڑا اچھا جواب مل رہا ہے۔ اور وہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے، جو دنیا سے چھپائی جائے۔ بڑی کھلی کھلی بات ہے۔ کوئی مخفی بات نہیں ہے۔ چنانچہ گزشتہ دنوں یہاں جو ایک سیمینار کا بہت بڑا پروگرام یونیورسٹی آف لنڈن میں ہوا، اس میں بڑے بڑے رہنما دنیا سے آئے ہوئے تھے۔ مختلف موضوعات پر خطاب کرنے کے لئے ان میں رشیا (روس) سے تعلق رکھنے والے غیر مذہبی لیڈر بھی اور مذہبی لیڈر بھی، مسلمان بھی، دیگر غیر مذہبی اور مذہبی لیڈر بھی آئے ہوئے تھے۔ اور خدا کے فضل سے ایسے سامان پیدا کر دیئے کہ انہوں نے ہماری دعوت قبول فرمائی۔ ہمارے پاس آکر بیٹھے گھنٹوں باتیں کیں اور یہ ارادہ لے کر اٹھے کہ جماعت احمدیہ کے لٹریچر کی اشاعت میں اور دوسری باتوں کے معاملہ میں حکومت، جس حد تک بھی اجازت دیتی ہے، اس حد تک وہ جماعت سے تعاون کریں گے۔

خدا کے فضل سے ان میں سے ایک دوست تو اتنے اہم مقام پر فائز ہیں کہ ماسکو کا سب سے بڑا انسٹی ٹیوٹ، جس کا کلچر اور مذاہب سے تعلق ہے، اس کے وہ سربراہ ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ دیکھتے دیکھتے ان کے دل میں احمدیت کے لئے نرم گوشہ پیدا ہوا۔ ان کو جب پتہ لگا کہ جماعت کن عظیم مقاصد کے لئے قربانیاں دے رہی ہے اور جب یہ پتہ چلا کہ ہم تمام دنیا کی مملکتوں سے آزاد ہیں اور ایک ہی نظام ہے دنیا میں، جو انفرادی اور ذاتی قربانیوں کے بل پر قائم ہے اور کسی دوسرے سہارے کا محتاج نہیں تو حیرت سے انہوں نے دیکھا۔ کیونکہ انہوں نے یہ سنا ہوا تھا کہ جماعت احمدیہ گویا کہ بعض حکومتوں کی قائم کردہ ہے اور ان کے پیسے لے کر پل رہی ہے۔ جب ان کو تمام باتیں دکھائی گئیں اور سمجھائی گئیں، ان کو ثبوت پیش کئے گئے تو ان کی تو بالکل کایا پلٹ گئی۔ انہوں نے صفائی سے کہا کہ آپ میں جو بھی رشیا کا قانون ہے، (وہ چونکہ مسلمان نہیں، انہوں نے تو یہی کہنا تھا) رشیا کا قانون جس حد تک اجازت دیتا ہے،

یعنی جو کچھ میرے اختیار میں ہے، میں کروں گا۔ یہ لفظ انہوں نے بولے تھے اور ساتھ ہی انہوں نے مجھے یہ بھی کہا کہ میری خواہش ہے کہ میں آپ کو اس ماسکو انسٹی ٹیوٹ کی طرف سے لیکچر دینے کی دعوت دوں۔ کیا آپ اس خواہش کو قبول کریں گے؟ میں نے کہا: الحمد للہ، مجھے اور کیا چاہئے۔ میری تو زندگی احمدیت کے لئے وقف ہے۔ میرے وجود کی اور تو کوئی قیمت اور حیثیت ہی نہیں ہے۔ اس لئے جہاں کہیں گے، حاضر ہوں گا۔ چنانچہ میں امید رکھتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ اس لیکچر کا بھی انتظام ہو گا اور اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نئے راستے بھی پیدا فرمائے گا۔

ٹرکش ڈیسک میں بھی بہت عمدہ کام ہو رہا ہے۔ ہمارے جلال شمس صاحب خدا کے فضل سے بڑا وسیع رابطہ رکھ رہے ہیں۔ یعنی آپ اندازہ کریں کہ پاکستان سے نکلنے سے پہلے نوے سال میں ترکوں سے اتنا رابطہ نہیں ہوا تھا۔ لیکن جب سے ٹرکش ڈیسک قائم ہوا ہے، اس سے زیادہ رابطہ پیدا ہو چکا ہے۔ اور بہت ہی اچھا رد عمل ہے۔ خوامخواہ یہ سمجھتے رہے کہ گویا ترک جو ہیں، وہ دلچسپی نہیں لے رہے یا حکومت سخت ہے۔ یہاں سے یعنی ترکی سے کثرت سے لوگ باہر کی دنیا میں نکلے ہوئے ہیں۔ ان سے اگر ہم رابطہ کریں علمی طور پر تو اللہ کے فضل سے وسیع عظیم الشان نتائج پیدا ہو سکتے ہیں۔

ایک پہلو سے گزشتہ رابطہ زیادہ تھا، اس کا ذکر بھی ضروری ہے۔ ورنہ تحریک جدید کے کارندے کہیں گے کہ تم نے ہماری بعض باتوں پر پردہ ڈالا ہے۔ شروع شروع میں جب بیوت الذکر صرف جماعت احمدیہ کی تھیں۔ ابھی تیل دریافت نہیں ہوا تھا تو ترکی کے مزدور پیشہ لوگ اکثر ہماری بیوت الذکر آ جایا کرتے تھے۔ اور رپورٹوں سے یہ تاثر پیدا ہوتا تھا کہ ترکوں میں جماعت احمدیہ کے لئے بڑا رجحان پیدا ہو چکا ہے۔ حالانکہ یہ عید کی نماز پڑھتے تھے اور غائب ہو جاتے تھے۔ یا کبھی کوئی اتفاق سے جمعہ پڑھنے آ گیا۔ جب یہ تیل دریافت ہوا اور دوسری مسجدیں بننی شروع ہوئیں، تیل کی دولت سے اور جماعت کے خلاف منافرت کی مہم شروع ہوئی تو وہ سارے لوگ غائب ہو گئے۔ ایک بھی ان میں سے باقی نہیں بچا اور انہوں نے ہماری بیوت الذکر کی طرف منہ کرنا بند کر دیا۔

پس اس نئے دور میں جو کام ہوا ہے، وہ نفرتوں کا مقابلہ کر کے ان کو محبتوں میں تبدیل کرنے کا چیلنج تھا، جو قبول کیا گیا۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس لحاظ سے عظیم الشان کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ اور عوام الناس میں نہیں بلکہ مذہبی لیڈروں میں نفوذ ہوا ہے، اہل علم لوگوں میں نفوذ ہوا ہے۔ اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ ان میں سے جو داخل ہو رہے ہیں، وہ اس پیغام کو کثرت کے ساتھ اپنے زیر اثر حلقوں میں آگے پہنچائیں گے اور ابھی سے انہوں نے یہ کام شروع بھی کر دیا ہے۔

عربیک ڈیسک (عربی زبان کا شعبہ) میں بھی خدا کے فضل سے عظیم الشان خدمات سرانجام دی گئی ہیں۔ بہت اچھا لٹریچر، جس کی تشنگی محسوس کی گئی تھی، تیار کیا گیا۔ اب ہم انشاء اللہ ایک رسالہ شائع کرنے والے ہیں، جو ترکی بہ ترکی ان الزامات کا جواب دیا کرے گا، جو رابطہ عالم اسلامی کے اخبارات کی طرف سے اور رسائل کی طرف سے جماعت پر لگائے جاتے ہیں۔ اور عرب دنیا میں ہر جگہ نمونہ کے طور پر ان میں سے چیدہ چیدہ لوگوں کو یہ رسالہ بھجوایا جائے گا۔

یہ چار ڈیسک ہیں، جن کی تفصیلی رپورٹ ہے، ان کی تفصیل میں جانے کا اب وقت نہیں رہا، اس لئے ان کو چھوڑتا ہوں۔

مربیان کی تعداد میں بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے اضافہ ہوا ہے۔ اس وقت 43 ملکوں میں 208 مربیان کام کر رہے ہیں۔ جبکہ گزشتہ سال 41 ممالک میں 182 تھے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک سال میں 26 مرکزی مربیان کا اضافہ ہوا۔ لیکن آئندہ چونکہ یہ خطرہ تھا کہ مرکزی مربیان کی تعداد میں کمی آجائے گی کیونکہ حکومت پاکستان نے باہر سے آنے والے واقفین کا راستہ بند کر دیا اور جو تعلیم حاصل بھی کر رہے ہیں، افریقہ کے بعض ممالک کے طالب علم، ان کو تعلیم مکمل کئے بغیر واپس بھجوانا شروع کر دیا۔ چنانچہ اس کا بھی وہی جواب دیا جانا تھا، جو قرآن کریم نے ہمیں سکھایا ہے۔ چنانچہ ہم نے اب یہ فیصلہ کیا ہے کہ افریقہ کے کئی ممالک میں اور انشاء اللہ جب توفیق ملے گی تو یورپ میں بھی نئے جامعہ احمدیہ کھولے جائیں گے۔ دو ممالک میں اس کی داغ بیل ڈالی جا چکی ہے، ایک تیسرے ملک میں بھی کام شروع ہو چکا ہے۔ ابھی تو آغاز ہے، اتنے زیادہ عملے کی بھی ضرورت نہیں۔ لیکن عملہ بھی اللہ تعالیٰ مہیا فرما دے گا۔ تو امید ہے، اب انشاء اللہ ایک جامعہ نہیں رہے گا بلکہ متعدد جامعہ ساری دنیا میں پھیل جائیں گے اور سینکڑوں کی بجائے ہزاروں طالبعلم پیدا ہوں گے۔ آپ دیکھئے کہ یہ انسان کی بنائی ہوئی سکیم تو نہیں ہے۔ یہ تو خدا تعالیٰ کے فرشتے ہیں، جو سارا انتظام کر رہے ہیں۔ اس کی تقدیر ہے، جو دکھوں میں سے آہستہ آہستہ ظاہر ہو رہی ہے، کھلتی چلی جارہی ہے۔

سو سالہ جشن کے ضمن میں خدا نے یہ تحریک میرے دل میں ڈالی کہ واقفین نو کی تحریک کرو۔ لوگ اپنے بچے پیش کریں اور کثرت کے ساتھ مخلصین نے اس پر لبیک کہا اور عہد کئے کہ آئندہ دو سال میں ایک ہوا تو ایک، دو ہوئے تو دو۔ جو بھی بچے ہوں گے، وہ خدا کے ہیں۔ وہ آئندہ صدی میں احمدیت کا پیغام پھیلانے کے لئے وقف ہیں۔ ان کے لئے ایک جامعہ ہمارا کیسے کام دے سکتا ہے۔ وہ تو ہزار ہا کی تعداد

میں واقفین آنے والے ہیں۔ان کے لئے تیاری کی ضرورت ہے۔اور اگر یہ دھکا نہ لگتا تو خیال ہی نہ آتا کہ دنیا کے مختلف ممالک میں نئے جامعہ قائم کئے جائیں۔پس خدا کی تقدیر خود بخود کام کروا رہی ہے۔نہ کسی انسان کی یہ خوبی ہے اور نہ کسی کو فخر کا حق ہے۔اس لئے کوئی غلط فہمی اپنے اندر پیدا نہ ہونے دیں۔اگر آپ نے یہ غلط فہمی اپنے دل میں پیدا کر لی کہ ہم بڑے تیس مار خاں ہیں تو میں جانتا ہوں کہ اسی حد تک یہ برکتیں جاتی رہیں گی۔

نصرت جہاں کے تابع وہ عظیم الشان تحریک تھی، جو قدرت ثانیہ کے مظہر ثالث نے افریقہ میں جاری کی۔اور اس کی بے شمار برکات ہم نے دیکھیں۔اس کا کام مسلسل آگے بڑھتا رہا ہے۔احمدی ڈاکٹر افریقہ کے ممالک میں بہت ہی عظیم الشان خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ان کے نیک اثرات کے متعلق اپنے بھی لکھتے ہیں، غیر بھی لکھتے ہیں۔بہت بڑے سلسلے کے کام ہیں، جن کا بوجھ ان ہسپتالوں نے اٹھایا ہوا ہے۔ایک پیسہ بھی ان ملکوں سے باہر نہیں لے جایا جاتا۔بلکہ انہی کی تعلیم پر، انہی کی بہبود کے دوسرے کاموں پر خرچ کیا جاتا ہے۔اس لئے جو واقفین زندگی ڈاکٹر ہیں، وہ بھی خدا کے فضل سے عظیم الشان خدمتوں کی توفیق پا رہے ہیں اور ہماری دعاؤں کے محتاج ہیں۔گزشتہ دو سالوں کے اندر ان کا بجٹ آٹھ کروڑ سے بڑھ کر 10 کروڑ سالانہ تک پہنچ گیا ہے۔اور کیونکہ بچت ہے ہسپتال کی، اس لئے خدا تعالیٰ ہمیں توفیق دیتا ہے، ہم یہ رقم دوسرے نیک کاموں پر خرچ کر دیتے ہیں۔

عمومی تاثرات اپنے بھی اور غیر بھی لکھتے ہیں۔ان کا ایک ضخیم پلندہ ہے، جو میں چھوڑتا ہوں۔ صرف ایک ذاتی واقعہ بتاتا ہوں کہ جب سوئٹزرلینڈ کے دورے پر گیا تو گیمبیا کے ایک قونصلر تھے، جو گیمبیا کی حکومت کی طرف سے وہاں متعین تھے۔پچھلے دورہ کے موقع پر بھی ان سے بات ہوئی۔اس دورے کے موقع پر بھی ان کا محبت اور خلوص کا جو رنگ تھا، اس میں نمایاں اضافہ تھا۔اور انہوں نے اس کی ایک وجہ یہ بیان کی کہ جب وہ گیمبیا دورے پر گئے تو ہمارے ہسپتال کو انہوں نے دیکھا اور وہ حیران رہ گئے کہ غریبانہ طور پر چلایا جانے والا ہسپتال حکومت کے اس ہسپتال سے بہت بہتر کام کر رہا ہے، جس پر بے شمار روپیہ خرچ ہوا ہے اور ہو رہا ہے۔اور انہوں نے بتایا کہ میں جانتا ہوں، وہاں کے افسران کو۔میں تو باقاعدہ سرکاری دورے پر تھا۔وہاں کے وزیروں نے مجھے بتایا کہ ہم زیادہ پسند کرتے ہیں کہ احمدیہ ہسپتال میں جا کر علاج کروائیں۔بہ نسبت اپنے ہسپتال کے مفت علاج کے۔کیونکہ شفا ان کے ہاتھ میں ہے۔

پس یہ خدا کا عظیم نشان ہے کہ خدا تعالیٰ ان مخلصین کی قربانیوں کو قبول کرتے ہوئے ان کے ٹیڑھے ترچھے اور کند اوزاروں کے ذریعے کئے ہوئے آپریشنوں میں بھی برکت ڈال دیتا ہے۔اور خدا

کے فضل سے ان ہسپتالوں کے ذریعے بہت ہی کم جانیں تلف ہوتی ہیں۔ بہ نسبت دوسرے ہسپتالوں کے شفا کا معیار بہت اونچا ہے۔

مزید ڈاکٹروں کی ضرورت ہے، مزید ملکوں میں ہسپتال قائم کئے جارہے ہیں۔ زائر میں خدا کے فضل سے بڑی تیزی کے ساتھ جماعت احمدیہ کی قبولیت کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں۔ اور وہاں اگر ہمیں نئے ہسپتال اور سکول کھولنے کی توفیق ملے تو اس کے ساتھ جماعت کی اشاعت میں بھی بہت فائدہ پہنچے گا۔ اسی طرح توالو کے لئے بھی ہمیں اساتذہ کی بھی ضرورت ہے اور ڈاکٹرز کی بھی ضرورت ہے۔

جلسہ ہائے سیرت النبیؐ کے متعلق میں نے تحریک کی تھی کہ چونکہ یہ جھوٹ بولا جا رہا ہے کہ نعوذ باللہ ہم حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت نہیں کرتے اور نعوذ باللہ حضرت بانئ سلسلہ کو آپؐ سے بڑھ کر مقام دیتے ہیں۔ اس لئے اس کا علاج یہ ہے کہ ساری دنیا میں جماعت احمدیہ سیرۃ النبیؐ کے جلسے کرے۔ پاکستان میں بھی کثرت سے سیرۃ النبیؐ کے جلسے ہوئے۔ لیکن وہاں کے حالات میں بعض جگہ ہوئے، بعض جگہ نہیں ہوسکے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اگر پاکستان کی جماعتیں ارادہ کرلیں اور حکمت کے ساتھ اور محبت کے ساتھ ماحول پیدا کریں تو یہ تجربہ ہے کہ پاکستان میں آج کل مخالف بھی اگر ایک دفعہ جماعت احمدیہ کے سیرۃ النبیؐ کے جلسے میں آ گیا تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کی کایا پلٹ گئی۔ ان کو پتہ ہی نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حقیقی اور اعلیٰ اور ارفع مقام ہے کیا؟ تو جیسے کسی کہنے والے نے کہا کہ

آئینہ　تیری　قدر　کیا　جانے
میری　آنکھوں　سے　دیکھ　تو　کیا　ہے

حقیقت یہ ہے کہ ان کو کیا پتہ کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کس شان کے رسول ہیں؟ حضرت بانئ سلسلہ کی آنکھوں سے دیکھیں تو پتہ چلے کہ وہ کیا تھے؟ پس جب ان سیرت کے جلسوں میں حضرت بانئ سلسلہ کا کلام پیش کیا گیا تو آنے والوں کی طبیعتوں میں ایک عجیب انقلاب پیدا ہوا۔ ایک موقع پر ایک جلسے کے صدر جو غیر احمدی تھے، جلسے کو سن کر انہوں نے کہا کہ نہ صرف یہ کہ آج مجھے پتہ چلا ہے کہ ہمارے پیارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا حقیقی مقام کیا ہے بلکہ میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ آج مجھے یہ بھی پتہ چلا ہے کہ احمدیت سچی ہے۔ اس لئے میں اپنے احمدی ہونے کا بھی ساتھ ہی اعلان کرتا ہوں۔ ان کی بیعت کے نتیجے میں ان کے زیر اثر بہت سے دوستوں کو اسی وقت بیعت کی توفیق ملی۔ دنیا بھر سے جو رپورٹیں آرہی ہیں، ان میں بھی اسی قسم کی رپورٹیں مل رہی ہیں اور بتایا جا رہا ہے کہ ان جلسوں کا بہت

اچھا اثر ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اثر تو سچائی کا ہوتا ہے، دکھاوے کا نہیں ہوتا۔ سچے عشق کا ہوتا ہے۔ اس لئے اس عشق کو قائم رکھیں۔ اگر اس عشق کی حفاظت نہ کی تو اس اثر کے نتیجے میں خطرہ ہے کہ آپ میں سطحیت نہ پیدا ہو جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت بانیٔ سلسلہ کا عشق ہے، جو آپ کی تحریروں میں آج بھی زندہ ہے۔ عشق کی تحریریں کبھی نہیں مرا کرتیں۔ ایک ایک لفظ زندہ رہا کرتا ہے۔ ہزار بار بھی آپ ان تحریروں کو پڑھیں، وہ عشق ہمیشہ زندگی کے ساتھ بولے گا اور آپ سے کلام کرے گا۔ پس یہ جو اثرات ہیں، یہ دراصل عشق محمد مصطفےٰ کے اثرات ہیں، جو زندہ عشق ہے۔ اس عشق کی حفاظت کریں، اس کے نتیجے میں آپ کو برکتیں ملیں گی اور اس عشق کے نتیجے میں ہی آپ دنیا پر غالب آئیں گے۔ اس لئے میں امید رکھتا ہوں کہ اپنے جلسوں میں سطحیت کو کبھی بھی آپ داخل نہ ہونے دیں۔ رسمی دکھاوے کا وہم بھی نہ کریں۔ سچے پیار اور محبت کے نذرانے اپنے آقا و مولیٰ کے حضور پیش کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ اس کے نتیجے میں دنیا میں عظیم الشان تبدیلیاں پیدا ہوں گی اور آپ کو اس کے علاوہ براہ راست برکتیں ملیں گی۔

تحریک شدھی کی طرف میں نے گزشتہ سال ایک خطبہ جمعہ میں توجہ دلائی تھی۔ خدا کے فضل سے ہندوستان کی جماعتوں میں سب نے تو نہیں مگر ان میں سے ایک حصے نے لبیک کہا اور وہ جو رو چل پڑی تھی ملکانہ کے علاقے میں کہ دوبارہ پرانے مسلمان ہونے والے خاندان ہندو ہونا شروع ہو جائیں اور جس کے متعلق بڑے فخر کے ساتھ بڑے بڑے ہندو رسائل نے اعداد و شمار شائع کرنے شروع کئے تھے۔ جن کے متعلق غیر جانبدار رپورٹیں انٹرنیشنل رسالوں میں شائع ہوئی تھیں اور بتایا گیا تھا کہ اس تیزی کے ساتھ اب وہاں پرانے مسلمان خاندانوں کو ہندو بنایا جا رہا ہے۔ دل ہلا دینے والی خبریں تھیں۔ جب جماعت احمدیہ کو میں نے توجہ دلائی تو عجیب بات ہے کہ اس سے تھوڑا سا عرصہ پہلے ہندوستان کے علماء خود بھی متوجہ ہو چکے تھے اور جماعت اسلامی بھی میدان میں کود چکی تھی اور دیوبند اور دیگر بڑے بڑے ادارے بھی وہاں کام کرنے کے لئے چلے گئے تھے۔ اس پر خیال یہ تھا کہ جماعت احمدیہ ہندوستان تو نسبتاً بہت کمزور ہے، اس کی آواز نقار خانے میں طوطی کی طرح کی سنی جائے گی، اس کے علاوہ تو یہ کوئی اثر پیدا نہ کر سکے گی۔ یہ خیال تھا بہت لوگوں کا۔ لیکن ہمارا تجربہ ہمیں بتاتا ہے کہ خدا کے فضل کی تائید شامل حال ہوتی ہے۔ جماعت احمدیہ کا اخلاص، اثر کے نئے نئے پہلو دکھاتا ہے اور نئے نئے قلعے سر کرتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ان رپورٹوں کا خلاصہ یہ ہے کہ اب اس میدان سے اکثر غیر احمدی تحریکیں یا تو ویسے بھاگ چکی ہیں یا احمدیت کے مقابل پر چونکہ ان کو کامیابی حاصل نہیں ہوئی، اس لئے وہ شرمندہ ہو ہو کر بند ہوتی چلی جا رہی ہیں اور یا پھر لوگ ان

کورد کر رہے ہیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ انہوں نے مسلمانوں کو ہندو ہونے سے روکنے کی بجائے یہ پرچار شروع کر دیا کہ احمدیوں کی بات نہ سنو، یہ اگر تمہیں مسلمان رہنے کی بھی تلقین کریں، تب بھی ان کی بات نہ سنو۔ یعنی ہندوؤں کی بات سن لو تو تمہیں کم خطرہ ہے۔ احمدیوں کی یہ بات سن لو کہ تم مسلمان رہو ہندو نہ بنو، یہ تمہارے لئے بڑا خطرناک ہے۔ یہ تحریک بھی ناکام ہوئی۔ خدا تعالیٰ نے ایسے ایسے حیرت انگیز وہاں نشان دکھائے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ اور اس سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ جہاں جماعت احمدیہ کمزور ہے، اسی نسبت سے اس کو خدا سہارا بھی دیتا ہے۔

پاکستان کی جماعتوں پر جو آزمائش کا وقت ہے، یہ بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک سرٹیفکیٹ جاری ہو گیا ہے کہ اب تم طاقتور ہو چکے ہو، تم اب مضبوط ہو گئے ہو۔ اب چلو اس میدان میں اور گرو اور چوٹیں بھی کھاؤ۔ وہ بچپن کا وقت نہیں رہا کہ ذرا آہ کرو اور میں تمہیں گودی میں اٹھالوں اور تمہیں چلنے سے روکوں کہ کہیں تم گر نہ جاؤ۔ لیکن جو چھوٹی جماعتیں ہیں، جہاں کوئی بھی اور سہارا نہیں ہے۔ آناً فاناً ان کو ملیا میٹ کیا جا سکتا ہے، وہاں خدا تعالیٰ کی غیبی تائید اس شان کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے کہ آدمی دنگ رہ جاتا ہے۔

وہاں شدھی کے میدانوں میں ایسے واقعات ہوئے کہ کسی نے بڑے تکبر سے کہا کہ میں تم لوگوں کی ٹانگیں توڑ دوں گا۔ اور ابھی ہفتہ نہیں ہوا تھا، اس کی دونوں ٹانگیں توڑ دی گئیں۔ کسی نے کہا کہ میں تمہیں ہلاک کر کے چھوڑوں گا۔ اس کے بچوں پر وبا آ گئی، اس کے خاندان پر مصائب آ پڑے اور لوگوں نے دیکھا اور محسوس کیا۔ یہ نشان وہ نہیں ہیں، جن کے متعلق بتایا جاتا ہے۔ ایسے نشان ظاہر ہو رہے ہیں، جو خود بول رہے ہیں۔ اپنی زبان سے اور لوگ اس آواز کو سنتے ہیں۔ چنانچہ اس وقت خدا تعالیٰ کے فضل سے شدھی کے میدان میں جماعت احمدیہ غالب آ چکی ہے۔ اور آپ سوچیں کہ کتنی معمولی تعداد ہے، کتنا بڑا دشمن تھا، جس کے ساتھ مقابلہ تھا۔ کتنی عظیم ہندو طاقت ہے۔ بعض دفعہ پولیس افسر اس بات پر تلے ہوتے تھے کہ وہ ہمیں کام کرنے نہیں دیں گے۔ لیکن اتنا میں تو آپ کو بتاتا ہوں کہ وہاں انصاف کا معیار پھر بھی کچھ نہ کچھ موجود ہے۔ باوجود متعصب ہندو ہونے کے ایک حد تک وہ مخالفت کرتے تھے۔ اس سے آگے وہ نہیں جاتے تھے۔ اور اس حد تک مخالفت کے لئے جماعت نے اپنے آپ کو سخت کر ہی لیا تھا کہ ٹھیک ہے، کرو۔ ہم ماریں بھی کھاتے رہیں گے لیکن پیچھے نہ ہٹیں گے۔

وہاں اب ضرورت ہے، نئے واقفین کی۔ اس لئے جو ریٹائرڈ ہیں، وہ بھی اپنے آپ کو پیش کریں۔ جو دوسرے بچے ہیں، ان کی بھی ضرورت ہے کہ وہ وقف جدید میں اپنے آپ کو پیش کریں۔

بھوٹان میں وہاں نئے ملک میں کام شروع ہو گیا ہے، نیپال میں کام شروع ہو گیا ہے، سکم میں کام شروع ہو گیا ہے، مالدیپ کے جزائر میں کام شروع ہو گیا ہے۔ غرضیکہ ہندوستان کی جماعت بھی اپنے پاؤں پر دوبارہ کھڑے ہو کر ارد گرد اپنے اثر اور نفوذ کو پھیلاتی جارہی ہے۔ اور شکایت وہاں سے یہ آرہی ہے کہ ہمارے پاس کام کرنے والے تھوڑے رہ گئے ہیں۔ اس لئے میں ہندوستان کی جماعتوں کو اس جلسے کے ذریعے یہ پیغام دیتا ہوں کہ حتی المقدور یہ کوشش کریں کہ وقف کہ میدان میں اب پیچھے رہ جانے والی جماعتیں نہ بنیں بلکہ آگے آنے والی جماعتیں بنیں۔ اس وقت جماعت احمدیہ کو آپ کے بچوں کی ضرورت ہے۔ آپ اس پر عہد کئے ہوئے ہیں کہ خدا اور اس کے دین کی خاطر اپنا جان، مال، اولادیں، عزتیں سب کچھ نچھاور کریں گے۔ پس آج جب احمدیت کو سپاہیوں کی ضرورت ہے، یہ سپاہی کیوں آپ روک رہے ہیں۔ کثرت کے ساتھ ان کے نام پیش کریں۔ دنیا کی لالچیں مجھے پتہ ہے کہ بہت زیادہ ہیں اور جماعت کے غریب گزارے، اکثر لوگوں کے لئے روزمرہ کی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے بمشکل پورے ہوتے ہیں۔ لیکن یہ میں جانتا ہوں کہ واقف خوش رہتا ہے۔ واقف کو ایک سکینت ملتی ہے، اس کو خدا کی طرف سے ایک عظمت نصیب ہوتی ہے، اس کو ایک نجابت کا احساس ملتا ہے۔ اس کی کوئی قیمت نہیں ہے دنیا میں۔ دنیا کی کوئی لذت ان چیزوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اور پھر واقفوں کی اولادیں دنیا بھی پاتی ہیں اور دین بھی پاتی ہیں اور ہر لحاظ سے عزت پاتی ہیں۔ اس لئے وقف سے نہ ڈریں اور تحریک نو میں بھی شامل ہوں۔ اور فوری ضرورت پوری کرنے کے لئے بھی ہندوستان کی جماعتیں اپنے آپ کو پیش کریں۔

روٹی پلانٹ کی روٹی آپ کھا ہی چکے ہیں، اللہ تعالیٰ کے فضل سے امید ہے کہ پسند آئی ہوگی۔

کل آمد چندہ جات بشمول جوبلی فنڈ کا ذکر میں کردوں۔ ایک چھوٹا سا موازنہ 82-1981ء سے لے کر 87-1986ء تک کا موازنہ یہ ہے کہ مجھے پاکستان سے آئے ہوئے، ایک دوست نے کہا ہے کہ ہماری باتیں نہ زیادہ کیا کرو، بڑے جلتے ہیں لوگ۔ تو پتہ نہیں، میں کروں یا نہ کروں؟ وہ کہتے ہیں کہ جب آپ بتا دیتے ہیں کہ پچھلے سال یہ خرچ تھا، اب یہ ہو گیا ہے تو سی آئی ڈی پیچھے پڑ جاتی ہے، مولوی پیچھے پڑ جاتے ہیں، اخبار کالے ہونے شروع ہو جاتے ہیں کہ ان کو تنگ کرو۔ کسی طرح یہ مالی قربانیوں میں آگے بڑھنا بند کر دیں۔ اس لئے ان کی درخواست پر میں یہ ذکر چھوڑتا ہوں۔ ورنہ میری تو خواہش تھی کہ میں یہ ذکر کروں۔

بیرون پاکستان سے آپ اندرون پاکستان کا اندازہ کرلیں۔ بیرون پاکستان میں 82-1981ء میں ہمارے سالانہ چندوں کی کل رقم 7 کروڑ، 12 لاکھ روپے تھی۔ اس پانچ سال میں خدا تعالیٰ نے اپنا

فضل فرمایا کہ یہ جو سال گزر رہا ہے، اس میں یہ رقم بڑھ کر 24 کروڑ، 31 لاکھ ہو چکی ہے۔ چند سال پہلے میں نے یہ اعلان کیا تھا 1953ء کی تحریک کے بعد عبدالرحیم اشرف مدیر المنبر نے ایک مضمون لکھا اور بڑے احساس ناکامی کے ساتھ اس بات کا ذکر کیا کہ

"1953ء کے عظیم تر ہنگاموں کے باوجود قادیانی جماعت اس کوشش میں ہے کہ اس کا 57-1956ء بجٹ 25 لاکھ روپیہ تک پہنچ جائے"۔

یہ 53ء کے بعد کا ان کا تبصرہ ہے۔ اس سے آپ اندازہ کریں کہ اس وقت آپ کہاں کھڑے تھے۔ 1953ء میں جماعت نے اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ ہو سکتا ہے کہ بعید نہیں کہ کچھ عرصے تک جماعت کا بجٹ پچیس لاکھ تک پہنچ جائے۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے میں نے جماعت کو بتایا تھا کہ میں تو امید کر رہا ہوں کہ آئندہ دو تین سالوں کے اندر یہ بجٹ پچیس کروڑ تک پہنچ جائے گا۔ تو آپ دیکھ لیں کہ خدا کے فضل کے ساتھ کہ عین اسی سال جس میں ہم اس وقت پہنچے ہوئے ہیں، بیرون کا یہ بجٹ جو تین سال پہلے 13 کروڑ تھا، اب یہ 24 کروڑ، 31 لاکھ ہو چکا ہے۔ اس میں قرآن کریم کی خاطر پیش کئے ہوئے وعدے اور ادا شدہ رقمیں شامل نہیں ہیں۔ اگر ان کو شامل کر لیں تو یہ صرف بیرون کا بجٹ آج پچیس کروڑ تک پہنچ چکا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ اس تیزی کے ساتھ جماعت کو ہر جہت میں ترقی نصیب ہو رہی ہے اور یہ ترقی صرف روپوؤں میں نہیں جانچی جائے گی۔ اس کے پیچھے جو خلوص ہے، جماعت کی جو محبت ہے، جو قربانی کی روح ہے، وہ ہے، جو قدر کے لائق ہے۔ ان پچیس کروڑوں میں چند غریبوں کے چند روپے بھی شامل ہیں۔ جو عجیب شان کے ساتھ خدا کی نگاہ میں چمک رہے ہیں، اس لئے جب میں پچیس کروڑ کی بات کرتا ہوں تو عمومی فضل کے اظہار کے لئے کرتا ہوں۔ روپوں سے بحث نہیں ہے۔ خدا کے فضلوں سے بحث ہے اس کی عطا سے بحث ہے یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اللہ آپ کو بڑی تیزی کے ساتھ بڑی شان کے ساتھ آگے سے آگے بڑھاتا چلا جا رہا ہے۔

انگلستان کے رضا کاروں کا میں ذکر کیا کرتا ہوں، اس لئے کہ ان کے لئے خصوصیت سے دعا کی تحریک ہو۔ تفصیل سے اب اس کے ذکر کا موقع نہیں رہا لیکن یہ میں آپ کو بتاتا ہوں کہ وہاں جماعت کے وہ سارے بوجھ یا ذمہ داریاں، جو امام وقت کی ذات سے وابستہ تھیں اور سینکڑوں آدمی سرانجام دے رہے تھے، یہاں آنے کے بعد وہ ساری ذمہ داریاں انگلستان کی جماعت کے مخلصین نے عمومی طور پر اپنے کندھوں پر اٹھا لیں ہیں۔ اور نہایت عمدگی کے ساتھ، نہایت ہی خلوص کے ساتھ، نہایت ہی پیار اور

استقلال کے ساتھ ان کاموں کو اس طرح انجام دے رہے ہیں کہ مجھے تکلیف نہ پہنچے۔ میرے دل میں یہ دکھ نہ پیدا ہو کہ کاش میں پاکستان میں ہوتا تو یہ کام بہتر انداز میں کروالیتا۔ اس لئے یہ سارے مخلصین آپ کی دعاؤں کے خاص محتاج ہیں۔ ان کی عورتیں بھی، ان کے بچے بھی، بڑے چھوٹے کیا، لنڈن والے کیا، باہر والے کیا۔ جس جگہ آواز دی ہے، لبیک کہتے ہوئے آگے آئے ہیں۔ اور بڑے اخلاص کے ساتھ توقع سے بڑھ کر جماعت کی خدمت میں ثابت قدم نکلے ہیں۔ جو اس کے نتیجے میں ظاہری قربانیاں ہیں، وقت کی اور مال کی اور اس کے علاوہ بھی۔ ان میں سے وقت کی قربانیاں تو ایسی بھی ہیں، جن کو ہم روپوں میں بھی بتا سکتے ہیں۔ مثلاً یہ جو پریس ہے، اس کی عمارت کے لئے جب ہم نے اندازہ لگوایا تو بتایا گیا کہ اس قسم کی عمارت کے لئے پچاس پاؤنڈ فی مربع فٹ خرچ آتا ہے۔ اگر آپ کسی کمپنی سے بات کریں تو اتنا ہی خرچ دینا پڑے گا۔ اور اچھی عمارت جو گھر کی ہوتی ہے، اس کے لئے سو پونڈ فی مربع فٹ خرچ آتا ہے۔ میں نے کہا: یہ تو نہیں ہم خرچ کر سکتے۔ لیکن اللہ کا کام ہے، اس لئے کرلیں گے۔ رضا کاروں سے میں فائدہ اٹھاؤں گا۔ انشاء اللہ۔ اور جماعت نے تحریک کی، یہاں جو معمار تھے، انہوں نے اپنے آپ کو پیش کیا، طوعی طور پر وقت پیش کئے۔ ایک ہمارے انگریز نو احمدی ہیں، مسٹر واکر، انہوں نے بھی غیر معمولی خدمت اور اخلاص کا اظہار کیا۔ احمدی نوجوان بڑی دور دور سے آتے رہے، ساتھ بوڑھے بھی آتے رہے اور مزدور بن کر انہوں نے یہاں کام کیا۔ اور ساری چیزیں ہم نے بازار سے خریدیں اور خریدنے میں بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے ایسے احسان خدا تعالیٰ کے نازل ہوئے کہ جو چیز بہت ہی مہنگی عام طور پر ملنی چاہئے کہ وہ کہیں سٹور سے فالتو قرار دی گئی چیز کے طور پر مل گئی یا کسی اور بہانے سے سستی مل گئی۔ پچاس پونڈ فی مربع فٹ کی بجائے ان اخلاص سے کام کرنے والوں کی قربانی کے نتیجے میں آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کتنا خرچ فی مربع فٹ آیا ہوگا۔ اگر کوئی حساب دان ہے اور اسے عمارت کے کاموں سے واقفیت ہے تو بیشک ابھی مجھے یہ اندازہ بتا دے۔ آپ اگر بہت ہی بچت کریں تو جو عمارت پچاس پونڈ فی مربع فٹ بنی چاہئے، وہ کتنے کم میں تکمیل کو پہنچ جائے گی۔ کوئی اندازہ ہے؟ چھ پونڈ سے بھی کم''۔ (نعرہ ہائے تکبیر)

''.....یہ عظیم الشان ایک جماعت ہے۔ جو خدمت اور قربانی کی روح آج یہ جماعت دنیا کو دکھا رہی ہے، خدا کی قسم! کسی جھوٹے کی طرف منسوب ہونے والی جماعت کو اس کا کروڑواں حصہ بھی نصیب نہیں ہوتا۔ ہر پہلو سے اللہ کی حفاظت کے نیچے ہے۔ اللہ کی رحمتوں کے سایے کے نیچے ہے اور خدا تعالیٰ بھی ایسے فضلوں کا سلوک فرما رہا ہے کہ خود ہی حوصلہ دیتا ہے۔ خود ہی ڈھارس بندھاتا ہے۔ نئے نئے فضل

لے کر آتا ہے۔ پس اس جماعت کی سال بھر کی خدمتوں کے متعلق سوچا کیسے جا سکتا ہے کہ چند گھنٹوں میں ان کا ذکر خیر پورا کر دیا جائے۔ جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا، اپنی طرف سے تو میں خلاصہ ہی نکالا تھا لیکن اس خلاصے کا ایک بہت بڑا حصہ مجھے چھوڑنا پڑ رہا ہے۔

پاکستان میں اس کے مقابل پر جو غیروں کو اسلامی خدمات کی توفیق مل رہی ہے، اس کے نتیجے میں خدا کے فضل نازل ہو رہے ہیں، انہیں غیر معمولی تائید مل رہی ہے اور خدا تعالیٰ کے انتقام کی کارروائیاں بھی حرکت میں آچکی ہیں۔ بہت شدید معاندوں کو خدا تعالیٰ اس طرح پکڑ رہا ہے کہ بعض احمدیوں کو انہوں نے چیلنج دیئے اور وہ چیلنج انہوں نے قبول کئے اور دیکھتے دیکھتے خدا کے شدید عذاب نے ان کو پکڑ لیا اور وہ اپنے ماحول میں عبرت کا نشان بن گئے۔ ان کے بھی یہ واقعات میں نے اکٹھے کئے تھے۔ پندرہ، بیس کے قریب وہ بھی سننے سے تعلق رکھتے تھے۔ لیکن بالعموم پاکستان سے جو لوگ آئے ہیں، ان کو اس کا علم ہی ہوگا۔ دعا یہ کریں، ہمیں غیروں کی ہلاکت نہیں چاہئے، ہمیں غیروں کی ہدایت چاہئے۔ اگر عبرت کے لئے خدا نے نشان دکھانے کا فیصلہ فرمایا ہے تو ہم اس کی ہر رضا پر راضی ہیں۔ لیکن دعا یہ کریں کہ یہ عبرت کے نشان ہوں، یہ ملیا میٹ اور تباہ کرنے والے نشان نہ ہوں، یہ قوم ہلاکت سے بچ جائے۔ اور تھوڑے ہوں، جو خدا کی ناراضگی کا نشانہ بنیں اور اس رنگ میں بنیں کہ کثرت کو ہدایت نصیب ہو جائے۔

قبولیت دعا کے بھی بہت سے واقعات ہیں، جو میں آپ کے سامنے رکھنا چاہتا تھا۔ لیکن یہ بھی ذکر ایسا ہے، جس کو اس لئے چھوڑا جا سکتا ہے کہ آپ سے بہتر کون جانتا ہے کہ قبولیت دعا کیا ہوتی ہے؟ کوئی ایک احمدی گھر بھی تو ایسا نہیں، جس نے قبولیت دعا کے نشان نہ دیکھے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ایسی دعاؤں کو بھی سن لیتا ہے، جو ابھی لفظوں میں نہیں ڈھلی ہوتیں۔ اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ کے ساتھ ایسی محبت اور پیار کا سلوک فرماتا ہے کہ بعض دفعہ دعا نہیں بلکہ اعلان ہوتا ہے اور اس کو قبول فرما لیتا ہے۔ بعض دفعہ غلطی سے ایک بات لکھی جاتی ہے اور اس کو بھی قبول فرما لیتا ہے۔ اور بہت ہی حیرت انگیز اپنے پیار اور قرب کے نشان دکھاتا ہے۔

پس دعا کریں کہ آئندہ سال بھی اسی خدائے عظیم و واحد کا شکر ادا کرتے ہوئے، اسی فضلوں والے، رحمتوں والے خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے، ہم ترقی کی شاہراہوں پر آگے سے آگے بڑھتے چلے جائیں۔ ہمارا ہر سال اپنے گزرے ہوئے سال ہائے گزشتہ اس طرح دیکھے، جیسے کوئی میناروں سے اس زمین کو دیکھا کرتا ہے، جس پر میناروں کی بنیاد قائم ہو۔ ہر سال آئندہ تعمیر ہونے والے میناروں کی بنیاد بن جائے۔ اور بلند سے بلند تر ایسے مینار تعمیر ہوں، جن کے اوپر پائے محمدیاں کی برکتیں اتریں۔ اچھا جی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ"۔

(مطبوعہ ضمیمہ ماہنامہ انصار اللہ اکتوبر 1987ء)

# وقف زندگی کی اہمیت اور شرائط

## خطبہ عیدالاضحیہ فرمودہ 05اگست 1987ء

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات کریمہ کی تلاوت فرمائی:۔

وَاِذۡ یَرۡفَعُ اِبۡرٰہٖمُ الۡقَوَاعِدَ مِنَ الۡبَیۡتِ وَاِسۡمٰعِیۡلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا ؕ اِنَّکَ اَنۡتَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ ﴿۱۲۸﴾ رَبَّنَا وَاجۡعَلۡنَا مُسۡلِمَیۡنِ لَکَ وَمِنۡ ذُرِّیَّتِنَاۤ اُمَّۃً مُّسۡلِمَۃً لَّکَ ۪ وَاَرِنَا مَنَاسِکَنَا وَتُبۡ عَلَیۡنَا ۚ اِنَّکَ اَنۡتَ التَّوَّابُ الرَّحِیۡمُ ﴿۱۲۹﴾ رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِیۡہِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡہُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتِکَ وَیُعَلِّمُہُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَۃَ وَیُزَکِّیۡہِمۡ ؕ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۱۳۰﴾

(البقرۃ 128تا130)

اور پھر فرمایا:۔

”یہ عید جو آج کے دن ہم منا رہے ہیں، اس کا قربانیوں کے ساتھ ایک تعلق ہے۔ جو ہر مسلمان کو معلوم ہے۔ چنانچہ اس عید کو عیدالاضحیہ یعنی قربانیوں کی عید کا نام دیا گیا ہے۔ قربانی کا جیسا عید سے تعلق ہے، ویسا ہی اس کا ایک قبولیت سے بھی تعلق ہے۔ اور عموماً اس تعلق کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ قرآن کریم میں جہاں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خانہ کعبہ کی عمارت کی بنیادیں بلند کرنے کا ذکر آیا ہے، وہاں ساتھ ہی یہ دعا بھی ان کی بتلائی گئی کہ ربنا تقبل منا اے اللہ! ہماری طرف سے یہ قبول فرما۔ وہ کیا چیز تھی، جسے قبول کرنے کے لئے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک عاجزانہ درخواست کر رہے تھے؟ بالعموم تو دنیا میں یہ خیال پایا جاتا ہے اور عام طور پر جتنی بھی انسان نیکیاں بجالاتا ہے، اسی خیال کے تابع کہ نیکی کرتے ہی خود بخود وہ مقبول ہو جاتی ہے۔ اور کہاں انسان ہر نیکی کے ساتھ ساتھ یہ عاجزانہ دعائیں کرتا ہے کہ اے خدا! میری اس نیکی کو بھی قبول فرمالے، اس نیکی کو بھی قبول فرمالے۔ اور قرآن کریم سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ خود ہی نیکیوں پر بہت ہی پیار کی نظر ڈالتا ہے۔ اور خدا کی باریک نظر سے کوئی نیکی اوجھل نہیں رہتی۔ چنانچہ فرمایا:۔

فَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ خَیۡرًا یَّرَہٗ ؕ﴿۸﴾ وَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ ﴿۹﴾

(الزلزال:8تا9)

جس کسی نے بھی ایک ذرے کے برابر بھی نیکی کی، وہ خدا کی نظر کے سامنے رہتی ہے۔ اور جس کسی نے بھی ایک معمولی ادنیٰ سی بھی بدی کی، ذرہ کے برابر وہ بھی خدا کی نظر کے سامنے ہوتی ہے۔ تو جب نیکیوں کے متعلق خدا تعالیٰ کا بندوں سے یہ سلوک دکھائی دیتا ہے اور ویسے بھی انسان یہ محسوس کرتا ہے کہ نیکیاں تو کی ہی خدا کی خاطر جاتی ہیں۔ اس بات کا احتمال کیا ہے کہ نیکی ہم کریں اور خدا قبول نہ کرے؟ اس کے باوجود حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خصوصیت کے ساتھ یہ عرض کرنا کہ تقبل منا اے خدا! ہم سے قبول فرمالینا۔ کیا وہ کوئی خاص نیکی تھی؟ کیا وہ کوئی خاص قسم کی قربانی تھی، جو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذہن میں تھی؟

جب اس سے اگلی آیت کا مطالعہ کرتے ہیں تو وہاں کسی قدر یہ تفصیل ملتی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے وہ کیا چیز تھی، جسے وہ خدا کے حضور پیش کر رہے تھے؟ فرمایا:۔

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ

کہ اے خدا! ہم باپ اور بیٹا اپنے دونوں کے وجود تیرے حضور پیش کر رہے ہیں، کامل طور پر تیرا ہو جانے کا وعدہ کرتے ہیں، اور یہی تمنا لے کر آئے ہیں۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ ہم یہ بھی التجا کرتے ہیں کہ ہماری اولاد کو بھی اپنے لئے وقف کر لینا اور اپنا بنالینا۔ وارنا مناسکنا وتب علینا کا مضمون اس وقف سے گہرا تعلق رکھتا ہے۔ اس کے بعد یہ عرض کیا: ارنا مناسکنا جب تو نے ہمیں اپنا بنالیا، ہم تیرے لئے وقف ہو گئے تو پھر ہمیں خدمت پر لگانا، ہمیں بتانا کہ یہ یہ قربانیاں کرو۔ یہ یہ تمہاری قربان گاہیں ہیں اور پھر ہم سے غفلتیں ہوں گی، کمزوریاں ہوں گی، تیرے منشا کو عین تیری مرضی کے مطابق ادا نہیں کر سکیں گے۔ تب علینا پھر ہم سے مغفرت کا سلوک بھی فرمانا اور بار بار ہماری لغزشوں سے پردہ پوشی کرنا۔ ہماری توبہ کو قبول کرنا۔ انک انت التواب الرحیم تو تو بہت ہی زیادہ بار بار توبہ کو قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

تو معلوم ہوا کہ جہاں قبولیت کا مضمون ملتا ہے، وہاں وقف زندگی کے ساتھ اس کا تعلق ہے۔ اور یہ مضمون ایک اور آیت میں بھی خوب کھول کر بیان ہوا ہے۔ جس کا تعلق حضرت مریم کی والدہ کے منت ماننے سے ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب حضرت مریم کی والدہ نے خدا کے حضور دعا کی کہ میں تیرے حضور وہ بچہ پیش کرنا چاہتی ہوں، جو میرے پیٹ میں ہے، تو اسے قبول فرمالے۔ وہاں بھی لفظ قبول استعمال ہوا۔ جواباً خدا نے فرمایا:۔

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَّأَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا

(آل عمران:38)

پس اللہ تعالیٰ نے اسے قبول فرمالیا اور بہت ہی عمدہ طریق پر قبول فرمایا، بہترین رنگ میں قبول فرمایا۔ اور قبول فرمانے کے بعد انبتھا نباتا حسنا پھر اس کی پرورش کی نہایت بہترین طریق پر۔

اس سے اور زیادہ بات واضح ہوگئی کہ عام نیکیاں اور زندگی کے وقف کرنے کی نیکی میں ایک فرق ہے۔ عام نیکیاں تو کمزور بھی ہوں، ان میں کچھ خامیاں بھی رہ جائیں بالعموم اللہ تعالیٰ پردہ پوشی فرماتا ہے اور قبول فرماتا چلا جاتا ہے۔ لیکن جب ایک انسان اپنے وجود کو خدا کے حضور پیش کرتا ہے تو اس وقت خدا تعالیٰ کا اسے اپنا لینا، یہ ہے قبولیت۔ اسے اپنا بنالینا اور اپنے نمائندہ کے طور پر قبول کر لینا، چنانچہ انبتھا نبـاتـا حسنا آیت کا یہ ٹکڑا بتا رہا ہے کہ جب خدا تعالیٰ کسی وجود کو قبول کر لیتا ہے تو پھر اس کی تربیت کی ذمہ داری بھی خود لے لیتا ہے۔ پھر آغاز ہی سے اس پر نظر کرم فرماتے ہوئے اس کی بہترین رنگ میں تربیت کا انتظام فرماتا ہے۔

پس حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام خصوصیت کے ساتھ جس قبولیت کی دعا کر رہے ہیں، اس سے مراد یہ ہے کہ میں بھی اپنی زندگی وقف کرتا ہوں تیرے حضور، اسماعیلؑ بھی تیرے حضور زندگی وقف کرتا ہے اور یہی نہیں، ہم آئندہ اپنی نسلوں کو بھی تیرے حضور پیش کرتے ہیں۔ تو قبول فرما یعنی ہمیں اپنا بنا لے۔ پھر ہماری تربیت فرما، اپنی نمائندگی میں ہم سے کام لے، ہماری قربان گاہیں دکھا۔ کہاں کہاں ہم نے کیا قربانیاں دینی ہیں؟ اور ہمیں قربانیاں بتا کہ کس طرح پیش کرنی ہیں؟ گویا کہ ہم جب کلیۃً اپنے آپ کو تیرے سپرد کر رہے ہیں تو ہدایات دینا پھر تیرا کام ہے۔

اس تسلسل سے یہ آیت خوب کھل کے واضح ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد پھر جہاں یہ آیت اپنے معراج کو پہنچتی ہے، یہ دعا یعنی اپنے معراج کو پہنچتی ہے۔ یہ وہ تیسرا حصہ ہے۔ فرمایا:۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۳۰﴾

اس التجا اور الحاح کے ساتھ ہم اپنا وجود اور اپنی آئندہ نسلوں کا وجود تیرے حضور پیش کر رہے ہیں اور قبولیت کی التجا کرتے ہیں کہ اس کے نتیجہ میں اگر تو قبول فرمالے تو ہماری آخری تمنا یہ ہے کہ اس کائنات میں ظاہر ہونے والا سب سے بڑا رسول ہماری نسل ہی سے پیدا ہو۔ اور گویا یہ تیری طرف سے قبولیت کا نشان ہوگا۔ وہ رسول، جس کا تو نے وعدہ کیا ہے کہ دنیا کو عطا کیا جائے گا، وہ ان میں سے پیدا فرما۔ یتلوا علیھم ایاتک وہ تیری آیات پڑھ کر سنائے دنیا کو، ان کو تعلیم کتاب دے، ان کے سامنے کتاب کی

حکمتیں بیان فرمائے۔ ویزکیھم اور انہیں پاک فرماتا چلا جائے۔ انک انت العزیز الحکیم یقیناً تو بہت ہی غالب عزت والا اور حکمت والا خدا ہے۔

ان آیات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جس خاص ادا کے ساتھ ربنا تقبل منا کہا ہے، اس میں آپؑ کے وجود کی ساری سچائی گھل مل گئی تھی۔ ایک ذرہ بھی انانیت کا آپؑ نے باقی نہیں رہنے دیا۔ اس کامل خلوص اور الحاح کے ساتھ، اس کامل عشق اور وارفتگی کے ساتھ اپنا وجود، اپنے بیٹے کا وجود اور اپنی آئندہ نسلوں کا وجود پیش کیا ہے کہ اس کے بعد یہ دعا جو مانگی گئی، یہ دعا سننے کے لائق ٹھہری۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود کے متعلق یہ طلب کرنا کہ ہماری نسلوں سے ہو، یہ کوئی معمولی دعا نہیں تھی۔ اس دعا کے استحقاق کے لئے ایک لمبی نسل اتقیاء کی ضروری تھی، آباؤ اجداد کا ایک سلسلہ چاہئے تھا، جو خدا تعالیٰ کی پناہ کے نیچے، اس کی نظر کے نیچے اس وجہ سے تربیت پا رہے ہوں کہ آئندہ ان میں سے وہ عظیم الشان رسول پیدا کیا جائے گا۔ پس تقبل منا کی تان وہاں جا کے ٹوٹتی ہے، جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود کا اپنی نسل سے پیدا ہونا عرض کیا گیا ہے۔

ایک تیسری جگہ بھی قبولیت اور ردّ کا ذکر ملتا ہے۔ اور وہ ہے آغاز ہی میں جب نبوت کا آغاز ہوا۔ اس وقت خدا نے ایک واقعہ کو محفوظ فرمایا اور ہمارے لئے نصیحت کے طور پر بیان کیا۔ فرمایا:۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ

(المائدۃ:28)

ان کے سامنے آدم کے دو بیٹوں کا واقعہ کامل سچائی کے ساتھ بیان کرو۔ بالحق سے مراد یہ ہے کہ سننے والوں کی توجہ اس طرف مبذول ہو کہ واقعہ بعینہٖ اسی طرح ہوا اور اس میں کسی قسم کا کوئی نہ مبالغہ ہے، نہ کمی کی گئی ہے۔

قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ

جب ان دونوں نے خدا کے حضور ایک قربانی پیش کی، فتقبل من احدھما ان میں ایک سے تو وہ قبول فرمالی گئی، ولم یتقبل من الاخر، دوسرے سے وہ قربانی قبول نہیں کی گئی۔ قال لاقتلنک اس نے کہا: میں تجھے قتل کر دوں گا۔ قال انما یتقبل اللہ من المتقین (دوسرے نے جواباً کہا) کہ اللہ تعالیٰ متقیوں کی قربانیاں قبول کیا کرتا ہے، ہر قربانی کو قبول نہیں کیا کرتا۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہاں کون سی قربانی تھی؟ پرانے طریق کے مطابق کیا کوئی سوختنی قربانی تھی یا کوئی جانور ذبح کیا گیا تھا؟ اگر ایسا تھا تو جس کی قربانی قبول نہیں ہوئی تھی، اس کو کس طرح پتہ چلا کہ

اس کی قربانی قبول نہیں ہوئی ؟ یہ تو اللہ تعالیٰ کی سنت کے خلاف ہے کہ جس شخص کی قربانی قبول نہ کی جائے، اس کو الہاماً فوراً کہہ دے کہ تمہاری قربانی قبول نہیں ہوئی اور جس کی قبول کی ہے، اس کو کہہ دے کہ تمہاری ہوگئی؟ اور یہ دونوں بلند آواز میں اس طرح باتیں بیان کی جائیں کہ دونوں ایک دوسرے کی وہ باتیں سن بھی رہے ہوں۔ یہ سنت اللہ کے خلاف ہے۔ قرآن کریم کے مطالعہ سے، احادیث کے مطالعہ سے کہیں خدا تعالیٰ کا اس قسم کا کوئی سلوک نظر نہیں آتا۔ تو سوال یہ ہے کہ اس کو کیسے پتہ چلا کہ اس کی ہوگئی ہے، میری نہیں ہوئی۔ اور قربانی سے مراد جب بھی قربانی کا لفظ آتا ہے تو اس کا ایک گہرا تعلق زندگی سے ہے۔ مراد جانور کی قربانی ہے یا کوئی اور قربانی ہے؟ گزشتہ دو آیات، جو پہلے آپ کے سامنے تلاوت کی ہیں، ان کی روشنی میں، میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہاں بھی زندگی ہی کی قربانی کا ذکر ہے۔ دونوں بھائیوں نے اپنے آپ کو خدا کے حضور پیش کیا کہ ہم سے خدمت دین لی جائے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے خدا تعالیٰ کے منشاء کے مطابق ایک کو خدمت دین کے لئے قبول کر لیا اور ایک کو بتایا کہ ہمیں تمہاری ضرورت نہیں ہے۔ اس کے نتیجہ میں اس کو معلوم ہو گیا کہ میری قربانی قبول نہیں ہوئی، جبکہ بھائی کی قربانی قبول ہوگئی ہے۔

تو قربانی کے قبول ہونے سے مراد ان تینوں جگہ وقف زندگی لیا جائے تو مضمون بالکل واضح ہو جاتا ہے۔ اور ایک دوسرے کے ساتھ مربوط ہو جاتا ہے۔ اور قربانی سے مراد ایسی قربانی نہیں ہے، جس کی گردن پر چھری پھیر دی جائے اور وہ اچانک تڑپ تڑپ کر ختم ہو جائے۔ کیونکہ انبتھا نباتا حسنا بتاتا ہے کہ یہ ایسی قربانیوں کی بات ہو رہی ہے، جنہیں قبول کرنے کے بعد پھر اللہ تعالیٰ ان کی پرورش فرماتا ہے، ان کی تربیت فرماتا ہے اور ان سے خدمتیں لیتا ہے۔ ارنا مناسکنا بھی اس مضمون کو کھول رہا ہے کہ یہ قربانیاں وہ ہیں، جنہوں نے پھر ساری عمر آگے قربانیاں پیش کرنی ہیں۔ کوئی ایک لمحے کی قربانی کا ذکر نہیں ہے۔ بلکہ جسے قربانی کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے، وہ آگے پھر قربانیاں پیش کرے گا۔ اور ساری زندگی وہ قربان ہوتا چلا جائے گا۔

پس اس پہلو سے ہم واقف زندگی کے لئے ایک بہت بڑا سبق ہے۔ جب میں نے وقف نو کی تحریک کی ہے یعنی آئندہ صدی کے لئے بچے وقف کرنے لئے تو ان آیات کو میں اس لئے آج آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں، اس عید کی مناسبت سے کہ اس ذمہ داری کو اچھی طرح سمجھیں۔ اگر آپ نے اپنے بچے محض للہ کامل خلوص کے ساتھ پیش کرنے ہیں تو پھر یہ نہ سمجھیں کہ ادھر پیش کئے، ادھر مقبول ہو گئے۔ مقبول ہونے کے لئے کچھ اور شرطیں ہیں۔ مقبول ہونے کے لئے ان کے اندر تقویٰ ہونا ضروری ہے، مقبول

ہونے کے لئے آپ کی نیتوں کا تقویٰ ضروری ہے، کامل خلوص، کامل سپردگی، وہ ابراہیمی رنگ ضروری ہے، جس کے بعد خدا تعالیٰ ان قربانیوں کو ضرور قبول فرمالیا کرتا ہے۔ اور پھر آئندہ نسلوں پر بھی اس قبولیت کے نیک اثرات ظاہر فرماتا ہے۔ اس لئے بہت ہی اہم بات ہے کہ قربانی پیش کرتے ہوئے اپنی نیتوں کو خوب کھنگالا جائے، بہت صفائی کے ساتھ اور پاکیزہ جذبات کے ساتھ ان تمام احتمالات کو سامنے رکھ کر قربانی پیش کی جائے، جو واقف زندگی کو درپیش ہوتے ہیں۔

بسا اوقات ایک واقف زندگی ابتلاؤں میں سے گزارا جاتا ہے۔ بسا اوقات ایک واقف زندگی کا بظاہر مقام بلند ہونا چاہئے، اپنے منصب کے لحاظ سے لیکن اس سے ادنیٰ کام لئے جاتے ہیں، بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک واقف زندگی سمجھتا ہے کہ میں دنیا میں باہر تبلیغ کے لئے مفید ہوں، میرا وجود زیادہ انسب ہے، اس بات کا کہ باہر مقرر کیا جائے، اسے دفتر میں کلرک مقرر کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ ایسے واقعات میرے علم میں ہیں کہ اس پر وہ بہت ہی سیخ پا ہوا۔ ایک شخص نہیں بلکہ بارہا کئی دفعہ ایسے واقعات ہوئے ہیں، یعنی سلسلہ کی تاریخ میں کئی دفعہ کہنا بھی درست نہیں ہے، کیونکہ گنتی کے چند ہیں۔ بہر حال چند واقعات ایسے ضرور ہوئے ہیں کہ جب ان کی تقرری کی گئی کسی جگہ تو وہ اس پر بڑے سیخ پا ہوئے کہ آپ سمجھتے ہیں کہ میں اسی لائق ہوں؟ مجھ سے خدمت لینی چاہئے۔ مجھے فلاں عظیم الشان کاموں پر لگانا چاہئے، میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت قابل ہوں، اتنی میری ڈگریاں ہیں۔ مجھ سے ادنیٰ ادنیٰ آدمیوں کو آپ نے فلاں جگہ لگایا ہوا ہے۔ چنانچہ کچھ عرصہ پہلے میں نے ایک ایسے ہی شخص کی فائل منگوا کر وقف زندگی کے تعلق میں پیدا ہونے والی خرابیوں کا جائزہ لینے کی خاطر اس کا تفصیل سے مطالعہ کیا تو عجیب و غریب ایک بحث اس سے نکلی۔ جب دفتر نے اس کو یہ جواب دیا کہ آپ واقف زندگی ہیں، آپ اپنے آپ کو پیش کر چکے ہیں، اب آپ کا کام نہیں ہے، یہ بحث کرنا کہ آپ کو کہاں لگایا جائے؟ یہ یا تو ان افسران کا کام ہے، جن کو خلیفۂ وقت مقرر کرتا ہے یا خلیفۂ وقت نے خود اگر کوئی فیصلہ کیا ہے تو آپ کو اس کو بخوشی تسلیم کر لینا چاہئے۔ تو اس کا جواب یہ تھا کہ معلوم ہوتا ہے آپ لوگ تقویٰ سے بالکل خالی ہو چکے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے حضور ایک اتنی اچھی چیز پیش ہوئی ہو اور اسے آپ ایک ذلیل جگہ پہ لگا رہے ہوں، آپ کو کوئی خدا کا خوف نہیں ہے۔ کوئی جماعت کے لئے دلچسپی نہیں ہے۔ جماعت کے لئے آپ کے دل میں ہمدردی نہیں ہے۔ کوئی اسلام کے لئے سچی ہمدردی نہیں ہے۔ اگر ایسا نظام ہے اور ایسی خلافت ہے تو میری توبہ۔ یعنی میرے مقام کو ہی آپ نہیں سمجھ رہے۔ آپ کو یہ پتہ ہی نہیں کہ جب آپ مجھے غلط جگہ استعمال کرتے ہیں تو ضائع کر رہے ہیں اور اللہ کی چیز ضائع کر رہے ہیں۔

تو ایک یہ بھی رنگ ہوتا ہے وقف زندگی کا، جو پھر نامقبول ہو جاتا ہے اور مردود ہو جاتا ہے۔اس لئے ان احتمالات کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیئے کہ ہوسکتا ہے کسی کا بچہ بڑا ہو کر عظیم الشان علم حاصل کرے، دنیا کے لحاظ سے۔نوک پلک سے ہر طرح سے درست ہو اور سلسلہ اسے ایک معمولی سا کام دے رہا ہو۔اس آیت پر غور ضروری ہے۔ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام یہ عرض کرتے ہیں، وارنامناسکنا، جب ہم پیش کر چکے تو ہمیں یہ بھی حق نہیں ہے کہ ہم فیصلہ کریں کہ ہم نے کیا قربانیاں دینی ہیں؟ جس کے سپرد کر دیا ہے اپنے آپ کو، اس کا کام ہے کہ وہ فیصلہ کرے کہ کیا قربانیاں لینی ہیں؟ کیسی کامل دعا ہے! حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ السلام کی سپردگی کا کمال اور آپؑ کی ذہانت کا بھی کمال ہے۔کتنا باریک نکتہ ہے، جسے خدا کے حضور پیش کر رہے ہیں کہ خدا میں تو پیش کر چکا ہوں۔اب میں یہ نہیں کہوں گا کہ میں نے یہ قربانی دینی ہے۔اب تیرا کام ہے، تو جانتا ہے، جہاں لگائے گا، وہاں لگ جائیں گے۔جس قسم کا کام تو ہم سے لے گا، اسی قسم کا کام ہم کریں گے۔اور یہی روح آپؑ کی نسل میں آگے جاری رہی۔اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود میں بدرجہ کمال ظاہر ہوئی ہے۔حیرت انگیز کمال کے ساتھ یہ جذبہ نشوونما پاتا رہا ہے۔اور اس کے لئے ایک لمبی نسل تھی ایسی، جن کے اندر خون میں خدا تعالیٰ نے ایسا نظام جاری کیا تھا کہ ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کے جذبات یا صلاحیتیں مزید پرورش پاتی ہوئی، بڑھتی ہوئی، نشوونما پاتی ہوئی آگے بڑھتی چلی جارہی تھیں۔ایک مخفی جوہر کی طرح اور وہ تمام نسلوں میں جو مخفی جوہر آگے ترقی کر رہے تھے، وہ بالآخر اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے تابع حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جنین میں مجتمع ہو گئے اور ایک عظیم الشان وجود اس سے پیدا ہوا ہے۔

پس یاد رکھیں کہ اگر آپ کی نیتیں خالص ہیں اور انکسار کامل ہے اور جب وقف کرتے ہیں تو پھر اپنا کچھ نہیں رہنے دیتے۔سب کچھ خدا کا بنا دیتے ہیں۔تو پھر اللہ تعالیٰ ایسی عطا کرنے والا ہے کہ اس طرح وہ قبول حسن فرماتا ہے کہ انسان تصور بھی نہیں کر سکتا کہ اس کا کیا نتیجہ نکلے گا؟ کتنا عظیم الشان وجود پیدا ہوگا؟ جیسا کہ میں پہلے بھی بارہا بتا چکا ہوں، اس دعا کا ایک نہایت ہی حسین پہلو یہ ہے اس کی قبولیت کا کہ حضرت ابراہیمؑ کی دعا میں اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی ترمیم فرما دی، اس کی قبولیت کے وقت، جس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے جس رنگ میں دعا مانگی تھی، جس وجود کا تصور کیا تھا، اس سے زیادہ بڑا وجود اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو عطا فرمایا ہے، آپؑ کی نسل میں۔چنانچہ حضرت ابراہیمؑ نے دعا میں ترتیب یہ رکھی تھی کہ اے خدا ایسا رسول دے، جو ان کو تیری آیات سنائے، علم کتاب دے، کتاب کی حکمتیں بیان کرے اور

اس کے نتیجہ میں طبعاً اس میں تزکیہ نفس پیدا کرنے کی طاقت پیدا ہو جائے گی۔ یہ ذہنی مضمون ہے، جو بتارہا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ السلام نے ایک منطقی نتیجہ نکالا۔ وہ منطقی نتیجہ یہ تھا کہ جو رسول خدا کا کلام سناتا ہے، پھر کتاب کا علم دیتا ہے، پھر کتاب کی حکمتیں بیان کرتا ہے، اس کے نتیجہ میں قوم کے اندر پاک ہو جانے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔ آیتیں سنانا، ان کے علم کو اچھی طرح سمجھنا کہ کس طرح ان آیات پر عمل ہونا چاہئے؟ اس کی تعلیم پر عمل ہونا چاہئے؟ اور پھر حکمتیں بیان کرنا، یہ ساری چیزیں مل کر گویا تزکیہ نفس پیدا کرتی ہیں۔ خدا تعالیٰ نے اس دعا کو قبول فرماتے وقت اس دعا کی ترتیب بدل دی فرمایا:۔

هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۙ﴿۳﴾

(الجمعۃ:3)

کہ دعا قبول کی ہے لیکن بدلی ہوئی ترتیب کے ساتھ۔ وہ اس طرح کہ فرمایا کہ ہم نے رسول پیدا کر دیا، جو اللہ کی آیات ان کو پڑھ کر سناتا ہے۔ لیکن اس میں تزکیہ کی ایسی عظیم الشان طاقت ہے کہ اس بات کا انتظار نہیں کرتا کہ پہلے تعلیم کتاب کرے اور تعلیم حکمۃ کرے، پھر تزکیہ کرے۔ براہ راست اس کی قوت قدسیہ اس طرح دوسروں میں سرایت کر جاتی ہے، جس طرح بجلی کی غیر مرئی شعاعیں بعض دفعہ دوسرے وجود میں سرایت کر رہی ہوتی ہیں یا ریڈی ایشن سرایت کر رہی ہوتی ہے کئی قسم کی۔ تو اس کا قرب ہی تزکیہ نفس کا موجب بن جاتا ہے۔ یہ وہ بات ہے، جسے خدا نے جہاں بھی اس کی تکرار کی ہے، قرآن کریم میں اسی ترتیب کو قائم رکھ کر کی ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کی دعا یہی رہی اور جواب خدا کا ہمیشہ یہی رہا کہ میں قبول کروں گا لیکن زیادہ شان کے ساتھ۔ اس سے زیادہ شاندار وجود عطا کروں گا تیری نسل میں، جس کا تو نے تصور باندھا ہے۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ جو آج بھی زندہ ہے، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کے تجربہ کے مطابق، جس کو آپؑ نے بارہا ہمارے سامنے بڑی قوت سے بیان کیا، وہ ایک الگ مضمون ہے، اس کا علم سے کوئی تعلق نہیں، اس کا حکمت سے کوئی تعلق نہیں بلکہ علم اور حکمت کا اس قوت قدسیہ سے تعلق ہے۔ جتنا زیادہ تزکیہ کرے گا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود، اتنا ہی زیادہ سچا علم پانے کا بندہ اہل ہوتا چلا جائے گا۔ اتنا ہی زیادہ خدا تعالیٰ کے کلام کی حکمتوں کو سمجھنے کا انسان اہل ہوتا چلا جائے گا۔ یہ ہے وہ کامل مضمون،

جس کو اس آیت میں ذراسی ترتیب بدلنے سے بیان کردیا گیا۔اسی لئے قرآن کریم میں ایک ایسی آیت رکھی گئی، جو اس سے پہلے کسی اور کتاب میں آپ کو نہیں ملتی۔اور وہ سورۂ بقرۃ کی پہلی آیت ہے:۔

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ

یہ کتاب ہے متقیوں کو ہدایت دینے والی۔حالانکہ جتنی دوسری کتابیں ہیں، ان کا مطالعہ کر کے دیکھیں، وہ یہ کہتی ہیں، یہ کتاب ہے متقی بنانے والی۔اس تعلیم پر عمل کرو گے تو نیک بن جاؤ گے۔یہ کیا دعویٰ ہے کہ نیکوں کو ہدایت دینے والی؟ اور معانی کے سوا ایک اس کا تعلق اس سے بھی ہے، جو اس سے پہلے یـزکیھم والی آیت آپ کے سامنے پڑھ کر سنائی۔فرمایا کہ یہ تزکیہ کرتا ہے اور تزکیہ کے نتیجہ میں انسان کو اس بات کا اہل بنا دیتا ہے کہ نہایت اعلیٰ درجہ کا علم وہ حاصل کر سکے۔جس میں کوئی خامی نہ ہو، کوئی کجی نہ ہو۔اور ایسی حکمتوں تک اس کی رسائی ہو جائے کہ جن حکمتوں تک عام انسان کی رسائی ہو ہی نہیں سکتی، جن کا تزکیہ نہ ہو۔پس علم غیر پاکیزہ انسان کو بھی مل جاتا ہے اور حکمتیں بھی ایک غیر پاکیزہ انسان کسی حد تک سمجھ جاتا ہے۔لیکن ایک پاکیزہ انسان کا علم اور ایک پاکیزہ انسان کی سمجھی ہوئی حکمتیں ایک بالکل اور مقام رکھتی ہیں۔ان کا مرتبہ عام دنیاوی علم اور دنیاوی حکمتوں سے بہت زیادہ بلند ہو جاتا ہے۔

پس حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا اس سے بہت زیادہ مقبول ہوئی ہے، جتنا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کبھی تصور بھی باندھا تھا۔اس کو کہتے ہیں، سچی مقبولیت۔پس جس خدا نے ہمیشہ یہی رحمت اور شفقت کا سلوک فرمایا ہے۔حضرت مریمؑ کی والدہ نے جو دعا مانگی، ایک ایسے لڑکے کی دعا تھی، جسے وہ سینی گاگ کے لئے، یہود کے معبد کے لئے وقف کردیں گی گویا کہ وہاں بیٹھ کر وہ ایک قسم کا یہودی عالم اور نیک یہودی عالم بن کر پرورش پائے گا اور جب وہ لڑکا نہیں ملا اور لڑکی ملی تو گھبرا گئیں کہ میں نے تو بہت بڑی دعا مانگی تھی، یہ تو چھوٹی سی قبولیت ہوئی ہے۔اللہ نے کہا تجھے کیا پتہ؟ میں نے تو قبـول حسـن کیا ہے۔مریمؑ کے نام سے آئندہ دنیا میں عظیم انقلاب آنے والا ہے۔اس کی کوکھ سے وہ بچہ پیدا ہوگا، جس مسیح کا ساری دنیا انتظار کر رہی ہے۔

تو بسا اوقات دعا قبول ہوتے وقت بھی انسان کو پتہ نہیں لگ رہا ہوتا کہ کس رنگ میں دعا قبول ہوئی ہے؟ یہ دو مثالیں آپ کے سامنے رکھ کر میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ایک اصول ہے قطعی کہ جب خدا قبول فرمالے تو توقع سے بہت بڑھ کر عطا کیا کرتا ہے۔اس لئے جب آپ اپنے بچوں کو وقف کریں تو اس مذہبی تاریخی پس منظر کو پیش نظر رکھیں۔سب سے پہلے اپنی نیتیں پاک کریں اور بچپن سے ہی تربیت کرتے وقت ان کو یہ بتائیں

کہ وقف کا یہ مضمون ہے۔ اور انہیں خوب سمجھائیں کہ تم بڑے ہو کر آزاد ہو جاؤ گے، میرے اس عہد سے۔ تمہیں دوبارہ پھر عہد کرنا ہوگا۔ اور میں ابھی یہ بات کھول دیتا ہوں کہ جن کے وقف قبول ہوئے ہیں، اس شرط کے ساتھ قبول ہوئے ہیں، اگر بچے بڑے ہوئے اور یہی تمنا ان کے دل میں رہی، جو تمنا باپ کے دل میں تھی یا ماں کے دل میں تھی کہ ہم نے ضرور وقف ہونا ہے تو پھر ان کا جائزہ لیا جائے گا۔ پھر اگر جماعت کے لئے وہ مفید وجود ثابت ہوئے، کسی رنگ میں تو انہیں قبول کیا جائے گا۔ تو دو قسم کی پھر قبولیتیں سامنے آجائیں گی۔ ایک وہ جو نیتوں کی قبولیت ہوتی ہے، خدا کے حضور اور انہیں وہ جزا دے دیتا ہے۔ ایک وہ قبولیت، جس کو پھر خدا تعالیٰ اس رنگ میں قبول فرماتا ہے، حسن کے طور پر، اس کی تربیت کا بھی انتظام فرماتا ہے، اسے اپنا لیتا ہے، اپنے کاموں میں لیتا ہے، اسے قربان گاہیں اس کی دکھاتا ہے، اس سے عظیم الشان خدمتیں لیتا ہے۔ تو پہلی قسم کی جو قبولیت میں نے بیان کی ہے، وہ تو عموماً جب بھی انسان نیت کرتا ہے، وہ اس کو حاصل ہو ہی جاتی ہے۔ اللہ اتنا رحم کرنے والا، شفقت کرنے والا ہے، کوئی ادنیٰ سا خیال بھی نیکی کا دل میں پیدا ہو تو اس کی جزا دے دیتا ہے۔ لیکن آپ دوسری مقبولیت کے لئے دعا کریں کہ خدا پھر اسے اس شان کے ساتھ قبول کرے کہ اس بچے کی تربیت میں آپ کا ممد و معاون ہو جائے۔ بلکہ اسے اپنا ہی لے شروع سے ہی، خود براہ راست اس کی تربیت فرمائے اور پھر جب وہ بڑا ہو تو اسے اپنا بنا کر اس سے کام لے، اس کو بتائے کہ میں نے تجھ سے کیا کیا خدمتیں لینی ہیں اور پھر ان خدمتوں میں اس کو ثابت قدم رکھے۔

اگر ہم ان نیتوں کے ساتھ اپنی دعائیں کرتے ہوئے، اس میں یہ اضافہ کر دیں، اپنی نیتوں میں اے خدا! یہ بچہ جو میں نے وقف کیا ہے، آئندہ اس کی نسلیں بھی وقف ہوں، قیامت تک، جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا تھا:۔

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ

ایک امت پیدا ہو جائے، عظیم الشان قوم وجود میں آئے، جو ساری کی ساری واقف زندگی ہو۔ ان نیتوں کے ساتھ اگر آپ دعائیں کرتے ہوئے اپنے بچے وقف کریں تو آپ تصور نہیں کر سکتے کہ آئندہ دنیا پر کتنا بڑا احسان کر رہے ہوگے؟ کتنے عظیم الشان وجود آپ کی نسلوں سے پیدا ہوں گے، جو آپ کو دعائیں دیں گے، آپ پر رحمتیں بھیجیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے خلوص نیت کو قبول کرتے ہوئے آئندہ بنی نوع انسان کی بھلائی کے سامان پیدا کئے اور خود آپ کی نسل پر آپ کا اتنا بڑا احسان ہوگا کہ شاذ کے طور پر دنیا میں کوئی والدین اپنی نسل پہ ایسا احسان کرتے ہیں، جیسا ایک وقف کرنے والا اگر خلوص کے ساتھ وقف کرے، وہ اپنی نسل پر احسان کرتا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح معنوں میں ان قربانیوں کے ان مضامین کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس کے نتیجہ میں ہم حقیقی واقفین کی زندگیاں خدا کے حضور پیش کرنے والے ہوں، جن میں کوئی انانیت کا ادنیٰ سا شائبہ بھی باقی نہ رہے۔

یادرکھیں کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا ہمیں ایک انکساری کا سبق بھی دے رہی ہے۔ ابراہیمؑ سے بڑھ کر متقی کون تھا، اس زمانے میں؟ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد شاذ ہی کوئی ہوگا۔ ہمارے علم میں نہیں کہ جو ابراہیمؑ جیسا اعلیٰ درجہ کا تقویٰ رکھتا ہو۔ اس کے باوجود وہ کس عاجزی سے عرض کر رہے ہیں کہ تقبل مناو تب علینا. دو باتیں انہوں نے پیش کی ہیں کہ اے خدا! مجھے پتہ نہیں کہ میں اس لائق بھی ہوں کہ میرا وقف تیرے حضور قبول ہو۔ میں نہیں جانتا کہ میرا بچہ بھی اس لائق ہے کہ نہیں کہ اس کا وقف تیرے حضور قبول ہو۔ اس لئے عرض ہے، یہ مضمون تب علینا سے کھل جاتا ہے۔ عرض کیا ہے کہ میں جانتا ہوں، میرے علم میں ہے کہ ہم میں بہت سی کمزوریاں ہیں۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ میں قبول کئے جانے کے لائق نہیں، میرا بچہ قبول کئے جانے کے لائق نہیں۔ ایک ہی صورت ہے کہ تب علینا ہماری توبہ قبول فرما اور تب علینا کا ایک مطلب ہے کہ رحمت کے ساتھ رجوع فرما، پردہ پوشی فرما، ہمارے گناہوں سے درگزر فرما۔ انک انت التواب الرحیم تو تو بار بار توبہ قبول کرنے والا ہے، بہت ہی رحم کرنے والا ہے۔ یہ دعا اپنے اندر ایک عظیم الشان انکسار رکھتی ہے۔ اور دعا کرنے والا خدا تعالیٰ کا ایک عظیم الشان نبی ہے۔ انبیاء میں اس کو ایک خاص مرتبہ حاصل ہے۔ تو اگر ایک عام انسان وقف کرے اور یہ سمجھے کہ بس اب میں نے احسان کر دیا جماعت کے اوپر، اب میں نے خدا پر احسان رکھ دیا، اب اور کیا چاہتا ہے اللہ تعالیٰ؟ میں نے وقف کر دیا اب چھٹی ہوئی۔ یہ بات نہیں ہوگی۔ ابراہیمؑ والا انکسار آپ کو پیدا کرنا ہوگا۔ وقف کرتے ہوئے یہ خوف دامن گیر ہو جانا چاہئے کہ کیا تو ہے پر کیا کیا؟ اس لائق بھی ہے کہ نہیں کہ خدا اسے قبول کرے؟ اور یہ جانتے ہوئے کہ لائق نہیں ہے، کامل انکسار کے ساتھ اور عجز کے ساتھ خدا کے حضور یہ التجائیں کریں کہ اے خدا! ہمیں پتہ ہے کچھ بھی نہیں، ہم جانتے ہیں ہم کیا ہیں، کس حال پر کھڑے ہیں۔ تو قبول فرما! اس طرح قبول فرمالے کہ توبہ بھی قبول فرمالے، بخشش فرما، کمزوریوں کو نظر انداز فرما اور ان کو آئندہ دور کرنے کا انتظام فرما! تو یہ انکسار اگر دعاؤں میں شامل ہو گیا تو میں یقین رکھتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ ہم آئندہ ایک صدی نہیں بلکہ آئندہ ہر آنے والی صدی پر ایک عظیم احسان کر رہے ہوں گے۔ اور خدا نے جو ہم پر احسان کیا ہوگا، وہ ان پر رحمتیں اور فضلوں کی بارش بن کے برستا رہے گا۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو، آمین''۔

(مطبوعہ خطبات طاہر (عیدین) صفحہ 435 تا 447)

# عہدیداران کمزور اور خاموش بیٹھ رہنے والوں کو خدمت دین میں لگائیں

## خطبہ جمعہ فرمودہ 14 اگست 1987ء

"..... مختلف وقتوں میں مختلف منتظمین کو جن مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے، دراصل ان کے انتظام کی صلاحیت نمایاں طور پر اجاگر ہو کر اس وقت ابھرتی ہے، جب وہ مشکلات کے دور میں سے گزر رہے ہوں اور شدید مخالفت کا سامنا ہو۔ یہاں تک کہ یہ خطرہ ہو کہ اگر مستعدی کے ساتھ حالات کا مقابلہ نہ کیا گیا تو قوم شاید صفحۂ ہستی سے مٹادی جائے۔ ایسے حالات بھی قوموں پر آتے ہیں۔ جہاں تک الٰہی جماعتوں کا تعلق ہے، خدا کا وعدہ ہے کہ دشمن کو ہرگز توفیق نہیں ملے گی کہ وہ انہیں صفحۂ ہستی سے مٹا دے، اس لئے اس خطرے کا تو کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

جہاں تک ذمہ دار منتظمین کا تعلق ہے، ان کے پھر مختلف قسم کے حالات ہیں۔ دو گروہ خاص طور پر ایسے ہیں، جن کا اس پہلی آیت کریمہ میں ذکر ہے اور جن کے متعلق میں جماعت کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ ہمارے امراء اور پریذیڈنٹ صاحبان اور دیگر عہدیداران کو یہ بات پیش نظر رکھنی چاہئے کہ مومنوں کے پہلے دو درجات، جن کو صف اول اور صف دوئم کے درجے کے مومن قرار دیا جاسکتا ہے، ان کا اس آیت میں ذکر ہے۔ ایک وہ ہیں، جو ہر حال میں، ہر مشکل کے وقت بہر حال سابقون میں شامل رہتے ہیں اور خدا کی خاطر ہر مصیبت کے دور میں بھی خدمت دین سے پیچھے نہیں ہٹتے۔ بہت سے امراء اور عہدیداران ہیں، جو ان کے حال پر نظر رکھ کر راضی ہو جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ جو خدمت دین ادا کر رہے ہیں، بس یہی کافی ہیں۔ حالانکہ ایک اور طبقہ بھی ہے، جس کا اس آیت میں ذکر فرمایا گیا ہے۔ اور وہ ہے، بیٹھ رہنے والوں کا۔ دوسرا طبقہ جو ایمان کے لحاظ سے زخمی نہیں ہوتے، حقیقۃً مومنوں کے ساتھ ہی ہیں اور ان سے بھی خدا تعالیٰ حسن سلوک فرمائے گا۔ لیکن وہ ایسا طبقہ ہے، جو عملاً عظیم قومی جہاد میں شامل نہیں ہے۔ ایسے لوگ، بہت سے ایسے منتظمین ہیں، چند نہیں بلکہ بہت سے ایسے منتظمین ہیں، جہاں تک میں نے دنیا کی جماعتوں کا جائزہ لیا ہے، میرا خیال ہے بدقسمتی سے اکثریت ہمارے منتظمین کی ایسی ہے، جو اس دوسرے طبقے کو نظر انداز کر دیتی ہے اور ان پر کام نہیں کرتی۔ نتیجۃً ان کی جماعتوں کی حالت یکساں سی رہتی ہے۔ یعنی مقامی کوششوں کے نتیجے

میں وہ ترقی نہیں کرتی۔ دیگر حالات تبدیل ہو جائیں، بیرونی اثرات کے نتیجے میں ممکن ہے، ان میں سے بعض سوئے ہوئے بھی جاگ اٹھیں۔ یعنی جہاں تک مقامی منتظمین کا تعلق ہے، وہ نیم خوابیدہ طبقہ جو ضائع نہیں ہوا مگر جاگ کر قومی جہاد میں حصہ بھی نہیں لے رہا، اس کی طرف وہ متوجہ نہیں ہوتے۔

چنانچہ بعض ایسی جماعتیں ہیں کہ بیسیوں سال سے وہ اسی حالت میں ہیں۔ جو خدا تعالیٰ کی تقدیر سے خود بخود اچھے لوگ نکل کر آگے آگئے، خدمت دین میں پیش پیش ہیں، انہی کے کام کے مجموعہ کو ہم جماعت کے کام کا مجموعہ قرار دے سکتے ہیں۔ لیکن جو نسبتاً کمزور تھے یا خاموش بیٹھ رہنے والے تھے، ان کو بیدار کرنے اور صف اول میں شامل کرنے کی کوئی انتظامی کوشش نہیں کی گئی۔ آج بھی ایسا حال ہے۔ بعض جماعتیں میری آنکھوں کے سامنے ہیں، جن کے امراء مسلسل یہ خیال رکھتے ہیں کہ نسبتاً پیچھے رہنے والوں کو محنت کر کے آگے لایا جائے اور ان کو عظیم الشان درجات سے محروم نہ رکھا جائے۔ چنانچہ دن بدن ان جماعتوں کی حالت پہلے سے بہتر ہوتی چلی جاتی ہے۔ اور جیسا کہ میں نے بیان کیا، اکثر صورتوں میں پریذیڈنٹ کو یا امیر کو بنے بنائے جو مخلصین مل جائیں، وہ ان پر راضی رہتا ہے اور خود مخلص بنانا آتا نہیں۔

اور آج کل ہم جس دور میں سے گزر رہے ہیں، ہمیں کثرت کے ساتھ ان دونوں میں سے صف اول کے مومنین کی ضرورت ہے۔ کیونکہ مسائل اور مشکلات بڑھتے جارہے ہیں۔ کچھ ایسے ہیں، جو ہماری آنکھوں کے سامنے ظاہر ہو چکے ہیں۔ بہت سے ایسے ہیں، جن کی دشمن تیاری کر رہا ہے، جن کی خبریں ہمیں دنیا کے کونے کونے سے موصول ہو رہی ہیں۔ اگر آپ کو یہ اندازہ ہو کہ جماعت احمدیہ کی مخالفت کے لئے کتنے نئے سکول اور کالج اور جامعہ کھولنے کا منصوبہ بن چکا ہے، اس کی شرارت کے جتنے بھی پہلو ممکن ہیں، ان سب کو مدنظر رکھتے ہوئے تیاری کی جاچکی ہے، اربوں روپیہ دنیا میں خرچ کر کے آئندہ نسلوں میں جماعت احمدیہ کے خلاف زہر پھیلانے اور مشکلات کے بیج بونے کے جو سامان کئے جارہے ہیں، اگر ان کا آپ کو اندازہ ہو تو آپ میں سے جو کمزور ہیں، وہ ممکن ہے مایوس ہو جائیں۔ بہت بڑی بڑی طاقتیں ہیں، جو اس پر کام کر رہی ہیں۔ اور ایسے دنیا کے ممالک، جن میں اس وقت آپ کو امن دکھائی دے رہا ہے، ان کے متعلق بھی نہایت ہی خطرناک منصوبے ہیں، جو اس وقت زیر عمل ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل کے ساتھ جماعت کو باوجود اس کے کہ ہمارے ہاں کوئی جاسوسی کا نظام نہیں ہے، ان باتوں سے باخبر رکھتا ہے۔ کہیں نہ کہیں سے جہاں یہ باتیں پنپ رہی ہوتی ہیں، اللہ تعالیٰ ایسے سامان پیدا فرما دیتا ہے کہ جماعت کے کسی مخلص دوست کو اطلاع ملتی ہے اور پھر وہ جو بھی اطلاع ملتی ہے، وہ آگے ہمیں پہنچا دیتا ہے۔ تو کچھ مخالفت ظاہر ہے اور کچھ مخالفت مخفی ہے ابھی۔ جس کی بہت سی تیاری کی جارہی ہے۔

اسی طرح مخالفت سے قطع نظر جماعت کے کام جو نئے نئے ابھر رہے ہیں، نئے نئے منصوبے ہمارے سامنے آرہے ہیں، نئی نئی ترقی کی راہیں اللہ تعالیٰ کھول رہا ہے، نئے محنت کے میدان ہمارے سامنے ظاہر ہورہے ہیں، اس کے لئے مثبت پہلو سے بھی دیکھیں تو ہمیں بہت زیادہ خدمت دین کرنے والوں کی ضرورت ہے۔

تو ذمہ داریاں اتنی زیادہ ہیں کہ یہ چند آدمی جو خود بخود اخلاص کے ساتھ پیدا ہو جاتے ہیں، جن کا خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہر حالت میں انہوں نے خدمت دین کرنی ہی کرنی ہے، کوئی حالات کی تبدیلی انہیں باز نہیں رکھ سکتی، وہ ہمیشہ صف اول میں رہیں گے، جان مال کی قربانی میں ہمیشہ پیش پیش رہیں گے۔ ان پر بنا کرتے ہوئے، ان پر راضی رہتے ہوئے، جو امراء اور پریذیڈنٹ صاحبان یہ خیال کرتے ہیں کہ مستقبل کی ذمہ داریوں کو ادا کر سکیں گے، وہ غلطی میں ہیں۔

ایسے لوگوں کی مثال زمینداروں کی صورت میں اس طرح دی جاسکتی ہے کہ بعض زمیندار ایسے ہوتے ہیں، جن کو زمین کا جو اچھا ٹکڑا مل جائے، اسی پر فصل لگاتے رہتے ہیں اور جو نسبتاً کمزور ٹکڑے ہیں، ان کی بحالی کی کوشش نہیں کرتے یا محنت برداشت نہیں کر سکتے۔ نتیجۃً دو طرح کے نقصان پہنچتے ہیں ان کو۔ اول: یہ کہ جو زمین بحال ہو سکتی تھی، بحال نہ ہونے کے نتیجے میں بد سے بدتر ہوتی چلی جاتی ہے۔ اور پھر یہ خطرہ پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ ایسی حالت میں پہنچ جائے کہ پھر اس کی واپسی ممکن نہ ہو"۔

"..... چنانچہ ایسی زمینیں پھر ہاتھ سے نکل جاتی ہیں اور کلر تھور کا شکار ہو جاتی ہیں۔ ان کو واپس لانے کے لئے غیر معمولی محنت کرنی پڑتی ہے۔ کچھ زمیندار ایسے ہیں، جو ان پر بھی محنت کرتے ہیں اور ان سے بھی غافل نہیں رہتے۔ ان کو بھی کھینچ کر واپس لانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور ایسے جو دو قسم کے زمیندار ہیں، ان کے حالات میں زمین آسمان کا فرق پڑ جاتا ہے۔

مجھے لمبا تجربہ ہے زمینداری کا۔ خود اپنے بھی اور بھائیوں کی مشترکہ زمین پر بھی میں نے کام کیا ہے۔ اس لئے میں جانتا ہوں کہ جہاں ایسا مینیجر ہو، جو محض دکھاوے کے لئے اپنی اوسط (Average) کو بڑھانا چاہتا ہے، وہ بالعموم اچھی زمینیں اپنے لئے چن لیتا ہے اور انہیں پر کام کرتا ہے۔ اور وہ کہتا ہے کہ دیکھیں میرے فی ایکڑ اوسط کا معیار دوسرے سے بہتر ہے۔ اس کے مقابل پر ایک دوسرا مینیجر ہوتا ہے، جو دیانت داری اور اخلاص کے ساتھ زمیندارے سے محبت کرتے ہوئے، زمیندارے کے اصولوں کو سمجھ کر کام کرتا ہے۔ اس کی کیفیت یہ ہے کہ شروع میں بعض دفعہ اس کی اوسط کم دکھائی دیتی ہے اور بعض دفعہ کئی سال تک اس کے

کام کی خوبیاں ظاہر نہیں ہوتیں۔ لیکن رفتہ رفتہ جب آپ دیکھتے ہیں، تجزیہ کر کے گزشتہ سالوں سے مقابلہ کر کے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کی زمینیں دوسرے مینیجر کی نسبت بہت زیادہ آگے نکل چکی ہیں۔ خراب زمینوں، اچھی زمینوں کی نسبت میں فرق پڑ گیا۔ اچھی زمینیں پہلے سے بہت بہتر ہو گئیں رفتہ رفتہ۔

لیکن اس کے برعکس جو خراب مینیجر ہے یا خراب زمیندار یا ناواقف زمیندار، اس کو ایک اور نقصان بھی پہنچتا ہے۔ اگر زمین اچھی ہو اور تھوڑی ہو اور اس پر زیادہ بوجھ ڈالا جائے تو پھر وہ اچھی نہیں رہتی اور وہ بھی کمزور رہنے لگ جاتی ہے۔ طاقت سے بڑھ کر بوجھ ڈال دیں تو جتنا پہلے آپ حاصل کر سکتے تھے اس سے، وہ حاصل نہیں کر سکتے۔

آپ مثال لیں۔ ہمیں مالی طور پر قربانی کی مسلسل پیچھے سے ضرورت پڑتی چلی آرہی ہے۔ اللہ کے فضل سے اور جماعت بڑے شوق سے اس میں حصہ لیتی چلی جارہی ہے۔ کئی امیر ہیں، جو نسبتاً مالی قربانی میں پیچھے رہنے والوں کی طرف بھی توجہ کرتے ہیں۔ چنانچہ جب نئی تحریکیں آتی ہیں، جب نئے قسم کے مالی قربانی کے تقاضے سامنے آتے ہیں تو ہر وقت کچھ نئے لوگ ہیں، جو آگے آکر اس بوجھ میں ساری جماعت کے شریک ہوتے چلے جارہے ہوتے ہیں۔ بعض امراء ایسے ہیں، دوڑ دوڑ کر انہیں کے پاس جاتے ہیں، جن کو مالی قربانی کی عادت ہے۔ اور ایک دفعہ، دو دفعہ، تین دفعہ جب ان پر بوجھ ڈالتے ہیں تو چوتھی یا پانچویں دفعہ بالآخر وہ اپنے دروازے بند کرنے لگ جاتے ہیں، گھبرانے لگ جاتے ہیں کہ اب فون آیا ہے یا اطلاع آئی ہے یا دروازہ کھٹکا ہے تو ضرور کچھ مانگنے کے لئے آئے ہوں گے۔ ان کے اوپر ضرورت سے زیادہ بوجھ ڈالنے کے نتیجے میں جماعت پر بھی ظلم کیا گیا اور ان کی ذات پہ شدید ظلم کیا گیا۔ اس سے پہلے وہ اخلاص کے ساتھ قربانی کرتے تھے، اس سے پہلے ان کو قربانی میں لطف آتا تھا۔ لیکن جب طاقت سے بڑھ کر بوجھ ڈال دیا گیا تو پہلے ان کا لطف ضائع کیا گیا، یہ ان پر ظلم کیا گیا۔ پھر لطف کی بجائے بدمزگی شروع ہوئی اور بوجھ کا احساس بڑھنا شروع ہوا، جس کے نتیجے میں قربانی کے ثواب سے بھی وہ محروم رہ گئے۔ تو اچھی زمینوں کو یہ لوگ بری زمینوں میں تبدیل کرنے والے ہوتے ہیں۔

اس وقت جماعت جس دور میں سے گزر رہی ہے، اس وقت ہمارے کاموں پر بوجھ بڑھنے والے ہیں۔ مخالفت کے مقابلے کے لحاظ سے بھی ایک دو ملکوں کی بات نہیں رہے گی۔ آئندہ چند سالوں میں یا آٹھ یا دس سال کے اندر میں سمجھتا ہوں کہ دنیا میں کئی ممالک ایسے ظاہر ہوں گے، جہاں جماعت احمدیہ کے خوف کے نتیجے میں، اس سے ڈر کر یہ محسوس کر کے کہ یہ جماعت غالب آنے والی ہے، بڑی شدید

مخالفتیں ہوں گی۔ وہ چند مخلصین، جو اس وقت ساری جماعت کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہیں، وہ کافی نہیں ہوں گے، اس وقت۔ اب وقت ہے ہمارے پاس کہ ان نسبتاً غافل لوگوں کو، جو خدا کے غضب کے نیچے ابھی نہیں آئے، ان سے حسن سلوک کا وعدہ ابھی جاری ہے، جن کا ایمان سلامت ہے، ان کو دین سے محبت ضرور ہے مگر کمزور ہے، ان کو آگے لایا جائے اور ان کے اوپر ذمہ داریاں ڈالی جائیں۔ جن جماعتوں میں اس طرف توجہ دی جاتی ہے، وہاں حیران ہو جاتا ہے انسان یہ دیکھ کر کہ کثرت سے لوگ نکلنے شروع ہو جاتے ہیں، بڑی برکت پڑتی ہے، اس کام میں۔

چنانچہ میں نے انگلستان کی مثال بارہا دی ہے۔ جب میں یہاں آیا تھا، اس سے پہلے چند گنتی کے چہرے تھے، وہی ہر کام میں بار بار سامنے آنے والے تھے۔ اور جو کام ہوتا تھا، بالآخر ان کے ذمے ڈال دیا جاتا تھا۔ لیکن اب کئی گنا زیادہ، کوئی نسبت ہی نہیں رہی، ایسے نوجوان، ایسے بوڑھے، ایسے مرد، ایسی عورتیں کاموں میں آگے آگئے ہیں کہ پہلے ان کے متعلق واہمہ بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ یہ خدمت دین کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اور ان میں سے پھر ایسے اچھے چمکے ہیں بعض، جو پہلوں سے بھی آگے بڑھ گئے ہیں۔ زمینداری میں بھی میں نے یہی دیکھا ہے۔ بعض دفعہ جن زمینوں کو چھوڑا جاتا ہے، جب ان کی اصلاح کی جاتی ہے تو اتنا پھر پھل دیتی ہیں کہ جن کو ہم پہلے اچھی زمینیں سمجھا کرتے تھے، ان سے بھی بہت آگے بڑھ جاتی ہیں۔ تو جماعت میں خدمت دین کرنے والوں کی کمی نہیں ہے۔

ایک تو خوشخبری ہمیں بہر حال مل چکی ہے کہ فتنہ و فساد کی انتہا کے باوجود بہت شاذ وہ لوگ ہیں، جن کا تیسری آیت میں ذکر کیا گیا ہے۔ یعنی **ظالمی انفسھم**. پاکستان جیسے شدید خطرناک حالات میں ایسے لوگ جو مرتد ہو گئے یا جماعت سے منہ موڑ کر چھپ گئے، نظروں سے اوجھل ہو گئے، وہ **ظالمی انفسھم** ہیں۔ ان کی تعداد دیکھیں گنتی کے چند لوگ ہیں۔ تو یہ تو ایک عظیم الشان خوشخبری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس ابتلاء میں سے جماعت کے اکثر حصے کو اس طرح گزارا کہ وہ مرے نہیں اور شدید زخمی بھی نہیں ہوئے، معمولی کمزوریاں پیدا ہوئیں، ایسی کمزوریاں جن سے خدا مغفرت کا سلوک فرمانے کا وعدہ فرما رہا ہے۔

دوسری بڑی خوشخبری یہ ہے کہ ایسی زمینیں کثرت کے ساتھ موجود ہیں، جو اصلاح کے لائق ہیں اور تھوڑے سے کام کے نتیجے میں بہت ہی زرخیز زمینیں بن سکتی ہیں۔ اور انذار کا پہلو یہ ہے کہ اگر ان کی طرف توجہ نہ کی گئی، اگر ان کو صف اول میں لانے کی کوشش نہ کی گئی تو یہی وہ زمینیں ہیں، جو رفتہ رفتہ تیسری قسم میں تبدیل ہوا کرتی ہیں اور پھر کلر تھور بن جاتی ہیں۔ پھر ان کی بحالی کی اگر کوشش کی بھی جائے تو بہت زیادہ محنت کرنی پڑتی ہے۔

تو ہر جگہ کے امراء اور پریذیڈنٹ صاحبان اور دیگر کارندوں کو اس طرف توجہ کرنی چاہئے کہ آئندہ بڑھتی ہوئی ضرورتوں کے پیش نظر ہمیں ابھی سے خدمت دین کی صف اول میں کام کرنے والوں کی تعداد کو بڑھانا چاہئے۔ اس سلسلے میں کچھ نفسیاتی روکیں بھی ہیں، جن کا تجزیہ ضروری ہے۔ ورنہ بہت سے امیر اور پریذیڈنٹ صاحبان ایسے ہوں گے، جن کو پتا ہی نہیں ہوگا اپنا کہ ہم کیوں یہ کام نہیں کر رہے؟ کچھ تو جیسا کہ میں نے ایک پہلے خطبہ میں بھی اشارہ کیا تھا، اپنی بے وقوفی کی وجہ سے یہ سمجھتے ہیں کہ کچھ لوگ ہمارے ساتھی ہیں اور کچھ لوگ ہمارے دشمن ہیں۔ یعنی ناجائز طور پر بے وجہ بعض احمدیوں پر اعتماد نہیں کرتے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ تو ہیں ہمارے مخالفین، ان کو ایک طرف چھوڑ دو۔ اور یہ چند لوگ اچھے ہیں۔ یا مخالف نہ بھی سمجھیں تو بدظنی کرتے ہیں۔ جب ان سے پوچھا جاتا ہے تو کہتے ہیں جی! یہاں تو قحط الرجال ہے۔ کام کرنے والے ملتے ہی کوئی نہیں۔ قحط الرجال تو نہیں ہے لیکن قحط العقل ضرور ہوسکتا ہے۔ قرآن کریم بتا رہا ہے کہ قحط الرجال نہیں ہوتا۔ بہت سے لوگ خاموش بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں، تمہیں نظر نہیں آ رہے ہوتے۔ اس دور کی آزمائش نے ہمیں بتا دیا کہ ہمارے ہاں کثرت سے ہیں ایسے لوگ، جن میں الرجال بننے کی خاصیت موجود ہے۔ ان کو اگر صحیح طریق پر آپ آگے لانے کی کوشش کریں تو بہت اچھے اچھے لوگ آپ کے پاس موجود ہیں، جن کو آپ نظر انداز کئے بیٹھے ہیں۔

پس بہت سے امراء ہیں، جو بدظنی کرتے ہیں۔ حالانکہ درحقیقت اگر گہری نظر سے دیکھا جائے تو دنیا کے کسی دور میں بھی قحط الرجال نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ سب سے زیادہ خطرناک دور، جسے قحط الرجال کا دور کہا جاسکتا ہے، وہ انبیاء کے ظہور کا دور ہوا کرتا ہے۔ ایک دفعہ تو یوں دکھائی دیتا ہے کہ ایک شخص کے سوا خدا تعالیٰ نے ہر دوسرے انسان کو رد فرما دیا ہے۔ ایک وجود ابھرتا ہے اور اس کے اردگرد سارے فساد کی کیفیت دکھائی دیتی ہے۔ وہ لوگ جو انتہائی ردی حالت میں دکھائی دے رہے ہوتے ہیں، وہ وجود ان پر ہاتھ ڈالتا ہے اور ان کے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرنی شروع کر دیتا ہے"۔

"....پس حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جتنا قحط الرجال ممکن ہوسکتا تھا، وہ تھا بظاہر۔ لیکن اللہ کی تقدیر نے ثابت کیا کہ خدا کے بہادر بندوں کے سامنے قحط الرجال نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی۔ جو اللہ پر توکل کرنے والے ہوتے ہیں، دعاؤں سے خدا کی مدد مانگتے ہیں اور جہاد فی سبیل اللہ اپنے اموال اور اپنی جانوں سے کرنے کے لئے ہمہ وقت تیار رہتے ہیں، ان کو خدا یہ توفیق بخشتا ہے کہ جہاں مرد نظر نہ آ رہے ہوں، وہاں سے مرد پیدا کر کے دکھا دیتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

نے لکھا ہے کہ گوبر کے ٹکڑے نظر آتے تھے، جن پر ہاتھ ڈالا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور چمکتی ہوئی سونے کی ڈلیوں میں تبدیل فرمادیا۔

(القصائد الاحمدیہ صفحہ:03)

پس آپ بھی تو اسی کے غلام ہیں، اسی کی محبت کا دعویٰ کرنے والے ہیں، اسی عظیم وجود کے کام کو آگے بڑھانے کا عہد لے کر اٹھے ہیں۔ اس لئے جماعت احمدیہ کے افراد کو اگر کوئی امیر یہ کہہ کر رد کرتا ہے کہ یہاں قحط الرجال ہے تو وہ جھوٹ بولتا ہے۔ اس کے ہاں عقل کا یا ایمان کا قحط ہوسکتا ہے لیکن قحط الرجال نہیں، اگر قحط الرجال ہوتا نعوذ باللہ من ذالک تو اس وقت پاکستان کے اکثر احمدی مرتد ہو چکے ہوتے۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ پوری طرح بے عملی کا شکار ہیں لیکن نسبتیں ہوا کرتی ہیں، یہ دو گروہ خدا تعالیٰ نے نمایاں طور پر دکھائے ہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ ان کے درمیان کوئی اور ٹکڑا ہی نہیں آتا، درجہ بدرجہ فرق پڑا کرتے ہیں۔

پس اس وقت میرا جائزہ یہ ہے کہ جماعت، ساری دنیا کی جماعتوں میں، اکثر جماعتوں میں اکثر احمدی ایسے ہیں، جو ابھی صف اول کے مجاہد نہیں ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ غیر معمولی کام کی گنجائش موجود ہے۔ اگر آپ ان سب کی تمام صلاحیتوں کو صف اول کی صلاحیتوں میں تبدیل کر دیں تو اتنی بڑی طاقت جماعت احمدیہ بن چکی ہے کہ ساری دنیا کی طاقتیں مل کے بھی اس کا مقابلہ نہیں کرسکتیں۔ یہ طاقتیں خدا نے دیکھیں ہیں تو ہم پر بوجھ ڈالے ہیں۔ یہ طاقتیں خدا کی تقدیر کو دکھائی گئی ہیں، تبھی اتنے بڑے بڑے ابتلاؤں میں سے جماعت کو خدا تعالیٰ نے گزارنا شروع کیا ہے۔

پس ان کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے امرائے جماعت پر اور پریذیڈنٹ صاحبان پر یا دیگر عہدیدار خواہ وہ قائد کہلائیں یا زعیم کہلائیں، جو نام بھی ان کا رکھیں۔ طریقہ کار یہ ہونا چاہئے کہ کچھ پیچھے ہٹنے والے یا کمزور رہنے والے آدمیوں پر تھوڑی تھوڑی ذمہ داریاں ڈالنی شروع کریں، ان کو اپنے ساتھ ملائیں، ان سے محبت اور پیار کا سلوک کریں، ان پر اعتماد کریں۔ ان سے کہیں: یہ یہ کام جماعت کے ہونے والے ہیں، چند ہی آدمی ہیں، جن پر بار بار بوجھ ڈالے جاتے ہیں۔ خطرہ ہے، وہ تھک نہ جائیں، ان کی طاقت سے بوجھ بڑھ نہ جائے۔ اس لئے آپ تھوڑا سا ان کو سہارا دیں۔ چنانچہ بعض اچھے آدمیوں کے ساتھ بعض کمزور آدمی شامل کئے جائیں۔ نوجوانوں کو بھی پکڑا جائے اور کچھ نہ کچھ کام دیا جائے۔ کام اگر دیا جائے اور کوئی کام کرلے تو کسی شخص کا یہ احساس کہ میں نے ایک اچھا کام کیا ہے، یہ ہی اس کی جزا ہوا کرتی ہے۔ اور آئندہ کام کے لئے طلب دل میں پیدا ہو جاتی ہے۔ ایک ایسا اہم نفسیاتی نقطہ

ہے، جس کو بھلا دینے کے نتیجے میں ہم بہت سے ایسے آدمیوں کو ضائع کر دیتے ہیں۔ کسی آدمی کو پکڑیں، اس سے کوئی اچھا سا کام لے لیں اور پھر دیکھیں کہ اس کے اندر کیسی بشاشت پیدا ہوتی ہے۔ اور آئندہ اتنا کام نہیں بلکہ اس سے زیادہ کام کرنے کی صلاحیت اس میں پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح رفتہ رفتہ ترقی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ اور یہ کام ایسا نہیں ہے کہ ایک دو دن میں ہو۔ بعض دفعہ مہینوں، بعض دفعہ کئی سال چاہئیں۔ لیکن ایسی جماعتیں، جو اس طرح اپنے کمزوروں کو طاقتوروں میں تبدیل کرنے کا عزم رکھتی ہیں اور حکمت کے ساتھ منصوبہ بنا کر ان پر کام کرتی ہیں، ان کی حالت دن بدن بدلتی چلی جاتی ہے۔

اللہ کے فضل سے دنیا میں کئی ایسی بڑی بڑی جماعتیں ہیں، جو بڑے بڑے صوبوں کا بوجھ اٹھانے کے قابل ہوگئی ہیں، بڑے بڑے ملکوں کا بوجھ اٹھانے کے قابل ہوگئی ہیں۔ اور ایسی کثرت سے جماعتیں ہیں، جو ابھی بیدار نہیں ہوئیں، پوری طرح۔ پس اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا کہ مومنوں میں سے جو القعدین ہیں، بیٹھ رہنے والے، ان میں اور آگے بڑھنے والوں میں بہت فرق ہے، غیر معمولی فرق ہے۔ تو اس میں ایک خاص نقطہ ہے، جو ہمیں بیان فرمایا گیا ہے۔ جو ہمیں نظر انداز نہیں کرنا چاہئے۔ جتنا ان میں فرق ہے، اتنا ہی ہم ان کے درجات سے محروم ہو رہے ہیں۔ معلوم یہ ہو رہا ہے کہ ہم میں سے جو بہترین کام کرنے والے ہیں، وہ نہ کام کرنے والوں سے اتنا آگے نکل چکے ہیں کہ اگر نہ کام کرنے والوں کے قدم ہم بڑھانے شروع کریں، ان کو ساتھ ملانے کی کوشش کریں تو بہت سے درجات سے گزر کر ان کو وہاں تک پہنچنا ہوگا۔ اور جتنے درجات سے وہ گزریں گے، اتنا ہی جماعت کو فائدہ ہے۔ ہر درجے پہ وہ جماعت کے لئے کچھ حاصل کرنے والے ہوں گے، ان کی کوششیں ہر مقام پر جماعت کے لئے کوئی پھل پیدا کریں گی۔ ترقی کی لامتناہی گنجائش موجود ہے، یہ بتا رہی ہے، یہ آیت۔ اپنے اوّلین کو دیکھو اور اپنے آخرین کو دیکھو، تمہارے اندر پوشیدہ صلاحیتیں موجود ہیں۔

پس اس نقطۂ نگاہ سے دنیا کی ہر جماعت میں باقاعدہ منصوبہ بننا چاہئے، ملکی سطح پر بھی، صوبائی سطح پر بھی اور جماعتی سطح پر بھی۔ اور ایسے لوگ، جن کی بہت سی صلاحیتیں ابھی Harness نہیں ہوئیں، ان کے اوپر ذمہ داریوں کے بوجھ نہیں ڈالے گئے، ان کے متعلق منصوبے بنائے جائیں کہ کس طرح ان کو آہستہ آہستہ جماعت کے غیر معمولی فعال اور خدا کی رضا حاصل کرنے والے وجودوں میں تبدیل کرنا ہے۔ میں امید رکھتا ہوں کہ اگر ہم ساری دنیا میں اس منصوبے پر عمل شروع کر دیں تو اس کے غیر معمولی فوائد فوری اگر نظر نہ بھی آئیں تو آئندہ چند سال میں ظاہر ہوں گے۔ اور ہمارے جتنے بھی نیک منصوبے

ہیں، ان سب میں برکت پڑ جائے گی۔ منصوبے اچھے جتنے چاہے ہوں، اگر اچھے کارکن میسر نہ ہوں تو منصوبے بے معنی ہو جایا کرتے ہیں۔ اچھے کارکن میسر ہوں مگر تعداد کافی نہ ہو اور منصوبہ زیادہ بوجھ اٹھانے والا ہو تو پھر بھی انسان بہت سی برکتوں سے محروم رہ جایا کرتا ہے۔ تو جماعت میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے نہایت اعلیٰ منصوبوں کی کوئی کمی نہیں ہے، جماعت خود ایک نہایت اعلیٰ منصوبہ ہے۔ لیکن کام کرنے والوں کی کمی ہے۔ اور جتنا آپ نے ترقی کی ہے، اتنا اس کمی کا احساس زیادہ پیدا ہوا ہے۔

گزشتہ چند سال میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس ابتلاء کے نیک پھل کے طور پر خدا نے جماعت کو بہت ہی ترقی عطا فرمائی ہے۔ اور اس ترقی نے میری توجہ اس بات کی طرف مبذول کی ہے کہ اگر سارے ہم شامل ہو جائیں اور اپنا سب کچھ اس راہ میں ڈال دیں تو سینکڑوں گنا زیادہ ترقی اور ممکن ہے۔ بہت سے درجات ہیں، جنہیں ہم نے ابھی طے کرنا ہے اور جو ہمارے منتظر ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ یہ کام ایک دو سال میں تو مکمل نہیں ہوا کرتا۔ کسی خوش فہمی کا شکار نہیں ہونا چاہئے۔ لمبی محنت ہے، جو چاہئے۔ جس طرح زمینیں بحال نہیں ہوا کرتیں، اسی طرح انسان بھی اتنی جلدی بحال نہیں ہوا کرتے۔ وقت لگتا ہے، بہت محنت چاہئے، نئی نئی ترکیبیں پھر آپ کو سوجھیں گی۔ اور چار، پانچ، دس سال کے اندر مسلسل جماعت کی حالت بدلتی رہے گی۔

بہت ضروری ایک اور نقطۂ نگاہ سے بھی ہے۔ اگر آپ کے پاس اچھے مربی اور نہ آئے تو نئے آنے والوں کی تربیت سے ہم محروم رہ جائیں گے۔ اور اس کے نتیجے میں پھر بہت سے خطرات ہیں، جو درپیش ہوں گے۔ ہمارا کردار بدل جائے گا۔ بجائے اس کے کہ ہم مؤثر ہوں لوگوں پر، ہم متاثر ہو جائیں گے۔ تو جتنی نئی قومیں کثرت کے ساتھ آنے والی ہیں، جن کے آثار ظاہر ہو گئے ہیں، جن کے ہراول دستے داخل ہونا شروع ہو گئے ہیں، جماعت میں، ان قوموں کی تربیت کا تقاضا ہے کہ ہم جلد سے جلد اپنے مربیوں کی تعداد بڑھائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے، آمین''۔

(مطبوعہ خطبات طاہر جلد 06 صفحہ 535 تا 550)

# ہماری سب سے زیادہ قیمتی چیز ہمارا ایمان، اصول اور اعلیٰ اخلاقی قدریں ہیں

## خطبہ جمعہ فرمودہ 21اگست 1987ء

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:۔

''ابھی چند روز پہلے ہالینڈ میں ایک ایسا واقعہ ہوا، جس کے نتیجے میں ہالینڈ کے احمدیوں میں سے بعض نے مجھے ایسے خط لکھے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دل پر اس کا بہت ہی گہرا اثر پڑا ہے۔ اور غیر معمولی طور پر اس سے وہ متاثر معلوم ہوتے تھے۔

واقعہ یہ ہے کہ جب ہمارا جلسہ انگلستان میں ہو رہا تھا، اس وقت اس خیال سے کہ اکثر احمدی جلسے پر گئے ہوں گے، فائدہ اٹھاتے ہوئے، بعض شریروں کے گروہ نے موقع پا کر جبکہ ہمارا پہرہ موجود نہیں تھا، مسجد کو آگ لگانے کی کوشش کی۔ مسجد کا نچلا حصہ آگ سے بہت بری طرح متاثر ہوا، بہت سی قیمتی دستاویز اور کاغذات ضائع ہو گئے۔ اور ابتداء میں جو ڈچ احمدی تھے، انہوں نے بڑے اخلاص سے جو اپنے ہاتھ سے بعض خصوصی چیزیں مسجد کے لئے بنائی ہوئیں تھیں، وہ بھی ایک قیمتی اور تاریخی سرمایہ تھا، وہ بھی اکثر حصہ ضائع ہو گیا۔ تو مسجد کو جو ظاہری نقصان ہے، اس کو بھی ملحوظ رکھا جائے تو دستاویز کا نقصان اور ظاہری نقصان ملا کر یقیناً اس جماعت کے لئے ایک بڑے صدمے کی بات ہے۔

اس پہلو سے لوگوں کے پریشانی اور گھبرانے کے خط موصول ہوتے رہے۔ میرا ان سب کو جواب یہ ہے کہ یہ واقعات زندہ قوموں کے ساتھ چلتے ہیں اور ان سے دکھ تو ضرور پہنچتا ہے لیکن ان واقعات کے نتیجے میں طبیعتوں پہ گہرے اثر نہیں قائم رہنے چاہئیں۔ کیونکہ ہمارے تو بہت بڑے سفر ہیں، ہمارے ارادے بہت بلند ہیں، یہ معمولی چھوٹی چھوٹی چیزیں تو Pinpricks کی طرح ہیں۔ جیسے لمبے سفر کرنے والے قافلوں میں سے بعض کو رستے میں ایک کانٹا چبھ جاتا ہے۔ ساری دنیا کی ایک سو، چودہ (ممالک کی) جماعتیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ترقی اسلام کی شاہراہ پر دن بدن آگے بڑھ رہی ہیں، آپ بھی ان میں سے ایک ہیں۔ آپ میں سے، ہالینڈ کی جماعتوں میں سے ایک کو یا ایک کے پاؤں کو جو کانٹا چبھا ہے، اس کی تکلیف میں بھی ساری دنیا کی جماعتیں حصہ دار ہیں۔ تو اس کانٹے کو اتنا زیادہ نہ منائیں کہ گویا قیامت آپ پر ٹوٹ پڑی ہے۔

اس کے برعکس یہ سوچیں کہ اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کے کیا کیا فضل آپ پر مزید نازل ہوں گے؟ جیسے ہمیشہ ہوتے رہے ہیں۔ اس کے جو نقصانات ہیں، ان کا ازالہ کیسے ہوگا؟ وہ تو معمولی بات ہے، وہ میں آپ سے ابھی بعد میں ذکر کروں گا۔ سب سے بڑا نقصان، جس کا مجھے خطرہ تھا، وہ آپ کی طبیعتوں کی پژمردگی ہے۔ اگر ایسے واقعات پر طبیعتیں پژمردہ ہو جائیں تو ہمارا تو سب سے بڑا وہ نقصان ہے۔ آپ کے عزم پر کوئی آنچ نہیں آنی چاہئے، آپ کے ارادوں کے سربلند رہنے چاہئیں۔ ایک ادنیٰ سا خم بھی آپ کی پیٹھ پر ظاہر نہیں ہونا چاہئے، ان بوجھوں کے نتیجے میں۔ یہ ہے مردانگی کی علامتیں، جن کی خدا مومن سے توقع رکھتا ہے۔ پس آپ اپنا کام کریں، اللہ تعالیٰ کی تقدیر اپنا کام کرے گی۔ بھلا ان جیسی ذلیل حرکتوں سے کبھی قومیں دنیا میں تباہ ہوا کرتی ہیں یا رستوں سے ہٹا کرتی ہیں یا ان کے عزم پر آنچ آیا کرتی ہے۔

چھوٹی معمولی سی کمینی سی حرکت ہے، ایک چھوٹے سے دل کی پیداوار ہے، چھوٹے کوتاہ ذہن کی پہنچ بس یہیں تک ہی ہوسکتی ہے کہ مسجد کو جلا دیا جائے، کسی کو دکھ دیا جائے، کسی کو نقصان پہنچایا جائے۔ ہر لحاظ سے ایک بہت ہی کمینی اور چھوٹی سفلہ حرکت ہے۔ اور اس کے برعکس آپ کو یہ ایک بڑا غیر معمولی تاریخی اعزاز حاصل ہو گیا کہ آپ ان لوگوں میں، ان قوموں میں داخل ہوئے، جن کو خدا کے نام پر تکلیف دی جاتی ہے، جن کی عبادت گاہوں کو خدا کی دشمنی میں جلایا جاتا ہے۔ بہت بڑا ایک تاریخی سنگ میل ہے۔ آپ کو اپنا یہ امتیاز پیش نظر رکھنا چاہئے کہ آپ وہ ہیں، جن کی مسجد جلائی گئی ہے۔ آپ وہ بد بخت نہیں ہیں، جو مسجدیں جلانے والے ہیں۔ کتنا زمین آسمان کا فرق ہے۔

جب سے خدا تعالیٰ نے آدم کے ذریعے نبوت کا آغاز فرمایا، یہ ایک دوہری تاریخ انسانیت کی چل رہی ہے۔ کچھ وہ لوگ ہیں، بدنصیب، جو خدا کے گھروں کو جلانے والے ہیں۔ کچھ وہ لوگ ہیں، جن کو دکھ دیا جاتا ہے، خدا کے نام پر اور جن کی عبادت گاہوں کو جلایا جاتا ہے۔ اور یہ تفریق مسلسل بڑی نمایاں چلی آرہی ہے۔ آپ اس گروہ میں داخل ہوئے ہیں، جن کو خدا کے نام پر تکلیف دی جاتی ہے اور جن کی عبادت گاہوں کو جلایا جاتا ہے۔

تو یہ سودا تو ایسا سودا نہیں ہے، جس پر آپ دکھ محسوس کریں یا پژمردہ ہوں۔ دکھ اس بات کا ہے کہ خدا کی عبادت کی جگہ کو خدا کے نام پر جلایا گیا ہے۔ ایک جذباتی تکلیف ہے۔ لیکن جہاں تک سود و زیاں کا تعلق ہے، جہاں تک اس بات کے تولنے کا تعلق ہے کہ آپ کا حاصل کیا ہے؟ آپ کا نقصان کیا ہوا ہے؟ آپ فائدے ہی فائدے میں ہیں۔ قطعاً آپ کا کوئی نقصان نہیں۔

ایک اور پہلو ہے اس کا، جس میں مجھے خطرہ تھا کہ آپ کو نقصان نہ پہنچے اور میری توجہ آپ کے روحانی نقصان کی طرف ہے۔ مادی، جسمانی نقصان تو معمولی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس کی طرف بھی میں آپ کو متوجہ کر دینا چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ اخباروں کے جو بھی میں نے اقتباسات دیکھے ہیں، ان سے پتا چلتا ہے کہ شاید بعض احمدیوں کی طرف سے بھی یہ تاثر دیا گیا ہے کہ اس واقعہ کے پیچھے حکومت پاکستان کا ہاتھ ہے۔ حالانکہ ہمیں ہرگز بغیر شواہد کے بات نہیں کرنی چاہئے۔ ہم ہرگز یقینی طور پر یہ نہیں کہہ سکتے کہ حکومت پاکستان کا ہاتھ ہے یا سعودی عربیہ کے جو مختلف ادارے دنیا میں کام کر رہے ہیں، رابطۂ عالم اسلامی وغیرہ، ان میں سے کسی کا ہاتھ ہے یا مقامی شرارت ہے۔ جب ہم یہ پسند نہیں کرتے کہ بغیر شواہد کے ہم پر کوئی الزام لگائے، جب ہم جھوٹ کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، جب ہمارے اوپر بولا جاتا ہے تو ہمارا یہ کوئی حق نہیں کہ ہم چاہے ہمارا دشمن ہی ہو، اس کے اوپر جھوٹ بولیں یا اس کی طرف بغیر شواہد کے، بغیر دلیل کے باتیں منسوب کریں۔ اب تک ایسے کئی واقعات گزر چکے ہیں اور ہر ایسے واقعہ کے بعد جب میں نے خطبہ دیا تو اس میں اس طرف متوجہ کیا کہ جب تک ہمیں یقینی طور پر معلوم نہ ہو کہ کون سا گروہ، یقینی طور پر سے مراد یہ ہے کہ ایسے مضبوط شواہد معلوم نہ ہوں کہ کون سا گروہ ملوث ہے، اس وقت تک ہمارا یہ اخلاقی حق نہیں بنتا کہ ہم کسی کو ملزم کریں۔ ہم دنیا کی طرح تو نہیں ہیں کہ ایک قتل ہو گیا تو اندازہ لگا کر پچیس تیس یا بعض دفعہ پورے کے پورے خاندان کا نام شبہ میں لکھوا دیا گیا۔ اس لئے ہمیں ایسے مواقع پر اپنے اخلاق کی حفاظت کرنی چاہئے، اپنے اعلیٰ اصولوں کی حفاظت کرنی چاہئے۔

مسجد کا نقصان ہو یا کوئی اور عمارت کا نقصان ہو، یہ اصولوں کے نقصان اور اخلاق کے نقصان کے مقابل پر کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتا۔ مسجدیں تو بنتی ہیں صاحب اخلاق لوگوں کے ذریعے، صاحب ایمان لوگوں کے ذریعے۔ ورنہ دنیا کی بڑی بڑی قومیں عظیم الشان کروڑوں، اربوں روپے کی مسجدیں بنا سکتی ہیں۔ ان کی کیا حیثیت ہوگی، خدا کی نظر میں؟ جب تک نمازی متقی نہ ہوں، جب تک مسجدوں میں جانے والوں کے اخلاق بلند نہ ہوں، ان کے نام کے ساتھ اسلام کا حسن جب تک وابستہ نہ ہو، اس وقت تک ان مسجدوں کی کوئی بھی قیمت نہیں۔ اسی لئے خدا تعالیٰ فرماتا:۔

خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ

(الاعراف:32)

جب مسجدوں میں جایا کرو تو اپنی زینت یعنی تقویٰ کو ساتھ لے جایا کرو۔ کیونکہ وہاں تمہارے تقویٰ ہی سے مسجدوں کی رونق بنتی ہے۔ پس ظاہری مساجد کی تو کوئی حیثیت نہیں ہے، مسجد میں جانے والوں کی حیثیت ہے۔ ان سے مسجدوں کو زینت ملتی ہے وہ اپنی زینتیں لے کے ساتھ جایا کرتے ہیں۔

پس اگر مسجد کو بھی نقصان پہنچ جائے اور آپ اس زینت سے بھی محروم رہ جائیں، جس سے آپ کی مسجد کی رونق بنتی تھی تو یہ بڑا نقصان ہے۔ اس لئے ایسے ہر ابتلاء میں اپنے قیمتی اور دائمی اصولوں کو بالکل نہیں چھوڑنا۔ دشمن خواہ کتنی بھی زیادتی آپ پر کرے، دشمن کی دشمنی میں اپنی جان کے دشمن بننا تو کوئی عقل کی بات نہیں ہے۔ ہماری سب سے زیادہ قیمتی جان سے بھی زیادہ قیمتی چیز ہمارا ایمان ہے، ہمارے اصول ہیں، ہماری اعلیٰ اخلاقی قدریں ہیں، جو اسلام سے ہمیں عطا ہوئی ہیں۔ ان قدروں کی حفاظت کرنا ضروری ہے۔

اس لئے میں نے امیر صاحب سے آتے ہی جو بات کی، وہ یہی تھی کہ کوئی الزام بغیر کسی دلیل کے، بغیر کسی قطعی ثبوت کے ہمیں دوسرے پر نہیں لگانا چاہئے۔ ایک چیز البتہ ہے، جس سے ہم یقینی طور پہ کہہ سکتے ہیں اور اسی تک ہمیں اپنی توجہ کو مبذول رکھنا چاہئے، اسی تک ہمیں اپنے بیانات کو محدود رکھنا چاہئے۔ وہ یہ ہے کہ حکومت پاکستان کے متعلق ہم بغیر کسی شبہ کے جانتے ہیں کہ حکومت پاکستان نے عہد کر رکھا ہے، حکومت پاکستان سے مراد ایک ڈکٹیٹر کی حکومت کی بات کر رہا ہوں، اس نے یہ عہد کر رکھا ہے کہ جماعت احمدیہ کی مخالفت کرنی ہے۔ جہاں جائیں گے، ہم ان کی دشمنی کریں گے۔ جہاں جہاں جماعت احمدیہ موجود ہے، وہاں کرائے کے مولوی بھجوا کر ان کے بزرگوں کی بے عزتیاں کروائی جائیں گی، ان کے خلاف اشتعال پھیلایا جائے گا، ان کے خلاف نفرت کی آگ کا الاؤ روشن کیا جائے گا۔ نفرت کے الاؤ کے ساتھ روشن کا لفظ تو مناسب بھی نہیں ہے، الاؤ بھڑکایا جائے گا کہہ دینا چاہئے۔ مگر بہر حال یہ وہ فیصلے ہیں، حکومت پاکستان کے ایک ڈکٹیٹر کے، جن کے متعلق اس نے اپنی بدنصیبی کے ساتھ ساری دنیا میں تشہیر خود کی ہے۔ انگلستان کی کانفرنس میں، یہ بات جو چند سال پہلے ہوئی تھی ایک علماء کی کانفرنس، اس کی طرف میرا اشارہ ہے۔ اس کانفرنس میں یہ بات ایک تحریری پیغام کے طور پر انگلستان میں پاکستان کے Ambassador کے نمائندے نے پڑھ کر سنائی، جس میں پیغام کا ماحصل یہ تھا کہ ہم، یعنی حکومت پاکستان کے نزدیک، جماعت احمدیہ کو ایک کینسر سمجھتی ہے اور ہم اس بات کا تہیہ کئے ہوئے ہیں کہ اس کینسر کی بیخ کنی کریں گے، ہر طرح سے۔ تو ایک بات ہم یقینی طور پر ساری دنیا کو ایسے موقعوں پر یاد کرا سکتے ہیں کہ ہمیں اتنا پتا ہے کہ ایک حکومت ہے، جس کے بعض بدنصیب موجودہ سربراہ یہ کھلم کھلا اعلان کرتے پھرتے ہیں کہ ہم جماعت احمدیہ کی دشمنی میں جو کچھ ہم سے بن پڑے گی، کریں گے۔ ایسی حکومت کے کرائے کے مولوی جس ملک میں بھی جائیں گے، اس ملک میں اس قسم کے واقعات کی توقع رکھنا، ایک معمولی بات ہے۔ بڑی بے وقوفی ہوگی کسی حکومت کی کہ ایسی حکومت کے نمائندہ مولویوں کو کھلی چھٹی دے

دیں کہ ان کے اپنے ملک میں آ کر وہ امن برباد کرنے کی کوشش کریں۔ اور پھر یہ توقع رکھیں کہ امن برباد نہیں ہوگا۔ یہ ضروری نہیں ہوا کرتا کہ ایسے واقعات حکومتوں کی براہ راست سازش کے نتیجے میں ہوں۔ لیکن یہ تو قطعی بات ہے کہ ایک حکومت ایسی ہے، جس نے تہیہ کیا ہوا ہے کہ آپ کے خلاف گند اور جھوٹ پھیلانے کے لئے کرائے کے مولوی استعمال کرے گی اور دنیا میں ہر جگہ کرے گی اور باقاعدہ کرائے کے مولوی بھجوائے جاتے ہیں ہر جگہ۔ ہالینڈ میں بھی آتے رہے ہیں۔ اس لئے آپ بغیر کسی تردد کے یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ ان کا پھیلایا ہوا فتنہ اور فساد ہے، جس کے نتیجے میں یہ واقعہ ہوا ہے، اس میں کوئی شک نہیں۔ اور کن لوگوں نے کیا؟ یہ ہم نہیں جانتے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ علماء کی ایسی تقریروں کے نتیجے میں ایک سر پھرا آدمی اپنے طور پر ہی مشتعل ہو جائے اور کوئی ایسی حرکت کر بیٹھے۔ ہوسکتا ہے، اس کے پیچھے کوئی سازش نہ ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ایک نوجوانوں کا گروہ آپس میں مل کر بیٹھے، آج کل ٹیلی ویژن وغیرہ کے ذریعے مختلف قسم کے جرائم کے طریق وغیرہ تو دنیا کو معلوم ہوتے ہی رہتے ہیں، کس طرح کسی کے گھر جب آگ لگائی گئی اور پھر ٹیلی فون کر کے اطلاع دی گئی اور بعض جاہل بے وقوف اس میں اتنی Excitement حاصل کرتے ہیں ان باتوں سے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ ہم ایک ہیرو بن جائیں گے۔ اگر ہم نے بھی کوئی ایسا واقعہ کیا اور ہم نے بھی بعد میں پولیس کو فون کیا کہ ہم نے یہ کام کر دیا ہے۔ تو مذہبی دیوانگی پھیلانے والوں کے متعلق ہم جانتے ہیں، یہ قطعی طور پر ثبوت ہمارے پاس موجود ہیں کہ وہ لاکھوں روپیہ خرچ کر کے ایسے کرائے کے مولویوں کو دنیا میں ہر جگہ بھجوا کے اشتعال انگیزی کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ ہم یہ قطعی طور پر جانتے ہیں کہ اس کے نتیجے میں سر پھرے لوگ ایسے واقعات کر دیا کرتے ہیں۔ وہ کون ہیں، جنہوں نے کیا ہے؟ واقعۃً کوئی پاکستانی ہے یا کوئی سوری نامی یا پھر اور شخص ہے، اس کے متعلق ہم کچھ نہیں جانتے۔ اور ہمیں اپنے بیانات میں ایسی چیزوں سے احتراز کرنا چاہئے۔

جہاں تک تیسرے حصہ کا یعنی ظاہری نقصان کا تعلق ہے۔ اس کے متعلق میں آپ کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ آپ کو انشاء اللہ تعالیٰ کسی قسم کا کوئی نقصان نہیں رہے گا۔ یہ بات میں بار بار بیان کر چکا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جماعت احمدیہ کو جتنا نقصان، جس جہت میں پہنچانے کی کوشش کی جاتی ہے یا کی جائے گی، اسی جہت میں اس سے دس گنا فضل اللہ تعالیٰ ہمیں عطا فرماتا رہے گا اور فرما رہا ہے۔ چند مسجدیں انہوں نے پاکستان میں جلائیں اور شہید کیں، اس کے مقابل پر اتنی سو مساجد ہم نے ایک ہی سال میں تمام دنیا میں بنا دیں۔ اس لئے آپ کو بھی میں یقین دلاتا ہوں کہ آپ کی مسجد کو جو نقصان پہنچا ہے، اس سے

بہت زیادہ شاندار، بہت زیادہ وسیع مسجد اب آپ کو وہیں بنا کے دی جائے گی۔ اللہ کے فضل کے ساتھ اور اسی کی توفیق کے مطابق۔ اس لئے یہ بات تو قطعی ہے کہ ملاں کی بنائی ہوئی تقدیر ہے یا کسی حکومت کے سربراہ کی بنائی ہوئی تقدیر ہے، اس ہر تقدیر پر ہمارے خدا کی تقدیر غالب رہی ہے اور ہمیشہ غالب رہے گی۔ ہمیشہ ان کی بنائی ہوئی تقدیروں کو نامراد کرے گی اور ہمارے حق میں بہتر فضل اور رحمت اور برکتوں کی تقدیر جس طرح پہلے جاری ہوتی رہی، آئندہ بھی جاری ہوتی رہے گی۔

آپ میں سے جن کو جو توفیق ہے، اس عظیم الشان خدمت میں حصہ لینے کی، اپنی اپنی توفیق کے مطابق اس میں حصہ ڈالیں تا کہ آپ کو بھی سعادت نصیب ہو۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ ہالینڈ کی جماعت کی حیثیت مالی لحاظ سے اتنی نہیں ہے کہ دیگر چندوں کے علاوہ وہ اتنے بڑے کام میں حصہ لے سکیں۔ جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے، نقصان جتنا ہوا ہے، اس سے کم سے کم دس گنا زیادہ۔ اور جو کم سے کم ہے، اس کا مطلب ہے، یقیناً اور بھی زیادہ کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ کم سے کم دس گنا زیادہ وسیع عمارت سے، دس گنا زیادہ بہتر جگہ آپ کو انشاء اللہ تعالیٰ مہیا کر دی جائے گی۔ جو آپ کی توفیق سے باہر ہے، وہ دنیا کی دوسری جماعتیں انشاء اللہ تعالیٰ پیش کریں گی۔ اس پر بھی میں کوئی معین پابندی نہیں لگانی چاہتا۔ حسب توفیق جہاں جہاں بھی دنیا میں یہ خطبہ پہنچے گا، دوست اپنی مرضی سے، اپنے شوق سے خود اس کار خیر میں حصہ لینے کی کوشش کریں گے۔ اور جہاں تک ضرورت کا تعلق ہے، مجھے کوئی بھی فکر نہیں کہ ضرورت کہاں سے پوری ہوگی، انشاء اللہ ضرور پوری ہوگی۔

ایک حصہ ایسا ہے، جس میں جماعت ہالینڈ کو حصہ لینا چاہئے۔ اور وہ میدان ایسا ہے، جہاں دوسری جماعتیں حصہ لے نہیں سکتیں۔ بلکہ خود آپ لے سکتے ہیں۔ وہ ہے مسجد کی تعمیر کے دوران، جو لوگ آپ میں سے فارغ ہیں، وہ وقار عمل کے لئے اپنے آپ کو پیش کریں۔ جو لوگ کوئی فن جانتے ہیں، جس کا تعمیر سے تعلق ہے، وہ فن مسجد کی خدمت میں پیش کریں۔ کچھ Supervision کے کام بھی ہوں گے۔ کچھ دوسرے ایسے کام ہوں گے، جن میں جماعت کی وقت کی اور جسمانی قربانی کے نتیجے میں ہمارا بہت سارا روپیہ بچ سکتا ہے۔ باقی دنیا میں جماعتیں اسی طرح کر رہی ہیں اور غیر معمولی بچت کا موجب بنتی ہے، ان کی محنت۔ اور اس محنت کے ساتھ جو خلوص وابستہ ہوتا ہے، اس سے کاموں میں بہت برکت پڑتی ہے۔ انگلستان میں ہم نے بارہا یہ تجربہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ بعض دفعہ جو مارکیٹ کے تخمینے تھے، ان سے پانچویں حصے پر ایک عمارت تعمیر ہوگئی۔ کیونکہ وہاں کے خدام، انصار اور خواتین نے بہت اپنے

وقت کی قربانی کی۔ تو آپ کو بھی جہاں تک نصیب ہو، جہاں تک توفیق ہو، مسجد کے کام میں اپنے وقت کی قربانی ضرور پیش کریں۔ اس سے دوہرا تہرا فائدہ پہنچتا ہے۔ ایک تو یہ کہ آپ کے روپے کی جو کمی ہے، وہ اس طرح بہت حد تک پوری ہو جائے گی۔ اگر آپ کے وقت کی قربانی کے نتیجے میں خرچ اگر 1/5 نہ سہی، نصف بھی رہ جائے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت بڑی چیز ہے۔ اور جتنا بھی ہو، بہر حال وہ عملاً آپ کا چندہ ہی شمار ہوگا۔ دوسرے یہ کہ خدمت کرنے والوں کو ایک براہ راست سعادت نصیب ہوتی ہے۔ خدا کے گھر کے بنانے میں حصہ لینا، یہ ایسی عظیم الشان توفیق ہے کہ اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ انسان کے اندر ایک سعادت کی نئی روح پیدا فرما دیتا ہے۔ گویا اسے ایک نئی زندگی ملی ہے اور خدا تعالیٰ کا خاص محبت اور پیار کا تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔ اسی لئے عید کے خطبے میں، میں نے اس طرف متوجہ کیا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مل کر مسجد کے تعمیر کرنے کا واقعہ خدا تعالیٰ کو ایسا پیارا لگا کہ ہمیشہ ہمیش کے لئے اس کو قرآن کریم میں محفوظ فرما دیا۔ اور ایسے پیار سے ذکر کیا کہ باپ معمار ہے اور بیٹا مزدور اور دونوں نبی۔ اس سے بڑے اس زمانے میں کسی انسان کا تصور ہی نہیں ہو سکتا تھا کہ باپ بھی نبی اور بیٹا بھی نبی۔ اور خدا تعالیٰ نے ایک کو معمار بنایا ہوا ہے اور ایک کو مزدور اور وہ دونوں مل کر خدا کے گھر کی عمارت کھڑی کر رہے ہیں۔

تو معماری کا کام دنیا کی نظر میں خواہ کچھ بھی حیثیت رکھتا ہو، جب اس کا مسجد سے تعلق پیدا ہو جاتا ہے تو دنیا کا عظیم ترین کام بن جاتا ہے۔ ایسا کام، جس پر بعد میں قومیں اور آنے والی نسلیں فخر کرتی ہیں۔ پس حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معماری کا جب یہ واقعہ آپ پڑھتے ہیں تو کس قدر دل میں رشک پیدا ہوتا ہے، کس قدر انسان درود بھیجتا ہے ان پر کہ کیا شان تھی، کیسے عظیم الشان باپ بیٹا تھے، کس پیار اور محبت سے خدا کا گھر بنا رہے تھے۔ اللہ کی رضا کی آنکھیں ان پر پڑ رہی تھیں اور ہمیشہ کے لئے اس خدمت کو محفوظ کر دیا۔ ورنہ دنیا میں بعض قومیں ہیں، جو تعمیر کے کام میں اپنی عمریں ضائع کر دیتی ہیں۔ بعض ایسی غلام قومیں تھیں، جن کو بڑی بڑی عمارات کے لئے زنجیروں میں باندھ کر ان سے غیر معمولی محنتیں لی گئیں، نسلاً بعد نسلٍ وہ لوگ قیدوں میں بڑی بڑی عمارتیں تعمیر کرتے رہے۔ ایسی عمارتیں، جن کو بعض دفعہ سو سو سال سے زائد عرصہ مکمل ہونے میں لگا ہے۔ تو جسمانی محنت اور جسمانی کوشش کا جہاں تک تعلق ہے، بہت ہی زیادہ محنتیں عمارتوں کے سلسلے میں کی گئیں ہیں۔ اور ظاہری قربانی کو دیکھیں تو حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قربانی اس کے مقابل پر جسمانی محنت کے لحاظ سے

کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ مگر چونکہ خدا کے گھر سے وابستہ ہوئی تھی، اس لئے اس کی عظمت اور شان اتنی بلند ہوگئی کہ ہمالہ کی چوٹیوں سے بھی بالا ہے، آسمان کے کنگروں سے لگی بیٹھی ہے، عظمت اس کی۔

اس لئے آپ کے لئے بھی ایک سنت جاریہ ہے۔ آپ کی مسجد سے محبت کے نتیجے میں، خدا کا گھر سمجھتے ہوئے، اس کی تعمیر میں جو حصہ لیں گے یا اس کی صفائی میں کبھی حصہ لیں، اس کے ٹھیک ٹھاک کرنے میں حصہ لیں۔ یاد رکھیں کہ ایک ایسی خدمت ہے، جس کو خدا بہت ہی پیار اور اعزاز کے ساتھ دیکھتا ہے۔ تو اللہ کرے اس کی بھی آپ کو توفیق ملے۔ جس کے پاس جو کچھ بھی ہے،

وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ

(البقرۃ:03)

کا نظارہ دکھائے۔ اور دشمن کو یہ بتادے کہ ہم ہارنے والی قوم نہیں ہیں۔ ناممکن ہے، ان کی ساری ذلیل ترین کوششیں، کتنی بھی بڑی طاقتور ہو کر ظاہر ہوں، تب بھی وہ ہمیں ناکام نہیں بنا سکتیں۔ ان کی ہر دشمنی ہمارے لئے ماں کا دودھ بن جایا کریں گی، جب ہمارے جسم میں داخل ہوگی۔ اور ہم کمزور ہونے کی بجائے ان زہروں سے مزید طاقت پائیں گے، مزید عظمت پائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہمیشہ اسی شان کے ساتھ زندہ رکھے۔ زندگی کی یہی شان ہے، اس کے بغیر تو زندگی بے معنی ہے۔ مرد مومن اور مرد صادق کی طرح جو قومیں زندہ رہتی ہیں، وہی زندہ رہنے کی اہل ہیں۔ باقی تو فضول جھگڑے ہیں دنیا کے، جن کی کوئی بھی حیثیت نہیں ہے"۔

(مطبوعہ خطبات طاہر جلد 6 صفحہ 551 تا 559)

# آج جماعت کی سب سے اہم ذمہ داری خدا کا پیغام دوسروں تک پہنچانا ہے

## خطبہ جمعہ فرمودہ 28 اگست 1987ء

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:۔

''یورپ کے چند ممالک کے اس مختصر دورے میں، میں نے خصوصیت سے اس بات پر نظر رکھی کہ جماعت کو جو بار بار دعوت الی اللہ کی نصیحت کی جاتی رہی ہے، اس کا کس حد تک عملاً اثر ظاہر ہوا ہے۔ ہالینڈ میں بھی میں نے اس کا جائزہ لیا، جرمنی میں بھی، ڈنمارک اور سویڈن میں بھی اور اب ناروے آ کر بھی۔ ملاقاتوں کے دوران بھی اور اس کے علاوہ جماعت سے گفت وشنید کے دوران میں نے اندازہ لگایا کہ ابھی جماعت کی بھاری اکثریت ایسی ہے، جو عملاً دعوت الی اللہ کے کام میں مشغول نہیں ہوئی۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ پچانوے فیصد جماعت ابھی تک اس کام سے غافل پڑی ہے، عملاً اس کام میں سنجیدگی سے حصہ نہیں لے رہی تو اس میں مبالغہ نہیں ہوگا۔ بعض ممالک میں ممکن ہے، یہ نسبت اور بھی زیادہ خراب ہو مگر جن ممالک میں توجہ شروع ہو چکی ہے، ان میں بھی بمشکل پانچ فیصد احمدی ایسا ہے، جو فی الحقیقت دعوت الی اللہ کا حق ادا کر رہا ہے۔

اس سلسلے میں کچھ تو میں براہ راست جماعت سے باتیں کرنی چاہتا ہوں اور کچھ امراء اور مربیان اور صدران جماعت اور دیگر عہدیداران کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔

جب بھی ایک بات کی ہدایت کی جائے اور تکرار سے کی جائے تو اسے بھلا دینا جائز نہیں ہے۔ اس خیال سے کہ اب یہ بات پرانی ہوگئی اور اب ہماری جواب طلبی نہیں ہوگی، یہ درست بات نہیں ہے۔ جواب طلبی کا اسلامی نظام، عام دنیاوی جواب طلبی کے نظام سے مختلف ہے۔ دنیاوی جواب طلبی کے نظام میں تو بعض دفعہ کاغذات داخل دفتر ہو جاتے ہیں، بعض افسروں کو بات بھول جاتی ہے اور انسان ایک نافرمانی کے باوجود پکڑ سے بچ جاتا ہے۔ لیکن اسلام میں جو جواب طلبی کا نظام ہے، اس کی رو سے تو ہر انسان پر فرشتوں کے پہرے بیٹھے ہوئے ہیں، وہ صبح بھی اور شام بھی خدا تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریق کے مطابق انسان کے حالات کا جائزہ درج کرتے رہتے ہیں اور کوئی چیز بھی ان سے مخفی نہیں، کوئی چیز بھی

ان کی نظر سے اوجھل نہیں اور کوئی ایسی بات بھی نہیں، جس کی ان کو یاددہانی کی ضرورت پڑے۔ چنانچہ جو اہم امور خدا تعالیٰ نے بندے کو کرنے کے لئے کہے ہیں، ان کا ایک سوالنامہ بھی ساتھ ساتھ تیار ہوتا چلا جا رہا ہے، مختلف حالات کے مطابق۔ اور عملاً ہم جو اس کا جواب پیش کرتے ہیں، وہ بھی تیار ہوتا چلا جاتا ہے۔ پس کہنے والا دنیا میں بھول چکا ہو، سننے والا بھول چکا ہو، مگر یہ جو خدا تعالیٰ کا آسمانی جواب طلبی کا نظام ہے، یہ تو کسی چیز کو نہیں بھولتا۔ اور چونکہ جماعت احمدیہ کا تعلق دنیاوی حکومت سے نہیں بلکہ آسمانی حکومت سے ہے، اس لئے یہاں جزا سزا کا نظام بھی آسمانی ہے۔ اگر تو دنیا میں سزا دینی ہوتی کوئی، پھر تو جواب طلبی کرنے والے بھول جائیں تو پھر فرق پڑتا اور کئی لوگ سزا سے بچ جاتے۔ اگر خدا تعالیٰ نے فیصلہ کرنا ہے جزا سزا کا تو پھر دنیا والے جواب طلبی کریں، نہ کریں، بھول جائیں تب بھی، نہ بھولیں تب بھی، عملاً کوئی بھی فرق نہیں پڑتا۔ اس لئے ان امور کو جن کا دین سے تعلق ہو، نسبتاً زیادہ سنجیدگی سے دیکھنا چاہئے۔ اور زیادہ کوشش اور جدوجہد اور ذمہ داری کے ساتھ ان کی ادائیگی کی طرف توجہ کرنی چاہئے۔

یہ دعوت الی اللہ کا پروگرام، کوئی معمولی پروگرام نہیں ہے۔ ہم اگلی صدی کے کنارے پر بیٹھے ہیں۔ اور ساری دنیا کو اسلام میں لانے کا تہیہ کر کے ایک سو سال سے جو کوشش کر رہے ہیں، ابھی تک ایک سو سال میں کسی ایک ملک میں بھی واضح اکثریت تو درکنار نصف تک بھی ہم نہیں پہنچ سکے، دسواں حصہ بھی ابھی تک ہمیں کامیابی نہیں ہوسکی کسی ملک میں۔ تو ساری دنیا کو اسلام میں لانا، یہ کوئی معمولی ذمہ داری نہیں ہے، جو ہمارے کندھوں پر خدا تعالیٰ نے ڈالی ہے۔ اس کے لئے سنجیدگی سے تیاری کرنی ہے اور اس کے سوا اور کوئی حل بھی نہیں ہے کہ ہم میں سے ہر شخص تبلیغ کرے اور مؤثر تبلیغ کرے۔ اور چین سے نہ بیٹھے، جب تک اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ اس کی تبلیغ کو پھل نہ لگنے لگ جائیں۔

تو جہاں تک عہدیداران کا تعلق ہے، ان کو بھولنا نہیں چاہئے۔ ان کی خواہ میں جواب طلبی کروں یا نہ کروں۔ اگر وہ اس بات کو بھول جائیں گے تو جماعت بھی بھول جائے گی۔ عہدیداروں پر بہت بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ خوب یاد رکھیں اور بار بار پلٹ پلٹ کر جماعت کے حالات کو دیکھتے رہیں کہ کس حد تک یہ کام آگے جاری ہے۔ عموماً یہ رجحان پایا جاتا ہے کہ عہدیداران چند آدمیوں کے نیک کام کو اپنی رپورٹ میں سمیٹتے ہیں۔ اور جس طرح آسٹریلیا کے Obroganees تھے، جو خود محنت کر کے چیز اگانے کی بجائے جو قدرت پھل دیتی ہے، اس کو سمیٹنے والے لوگ۔ چنانچہ دنیا میں دو قسم کے رزق حاصل کرنے والے ہیں، ایک وہ جو اگاتے ہیں محنت کر کے اور پھر پھل کھاتے ہیں۔ جیسے آج کل متمدن دنیا

اکثر یہی کر رہی ہے۔ فصلیں کاشت کرتی ہے، پھل والے درخت لگاتی ہے اور پھر جتنا محنت کرتی ہے، اتنا اس کا پھل کھاتی ہے۔ لیکن کچھ قومیں، جیسا کہ آسٹریلیا کے Obroganees تھے یا ہیں اور کچھ اور ممالک بھی ایسے ہیں، جن کو Gatherers کہا جاتا ہے، وہ صرف سمیٹنے کا کام کرتے ہیں۔ تو اکثر منتظمین کام سمیٹ رہے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے جہاں دو، چار، دس داعی الی اللہ دے دیئے، ان کی رپورٹوں کو سمیٹ کر ان کی رپورٹ بڑی مزین ہو جاتی ہے اور خوبصورت ہو جاتی ہے۔ اور یہ تاثر دیتے ہیں مرکز کو کہ گویا ساری جماعت بڑا اچھا کام کر رہی ہے۔ اور دیکھیں اتنا اچھا پھل لگ گیا۔ حالانکہ بعض اوقات جو داعی الی اللہ ہیں، ان کو بنانے میں ان کا کوئی دخل نہیں ہوتا، ان کو سجانے میں ان کا کوئی دخل نہیں ہوتا، ان کو پہلے سے زیادہ بہتر کرنے میں ان کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ لیکن بعض جگہ ہوتا ہے۔ بعض جگہ جماعت کا سارا نظام ان لوگوں کی حوصلہ افزائی کر رہا ہوتا ہے، سرپرستی کر رہا ہوتا ہے، ان کے ساتھ مل کر کام کو آگے بڑھا رہا ہوتا ہے۔ تو وہ صاف نظر آ جاتا ہے۔

تو جہاں تک رپورٹیں سمیٹنے کا تعلق ہے، رپورٹیں تو کچھ نہ کچھ سج جاتی ہیں۔ لیکن سمیٹنے والے کی ذمہ داری ادا نہیں ہو جاتی۔ اس کا کام یہ ہے کہ خود اپنی زمینیں بنائے۔ اس کا کام یہ ہے کہ نئی کاشت کی کھیتیاں پیدا کرے۔ اس کا کام یہ ہے کہ نئے درخت لگائے۔ اور پھر خدا تعالیٰ کے سامنے صاف دل کے ساتھ پیش ہو کہ اے خدا! اس سال میری محنت کا یہ پھل ہے۔ میں نے کوشش کی تو نے اپنے فضل کے ساتھ مجھے توفیق عطا فرمائی کہ میں نے تیری راہ میں نئے کھیت اگائے ہیں اور تیری راہ میں نئے باغ لگائے ہیں۔ تو دعوت الی اللہ کے باغ اور کھیت لگانے کا کام، یہ عہدیداران کا کام ہے۔ اور یہ محض نصیحت سے نہیں ہوتا، یہ محض یاد دہانی سے بھی نہیں ہوتا۔ یہ ساتھ لگ کر کام سکھانے سے ہوتا ہے، بعض عادتیں راسخ کرنے سے ہوتا ہے۔ بعض لوگوں کو پکڑ کر اپنے ساتھ لگانا اور پھر ان کے ساتھ پیار کا تعلق قائم کر کے ان کے دلوں میں کام کی محبت پیدا کرنا، یہ ایک فن ہے۔ اور اس فن کے متعلق قرآن کریم نے ہمیشہ کے لئے ایک نہایت ہی عمدہ اصولی روشنی ڈالی، جس سے استفادہ کرنا چاہئے۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سپرد خدا تعالیٰ نے قوموں کو زندہ کرنے کا کام کیا تھا۔ وہ قوموں کے نبی تھے۔ بڑے عظیم الشان مقام کے نبی تھے۔ اور خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ تیرے ذریعے میں قوموں کو نئی زندگی عطا کروں گا۔ بڑے عاجز مزاج تھے۔ حیران ہوئے کہ اتنا مشکل کام میں کیسے کر سکوں گا۔ عرض کیا:۔

رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی
(البقرۃ:261)

زندگی تو تو نے ہی بخشنی ہے، میں جانتا ہوں۔ میرے ذریعے ہو یا جو بھی تیرا منشا ہے۔ لیکن تو بخشنے والا ہے۔ میں جانتا تو ہوں کہ تو ان قوموں کو زندہ کر دے گا۔ مگر کیسے کرے گا، مجھے بتا تو سہی؟ میرے دل کو تسلی دے۔ تو خدا تعالیٰ نے وہ راز ان کو سمجھایا کہ زندہ میں کروں گا لیکن تیرے ذریعے کروں گا۔ فرمایا: چار پرندے لے، ان کو اپنے سے مانوس کر لے، اپنے لئے ان کے دل میں محبت پیدا کر اور ان کے لئے اپنے دل میں محبت پیدا کر۔ جب وہ مانوس ہو جائیں تو ان کو چار مختلف سمت کی پہاڑیوں پر چھوڑ دے۔ پھر ان کو آواز دے، دیکھ کس سرعت کے ساتھ وہ تیری آواز کے اوپر اڑتے ہوئے چلے آتے ہیں۔ یہ نئی زندگی بخشنے کا جو نظام ہے، خدا تعالیٰ نے خود حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سمجھایا۔ اور ہمیشہ کے لئے ہمارے لئے نمونے کے طور پر پیش فرما دیا۔

پس ہر مربی، ہر مبلغ، ہر امیر اور ہر صدر اور ہر متعلقہ عہدیدار کو خواہ وہ سیکرٹری اصلاح وارشاد ہو یا جس حیثیت سے بھی اس کام میں اس کا تعلق ہو، اس کو چاہئے کہ جماعت کے بعض افراد کو پکڑے اور

فَصُرْھُنَّ اِلَیْکَ
(البقرۃ:261)

کے تابع ان کو اپنے ساتھ وابستہ کرے۔ اپنے ساتھ ملا کر، پیار کا تعلق قائم کر کے ان کی تربیت کرے۔ تھوڑے تھوڑے کام ان کے سپرد کرے۔ پھر ان کو دنیا میں پھیلا دے اور ان کے ذریعے احیائے موتیٰ کا کام لے۔ اس طرح اپنی توفیق کے مطابق اس کی توجہ کا مرکز بدلتا رہے گا۔ آج چار یا آٹھ یا دس نوجوان پکڑے ان کی تربیت کی، ان کو کام پر لگا دیا، پھر دوبارہ کل آٹھ یا دس یا بیس نوجوان، جتنی بھی توفیق خدا بڑھاتا چلا جائے، اس کے مطابق ان کو لیا، ان کی طرف توجہ کی، چند مہینے ان کے ساتھ محنت کی، پیار اور محبت کے ساتھ ان کو طریقے سمجھائے اور جب وہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہو جائیں گے، پھر وہ اپنا کام خود سنبھال لیں گے۔ اس طرح ہر وقت پیش نظر پہلے سے بڑھتی ہوئی تعداد رہنی چاہئے۔ مسلسل ذہن میں یہ بات حاوی رہنی چاہئے کہ میری جماعت میں دعوت الی اللہ کرنے والے پہلے سے بڑھے ہیں کہ نہیں بڑھے؟ کیا میں پہلوں پر ہی راضی ہوں یا میں جان کر عمداً کوشش کر رہا ہوں کہ پہلے سے تعداد بڑھتی چلی جائے۔

پھر اس کے علاوہ یہ امر بھی دیکھنے والا ہے کہ جن لوگوں کو تبلیغ کی جاتی ہے، ان میں کتنے طبقات ہیں؟ اور کیا ہر طبقے کی طرف ہم متوجہ ہیں کہ نہیں؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ بعض اچھی اچھی زمینیں ہیں، جو

ہمارے ملک میں موجود ہیں، ہم ان کی طرف توجہ ہی نہیں کر رہے۔ جہاں اتفاق سے ایک طرف رخ ہو گیا، بس اسی طرف رخ چل رہا ہے۔ حالانکہ خدا تعالیٰ نے مختلف ممالک میں مختلف قسم کے لوگ پیدا کئے ہیں۔ کچھ باہر سے بھیجے ہیں۔ اور ہر طبقے کے اپنے اپنے حالات ہیں۔ ہر طبقہ مزاج کے لحاظ سے یکساں مذہبی نہیں۔ ہر طبقہ اپنی نفسیاتی کیفیت کے لحاظ سے یکساں طور پر ایک نئی دعوت کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ مختلف طریق درکار ہیں، مختلف قسم کے اسلوب چاہئیں، تبلیغ میں۔ چنانچہ آپ جب بھی کسی نئے طبقے کی طرف توجہ کریں گے، دوبارہ از سر نو مبلغ کو یا امیر کو جو بھی عہدیدار ہے، اس طبقے کو ملحوظ رکھ کر نئی محنت کرنی پڑے گی۔ جائزہ لینا پڑے گا کہ جن لوگوں کو میں نے دعوت الی اللہ پر مقرر کیا ہے، وہ اس طبقے کو مخاطب ہونے کے لئے تیار ہیں کہ نہیں؟ اس کے لئے جائزہ لینا پڑے گا کہ لٹریچر موجود ہے کہ نہیں؟ کیسٹس موجود ہیں کہ نہیں؟ دیگر معلومات جو گفتگو کے دوران چاہئیں، وہ ان لوگوں کو معلوم ہیں کہ نہیں؟ جس قوم کی طرف، جس طبقۂ انسانیت کی طرف توجہ ہے، ان کے حالات کے متعلق یہ لوگ آگاہ ہیں کہ نہیں؟

یہاں زمیندار ہیں، ناروے میں۔ ان کے حالات اور ہیں، شہری لوگوں کے اور ہیں۔ ان کی مذہبی کیفیت اور ہے، شہری لوگوں کی مذہبی کیفیت اور ہے۔ پھر یہاں باہر سے آ کر بسنے والے ہیں۔ ان میں عرب ہیں، ان میں سے افریقین ہیں، ان میں ویت نامیز ہیں۔ ایک بہت بڑا طبقہ ویت نام کا آج کل شمالی علاقوں کی طرف رخ کر رہا ہے۔ اسی طرح بعض دیگر مہاجرین ہیں مختلف ممالک کے، سیلون کے مہاجرین ہیں، بعض اور ممالک کے مہاجرین ہیں، ان لوگوں کی طرف توجہ کرنا ہے۔ پھر قیدی ہیں۔ کئی جرموں کے نتیجے میں، کئی بغیر جرم کے قید ہو جاتے ہیں۔ کئی جرم کر کے قید ہوتے ہیں لیکن قید کے دوران ان کے اندر اصلاح کی طرف توجہ پیدا ہو جاتی ہے۔ اس وقت ان کے پاس وقت ہوتا ہے، اس وقت وہ خاص مزاج رکھتے ہیں، نیک باتوں کو سننے اور ان پر عمل کرنے کا۔ پھر بیمار لوگ ہیں، ہاسپٹل (Hospital) میں، غریب لوگ ہیں، جن کا یا رشتہ داروں کی کمی کی وجہ سے یا بوڑھا ہونے کی وجہ سے کوئی پوچھنے والا نہیں۔ کئی مسافر ایکسیڈنٹس کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ہر طرف ایسے طبقے پھیلے پڑے ہیں، جن کو زندگی دینے کا کام آپ کے سپرد ہے۔ اور ہر طبقے کو ملحوظ رکھ کر اس کام کو آگے بڑھانا ہوگا۔

جب اتنے طبقے سامنے آ جائیں اور ایک مربی پیش نظر رکھے کہ ہاں ان سب کو مخاطب کرنا، میرا کام ہے تو لازماً اس کے اندر Panic پیدا ہوگی، اس کے اندر خوف و ہراس پیدا ہوگا کہ میرے پاس چار تو گنتی کے آدمی ہیں، جو تبلیغ کر رہے ہیں۔ چار یا پانچ ہی تو ہیں، جو اپنی رپورٹیں لا کر مجھے دیتے رہتے ہیں، ان کو میں

سب جگہ کیسے استعمال کر سکتا ہوں؟ اس لئے اگر وہ اپنی زمینوں کی فکر کرے گا تو اس کے لئے لازماً اور مزدور حاصل کرنے کی کوشش کرنی ہوگی۔ جس طرح زمین کا کام بڑھتا ہے تو مزدوروں کی تلاش بڑھ جاتی ہے، زمیندار کو۔ اس طرح راہ مولیٰ کے مزدور اس کو تلاش کرنے پڑیں گے۔ کیونکہ خدا کی زمینیں بڑھ گئی ہیں۔

پس ایک کام کی طرف عدم توجہ، دوسرے کام کی طرف سے عدم توجہ پر مبذول ہو جاتی ہے۔ ایک کام کی طرف کما حقہ توجہ کریں تو دوسری توجہ خود بخود بیدار ہوتی ہے۔ اسی طرح کام ایک دوسرے کو سہارا دے کر آگے بڑھتے ہیں۔ اس لئے سب سے اہم ذمہ داری کسی ملک کے امیر کی ہے، اس ملک کے مربی کی ہے اور اس ملک کی مجلس عاملہ کی من حیث المجموع ذمہ داری ہے اور متعلقہ عہدیداران کی ہے۔ اسی طرح خدام ہیں، انصار ہیں۔ اگر سارے اپنی ذمہ داریوں کو پیش نظر رکھ کر حکمت کے ساتھ مسلسل آگے بڑھیں گے اور جو نصیحت کی جاتی ہے، اس کو معمولی سمجھ کے نظر انداز نہیں کریں گے تو دیکھتے دیکھتے جماعتوں کی کایا پلٹ جائے گی۔ بعض دفعہ سنتے ہیں، کہتے ہیں: ہاں، خلیفہ وقت نے کہہ دیا ہے، ٹھیک ہے، تھوڑی دیر کے بعد یہ بھی بھول جائے گا، ہم بھی بھول جائیں گے۔ میں تو انشاء اللہ نہیں بھولوں گا کیونکہ مجھے خدا یاد کرا دیتا ہے۔ آپ بھولیں گے تو جرم کریں گے۔ میری تو دن رات کی یہ تمنا ہے، دن رات کی دل میں ایک آگ لگی ہوئی ہے، میں کیسے بھول سکتا ہوں۔ اس لئے اللہ مجھے یاد کراتا رہے گا اور میں یاد رکھوں گا اور یاد آپ کو بھی کراتا رہوں گا۔ لیکن اگر آپ نے غفلت کی وجہ سے اس بات کو بھلایا تو یاد رکھیں، آپ خدا کے سامنے جوابدہ ہوں گے۔ نہ بھولیں، نہ بھولنے دیں۔

آج جماعت کی سب سے بڑی، سب سے اہم ذمہ داری خدا کا پیغام دوسروں تک پہنچانا ہے۔ اور اس میں ہم پہلے ہی پیچھے رہ گئے ہیں۔ کون سا وقت رہ گیا ہے، ضائع کرنے کا؟ ہر شخص کو تربیت دیں پیار اور محبت سے سمجھا کر آگے بڑھائیں۔ اور جو ایک دفعہ اس میدان کا سوار بن جائے گا، وہ پھر آپ کو دوبارہ اس کی طرف متوجہ ہونے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ یہ کام ہی ایسا ہے۔ دنیا والے، جس طرح نشہ کرتے ہیں تو نشہ ان کو سنبھال لیتا ہے۔ اسی طرح تبلیغ کا ایسا کام ہے کہ جو نشے سے بڑھ کر طاقت رکھتا ہے اور تبلیغ کرنے والے کو سنبھال لیتا ہے۔ داعی الی اللہ پھر داعی الی اللہ ہی بنا رہتا ہے۔ اس کو کسی اور کام میں دلچسپی ہی نہیں رہتی۔ بعض داعی الی اللہ تو اپنے گھر کے حالات بھول جاتے ہیں، اپنے خاندانوں کو بھول جاتے ہیں، دن رات ایک کام کی لگن ہو جاتی ہے۔

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں جب احمدیت تیزی سے پھیلی ہے، تو یہ وجہ تھی، ایسے ایسے صحابہ تھے، جن کو اپنے تن بدن کی، کسی اور چیز کی ہوش ہی نہیں رہتی تھی۔ دعوت الی اللہ میں

مصروف ہوتے تھے تو ہر دوسری چیز بھول جایا کرتے تھے۔ چنانچہ مغل صاحب، عبدالعزیز صاحب مغل لاہور کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک صحابی تھے، ان کے واقعات آتے ہیں کہ بعض دفعہ یہ ہوتا تھا کہ صبح گھر سے سبزی لینے گئے ہیں اور رات بارہ بجے واپس آئے ہیں۔ پتا لگا کہ گاؤں جا کے سبزی لینی شروع کی تو وہیں تبلیغ شروع کر دی، کچھ دکاندار تھے، کچھ آنے والے اکٹھے ہو گئے، ایک اڈا بن گیا اور نہ کھانے کی ہوش، نہ کسی گھر کا خیال۔ گھر والے بیٹھے انتظار کر رہے ہیں کہ سبزی لے کر آئے تو کچھ پکے اور یہ بارہ بجے رات کے تھک کے واپس آرہے ہیں۔ اور پھر بڑے مزے کے ساتھ، بڑے سرور کے ساتھ گھر والوں کو واقعات سناتے کہ آج یہ باتیں ہوئیں، یہ باتیں ہوئیں اور یہ باتیں ہوئیں۔ بڑی تبلیغ کا ان کو موقع ملا۔ کئی خدا کے فضل سے احمدی ہیں، کئی احمدی خاندان ہیں، جو ان کے مرہون منت ہیں اور ہمیشہ رہیں گے۔ قیامت تک ان میں جو نسلیں پیدا ہوں گی، وہ ان کا خیال کر کے، ان کا نام لے کر، ان کو سلام بھیجیں یا نہ بھیجیں، خدا کے فرشتے ان کی طرف سے ان کو سلام بھیجتے رہیں گے۔

پس ایسے ایسے عظیم لوگ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں پیدا ہوئے۔ انہی کی نسلیں ہیں، آج اکثر جن کو ہم احمدیت کی شکل میں دیکھ رہے ہیں۔ کچھ نئے آنے والے بھی ہیں لیکن تربیت تو بہرحال انہی کی ہے۔ ان یادوں کو زندہ کرنا ہوگا، ان رسموں کو زندہ کرنا ہوگا، وہ رواج دوبارہ اپنی زندگی کے رواج بنانے ہوں گے۔ وہ زندہ رہنے کا فیشن ہے، جسے ہمیں اختیار کرنا ہوگا۔ پھر ہم زندہ قوم بن سکتے ہیں۔

اس لئے جو باتیں دوسرے ملکوں میں درست ہیں، وہ ناروے میں بھی درست ہیں۔ آپ جماعت سے باہر کوئی الگ جماعت نہیں ہیں۔ آپ کو بھی دعوت الی اللہ کے پروگرام کو اسی طرح ہر سمت میں، ہر جہت میں بڑھانا پڑے گا۔ تعلیم اور تربیت کا کام، جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے، علمی پہلو سے بڑھ کر محبت اور پیار کے تعلق کے قیام کے ذریعے ہوتا ہے۔ جس طرح مرغی اپنے پروں کے نیچے لیتی ہے بچوں کو اور وہی اس کی تربیت ہے، جماعت کو اپنے پروں کے نیچے لینے کی عادت ڈالنی پڑے گی عہدیداروں کو۔ اور پروں کے نیچے لے کر پروں میں سمیٹنے کی صرف نہیں، طاقت دے کر پھر آگے چھوڑنے کی، پھر اڑنے کی مشق کرانے کی، پھر آزاد زندگی گزارنے کی۔ یہ ہے وہ تربیت، جو دعوت الی اللہ کی تیاری کے لئے ضروری ہے۔ جس کا راز ہمیں فصرھن الیک نے بتادیا کہ اے ابراہیم! میں تیرے لئے ضرور قوموں کو زندہ کروں گا۔ زندہ میں ہی کرتا ہوں لیکن تجھے وہ کرنا ہوگا، جو میں تجھے بتاتا ہوں۔ محبت اور پیار سے پرندوں کو پکڑ اور اپنے ساتھ لگا لے، اپنی محبت ان کے دل میں پیدا کر اور پھر ان کی تربیت کر پھر دیکھ کس طرح وہ تیری آواز کے تابع وہ سارے کرشمے کر کے دکھائیں گے، جو تو ان سے توقع رکھے گا۔

اس سلسلے میں جہاں تک علمی پروگرام کا تعلق ہے، ہم اس کے مکمل ہونے کا انتظار نہیں کر سکتے۔ ایک مربی کو جامعہ میں تربیت دینے کے لئے سات سال لگ جاتے ہیں۔ اور جب وہ نکلتا ہے تو ابھی کچا ہوتا ہے۔ مختلف میدانوں میں جب اس سے مقابلہ کروایا جاتا ہے تو اس وقت محسوس ہوتا ہے کہ سات سال کی تعلیم کے باوجود، بعض دفعہ بڑے نمایاں نمبر حاصل کرنے کے باوجود عملی میدان میں جب پڑتا ہے تو کئی قسم کی دقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ وقت پر بات بھول جاتی ہے، گفتگو کا سلیقہ یاد نہیں رہتا، دلیل یاد بھی تھی تو اس وقت الٹی پلٹی دلیل شروع ہو جاتی ہے۔ جو طریقے اور داؤ کے مطابق نہیں ہوتی۔ علم ہے مگر استعمال درست نہیں لیتا۔ کہیں نئے اعتراض آتے ہیں تو آدمی حیران اوسان ہو جاتا ہے کہ اوہو! اس کا جواب تو میں نے کتاب میں پڑھا کوئی نہیں تھا۔ تو عملاً جو تبلیغ ہے، وہ علمی تبلیغ سے کچھ مختلف ہو جایا کرتی ہے۔ اور محض علمی تیاری بھی اگر آپ کی کرائی جائے تو میں نے بتایا ہے، Whole Time سات سال کا کورس کرنا پڑے گا۔ اب کہاں جماعت اتنی توفیق رکھتی ہے، کہاں اتنا صبر ہے ہمیں کہ ہر شخص کے لئے سات سات سال کے کورس کریں اور پھر توقع رکھیں کہ وہ تبلیغ کرے۔ لیکن عملاً تجربہ میں اگر فوراً داخل ہو جائیں اور توکل رکھیں اللہ تعالیٰ پر اور دعا کریں تو اتنے لمبے علم کی ضرورت نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ خود مربی بن جاتا ہے، خدا تعالیٰ خود معلم ہو جاتا ہے۔ ایک داعی الی اللہ اگر خالصۃً للہ، اللہ کی محبت میں کام شروع کرتا ہے، اس پر توکل کر کے کام شروع کرتا ہے تو بسا اوقات خدا اس کی ایسی ایسی حیرت انگیز راہنمائی فرماتا ہے کہ اسے پتا ہی نہیں ہوتا کہ کس طرح اس کو یہ دلیل ذہن میں آئی اور کس طرح خدا تعالیٰ نے اس کو عظیم الشان غلبہ عطا کیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں جہلاء کو بھی اللہ تعالیٰ بڑے بڑے علماء پر غلبہ عطا کر دیا کرتا تھا۔ اس لئے کہ وہ نیک اور مخلص اور متقی لوگ تھے۔ اپنے علم پر توکل کرنے والے نہیں تھے بلکہ خدا تعالیٰ کے سہارے اس کے فضل پر توکل کرنے والے تھے۔ اور سارے علموں کا سرچشمہ خدا ہے۔ وہی گر سکھاتا ہے کہ کیسے تم غالب آؤ۔ حضرت موسیٰ جب فرعون سے گفتگو کر رہے تھے تو قرآن کریم سے پتا چلتا ہے کہ بار بار آپ کی توجہ خدا کی طرف مبذول ہوتی تھی۔ اللہ تعالیٰ ہی ان کو جوابات سکھاتا چلا جا رہا تھا کہ یہ جواب دو، یہ جواب دو، یہ جواب دو۔ اس لئے وہی خدا ہے ہمارا۔ وہ آپ کی بھی اسی طرح پرورش کرے گا، آپ کی بھی اسی طرح سرپرستی کرے گا۔ اس لئے علم کی کمی کو عذر نہ رکھیں، علم کی کمی کا بہانہ لے کر میدان سے نہ بھاگیں۔ جو کچھ آپ کے پاس ہے، وہ خدا کے سپرد کر دیں۔ پھر دیکھیں خدا اپنا حصہ کتنا ڈالتا ہے۔ یہ بات میں وسیع تجربے کے بعد کہہ رہا ہوں۔ جو احمدی بھی لاعلمی کے باوجود تبلیغ کے

میدان میں کودتے ہیں، ہر قسم کے دشمن سے واسطے کے باوجود کبھی بھی خفت محسوس نہیں کرتے، کبھی خدا ان کو ذلیل نہیں ہونے دیتا۔

پھر آج کل کے زمانے میں تو بہت سے ایسے نئے ذرائع ایجاد ہو گئے ہیں، جس سے تبلیغ کی اہلیت کی کمی یا زبانیں نہ جاننے کا نقص بڑی آسانی سے دور ہو جاتا ہے۔ کیسٹس ہیں، ان میں عربی کے سوال جواب کے پروگرام بھی درج ہیں۔ عربی کے لیکچر بھی درج ہیں، مختلف مسائل کے اوپر۔ ٹرکش زبان میں کیسٹس ہیں اور دنیا کی افریقین اور دیگر ایشیائی زبانوں اور بعض مغربی زبانوں مثلاً انگریزی، فرنچ، جرمن ان سب میں ہمارے پاس کیسٹس موجود ہیں۔ وڈیوز بھی ہیں، آڈیوز بھی ہیں۔ لیکن اکثر مجھے یہ دیکھ کر تعجب ہوا کہ مبلغین نے یا جو ملکی عہدیداران تھے، انہوں نے جماعت میں ان باتوں کی تشہیر نہیں کی ہوئی۔ بار بار یاد نہیں کرایا کہ ہمارے پاس یہ سب کچھ موجود ہے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بعض دفعہ ایک احمدی کا کسی ٹرک (Turk) سے واسطہ پڑتا ہے یا کسی ویت نامی سے یا کسی اور سپینش سے مثلاً واسطہ پڑتا ہے تو مجھے خط لکھتا ہے کہ میں کیا کروں؟ میرے پاس کیسٹس نہیں ہیں، میرے پاس لٹریچر نہیں ہے۔ اب میرے ساتھ اور کئی آدمیوں کا وقت اس بات میں استعمال ہوتا ہے، میں ضائع تو نہیں کہہ سکتا، یہ تو اچھی جگہ استعمال ہوتا ہے۔ لیکن اس کے بغیر بھی اس کا کام چل سکتا تھا اور ہمارا وقت بچ سکتا تھا۔ اگر مربی نے پہلے سے بتایا ہوا ہوتا کہ یہ کیسٹس تو مرکز ہمیں مدت ہوئی بھیج چکا ہے اور اگر مرکز نے نہیں بھیجی تھی تو مربی کا کام تھا، مجھے لکھتا اور بتاتا کہ اس مضمون پر مجھ سے مطالبہ کیا گیا، میں نے جائزہ لیا، ہمارے پاس کوئی ایسی کیسٹ نہیں۔ حالانکہ مرکز میں یہ انتظام ہے اور سارے ملکوں کو ہدایت ہے کہ اپنی زبان میں جو کیسٹس وہ تیار کرتے ہیں، وہ دوسرے ملکوں کو بھجوائیں تاکہ دنیا کے ہر ملک میں ہر زبان کی لائبریری قائم ہو جائے۔ لیکن وہ ہو سکتا ہے، اس لئے شکایت نہ کرتے ہوں کہ خود جو کیسٹس بناتے ہیں، وہ آگے نہیں بھجواتے۔ اگر یہ احساس ہو کہ جو ہم نے کام تیار کیا ہے، اس سے ساری دنیا استفادہ کرے تو پھر دنیا سے استفادہ کرنے کا حق بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ پھر اگر کوئی نہ ان کو فائدہ پہنچا رہا ہو تو خیال پیدا ہوتا ہے کہ ہم تو بھجوا رہے ہیں، باہر سے کوئی کیسٹ ہمیں نہیں ملتی۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ آنکھیں بند ہو جاتی ہیں، اس طرف سے۔ خواہ مخواہ کیوں اتنا بوجھ اٹھایا جائے کہ پھر اور مصیبت بنی رہے۔ ہر طرف سے پھر مطالبے ہوں گے، پھر کیسٹ کو Duplicate کروانا ہوگا، پھر آگے تقسیم کرانا ہوگا۔ تو کسی ملک میں کوئی کمزوری نظر آ رہی ہے، کسی میں کوئی کمزوری نظر آ رہی ہے۔ اور جماعت کو پوری طرح آگاہ نہیں رکھا جا رہا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کیا کیا ہتھیار مہیا فرما دیئے ہیں۔ جہاں استفادہ

ہوتا ہے اور جرمنی میں بہت حد تک ہوتا ہے، وہاں بھی جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے، زیادہ سے زیادہ دس فیصد داعی الی اللہ بنے ہوں گے، اس سے زیادہ نہیں۔ مگر جو کرتے ہیں، وہ ایسے ایسے لوگ ہیں، جن کو جرمن زبان یا ٹرکش زبان تو کیا اردو بھی نہیں ٹھیک آتی۔ ایک خط میں اردو کے ساتھ دس پندرہ پنجابی کے لفظ ملا کے لکھتے ہیں۔ اور حال یہ ہے کہ اللہ ان کو پھل عطا فرما رہا ہے۔ ان کی تبلیغ کو پھل لگ رہے ہیں۔ بعض ایسے آدمی، جن کو کسی چیز کا بھی زیادہ علم نہیں، عربوں کو تبلیغ کر کے، ان کو کامیابی کے ساتھ تبلیغ کر کے ان کو احمدی بنا چکے ہیں۔ بعض ٹرکس (Turks) کو احمدی بنا چکے ہیں۔

ابھی جب میں جرمنی میں ایک دن کے لئے ٹھہرا تھا، ہمبرگ میں، وہاں اسی طرح ایک احمدی دوست تھے۔ حالانکہ ان کو ٹرکی زبان نہیں آتی، ایک ٹرک (Turk) کو لے کر آئے ہوئے تھے، جو اپنی مسجد کا عالم تھا اور بڑا با اثر انسان تھا، اس کو لے کر آئے۔ اور پتا یہی چلا کہ وہ ٹرکی زبان کی کیسٹس کے ذریعے کچھ اشاروں سے کچھ اپنے محبت کے اظہار کے ذریعے اس سے تعلق قائم کر چکے تھے۔ اور وہ آیا اور اس نے ملاقات کے دوران بار بار یہ اظہار کیا کہ اب میں باہر نہیں رہوں گا، میں بیعت کر کے سلسلے میں داخل ہوں گا اور نہایت ہی محبت سے اس کا چہرہ جو تھا تمتما رہا تھا۔ تو ایک عام آدمی، جس کو ایک زبان ہی نہیں آتی، اس کو زیادہ دینی علم بھی نہیں ہے، اس کو خدا تعالیٰ نے یہ توفیق عطا فرما دی۔ اس لئے کہ اس کا جذبہ خلوص سچا تھا، اس لئے کہ اس کے دل کی بے قرار تمنا تھی، اس لئے کہ وہ دعا کرتا تھا اور پھر ایک خوبی جو ہر داعی الی اللہ میں ہونی ضروری ہے، وہ اس میں موجود تھی کہ زبان کا میٹھا تھا۔

علم سارا بیکار ہو جاتا ہے، اگر ایک انسان مشتعل مزاج ہو۔ اگر مغلوب الغضب ہو تو دنیا کے کسی کام کا بھی نہیں رہتا۔ خصوصاً اس وقت، جب غیر سے مقابلہ ہو۔ اس وقت تو بہت ہی زیادہ تحمل ہونا چاہئے۔ اپنے جذبات پر کنٹرول اور حوصلے سے اس کی دشمنی کی بات کو سننا اور پھر محبت اور پیار سے اس کو سمجھانا اور جواب دینا، یہ وہ ایسا ایک سلیقہ ہے تبلیغ کا، جو اگر کسی کو آجائے تو بہت بڑے بڑے عالموں پر حاوی ہو سکتا ہے۔ تبلیغ میں دماغ سے زیادہ دل جیتنے ہوتے ہیں، اس نقطے کو یاد رکھنا چاہئے۔ جب دل جیت لئے تو تین چوتھائی کام وہیں ختم ہو گیا۔ پھر دماغ جیتنا کوئی مشکل نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے ایسا عظیم اور ایسا غالب کلام عطا کیا ہے کہ وہ علم کلام بڑوں بڑوں پر غالب آ جاتا ہے۔ صرف دشمنی کا جذبہ یا نفرت اس کے درمیان میں حائل ہوتی ہے۔ آپ اگر کسی سے محبت اور پیار سے اس کا دل جیت لیں تو جو باتیں اس کے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلام کے درمیان حائل تھیں، وہ دیوار جو بیچ میں کھڑی تھی، وہ ختم ہو جاتی ہے۔

پس اپنی زبان کو سلیقہ دیں، اپنے دل کو سلیقہ دیں، دل میں مٹھاس پیدا کریں اور زبان سے جو بات نکلے، وہ دل کی مٹھاس ہو۔ اپنے اندر عجز اور انکسار پیدا کریں تو پھر دیکھیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کی دعوت الی اللہ کو کتنی عظیم الشان برکت ملتی ہے۔ دیکھتے دیکھتے دل فتح ہونے شروع ہو جائیں گے اور سب سے آخر پر لیکن سب سے اہم یہ کہ دعا کی طرف میں پھر متوجہ کرتا ہوں۔

دعوت الی اللہ کی ہر منزل پر دعا کی عادت ڈالیں۔ تبلیغ کے دوران دعا کریں، گھر جا کر دعا کریں، اپنے بچوں کو کہیں کہ دعا کرو۔ اگر آپ اس سنجیدگی کے ساتھ دعوت الی اللہ کی طرف توجہ کریں گے اور اپنا دل بیچ میں ڈال دیں گے، اپنی معصوم اولاد کو بھی ساتھ شامل کریں گے اور جذبے کے ساتھ ان کو کہیں گے کہ خدا کے لئے میری مدد کرو۔ میرا دل چاہتا ہے مگر میں مجبور اور بے اختیار ہوں، میرا بس نہیں چل رہا۔ پھر دیکھیں کہ خدا ان معصوم بچوں کی دعائیں آپ کے ساتھ شامل کرے گا۔ کتنی عظیم الشان طاقت پیدا ہو جائے گی، آپ کے الفاظ میں۔ آپ قوموں کو فتح کرنے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ لیکن قوموں کو محبت اور پیار کے غالب جذبے اور دعاؤں کے ذریعے آپ نے فتح کرنا ہے۔ یہ سلیقے سیکھنے ہیں اور یہ سلیقے اپنی اولاد کو سکھائیں۔ دیکھتے دیکھتے جماعت کی کایا پلٹ جائے گی، نئی زندگی پیدا ہوگی، نئی روحانیت آپ کو عطا ہوگی۔ پھر یہ شکایتیں نہیں ہوں گی کہ فلاں احمدی باہر سے آیا تھا، اس نے فلاں گندگی شروع کر دی، فلاں باتیں اس نے اختیار کر لیں، جماعت کی بدنامی کا موجب بنا۔

ایسی جماعت جو پھیل رہی ہو چاروں طرف، جہاں نئے نئے لوگ داخل ہو رہے ہوں، وہاں تو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ایسا روحانی ماحول پیدا ہو جاتا ہے کہ تربیت کی ضرورت ہی کوئی نہیں پڑتی، تربیت خدا خود کرنے لگ جاتا ہے۔ پس میں امید رکھتا ہوں کے ان باتوں کو آپ پلے باندھیں گے اور یہ نہیں ہوگا کہ میں اگلے سال آؤں تو پھر ویسی ہی حالت میں دیکھوں۔ بدلتی ہوئی حالتوں میں زندہ قومیں چلا کرتی ہیں، ایک حال پر نہیں کھڑی رہا کرتیں۔ اس لئے آپ کو ہمیشہ ہر لحاظ سے آگے سے ترقی کرنی چاہئے۔ اور میں جانتا ہوں کے ایک سال میں ناممکن ہے سوائے اس کے کہ اللہ معجزہ دکھائے، ناممکن ہے کہ نوے فیصد آدمی، جو داعی الی اللہ نہیں، وہ داعی الی اللہ بن جائیں۔ لیکن یہ ضرور ممکن ہے کہ داعیین الی اللہ کی تعداد دگنی ہو جائے۔ اگر دس تھے تو بیس ہو جائیں، اگر بیس تھے تو چالیس ہو جائیں۔ پس اپنی توفیق کے مطابق کام کریں۔ آپ کی توفیق سے بڑھ کر میں آپ پر بوجھ نہیں ڈالتا۔ کیونکہ خدا بھی نہیں بوجھ ڈالتا۔ لیکن اگر آپ اپنی توفیق کے مطابق کام کریں تو خدا نے آپ کو بہت بڑے بڑے بوجھ اٹھانے کے قابل

بنایا ہے۔ اگر خدا نے آپ کو بڑے بوجھ اٹھانے کے قابل نہ بنایا ہوتا تو ساری دنیا کا بوجھ ہرگز آپ کے کندھوں پر نہ ڈالتا۔ اپنی عظمت کو سمجھیں، اپنی خوابیدہ قابلیتوں کو سمجھیں، آپ میں وہ طاقتیں موجود ہیں، جنہوں نے دنیا کی تقدیر بدلنی ہے۔ یہ احساس خود اعتمادی پیدا کریں۔ پھر جب دعا کے ذریعے اور توکل کے ذریعے آپ کام کریں گے تو انشاء اللہ عظیم الشان کام آپ دنیا میں کر کے دکھائیں گے۔ اللہ اس کی توفیق عطا فرمائے، آمین"۔

(مطبوعہ خطبات طاہر جلد 06 صفحہ 561 تا 574)

# جماعت احمدیہ کا ہر فرد تبلیغ واشاعت دین کو اپنی زندگی کا مقصد ونصب العین بنائے

## حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کا خصوصی پیغام

"اسلام چونکہ ایک تبلیغی مذہب ہے، اس لئے ہر مسلمان کا یہ فرض اولیں ہے کہ وہ حتی الامکان تبلیغ واشاعت دین میں کوشاں ہو۔ اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کے قیام کا بنیادی مقصد ہی یہ بیان فرمایا ہے کہ

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

(آل عمران:111)

یعنی تم وہ خیر امت ہو، جو نوع انسان کی ہمدردی اور خیر خواہی کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ تمہیں چاہیے کہ ہر آن لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے رہو اور بدی سے منع کرتے رہو۔ تاریخ شاہد ہے کہ جب تک مسلمانوں میں اپنے اس فرض منصبی کا احساس رہا، فتح وکامیابی ان کے قدم چومتی رہی۔ مگر جیسے ہی تبلیغ و اشاعت دین کا یہ جذبہ اور تڑپ مفقود ہونا شروع ہوئی ناکامی ونامرادی ان کا مقدر بنتی چلی گئی۔ تا آنکہ اسلام کا سرسبز وشاداب چمن اپنی تمام رونق کھو بیٹھا۔ امت مسلمہ کے خزاں دیدہ چمن پر سینکڑوں سال کا طویل زمانہ گزرنے کے بعد آج ہم پھر اس مبارک ومسعود دور میں داخل ہو چکے ہیں، جو فرمان الٰہی

لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ

(الفتح:39)

کے مطابق اسلام کی نشأۃ ثانیہ کا دور ہے۔ فی زمانناحضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت مبارکہ کا مقصد بھی یہی ہے کہ دین اسلام کو اس دائمی اور عالمگیر روحانی غلبہ سے ہمکنار کیا جائے، جس کی الٰہی نوشتوں میں پہلے سے بشارت دی جا چکی ہے۔ غلبہ اسلام کی ان موعودہ ساعتوں کو قریب سے قریب تر کرنے کے لئے ضروری ہے کہ جماعت احمدیہ کا ہر فرد تبلیغ واشاعت دین کو اپنی زندگی کا مقصد ونصب العین بنائے۔ خصوصاً آج کے مخدوش اور نامساعد حالات میں جبکہ علماء سوء اپنے اس فرض منصبی کو یکسر فراموش کر کے غیروں کو حلقہ بگوش اسلام کرنے کی بجائے اپنوں ہی کو دائرہ اسلام سے خارج کرنے کے درپے ہیں، ہماری یہ ذمہ داری پہلے سے دوچند ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی بیش از بیش توفیق عطا فرمائے۔ آمین"۔

(مطبوعہ ہفت روزہ النصر 04 ستمبر 1987ء)

# جماعت احمدیہ کے خلاف مخالفانہ کوششیں اور جماعت احمدیہ کا ردعمل

## خطبہ جمعہ فرمودہ 18 ستمبر 1987ء

"..... چنانچہ جماعت احمدیہ کو سب سے پہلے اور سب سے اہم دعا کی طرف متوجہ کرتا ہوں۔ یہ ابتلاء بڑھ رہے ہیں اور پھیل رہے ہیں اور اس کے پیچھے بڑی بڑی حکومتوں کی سازشیں ہیں، جن کی اطلاعیں جماعت کو مل رہی ہیں۔ اور جو جماعت مقابل پہ کوشش کر سکتی ہے، کر رہی ہے۔ لیکن یہ مسائل دعا کے بغیر حل نہیں ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کا غیر معمولی فضل آپ مانگیں گے تو وہ نازل ہوگا۔ کچھ فضل بن مانگے نازل ہوا کرتے ہیں، رحمان کے۔ لیکن کچھ ایسے ہیں، جن کا رحیمیت سے تعلق ہے۔ اور ابتلاء کے دور کا رحیمیت سے گہرا تعلق ہے۔ اس کی تفصیل میں اس وقت جانے کا وقت نہیں ہے۔ کیونکہ ایک تفصیلی مضمون ہے۔ لیکن اتنا میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ابتلاء کے ادوار کا رحیمیت سے گہرا تعلق ہوا کرتا ہے۔ اور رحیمیت کے لئے آپ کو مانگنا پڑے گا۔ بن مانگے نہیں ملے گا۔ اپنے نیک اعمال کے ذریعے مانگنا ہوگا۔ اپنی زبان کے ذریعے، اپنے دل کے ذریعے، جو کچھ بھی آپ کے بس میں ہے، جس رنگ کی عاجزی کی دعا آپ کر سکتے ہیں، ویسی دعا کریں۔ اور پھر دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کس طرح ان خطرناک راستوں سے بڑی کامیابی کے ساتھ اور اطمینان کے ساتھ آگے گزارتا ہے۔

دوسری بات، جو عمومی طور پر جماعت کر سکتی ہے، وہ یہ ہے کہ جہاں جس قسم کی مخالفانہ کوشش ہو، اس کے جواب میں ساری جماعت دنیا میں ہر جگہ اپنے معیار کو بڑھا دے۔ اور پہلے سے زیادہ نیکیاں اختیار کرے۔ اگر مساجد توڑی جا رہی ہیں، مساجد برباد کی جا رہی ہیں تو مساجد بڑھنی چاہئیں۔ اگر غرباء کے گھر برباد کئے جا رہے ہیں تو غرباء کے گھروں کی طرف توجہ کرنی چاہئے۔ یعنی جس رنگ میں بھی دشمن ظلم کرتا ہے، اس کی جوابی کارروائی براہ راست ساری دنیا میں جماعت کر سکتی ہے۔ اور وہ نیکیوں کے ذریعے ہے۔ اسی قسم کی نیکیوں کے ذریعے جن کا ابتلاء کے ساتھ ایک قدرتی تعلق ہے"۔

"..... اس لئے ہمیں اس کے ردعمل کے طور پر دو طرح سے ساری دنیا میں اپنی بعض نیکیوں کو خصوصیت سے آگے بڑھانا چاہئے۔ مسجد سے تعلق کو بڑھانا چاہئے۔ جہاں جہاں مساجد ہیں، جیسا کہ میں نے پہلے بھی نصیحت کی تھی، ان کی زینت کی طرف توجہ کرنی چاہئے، ان کی صفائی کی طرف توجہ کرنی

چاہئے۔ جہاں جہاں مساجد نہیں ہیں اور جماعتیں ہیں، خواہ چھوٹی ہی ہوں، وہاں مساجد بنی چاہئیں۔ اور اللہ کے فضل کے ساتھ جو اطلاعیں مل رہی ہیں، گزشتہ چند مہینے میں خدا کے فضل سے جماعت کی مسجدوں کی طرف بڑی غیر معمولی توجہ ہوئی ہے، بن رہی ہیں۔ لیکن چونکہ مسجدوں پر خصوصیت سے حملہ ہے، اس لئے اور زیادہ تیزی کے ساتھ ہمیں بنانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اگر بڑی مسجد نہیں بنا سکتے تو جھونپڑی والی مسجد بنالیں۔ لیکن مسجدوں کی تعداد میں غیر معمولی اضافہ کرنے کی ضرورت ہے۔ غرباء کے گھر لوٹے جارہے ہیں تو غرباء کی طرف توجہ کریں۔ جہاں جہاں جماعتیں ہیں، وہ اپنے غرباء کا خیال رکھیں، ان کی مصیبتیں دور کرنے کی کوشش کریں۔ جن کے پاس ذریعہ معاش نہیں ہے، ان کو ذریعہ معاش مہیا کرنے کی کوشش کی جائے۔ جن کے پاس گھر نہیں ہیں، ان کے گھر بنا کے دیئے جائیں"۔

"..... یہ جو واقعات ہیں، بظاہر ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہزاروں میل کے فاصلے پر ایک واقعہ چھوٹا سا ہو رہا ہے۔ لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کے خدا کی تقدیر میں ان کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ جس قسم کا حملہ ہو، اس کی جوابی اصلاحی کاروائی کرنا اور نیکی میں اسی میدان میں آگے قدم بڑھانا، یہ قرآن کریم کا حکم ہے۔ اس لئے اگر آپ ایسا کریں گے تو خدا کی تقدیر ایسی کمزور جگہوں سے بھی آپ کی مسجدوں کی حفاظت کرے گی، جہاں آپ کی طاقت پہنچ نہیں سکتی۔ جہاں آپ کی طاقت ہے، وہاں مسجدوں کے ساتھ اپنی محبت کا اظہار کریں۔ جہاں آپ کی طاقت نہیں ہے، وہاں خدا آپ کی محبت کو پہنچائے گا۔ اور آپ کی محبت پر کرم اور رحم کی نظر کرتے ہوئے ان کمزور جگہوں سے بھی آپ کی مسجدوں کی حفاظت کرے گا۔ اگر آپ ان غریب گھروں کو مسمار ہونے سے نہیں بچا سکتے، جن تک پہنچنا آپ کی طاقت میں نہیں ہے۔ تو جن غریبوں تک پہنچنا آپ کی طاقت میں ہے، ان کے گھروں کے لئے کچھ کوشش کریں، کچھ جدوجہد کریں، کچھ ان کا انتظام کریں۔ اور پھر آپ دیکھیں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ کی تقدیر کمزور جگہوں سے بھی احمدی غرباء کے گھروں کی حفاظت فرمائے گی۔ یہ ایک بالکل قطعی بات ہے۔ اس میں کوئی افسانوی پہلو نہیں ہے۔ اتنی قطعی ہے، جس طرح آپ مجھے دیکھ رہے ہیں اس وقت، جو میرے سامنے بیٹھے ہیں یا میں آپ کو دیکھ رہا ہوں۔ لازماً ایسا ہوتا رہا ہے، ایسا ہی ہوگا آئندہ بھی، انشاء اللہ۔ اس لئے ان دو امور کی طرف میں خصوصیت سے آپ کو متوجہ کرتا ہوں۔

مسجدوں کے ضمن میں ایک ہالینڈ کی مسجد کا واقعہ گزرا تھا، جو میں نے آپ کو بتایا ہے۔ کیونکہ یہ سازش بین الاقوامی ہے، اس کے پیچھے بعض بڑی بڑی حکومتوں کا اور بڑی بڑی مالدار حکومتوں کا ہاتھ ہے، اس لئے یہ ہر جگہ پہنچیں گے، ہر جگہ شرارت کریں گے۔ جہاں بھی اس وقت اللہ تعالیٰ کے فضل سے شرارت

نہیں ہے، وہاں کی جماعت کو بیدار مغز بھی ہونا چاہئے۔ چنانچہ میں نے اسی وقت ساری دنیا کی جماعتوں کو ہدایت دی تھی کہ اپنے اپنے قیمتی مسودات کی بھی حفاظت کا انتظام کریں اور اپنی مساجد کی حفاظت کا پہلے سے بہتر انتظام کریں۔ یہ بھی اسی اسکیم کا ایک حصہ ہے۔ لیکن بہر حال جن مساجد کو نقصان پہنچا ہے، ان کی تعمیر نو میں بھی ہمیں جہاں تک کسی کو توفیق ہو حصہ لینا چاہئے۔

چنانچہ ہالینڈ کی مسجد کے لئے میں نے اعلان کیا تھا کہ جن دوستوں کو توفیق ہے، وہ اس سے پہلے سے بہت زیادہ شاندار بنانے کے لئے اگر خدا کی راہ میں کچھ خرچ کر سکتے ہیں تو کریں۔ اسی طرح بنگلہ دیش کی مساجد میں جب بھی خدا توفیق دے گا ہمیں ان کو نہ صرف یہ کہ دوبارہ بحال کرنا ہے بلکہ پہلے سے بہت زیادہ بڑھانا ہے۔ اور اگر کوئی معمولی چھپروں کی مسجد تھی، اسے پختہ بنا کے دینا ہے۔ چند نمازی نماز پڑھ سکتے تھے تو کئی گنا زیادہ نمازیوں کے لئے گنجائش پیدا کرنی ہے۔ کوئی ایک جگہ بھی دنیا میں ایسی نہیں، جہاں احمدی مسجد پہ حملہ ہوا ہو اور جواباً ہم نے اس سے زیادہ ترسیع مسجد بنانے کی کوشش نہیں کر لی۔ یہ تو لمبے فاصلے ہیں، لمبے سفر ہیں۔ انشاء اللہ اسی طرح ہم یہ سفر آگے کرتے چلے جائیں گے۔

جماعت کا جہاں تک تعلق ہے، اپنے طور پر اپنے علاقوں میں مسجدوں کے علاوہ بھی جن مسجدوں کو نقصان پہنچا ہے، ان کے لئے کچھ حصہ لیں۔ اس ضمن میں ایک تاکید ہے کہ جن احباب نے صد سالہ جوبلی میں ابھی اپنے بقایا ادا کرنے ہیں یا بعض اور کسی بڑی تحریک میں اپنا چندہ ابھی ادا کرنے والا باقی ہے، وہ سوائے اس کے کہ تبرک کے طور پر بالکل معمولی حصہ لیں، پہلے اپنے بقایا ادا کریں، پھر نئی تحریکات میں حصہ لیں۔ صد سالہ جوبلی کے کام بھی بہت زیادہ ہیں اور بڑے Demanding ہیں۔ یعنی ان کا وقت تھوڑا رہ گیا ہے، کام بہت زیادہ ہیں۔ اخراجات بہت ہیں اٹھنے والے، اس لئے اس چندے کو تو بہر حال اہمیت دینی چاہئے۔ جن کے بقایا ہیں، وہ پہلے بقایا ادا کرنے کی طرف توجہ کریں۔ پھر اللہ تعالیٰ توفیق دے تو پھر ان تحریکات میں بھی شامل ہو جائیں۔

تو مسجد کے لئے میں اپنی طرف سے ان مساجد کی تعمیر کے لئے، جن پر دشمن حملہ کرتا ہے، ایک ہزار پونڈ کا اپنی طرف سے میں وعدہ پیش کر چکا ہوں۔ اور بتانے کی ضرورت اس لئے پیش آئی ہے کہ کئی دفعہ میرا تجربہ ہے کہ جب میں اپنا چندہ بتا دوں تو جماعت بہت تیزی سے آگے بڑھتی ہے۔ جب میں مخفی رکھوں تو اس بارے میں خاموش رہتی ہے۔ شاید ان کو یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ میں جہاں چندہ نہیں لکھواتا، وہاں اہمیت نہیں دیتا، اس کو خاص۔ حالانکہ ضروری نہیں ہوتا کہ انسان بتا کے چندہ دے۔ تو بعض چندے ایسے ہیں، جن

میں چونکہ جماعت کو بتایا نہیں گیا، میں نے فہرستوں کا جب جائزہ لیا تو ان میں کوئی توجہ نہیں تھی، جماعت کی۔ جہاں بتایا گیا ہے، وہاں غیر معمولی طور پر قربانی میں جماعت آگے بڑھی ہے۔ تو یہ ممکن ہے، ایک طبعی فطری بات ہو۔ اس لئے میں آپ کو بتا رہا ہوں کہ اسی نسبت سے آپ بھی اپنی توفیق کے مطابق جس حد تک حصہ لے سکتے ہیں، لیں۔ لیکن وہی، جو پہلے صد سالہ جوبلی کے چندہ ادا کر چکے ہوں۔

دوسرا بیوت الحمد کا معاملہ ہے۔ بیوت الحمد میں ہماری کوشش ہے کہ ایک سو مکان غرباء کو یا ایسے دین کی خدمت کرنے والوں کو، جن کو توفیق نہیں ہے اپنے مکان بنانے کی، ان کو بنا کر مکمل پیش کریں۔ یہ تحریک چار سال پہلے پیش کی گئی تھی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت نے بڑا ہی اچھا ردعمل دکھایا اور کثرت سے اتنے وعدے موصول ہوئے کہ ہمارا خیال تھا کہ اوسطاً اگر سارے اخراجات ملا کر ایک لاکھ میں ایک مکان پڑے تو ایک کروڑ روپیہ چاہئے ہوگا۔ اور وعدے خدا کے فضل سے ایک کروڑ سے زیادہ کے آگئے۔ لیکن ایک بات ہماری نظر سے رہ گئی تھی وہ یہ کہ اس سکیم کا ایک یہ بھی حصہ تھا کہ وہ غرباء، جن کو پورے مکان کی ضرورت نہ ہو، لیکن ان کا مکان ناکافی ہو یا چار دیواری نہ بنا سکے ہوں یا غسل خانہ وغیرہ نہ بنا سکے ہوں یا ایک ہی کمرہ ہے اور خاندان بڑا ہے، ان کی جزوی مدد بھی کی جائے گی۔ اور جزوی مدد میں کسی کو کمرہ بنا دیا جائے گا، کسی کو چار دیواری بنا دی جائے گی۔ تو یہ مجھے اندازہ نہیں تھا اس حصے پر کتنا زیادہ خرچ ہوگا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اکثر روپیہ اسی حصے پر خرچ ہو چکا ہے۔ اور سو نہیں بلکہ کئی سو مکان ایسے ہیں غرباء کے، جن کو کسی کو چار دیواری بنا دی گئی، کسی کو باورچی خانہ بنا کر دیا گیا، کسی کو زائد کمرہ بنا کے دیا گیا۔ تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس سکیم کا جو فیض ذہن میں تھا، اس سے زیادہ فیض پہنچ چکا ہے۔ اس وقت جماعت کو تحریض دلانے کی خاطر دو، تین سال کے بعد میں نے اپنا چندہ دگنا کر دیا تھا۔ یعنی ایک لاکھ کی بجائے دو لاکھ کر دیا تھا۔ تاکہ دو مکان اگر میں بنا کے دیتا ہوں تو جو صاحب توفیق ہیں، وہ بھی اس معاملے میں آگے قدم بڑھائیں۔ اب جب جائزہ لیا ہے تو ابھی بھی اور ضرورت ہے۔ اس لئے میں اپنی طرف سے ایک اور مکان کا خرچ پیش کرتا ہوں۔ اور جن دوستوں کو توفیق ہے کہ وہ ایک مکان کا خرچ پیش کر سکیں یا جن جماعتوں کو توفیق ہے کہ وہ ایک مکان کا خرچ پیش کر سکیں، ان کو بھی اجازت ہے۔ لیکن اس شرط کے ساتھ کہ صد سالہ جوبلی کے بقایا دار نہ ہوں اور بیوت الحمد کی تحریک کے بقایا دار نہ ہوں۔ پہلے پرانے وعدے پورے کریں، پھر خدا توفیق عطا فرمائے تو پھر بے شک آگے بڑھیں"۔

(مطبوعہ خطبات طاہر جلد 6 صفحہ 598 تا 603)

# اللہ تعالیٰ نے آپ کو دنیا کی تقدیر بدلنے کے لئے چنا ہے

## خطبہ جمعہ فرمودہ 02 اکتوبر 1987ء

”.....گزشتہ مرتبہ جب مجھے امریکہ آنے کی توفیق ملی تھی، یہ 1978ء کے وسط کی بات ہے۔گویا تقریباً نو سال گزر چکے ہیں۔گزشتہ مرتبہ اگرچہ میرا سفر ایک انفرادی حیثیت سے تھا لیکن طبعاً جماعت کی محبت کے نتیجے میں کوئی ایسا موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا، جس میں کسی جماعت سے ملاقات ہوسکتی ہو اور نہ کی ہو۔چنانچہ اس کے نتیجے میں مجھے تفصیلاً اس زمانے میں جو موجود جماعتیں تھی، ان میں سے بھاری اکثریت سے تعارف حاصل ہوا۔اور شاید ایک یا دو مقامات ایسے تھے، جہاں جماعت تو تھی لیکن مجھے جانے کا موقع نہ مل سکا۔اور جہاں بھی گیا، وہاں اللہ تعالیٰ کے فضل سے انفرادی طور پر بھی دوستوں سے واقفیت کی توفیق ملی اور زیادہ قریب سے یہاں کے مسائل کو سمجھنے کی بھی توفیق ملی۔

اگرچہ اس سفر میں ابھی مجھے امریکہ پہنچے ہوئے صرف دو روز ہوئے ہیں، اس لئے تفصیلاً موازنہ تو میں نہیں کر سکتا۔یہ تو سفر جوں جوں آگے بڑھے گا، زیادہ موقع ملے گا، دوستوں سے ملنے کا، تفصیل سے ان کے حالات معلوم کرنے کا، ان کے چہرے سے اندازے لگانے کا۔اس وقت نسبتاً زیادہ قطعی طور پر میں موازنے کا اہل ہوسکوں گا۔لیکن سر دست یہ خوش کن پہلو تو بہت ہی ظاہر و باہر ہے کہ گزشتہ دورے کے مقابل پر آج امریکہ کی جماعتوں کو بہت زیادہ مستحکم مراکز حاصل ہو چکے ہیں اور بالعموم نظام جماعت سے وابستگی کے معیار میں بھی نمایاں اضافہ معلوم ہوتا ہے۔

بہت سے ایسے چہرے ہیں، جو آج میں دیکھ رہا ہوں، جو میرے لئے اس پہلو سے نئے ہیں کہ گزشتہ سفر میں وہ دکھائی نہیں دے رہے تھے۔اس کی کئی وجوہات ہیں۔ان میں سے ایک تو یہ بھی ہے کہ میرا پہلا سفر محض انفرادی حیثیت سے تھا۔اور باہر کے رہنے والے دوستوں کے لئے نہ ضروری تھا، نہ ان کے دل میں کوئی طبعی خواہش تھی کہ وہ سفر کر کے تشریف لائیں اور جہاں میں جمعہ ادا کروں، وہاں وہ بھی ادا کریں۔اس لئے طبعی طور پر خلیفہ وقت کے دورے اور ایک عام احمدی کے دورے کے اندر زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔

دوسرے ایک یہ بھی وجہ ہے اور کچھ معاملات میں، میں جانتا ہوں کہ یہ بھی ہوگی کہ پہلے ایسے لوگ بھی تھے، جو یہاں رہتے ہوئے بھی جماعت سے تعلق نہیں رکھ رہے تھے۔ اس تعلق نہ رکھنے کی وجہ ایک تو اچھے مرکز کا فقدان تھا۔ بعض ایسے دوست تھے، جن سے میں نے خود پوچھا کہ آپ جہاں تک میرا علم ہے، جب پاکستان میں یا ہندوستان میں تھے، آپ کا تعلق جماعت سے اچھا تھا۔ اب میں آپ کو نیویارک کے مرکز میں نہیں آتا دیکھتا، کیا وجہ ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ وہ علاقہ ایسا ہے، وہاں جانا خطرناک ہے۔ وہاں ہم اپنے بچوں کو نہیں لے جاسکتے۔ اور ایسا ماحول ہے تاریک کہ آپ کو اندازہ نہیں۔ آپ تو آج آئے ہیں، کل چلے جائیں گے۔ یہاں تو Mugging بڑی ہوتی اور یہ ہوتا ہے اور وہ ہوتا ہے۔

اس سے مجھے عام طور پر پاکستانی دوستوں کے مزاج کا علم ہوا۔ اگرچہ کسی حد تک یہ بات درست تھی، کسی حد تک یہ عذر لائق پذیرائی ضرور تھا۔ لیکن اس حد تک نہیں کہ انسان اپنے ہاتھوں سے اپنا دین کھو بیٹھے۔ اس حد تک نہیں کہ اتنی عظیم قربانی دے کہ جماعت کے ساتھ تعلق توڑ بیٹھے اور دور ہو جائے اور نظام جماعت سے جو انسان کی زندگی وابستہ ہے، خود اس رگ کو قطع کرلے۔

چنانچہ اس پہلے تجربے کے بعد میں نے یہ فیصلہ کیا کہ جہاں کہیں بھی ایسے مراکز ہوں، جہاں سے زیادہ خطرات لاحق ہوں، میں وہیں جاکے ٹھہروں گا اور پسند کروں گا کہ اپنے ان بھائیوں کے درمیان ٹھہروں، جن کو بدبختی سے اور بدقسمتی سے بعض لوگ اپنے سے گھٹیا سمجھتے اور نفرت کی نظر سے دیکھتے تھے، تاکہ میرے ملنے کے بہانے ہی کچھ ایسے دوست وہاں آجائیں، جو پہلے نہیں آسکتے تھے یا نہیں آیا کرتے تھے۔ چنانچہ اس فیصلے کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت سی ایسی جگہوں پہ مجھے جانے کا اتفاق ہوا، جن کو علاقوں کے لحاظ سے خطرناک علاقہ سمجھا جاتا تھا۔ اور میرے ساتھ کوئی مرد بھی اور نہیں تھے۔ میری بیوی تھی، دو بیٹیاں تھیں، دو جوان بیٹیاں اور اگر خطرہ لاحق ہوسکتا تھا تو اس حالت میں مجھے زیادہ خطرہ لاحق ہوسکتا تھا۔ لیکن میں جانتا تھا کہ جب خدا کی خاطر انسان ایک عزم کر کے ایک نیک قدم اٹھاتا ہے تو لازماً اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصرت بھی میسر آتی ہے۔ چنانچہ وہ بھی ایسے حیرت انگیز طریق پر آئی کہ عقل ششدر رہ جاتی ہے، وہم وگمان میں بھی انسان کے نہیں آسکتا کہ عام حالات میں انسان کے ساتھ ویسا سلوک ہوسکتا ہے۔

یہ میں اس لئے آپ کو بتا رہا ہوں کہ اس وقت میں خلیفۂ وقت تو نہیں تھا، اس وقت ایک جماعت کا ایک عام فرد تھا، جس کے سپرد جماعت کی کوئی بہت بڑی ذمہ داری نہیں تھی۔ اور یہ سفر بھی ذاتی نوعیت کا سفر تھا۔ اس کے باوجود جب میں نے ایک فیصلہ خدا تعالیٰ کی خاطر کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس رنگ میں حیرت انگیز نصرت

فرمائی کہ اس کا وہم وگمان بھی خود میرے ذہن میں نہیں تھا کہ اس حد تک اللہ تعالیٰ محبت اور پیار کا سلوک فرمائے گا۔ آپ میں سے ہر ایک خدا کو اسی طرح پیارا ہے۔ کیونکہ خدا اپنے بندوں کے درمیان تفریق نہیں کرتا۔ آپ میں سے ہر ایک خدا کو اسی طرح عزیز ہے کیونکہ جو خدا کو عزیز رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ ضرور انہیں عزیز رکھتا ہے۔ اس کی نظر میں نہ کوئی کالا ہے، نہ کوئی گورا ہے۔ نہ کوئی شمالی ہے، نہ کوئی جنوبی"۔

"..... پس میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس ملک میں رہتے ہوئے اگر آپ خدا کی خاطر اپنے دلوں میں کچھ نیک پاک ارادے قائم کریں گے تو اللہ تعالیٰ ضرور آپ کی نصرت فرمائے گا اور غیر معمولی طور پر آپ سے پیار اور محبت کا سلوک فرمائے گا"۔

"..... اگر خدا کو پکاریں گے، اخلاص کے ساتھ اور اس کی خاطر ایک فیصلہ اخلاص کے ساتھ کریں گے تو پھر آپ کا اور خدا کا تعلق، ایک ایسا تعلق ہوگا، جس کے متعلق کسی دوسرے بندے کو فکر کی ضرورت نہیں رہتی۔ پھر نظام جماعت کی آنکھ آپ پر ہو یا نہ ہو، خواہ کوئی خدام الاحمدیہ کا یا انصار اللہ کا عہدیدار آپ کی فکر کرے یا نہ کرے، آپ کے اندر سے وہ ضمیر بیدار ہو چکا ہوگا، جو ہر آن خدا کی راہنمائی میں آپ کی فکر کر رہا ہوگا۔ جس حال میں ہوں، تاریکی میں ہوں یا روشنی میں ہوں، دن کا وقت ہو یا رات کا وقت ہو، خدا تعالیٰ کی طرف سے حفاظت کرنے والے آپ پر مقرر ہو جائیں گے"۔

"..... ایسے نظارے میں نے بھی بارہا دیکھے اور آپ میں سے بھی بہت سے ہوں گے، جنہوں نے بارہا دیکھے ہوں گے۔ جب جماعتی طور پر یہ ابتلا بڑھتے ہیں تو اسی قدر کثرت سے خدا تعالیٰ کے فرشتے نازل ہوتے ہیں اور اس رنگ میں حفاظت فرما رہے ہوتے ہیں کہ ہماری نظر ان کی پہنائیوں تک، ان کی گہرائیوں تک پہنچ ہی نہیں سکتی۔ لیکن یہ قطعی نظام ہے، کوئی شک کی بات نہیں۔ کوئی کہانی نہیں، کوئی افسانہ نہیں۔ ایک ایسا واقعہ ہے، جو ہر روز گزر رہا ہے اور کثرت کے ساتھ گزرتا چلا جا رہا ہے۔ لیکن بدقسمتی سے ہم میں سے بہت سے ہیں، جو غفلت کی حالت میں وقت گزار رہے ہیں۔ خدا کے پیار کو جو ان پر نازل ہو رہا ہے، وہ بھی نہیں دیکھ سکتے۔ جانتے ہی نہیں کہ ان کا مقام کیا ہے؟ پہچانتے ہی نہیں کہ ان کا مرتبہ کیا ہے؟ خدا کی نظر میں وہ چنیں گئے ہیں آج اور ایک خاص مقام پر فائز کئے گئے ہیں۔ دنیا کی زندگی ان کے ساتھ وابستہ کر دی گئی ہے۔ اس لئے اس کو ان نکتہ نگاہ سے اپنے حالات کا جائزہ لے کر اپنی زندگی کی حفاظت کرنی چاہئے۔ یعنی اپنی روحانی زندگی کی۔ اور خوب جان لینا چاہئے کہ ان کے اوپر بھی ہر طرف سے حملے ہوں گے اور خدا کی خاص حفاظت کے بغیر وہ بچ نہیں سکتے۔ خاص حفاظت، ایسی جو ہر لمحہ ان پر نازل ہو رہی ہو، ہر لمحہ ان کو گھیرے

ہوئے ہو۔ ان کے آگے بھی چلے اور ان کے پیچھے بھی۔ اس حفاظت کے ساتھ الٰہی جماعتیں آگے بڑھتی ہیں اور یہ عمومی حفاظت جماعت کے نکتہ نگاہ سے بھی نازل ہوتی ہے اور انفرادی طور پر بھی فرداً فرداً ہر شخص، جو کامل اخلاص کے ساتھ خدا کو پکارتا ہے، اس پر بھی نازل ہوتی ہے۔ ان پر بھی نازل ہوتی ہے، جو نہیں پکار رہے ہوتے۔ خالص طور پر اور وہ نہیں پہچانتے۔ اس لئے نہیں کہ ان کی ذات خدا کو غیر معمولی طور پر اچھی لگ رہی ہے۔ اس لئے کہ وہ ایسے نظام کا حصہ بن چکے ہیں، جو نظام خدا کو پیارا ہے۔ جو رحمتیں اس نظام پر نازل ہوتی ہیں، وہ ضرور اس میں سے حصہ پاتے ہیں۔ لیکن یہ ایک پہلی منزل ہے۔

میں جس منزل کی طرف آپ کو بلانا چاہتا ہوں، آپ کو توجہ دلانا چاہتا ہوں، وہ یہ ہے کہ اس گردو پیش کا معائنہ کر کے اپنے دل میں شعور بیدار کریں کہ خدا آپ سے پیار کرنا چاہتا ہے اور اس کے دروازے آپ پر کھول دیئے گئے ہیں۔ آپ کی آواز کا منتظر ہے، آپ کا خدا۔ فلیستجیبوالی کی آواز کا آپ جواب دیں۔ آپ تیار کریں اپنے نفسوں کو کہ خدا جن راہوں کی طرف آپ کو بلاتا ہے، آپ لبیک کہیں گے، جانے کی کوشش کریں گے۔ پھر خامیاں رہ جائیں گی، پھر ٹھوکریں کھائیں گے تو پھر اس خدا ہی کا ہاتھ ہے، جو آپ کو سنبھالے گا۔ خدا ہی کے فرشتے ہیں، جو آپ کی حفاظت فرمائیں گے۔ لیکن اپنی کمزوریوں کو دیکھ کر جو لوگ آگے بڑھنے سے ڈر جاتے ہیں، پھر وہ کبھی بھی کوئی سفر طے نہیں کیا کرتے۔ بہت سے لوگ ہیں، جنہوں نے اپنی عمریں ضائع کر دیں اور بہت سے قیمتی لمحات کھو دیئے۔ صرف اس انکساری کے خیال سے کہ ہم اس قابل کہاں ہیں؟ بہت سے دوست ہیں، جو کہتے ہیں، ہم احمدی ہونا تو چاہتے ہیں لیکن جی ہم اس لائق نہیں ہیں، اس لئے ہم فیصلہ نہیں کر سکتے"۔

"..... کون ہے، جو کمزوریوں کے بغیر ہے؟ نیکیوں کی انتظار میں یہ شرط لگا دینا کہ پہلے کمزوریاں دور ہو جائیں۔ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا۔ کچھ بھی انسان کی استطاعت میں نہیں۔ خدا تعالیٰ یہ نہیں شرط لگاتا کہ پہلے نیک ہو، پھر میرے پاس آؤ۔ خدا تعالیٰ تو یہ چاہتا ہے کہ اپنا سب کچھ پیش کر دو اور یہی اسلام کی روح ہے"۔

"..... اسلمت کا تو مطلب ہے کہ جو کچھ میرا ہے، میں تجھے دے رہا ہوں۔ اس میں اچھا بھی ہے، برا بھی ہے۔ برا زیادہ ہوگا۔ میں بہت ناقص اور کمزور ہوں، بہت گندہ بھی ہوں لیکن میں چاہتا ہوں کہ تیرے سپرد اپنے آپ کو کر دوں کہ تجھ سے جیسا محفوظ اور کوئی مقام میں نہیں دیکھتا۔ تیرے سپرد کر دوں گا تو، تو میری حفاظت فرمائے گا، میرے گند دور کرے گا، مجھے اچھائیوں کی طرف لے کے آگے بڑھتا چلا جائے گا۔ یہ ہے اسلام کی روح۔ اس روح کے ساتھ اپنے آپ کو خدا کے سپرد کرنے کا فیصلہ کریں اور پھر

دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کس شان کے ساتھ آپ کی دعاؤں کو قبول کرتا ہے۔آپ سے پیار کا اظہار کرتا ہے، آپ کا ہو جاتا ہے اور دن بدن آپ کی کمزوریاں دور ہوتی چلی جاتی ہیں"۔

"......اس سے زیادہ آسان دین بھی کبھی کوئی دیکھا ہے؟ اس سے زیادہ عقل اور دل کو مطمئن کرنے والا دین بھی کبھی تصور میں آسکتا ہے؟ پھر کیا انتظار ہے؟ وہ جو پہلے ہی ایمان لا چکے ہیں، ان کو ان راہوں کی طرف آگے بڑھنا چاہئے۔اور جب تک ان راہوں کی طرف آپ آگے نہیں بڑھیں گے، ہم دنیا میں کوئی ترقی حاصل نہیں کر سکتے۔

اتنا عظیم الشان کام ہے، ساری دنیا کی تقدیر بدلنا۔تقدیر تو خدا بدلا کرتا ہے لیکن آپ کی تقدیر کو اس میں حصہ لینا ہوگا۔یہ اتنا عظیم الشان کام ہے اور اتنا بوجھل کام ہے، جو خدا کی مدد کے سہارے آپ نہیں کر سکتے۔آپ میں سے ہر ایک کو آگے قدم بڑھانا ہوگا، ہر ایک کو اپنا حصہ ڈالنا ہوگا۔اس لئے آپ کوشش کریں اور اپنے گردوپیش کو ذرا غور سے دیکھیں تو سہی کہ کن لوگوں میں آپ آبسے ہیں؟ کس دنیا میں آپ سانس لے رہے ہیں؟ جہاں فضا کا ذرہ ذرہ زہریلا ہے۔بہت سے ہیں، جو احساس کمتری کا شکار ہو جاتے ہیں، Inferiority Complex۔وہ سمجھتے ہیں، ہم کس دنیا سے آئے تھے؟ یہاں کیا کچھ ہم نے دیکھا ہے؟ کتنا عظیم الشان ملک ہے، ہم نے تو عمریں ضائع کر دیں۔اصل تو یہی ہے۔کچھ ہیں، جو کچھ دیر مقابلے کی کوشش کرتے ہیں۔لیکن اپنے بچوں کی طرف نگاہ نہیں کرتے۔ان کے بچے ہاتھ سے نکل جاتے ہیں۔غرضیکہ بہت سے خطرات ہیں، جو یہاں درپیش ہیں۔ان خطرات میں بھی خدا کی خاص حفاظت ہے، جو آپ کو بچائے گی۔

اس لئے جو رستہ میں نے بتایا ہے، قرآن کی تعلیم کی روشنی میں، اس رستے ہی میں امن ہے۔اسی رستے میں ہی حفاظت ہے۔اپنے آپ کو سپرد کریں، اپنے بچوں کو خدا کے سپرد کریں اور پھر یہ فیصلہ کریں کہ ہم خدا کی باتوں کا جواب دینے کی پوری دیانت داری سے کوشش کریں گے۔اپنے بچوں کو بھی یہی تعلیم دیں گے اور بچپن سے ہی سے یہ سکھائیں گے۔پھر دعائیں کرتے ہوئے آپ اگر اور قدم آگے بڑھائیں گے، ایک نئی ہوش آپ کو عطا ہوگی، ایک نیا شعور آپ کے دل کے اندر سے پیدا ہوگا آپ دنیا کو ایک اور نظر سے دیکھنے لگ جائیں گے۔اس وقت آپ کے اندر ایک نیا خوف بھی جنم لے گا اور وہ خوف آپ کو بتائے گا کہ آپ نے اپنی اکثر عمر ضائع کر دی ہے۔بہت سے نیک کام آپ کی ذات سے وابستہ تھے، جو نہیں کر سکے۔بہت سی تبدیلیاں اس ملک میں آپ نے کرنی تھی، جو آپ نہیں کر سکے۔کتنے ہیں، مؤلفۃ القلوب، جن سے

آپ نے تعلق بڑھایا۔ کتنے وہ ہیں، جو یہاں سے آ کر احمدیت میں شامل ہوئے، اور انہوں نے اعلان کیا کہ قادیان میں پیدا ہونے والا ایک شخص، جس نے دعویٰ کیا تھا، میں خدا کا مسیح ہوں، ہاں وہ سچا مسیح ہے۔ ان کے اس دعویٰ کے نتیجے میں آپ کو کیسی محبت ان سے پیدا ہوئی ؟ ان سے کتنا پیار کا آپ نے سلوک کیا؟ ایک یہ بھی جائزہ ہے، جب آپ کو نیا شعور بیدار ہوگا تو آپ لینے پر مجبور ہو جائیں گے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ آپ نے اپنی سوسائٹی، جو نسبتاً زیادہ امیرانہ تھی، اسی میں اپنے آپ کو مگن رکھا اور سمجھا کہ یہی امریکہ تھا، جو آپ کو پیش کر سکتا تھا اور آپ نے دونوں ہاتھوں سے قبول کر لیا۔ اور احمدیت کے لحاظ سے اتنا ہی کافی ہے کہ میں چندے دے دیتا ہوں۔ احمدیت تو اسلام ہے اور اسلام ایک بہت وسیع دائرے سے تعلق رکھنے والا مضمون ہے۔ آپ کو گھیرے ہوئے ہے۔ آپ اسلام کو نہیں گھیر سکتے کبھی۔ اس لئے جب آپ کا شعور بیدار ہوگا تو تقاضے بیدار ہوں گے۔ اور وہ شعور اسی طرح پیدا ہوتا ہے، جس طرح میں نے بیان کیا ہے۔ دماغی ایکسر سائز (Exercise) سے نہیں پیدا ہوتا۔ وہ دل کے ایک فیصلے سے پیدا ہوتا ہے کہ میں اللہ کا ہونا چاہتا ہوں، اس کا ہو جاتا ہوں۔ پھر رفتہ رفتہ آپ کا ضمیر جاگنے لگتا ہے، آپ کا شعور بیدار ہوتا ہے اور وسعت اختیار کرتا چلا جاتا ہے۔ آپ کو اپنی زندگی میں خلا دکھائی دینے لگتا ہے۔ بعض خلا بھیانک صحراؤں کی طرح بھیانک دکھائی دیتے ہیں۔ پھر آپ سمجھتے ہیں کہ مجھے محنت کرنی پڑے گی، مجھے ان کو بھرنا پڑے گا، ان کے اندر آب پاشی کرنی پڑے گی، ان کو ہریالی عطا کرنی ہوگی۔ ایک نیا زندگی کا سفر شروع ہو جاتا ہے۔ پھر آپ یہ دیکھیں گے کہ میں نے امریکہ میں آ کر کتنے دوستوں کو اسلام عطا کیا؟ کتنوں کو اسلام کی طرف توجہ دلائی؟ اور میں نے ایک کار آمد زندگی بسر کی، اس پہلو سے اسلام کے خادم کے طور پر؟ ہر طرف آپ میں سے اکثر کو کامل خلا دکھائی دیں گے۔ جتنا شعور بیدار ہوگا، اتنا آپ کو تکلیف پہنچے گی، اتنا ضمیر کچوکے دے گا، بے چینی پیدا ہوگی، فکر لاحق ہو جائے گا۔

ان سب بے چینیوں، ان سب فکروں کا علاج پھر وہی ہے کہ اپنے رب کو پکاریں اور اس سے مدد چاہیں۔ میں ہر لمحہ آپ کے ساتھ نہیں رہ سکتا۔ وہ مبلغ، جو یہاں مامور ہیں، وہ ہر لمحہ آپ کے ساتھ نہیں رہ سکتے، وہ عہدیدار جو خاص کاموں پر مامور ہیں، وہ ہر لمحہ آپ کے ساتھ نہیں رہ سکتے۔ لیکن ایک ازلی اور ابدی خدا ہے، جو ہمیشہ آپ کے ساتھ ہے۔ اس نے وعدہ کیا ہے کہ میں ہمیشہ آپ کی بات کا جواب دوں گا۔ جب آپ پہلا فیصلہ کر چکے ہیں تو پھر وہ سودے، جو خود خدا نے آپ کو سکھائے ہیں، وہ سودے اس سے کرتے چلے جائیں۔ ہر موقع پر سارا بوجھ اس پر ڈال دیں کہ اے خدا! اب یہ مشکل پیش آ گئی، اب میرا

فیصلہ فرما، اب میں کیا کروں؟ باہر سے آ کر لوگ آپ کا بوجھ نہیں اٹھائیں گے۔ اس کے باوجود ہم توقع کریں گے کہ آپ کے اندر بہت سی مخفی طاقتیں تھیں، جن کو آپ نے کبھی استعمال نہیں کیا۔ اور وہ بوجھ، جو خدا اٹھانے کی توفیق دیتا ہے، ان بوجھوں کے ساتھ لذت عطا کیا کرتا ہے، ان بوجھوں کے ساتھ تھکاوٹ اور درماندگی عطا نہیں کیا کرتا۔ ایک فرحت عطا کرتا ہے، جس کی کوئی مثال دنیا میں اور نہیں۔

اس لئے یہی وہ ایک راہ ہے، جس راہ سے آپ اپنی حالت بدل سکتے ہیں۔ اور جب تک آپ اپنی حالت نہ بدلیں، اس ملک کی حالت نہیں بدل سکتے۔ اور ایک لازمی قانون دوسرا بھی ہے۔ اگر آپ نے اپنی حالت نہ بدلی، اس حد تک کہ اس ملک کی حالت بدل سکیں تو یہ ملک آپ کی حالت بدل دے گا۔ آپ اس حال پر نہیں رہ سکیں گے، اس نعمت پر قائم نہیں رہ سکیں گے، جس نعمت کے ساتھ آپ یہاں پہنچے تھے یا جس نعمت کے ساتھ آپ نے کہیں بھی سفر کا آغاز کیا تھا''۔

''.....جب خدا یہ فیصلہ کرتا ہے تو اس قوم کو برائی پہنچنے سے دنیا کی کوئی طاقت بچا نہیں سکتی۔ اور خدا کے سوا کوئی نہیں ہے، جو اس کے بدنتائج سے کبھی ان کو محفوظ رکھ سکے۔ تو خدا کو دو شانوں کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ ایک وہ شان جو ہر لحظہ محافظ کی شان ہے، ہر لحظہ حفاظت کرنے والے کی شان ہے، سوئے ہوؤں کی بھی حفاظت کرنے والا اور جاگے ہوؤں کی بھی حفاظت کرنے والا، بیٹھ رہنے والوں کی بھی حفاظت کرنے والا، چلنے والوں کی بھی حفاظت کرنے والا۔ فرمایا: تمہارے اپنے اختیار میں ہے، تم چاہو تو اس ذات سے تعلق قائم کر لو۔ لیکن یاد رکھو، ایک دوسرا پہلو بھی ہے۔ اگر یہ تم نے نہ کیا تو پھر خدا ایک اور شان اور ایک اور جلال کی شان سے ظاہر ہونا بھی جانتا ہے۔ جب وہ فیصلہ کر لیتا ہے کہ میرے بعض بندے میری نعمتوں کی قدر نہیں کرتے اور ان کے اہل نہیں رہے تو پھر خدا جس برائی کا فیصلہ کرتا ہے، پھر کوئی دنیا کی طاقت اسے بچا نہیں سکتی۔ ایک طرف خدا کے محافظ ہیں، جو ہر طاقت کے مقابل پر ایک کامیاب حفاظت کرتے ہیں۔ ایک طرف دنیا کے محافظ ہیں، جو سارے مل کر بھی زور لگائیں تو خدا کی تقدیر کے مقابل پر کسی بندے کو برائی سے بچا نہیں سکتے۔ کتنی کھلی کھلی دو راہیں ہیں، کتنی صاف ہیں، ان کی منفعتیں اور ان کے نقصانات کتنی واضح زبان میں کھول دیئے گئے ہیں۔

اس لئے ظاہر ہے کہ ہر احمدی کا فیصلہ ایک ہی ہوگا۔ اس راہ کو قبول کر چکا ہے، اسی راہ پر قائم رہنا چاہیے، جو خدا کی حفاظت کی راہ ہے۔ جس کے نظارے وہ بارہا اپنی زندگیوں میں دیکھ چکا ہے، جس کی لذتوں سے آشنا ہو چکا ہے۔ خدا کرے کہ ہم میں سے ہر ایک اس راہ پر ہی قدم بڑھاتا رہے اور جو غفلت

کی حالت میں زندگی گزار رہے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں نیا شعور عطا فرمائے۔ جن کا ضمیر تو ہے لیکن بیدار نہیں، اللہ تعالیٰ انہیں بیدار ضمیر عطا فرمائے۔ جو اپنے بچوں کے حال سے غافل ہیں، نہیں جانتے کہ ان کا رخ کس طرف ہے؟ ان کو اپنے بچوں کا شعور عطا فرمائے۔ اپنے بچوں کے لئے ایک نیا ضمیر بخشے۔ اور وہ ترقی کی اس راہ میں آگے بڑھیں، جہاں سفر کے دوران وہ کم نہ ہوتے رہیں بلکہ اور روحانی اولاد کو ساتھ ملا کر ان کا قافلہ بڑھتا چلا جائے۔ اس شان کے ساتھ وہ شاہراۂ ترقی اسلام کی راہ پر آگے بڑھتے رہیں، خدا کرے کے ایسا ہی ہو، آمین"۔

(مطبوعہ خطبات طاہر جلد 06 صفحہ 625 تا 641)

# سیرۃ النبیؐ کی پیروی سے امریکہ اسلام کا ایک ناقابل تسخیر قلعہ بن جائے گا

## خطبہ جمعہ فرمودہ 09 اکتوبر 1987ء

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:۔

''امریکہ کو اس وقت دنیا میں ایک غیر معمولی اہمیت حاصل ہے اور امریکہ خود بہت ہی گہرے اور بنیادی تضادات کا شکار ہے۔ ایک پہلو سے امریکہ کی اہمیت مشرقی خطہ کے مقابل پر یعنی روسی اور دیگر اشترا کی ممالک کے بلاک کے مقابل پر مختلف زاویوں سے دیکھی جاسکتی ہے۔ ایک تو امریکہ اشترا کی نظام کے مقابل پر دنیا کو ایک استحکام مہیا کرنے کا دعویدار ہے اور اس اقتصادی نظام کے مقابل پر جو اشترا کیت پیش کرتی ہے، کوئی بہتر اقتصادی نظام پیش نہیں کرتا۔ سو سب سے پہلا تضاد جو اس ملک کے اندر دکھائی دیتا ہے، وہ یہ ہے کہ ایک نظام کے مقابل پر باقی بنی نوع انسان کی آزادی اور تحفظ کی ضمانت دینے کے باوجود ان کو اس سے بہتر، تسلی بخش، دلوں کو اور ذہنوں کو مطمئن کرنے والا کوئی نظام نہیں دیتا۔ اور جو نظام بھی دیتا ہے، وہ ایک طرف سے پیدا ہونے والے اطمینان کو کھانا شروع کر دیتا ہے۔ جو اطمینان اس عمومی تحفظ کے نتیجے میں باہر کی دنیا کو ملتا ہے کہ ہم اشترا کی نفوذ کے مقابل پہ تمہاری حفاظت کریں گے۔ ایک قسم کا امن دیتا ہے اور دوسری طرف سے اقتصادی بدنظمی اور بدحالی کے نتیجے میں وہی امن اندر سے کھایا جاتا ہے۔ جس طرح گندم کو گھن لگ جائے۔ آپ کسی غریب کی بھوک مٹانے کے لئے اس سے وعدہ کریں کہ میں تمہیں گندم کے پہاڑ دوں گا۔ اور وہ پہاڑ ایسے دیں کہ جن میں سے ہر دانے کے اندر کیڑا لگا ہوا ہو اور اندر سے اس کو کھا چکا ہو۔ تو بہت ہی بڑا اور خوفناک تضاد ہے۔ اور اب تک امریکہ نے اپنے مسائل کو حل کرنے کی جتنی بھی کوششیں کی ہیں، اس تضاد کو وہ حل نہیں کر سکے۔ اس تضاد کو حل کرنے کے لئے جو متبادل نظام یا یوں کہنا چاہئے کہ جو متبادل طریق ان کے ذہن میں آئے اور ان کو انہوں نے Implement کرنے کی کوشش کی، نافذ کرنے کی کوشش کی۔ ان کی بحث میں، میں اس وقت نہیں جانا چاہتا۔ لیکن ان کے گہرے تفصیلی مطالعہ کے نتیجے میں یقین کے ساتھ آپ کو بتا سکتا ہوں کہ وہ ہر کوشش، جو امریکہ نے اس تضاد کو دور کرنے کے لئے کی ہے، وہ خود تضادات کا شکار ہے اور اس کی کامیابی کا کوئی امکان دکھائی نہیں دیتا۔

دوسری طرف ہم اس پہلو سے جب امریکہ کا جائزہ لیتے ہیں کہ ایک بے خدا نظام کے مقابل پر خدا والوں کو امن کی ضمانت دیتا ہے تو بے اختیار دل امریکہ کی طرف مائل ہوتا ہے اور اس کا ممنون ہوتا ہے کہ باہر کی دنیا کے لئے کم سے کم یہ ضمانت ضرور ہے کہ زبردستی کوئی بے خدا نظام ان پر نہیں ٹھونسا جائے گا۔ بہت بڑی خدمت ہے دنیا کی اور بہت بڑا تحفظ ہے مذاہب کو جو اس پہلو سے امریکہ مہیا کرتا ہے۔

دوسرے پہلو سے دیکھیں تو مذاہب کی روح کو کھا جانے والے جتنے بھی ایسے مضرات ہیں، ایسے خوفناک عوامل ہیں، جو مذہب کی روح کا چاٹ جاتے ہیں اور اخلاق کی بنیادیں ہلا دیتے ہیں، وہ سارے عوامل امریکہ میں پیدا ہو رہے ہیں۔ اور وہ سارے مضرات امریکہ سے باہر کی دنیا میں بھیجے جا رہے ہیں۔ خود امریکہ کی سوسائٹی بھی خدا کی طرف منسوب ہونے کے باوجود عملی طور پر خدا سے اس طرح دور ہوتی چلی جارہی ہے کہ جو شائبہ خدا کی طرف منسوب ہونے کے نتیجے میں اعمال میں ملنا چاہئے، ایک تصویر سی، ایک جھلکی سی دکھائی دینی چاہئے، وہ دن بدن زائل ہوتی چلی جارہی ہے اور عنقاء ہوتی چلی جارہی ہے۔ ہر اخلاقی خرابی کی جڑیں امریکہ کی آزاد تہذیب میں وابستہ ہیں۔

پس ایک طرف سے جو امن دیا، دوسرے ہاتھ سے وہ امن بھی واپس لے لیا۔ پھر ایک طرف سے جو امن دیا، دوسرے ہاتھ سے وہ امن بھی واپس لے لیا۔ اور اس تضاد کا بھی ان کے پاس کوئی جواب نہیں۔ ان کے مفکرین جو ان مسائل پر غور کرتے رہتے ہیں، ان کے سامنے یہ مسائل موجود ہیں اور بہت سی بین الاقوامی کوششیں ایسی نظر آتی ہیں، جن سے پتا چلتا ہے کہ بالارادہ منصوبے بنا کر ان مسائل کا حل کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ مگر جتنے بھی ایسے منصوبوں کا میں نے گہری نظر سے مطالعہ کیا اور جو لٹریچر امریکہ کی طرف سے مختلف ایجنسیوں کے نام پر یا مختلف مصنفین کے نام پر ان مسائل کو حل کرنے کے لئے بظاہر آزادانہ شائع کروایا جاتا ہے، اس کا بھی میں نے جائزہ لیا تو میں اس نتیجے پہ پہنچا کہ یہ کوشش بھی خود مزید تضادات کا شکار ہے۔

ایسی سوسائٹی جو اس قسم کے تضادات کا شکار ہو چکی ہو، اس کے زندہ رہنے اور پنپنے کے بظاہر کوئی آثار دکھائی نہیں دیتے۔ لازماً کچھ ہونا ہے، لازماً خدا کی تقدیر کچھ ایسی باتیں ظاہر کرے گی، جس کے نتیجے میں یہ فرسودہ نظام مٹنے ہیں۔ اور اس کے سوا کوئی چارہ دکھائی نہیں دیتا۔ صرف فیصلہ کن امر یہ ہے کہ کیسے یہ نظام مٹیں گے؟ جیسا کہ میں نے بیان کیا، اب تو نہ مشرق سے کوئی امید رہی، نہ مغرب سے کوئی امید رہی۔ اور جہاں تک مذہبی نکتہ نگاہ کا تعلق ہے، ایسی کوئی قوم دکھائی نہیں دے رہی، جو خالصۃً للہ اور خالصۃً بنی نوع انسان کے تعلق کی بناء پر کوئی منصوبہ رکھتی ہو اور اسے عملی جامہ پہنانے کی کوشش کر رہی ہو۔

دنیا کے سیاسی نقشے پر آپ نگاہ ڈال کر دیکھیں، خواہ عیسائی دنیا کا سیاسی نقشہ ہو یا اسلامی دنیا کا سیاسی نقشہ ہو یا دہریہ دنیا کا یا اور مذاہب کے نام پر منسوب ہونے والے سیاسی نقشے ہوں، کہیں آپ کو کوئی بھی نجات کا دروازہ دکھائی نہیں دے گا۔ بلکہ ان بڑے تضادات کا جن کا میں نے ذکر کیا ہے، ہر چھوٹی قوم مزید شکار ہو چکی ہے۔ اور وہ نہیں جانتے کہ ہمیں کیا رخ اختیا کرنا ہے۔ چنانچہ بسا اوقات آپ کو یہ دکھائی دے گا کہ بعض لوگ امریکہ جس کو آزاد دنیا کہا جاتا ہے، ان کے حالات سے غیر مطمئن ہو کر مشرق میں پناہ ڈھونڈنے کی کوشش کرتے ہیں اور بعض جو مشرق کو قریب سے دیکھتے ہیں اور اس کے مشرقی طاقتوں کے متعلق ان کے تصورات میں تبدیلی پیدا ہو چکی ہوتی ہے، تجربہ ان کو بتاتا ہے کہ یہ بھی نہایت ہی خطرناک اور مہلک تعلق ہے، جو کوئی بھی فائدہ عطا نہیں کریں گے۔ تو پھر وہاں سے وہ بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں اور مغرب کا رخ اختیار کرتے ہیں۔

کچھ ایسے ممالک ہیں، جو مستقل یا ایک کا حصہ بن گئے یا دوسرے کا حصہ بن گئے۔ اور جو ملک جس نظام کا حصہ بنا، اس نے اپنے مذہب کو بھی وہی رنگ عطا کر دیا۔ چنانچہ ایک ہی مذہب مختلف رنگوں میں دکھائی دینے لگا۔ اسلامی دنیا کا حال آپ دیکھ لیجئے، آپ کو اسلام لیبیا میں اور سیریا یعنی شام میں نہایت سست دکھائی دے گا۔ اور یہی اسلام سعودی عربیہ میں اور ایران میں مختلف رنگوں کا سبز دکھائی دے گا۔ کچھ ممالک ایسے ہیں، جنہوں نے بغیر مذہب کے یک طرفہ تعلق کو قبول کر لیا اور ایک طاقت کے اوپر گویا لٹک گئے۔ کچھ ایسے ہیں، جنہیں آج تک اپنی بنیادی تشخیص کی ہی توفیق نہیں ملی۔ جہاں تک ایران کا تعلق ہے، ایران نے یہ حل نکالنے کی کوشش کی، نہ ہم مشرق سے تعلق رکھیں، نہ مغرب سے تعلق رکھیں۔ اور جس چیز کو ہم اسلام سمجھتے ہیں، اسے دنیا کے سامنے آزادانہ پیش کریں تاکہ اس کے اوپر کسی بڑے بلاک کا اثر دکھائی نہ دے۔ لیکن بدنصیبی سے جس کو انہوں نے اسلام سمجھا اور اسلام دیکھا اور اسلام کے طور پر پیش کیا، وہ خود اپنی ذات میں ایک بھیانک تصور ہے، جو ہرگز دنیا کو مطمئن نہیں کر سکتا۔

تو اب بڑی دیانتداری سے اور بیرونی نظر سے اگر آپ دیکھیں، آفاقی نظر سے دیکھیں تو دنیا کے کسی خطے میں مستقبل کے امن کی کوئی ضمانت دکھائی نہیں دے گی۔ اور کوئی ایسے آثار دکھائی نہیں دیں گے، جن پر بناء کرتے ہوئے ہم ہوش مندانہ طور پر امید رکھ سکیں کہ ہاں آئندہ کسی وقت یہ حالات تبدیل ہو جائیں گے۔

آپ ہیں صرف یعنی جماعت احمدیہ اور اس کے سوا اور کوئی نہیں ہے، جس سے دنیا کے مستقبل کا امن وابستہ ہے۔ عقلی طور پر وابستہ ہو سکتا ہے، عقلی طور پر یہ امکان موجود ہے کہ اگر جماعت احمدیہ دنیا میں

پھیلے تو اس کے ساتھ ہر قسم کے امن کا تحفظ دنیا میں پھیلے گا۔ اور اس کے ساتھ ہر قسم کے تضادات دور ہونے کا ایک سلسلہ جاری ہو جائے گا۔ یہ دعویٰ بہت بڑا دعویٰ ہے۔ لیکن امر واقعہ ہے کہ ہر احمدی اپنی شخصیت کے اندر اس دعویٰ کو جانچ سکتا ہے۔ احمدیت نے اسے کیا شخصیت عطا فرمائی ہے۔ ایک انتہائی متوازن شخصیت، جو خالصۃً انصاف پر ہی مبنی نہیں بلکہ اپنا حق چھوڑ کر دوسرے پر احسان کرنے کے رجحان پر مبنی ہے۔ ایک ایسی شخصیت، جو خالصۃً اللہ سے محبت رکھنے والی اور اللہ کی محبت چاہنے والی ہے۔ ایک ایسی شخصیت، جو واقعۃً بنی نوع انسان کی ہمدردی رکھتی ہے۔ مشرق سے بھی محبت رکھتی ہے، مغرب سے بھی محبت رکھتی ہے۔ نہ امریکہ میں رہتے ہوئے امریکن احمدی کو روس سے دشمنی ہے بلکہ روسی انسان اسی طرح اس کو پیارا ہے، جس طرح مغرب میں بسنے والا کوئی انسان۔ نہ مشرقی اشترا کی دنیا میں رہنے والے آدمی کو امریکہ سے کوئی دشمنی ہے بلکہ امریکہ کا انسان اسے اسی طرح پیارا ہے، جس طرح مشرق میں بسنے والا انسان۔ ایک عالمی شخصیت وجود میں آرہی ہے، ایک بین الاقوامی روح ترقی کر رہی ہے، جس کا تمام تر مدار خالص تقویٰ پر ہے، خالص انصاف پر ہے، خالص انسانی ہمدردی پر ہے۔ اور یہ روح اللہ کے تعلق کے بغیر پیدا نہیں ہو سکتی۔ جب تک خدا کا تعلق غالب نہ رہے، ہماری زندگی کے ہر فیصلے میں فیصلہ کن نہ بن جائے، اس وقت تک یہ مزاج پیدا نہیں ہو سکتا۔ اور اسی وجہ سے جماعت احمدیہ کو یہ استثناء حاصل ہے۔ آج دنیا میں کہ جماعت احمدیہ کے سوا اور کسی کو خدا کا وہ تعلق نصیب نہیں ہے، جس کے نتیجے میں ایک ایسی انسانیت وجود میں آتی ہے، جو سب انسانوں کے درمیان سانجھی ہو جاتی ہے، جو سب سے پیار کرنے والی ہوتی ہے، سب کا بھلا چاہتی ہے اور اس کے نتیجے میں قربانیاں دیتی چلی جاتی ہے۔

یہ وہ مضمون ہے، جس کا آغاز ہمیشہ نبوت کے ساتھ ہوا ہے۔ ساری تاریخ مذاہب کا مطالعہ کر کے دیکھ لیجئے، آپ کو اس مضمون کا آغاز نبوت کے بغیر کہیں دکھائی نہیں دے گا۔ چنانچہ عجیب بات ہے کہ وہ لوگ، جو دنیا کے سب سے سچے ہمدرد ہوتے ہیں، سب سے زیادہ پیار کرنے والے ہوتے ہیں، وہ جن کی ذات کے ساتھ دنیا کی نجات وابستہ ہو جاتی ہے، سب سے زیادہ دنیا ان سے دشمنی کرتی ہے۔ بظاہر اس بات میں بھی ایک تضاد دکھائی دے رہا ہے۔ وہ وجود، جو رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم بن کے آیا، سب سے زیادہ دنیا نے اس سے دشمنی کی ہے۔ یہ دعویٰ ایک وسیع آفاقی نظر سے جانچنے کے نتیجے میں کھل کر سامنے آتا ہے۔ عموماً مسلمان عرب میں ہونے والی ان دشمنیوں کے ذکر تک اپنے آپ کو محدود کر دیتے ہیں، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے زمانے میں خصوصاً مکی دور میں اور بعد میں بار ہا مدنی دور

میں بھی مسلمانوں کے مقابل پر ظہور پذیر ہوئیں۔ اس دشمنی کا اثر شدید تھا اور بڑے ہی دردناک مناظر ہمارے سامنے آتے ہیں۔لیکن دائرہ محدود تھا اور کچھ عرصے کے لئے تھی۔لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ اگر آپ آفاقی نظر سے مطالعہ کر کے دیکھیں تو دنیا کے کسی نبی کو دنیا کے باقی مذاہب نے اتنی گالیاں نہیں دیں، جتنی حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیں۔ساری عیسائی تاریخ، ساری یہودی تاریخ، ساری ہندو تاریخ اور دیگر مذاہب کی تاریخ اس بات سے بھری ہوئی ہے۔آخر ہندوؤں کے یہودیوں سے بھی تو اختلاف ہیں،عیسائیوں سے بھی تو اختلاف ہیں، دوسرے دیگر مذاہب سے بھی اختلاف ہیں، مگر مجھے کوئی ایک ہندو کتاب اٹھا کر دکھائیے، جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو گالیاں دی گئی ہوں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گالیاں دی گئی ہوں۔ جو بدبخت اٹھتا ہے، ان میں سے لکھنے والا، یعنی مذہب کے معاملے میں لکھنے والا، وہ دنیا کی سب سے مقدس ذات، سب سے زیادہ ہمدرد ذات کو اپنے ظلم اور اپنے دل کے تعفن کا نشانہ بناتا ہے۔ایسی ایسی ظالمانہ کتابیں ہیں کہ خون کھولنے لگتا ہے۔انسان چند صفحے مطالعہ نہیں کرسکتا۔پھر آپ عیسائی دنیا کے لٹریچر کا مطالعہ کر کے دیکھ لیجئے، وہ یہود جن سے سب سے زیادہ ضرر ان کو پہنچا آغاز عیسائیت پہ، وہ یہود جو مسیح کی صلیب کا موجب بنے، ان کی سب تکلیفوں کو کلیۃً بھلایا جا چکا ہے۔گزشتہ سینکڑوں سال سے جو عیسائی مصنف اٹھتا ہے، وہ اسلام کو اپنے مظالم کا نشانہ بناتا ہے۔اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو خصوصیت کے ساتھ اپنے طعن و تشنیع کا نشانہ بناتا ہے۔یہودی کتب اٹھا کر دیکھ لیجئے، عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ان کا ایک فوری مقابلہ تھا، اس وقت جو بعد میں پھیلتا چلا گیا اور وہ مقابلہ، جس کا آغاز حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعویٰ کے ساتھ ہوا تھا، وہ آج تک اسی طرح جاری رہنا چاہئے۔مگر عیسائی اور یہودی Polarization یہ مد مقابل جو مورچہ بندی ہے، یہ آپ کو وہاں دکھائی نہیں دیتی۔لیکن یہودیوں کا رخ بھی اسلام کی طرف اور خصوصیت سے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے۔اور جیسا کہ آپ جانتے ہیں، قرآن کریم کی تعلیم سے واقف سبھی لوگ جانتے ہیں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے واقف سبھی لوگ جانتے ہیں کہ اس سے زیادہ بنی نوع انسان کا ہمدرد وجود نہ پیدا ہوا، نہ ہوسکتا ہے۔عقلاً ممکن نہیں کہ کوئی انسان ان حدوں سے تجاوز کر جائے، جو نیکی اور رحمت کی حدیں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوئی تھیں۔

پھر یہ تضاد کیوں ہے؟ کیوں ایک ایسے انسان کی دشمنی کی جاتی ہے،اس کے مختلف محرکات بھی ہیں اور مختلف فلسفیانہ پس منظر بھی ہیں۔اور یہ ایک بہت وسیع مضمون ہے لیکن اس کے صرف ایک پہلو کی

طرف میں آج آپ کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ خدا ان لوگوں سے، جو اسے سب سے زیادہ پیارے ہوں اور پھر ان لوگوں سے جو بنی نوع انسان کے لئے سب سے زیادہ پیارے وجود بننے والے ہوں، جو بنیادی صلاحیتیں رکھتے ہوں کہ بنی نوع انسان کے آئندہ سب سے زیادہ محبوب بننے والے ہوں، ان سے یہ سلوک کیوں ہونے دیتا ہے؟ ایک حکمت اس کی یہ ہے کہ دعوے پرکھے جاتے ہیں اور آزمائش کی چکی میں سے گزر کے دعووں کی حقیقت روشن ہوا کرتی ہے۔ بے شمار انسان ہیں، جو کسی اور انسان سے تعلق کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اگر اس دعویٰ کو پرکھا نہ جائے تو ہم نہیں کہہ سکتے کہ کون اپنے دعوے میں سچا ہے اور کون اپنے دعوے میں جھوٹا ہے اور فرضی دعوے کر رہا ہے۔ آپ ایک دوست سے دوستی کا تعلق رکھتے ہیں، وہ آپ پر جان نچھاور کرنے کی باتیں کرتا ہے، آپ اس پر جان نچھاور کرنے کی باتیں کرتے ہیں۔ لیکن ایک وقت آپ کو اچانک کوئی مشکل پیش آجاتی ہے، آپ اس کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں، وہ بہانے بنا دیتا ہے اور کئی قسم کے عذر پیش کرتا ہے۔ اس وقت آپ کو معلوم ہوتا ہے کہ یہ سارے دعوے فرضی تھے۔ اور یہ آزمائش روزمرہ کی زندگی میں چلتی چلی جارہی ہے۔ مشکل کے وقت باپ کو اپنی اولاد کی محبت کا پتا چلتا ہے، مشکل کے وقت اولاد کو اپنے ماں باپ کی محبت کا پتا چلتا ہے، دوستوں کی دوستی پرکھی جاتی ہے، محبت کرنے والوں کی محبت کے دعوے پرکھے جاتے ہیں۔ اور امر واقعہ یہ ہے کہ جتنا امتحان شدید ہوتا چلا جائے، اتنا ہی زیادہ کسی دعوے کی صداقت نمایاں طور پر کھل کر اور روشن طریق پر ظاہر ہوتی ہے۔ اور یہ بھی ایک امر واقعہ ہے کہ کلیۃً ہر حالت میں کسی کا ہو رہنے کا دعویٰ، یہ ایک محض فرضی دعویٰ ہے، انسان میں یہ طاقت نہیں ہے۔ آزمائش اگر بہت بڑھ جائے تو پھر انسان ہر دوسرے کو چھوڑتا چلا جاتا ہے۔ اور یہ ایک نفسیاتی نکتہ ہے کہ آخر پر صرف نفس باقی رہ جاتا ہے۔ صرف فرق یہ ہے کہ کونسی ایسی آزمائش ہے، جس کے اندر یہ امتحان مکمل ہو جائے۔ بظاہر ایک باپ بعض دفعہ اپنی بیٹی کے لئے جان قربان کر دیتا ہے اور آپ کہہ سکتے ہیں کہ دیکھو، اس نے تو اپنا نفس قربان کر دیا۔ لیکن قرآن کریم اس مضمون کو ایک اور رنگ میں پیش فرماتا ہے۔ کہتا ہے، بعض ابتلاء ایسے خطرناک ہوتے ہیں کہ کوئی جان کسی دوسری جان کے لئے قربانی کے لئے تیار نہیں رہتی۔ جتنے ابتلاء بڑھتے چلے جاتے ہیں، جتنی تکلیف کی شدت اونچی ہوتی چلی جاتی ہے، اتنا ہی اس امر کی چھان بین ہوتی چلی جاتی ہے۔ یوں کہنا چاہئے کہ نکھر کر یہ معاملہ سامنے آتا چلا جاتا ہے کہ کس حد تک کوئی کس سے پیار کرتا تھا، کس حد تک کوئی کسی سے محبت رکھتا تھا اور قربانی کے لئے تیار تھا۔

چنانچہ اس مضمون کو آگے بڑھاتے ہوئے قرآن کریم فرماتا ہے کہ ایک وقت ایسا آئے گا، جب بنی نوع انسان خدا کی پکڑ کے نیچے ہوں گے۔ وہ ایسا سخت دن ہوگا کہ کوئی ماں اپنے بچے کے لئے قربانی

کے لئے تیار نہیں ہوگی بلکہ تمنا کرے گی کہ کاش! میرا بچہ پکڑا جائے اور میں بچ جاؤں۔کوئی بچہ اپنے ماں باپ کے لئے قربانی کے لئے تیار نہیں ہوگا اور یہ تمنا کرے گا کہ کاش! میرا باپ پکڑا جائے یا میری ماں پکڑی جائے اور میں اس مصیبت سے بچ جاؤں۔کوئی بہن اپنے بھائی کے لئے قربانی کے لئے تیار نہیں ہو گی۔پس امتحان کا معیار بلند کر دیں، سختی کا معیار بلند کر دیں تو اس وقت پتا چلتا ہے کہ کون کس کا ہے؟

ایک حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے، جو ہر خطرناک امتحان سے پوری گزرنے کے بعد بھی خدا کے نزدیک اس لائق ٹھہری کہ ہر بڑی سے بڑی تکلیف کے وقت وہ بنی نوع انسان کی ہمدردی میں اور دوسروں کی ہمدردی میں اپنے نفس کو قربان کرنے کے لئے تیار ہے۔یہی وہ گہرا فلسفہ ہے، جس کے نتیجے میں آپ کو شفیع بنایا گیا ہے۔لوگ بڑے آرام سے ہلکے سے منہ سے کہہ دیتے ہیں، شفیع ہیں دنیا کے، ہم گناہگاروں کے اور گویا بڑے آسانی سے شفاعت نصیب ہوگئی ہے۔خدا نے کہہ دیا تو شفیع بن گیا، وہ شفیع ہو گئے۔حالانکہ ان انعامات میں ان عظیم مقامات میں جو اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے، ان کے پیچھے بھی گہری حکمتیں ہوتی ہیں۔خدا کا کوئی فیصلہ بھی حکمت سے خالی نہیں۔تمام بنی نوع انسان کا شفیع اس کو بنایا، جس کے متعلق جانتا تھا اور جانتا ہے کہ وہ تمام بنی نوع انسان کا سب سے زیادہ ہمدرد ہے اور تکلیفوں میں پڑ کر اس کی سچائی کھل کر نکھر کر سامنے آچکی تھی۔ تمام دنیا نے جو مظالم کا نشانہ بنانا تھا، حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں سے کچھ نمونے آپ نے دیکھے تھے اور بہت سے ایسے تھے، جو آپ کو بتائے گئے تھے اور قرآن کریم نے اس کی پیشگوئیاں کیں اور ملائکۃ اللہ نے ان کی تفاصیل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ فرمایا کہ ایسی بدبخت قومیں ہیں، جنہوں نے تجھے اپنے مظالم کا نشانہ بننے کے لئے چن لینا ہے۔ اور صدیوں کے بعد صدیاں گزرتی چلی جائیں گی اور وہ تیرے اوپر گند اچھالتے چلے جائیں گے، وہ تیرا انکار کرتے چلے جائیں گے، تیری تکذیب کرتے چلے جائیں گے۔یہ خبریں خصوصیت کے ساتھ سورۂ کہف میں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئیں۔اور احادیث سے پتا چلتا ہے کہ ان کی بہت سی تفاصیل مختلف مواقع حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی گئیں۔ جب یہ بتایا گیا کہ اس کے نتیجے میں بالآخر یہ قومیں ہلاک ہوں گی تو اس وقت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کی جو حالت ہوئی، اس کو قرآن کریم ان الفاظ میں ذکر فرماتا ہے:۔

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰۤى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ⑦

(الکہف:07)

کہ اے محمد! تیرے دل کا کیا حال ہے؟ ہم تجھے ان قوموں کے عذاب کی خبر دے رہے ہیں، جو تیری مخالفت پر تلے بیٹھے ہیں اور ہزار سال بلکہ اس سے بھی بڑھ کر وہ تیری مخالفت پر وقف ہو جائیں گے اور تیرے دین کو مٹانے کی کوشش کریں گے اور جب ہم یہ خبر دیتے ہیں کہ خدا ان کو ہلاک کرے گا تو تیرے دل کا کیا حال ہے؟ تو کیا اس غم میں اپنے آپ کو ہلاک کرلے گا کہ یہ لوگ ہلاک ہو جائیں گے۔ یہ وہ دل تھا، جو کل عالم کا شفیع بننے کا اہل تھا، یہ وہ دل تھا، جسے رحمۃ للعالمین قرار دیا گیا۔

پس وہ ساری پیشگوئیاں، جو قرآن کریم میں اس پاک وجود کی مخالفت کے نتیجے میں دنیا کے ہلاک ہونے کے متعلق موجود ہیں، ہم اس دور سے گزر رہے ہیں، وہ حالات ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں، جو مستقبل کی باتیں تھیں، وہ آج حال بن چکی ہیں۔ اور اس بنتی ہوئی اور قوموں کی بگڑتی ہوئی تاریخ کو ہم اپنی آنکھوں سے مطالعہ کر رہے ہیں۔ اس تاریخ ساز یا تاریخ کو بگاڑنے والے دور میں سے آج ہم گزر رہے ہیں اور محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کی نمائندگی، اس پاک دل کی نمائندگی ہمیں عطا ہوئی ہے۔ اور یہ نمائندگی نہیں ہوسکتی، جب تک اپنے دلوں کو رحمت کی آماجگاہ نہ بنالیں۔ جب تک وہی جذبہ اپنے دل میں پیدا نہ کریں، جس طرح مائیں اپنے بچوں کی پرورش کرتی ہیں۔ آپ اس جذبے کی پرورش نہ کریں، اس وقت تک نہ آپ حقیقی معنوں میں حضرت اقدس محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے نمائندہ بن سکتے ہیں، نہ حقیقی معنوں میں آپ کو وہ اختیار نصیب ہوگا، وہ قوت عطا ہوگی، خدا کی تقدیر کی وہ تائید ملے گی کہ جس کے نتیجے میں آپ حقیقۃً، عملاً بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت اس دنیا کو پہنچا سکیں گے اور اس دنیا کو ہلاکت سے بچا سکیں گے۔

یہ وہ خلاصہ ہے مضمون کا، جو امریکہ کے حالات دیکھ کر بنی نوع انسان کے حالات دیکھ کر میرے دل میں ابھرا۔ اور جب میں نے سوچا کہ یہ تو ایسے ایسے خطرناک حالات ہیں اور اتنے وسیع پیمانے پر ہیں اور اتنے بڑے قوتوں کے پہاڑ ہمارے مقابل پر کھڑے ہیں کہ ہم بالکل بے بس ہیں، اس کے مقابل پر۔ پھر جب دل میں شدید اس کے لئے کرب پیدا ہوا بے چینی پیدا ہوئی تو ظاہر ہے کہ انسان پھر نظر اپنے بڑوں کی طرف اٹھاتا ہے، جب بھی مصیبت میں پڑتا ہے۔ میری نظر حضرت اقدس محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منتقل ہوئی۔ آپ کے حالات کا جائزہ لیا تو اس وقت مجھے سمجھ آئی کہ دنیا کے نجات، جس طرح کل آپ کی ذات سے وابستہ تھی، آج بھی ہماری ذات سے نہیں بلکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذات سے وابستہ ہے۔ اس ذات کو اپنی ذات میں اتارنا پڑے گا۔ وہی ایک ذات ہے، جو آپ کو بچا سکتی ہے۔ اور

وہی ایک ذات ہے، جو تمام دنیا کے لئے امن کی ضمانت دے سکتی ہے۔ اس ذات کو تمام دنیا میں منتشر کرنا پڑے گا، اس کا عکس ہر دل میں اتارنا ہوگا۔ یہ وہ رستہ ہے، جس کے سوا اور کوئی نجات کا رستہ نہیں۔ اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور خصوصیت سے اس پاکیزہ رحمت للعالمین کے رجحان کو اپنے دلوں میں آپ سمالیں اور اس کی حفاظت کریں اور اس کی پرورش کریں تو ناممکن ہے کہ خدا آپ کو ہلاک ہونے دے۔ ناممکن ہے کہ یہ جذبہ کسی اور نفرت کے جذبے سے شکست کھا جائے۔ ہر چیز ممکن ہے لیکن محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے مقدر میں شکست ممکن نہیں۔ اس لئے اس طاقت کے سرچشمے کے ساتھ کھڑے ہو جائیں اور اس سے آپ پانی پئیں، جو سرچشمہ ہمیشہ کی فتح کے لئے ایک آب حیات کا مقام رکھتا ہے۔ لیکن یہ کہنا آسان ہے، جب ہم اس کی تفصیل میں جاتے ہیں تو پھر دل مزید ڈولنے لگتا ہے اور کئی قسم کے خطرات سامنے آتے ہیں۔ کتنا تسکین بخش ہے یہ مضمون لیکن مشکل بھی تو بہت ہے۔

عام دنیا میں کسی کو آپ ہیرو بنائیں اپنا، معمولی سی ذات ہو، ویسا بننے کی کوشش کریں، ساری عمر آپ گزار دیں گے، پھر بھی بسا اوقات آپ میں اکثر ویسا نہیں بن سکیں گے۔ بعض لوگ اپنا ہیرو بناتے ہیں اور اس کی آواز Imitate کرتے ہیں، اس کی طرز Imitate کرتے ہیں، اس کی نقالی کرتے ہیں کہ ہم ویسے ہو جائیں اور یہ ہیرو مختلف قسم کے ہیں۔ بائرن ایک دفعہ ایک زمانے میں بڑا بدکردار نواب مشہور تھا، بہت اچھا شاعر تھا مگر وہ ہیرو بن گیا۔ وہ لنگڑا کر چلا کرتا تھا، ہلکی سی لنگڑاہٹ تھی، اس کی چال میں اور انگلستان کے بڑے بڑے لارڈ اور بڑے بڑے جو چوٹی کے فیشن میں آگے آگے لوگ تھے، انہوں نے بھی لنگڑا کر چلنا شروع کر دیا۔ عجیب حال تھا۔ تو دنیا تو اپنے ہیرو کی خاطر لنگڑا کے چلتی ہے، آپ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر کیوں ہمیشہ کا، ابدی حسن اختیار نہیں کرنے کی کوشش کرتے؟ اس ذات کو اپنا ہیرو بنائیں۔ اس جیسا بننے کی کوشش کریں اور یقین رکھیں کہ اس کی ہر ادا پیاری ہے، ہر ادا زندہ رکھنے کے لائق ہے۔ اور خدا ہر ادا کو لازماً زندہ رکھے گا۔ کوئی دنیا کی طاقت نہیں ہے، جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اداؤں کو مٹا دے۔ انہی اداؤں میں آپ کی زندگی ہے اور انہی اداؤں کے ساتھ آج تمام دنیا کی زندگی وابستہ ہو چکی ہے۔

مشکل ہے لیکن محبت سے یہ مضمون آسان ہوتا ہے۔ تلقین سے آسان نہیں ہوگا، نصائح سے آسان نہیں ہوگا، پیار اور محبت سے آسان ہوگا۔ محبت ہو جائے تو جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے، لنگڑوں کی بھی نقالی کی جاتی ہے۔ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا تو ایسا پیارا وجود ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

اگر خواہی دلیل عاشقش باش
محمدؐ ہست برہان محمدؐ

کہ محمدؐ کی صداقت اس کے حسن کی دلیل پوچھتے ہو تو میرا جواب یہ ہے کہ اس کا عاشق ہو جاؤ۔ محمدؐ تو خود اپنے حسن کی دلیل ہے۔ کبھی حسینوں کے متعلق بھی ثابت کیا جاتا ہے کہ کیوں حسین ہے؟ ان کا حسن دلیل ہوا کرتا ہے۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مجسم حسن ہیں۔ دلیلوں کے ذریعے تم نہیں پہنچو گے۔ ہاں دیکھو اور عاشق ہوتے چلے جاؤ۔ وہی جواب جو ایک عارف باللہ نے اس وقت دیا تھا، وہی جواب آج ہمارے لئے ہے۔ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو اپنانے کے تمام کٹھن مراحل آسان ہو سکتے ہیں۔ اگر آپ اس سیرت پر عاشق ہونا شروع کر دیں۔ اس سے آگاہ ہوں، اس کا گہری نظر سے مطالعہ کریں، ایک دلی تعلق اور وابستگی پیدا کریں، درود میں کثرت کریں۔ ہر اپنے روزانہ کے حالات پر اگر آپ غور کریں تو اتنے احسانات ہیں ہم پر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ کسی دوسرے مطالعہ کی ضرورت نہیں رہتی۔ باقی اگر ضرورت ہے تو مزید حسن میں اضافے کے لئے ہے۔ ورنہ ہر روز آپ کی زندگی میں جو بھی نیکیاں ہیں، جو بھی آپ کے دل کی بھلائی ہے، جو بھی آپ کی سیرت کا حسن ہے، کبھی آپ موازنہ کر کے دیکھیں اس کا ہر جزو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کو ملا۔ کوئی پیاری بات آپ کی ذات میں نہیں ہے، جو بالآخر چشمہ محمدی سے نہ پھوٹتی ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تو یہ احسان ہے کہ آپ نے اس چشمے سے پانی پیا، خالصۃً اس کے ہو گئے اور ہمیں بلا کر اس کی راہ دکھانے لگے۔ لیکن اصل وہی ہے، سارے حسن کا سرچشمہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اس ضمن میں ایک آخری بات کہہ کر میں اس خطبہ کو ختم کرتا ہوں کہ روزانہ جب آپ نماز ادا کرتے ہیں تو سورۂ فاتحہ کی اس دعا میں کہ

اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ

(الفاتحہ:5)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی التجا بھی شامل کر لیا کریں۔ جب آپ کہتے ہیں کہ اے خدا! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تیری ہی عبادت کرنا چاہتے ہیں تو بہت بڑا دعویٰ ہے۔ کیسے عبادت کریں؟ کس طرح وہ عبادت نصیب ہو؟ اس کے لئے فرمایا: **ایاک نستعین**. ہم تجھ سے یہ مدد چاہتے ہیں۔ تیری مدد کے بغیر عبادت نصیب نہیں ہو سکتی۔ مگر اصل پیغام اس دعا میں ہی ہے کہ عبادت تو کرنا

چاہتے ہیں مگر ویسی عبادت کرنا چاہتے ہیں، جیسی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی تھی۔ کیونکہ تو نے خود اسے عبد کا خطاب دیا:۔

قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ

(الجن:20)

قرآن کریم نے سب سے بڑا لقب جس کسی نبی کو عطا کیا ہے، وہ عبداللہ کا لقب ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ محمد عبداللہ ہے۔ پس عبادت کا عبد کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ ایک ہی لفظ کی دو مختلف شکلیں ہیں۔ پس جب آپ کہتے ہیں: ایاک نعبد تو اس میں یہ بات داخل کریں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح تیری عبادت کی تھی، ویسی ہی عبادت ہم کرنا چاہتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو عشق کے ساتھ عبادت کی تھی اور عشق از خود پیدا نہیں ہوسکتا۔ اس لئے ایاک نستعین اے خدا! اس معاملے میں ہم بالکل نااہل اور بالکل صفر ہیں۔ کوئی ہماری حالت نہیں ہے، دعویٰ اتنا بلند اور اعمال ایسے کمزور۔ صرف ایک سہارا ہے کہ عبادت کی توفیق بھی تجھ سے مانگیں۔ پس ہمیں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا عبد بنادے۔ اگر اس نیت سے آپ دعا کریں گے تو اللہ کی عبادت کا گر بھی آپ کو نصیب ہوگا اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق بھی آپ کو نصیب ہوگا۔ ایک ہی چیز کے دو نام بن جاتے ہیں آخر پہ۔ ان دو باتوں میں پھر کوئی تفریق نہیں رہتی۔

اس نیت سے اس مضمون کے مطابق اگر آج امریکہ کا ہر احمدی اپنی تربیت شروع کردے اور اپنے بچوں کی تربیت شروع کردے تو اتنی عظیم الشان طاقت آپ میں سے پیدا ہوگی کہ آپ باوجود اس کے کہ اب بھی خدا کے فضل سے اپنی نیکیوں کی وجہ سے ایک طاقت ہیں۔ آپ تصور نہیں کرسکتے کہ آپ میں اندر کتنی مزید طاقتوں کے امکانات موجود ہیں۔ ایک ناقابل تسخیر قلعہ بن جائے گا، اسلام کے لئے امریکہ۔ دنیا میں ہلاکتیں پھیلانے کا ذریعہ نہیں رہے گا بلکہ ساری دنیا کے لئے امن کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ اگر امریکہ میں بسنے والے احمدی اس نسخے کو آزمائیں اور اس نسخے کے اوپر ہمیشہ عمل کرنے کی کوشش کریں اور خالصۃً اللہ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو اپنی ذات میں داخل کرنے کی کوشش کریں۔

کام آپ کو دیئے جاتے ہیں، یہ کوئی مصنوعی حیثیت نہیں رکھتے۔ پھر کوئی بیرونی تلقین کی حیثیت نہیں رکھتے۔ یہ آپ کے دل سے اگیں گے، آپ کے دل کی تمنا بنیں گے، پھر قربانیوں کے لئے آپ کو جب بلایا جائے گا تو آپ یہ نہیں سمجھیں گے کہ باہر سے میری مرضی کے خلاف مجھے آواز دی جارہی ہے۔

میں بیٹھنا چاہتا ہوں، مجھے چلایا جار ہا ہے۔ میں چلنا چاہتا ہوں، مجھے دوڑایا جار ہا ہے۔ بلکہ آپ کے دل کی کیفیت حضرت ابراہیم کے دل کی سی کیفیت ہو جائے گی۔

وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا

(البقرۃ:129)

کی آواز آپ کے دلوں سے اٹھے گی۔اے خدا! وہ ولولہ پیدا ہو گیا ہے عشق محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نتیجے میں اور تیرے پیار کے نتیجے میں کہ اب ہم چاہتے ہیں کہ ہمیں قربان گاہیں دکھائی جائیں۔ ہم ڈھونڈ رہے ہیں ان مواقعوں کو، ہم تلاش میں ہیں ان نیکیوں کی، جن کی طرف ہمیں بلایا جائے اور ہم دوڑتے ہوئے، لبیک کہتے ہوئے آگے بڑھیں۔ یہ وہ کیفیت ہے، جو اس مضمون کے نتیجے میں لازماً نصیب ہوا کرتی ہے۔ اور یہ مقام اگر کسی جماعت کو عطا ہو جائے تو آپ دیکھیں گے کہ آپ نے پھیلنا ہی پھیلنا ہے۔ کوئی طاقت روک ہی نہیں سکتی آپ کو۔ کوئی دنیا کی قوت ایسی نہیں، جو نظام قدرت کے قوانین کے اوپر غالب آسکے۔ ایک چھوٹی سی بھاپ کی طاقت ہے، اسے روکنے کی کوشش کرتے ہوئے ایک نوجوان لڑکے نے انجن ایجاد کر لیا۔ انجن بھاپ سے چلنے والا تمہاری مشینوں کا تصور منتقل ہوا اور پھر ریلوے کا انجن ایجاد کیا۔ پھر اور بہت سی مشینیں اس سے نکلیں۔ اس کا خیال تھا کہ میں بھاپ کو جو ابلتی ہوئی دیگچی سے نکل رہی ہو، اس میں کسی طرح دبا کر دیکھوں کیا ہوتا ہے؟ پہلے اس نے آٹا واٹا لگایا، اس کو دبایا، اس پر پتھر رکھے، تھوڑی دیر بعد پھر بلبلے نکلنے شروع ہو گئے۔ پھر اس نے اور کوشش کی، جو بوجھل سی چیزیں رکھی جاسکتی تھیں، اس پر رکھ دیں۔ آپ اس پر کھڑا ہو گیا لیکن پھر تھوڑی دیر کے بعد ایک طرف سے اور زیادہ قوت کے ساتھ وہ بھاپ نکلنا شروع ہو گئی۔

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت خدا کی قسم اس بھاپ کی قوت سے سینکڑوں ہزاروں گنا زیادہ طاقتور ہے۔ کوئی دنیا کی طاقت اس قوت کو دبا نہیں سکتی۔ اگر یہ سچے طور پر آپ کے دلوں میں جاری ہو جائے۔ کیسے آپ رکیں گے ایک مقام پر پھر؟ کیسے دنیا آپ کی رفتار میں حائل ہو سکے گی؟ آپ کو لازماً بڑھنا ہو گا اور پھیلنا ہو گا اور اس قوت پر آپ کا اپنا اختیار نہیں رہے گا۔

اس لئے میں یہی دعا کرتا ہوں اور یہی تمام امریکہ کو واشنگٹن سے میرا پیغام ہے۔ کیونکہ یہ آپ کا ہیڈ کوارٹر ہے کہ اس سے بہتر نسخہ ان سارے مسائل کے علاج کے طور پر مجھے اور کوئی معلوم نہیں۔ نہ ممکن ہو سکتا ہے۔ اللہ کرے کہ ہم اس نسخے پر عمل پیرا ہو جائیں اور پھر سارے ترقیات کے مراحل ہم پر خود بخود آسان ہوتے چلے جائیں گے۔ اللہ کرے کہ جلد تر ہمیں یہ مقام نصیب ہو"۔

(مطبوعہ خطبات طاہر جلد 06 صفحہ 643 تا 657)

# احمدیت کے نزدیک خدا کے سب بندے برابر اور یکساں ہیں

## خطبہ جمعہ فرمودہ 16 اکتوبر 1987ء

”....جتنے دنیا میں نیکی کے نام پر بہت سے کام کرنے والے آپ کو دکھائی دیں گے، ان میں دو ہی قسم کے لوگ ہو سکتے ہیں۔ یا وہ جو اپنی طرف سے خرچ کریں، قربانیاں کریں اور پھر نصیحت کریں۔ کچھ وہ جن کو بڑی بڑی حکومتیں لاکھوں کروڑوں روپے دے رہی ہوں کہ جاؤ اور بنی نوع انسان کو ہدایت دو۔ تو وہ لوگ جن کے پاس پیسہ آئے تو وہ خدمت کریں، پیسہ نہ آئے تو ان کی خدمتیں ختم ہو جائیں۔ نفسیاتی لحاظ سے یہ قطعی طور پر ثابت ہو جاتا ہے کہ ان کی نگاہ میں پیسے کی قیمت ہے، بنی نوع انسان کی بھلائی کی قیمت نہیں۔

اس پہلو سے جب آپ جماعت احمدیہ کی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو مغربی قوموں میں بھی اور مشرقی قوموں میں بھی جماعت احمدیہ اس وقت بھلائی کا پیغام لے کر نکلی، جب کے انتہائی غریب تھی۔ اور کوئی دنیا میں مالی لحاظ سے اس جماعت کا مددگار نہیں تھا۔ جس زمانے میں امریکہ جیسی بڑی اور عظیم مملکت کو ہدایت کا پیغام دینے کے لئے بھجوایا گیا، حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کو بھجوایا گیا، قادیان میں یہ حال تھا کہ بعض دفعہ چھ چھ مہینے کے لئے کارکنوں کو تنخواہ دینے کے لئے پیسے نہیں ہوا کرتے تھے۔ واقعۃً گھروں میں فاقے پڑنے لگ جاتے تھے اور پھر حضرت مصلح موعودؓ تحریک فرماتے تھے، جماعت کے امراء سے کہ اماناً کچھ بھجوادو، جب خدا نے توفیق دی، ہم تمہیں واپس کر دیں گے۔ لیکن سلسلے کے کارکنوں کی غریبانہ حالت مجھ سے دیکھی نہیں جاتی۔ چنانچہ ان دردناک اپیلوں کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ فضل فرماتا۔ بعض صاحب حیثیت لوگوں کے دل کھلتے، کچھ ویسے رقمیں بھجوا دیتے، کچھ امانت میں رقمیں بھجوا دیتے۔ چنانچہ تاریخ احمدیت کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ سالہا سال تک ایسی کیفیت گزری کہ قرضوں کے اوپر سلسلے کے خدمت کرنے والوں کے گزارے ادا ہوتے رہے۔ جو کہ بہت ہی معمولی گزارے تھے۔ آج جو واقفین کو گزارے ملتے ہیں، ان کی ان گزاروں کے ساتھ کوئی مماثلت نہیں۔ بمشکل زندہ رہنے کے لئے گزارے تھے۔ اور وہ بھی جیسا کہ میں نے بیان کیا، کئی مہینوں نہیں مل سکتے تھے۔ اس وقت احمدیت نے امریکہ جیسی عظیم مملکت کو اسلام کا پیغام پہنچانے کے لئے ایک درویش بھجوایا۔

یہ وہ بات ہے، جو حضرت نوحؑ ان کو سمجھانے کی کوشش کرتے رہے کہ ہم تو مال کی طرف ادنیٰ سی لالچ کی نگاہ بھی نہیں کرتے۔ تمہارے اموال سے ہمیں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ ہم تو خود قربانیاں دے رہے ہیں اور پھر تمہیں نصیحت کر رہے ہیں۔ تم کیوں اس بات کو نہیں سمجھتے؟ کیوں نہیں سمجھتے کہ مال میں فضیلت نہیں ہے بلکہ انسان کی شرافت میں فضیلت ہے، خدا سے تعلق میں فضیلت ہے۔ اور اب تم یہ کہتے ہو کہ مال والوں کی عزت کریں اور وہ لوگ، جو خدا کی خاطر سب کچھ قربان کر کے میرے سامنے خدا کے دین کی نصرت کے لئے حاضر ہوئے، ان کو میں دھتکار دوں۔ اس لئے کہ وہ غریب ہیں، اس لئے کہ وہ بے حیثیت ہیں، اس لئے کہ ان کے رنگ کالے ہیں۔ یا پھر اور حیثیت ایسی ہے کہ چونکہ اس زمانے میں بھی بہت بڑی بڑی قوموں کو جو سیاہ فام بھی تھیں اور دوسرے رنگوں سے بھی تعلق رکھتی تھیں، غلام بنا کر امیر قومیں خدمت پر لگایا کرتی تھیں، یہ بھی کوئی نئی بات نہیں ہے۔ تو فرمایا جن کو تم ویسے ہی حقارت سے دیکھتے ہو، نہ ان کے پاس مال، نہ ان کے پاس عزتیں، نہ ان کے پاس قومی فضیلت ایسی پائی جاتی ہے، جس کے نتیجے میں تم ان کی عزت کر سکو اور مجھے کہتے ہو کہ میں بھی ان کو ذلیل دیکھوں، تب تم میری بات سنو گے"۔

"..... یوں معلوم ہوتا ہے کہ آج کل خود اسی ملک میں امریکہ کے حالات پر یا امریکہ کے حالات کو سامنے رکھ کر یہ مضمون بیان فرمایا گیا ہے۔ یہاں بھی ایسی قوم بستی ہے، جس کو دنیا حقارت کی نظر سے دیکھتی ہے۔ خود ان کے اہل وطن، جو نسبتاً سفید فام ہیں، ان کے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہیں کہ اگر چہ قانون ان کو بعض حقوق دلواتا ہے، آزادیاں دیتا ہے، ان کو برابر کے مواقع میں شریک قرار دیتا ہے لیکن عملاً یہ خستہ حال ہیں اور گلیوں اور کارخانے کے کمترین کام کرنے والوں میں آپ کو یہ دکھائی دیں گے۔ جہاں تک اقتدار کا تعلق ہے، حقیقت میں اقتدار کی کنجیاں سفید فام لوگوں کے ہاتھ میں ہیں۔ اور اس کے نتیجے میں یہ بہت ہی بے چینی کا شکار ہیں۔

جہاں تک اسلام کا تعلق ہے، اسلام چونکہ ایک عالمی مذہب ہے، اس لئے رنگ اور نسل کی تمیز نہیں کرتا۔ جیسے اس بات کی تعلیم نہیں دیتا کہ رنگ اور نسل کے لحاظ سے کسی دوسری قوم کی تحقیر کی جائے، اسے ذلیل سمجھا جائے، اسی طرح اس بات کی بھی اجازت نہیں دیتا کہ رنگ اور نسل کی بناء پر کسی قوم سے انتقام لیا جائے اور اس سے انصاف کا سلوک نہ کیا جائے اور اپنی قوم کو انتقامی تعلیم دی جائے۔ اسلام ایک توازن کا مذہب ہے۔ اس لئے جب میں یہ تفریق کر کے آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں تو ہرگز مراد یہ نہیں کہ احمدیت ایک طرف ہے اور دوسری طرف نہیں ہے۔

احمدیت کے نزدیک خدا کے سب بندے برابر اور یکساں ہیں۔ لیکن اگر کوئی احمدیت تفریق کرتی ہے تو ظالم اور مظلوم کے درمیان کرتی ہے، ایک رنگ اور دوسرے رنگ کے درمیان نہیں کرتی۔ لیکن اس وقت میں اس کی تفصیل میں بھی نہیں جانا چاہتا۔ میں آپ سے ان دونوں سے جو بحیثیت احمدی یہاں موجود ہیں، خواہ وہ کسی رنگ سے تعلق رکھتے ہوں، سیاہ رنگ سے تعلق رکھتے ہوں یا نسبتاً کم سیاہ رنگ سے تعلق رکھتے ہوں یا بالکل سفید رنگ سے تعلق رکھتے ہوں۔ ان سے میں ان آیات میں بیان کردہ مضمون کی روشنی میں کچھ اہم باتیں کرنی چاہتا ہوں۔

امر واقعہ یہ ہے کہ وہ پاکستانی خصوصیت کے ساتھ جو باہر سے تشریف لائے اور یہاں آباد ہوئے، وہ بھی ایک قسم کے Complex کا شکار ہیں۔ یعنی احساس کمتری صرف رنگ کے سیاہ ہونے سے نہیں ہوا کرتا، بعض دفعہ رنگ کے کم سیاہ ہونے سے بھی ایک احساس کمتری پیدا ہو جاتا ہے۔ احساس کمتری تو دل کے چھوٹا ہونے کا نام ہے، نظر کے چھوٹا ہونے کا نام ہے۔ خواہ یہ دل کا چھوٹا پن اور نظر کا چھوٹا پن کالے رنگوں میں پایا جائے یا سفید رنگوں میں پایا جائے یا درمیان کے رنگوں میں پایا جائے۔ اس کا مظہر ایک ہی ہوگا یعنی احساس کمتری۔ اور دنیا کے معاشرے کی بہت سی بیماریاں احساس کمتری کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہیں۔ لیکن سب سے زیادہ مذہب کی دنیا میں اگر کوئی قوم یا بعض قومیں احساس کمتری کا شکار ہو جائیں تو اس کے نہایت ہی خوفناک نتیجے پیدا ہوتے ہیں۔

کیونکہ جیسا کہ آپ نے ان آیات میں سنا ہے، احساس کمتری اور سچائی اکٹھے نہیں رہ سکتے۔ ایک دوسرے کے ایسے شدید دشمن ہیں کہ بیک وقت دونوں پنپ ہی نہیں سکتے۔ احساس کمتری کے نتیجے میں صداقت کھائی جاتی ہے۔ جس طرح گھن کھا جاتا ہے بعض چیزوں کو اسی طرح احساس کمتری ایمان کو کھا جاتا ہے، صداقت کو کھا جاتا ہے، شرافت کو کھا جاتا ہے۔ اور بعض دفعہ یہ احساس کمتری مخفی ہوتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی باہر سے پاکستانی ہو یا غیر پاکستانی، بنگال سے آئے ہوئے ہوں یا عرب سے آئے ہوئے ہوں، وہ آ کر یہ محسوس کریں کہ ان کے حالات نسبتاً ان لوگوں سے اچھے ہیں، جنہیں سیاہ فام کہا جاتا ہے اور ان کے رنگ بھی نسبتاً ان سے سفید فام قوموں کے قریب تر ہیں اور لاشعوری طور پر اس کے نتیجے میں وہ یہ سمجھنے لگیں کہ ہم چونکہ اتنے کالے نہیں اور چونکہ اتنے غریب نہیں، اس لئے ہم سفید فام لوگوں میں ملنے کے زیادہ اہل ہیں اور وہ ہمیں زیادہ قرب عطا کریں گے، اس لئے اصل سوسائٹی ہماری ان کی ہے۔ ان سے تعلق بڑھائیں تو ہمیں ان دوسروں پر ایک فضیلت حاصل ہے۔ حالانکہ وہ ان کی قوم سے تعلق رکھنے والے

ہیں۔ یہ احساس بسا اوقات میں نے دیکھا ہے، شعوری طور پر پیدا نہیں ہوتا۔ ورنہ ایک احمدی اگر شعوری طور پر یہ بات سوچے تو وہ احمدی رہتا ہی نہیں۔ وہ اسی وقت بد دیانت اور بے ایمان ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ قرآن کریم کی بنیادی تعلیم سے روگردانی کرتا ہے۔ لیکن جیسا کہ میں نے بیان کیا انسان ہزار دھوکوں کا شکار ہے۔ ایسی غفلتوں کا شکار ہے کہ اس کی آنکھ نہیں کھلتی۔ بعض دفعہ موت کا قرب بعض دفعہ آنکھ کھول کر اسے ایسا پیغام دیتا ہے کہ وہ حیران رہ جاتا ہے کہ ساری عمر میں نے گزاری اور مجھے محسوس نہیں ہوا کہ میں کیسی عمر گزار کے آیا ہوں۔ اس لئے ضروری ہے کہ انسان کو اس کے حالات کا تجزیہ کر کے اسے تفصیل سے سمجھایا جائے کہ تم کیا کر رہے ہو؟ اور کیوں کر رہے ہو؟ اور کیوں تمہیں یہ نہیں کرنا چاہئے؟

اس لئے میں ہر پاکستانی یا غیر امریکن نیم رنگ رکھنے والے کو مخاطب نہیں ہوں یعنی مخاطب تو سب کو ہوں لیکن ہر ایک کو ملزم قرار نہیں دے رہا۔ مگر کم فہمی کے نتیجے میں ایسا ہوتا ضرور ہے اور ایک بڑی تعداد ایسے امراض کا شکار ہو جاتی ہے۔ ایک دفعہ بہت پرانی بات ہے۔ اس زمانے میں ابھی بہت کم پاکستانی یہاں آنے لگے تھے۔ ایک پاکستانی نے مجھ سے بیان کیا کہ امریکہ میں جو سب سے بڑی ایک Problem یعنی ایک سب سے بڑا مسئلہ ہے، وہ یہ ہے کہ اس کے نزدیک نعوذ باللہ من ذالک ہمارے مبلغین نے یہ غلطی کی کہ پہلے سیاہ فام لوگوں میں تبلیغ شروع کر دی اور اس کے نتیجے میں وہ جوق در جوق شامل ہونے شروع ہوئے۔ چنانچہ خود اپنے ہاتھوں سے سفید فام قوموں کے لئے رستے بند کر دیئے۔ اس کے اندر وہ احساس کمتری پایا جاتا تھا، جو نوحؑ کی بظاہر غالب قوم کے اندر پایا جاتا تھا۔ اس کے اندر وہ جاہلانہ بات تھی کہ جو نسبتاً کم عزت رکھنے والی قومیں ہیں، وہ خدا کی ہو بھی جائیں، تب بھی وہ ذلیل ہی رہیں گی۔ گویا کہ اور سفید فام آئیں گے تو دین کو عزت ملے گی۔ سفید فام نہیں آئیں گے تو دین ذلیل رہے گا۔ وہ بات کرنے والا ایک ذلیل سوچ رکھنے والا تھا۔ میرا دل متلانے لگا کہ کس قسم کی بات کر رہا ہے۔ قرآن کریم تو فرماتا ہے کہ میرے باشعور بندے ہزار ہا سال پہلے بھی ایسے روشن دماغ رکھتے تھے کہ وہ جانتے تھے کہ سچی فضیلتیں کن باتوں میں ہیں۔ وہ جانتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ غریبوں کو توفیق دے اور کم نظروں کو، چھوٹا دکھائی دینے والوں کو توفیق دے تو وہ خدا سے ایسی عزت پاتے ہیں کہ تمام دنیا پر وہ فضیلت پا جاتے ہیں۔ ان کے آنے سے دین کو عزت ملتی ہے، ان کے جانے سے دین کی ذلت ہے۔ اور جو دین کو چھوٹا دیکھتے ہیں، ان کے نہ آنے میں دین کی عزت ہے اور پھر یہ کہ ان پر دروازے کیسے بند کئے جاسکتے ہیں۔ اگر خدا تعالیٰ کسی قوم کو ایک فضیلت عطا کرے اور وہ نیکی کی طرف آگے بڑھے اور قربانیوں کی طرف

آگے بڑھے تو اس بناء پر ان پر دروازے بند کئے جائیں کہ تمہارا رنگ مختلف ہے، تمہاری قومی حیثیت مختلف ہے، تم غریب لوگ ہو۔ یہ دروازے ظاہراً بعض دفعہ نہیں بند کئے جاتے۔ بعض دفعہ دلوں پر تالے پڑتے ہیں اور رجحان بند ہو جاتے ہیں۔ ان کی طرف دیکھنے والی نگاہیں مجرم ہو جاتی ہیں۔ ان کو محبت سے سینے سے لگانے کی بجائے وہ ایک ہلکی سے دوری محسوس کرتے ہیں، ایک پردہ سا بیچ میں حائل کر دیتے ہیں۔ پس ظاہری طور پر کبھی ایسا واقعہ نہیں سنا ہوگا آپ نے کہ ان لوگوں میں سے احمدی ہوئے ہوں اور ان پر دروازے مسجد کے بند کر دیئے جائیں کہ تم نے نہیں آنا۔ لیکن ایسے واقعات آپ نے ضرور دیکھے ہوں گے اور اگر آپ اپنے دل کو ٹٹول کر دیکھیں تو ہوسکتا ہے آپ کو اپنے اندر بھی ایسی بد نصیبی کبھی دکھائی دے دے کہ آپ نے اپنی روح کے دروازے ان پر کچھ بند کئے یا بھیڑ دیئے کم از کم۔ اگر مقفل نہیں کئے تو نہیں چاہا کہ یہ کھلے ہوں اور یہ شوق سے آپ کے اندر داخل ہوں۔ اس رجحان کے نتیجے میں جماعت احمدیہ کو اتنا شدید نقصان پہنچا ہے کہ آپ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے"۔

".....کتنا خوشخبریوں سے بھرا ہوا عظیم الشان زمانہ تھا، جب حضرت مفتی محمد صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہاں تشریف لائے اور جوق در جوق اور قوم در قوم ان لوگوں نے، جن کو سیاہ فام کہا جاتا ہے، احمدیت کے لئے اپنے دروازے کھول دیئے، اپنے سینے وا کر دیئے۔ اس زمانے میں تار کا خیال بہت شاذ آیا کرتا تھا۔ عموماً خطوں کا زمانہ تھا بلکہ لوگ تار کو اتنا بڑا واقعہ سمجھتے تھے کہ تار دینے کی بجائے خط میں لکھا کرتے تھے کہ آپ اس خط کو تار سمجھیں یعنی ہے تو بہت بڑی Urgency، بہت ہی شدت کی ضرورت ہے لیکن تار تو بہت بڑی بات ہے، اس لئے آپ مہربانی فرما کر میرے خط کو یہ تار سمجھ لیں اور ہمارے دیہات میں خصوصاً پنجاب میں یہ تو عام محاورہ تھا۔ اس زمانے میں اتنا Excite ہو گئے حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تاروں پر تاریں دینے لگے۔ آج یہاں انقلاب آ گیا، آج وہاں انقلاب آ گیا۔ یہاں اب جوق در جوق لوگ شامل ہوئے، وہاں قوم در قوم لوگ شامل ہونا شروع ہوئے۔ اس زمانے میں حضرت مصلح موعودؓ کے خطبے سنیں کس طرح حمد سے بھرے ہوئے ہیں۔ ایک غریب جماعت جس کے کارکنوں کو کھانے کی روٹی بھی میسر نہیں، اس کی بھی کوئی ضمانت نہیں، اس کا ایک غریب نمائندہ ایک امیر ترین ملک میں جاتا ہے اور وہاں سے خوشخبریاں بھیج رہا ہے کہ خدا کے فضل سے ان قوموں کے دل کھل رہے ہیں۔ کسی نے ان سے یہ سوال نہیں کیا کہ کالے آرہے ہیں کہ سفید آرہے ہیں؟ کسی نے مفتی محمد صادق سے نہیں پوچھا کہ تم نے حکمت عملی کیا اختیار کی؟ کہیں یہ تو نہیں کر رہے کہ کالوں کو قبول کر رہے ہو اور سفید پیچھے رہ

جائیں؟ ہر آنے والا خدا کا بندہ تھا اور خدا کے بندے کے طور پر خدا کے بندے دونوں ہاتھوں سے اسے سینے سے لگا کر قبول کیا کرتے تھے۔ ہر آنے والا تقویٰ کی رونقیں ساتھ لے کر آتا تھا اور ہر تقویٰ والا مقابلۃً اسے تقویٰ کے نور سے اسے اور بھی زیادہ مزین کرتا چلا جاتا تھا۔

یہ وہ دور تھا اگر یہ اسی طرح جاری رہتا تو بعید نہیں تھا کہ آج اس ملک کی ایک بھاری تعداد خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ احمدیت اسلام میں داخل ہو چکی ہوتی۔ اور بجائے اس کے کہ یہ ملک دنیا میں برائیاں پھیلانے کا اڈا بنا ہوا ہوتا، بجائے اس کے کہ دنیا میں گند پھیلانے کے لئے یہاں سب سے بڑی صنعتیں قائم ہوتیں۔ یہاں سے دنیا کے لئے رحمتیں بانٹی جاتیں، دنیا یہاں سے نعمتیں حاصل کرتی، دین کی بھی اور دنیا کی بھی۔ اور عظیم الشان محسن کے طور پر یہ ملک دنیا کے سامنے ابھرتا۔ جتنی اس قوم کی تعداد ہے، وہ اتنی بڑی طاقت ہے، اگر وہ اسلام کے رنگ میں رنگین ہو کر اسلامی تہذیب سے وابستہ ہو جائیں اور اس رنگ ڈھنگ کو اپنے لئے اختیار کر لیں اور خلافت کی تنظیم سے وابستہ ہو جائیں تو دنیا کی سب سے بڑی طاقت بن سکتی ہے۔ اور کوئی دنیا کی سازش، کوئی دنیا کی طاقت ان کو دبا نہیں سکتی۔ پھر اس طرح ابھریں گے کہ ناممکن ہے کہ ساری دنیا بھی چاہے تو ان کو دبا دے۔ اسلام میں اگرچہ بظاہر ابھرنے کی تعلیم نہیں ہے، بظاہر بغاوت سے منع کیا گیا ہے اور انکسار بتایا گیا ہے، Humility سکھائی گئی ہے کہ عاجز بندے بنو۔ اور اسلام بتاتا ہے کہ خدا کو عجز کی راہیں پسند ہیں۔ لیکن اس میں ایک بہت بڑا حکمت کا ایک راز ہے کہ وہ قومیں، جو خدا سے محبت کے نتیجے میں عاجز بنتی ہیں، ان کے اندر خدا کی طاقت پیدا ہو جاتی ہے، ان کو خدا اپنی عظمتیں عطا کرتا ہے اور کوئی دنیا کی قوم نہیں ہے، جو ان لوگوں کو دبا سکے، جن میں خدا کی طاقت پیدا ہو جائے۔ اس لئے میں یہ کہہ رہا ہوں کہ آج دنیا کی تقدیر کا نقشہ بدل چکا ہوتا۔ آج اور مسائل دنیا میں ہو رہے ہوتے، آج امریکہ کے میدان سے اسلام کا سورج طلوع ہو رہا ہوتا اور وہ جو آپ باتیں سنتے تھے کہ مغرب سے سورج طلوع ہوگا۔ آپ اپنی آنکھوں سے اس کو ظہور ہوتے ہوئے دیکھ لیتے۔ چھوٹی چھوٹی بدنصیبیاں ہیں۔ اپنے ہی مرضوں کا شکار بعض لوگ اپنے آپ کو دنیا کی فضیلت کے نتیجے میں افضل سمجھنے لگ جاتے اور اب خدا کے ان بندوں سے جو دنیا کے لحاظ نسبتاً ان کے کم درجے پر ہوں، ان سے تکبر کا سلوک کرتے۔ اگر آپ ان میں سے نہیں ہیں، جنہوں نے تکبر کا سلوک کیا تو پھر بھی جیسی محبت کا سلوک چاہئے تھا، جیسے سینے سے لگانے کی ضرورت تھی، ویسا آپ نے نہیں کیا۔

چنانچہ بعد میں اسلام کے جھوٹے Version بھی آنے شروع ہوئے یعنی مصنوعی اسلام کے نام پر آنے والی تنظیمیں، جو اس وقت یہاں داخل ہوئی ہیں، جب ان کو دولت دی گئی ہے کہ جاؤ، اس دولت

کے ذریعے امریکہ میں جا کر اسلام کا پیغام پہنچاؤ۔ حضرت نوحؑ کا یہ بیان اگر چہ ان کو جھوٹا بتا رہا ہے۔ اگر چہ بتا رہا ہے کہ جب تک تمہارے پاس دولت نہیں آئی، تم کیوں اس میدان میں نہیں نکلے؟ اس لئے تم قوموں کی بھلائی کے جذبے سے نہیں نکل رہے، دولت کی خاطر پیسے لے کر اب نکل رہے ہو، تبلیغوں کے لئے۔اس کے باوجود چونکہ جماعت احمدیہ نے ایک میدان خالی چھوڑ دیا تھا، اس لئے جوق در جوق یہ لوگ ان کی طرف جانے شروع ہوئے اور ایک بہت بڑی طاقت بن گئے۔ مگر بدنصیبی سے۔ کیونکہ متقی سیادت ان کو نصیب نہیں ہے، متقی لیڈر شپ نصیب نہیں ہے۔اس لئے وہ لوگ ان کو اسلام میں داخل کر کے ان کو غلط کاموں کے لئے استعمال کرنے لگے۔ سیاست کے فائدے اٹھانے کے لئے ان کو جرائم پر آمادہ کیا جاتا ہے، ان سے خوفناک کام لئے جاتے ہیں، ان کو غلط تصور دیئے جاتے ہیں نیکی کے۔ اور ہر وہ بات، جو اسلام نے غلط قرار دی، اس کی طرف باقاعدہ منظّم طریق پر ان کو تیار کیا جا رہا ہے۔ کوئی کسی لیبل کے نیچے مسلمان ہو رہا ہے، کوئی کسی لیبل کے نیچے مسلمان ہو رہا ہے۔ اور ہر پیسے دینے والے کا اپنا ایک ذاتی مقصد ہے۔ ایک سیاسی مقصد ہے کہ ان کو ہم استعمال کریں۔ لیکن یہ وہ جانتے ہیں کہ ہے بہت بڑی طاقت۔ یہ طاقت اگر احمدیت میں داخل ہوتی تو اس سے لاکھوں گنا بڑی طاقت بن جاتی۔ کیونکہ یہ طاقت خدا کے ہاتھ میں آ جاتی، بندوں کے ہاتھ میں جب طاقتیں آتی ہیں تو وہ ہمیشہ برائی کے لئے استعمال ہوتی ہیں۔ خدا کے ہاتھ میں جب طاقتیں آتی ہیں تو وہ ہمیشہ بھلائی کے بے شمار سرچشمے ان طاقتوں سے پھوٹتے ہیں اور ساری دنیا کو سیراب کر دیا کرتے ہیں۔

اس لئے میں سمجھتا ہوں، میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ کس کا قصور تھا کہ کس کا نہیں تھا؟ یا کس کا آج قصور ہے یا کس کا نہیں ہے؟ مگر میں یہ آپ کو بتاتا ہوں کہ قرآن کریم نے یہ جو واقعہ بیان کیا ہے، یہ ایک ہمیشہ کی سچائی ہے۔ قرآن کی نظر دلوں پر ہے کیونکہ یہ خدا کا کلام ہے۔ اور جیسا جو کچھ نوحؑ کے زمانے میں ہو گزرا، وہ سب کچھ آج بھی یہاں ہو سکتا ہے۔ اور ہو سکتا ہے، ہو رہا ہے۔ اس لئے ہم نتائج کے لحاظ سے جانچ سکتے ہیں۔ میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ فلاں نے یہ ظلم کیا یا فلاں مبلغ سے یہ غلطی ہوئی یا فلاں آنے والے نے یہ قصور کیا؟ مگر میں یہ جانتا ہوں کہ ہم سب سے کوئی اجتماعی قصور ضرور ہوا ہے۔ ورنہ آج اس حالت میں ہم احمدیت کو یہاں نہ دیکھتے۔ اس لئے اس نظریے کو تبدیل کریں۔ اس لئے نہیں کہ آپ نے ان کو حاصل کرنا ہے۔ اس لئے کہ آپ ہلاک ہو جائیں گے، اگر آپ نے یہ نظریہ تبدیل نہ کیا۔ تعداد جیتنے کی خاطر جو بھی آپ فعل کریں گے، وہ بے معنی ہے۔ آپ نے خدا جیتنے کی خاطر فعل کرنے ہیں۔

پس اگر آپ خود خدا سے کھوئے جارہے ہیں، ایک طرز عمل کے نتیجے میں تو پہلے اپنی فکر کریں۔ اگر آپ اپنی فکر کریں گے اور باخدا ہو جائیں گے تو خدا خود ان کی فکر کرے گا۔ پھر آپ کے لئے سکیمیں بنانے کی ضرورت نہیں کہ کس طرح ان کو بلائیں۔ اپنے دل خدا کے لئے کھولیں، خدا کی خاطر تقویٰ اختیار کریں، خدا کی خاطر انکسار پیدا کریں اپنے اندر۔ اور ہر قسم کے کبر سے ایسا خوف کھائیں، جس طرح بعض کوڑھیوں سے خوف کھاتے ہیں۔ جس طرح شیر سے بھاگا جاتا ہے ڈر کے مارے، اس سے بھی زیادہ کبر سے خوف کھائیں۔ اس سے زیادہ ہلاک کرنے والی اور کوئی چیز نہیں۔ اور یہ مخفی دروازوں سے اندر داخل ہوتا ہے، یہ بغیر آہٹ کے چلتا ہے۔ اور جب انسان کے اندر داخل ہو جائے تو اس کے وجود پر قبضہ کر لیتا ہے۔ اور بسا اوقات عجز کا پیغام دینے والے، عجز کا اظہار کرنے والے خود تکبر کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ باہر سے آنے والے خصوصیت کے ساتھ اپنی نگاہوں کو تبدیل کریں۔ خدا کا شکر ادا کریں کہ ان کو ایک غیر ملک میں ایسی دنیا کمانے کی بھی توفیق ملی، جسے وہ دین کی طرف منتقل کر سکتے ہیں۔ اور اگر نہیں کر سکتے تو ان کا آنا بیکار۔ انہوں نے اپنی روحوں اور اپنی اولادوں کے سودے کئے ہیں، اس ملک سے۔ اگر خدا نے آپ کو دیا ہے تو اس خیال سے خدا کے حضور جھکیں اور اس کا شکر ادا کریں کہ خدا تو نے ہمیں وہ کچھ دیا، جس کی تمنا تھی کہ ملتا تو ہم خدا کی راہوں میں خرچ کرتے۔ ملتا تو بنی نوع انسان کی بھلائی کے لئے خرچ کرتے۔ پہلے خالی ہاتھ تھے، حسرتیں تھیں۔ اب خدا نے ہاتھ بھرے ہیں تو حسرتیں پوری کرنے کا زمانہ آیا، امنگیں پوری کرنے کا زمانہ آ گیا۔ اگر یہ احساس پیدا ہوگا تو کتنا شکر آپ کے دلوں میں پیدا ہوگا۔ پھر ان بھائیوں کو، ان پسماندہ لوگوں کو اٹھائیں، ان کو سینے سے لگائیں کیونکہ یہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ ہے۔ قرآن سے آپ نے جو کچھ سیکھا، اسے اس حیرت انگیز شان کے ساتھ اپنے وجود میں داخل کر دیا کہ ہمیشہ کے لئے حسین ترین نمونے دنیا کے سامنے ایسے پیدا ہوئے کہ ان کی کوئی مثال آپ کو کہیں دکھائی نہیں دے گی۔ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے غریبوں کے ساتھ ایسی محبت کی ہے کہ اصحاب صفہ، وہ لوگ ہیں، جو غرباء میں سے رسول اللہ ﷺ کی محبت کے نتیجے میں مسجد میں آکے بیٹھ گئے۔ یہ جوابی پیار کیسے پیدا ہوا؟ اگر پہلے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں پیار پیدا نہیں ہوا تھا۔ بعض لوگ اپنی بیوقوفی یا نہ سمجھی سے یہ گمان کرتے ہیں کہ اصحاب صفہ سب کے سب وہ لوگ تھے، جو بیکار تھے، جن کو دنیا کی کمائی کے ڈھنگ نہیں آتے تھے۔ اور اس کے نتیجے میں جس طرح درویش لولے لنگڑے وہاں اکٹھے ہو جایا کرتے ہیں بعض جگہوں پہ جہاں کھانا مفت ملتا ہے، اس طرح

اصحاب الصفہ بھی آ گئے، چونکہ نیک تھے، اس لئے مسجد میں آ کے بیٹھ گئے بجائے کسی اور یتیم خانے میں جانے کے۔ بالکل غلط اور جھوٹا تصور ہے۔ وہ صاحب عظمت و وقار لوگ تھے۔ ان میں ایسے تھے، جو دنیا کمانا جانتے تھے۔ اس کے باوجود انہوں نے اپنے آپ کو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں آپ کے حضور حاضر کر دیا اور غربت قبول کی تھی۔ کیونکہ جانتے تھے کہ غربت میں ان کو زیادہ پیار ملتا تھا، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے"۔

"....پس غریب بھی آپ کے گرد اکٹھے ہوئے اور امیر بھی امارتوں کو لاتیں مار کر امارتوں کو دھتکار کر آپ کے قریب اکٹھے ہو گئے اور وہاں جو بھی غریب تھے، وہ عشق کی خاطر غریب ہوئے تھے، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیار کی خاطر غریب ہوئے تھے۔ اور ایسے خزانے ان کو عطا ہوئے، ایسی ان کو نعمتیں عطا ہوئیں کہ آج ان کا نام اگر کوئی مسلمان امیر سے امیر بھی ہو، بڑی سے بڑی بادشاہت بھی اس کو عطا ہوئی ہو، وہ ان کا نام لیتے وقت ان پر سلامتی بھیجتا ہے۔ اس کا سر جھکتا ہے ان کی عظمتوں کے سامنے"۔

"....پس غریبوں سے سچی محبت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ ہے۔ جہاں تک رنگ و نسل کا تعلق ہے، آپ جانتے ہیں کہ بلالؓ کو کیا عظمت نصیب ہوئی۔ ایک سیاہ فام انسان ہی تو تھا اور وہ بھی غلام۔ لیکن حضرت عمرؓ اپنی خلافت کے زمانے میں جب ان کو دیکھتے تھے تو سیدنا بلال کہہ کر اٹھ کھڑے ہوا کرتے تھے"۔

(مستدرک حاکم معرفۃ صحابہ ذکر بلال)

"....یہ اسلام ہے، یہ وہ اسلام جو ہم نے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سیکھا۔ اگر یہ اسلام لے کر آپ امریکہ کی گلیوں اور بازاروں میں نکلیں تو اس اسلام نے بہر حال غالب آنا ہے۔ کوئی دنیا کی طاقت اس اسلام کی کشش سے قوموں کو بچا نہیں سکتی پھر۔ کشاں کشاں وہ آپ کی طرف چلے آئیں گے۔ کیونکہ آپ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق کے ایلچی بن جائیں گے۔ محض آپ کے پیغام کے زبانی ایلچی نہیں رہیں گے۔ اور آج کی دنیا زبانی پیغاموں کے سفیروں کی کچھ بھی پرواہ نہیں کرتی۔ آج تو بڑی بڑی طاقتوں کے سربراہ بھی، اب ان صلحوں کے جھوٹے سفیر اور محبت کے جھوٹے سفیر ہیں۔ آپ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلق کے سچے سفیر بن کے دیکھیں کہ آپ کو خدا کیسی عظمتیں عطا کرتا ہے اور ان لوگوں سے پیار کرنا سیکھیں۔

میں تو جب بھی ان سے ملتا ہوں، میرے وہم و گمان میں بھی کوئی رنگ کا فرق نہیں آتا۔ نہ مجھے کالے نظر آتے ہیں، نہ مجھے سفید نظر آتے ہیں۔ مجھے تو اللہ کے نور سے مزین دکھائی دیتے ہیں۔ ان میں

سے ایسے ایسے لوگ میں جانتا ہوں، جن کا عشق خدا سے دل بھرا ہوا ہے اور راتوں کو اٹھ کر تہجد پڑھتے ہیں۔ غربت کے باوجود خدا کی راہ میں مالی قربانی میں پیش پیش ہیں۔ ایسی محبت رکھتے ہیں احمدیت سے کہ ان کے چہرے بشرے سے جھلکتی ہے، ان کی آنکھوں سے ڈھلکتی ہے آنسو بن کے۔ بعض دفعہ جذبات سے بے قابو ہو کر اس طرح سینے سے لگتے ہیں کہ سسکیوں کی آواز سے کچھ سمجھ نہیں آرہی ہوتی کہ کیا کہہ رہے ہیں؟ میں تو ان کو دیکھتا ہوں، میں خدا کے نور کے سوا ان میں اور کوئی چمک نہیں دیکھتا۔ بے اختیار میرا دل ان کی محبت میں اچھلتا ہے، میری روح ان کے پیار سے وجد کرنے لگتی ہے۔

آپ نے بھی تو میرے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔ اور میں نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔ آپ ایسا ہی بنیں ورنہ آپ اپنے عہد بیعت میں سچے نہیں ہوں گے۔ اور جب تک آپ ایسا نہیں بنیں گے، آپ امریکہ کی تقدیر کو نہیں تبدیل کر سکیں گے۔ لاکھ پاکستانی یا لاکھ عرب یا لاکھ انڈونیشین یا ملائشین یا بنگالی یہاں آکر آباد ہو جائے، جب تک حضور اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور لے کر نہیں نکلتا، وہ اس قوم کو فتح نہیں کر سکتا۔

جن کو آپ ادنیٰ سمجھتے ہیں، نعوذ باللہ من ذالک یا یہ دیکھتے ہیں کہ دنیا ان کو ادنیٰ سمجھتی ہے، ان کے اندر ہیرے جواہر ہیں۔ بڑی عظیم طاقتیں مخفی ہیں۔ اور وہ خدا کے پیار کو قبول کرنے کے لئے ان باقی قوموں سے زیادہ تیزی کے ساتھ آگے بڑھنے کے لئے تیار ہیں۔ کیونکہ ان میں محرومی کا احساس ہے۔ وہ قومیں، جن کو سب کچھ مل چکا ہو، وہ متکبر ہو جایا کرتی ہیں"۔

"..... ان کو خدا تعالیٰ نے ان کی غربت کی بنا بصیرت عطا فرمادی ہے۔ ان کے احساس محرومی نے ان کو تیار کر دیا ہے کہ وہ نعمت، جو ان کی طرف آئے، وہ اسے قبول کریں۔ پس اس احساس سے ان کو فائدہ اٹھانے دیں، آپ ان کی راہ میں حائل نہ ہوں۔ ان تک محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن و خلق کا پیغام پہنچائیں۔ پھر دیکھیں کس طرح اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کی کایا پلٹتا ہے۔

یہ وہی قومیں ہیں، جو شراب کے نشے میں دھت، جو دن رات میوزک اور بعض دفعہ Drugs کے عادی ہو کر اپنی زندگیوں کو گنوا رہے ہیں، انہی میں سے احمدی نکلیں۔ اور آپ دیکھیں ان میں سے کتنی کایا پلٹ گئی ہے، ان لوگوں کی۔ ایک احمدی ایسے میوزیشن ہیں یہاں، جو اپنے وقت میں اتنی تیزی کے ساتھ میوزک میں ترقی کر رہے تھے کہ بہت جلد انہوں نے امریکہ کی سطح پر شہرت حاصل کر لی اور ان کے متعلق ماہرین کا خیال تھا کہ یہ All Time Best یعنی ایسے عظیم الشان میوزیشن بن جائیں گے کہ گویا

ان کو یاد کیا جائے گا۔ اپنے زمانے کے بہترین تھے۔ احمدی ہوئے، نہ میوزک کی پرواہ کی، نہ میوزک سے آنے والی دولت کی طرف لالچ کی نظر سے دیکھا۔ سب کچھ یک دفعہ، یک قلم منقطع کر دیا۔ وہ درویشانہ اپنی زندگی گزارتے ہیں، باقاعدگی سے تہجد پڑھتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لیتے ہیں تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ویسا عشق ہے، جیسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے آقا سے عشق تھا۔ رنگ بدلے ہوئے ہیں، کیفیت ہی اور ہو چکی ہے۔ اور لوگ ان کو دیکھتے ہیں، ان کو پتا نہیں کہ ان کے بھیس میں کیا وجود پھر رہا ہے۔ میں نے ان سے بارہا، مدت سے میں جب واقف ہوں، ان سے بارہا باتیں کی ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کی دعاؤں کو سنتا، ان کو جواب دیتا، ان سے رحمت اور شفقت کا اظہار فرماتا ہے۔ آپ کو کیا پتا کہ کتنے کتنے عظیم الشان جوہر قابل یہاں موجود ہیں۔ اور اگر ہم نے نعوذ باللہ من ذالک ان کی قدر نہ کی تو خدا ہماری قدر نہیں کرے گا، ہماری ذرہ بھر پرواہ نہیں کرے گا۔

اس لئے اپنی کیفیت بدلیں، اپنے حالات تبدیل کریں اور جہاں تک ان لوگوں کا تعلق ہے، جن کا میں ذکر کر رہا ہوں، جو احمدیوں کا اپنی حالت بدل کر مجھے بھی بے انتہا پیارے ہیں اور میں جانتا ہوں کہ خدا کو بہت پیارے ہیں، ورنہ مجھے بھی پیارے نہ ہوتے۔ ان کو میرا یہ پیغام ہے کہ آپ اسلام سے عظمت کردار حاصل کریں، استغنا حاصل کریں۔ آپ کو بھی اسلام ایک خاص اسلوب زندگی سکھاتا ہے۔ اسلام آپ کو بتاتا ہے کہ آپ آزاد ہو گئے ہیں، ہر قسم کے Complexes، ہر قسم کے احساسات کمتری سے۔ جب آپ نے خدا کو پایا، یہ سمجھ کر کہ خدا کو پایا تو پھر احساس کمتری کی گنجائش ہی کون سی باقی رہ جاتی ہے۔ پھر کیوں آپ حساس ہو جاتے ہیں اس بات پہ کہ فلاں نے مجھے یوں دیکھا اور فلاں نے مجھے یوں نہیں دیکھا؟''

''.....اگر کوئی آپ سے ایسا سلوک کرتا ہے تو آپ ان پر رحم کریں، نہ کہ اس کے رد عمل کے نتیجے میں آپ کہیں کہ یہ ہم سے ایسا سلوک کرتا ہے، ہم بھی ہم پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔ اپنے خدا سے پیچھے ہٹیں گے، اپنی بھلائی سے پیچھے ہٹیں گے، خود اپنے سے بے وفائی کریں گے۔ کیوں یہ نہیں سمجھتے کہ اسلام آپ کا ہے اور خدا آپ کا ہے۔ اگر کوئی باہر سے آنے والا اس خدا اور اسلام سے برگشتہ ہو رہا ہے، اپنے اخلاق اور اپنی قدروں میں۔ تو آپ کو کیا حق ہے یا کیسی عقل ہے کہ آپ خود برگشتہ ہونے لگیں۔ آپ کو یہ احساس پیدا ہونا چاہئے، اللہ آپ کا ہو چکا ہے۔ آپ کو کوئی پرواہ نہیں ہونی چاہئے، کون کس طرح آپ کو دیکھتا ہے؟ اور یہ عظمت آپ کے اندر پیدا ہوگئی، تب آپ اس ملک میں غالب آئیں گے۔

مذہبی اقدار چھوڑ دیں، نفسیاتی لحاظ سے میں آپ کو بتاتا ہوں، ایک لازمی حقیقت ہے، جسے اگر کوئی قوم بھول جائے گی تو کبھی بھی فلاح نہیں پا سکتی۔ وہ قومیں جو احساس کمتری سے آزاد ہو جایا کرتی ہیں، جو سیدھی راہ پہ چلنا جانتی ہیں، قطع نظر اس کے کہ کوئی ان کو دیکھ رہا ہے کہ نہیں دیکھ رہا، کوئی ان کی عزت کر رہا ہے یا نہیں کر رہا۔ یہی وہ قومیں ہیں، جو انبیاء کی کوک سے جنم لیا کرتی ہیں۔ انبیاء یہ قومیں بنایا کرتے ہیں اور اس کے بعد بڑی بڑی قومیں ہلاک ہو جایا کرتی ہیں اور یہ قومیں عظمت پاتی ہیں۔ کیونکہ وہ خدا کے نام سے عظمت پاتی ہیں۔

اس لئے آپ خوش نصیب ہیں۔ کیوں نہیں سمجھتے کہ آپ کو ہرگز کوئی ضرورت نہیں ہے، کوئی آپ کو سینے سے لگائے یا نہ لگائے۔ آپ وہ بنیں، جو سینوں سے لگائیں اور احسان کے طور پر لوگوں کو سینوں سے لگائیں۔ کیونکہ خدا نے آپ کو چن لیا رحمت کے لئے اور نعمتوں کے لئے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہر احساس کمتری سے ہر احمدی آزاد ہو جائے۔ وہ جن کے رنگ نسبتاً صاف ہیں اور جن کو خدا نے نسبتاً زیادہ دولتیں عطا کی ہیں، ان کا احساس کمتری بھی ان کو ہلاک کر سکتا ہے اور ضرور کر دے گا، اگر وہ اس سے باز نہ آئے۔ اور وہ قومیں جو بظاہر دنیا میں کم درجے پہ شمار کی گئی ہیں، اگر وہ احساس کمتری کا شکار ہوں گی تو ان کو بھی احساس کمتری ہلاک کر دے گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سارے راز ہمیں سکھا دیئے ہیں۔ دنیا کا سب سے بڑا ماہر نفسیات آدم سے لے کر آخری انسان تک جتنے بھی لوگ پیدا ہوئے، ان میں سب سے اونچا ماہر نفسیات حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کیونکہ آپ اللہ کے مزاج شناس تھے۔ خدا نے اپنا مزاج آپ کو بتایا تھا۔ جس نے انسان کی فطرت پیدا کی اور وہی ایک راہ ہے، جس سے انسانی فطرت کا معائنہ کیا جا سکتا ہے۔ تعصّبات سے پاک خالص اللہ کی نظر سے انسان کو دیکھا جائے تو کوئی عارضی پردہ حائل نہیں ہو سکتا، انسان کے مطالعہ اور فطرت کے درمیان۔ اس لئے میں آپ کو بتا رہا ہوں کامل یقین کے ساتھ حکمت کی بنا پر کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر فطرت کا مطالعہ کرنے والا نہ کبھی پیدا ہوا اور نہ کبھی آئندہ پیدا ہو سکتا ہے۔ اور آپ نے فرمایا ایک موقع پر کہ خدا کو جو لوگ بہت ہی ناپسند ہیں، ان میں سے ایک قسم وہ ہے، جو غریب اور بے حال ہونے کے باوجود متکبر ہیں۔

(مسلم کتاب الایمان حدیث نمبر: 197)

یہ احساس کمتری کی تفصیل بیان فرمائی جا رہی ہے۔ وہ لوگ جن کے پاس کچھ نہ ہو یا غریبانہ حالت میں زندگی بسر کرتے ہوں یا قومیں ان کو تحقیر کی نظر سے دیکھتی ہوں، اگر وہ آگے سے تکبر کا اظہار

کریں گے تو یہ تکبر احساس کمتری سے پیدا ہوتا ہے کہ اچھا اب ہم ان کو بھی ذلیل دیکھنا شروع کریں گے اور ذلیل کرنا شروع کریں گے۔ فرمایا: اللہ ان کو بڑی نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ تو بجائے اس کے کہ اس حالت کے نتیجے میں آپ خدا کی محبت کے سودے کریں، کیوں خدا کی نفرت اور خدا کے غضب کے سودے کرتے ہیں۔ آپ خدا کے ہو گئے تو خدا کی قسم آپ عظیم ہو چکے ہیں۔ کیونکہ خدا سے جو بھی تعلق جوڑ لے، وہ عظیم ہو جایا کرتا ہے۔ پھر اس جھوٹے احساس کمتری کا شکار کیوں ہوتے ہیں؟ کیوں شیطان کو موقع دیتے ہیں کہ آپ کے دل میں یہ خیال پیدا کرے کہ گویا وہ لوگ زیادہ ہیں اور آپ کم ہیں؟

اگر یہ آپ جذبہ پیدا کر لیں اور حضرت اقدس محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا یہ رنگ اپنے اندر داخل کر لیں تو میں آپ کو بتاتا ہوں کہ احمدیہ سوسائٹی میں تفریق پیدا کرنے والا کوئی وجود کامیاب نہیں ہو سکتا۔ آج آپ کے اندر منافق بھی ہیں، آج آپ کے اندر بیوقوف بھی ہیں، احساس کمتری کا شکار جاہل لوگ بھی ہیں اور باہر کی قومیں آپ کے اندر ایجنٹ بھی داخل کر رہی ہیں کہ کسی طرح آپ کے اندر تفریق پیدا کر دیں۔ اور شیطان اسی طرح کی تفریقیں پیدا کیا کرتا ہے۔ یاد رکھیں کہ مومن کے اندر کوئی دنیا کی طاقت تفریق پیدا نہیں کر سکتی۔ اس لئے ہر وہ شخص خواہ وہ احساس کمتری کے نتیجے میں یا شیطانیت کے نتیجے میں آپ کے اندر ایسی باتیں کرے، جس کے نتیجے میں آپ کا اپنے بھائی سے دل بدظن ہو رہا ہو، جس کے نتیجے میں آپ سمجھیں کہ آپ کی محبت میں کوئی فرق پڑ رہا ہے، جس کے نتیجے میں آپ سمجھیں کہ جماعت کی نمائندہ تنظیم کے نمائندہ جو لوگ ہیں، ان کی عزت، ان کے احترام، ان کے اطاعت کے جذبے میں فرق آرہا ہے تو جان لیں کہ وہ خدا کی طرف سے بولنے والا نہیں۔ وہ شیطان کی طرف سے بولنے والا ہے۔ ایسے انسان کو رد کریں۔ اور اگر آپ میں سے ہر ایک یہ طریق اختیار کر لے تو احمدیت کے اندر کوئی شیطانی جذبہ سرایت نہیں کر سکتا۔

میں تو حیران ہوتا ہوں دیکھ کر کہ بعض لوگ اس اثر کو قبول کر لیتے ہیں اور پھر مجھ سے شکایت کرتے ہیں کہ جی! فلاں نے ہم سے یہ سلوک کیا، فلاں نے بچے کے امتحان میں اس لئے پاکستانی بچے کو پاس کر دیا کہ وہ پاکستانی تھا یا اس کا رنگ بہتر تھا یا دولت مند تھا اور ہمارے بچے کو جو زیادہ نمبر لینے کا مستحق تھا، اسے قرآن یا نظم میں پیچھے کر دیا۔ میں حیرت سے ان کو دیکھتا ہوں کہ اگر ایسا کیا تو کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ خدا کے ہیں اور خدا خود آپ سے پیار کا سلوک کرے گا۔ خدا کی خاطر جو بھی قوم قربانی کرتی ہے، جو شخص قربانی کرتا ہے، اس کا مرتبہ خدا کی نظر میں بڑھ جاتا ہے۔ اس لئے اگر یہ سلوک ہوا تو آپ تب بھی مراد پا گئے۔ اس بیوقوف پر رحم کریں، جس کا حق نہیں تھا۔ اگر واقعی اس کا حق نہیں تھا، وہ انعام پا گیا۔ وہ تو جاہل ہے، وہ تو جانتا نہیں کہ اس کو کیا دیا جا رہا ہے۔

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر تم میں سے دو فریق جھگڑا لے کر میرے پاس آئیں اور کوئی اپنی چرب زبانی کی وجہ سے، زیادہ چالاکی کی وجہ سے اس طرح معاملہ پیش کرے کہ میں حقدار کی بجائے کچھ حصہ حق کا ناحق کی طرف منتقل کر دوں تو اس کے نتیجے میں یہ نہ سمجھیں کہ چونکہ میں نے فیصلہ کیا ہے، اس لئے وہ اس کا حقدار ہو گیا۔ اس نے صرف جہنم کا ایک ٹکڑا کمایا ہے، اس سے زیادہ اس کو کچھ بھی نصیب نہیں۔

(ابوداؤد کتاب القضاء:3112)

پس اگر حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم **نعوذ باللہ من ذالک** حالات سے لاعلمی کے نتیجے غلط فیصلہ کر سکتے ہیں۔ میرا ایمان ہے کہ نہیں کر سکتے، مثال کے طور پر پیش فرما رہے ہیں۔ مگر مثال یہی بتاتی ہے کہ اگر وہ کر سکتے تو ادنیٰ ادنیٰ بندے بعض دفعہ جان کر نہیں، لاعلمی کے نتیجے میں فیصلہ غلط کر دیا کرتے ہیں۔ اس لئے جب آپ اس کے مقابل پر یہ ردعمل دکھائیں گے تو دو جرموں کا ارتکاب کریں گے۔ اول: یہ کہ اپنے بھائی پر بدظنی کی۔ آپ نہیں جانتے کہ اس نے کیوں فیصلہ کیا۔ دوسرے: یہ کہ واقعۃً اپنے آپ کو ذلیل سمجھا کہ گویا ہم سے کچھ چھین لیا گیا ہے۔ آپ سے کوئی کچھ نہیں چھین سکتا۔ یہ تو سارے سلسلے ہی رضائے الٰہی کے سلسلے ہیں۔ رضائے الٰہی کو کوئی کس طرح زبردستی چھین سکتا ہے۔ آپ کا مرتبہ خدا کی نظر میں ضرور بڑھتا ہے، اس وقت، جب آپ جائز حق سے محروم کئے جاتے ہیں۔ اور اس کا مرتبہ جو ناجائز حق لیتا ہے، ضرور گرتا ہے، خدا کی نظر میں۔ اس لئے اسلام ایک محفوظ مقام ہے۔ سچے مسلمان کو کسی طرف سے کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوتا۔

اس لئے اپنے اندر وہ احترام پیدا کریں اپنا، جو خدا سے تعلق کے نتیجے میں لازماً پیدا ہو جایا کرتا ہے۔ جو انکساری کے ساتھ ساتھ رہنا جانتا ہے، اس کے ساتھ ساتھ چلتا ہے۔ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ وہ کتنے محترم ہیں۔ اس کے باوجود وہ اس کے باوجود منکسر المزاج تھے۔ یہ توازن ہے، جو اسلام پیدا کرتا ہے۔ یہ حسین شخصیتیں ہیں، جو اسلام کے نتیجہ میں منصۂ شہود پر ابھرتی ہیں۔

پس خدا کرے کہ یہ جماعت ہو، امریکہ میں جو پیدا ہو۔ اور جو کمزوریاں ہیں، وہ اللہ اپنے فضل سے دور فرما دے۔ کچھ آپ اپنے حالات کا جائزہ اپنے اندر ڈوب کے کرنا شروع کریں۔ کچھ اپنے بھائیوں کے جائزہ لے کر ان کو پیار اور محبت سے سمجھانے کی کوشش کریں۔ بہت ضرورت ہے۔ کیونکہ اتنا بڑا کام ہمیں کرنا ہے اور ہم اتنا پیچھے رہ گئے ہیں وقت سے کہ بہت تیزی کے ساتھ ہمیں اپنے حالات کو درست کر کے خدا کی فوج

میں لازماً شریک ہونا ہوگا۔ اگر ہم ایسا نہیں کر سکیں گے تو ان کو خدا کی خاطر جیتنے کے بجائے ہم اپنے بچوں کو شیطان کے ہاتھ فروخت کرنے والے ہوں گے۔ اگر آپ نے پھیلنا نہ سیکھا، اگر آپ نے اپنے معاشرے کو دوسرے پر غالب کرنا نہ سیکھا تو دوسرا معاشرہ آپ پر غالب آجائے گا۔ آپ کمزور ہو جائیں گے، آپ کم ہونا شروع ہو جائیں گے۔ ان تاریخی اسباق سے نصیحت حاصل کریں۔ یہ غیر مبدل قوانین ہیں، جو انسان کی تاریخ ہمیں سکھا رہی ہے۔ آپ سے کوئی الگ سلوک نہیں کیا جائے گا۔ یہ وہ سلوک ہے، جو خدا نے ہمیشہ قوموں سے کیا اور ہمیشہ کرتا چلا جائے گا۔ اس لئے استغفار کے ساتھ دعا کرتے ہوئے، اپنے حالات کا جائزہ لیں اور انکسار کے ساتھ عظمت کردار پیدا کریں۔ ہر وہ شخص، جو بظاہر کسی سوسائٹی کی طرف منسوب ہوتا ہے، وہ یہ عزم کر لے کہ میں نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس طرح منسوب ہو جانا ہے کہ سوسائٹیوں کے فرضی رنگ بالکل غائب ہو جائیں اور اڑ جائیں اور باریک سے باریک فلم (جھلی) بھی میرے اور میرے بھائی کے درمیان باقی نہ رہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے''۔

(مطبوعہ خطبات طاہر جلد 06 صفحہ 659 تا 682)

# اگر اپنی نسلوں کو بچانا چاہتے ہیں تو پہلے اپنے آپ کو بچائیں

## خطبہ جمعہ فرمودہ 23 اکتوبر 1987ء

''....سفر کے دوران، جس کا آغاز کینیڈا سے ہوا، اگر چہ وہاں ایک دودن ہی ٹھہرا اور بعد میں پھر امریکہ آیا اور یہاں تقریباً یہ سفر نصف تک پہنچ چکا ہے۔ اس تمام سفر کے دوران جہاں جہاں بھی جانے کا موقع ملا، عموماً احباب جماعت نے ایک سوال بڑی شدت کے ساتھ اٹھایا کہ جس ملک میں یا جن ملکوں میں ہم رہ رہے ہیں، یہاں کا معاشرہ اتنا گندہ ہو چکا ہے اور فضا اتنی زہریلی ہے کہ ہمیں اپنے بچوں کے مستقبل سے متعلق فکر ہے۔ اس لئے ہمیں کوئی ایسی ترکیب بتائیں، جس کے نتیجے میں، جس پر عمل کرنے سے ہم آئندہ اپنے بچوں کے بارے میں مطمئن ہو سکیں کہ یہ اسلامی اقدار کے ساتھ پلیں گے، ساتھ جوان ہوں گے اور کسی طرح بھی یہ غیروں سے مرعوب نہیں ہوں گے۔

کینیڈا میں جو مجلس سوال و جواب تھی، اس میں بھی میں نے اس سوال کا جواب دیا۔ اور بعد میں خصوصیت کے ساتھ واشنگٹن میں بچوں کے اجلاس میں بھی میں نے اس مضمون کے بعض پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔ چونکہ یہ سوال عام طور پر اٹھایا جا رہا ہے اور اکثر ذہنوں کو بے چین کر رہا ہے، اس لئے مناسب ہوگا کہ ان دونوں جوابوں کی اکٹھی ایک کیسٹ تیار کر لی جائے اور چونکہ اس خطبے میں بھی میں اسی کے ایک اور پہلو پر گفتگو کروں گا، اس لئے اس کو بھی ساتھ شامل کر لیا جائے اور تمام امریکہ کی جماعتوں میں اس احتیاط کے ساتھ ان کیسٹس کو بھجوایا جائے کہ خلا نہ رہ جائے۔ اگر چہ کیسٹ کا نظام اللہ تعالیٰ کے فضل سے گزشتہ دو تین سالوں میں کافی مضبوط ہو چکا ہے اور تقویت پا چکا ہے۔ لیکن جب بھی میں نے تفصیلی جائزہ لیا ہے تو بہت سے خلا ضرور دکھائی دیتے ہیں۔ اور یہ کہنا درست نہیں کہ کسی ملک کی ہر جماعت میں باقاعدگی سے کیسٹس پہنچ رہے ہیں اور اس جماعت کے ہر فرد تک ان کی رسائی ہے یا ہر فرد کو ان تک رسائی ہے۔ یہ نظام بھی ابھی نامکمل ہے کہ سنائی کیسے جائے؟ اگر اکٹھا جماعت کو کیسٹس سنانے کا انتظام نہ ہو، جس میں خطبات ہوں یا خصوصی پیغامات ہوں تو بسا اوقات بہت سے خاندان ایسے رہ جاتے ہیں، جو اپنے طور پر تو سن ہی نہیں سکتے۔ علاوہ ازیں بھی اگر جمعہ پر بھی یہ انتظام کیا جائے تو آپ جانتے ہیں کہ جن ملکوں میں

آپ بس رہے ہیں، یہاں بہت بڑی تعداد ایسی ہے، جو جمعہ پر حاضر ہی نہیں ہوسکتی۔ اور کچھ جو جمعہ پر آتے ہیں، مرد یا خواتین ان کے بچے ضروری نہیں کہ ساتھ آسکیں۔ اس لئے خلا کے احتمالات زیادہ ہیں، بنسبت اس کے کہ یہ یقین کیا جائے کہ سب تک پیغام پہنچ رہے ہیں۔

اس لئے ایسے اہم مضامین، جن کا جماعت کی تربیت کے ساتھ یا ان کے بچوں کے مستقبل کے ساتھ گہرا تعلق ہو، ان کو زیادہ احتیاط کے ساتھ، زیادہ محنت کے ساتھ احباب جماعت تک پہنچانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اس لئے جہاں اجتماعی انتظامات ہیں، ان میں یہ جائزہ لینا ضروری ہے کہ کتنے دوست تشریف لا سکے؟ جو تشریف لائے، ان سے مل کے یہ طے کرنا چاہئے کہ آپ اپنے بچوں کو کس طرح سنائیں گے؟ جو نہیں آسکے، ان تک پہنچانے کا انتظام۔ اگر یہ ان خطبات کے علاوہ عموماً بھی جماعت ایسا انتظام کرے اور اس توجہ کے ساتھ یہ انتظام کرے تو اس سے بالعموم ساری دنیا کی جماعت کو بہت سے فوائد پہنچیں گے۔

خطبات ایک ایسا ذریعہ ہے، جن کے ذریعے ساری دنیا میں خواہ کسی ملک سے تعلق رکھنے والی جماعتیں ہوں، ان میں یک جہتی اور یک سوئی پیدا ہوسکتی ہے۔ جماعت احمدیہ کے مقاصد میں ایک بڑا مقصد یہ ہے کہ اسلام کو عالمی بنایا جائے، تمام عالم کے دوسرے مذاہب پر اس کو غالب کیا جائے اور ایک اسلامی مزاج ساری دنیا میں پیدا کیا جائے۔ اس ایک مزاج کو پیدا کرنے کے لئے خلافت سے ساری جماعتوں کی وابستگی سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ جو دنیا میں کسی اور مذہبی جماعت کو اس طرح حاصل نہیں۔ اور پھر ہر ہفتے ایک ہی قسم کے مزاج کو دنیا میں پیدا کرنے کی خاطر ایک ہی خطبہ کو ہر جگہ پھیلانا اور ایسے خطبے کو پھیلانا، جس کا سننے والا یہ سمجھتا ہو کہ میرا اس بیان کرنے والے سے ایک ایسا گہرا روحانی تعلق ہے کہ جو باتیں بھی کہی جا رہی ہیں، میں عہد کر چکا ہوں کہ میں انہیں توجہ سے سنوں گا اور ان پہ عمل کرنے کی کوشش کروں گا۔ یہ بات بھی دنیا میں کسی اور مذہبی نظام کو حاصل نہیں۔

اس لئے اگر اس دنیا کی وحدت کسی جماعت سے وابستہ ہے تو وہ جماعت احمدیہ ہی ہے۔ لیکن جماعت احمدیہ کو خدا تعالیٰ نے جو نظام مہیا فرما دیا ہے، جو انتظامات مکمل کر دیئے ہیں، اگر خود یہ جماعت اس سے استفادہ نہ کرے تو پھر دنیا کی وحدت تو درکنار، اپنی وحدت کو بھی برقرار نہیں رکھ سکے گی۔ اور میں نے یہ محسوس کیا ہے کہ بسا اوقات اس کمی کی وجہ سے مختلف جماعتوں کے مزاج مختلف ہونے لگتے ہیں۔ جہاں باقاعدگی سے خطبات پہنچانے کا انتظام نہیں، وہاں کئی قسم کے ایسے خیالات، کئی قسم کے ایسے توہمات دلوں میں پیدا ہوتے رہتے ہیں، جن کا ساتھ ساتھ علاج نہیں ہو رہا ہوتا۔ اور وہاں مختلف مزاج میں جماعتیں

پرورش پا رہی ہوتی ہیں۔ دنیا کی دوسری جماعتوں سے فرق کے ساتھ ان کی تربیت ہو رہی ہوتی ہے۔ اس لئے بالعموم ابھی یہ بہت ضروری ہے۔ اور خصوصاً ایسی جگہ جیسے لاس اینجلس ہے، بہت پھیلی ہوئی جماعتیں ہیں، گھروں کے درمیان فاصلے بہت ہیں، شہر بہت بڑا ہے، بد اثرات بہت زیادہ ہیں اور ایک مسجد اگر بنا بھی دی جائے تو تب بھی اس مسجد تک سب کی رسائی عملاً ممکن نہیں ہے۔ تو ایسی جماعتوں میں تو خصوصیت کے ساتھ یہ انتظام ضروری ہے کہ مرکز سے ان کا رابطہ مکمل رہے اور ہر بڑے چھوٹے تک خلیفہ وقت کی آواز میں وہ باتیں پہنچیں، جن پر عمل کرنا وقت کے تقاضوں کے لحاظ سے خصوصیت سے بہت ضروری ہے۔

اس تمہید کے بعد میں اب اس مضمون کی طرف آتا ہوں، جس کا میں نے ذکر شروع میں چھیڑا کہ بچوں کی حفاظت کے لئے ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ جو باتیں میں پہلے بیان کر چکا ہوں انہیں دوہرانے کی ضرورت نہیں۔ لیکن قرآن کریم کی ایک آیت کو خصوصیت کے ساتھ پیش نظر رکھتے ہوئے، آج میں اس مضمون پر روشنی ڈالوں گا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ

(ھود:115)

کہ یقیناً حسنات برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔ یہ ایک ایسا مضمون ہے، جس کے متعلق بالعموم بہت ہی غلط فہمی پائی جاتی ہے۔ عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ برائیاں نیکیوں کو کھا جاتی ہیں اور اس وجہ سے یہ خوف پیدا ہوتا ہے کہ ہم ایسے ماحول میں ہیں، جو برا ہے۔ اس لئے ہمیں خطرہ ہے کہ یہ برائی ہم پر غالب نہ آ جائے۔ قرآن کریم نے اس مضمون کو بالکل برعکس شکل میں پیش فرمایا ہے۔ فرمایا: اگر تم واقعی اچھے ہو تو تمہیں برائی سے خوف کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ برائیاں تم سے خوف کھائیں گی کیونکہ برائیوں کی فطرت میں ایک کمزوری داخل ہے کہ حسنات کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ اور حسنات ان پر بھی ضرور غالب آتی ہیں۔ یہ ایک ایسا بالکل نیا اور اچھوتا مضمون ہے، جس کا دنیا کے دوسرے مذاہب میں اشارةً تو شاید ذکر ملے، مگر اس طرح وضاحت کے ساتھ اس قوت کے ساتھ آپ کو دنیا کی کسی الہامی کتاب میں اس مضمون پر روشنی پڑتی ہوئی دکھائی نہیں دے گی"۔

"......کسی احمدی کے لئے اس خوف کی تو ضرورت بہر حال نہیں کہ معاشرے کی برائیاں ہماری بھلائیوں کو کھا جائیں گی۔ لیکن کچھ اور خوف کی ضرورت بہر حال ہے۔ اس لئے ہمیں اس خوف کا تجزیہ کرنا ہوگا کہ اصل قصہ کیا ہے؟ کیونکہ محض یہ کہہ دینا کہ تم اچھے ہو، اس لئے تم ضرور غالب آؤ گے، یہ کافی نہیں

ہے۔ کیونکہ امر واقع یہ ہے ہم دیکھتے ہیں، بہت سے خاندان ارد گرد کے ماحول سے متاثر ہوتے ہیں، اپنی ان خوبیوں کو بظاہر چھوڑتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں، جن پر وہ بظاہر قائم دکھائی دیتے تھے اور برائیوں کی طرف سرکتے ہوئے نظر آتے ہیں، ان کی اولادیں ضائع ہوتی نظر آرہی ہوتی ہیں، ان کے مزاج بدل جاتے ہیں، ان کے دین کے رجحانات میں تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے، ان کی آنکھوں میں وہ تعلق قائم نہیں رہتا، جو اچھے تربیت یافتہ بچوں کی آنکھوں میں دکھائی دینا چاہئے۔ دین سے اپنائیت دکھائی نہیں دیتی، ایک غیریت پیدا ہو جاتی ہے۔ تو ایک طرف یہ واقعات ہمیں دکھائی دے رہے ہیں، جس سے ہم کیسے آنکھیں بند کر سکتے ہیں؟ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ حسنات چونکہ برائیوں کو کھا جاتی ہیں؟ اس لئے ہمیں کوئی ڈرنے کی ضرورت نہیں، بے فکر رہیں خود بخود ہماری خوبیاں غالب آجائیں گی۔

تو ان دو تضادات میں بیچ میں کون سی ایسی راہ ہے، جسے ہم تلاش کریں۔ اور سب سے پہلے تو یہ کوشش کریں کہ ان تضادات کا وجود ممکن کیسے ہے؟ قرآن کریم تو سچائی ہے اور ایک سچائی کا دوسری سچائی سے تضاد ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ ناممکن ہے کہ قرآن کریم ایک بات بیان فرما رہا ہو اور حقائق اس کی مخالفت کر رہے ہوں۔ اس لئے اس تجزیئے کے لئے مزید غور کرنا ہوگا۔ اس الجھے ہوئے مسئلے کو پہلے حل کرنا ہوگا کہ یہ تضاد ہے کیوں؟ ہمارا مشاہدہ کچھ اور بتا رہا ہے۔ قرآن کریم کی آیت کچھ اور بیان فرما رہی ہے۔ اور دونوں میں گویا مشرق اور مغرب کا بعد ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ قرآن کریم ہی سچا ہے اور اصل بات یہ ہے کہ ہمارا مشاہدہ بھی درست ہے۔ مگر ان دونوں کے درمیان جو تضاد ہے، وہ ہماری نظر کی کمی کی وجہ سے ہے۔ جب ہم کہتے ہیں کہ عملاً لوگ ضائع ہو رہے ہیں تو یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اچھے تھے اور اچھے ہونے کے باوجود ضائع ہو گئے، یہ بات غلط ہے۔ وہی ضائع ہوتے ہیں، جو اچھے نہیں ہیں۔ جن میں حسنات ہیں، وہ کبھی ضائع نہیں ہوا کرتے۔ جن میں خوبیاں ہیں، ان کی خوبیاں لازماً غالب آیا کرتی ہیں۔ ہاں! جنہیں زعم ہو کہ ہم اچھے ہیں، جنہیں دھوکا ہو کہ ہم خوبیوں پر قائم ہیں، وہ سمجھتے ہوں کہ ہم ٹھوس مقامات پر فائز ہیں۔ لیکن بیچ میں سے وہ کھوکھلے مقامات ہوں، ریت کے محلوں پر کھڑے ہوں، ان لوگوں نے تو گرنا ہی گرنا ہے۔ اس لئے نسلیں ہی وہ ضائع ہوتی ہیں، جو حسنات سے خالی ہوتی ہیں۔ ان لوگوں کی نسلیں ضائع ہوتی ہیں، جن کو حسنات پر زعم ہوتا ہے۔ لیکن عملاً وہ حسنات سے خالی ہوتے ہیں۔ اور یہ اصول یقینی اور قطعی ہے کہ برائیاں حسنات کو نہیں کھایا کرتیں۔ خلاؤں میں داخل ہوا کرتی ہیں۔ حسنات کے نام سے آپ کے سینے اور آپ کے اعمال بھر نہیں سکتے۔ وہ عمل سے بھرتے ہیں، جو حسن عمل ہو، جو نیک عمل ہو، نیک عادات سے بھرتے ہیں۔

پس آپ کے وجود اگر نیک ناموں سے تو وابستہ ہوں اور بظاہر ارد گرد نیکی کا ملمع بھی موجود ہو لیکن اندر سینے میں خلا ہو، آپ کے اعمال میں خلا ہو تو قانون قدرت ہے کہ خلا باقی نہیں رہا کرتا، اس خلا کو ضرور کوئی چیز بھرتی ہے۔ اگر نیکی نے نہیں بھرا تو بدی اس کو ضرور بھرے گی۔ اس لئے قرآن کریم جب یہ فرماتا ہے کہ

اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ

تو مراد یہ ہے کہ اپنے نفوس کا پہلے جائزہ لو۔ اگر برائیاں تم پر غالب آ رہی ہیں تو یقین کرو کہ تمہارے اندر حسنات موجود نہیں، یقین کرو کہ تمہیں وہم ہے کہ تم اچھے ہو اور اپنی خلاؤں کو تلاش کرو اور ان خلاؤں کو نیکیوں سے بھرنے کی کوشش کرو۔ کیونکہ جو وجود نیکیوں سے بھر جاتے ہیں، ان پر کبھی بدی غالب نہیں آیا کرتی"۔

"....جیسا کہ میں نے پہلے بھی جماعت کو اس طرف متوجہ کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حسنات ہی ہیں، جو پہلے بھی غالب آئیں تھیں اور آج بھی غالب آئیں گی۔ ان کے سوا کچھ بھی نہیں ہے، دنیا میں۔ اس لئے انہیں اپنائے بغیر، ہتھیاروں سے لیس کئے بغیر میدان میں نکلنا اور پھر یہ خیال کر لینا کہ ہم اپنے آپ کو یا اپنی اولاد کو بچا سکیں گے، یہ درست خیال نہیں"۔

".....پس ایسی قوم، جو ہتھیاروں کے بغیر نکلے اور دنیا پر غالب آنے کے دعوے کرے، وہ حماقت میں تو مبتلا قرار دی جاسکتی ہے لیکن اس کے لئے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کوئی دور کا بھی امکان ہے کہ یہ کبھی دنیا پر غالب آجائے گی"۔

"....تو اس چھوٹی سی آیت نے ہمیں اپنی کمزوریوں کی طرف توجہ دلا دی۔ ہمیں یہ بتایا کہ ہمارا مقام کیا ہے؟ ہمیں یہ سکھایا کہ اگر ہم اپنی نسلوں کو بچانا چاہتے ہیں تو پہلے اپنے آپ کو بچائیں۔ جب تک ہم اپنے وجود کو نیکیوں سے نہیں بھرتے، اس وقت تک آئندہ نسلوں کی حفاظت کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ تو امر واقعہ یہ ہے کہ وہی لوگ ہیں، جن کی اولادیں ضائع ہوتی ہیں، جن کے اندر خلا ہیں، جو خود مادیت سے پہلے متاثر ہو چکے ہوتے ہیں۔ وہ خود اپنا سر خم کر چکے ہوتے ہیں، دنیا کے رعب کے سامنے۔ اور ان کی برائیوں کو بظاہر برائیاں سمجھتے ہوئے بھی، ان کی طرف ان کو جانے دیتے ہیں اور اس وقت تشویش محسوس نہیں کرتے۔ جب بچے بڑے ہو جاتے ہیں، جب ان کی عادات پختہ ہو جاتی ہیں، اس وقت ان کا کل نیکی کا جذبہ اچانک جیسے ہوش آجائے اس کو، اٹھ کھڑا ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ اچھا اچھا! میری اولاد تو ضائع ہو رہی ہے، اس کو بچانے کی کوشش کی جائے۔

قرآن کریم بتاتا ہے کہ بچانے کی کوشش ہمیں اپنی ذات سے کرنی پڑے گی۔ اگر ہمارے دل نیکیوں سے بھرے ہوئے ہیں، اگر ہمارے اعمال حسین ہیں تو پھر نہ ہمیں خوف ہے، نہ ہماری اولاد کو کوئی خوف۔ کیونکہ

ایسی صورت میں ہم اپنی اولاد کو بھی صحیح معنوں میں نیک بنانے کی بچپن سے کوشش کر سکتے ہیں۔ اگر یہ نہیں ہے، اگر دنیا سے مرعوب ہیں تو پھر کوئی ایسی ترکیب کارگر نہیں ہوگی، جو میں آپ کو زبانی بتا سکوں۔

اب اس پہلو سے آپ اپنا جائزہ لیں، اپنے گردو پیش کا جائزہ لیں، اپنی تمناؤں کے رخ دیکھیں کس طرف ہیں؟ کن باتوں سے آپ کو خوشیاں ہوتی ہیں؟ کن باتوں سے دل لذتوں سے بھر جاتے ہیں؟ اگر وہ دنیا کی تعلیمات ہیں، جو بچے آپ کو بتاتے ہیں کہ ہم نے اس طرح حاصل کر لیں، اتنے بڑے کارنامے حاصل کئے، خاص، جو غیر معمولی ذہین گروپ ہیں، ان میں ہم داخل ہو گئے اور ان کی انگریزی سن کر آپ مرعوب ہو جاتے ہیں، ان کے اچھے نمبر دیکھ کر آپ مرعوب ہو جاتے ہیں اور کبھی آپ کو خیال نہیں آتا کہ بچپن سے ان کے اندر دین کی محبت پیدا نہیں ہو سکی، قرآن کریم کی تلاوت اچھی نہیں کرتے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیار کی باتیں نہیں کرتے۔ اگر ان کے اندر بچپن ہی سے دین کی محبت کا جذبہ پیدا نہیں ہوا اور آپ فکر مند نہیں ہوتے، غیر معمولی طور پر آپ غمگین نہیں ہو جاتے، اداس نہیں ہو جاتے، بے چین نہیں ہوتے، اس بات کو محسوس کر کے شروع ہی سے دعائیں نہیں کرتے تو پھر آپ کے اندر خلا ہیں اور یہ خلا ایسے ہیں، جن کو بدیوں نے بہر حال بھرنا ہے۔ کیونکہ قانون قدرت ہے کہ کوئی جگہ خالی نہیں رہ سکتی۔ وہی خلا ہیں، جو بچوں میں بڑے ہو جایا کرتے ہیں۔ بعض اوقات انسان کو اپنے خلا دکھائی نہیں دیتے لیکن بچے کے آئینے میں وہ خلا دکھائی دینے لگتے ہیں۔ بچہ ماں باپ کی تصویر بنا رہا ہوتا ہے اور ماں باپ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ بچے کی شکلیں ہیں، جو ہم دیکھ رہے ہیں۔ ماں باپ کا اندرونہ بچوں میں منعکس ہو رہا ہوتا ہے۔ ضروری نہیں کہ ہر حالت میں ایسا ہو مگر میں دنیا کے عمومی قوانین بتا رہا ہوں۔ عام طور پر قومی تاریخیں اس طرح بنتی اور بگڑا کرتی ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم نے ایک اور جگہ واضح طور پر یہ بیان فرمایا کہ وہ لوگ، جو خدا کو یاد کرتے ہیں اور خدا کو یاد رکھتے ہیں، وہ نہیں بگڑا کرتے۔ ان کی اولادیں بگڑا کرتی ہیں، جو آہستہ آہستہ خدا کو یاد کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔ لیکن ان کو پتا نہیں لگتا۔ اولاد کو خطرہ ہوتا ہے۔ اولادمیں جا کر وہ تصویر نمایاں ہو جاتی ہے۔ چنانچہ جو خدا کو یاد رکھنے والے ہیں، ان پر تو غیر غالب نہیں آ سکتا۔ جو خدا کو یاد رکھنے کا دعویٰ رکھتے ہیں، ان میں بھی بسا اوقات برائیاں نمایاں طور پر دکھائی نہیں دیتیں لیکن ان کی اگلی نسل اس پول کو کھول دیتی ہے اور ان کی کمزوریوں کے راز طشت از بام ہو جاتے ہیں۔

چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے:۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْ ۭ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۲۰﴾

(الحشر: 19,20)

دیکھو، اپنی اولادوں کی فکر کرو۔ اگر تم یہ فکر نہیں کرو گے کہ کل کے لئے، کل آئندہ زمانے کے لئے تم کیسے لوگ آگے بھیج رہے ہو تو تمہیں اس کا شدید نقصان پہنچے گا۔ اور تمہارے وہ اعمال، جن کے نتیجے میں آئندہ اولادیں خراب ہوں گی، وہ خدا کی نگاہ میں ہیں۔ یعنی تمہارے اعمال ہیں لیکن ان کا اثر اولادوں کے اوپر ظاہر ہونے والا ہے۔ تمہیں دکھائی نہیں دے رہا وہ اثر لیکن آئندہ اولادیں ایسی ہیں، جن کے بارے میں تم پوچھے جاؤ گے۔

یہ ہے وہ بنیادی مضمون، جس پر آپ غور کریں تو یہ مسئلہ آپ کو اور زیادہ وضاحت سے سمجھ آ جائے گا۔ فرماتا ہے: خدا تمہارے اعمال سے واقف ہے، خوب باخبر ہے۔ اور اس طرز بیان میں زور اس بات پر دیا گیا ہے۔ گویا تم باخبر نہیں ہو، مگر خدا باخبر ہے۔ تم بے خبر ہو اور خدا باخبر ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

تمہیں معلوم نہیں کہ تم کیا کر رہے ہو؟ لیکن اللہ خوب خبر رکھتا ہے۔ یہ ہے بنیادی بیان اور اس کے ساتھ ہی یہ فرمایا گیا ہے کہ اپنی اولادوں کی فکر کرو۔ مراد یہ ہے کہ تمہارے بعض اعمال ایسے ہیں، تمہیں علم ہی نہیں کہ ان کے کیا اثرات پیدا ہو رہے ہیں؟ اور خدا جانتا ہے کہ ان کے اثرات تمہارے تک محدود نہیں رہیں گے، آئندہ نسلوں تک پھیلیں گے۔ اس لئے اے تقویٰ اختیار کرنے والو! خوب خیال رکھو اور فکر کرو کہ آئندہ زمانوں کے لئے تم کیا بھیج رہے ہو۔ پس اس وضاحت کے ساتھ خوب معلوم ہو جاتا ہے کہ قرآن کریم ایسے اعمال کی بات کر رہا ہے، جن کا اثر مستقبل پر پڑتا ہے۔ اور انسان کو معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کیسے اعمال ہیں لیکن خدا جانتا ہے کہ مستقبل پر وہ ضرور اثر دکھائیں گے"۔

"..... اس لئے سب سے پہلی فکر اپنی کریں، اولاد کی باری تو بعد میں آئے گی۔ اگر آپ کے رجحانات درست ہیں، اگر آپ کا اللہ تعالیٰ سے گہرا تعلق ہے، اگر آپ خدا کو نہیں بھولے تو پھر آپ کے دل خدا کے نور سے بھرے رہیں گے اور ان پر بدی غالب نہیں آسکتی۔ خدا کا ذکر کرنے والی قوموں پر غیر اللہ کو غلبہ نصیب نہیں ہوسکتا۔

اس مضمون کو قرآن کریم کی ایک اور آیت بھی بیان فرما رہی ہے۔ جہاں شیطان نے خدا تعالیٰ سے اجازت مانگی ہے کہ مجھے موقع دے قیامت تک کہ میں تیرے بندوں کو آزماؤں اور انہیں راہ راست سے بھٹکانے کی کوشش کروں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ٹھیک ہے، جو تیرا زور ہے لگا، اپنے لاؤ لشکر لے کر میرے بندوں پر چڑھ دوڑ۔ لیکن میں تجھے یہ بتاتا ہوں کہ جو میرے بندے ہیں، ان پر تو غالب نہیں آ

سکے گا۔ جو میرے ہو چکے ہیں، ان پر تیرا کوئی زور نہیں چلے گا۔ اس سے بھی پتا چلتا ہے کہ حقیقی نیکی کے اوپر بدی غالب آ ہی نہیں سکتی۔ بلکہ حقیقی نیکی ہے، جو بدیوں کو ختم کرتی ہے۔ اس لئے اگر ہمارے اندر کمزوریاں اور خلا ہیں اور ہماری نیکیوں کے خول ہیں، جن کے اندر رس کوئی نہیں، ان کے اندر حقیقت میں کوئی ٹھوس وجود نہیں ہے بلکہ چھلکے ہیں تو پھر ایسے چھلکوں کو تو بدیاں ضرور کھا جائیں گی۔

سب سے پہلے اپنے نفس کا جائزہ لینا ضروری ہے، اپنے ماحول کا جائزہ لینا ضروری ہے۔ میاں بیوی دونوں، جن کی اولاد ہے، جو فکر کرتے ہیں کہ اولاد کا کیا بنے گا؟ ان کو پہلے اپنی فکر کرنی چاہئے، اپنے تعلقات پہلے اسلامی رنگ میں درست کرنے چاہئیں۔ اپنے ماحول کو درست کرنا چاہئے، اپنے رجحانات کو درست رکھنا چاہئے۔ ہر بات میں دین کو فضیلت دینے کی عادت ڈالنی چاہئے۔ اگر سارا دن گھر کے ماحول میں دنیا کی لذتوں کی باتیں ہو رہی ہوں، یہ ذکر چل رہے ہوں کہ فلاں کے پاس فلاں چیز آ گئی ہے اور ہم نے یہ چیز ابھی لینی ہے، اس طرح ہم مکان بنائیں گے، اس طرح ہم یہ کریں گے، اس طرح وہ کریں گے۔ اس طرح اولاد کو اچھی تعلیم دلوائیں گے اور وہ دنیا میں بڑے آدمی بنیں گے۔ اگر ذکر ہی یہ چلتے ہوں اور مقابلے ہوں آپس میں مادیت کے حصول کے لئے تو پھر یہ خیال کر لینا کہ ہماری اولاد نیک بھی رہے، بہت اچھی ہو، یہ خیال تو اچھا ہے مگر نتیجہ اس کا اچھا نہیں نکلا کرتا۔ اچھے نتائج کے لئے خیالات کے ساتھ ٹھوس حقائق کا شامل ہونا بھی ضرور ہوا کرتا ہے۔

پس اس پہلو سے سارے امریکہ کی جماعتوں اور کینیڈا کی جماعتوں کو جن تک یہ آواز پہنچتی ہے، خصوصیت کے ساتھ اور تمام عالم کی جماعت کو بالعموم اس قرآن کریم کے بیان فرمودہ نکتے کی طرف بہت گہری توجہ کرنی چاہئے۔ آپ حسنات پر قائم ہیں کہ نہیں؟ یہ پہلا سوال ہے۔ آپ کے دل واقعۃً نیکی کی طرف مائل ہیں کہ نہیں؟ کیا آپ دین کو دنیا پر فضیلت دیتے ہیں یا نہیں دیتے؟ اگر ان سوالات کے جوابات مثبت ہیں تو میں قرآن کی زبان میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ کی اولادیں ضائع نہیں ہوں گی انشاء اللہ تعالیٰ۔ سوائے اس کے کہ بعض دوسری حماقتیں اور کمزوریاں آڑے آ جائیں اور وہ بدقسمتی کے ساتھ اولاد پر بداثرات ڈال دیں۔ بعض دفعہ لوگ نیک بھی ہوتے ہیں، خوبیوں سے مزین ہوتے ہیں لیکن خبردار نہیں ہوتے۔ چنانچہ قرآن کریم نے خبردار رہنے کی طرف بھی بار بار ہمیں توجہ دلائی ہے۔ اس وجہ سے بعض نیکوں کی اولادیں بھی ضائع ہو جاتی ہیں۔ وہ خود نیک ہوتے ہیں مثلاً ماں بھی، باپ بھی دونوں نیکیوں سے بھرے ہوتے ہیں، نمازیں پڑھ رہے ہیں، خدا کو یاد کرتے ہیں لیکن قرآن کریم فرماتا ہے کہ یہ

بھی کافی نہیں۔ تمہیں باخبر رہنا پڑے گا، ہوش مند رہنا پڑے گا کہ دیکھو کہ تمہاری اولاد کدھر جا رہی ہے؟ اگر سچی نیکیاں ہوں اور ہوش مندی ساتھ شامل ہو جائے، اگر اولاد کی طرف گہری فکر والی توجہ بھی پیدا ہو جائے تو پھر خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ وہ اولادیں ضائع نہیں ہوا کرتیں۔

جو کمزوریاں ان معاشروں میں ہیں، وہ کمزوریاں میری نظر کے سامنے ہیں۔ میں ان سے خوب واقف ہوں۔ لیکن میں یہ بھی جانتا ہوں کہ ایسے سینکڑوں احمدی خاندان ہیں، جو انہی کمزور ماحولوں میں پل رہے ہیں اور ان کو کوئی خطرہ نہیں۔ ان کے بچے بھی خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ صحیح خطوط پر جوان ہو رہے ہیں، وہ خود بھی اپنے آپ کو نہ صرف محفوظ سمجھتے ہیں بلکہ اردگرد اپنے ماحول پر نیک اثرات مترتب کرتے چلے جا رہے ہیں۔ پس وہ قرآن کریم کی اس آیت کی سچائی کا زندہ ثبوت ہیں اور باقیوں کے لئے وہ روشنی کا مینار ہیں۔ امیدیں ان سے وابستہ ہیں۔ کیونکہ اگر ایسا بعض خاندانوں میں ممکن ہے تو باقی خاندانوں میں کیوں ممکن نہیں۔ اس لئے سب سے پہلے تو اس احساس کمتری کو دور کریں کہ آپ گویا بدیوں سے خوف کھا سکتے ہیں یا بدیاں آپ پر غالب آ سکتی ہیں۔ قرآن کریم خبر دیتا ہے کہ ہرگز ایسا نہیں ہوگا۔ تم نیکیوں پر قائم رہو تو بدیاں تم سے بھاگیں گی، تمہیں بدیوں سے بھاگنے کی ضرورت نہیں۔

پس وہ لوگ، جو مجھ سے پوچھتے ہیں کہ ہم اولاد کی خاطر ملک کو چھوڑ جائیں؟ ان کو میں یہی جواب دیتا ہوں کہ اگر آپ اتنے کمزور ہیں کہ آپ بچ نہیں سکتے تو پھر بہتر یہی ہے کہ دنیا چھوڑیں اور دین کو فضیلت دیں، بھاگ جائیں یہاں سے۔ لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھاگنا ویسے زیب دیتا نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ساری دنیا کی تقدیر بدلنی ہے اور اپنے غلاموں کے ذریعے بدلنی ہے۔ ان کے ذریعے بدلنی ہے، جو آپ کے پیچھے چلنے والے، آپ سے محبت کرنے والے، آپؐ کی سنت کو زندہ کرنے والے ہیں۔ اگر وہی میدان چھوڑ کے بھاگنے لگیں تو پھر دنیا کی تقدیر کون بدلے گا؟ کہاں سے وہ لوگ آئیں گے؟ آسمان سے ایسی باتوں کے لئے فرشتے تو نازل نہیں ہوا کرتے۔ زمین فرشتے اگایا کرتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے آج بھی ایسے فرشتے دنیا میں پیدا ہو سکتے ہیں، ہو رہے ہیں اور یقین ہے کہ آئندہ بھی انشاء اللہ ہوتے رہیں گے۔

تو اپنے اندر پہلے احساس پیدا کریں مضبوطی کا، قوت کا۔ واضح طور پر یہ بات سمجھ لیں کہ آپ مغلوب ہونے کے لئے پیدا نہیں کئے گئے، غالب آنے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ شرط یہ ہے کہ قرآن کریم سے غالب آنے کے راز سیکھ لیں۔ شرط یہ ہے کہ اس فلسفے کو خوب اچھی طرح جان جائیں کہ خلا سے

دنیا فتح نہیں ہوا کرتی، ٹھوس باتوں سے دنیا فتح ہوا کرتی ہے۔ پس اپنی نیکیوں کو یا اپنے نیک تصورات کو نیک اعمال کی صورت میں ڈھالیں۔ اپنے خلاؤں کا جائزہ لیتے رہیں۔ انہیں بھرنے کی کوشش کریں اور اس کے نتیجے میں آپ دیکھیں گے کہ انشاء اللہ تعالیٰ آپ اور آپ کی اولاد بھی ماحول سے خطرہ محسوس کرنے کی بجائے ماحول پر غالب آنے لگے گی۔ یہ تو ایک عمومی بات ہے۔

سوال یہ ہے خلا بھرنے کیسے ہیں؟ قرآن کریم کا مطالعہ کریں تو یہ بات صاف نظر آجاتی ہے کہ ہر وقت انسان کو اپنا نگران رہنا پڑتا ہے، ہر وقت متلاشی رہنا پڑتا ہے۔ اور حقیقت میں تقویٰ کا مضمون اس چیز سے بڑا گہرا تعلق رکھتا ہے۔ تقویٰ کا ایک معنی ہے، خوف کا۔ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ خوف کس بات کا؟ اللہ سے تو خوف نہیں کھایا جاتا۔ ان معنوں میں اللہ وہ ڈرنے والی چیز تو نہیں۔ وہ تو پیارا وجود ہے، اسے تو اپنایا جاتا ہے۔ ہر وقت اس کی باتیں ہوتی ہیں۔ جس کا خوف ہو انسان ہر وقت اس کا ذکر تو نہیں کرتا رہتا۔ اس لئے جب آپ تقویٰ کے مضمون کو سمجھیں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ آپ کو نیکیاں پیدا کرنے کا مضمون بھی خود بخود سمجھ آجائے گا۔ جس چیز سے آدمی ڈرے بھوت ہے یا بچے بھوتوں سے ڈرتے ہیں یا چڑیلوں کے نام سے خوف کھاتے ہیں۔ جتنا آپ ان کا ذکر کریں گے، اتنا ہی ان کی چیخیں نکلیں گی ڈر کے مارے کہ یہ کیا کر رہے ہو۔ اس لئے کبھی آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ بھوتوں اور چڑیلوں سے خوف کھاؤ اور ہر وقت بھوتوں اور چڑیلوں کا ذکر کرتے رہو۔ جس چیز سے آدمی ڈرتا ہے، اس سے بھاگتا ہے، اس کے نام سے بھی بھاگتا ہے۔ پس جو بھی مطلب ہے، تقویٰ کا یہ مطلب بہر حال نہیں کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اللہ تعالیٰ کو بلا سمجھو اور مصیبت جانو۔

پھر تقویٰ کا کیا مطلب ہے؟ تقویٰ کا اصل مطلب یہ ہے کہ اللہ سے ایسا پیار کرو کہ ہمیشہ یہ خوف دامن گیر رہ جائے کہ کہیں خدا ہمیں چھوڑ نہ دے۔ کہیں مجھ سے کوئی ایسی حرکت سرزد نہ ہو جائے کہ خدا کے ہم سے تعلق میں کمی آجائے۔ یہ خوف ہے۔ یہ خوف نہیں کہ خدا ہمارے قریب نہ آجائے کہیں، **نعوذ باللہ من ذالک**۔ پس تقویٰ کا مضمون جب آپ سمجھیں تو خوف خدا کا مطلب ہی اس سے محبت ہے۔ اصل میں جس شخص سے محبت زیادہ ہو جائے، اس کے بارے میں یہ خوف ضرور دل میں دامن گیر ہوتا ہے۔ ہر وقت آدمی وہموں میں مبتلا رہتا ہے کہ میرا محبوب مجھ سے ناراض نہ ہو گیا ہو۔ فرضی باتوں پر بھی وہم پیدا ہو جاتے ہیں دل میں۔ چنانچہ فارسی میں محاورہ ہے: "عشق است و ہزار بدگمانی" ایک عشق اور ہزار بدگمانیاں۔ بدگمانیاں ان معنوں میں کہ او ہو کہیں فلاں وقت جو مجھے نہیں دیکھا پوری طرح، کہیں وہ ناراض تو نہیں تھا۔ فلاں وقت اس نے یہ بات کی، کہیں یہ مراد تو نہیں کہ مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی ہو"۔

''.....تو اگر اسی مضمون کو آگے بڑھا کر خدا کی طرف لے جائیں تو پھر آپ کو محسوس ہوگا کہ تقویٰ والوں کی زندگی کیسے بسر ہوتی ہے۔ اور ہر وقت، ہر حالت میں ان کو یہ خوف دامن گیر رہتا ہے کہ میرا محبوب مجھ سے ناراض نہ ہو جائے کہیں یا ناراض نہ ہو گیا ہو''۔

''.....یہ ہے تقویٰ اور اسی کے نتیجے میں نیکیاں حاصل ہوتی ہیں۔ پس ایک شخص اگر خدا تعالیٰ کے متعلق ہمیشہ یہ باتیں سوچتا رہے کہ وہ مجھ سے ناراض نہ ہو کسی طرح، آج میں نے کوئی ایسی بات تو نہیں کی، جس سے ناراض ہو گیا ہو۔ کل تو نہیں مجھ سے ایسی بات ہوئی تھی، جس سے اس کے تعلق میں کمی محسوس ہوئی ہو۔ یا اس کے مقابل پر پھر یہ محسوس کرے کہ خدا نے کب، کس طرح مجھ سے پیار کا اظہار کیا ہے اور اب کمی کیوں آئی ہے، اگر کمی ہے۔ یہ وہ خلا ہیں، آپ کے احساس کے، ان کو پہلے بھریں۔ اگر آپ غفلت کی حالت میں زندگی گزار رہے ہیں تو آپ کی ساری زندگی خالی ہے''۔

''.....ان معنوں میں خدا کو یاد رکھیں کہ ہمیشہ دلوں پر غالب رہے، ہمیشہ ذہنوں پر غالب رہے، ذہن بار بار اس کی طرف پرواز کرنا شروع کر دیں، عادت پڑ جائے کہ دل کی ہر حرکت اس کی طرف مائل ہونے لگ جائے۔ حنیفاً مسلماً ہو جائیں۔ اللہ کی طرف جھکاؤ کی طبیعت پیدا ہو جائے۔ تو پھر اس کے نتیجے میں آپ کو خلا بھی دکھائی دیں گے اور ان کو بھرنے کا طریقہ بھی معلوم ہو جائے گا۔ ورنہ ایک خطبہ میں کیا، سینکڑوں خطبوں میں بھی میں ان تمام امکانی خلاؤں کا ذکر نہیں کر سکتا۔ ہر انسان کی کیفیت مختلف ہے، ہر انسان کی کمزوریاں مختلف ہیں، ہر انسان کی خوبیاں مختلف ہیں اور معاشرے کا اس پر اثر مختلف رنگ میں پڑتا ہے، اس کے مزاج کا اثر پڑتا ہے۔ اس لئے سوائے اس نسخہ کے اور کوئی نسخہ میں آپ کو نہیں بتا سکتا کہ ان معنوں میں اللہ کا تقویٰ اختیار کریں۔ جن کا میں آپ کو بتا رہا ہوں، جو میں نے قرآن سے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا ہے کہ ہر وقت یہ فکر دامن گیر رہے آپ کے ساتھ کہ خدا پتا نہیں کیا مجھ سے پیار کر رہا ہے یا نہیں کر رہا؟ اس کا تعلق ہے یا نہیں ہے؟ جب یہ فکر کریں گے تو آپ کا تعلق خود بخود بڑھنے لگے گا۔ آہستہ آہستہ اس مضمون میں آپ کو مزہ آنا شروع ہو جائے گا۔ آہستہ آہستہ مستقل آپ کے ساتھ ایک اصلاح کا ذریعہ ایسا چمٹ جائے گا کہ وہ کسی حالت میں آپ کو چھوڑے گا نہیں۔ دن رات، سوتے جاگتے رفتہ رفتہ یہ خیال غالب آنا شروع ہو جائے گا۔ پس اس خیال کے ساتھ آپ اپنی اصلاح کا سفر شروع کریں تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ دنیا کا کوئی معاشرہ کبھی آپ پر غالب نہیں آ سکتا۔ ممکن ہی نہیں ہے کہ خدا سے پیار کرنے والوں، خدا کا ذکر کرنے والوں، خدا کی محبت کے ضائع ہونے کے خوف

میں ہر دم مرتے رہنے والوں پر کوئی دنیا کا معاشرہ غالب آسکے۔ جب یہ تعلق آپ کا قائم ہو اللہ تعالیٰ کے ساتھ تو یہ ہو نہیں سکتا کہ آپ اپنے بچوں کے ساتھ بچپن ہی سے خدا کا ذکر نہ کریں۔ جن لوگوں کے اوپر خدا کا خیال غالب رہتا ہے، وہ لازماً بچپن سے اپنے بچوں سے ایسی باتیں کرتے رہتے ہیں اور بچپن سے ہی ان کو خدا کے پیار کی باتیں سکھاتے رہتے ہیں۔ چنانچہ احمدیت میں تو یہ عام بات ہے۔ اور بہت سے ایسے خاندان، جن سے میری ملاقات ہوتی ہے سفروں کے دوران ان کے بچوں سے میں فوراً پہچان جاتا ہوں کہ ماں باپ کیسے ہوں گے؟ بعض بچے ہیں، جو شروع ہی سے ان کی اداؤں سے پتا چلتا ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ سے پیار ہے اور باتیں بھی اللہ تعالیٰ کی کرتے ہیں۔ اپنے اپنے رنگ میں غلطیاں بھی کرتے ہیں ناسمجھی میں بعض دفعہ غلط تصورات پیش کر دیتے ہیں، جن کی اصلاح کر دی جاتی ہے۔ لیکن اس سے ایک بات جو قطعی طور پر ثابت ہے، وہ یہ ہے کہ ان کے ماں باپ نے ضرور بچپن سے ہی ان کے دل میں خدا کا پیار پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔

یہ وہ ایک ترکیب ہے، جو ہر دوسری ترکیب سے زیادہ وزن رکھتی ہے۔ آپ کا پیار خدا سے ضرور منعکس ہوگا آپ کے بچوں کے دلوں میں۔ اور پھر ہر اس چیز سے آپ خوف کھائیں گے، جو آپ کے بچوں کو خدا سے دور لے جانے والی ہو۔ اور آپ کے بچے آپ کی زندگی میں دیکھیں گے اس خوف کو۔ آپ کے چہرے پر ان کی برائی کا غم ظاہر ہوگا۔ یہ بات یاد رکھیں کہ چھوٹی عمر کے بچوں پر آپ جتنا بھی بوجھ ڈال دیں، بچے اتنا ہی بوجھ اٹھا لیتے ہیں۔ جو لوگ بچوں پر رحم کرتے رہیں کہ نہیں! ہم اتنا بوجھ نہیں ڈالیں گے بعد میں سکھائیں گے تو بچے اس سے پہلے سیکھ چکے ہوتے ہیں۔ اس عمر کے بعد بہت کم مزید سیکھنے کی اہلیت ان میں باقی رہتی ہے۔ اس لئے شروع میں اہل زبان نے تجربہ کر کے دیکھا ہے کہ چھ چھ، سات سات زبانیں فر فر بچے بولتے ہیں اور بالکل ساری زبانیں مادری زبان کی طرح بولتے ہیں۔ کیونکہ ان کے ماں باپ نے شروع سے ہی ان پر بوجھ ڈال دیا۔

اس لئے بچوں کی فراست سے آپ خوف بھی کھا سکتے ہیں، ان سے امیدیں بھی وابستہ کر سکتے ہیں۔ ماں باپ کے دلوں کی کمزوریاں، ماں باپ کے دلوں کی برائیاں بچے اپنے ماں باپ کی آنکھوں میں ان کے چہرے بشرے میں پڑھ لیا کرتے ہیں۔ ان کی دلی کیفیات کیا ہیں؟ ان کی دلی تمنائیں کیا ہیں؟ یہ بچوں سے اوجھل نہیں رہا کرتیں۔ اسی طرح ماں باپ کی خوبیاں بھی اور یہ بات کہ ماں باپ کا دل کس چیز میں اٹکا ہوا ہے، بچے بخوبی جانتے ہیں شروع سے اور اسی کے مطابق وہ پرورش پانے لگتے ہیں۔ اس لئے

اگر ہمیشہ آپ کے دل میں خدا کا تعلق غالب رہے، ہمیشہ آپ کے دل میں یہ گمان رہے کہ کہیں خدانخواستہ، یعنی ہم خدانخواستہ محاورۃً کہتے ہیں، یہاں اس طرح چسپاں نہیں ہوتا مگر یہ وہم رہے کہ ایسا نہ ہو کہیں کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے ناراض ہو گیا ہو۔ اور ایسا نہ ہو کہ میں نے آج ایسے اعمال کئے ہوں، جن کو خدا نے پیار سے نہ دیکھا ہو اور ایسے اعمال سے محروم رہ گیا ہوں، جن کو خدا پیار سے دیکھتا ہے۔

اس تفصیل کے ساتھ اگر روزمرہ آپ اپنا جائزہ لینا شروع کریں اور یہ ذہن میں ایک لگن لگا لیں تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ کے بچوں کے اوپر بھی اس کا پرتو پڑنا شروع ہو جائے گا۔ اور خود بخود یہ قانون قدرت کے طور پہ ان کے اوپر خدا کی محبت غالب آنے لگ جائے گی۔ یہ ایک نسل کا تجربہ نہیں، سینکڑوں نسلوں کے تجربے ہیں۔ ہمیشہ یہ طریق کارگر ثابت ہوا ہے۔ پہلے بھی، آج بھی اور آئندہ بھی کارگر رہے گا۔ اس لئے اس پہلو سے اپنا جائزہ لیں۔ اور جب میں کہتا ہوں کہ خدا سے پیار کر لیا کریں۔ اس کا ذہن میں ہر وقت تصور رہے تو بظاہر یہ عام بات ہے، معمولی سی بات دکھائی دیتی ہے۔ آپ سب کہتے ہوں گے کہ ٹھیک ہے جی! بڑا آسان طریقہ مل گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو یاد کر لیا کریں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو اس تقویٰ کی اس تعریف کے ساتھ یاد کرنا اتنا آسان نہیں، جتنا آپ سمجھ رہے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر یاد کے ساتھ کچھ تقاضے وابستہ ہو جاتے ہیں اور ان تقاضوں کو جب آپ نظر انداز کر دیتے ہیں تو یاد مٹ جاتی ہے، وہ کالعدم ہو جاتی ہے۔ اگر آپ کو بھوک لگی ہے اور آپ کچھ کھانا کھاتے ہیں لیکن کھانے کے لئے آپ کو پیش کیا جائے اور آپ نہیں کھاتے تو وہ بھوک بے معنی ہو جاتی ہے۔ اگر آپ پیاس کا دعویٰ کرتے ہیں اور پانی آپ کو مہیا کر دیا جاتا ہے یا آپ کی پسند کا شربت پیش کر دیا جاتا ہے اور آپ نہیں پیتے تو آپ اس پیاس کو کالعدم کر دیتے ہیں۔ یا وہ پیاس جھوٹی تھی یا پھر آپ عقل نہیں رکھتے کہ وہ پیاس بجھانے کا سامان بھی پیدا ہوا اور آپ نے اس سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ تو اس طرح خدا کی یاد کے ہر لمحہ تقاضے ہوں گے، خدا کے پیار کے نتیجے میں ہر لمحہ مطالبے شروع ہو جائیں گے۔ اچھا! تم مجھے یاد کرتے ہو، تم مجھ سے پیار کرتے ہو تو پھر یہ بھی کرو، پھر وہ بھی کرو اور ہر دفعہ جب یہ بھی کرو اور وہ بھی کرو کی آوازیں اٹھیں گی، اس پیار سے تو ہر دفعہ آپ محسوس کریں گے کہ نہ میں یہ کرنے کا اہل ہوں، نہ میں وہ کرنے کا اہل۔ اس وقت آپ کو پتا چلے گا کہ آپ کی محبت ایک رومانی محبت تھی، ایک افسانوی قصہ تھا، جس کا حقیقت سے تعلق نہیں ہے۔ پھر ایک اور خوف دامن گیر ہو جائے گا۔ اور وہ خوف یہ ہے کہ میں جو فرضی طور پر خدا سے پیار کے دعوے کرتا رہا ہوں، یہ تو اور بھی زیادہ گناہ ہے۔ میں تو اپنی زندگی سے راضی ہو گیا ہوں۔ میری حالت کیسی ہے؟ میں کیسے اسے تبدیل کروں؟ چنانچہ ایک ایسا خوف دل میں پیدا ہوتا ہے، اس کے نتیجے میں جب

انسان اپنے تصور کو عمل کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کی زندگی پر ایک لرزہ طاری ہو جاتا ہے اور اس کے نتیجے میں بہت سے عشق سوئے ہوئے بیدار ہونے لگتے ہیں۔ جس طرح بارش کے ساتھ، برسات کے ساتھ زندگی کی کئی قسمیں اٹھ کھڑی ہوتی ہے اور اچانک یوں لگتا ہے کہ ساری دنیا جاگ اٹھی ہے، اسی طرح انسان کے اندر بھی بے شمار دنیائیں ہیں، جو سوئی پڑی ہیں۔ ان کو خدا کا خوف بیدار کرتا ہے۔ اور جس طرح میں آپ کو بتا رہا ہوں، ان مراحل سے آپ گزریں گے تو پھر آپ محسوس کریں گے کہ یہ کیا واقعہ ہے؟ اس کے بغیر آپ اس کو نہیں سمجھ سکتے۔ جب خدا کے پیار کے ذکر کے ساتھ مطالبے پیدا ہوں گے اور آپ اپنے آپ کو نا اہل پائیں گے، پھر آپ کے اندر کئی قسم کے خوف اور بیدار ہونے شروع ہو جائیں گے۔ ایک ہلچل مچ جائے گی۔ پھر آپ کو محسوس ہوگا کہ کتنے امور ایسے ہیں، جن کی طرف آپ کو توجہ کرنی چاہئے تھی، آپ نہیں کر سکے۔ ایک ایسے رستے پر آپ چل پڑیں گے، جو روحانی انقلاب کا رستہ ہے۔ تب آپ کو محسوس ہوگا کہ دراصل تو دامن خالی ہی خالی تھا اور یہ جو میں کہتا ہوں تو یہ مضمون اتنا وسیع مضمون ہے کہ اس کی گہرائی اور اس کی وسعت کو آپ میرے اس کہنے سے سمجھ ہی نہیں سکتے۔ وہ صاحب فراست لوگ، وہ صاحب فہم اور صاحب معرفت لوگ، جنہوں نے اس رنگ میں خدا کو پانے کی کوشش کی ہے اور اپنے خلاؤں کو بھرنے کی کوشش کی ہے، وہ بسا اوقات ساری عمر کے سفر کے بعد بھی اپنے آپ کو خالی دیکھتے ہیں۔ اور سچی معرفت کا یہی تقاضا ہے۔ یہی ہونا چاہئے۔ کیونکہ خدا کی عظمتوں سے ایک انسان اپنے آپ کو پوری طرح بھر سکتا ہی نہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ ایسا لامتناہی مضمون ہے کہ انسان کے اندر مزید کی طلب پیدا ہو جاتی ہے اور انسان جتنی ترقی کرتا چلا جاتا ہے، اتنی اپنی کمزوریوں کی طرف اس کی نگاہ اور زیادہ کثرت کے ساتھ پڑنے لگتی ہے اور زیادہ کمزوریاں دریافت کرنے لگتا ہے"۔

"..... اس لئے یہ سفر تو لامتناہی سفر ہے۔ خلا بھرتے رہیں گے اور نئے خلا پیدا ہوتے رہیں گے۔ لیکن جو خلا خدا کے حسن اور پیار سے بھر رہے ہوں، ان پر دنیا کی کوئی بدی غالب نہیں آسکتی۔ یہ مضمون ہے، جس کے اوپر آپ کو کامل یقین رکھنا۔ خدا ہی ہے پھر جو ان خلاؤں کو بھر سکتا ہے۔ کیونکہ آپ کی تمنائیں اس کی طرف ہو جاتی ہیں۔ آپ کی توجہ اس کی طرف پھر جاتی ہے اور باقی ساری دنیا اس کے مقابل پر بے معنی ہو کر دکھائی دینے لگتی ہے۔

اس طرح آپ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ اس سے دعائیں کرتے ہوئے امریکہ ہو یا روس ہو یا دنیا کا کوئی خطہ ہو، وہاں زندگی بسر کریں، آپ کے اندر ایک حیرت انگیز عظمت کا احساس بیدار ہوگا۔ جو اس کامل انکسار کا ایک طبعی نتیجہ ہے۔ کامل انکسار کے نتیجے میں ایک ایسی عظمت نصیب ہوتی ہے، جو خدا کے

فضل کے نتیجے میں نصیب ہوتی ہے۔ انسان کو قوت محسوس ہوتی ہے، وہ جانتا ہے کہ وہ غالب آنے والا ہے، وہ جانتا ہے کہ وہ قوی ہے اور ہو نہیں سکتا کہ غیر اللہ کبھی اس کے اوپر غالب آسکے۔ تو یہ خوف سارے خود بخود مٹ جائیں گے، ان کی کوئی حیثیت ہی باقی نہیں رہے گی۔ آپ کے بچے بھی آپ سے بچپن ہی میں یہ عظمت کردار حاصل کریں گے، اس سوسائٹی میں سر اٹھا کر چلنے والے بنیں گے۔

پس اس رنگ میں اگر آپ یہاں جینا سیکھ سکتے ہیں اور اس رنگ میں جینے کے لئے خدا سے دعائیں مانگنا چاہتے ہیں اور دعائیں مانگتے ہیں تو پھر میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ کو کوئی خطرہ نہیں۔ نہ آپ کو خطرہ ہے، نہ آپ کی اولادوں کو خطرہ ہے۔ اور آپ کی اولادوں کو بھی تبھی خطرہ ہوگا، جب پہلے آپ کو خطرہ ہوگا۔ پہلے اپنے خطرات کا مقابلہ کریں کامیابی کے ساتھ اور پھر اپنی اولاد کی طرف خبر داری کے ساتھ، ہوشیار نگاہیں ڈالیں اور جس طرح قرآن کریم نے اس مضمون کو بیان فرمایا ہے، اپنی نیکیوں کے ساتھ اولاد پر نظر کرتے ہوئے، خدا پر توکل کرتے ہوئے، آگے بڑھیں۔ خدا کا یہ کلام یقیناً سچا ہے اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا کردار یقیناً غالب ہے۔

اس لئے اپنے خلاؤں کو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے کردار سے بھرنا شروع کریں اور یقین رکھیں کہ آپ ہی ہیں، جو دنیا پر غالب آئیں گے۔ اور آپ کے نتیجے میں دنیا کی تقدیر بدلے گی، دنیا آپ کی تقدیر نہیں بدل سکتی۔ اتنی ضرورت ہے اس ملک کو آپ کی کہ جب میں یہ سنتا ہوں تو مجھے ایک اور غم لگ جاتا ہے۔ یہ تو اسلام کے سفیر تھے، جن سے میں یہ باتیں سنتا ہوں۔ یہ تو اس لئے گئے تھے، ان ملکوں میں کہ ان ملکوں کے حالات بدلیں اور ان کی خرابیوں کو دور کریں۔ یہ کیسے سفیر ہیں، جو یہ خوف کھا رہے ہیں کہ ان کی برائیاں ان پر غالب نہ آجائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہونے والا انسان اور یہ فکر اس کو دامن گیر ہو کہ غیر اس پر غالب نہ آجائیں، ایسی باتیں زیب نہیں دیتیں، آپ کو۔ یہ چھوٹی اور کمینی باتیں ہیں۔ آپ بہت عظیم باتوں کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ آپ محسوس تو کریں کہ آپ ہیں کون؟ ان معنوں میں انکسار کی شرط کے ساتھ اپنی اس عظمت کو سمجھیں کہ آپ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہو رہے ہیں اور آپ کو ساری دنیا پر غالب آنے کے لئے پیدا کیا ہے۔ پہلے دور میں آپ کو یہ کر کے دکھا دیا ہے، دوسرے دور میں آپ نے اس بات کو سچا ثابت کر کے دکھانا ہے۔

پس دعا کر کے ہمت کے ساتھ نیکیوں کا سفر اختیار کریں۔ میری بھی دعائیں آپ کے ساتھ ہیں اور ہم سب کی دعائیں مل کر میں یقین دلاتا ہوں کہ وہ خدا کی حفاظت کی فصیل ہمارے ارد گرد کھڑی کر دیں گی، جن کے اوپر کسی دشمن کو غالب آنے کی توفیق نہیں مل سکے گی''۔

(مطبوعہ خطبات طاہر جلد 06 صفحہ 683 تا 704)

# تحریک جدید حضرت مصلح موعودؓ نے خدا تعالیٰ کے القاء کے نتیجے میں شروع کی

## خطبہ جمعہ فرمودہ 30 اکتوبر 1987ء

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:۔

”اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے، کم ہے۔ یہ ایک ایسا محاورہ ہے، جو عموماً خاص مواقع پر استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسے آج کا دن جبکہ ہم اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ اور اس کی دی ہوئی توفیق کے ساتھ اس مسجد میں، جو پورٹ لینڈ میں ہی تعمیر ہونے والی پہلی مسجد نہیں بلکہ سارے امریکہ کے مغربی ساحل میں مجھے بتایا گیا ہے، یہ وہ پہلی مسجد ہے، جو اس ابتداء سے اسی غرض سے تعمیر کی گئی کہ خدا کے لئے ایک عبادت گاہ کے طور پر بنائی جائے گی اور آخر تک مسجد ہی کی غرض سے تعمیر ہوئی اور مکمل ہوئی۔ تو یہ چونکہ سارے مغربی امریکہ کے ساحل کے ساتھ بنائی جانے والی پہلی مسجد ہے۔ اس لحاظ سے یہ دن ہمارے لئے غیر معمولی خوشی کا دن اور غیر معمولی تشکر کا دن بنتا ہے۔ لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ محاورہ صرف چند مواقع کے لئے نہیں بلکہ زندگی کے ہر لمحہ پر چسپاں ہونے والا محاورہ ہونا چاہئے۔ کیونکہ اگر آپ بنظر غائر دیکھیں، تدبر کریں اپنی زندگی کے حالات پر اور زندگی کا لمحہ لمحہ جو خدا تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا ہے۔ اس کے پس منظر پر غور کریں تو خدا کا شکر کسی پہلو سے، زندگی کے کسی لمحہ میں بھی ادا ہو ہی نہیں سکتا۔ صرف فرق یہ ہے کہ ہم میں سے اکثر ایک قسم کی غفلت کی نگاہ سے اپنے گرد و پیش کو دیکھتے ہوئے زندگی گزار دیتے ہیں۔ اور ہم میں سے اکثر اس بات سے بھی بے خبر رہتے ہیں کہ ان کی زندگی کی تعمیر میں قانون قدرت نے کتنی لمبی اور کتنی وسیع تیاری کی تھی۔ اور کتنا عظیم چند سو یا چند ہزار سال کا احسان نہیں بلکہ لاکھوں، کروڑوں، اربوں سال کا احسان ہے، کائنات کے بنانے والے کا، جو ہماری زندگی کے بعد لمحوں کی تعمیر کے لئے ایک منصوبے کی صورت میں ہم سے پہلے کھولا گیا تھا۔ بہر حال جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے، ہم میں سے اکثر بدقسمتی سے غفلت کی حالت میں رہتے ہیں، غفلت کی حالت میں زندگی گزار دیتے ہیں۔ اس لئے ہم ایک دوسرے سے معاملات میں تو شکریہ کے جذبات نمایاں طور پر پاتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ سے معاملات کے وقت غیر معمولی احسانات کو بھول جاتے ہیں۔ چند ایسے بزرگوں کے واقعات ہمیں ملتے ہیں، جن کی

عادت تھی کہ وہ ہر بات کی تہہ میں ڈوب کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کرتے تھے۔ چند ایسے بزرگوں کے واقعات جب میں کہتا ہوں تو مراد یہ نہیں کہ اسلام میں صرف چند ایسے بزرگ ہی پیدا ہوئے ہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ چند ایسے بزرگوں کے واقعات ہم تک پہنچے ہیں۔ ورنہ لاکھوں ایسے خدا کے بندے اسلام میں پیدا ہوئے ہوں گے، جن کی زندگیاں تشکر کے لئے وقف تھیں۔ لیکن ان کے واقعات تاریخ میں ریکارڈ نہیں ہو سکے۔ اور جن کی عادت اپنے دلی جذبات کو اس حد تک چھپانے کی تھی کہ وہ واقعات ریکارڈ کرنے کے لئے کوئی تیار بھی ہوتا تو اسے مہیا نہ ہوتے۔

ایک واقعہ ان میں سے یہ ہے کہ ایک شخص ایک بزرگ کی خدمت میں مٹھائی کا ٹوکرا لے کر آیا، جس میں بہت سے لڈو تھے۔ اور ان کے ساتھ بہت سے شاگرد بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے وہ لڈو اپنے شاگردوں میں تقسیم کر دیئے اور ایک لڈو خود اٹھا لیا۔ اور شاگرد تو ایک سے زیادہ لڈو کھا کر بہت دیر پہلے فارغ ہو گئے لیکن وہ بزرگ اس میں سے ایک ایک دانہ منہ میں ڈالتے تھے اور کچھ سوچتے رہتے تھے اور اسے چباتے رہتے تھے۔ یہاں تک کہ جب انتظار میں دیر ہو گئی تو ایک شاگرد نے ادب سے پوچھا کہ آپ نے تو ابھی ایک معمولی حصہ بھی لڈو کا نہیں کھایا جبکہ ہم مدت سے فارغ ہو چکے ہیں، کیا بات ہے؟ کوئی خاص پریشانی کی بات تو نہیں؟ اس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ جب میں نے پہلا دانہ منہ میں ڈالا تو مجھے خیال آیا کہ بظاہر یہ صرف ایک حلوائی کی کوشش کا نتیجہ ہے لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بہت سے قوانین اور ان قوانین کے تابع بہت سے کام کرنے والے اس لڈو کی تعمیر میں اس سے بہت پہلے حصہ لے چکے ہیں۔ اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ مجھ تک جو خدا تعالیٰ نے یہ لڈو پہنچایا، اس سے پہلے کتنے خدا تعالیٰ کے احسانات ہیں، جنہوں نے مجتمع ہو کر اس لڈو کی شکل اختیار کی۔ انہوں نے کہا: میں نے سوچا کہ ایک وقت ایک زمیندار گنے کا بیج لے کر نکلا ہو گا، پتا نہیں کس موسم میں، کس تلخی کے ساتھ وہ کھیتوں تک پہنچا۔ اور اس سے پہلے اس نے کھیت کی تیاری میں بھی بہت محنت صرف کی ہو گی۔ پھر اس نے گنے کی قلمیں اس کھیت میں کاشت کیں۔ پھر سارا سال ان کی حفاظت کی، ان کو پانی دیا، ان کی کھاد کا خیال رکھا، چوروں اچکوں سے ان کو بچایا، پھر وہ وقت آیا کہ اس کا کھیت ہرا بھرا ہو کر جوان ہوا اور اس قابل ہوا کہ اس کو شکر میں تبدیل کر لیا جائے۔ پھر اس نے وہ آلات خریدے، جن کے ذریعہ گنے کا رس نچوڑا جاتا ہے۔ اس نے کہا: یہاں تک پہنچتے ہی میرا ذہن اس طرف چلا گیا کہ جن سے وہ آلات خریدے، ان آلات کی بھی تو ایک داستان ہے۔ وہ لوہا کسی زمانے میں زمین میں دبا ہوا تھا، جس نے اس آلے کا جز بننا تھا۔ جس سے پھر

گنے کا رس نچوڑا جاتا تھا۔ کس طرح خدا تعالیٰ نے انسان کو توفیق بخشی کہ وہ اس بات کو دریافت کرے کہ لوہا اس کے لئے مفید ہے۔ پھر اسے اس فن میں ترقی دی۔ سینکڑوں نسلیں اس کام میں لگی ہیں، یہاں تک کہ ترقی کرتے کرتے رفتہ رفتہ انسان اس قابل ہوا کہ ایسی مشین بنا سکے۔ پھر وہ کون لوگ تھے، جنہوں نے یہ مشین بنائی۔ اور بالآخر جب یہ مشین تیار ہوئی تو اس زمیندار تک پھر یہ پہنچی۔ کیسے پہنچی؟ اس کی بھی ایک داستان ہے۔ غرضیکہ وہ بتاتے رہے کہ جوں جوں میں غور کرتا چلا گیا اور شاخیں تصور کی پھوٹتی رہیں، جن پر میرا تصور سفر کرتا رہا۔ اور یہ اتنا معاملہ حد سے زیادہ پھیل گیا اور وسیع ہو گیا کہ کئی سفر کرنے کے باوجود بھی میں اب تک ان تمام مراحل پر غور نہیں کر سکا، جن مراحل سے گزرنے کے بعد یہ لڈو بالآخر اس شکل میں مجھ تک پہنچا ہے۔ اور شروع سے آخر تک خدا تعالیٰ کا مقصد یہ تھا کہ یہ نعمتیں انسان کے لئے پیدا کی جائیں اور انسان شکر گزار بندہ بنے۔

اور قرآن کریم میں واقعۃً یہی ذکر ملتا ہے کہ ہم نے تمام کائنات کو انسان کے لئے مسخر کیا ہے۔ ایک لامتناہی سلسلہ ہے، احسانات کا جو جتنا غور کریں، اتنا کم ہونے کی بجائے پھیلتا چلا جاتا ہے۔ تنگ ہونے کی بجائے وسعت پذیر ہوتا چلا جاتا ہے اور انسانی نگاہ کھوئی جاتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ تم غور کر کے دیکھو، تم خدا کی کائنات میں کہیں رخنہ نہیں پاؤ گے۔ تمہاری نگاہیں واپس لوٹ آئیں گی تمہاری طرف لیکن پھر بھی یہ رخنہ نہیں پائیں گی۔ پھر غور کرو، پھر نگاہیں دوڑاؤ، تمہاری نگاہیں تھکی ہاری ناکام ہو کر پھر تمہاری طرف واپس لوٹ آئیں گی مگر خدا کی کائنات میں تم کوئی رخنہ نہیں پاؤ گے۔ یہ سفر تو لامتناہی ہے۔ اور یہ ممکن نہیں کہ ہر انسان ہر لمحے میں اس ہر لمحے کا حق ادا کر سکے۔ کیونکہ ایسے واقعات اور ایسی سوچوں کے لئے محرکات اگرچہ ہر وقت موجود ہیں لیکن انسان کی زندگی کے اور بھی کام اور بھی توجہات کے مرکز ہیں۔ اس لئے ناممکن ہے کہ ایک لمحے پر غور کرتے ہوئے انسان ان تمام باتوں کا جائزہ لے سکے، جو اللہ تعالیٰ کے احسان کے طور پر انسان کے پس منظر میں موجود ہیں۔ اگر اس کا حق ادا کرنے کی کوشش کرے گا تو اگلے لمحے کا حق ادا نہیں ہو سکے گا۔ اگر اگلے لمحے کا حق ادا کرنے کی کوشش کرے گا تو اس سے اگلے اور اس سے پچھلے لمحوں کا حق ادا نہیں ہو گا۔ اس لئے جب ہم یہ کہتے ہیں: خدا کا جتنا بھی شکر ادا کریں، کم ہے۔ یہ کسی خاص موقع پر اسی محاورے کا استعمال نہیں ہونا چاہئے بلکہ ہمارے زندگی کے ہر لمحے پر یہ محاورہ چسپاں ہوتا ہے۔ اور فی الحقیقت چسپاں ہوتا ہے اور بڑی وسعت اور گہرائی کے ساتھ چسپاں ہوتا ہے۔

پس آج بھی انہی لمحات سے ایک لمحہ ہے۔ انہی ساعتوں میں سے ایک ساعت ہے۔ جن کے شکر کا حق ہم ادا نہیں کر سکتے۔ مگر ایک بات ضرور ہے کہ اگر مساجد کی تعمیر کے شکر کا حق ادا کرنا ہو تو عبادت کی

طرف توجہ کرنی چاہئے۔ اور سب سے بہتر خدا تعالیٰ کے تشکر کا ذریعہ یہی ہے کہ انسان ہر ایسے موقع پر جس میں خدا تعالیٰ کے لئے کوئی عبادت کے لئے گھر تعمیر کیا جائے، اپنی عبادت کے معیار کو بڑھانے کی کوشش کرے۔ اس سے زیادہ معنی خیز، اس سے زیادہ حقیقی شکر اور کسی طریق پر خدا تعالیٰ کا ادا نہیں ہو سکتا۔

اس مختصر خطاب کے ساتھ، جو اس مسجد سے تعلق میں ہے، میں اس خطاب کے دوسرے حصے کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ کیونکہ آج کے دن ہمارے لئے ایک اور پہلو سے بھی بڑا اہم دن ہے۔ تحریک جدید جو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ حضرت مصلح موعودؓ نے خدا تعالیٰ کی طرف سے ہونے والے القاء کے نتیجے میں 1934ء میں شروع کی تھی، یہ تحریک اب اپنے 54 ویں سال میں داخل ہو رہی ہے۔ اور اس کو 53 سال آج مکمل ہوتے ہیں۔ اس پہلو سے ہمیشہ سے یہی دستور رہا ہے، یعنی خلفاء کا کہ اس دن کے جمعہ کو یا اس سے پہلے جو آخری ہفتے میں جمعہ ہو، اس کو تحریک جدید سے متعلق وقت دیا جاتا ہے۔ چنانچہ اب میں مختصراً تحریک جدید کے متعلق آپ سے کچھ باتیں کروں گا۔

تحریک جدید کے کئی پہلو ہیں۔ ایک پہلو تو انتظامی ہے، ایک پہلو ہے، دنیا نے اس تحریک سے کیا کچھ حاصل کیا اور ایک پہلو وہ ہے، جس کا ہماری مالی قربانی سے تعلق ہے۔ یہ خطبہ جمعہ جو آج دیا جارہا ہے اور اس دن سے پہلے بھی دیا جاتا رہا ہے، اس کا تعلق پہلے دو امور سے نہیں بلکہ صرف جماعت کی مالی قربانیوں سے متعلق ہے۔ روایتاً خلفاء پہلے مختصراً سال کی رپورٹ پیش کرتے ہیں اور اس کے بعد پھر نئے سال کے آغاز کا اعلان کرتے ہیں۔

جہاں تک عمومی تاریخ کا تعلق ہے اور موازنہ کرنے کے لحاظ سے سال بہ سال تجزیے کا تعلق ہے، یہ بات تو ہر احمدی چھوٹا بڑا خوب اچھی طرح جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ہر سال جماعت کا قدم ہر شعبے میں ترقی کی طرف رہا ہے۔ اور دنیا کے حالات خواہ وہ کیسے بھی ہوں، کبھی بھی برے رنگ میں جماعت احمدیہ کی مالی قربانی پر اثر انداز نہیں ہو سکے۔ شدید ترین مخالفتوں کے دور میں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ ہر قسم کی مالی قربانی میں آگے ہی قدم بڑھاتی رہی ہے۔ اور اس عمومی تاریخ کا اطلاق تحریک جدید کے ساتھ بھی اسی طرح ہے، جس طرح باقی دیگر امور کے ساتھ ہے۔

چنانچہ اس سال بھی اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جو یہ سال ختم ہو رہا ہے، ہمیں یعنی جماعت احمدیہ کو یہ توفیق ملی ہے کہ گزشتہ سالوں سے بڑھ کر وعدہ جات لکھوائے اور گزشتہ سالوں سے بڑھ کر وعدہ جات کو اس مدت کے اندر پورا کرنے کی سعی کر کے ان دونوں پہلوؤں سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ سال جو زیر تبصرہ ہے، گزشتہ سالوں سے بہت بہتر ہے۔

اس پہلو سے سب سے پہلے تو پاکستان کے متعلق یہ عرض کرتا ہوں۔ جو پاکستان میں حالات ہیں، جماعت پر جس قسم کے سختی کے حالات ہیں، ان کے پیش نظر سب سے زیادہ وہم یہ پیدا ہوسکتا تھا کہ کہیں پاکستان میں جماعت کسی پہلو سے مالی قربانی میں پیچھے نہ رہ جائے۔ اور جیسا کہ گزشتہ سالوں میں، میں آپ کو خوشخبری دیتا رہا ہوں، نہ پہلے ایسا ہوا ہے، نہ اس دفعہ ایسا ہوا ہے، نہ انشاءاللہ آئندہ کبھی ایسا ہو گا۔ ہر قسم کے حالات میں جماعت احمدیہ کا قدم ترقی کی طرف ہی اٹھا ہے اور اس سال بھی ترقی کی ہی طرف اٹھا ہے۔ اور ہر پہلو سے ترقی کی طرف اٹھا ہے۔ وعدوں کے لحاظ سے بھی سال زیر تبصرہ پچھلے سب سالوں سے آگے ہے اور نمایاں اضافہ ہے۔ وصولی کی رفتار کے لحاظ سے بھی سال زیر تبصرہ پچھلے سب سالوں سے آگے ہے اور نمایاں اضافہ ہے۔ اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ مجاہدین تحریک جدید کے لحاظ سے بھی یہ سال گزشتہ سب سالوں سے بڑھ کر ہے اور نمایاں اضافہ ہے۔ مجاہدین کی تعداد کا جہاں تک تعلق ہے، سابقہ تعداد 66545 تھی اور اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے 70170 تک یہ تعداد پہنچ چکی ہے۔ لیکن اسی میں یہ صرف پاکستان کی تعداد ہے، بیرون پاکستان کی تعداد اس کے علاوہ ہے۔ تفصیلی طور پر جماعتوں کا ذکر کرنا یہاں مشکل ہوگا کیونکہ بہت زیادہ تعداد ہے، جماعتوں کی، جن کا تفصیلی موازنے کا وقت نہیں ہے۔ اگرچہ تحریک جدید نے وہ رپورٹ مجھے بھجوادی ہے لیکن عمومی طور پر دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ہر دفتر میں وعدوں میں بھی اضافہ ہے اور وصولی میں بھی اضافہ ہے۔

جب میں ”دفتر“ کہتا ہوں تو شاید آپ میں سے بہت سے نوجوان، جن کو پاکستان چھوڑے مدت گزر گئی اور جن تک بعض وجوہات کی وجہ سے خطبات باقاعدہ نہیں پہنچتے، شاید وہ نہ سمجھ سکیں ”دفتر“ سے کیا مراد ہے؟ اس لئے پہلے میں مختصراً دفتر کے لفظ کی اصطلاح کا تعارف کرواتا ہوں۔ ”دفتر“ سے مراد ہے، جس وقت بھی تحریک جدید کا آغاز ہوا تھا، اس سال جو لوگ، وہ خوش نصیب جو اس تحریک میں شامل ہوئے تھے، ان کی جتنی تعداد تھی، وہ ایک لمبے عرصے تک ایک دفتر کے سپرد رہے۔ یعنی تحریک جدید کا ایک دفتر ان کے اندراجات کا ذمہ دار تھا، ان کے ریکارڈ کا، ان کو یاددہانیاں کرانے کا اور ان کے کام کو آگے بڑھانے کے لئے ہر قسم کی کوششیں کرنے کا ذمہ دار تھا۔ اس زمانے میں حضرت مصلح موعودؓ کی تحریک پر تقریباً پانچ ہزار مجاہدین تحریک جدید کے، جنہوں نے حصہ لیا اور تمام دنیا میں خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ نئے مشن اور نئی مساجد بنانے کی تمام تر ذمہ داری ان پانچ ہزار قربانی کرنے والوں پر تھی۔ اگرچہ وہ زمانہ جماعت پر بہت غربت کا تھا لیکن ان پانچ ہزار نے اپنی آمد کی نسبت سے جو حیرت انگیز قربانی کی ہے، وہ

ایسی ہے کہ ہمیشہ تاریخ احمدیت میں سنہری حروف سے لکھی جائے گی۔ بہت ہی غریب لوگوں نے، جن کو دو وقت کی روٹی بھی میسر نہیں آتی تھی، اپنے پیٹ کاٹ کر، اپنے بیوی بچوں کی قربانی دے کر ان تحریکات میں حصہ لیا۔ اور جب آپ دیکھیں کہ انہوں نے کیا دیا تو بظاہر وہ ایک بہت ہی معمولی رقم نظر آتی ہے۔ جو کہ ایک غریب کی قربانی اس کی توفیق کے مناسبت سے ہوا کرتی ہے۔ عورتوں نے بھی حصہ لیا، بچوں نے بھی حصہ لیا۔ ایک بہت ہی لمبی داستان ہے، جو دردناک بھی ہے اور قابل فخر بھی۔ کیونکہ قربانی کی تاریخ جتنی زیادہ دردناک ہو، اتنی زیادہ قابل فخر ہوا کرتی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ وہ لوگ ایسے ہیں، جن کو دفتر اول کے طور پر یاد کیا جاتا ہے۔ ہمیشہ تاریخ میں ہر دوسرے دفتر پر ان کو ایک فوقیت رہے گی اور ایک سبقت رہے گی۔

دوسرا ''دفتر'' دس سال کے بعد قائم کیا گیا اور حضرت مصلح موعودؓ نے اس غرض سے قائم کیا کہ پہلے لوگ اس عرصے میں ایک نئی نسل پیدا کر چکے ہیں اور یہ نئی نسل اور اس پہلی نسلوں سے بھی کچھ، جوان ہو کر اس قابل ہوئے کہ انہوں نے کمانا شروع کر دیا ہوگا تو پہلوؤں کو بھی الگ امتیاز دینے کی خاطر بھی اور نئے نوجوانوں کو دوبارہ موقع دینے کی خاطر ایک نئے دفتر کا آغاز کیا گیا، جس کو آج 45واں سال گزر رہا ہے۔

پھر آج سے 23 سال قبل حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے تیسرے دفتر کا آغاز کیا، جس کو آج 23 سال گزر چکے ہیں۔ اور وہ نسلیں، جو دوسرے دفتر سے تیسرے دفتر تک یعنی تقریباً 20 سال کے عرصے میں بڑی ہوئی تھیں، ان کو موقع ملا کہ وہ بھی جہاں تک ممکن ہو، دین کی خاطر قربانی کے مظاہرے کریں۔

اور سب سے آخر پر دو سال قبل اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق عطا فرمائی کہ دفتر چہارم کا آغاز کروں۔ گویا 21 سال کے بعد۔ اس پہلو سے اس وقت چار دفاتر ہیں، جن کا تعلق ان متعلقہ عرصے میں بڑے ہونے والوں اور نئے شامل ہونے والوں کے ساتھ ہے، جو سنگ ہائے میل کے درمیان پیدا ہوئے یا بڑے ہوئے۔

اس پہلو سے جب میں کہتا ہوں کہ چاروں دفتر خدا تعالیٰ کے فضل سے روبہ ترقی ہیں تو صرف ایک فرق ہے، جس کو وضاحت سے بیان کرنا ضروری ہے۔ دفتر اول کے متعلق یہ کہنا تو درست نہیں ہوسکتا کہ اس میں اضافہ ہو رہا ہے، قربانی کرنے والوں میں۔ یعنی اس کی وجہ یہ ہے کہ 1934ء میں جو نسل موجود تھی اور ان میں سے 5000 ہزار قربانی کرنے والے آگے آئے تھے، ان میں ایک بڑی تعداد صحابہ کی تھی، بڑی عمر کے بزرگوں کی تھی اور ایک تعداد بچوں کی بھی تھی۔ وہ تمام بزرگ صحابہ گزر چکے ہیں، غیر صحابہ تابعین، جو پہلے درجے کے تابعین تھے، جنہوں نے صحابہ سے تربیت پائی، ان میں سے بھی اکثر فوت ہو

چکے ہیں۔اس لئے یہ کہنا تو بہر حال اس دفتر کے متعلق درست نہیں ہوگا کہ ان کی تعداد بھی باقی دفاتر کی طرح ترقی کر رہی ہے اور ان کا چندہ بھی باقی دفاتر کی طرح ترقی کر رہا ہے۔ چندے کے لحاظ سے تو ممکن ہے کہ ترقی ہو، یعنی ظاہری معنوں میں کہ جو تھوڑے سے رہ گئے ہیں، ان کی توفیق بہت بڑھ چکی ہے۔لیکن تعداد کے لحاظ سے تو یقیناً ہم نہیں کہہ سکتے ہیں کہ تعداد زیادہ ہو رہی ہے۔لیکن اس میں ایک اور پہلو ترقی کا ایسا نکل آیا ہے، جس کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے یہ کہا تھا کہ ہر دفتر میں ہر پہلو سے ترقی ہے۔

تقریباً تین سال پہلے میرے دل میں یہ تحریک پیدا ہوئی کہ دفتر اول میں شامل ہونے والوں کی قربانیاں اگر تو روپے پیسے میں جانچی جائیں تو بہت ہی معمولی دکھائی دیں گی دنیا کو۔لیکن اگر آمد کی نسبت اور حالات کے موازنے کے ساتھ ان پر غور کیا جائے اور اس کو اخلاص کے پہلو سے پرکھا جائے، جو قربانی کرنے والا اپنی قربانی میں شامل کر دیتا ہے تو ان جیسا کوئی دفتر قیامت تک اور بھی پیدا نہیں ہو سکتا۔ وہ السابقون الاولون ہیں۔ان میں ایک بڑی تعداد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تربیت پانے والے صحابہ رضوان اللہ علیہم کی تھی۔ جو غیر معمولی اخلاص اور محبت سے مرقع تھے۔ وہ لوگ ایسی تصویریں ہیں، جو بار بار آسمان پر دکھائی نہیں دیا کرتیں۔ایسے وقت کے لوگ جو آ کے گزر جاتے ہیں اور پھر یادیں رہ جاتی ہیں، ان عظیم الشان صورتوں کی جو ہمیشہ کے لئے اپنے نقوش تاریخ میں جما دیتی ہیں۔اس پہلو سے مجھے خیال آیا کہ اس دفتر کو بھی ہمیشہ کے لئے زندگی بخشنی چاہئے۔اس دفتر کا حق ہے کہ ہمیشہ زندہ رہے۔ اور کبھی بھی قربانی کرنے والوں کے ساتھ یہ دفتر نہ مرے۔ چنانچہ میں نے یہ تحریک کی کہ وہ سب خاندان، جن کے بزرگ اس دفتر میں شامل تھے، وہ اپنی طرف سے جو چندہ دیں، وہ تو دیں گے ہی، وہ اپنے بزرگوں کی یادیں زندہ رکھنے کے لئے اور ان کی نیکیوں کو زندہ رکھنے کے لئے قیامت تک عہد کریں کہ وہ پھر آئندہ ان کی آنے والی نسلیں ان کے نام پر وہ تحریک جدید کا چندہ ہمیشہ ادا کرتی رہیں گی۔اس تحریک کے نتیجے میں خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ہر سال کھاتوں میں کچھ اور اضافہ ہو رہا ہے۔اس پہلو سے میں سمجھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ دفتر بھی ترقی پذیر ہے۔یعنی پہلے کم ہوتے ہوئے دو ہزار کے قریب تعداد رہ گئی تھی۔اب پھر بڑھتے بڑھتے تین ہزار سے اوپر ہو رہی ہے۔اور جو مشکل ہے، وہ صرف لاعلمی کی مشکل ہے۔ ورنہ جہاں تک جماعت کے اخلاص کا تعلق ہے، اگر ان کو پتا چلے کہ کون سے ان کے بزرگ دفتر اول میں شامل تھے، جن کی یاد کو زندہ رکھنا، جن کی نیکی کو زندہ رکھنا، ان کی ذمہ داری ہے تو میں وہم بھی نہیں کر سکتا کہ وہ اس بارہ میں کوئی بھی تردد کریں لیکن معلوماتی مشکل ہے۔

دفتر تحریک جدید بار بار مجھے یہی لکھتا ہے کہ ہمارے پاس وہ ذرائع نہیں ہیں، جن سے ہم معلوم کر سکیں کہ ان بزرگوں کی اولادیں کہاں چلی گئیں؟ کون لوگ تھے؟ کہاں جا سکتے ہیں؟ زندگی نے ان کو کہاں منتخب کیا؟ آخر اس وقت وہ کہاں موجود ہیں؟ اس لئے ہم ان سے رابطہ نہیں کر سکتے۔ سارا سال کھوج لگاتے ہیں، جن کے متعلق پتا لگتا ہے کہ یہ قربانی کرنے والوں کی اولاد میں سے ہیں تو ان کو لکھتے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ کے فضل سے فوری طور پر ان کا کھاتہ دوبارہ زندہ ہو جاتا ہے۔

اس سلسلے میں، میں نے تحریک (جدید) کو یہ نصیحت کی تھی کہ آپ ان کے نام پتے، ان خاندانوں کا ذکر، جہاں تک آپ اکٹھا کر سکتے ہیں، وہ شائع کر کے دنیا کی ساری جماعتوں میں بھجوائیں۔ تاکہ جماعتیں اعلان کریں، ہمارے پاس اولین قربانی کرنے والوں میں سے وہ لوگ، جو وفات پا چکے ہیں، جن لوگوں کے کھاتے بند ہیں، جن کی لسٹیں آگئی ہیں، ان کا ذکر کس گاؤں کے تھے، ان کا خاندان کون سا تھا، ساری معلومات حاصل ہو چکی ہیں۔ اگر کسی احمدی دوست کو معلوم کرنے کے لئے دلچسپی ہو، تمنا ہو کہ اپنے آباؤ اجداد کا نام بھی اس قابل فخر فہرست میں دیکھیں تو وہ ہم سے معلوم کریں۔ اور علاوہ ازیں بھی جہاں تک ممکن ہے، تھوڑا تھوڑا کر کے بار بار ہر خاندان تک وہ فہرست پہنچانی چاہئیں۔ خواہ کوئی دیکھنے کے لئے توجہ کرے یا نہ کرے، کوئی وقت دے یا نہ دے، جماعت کو چاہئے کہ پھر وہ فہرست تمام احباب کو پہنچائیں۔ اور بتائیں کے کون کون لوگ تھے۔ اس طرح امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ سارے کا سارا کھاتہ یک دفعہ زندہ ہو جائے گا۔ لیکن میرے علم میں ابھی تحریک جدید کی طرف سے یہ رپورٹ نہیں آئی کہ انہوں نے یہ محنت کی ہو۔ اس لئے میں نہیں جانتا کہ وہ کس رنگ میں تلاش کر رہے ہیں؟ کس طرح تلاش کر رہے ہیں؟ لیکن ایسا مشکل کام نہیں ہے، جو ہو نہ سکتا ہو۔ اس لئے میں یہ کام اب تحریک جدید انجمن کے سپرد کرتا ہوں، نہ کہ شعبہ مال کے کہ وہ اپنے ایجنڈے پر اس بات کو رکھے اور ان فہرستوں کا موازنہ کر کے مطمح نظر یہ بنائے کہ ایک بھی مجاہد اول دفتر اول سے تعلق رکھنے والا مجاہد ایسا نہ ہو، جس کا کھاتہ مردہ رہے۔

اس سے پہلے میں نے یہ بھی تحریک کی تھی کہ اگر ایسے کھاتے رہ جائیں تو مجھے لکھیں۔ جو ہر کوشش کے باوجود پھر بھی کسی طرح زندہ نہ ہو سکے، اللہ تعالیٰ نے جتنی مجھے توفیق دی ہے، میں اس میں حصہ لوں گا۔ اور جماعت کے دیگر مخلصین، جو میری مدد کے لئے تیار ہوں گے، وہ حصہ لیں گے۔ تو اسی رنگ میں ہم بالآخر اس مقصد میں کامیاب ہو جائیں گے کہ سارے کا سارا دفتر اول کا کھاتہ زندہ ہو جائے گا۔ اس بارے میں بھی تحریک جدید کی طرف سے اس سال جو رپورٹ آئی ہے، اس میں اس کا ذکر نہیں ملتا۔ اس لئے تحریک جدید انجمن کو چاہئے کہ ان امور پر غور کر کے مجھے دو تین مہینے کے اندر اپنی کوششوں سے مطلع کرے۔

باقی جہاں تک ترقی کا تعلق ہے، اعداد و شمار کی تفصیل بہت لمبی ہے۔ جیسا کہ میں نے بیان کیا کہ اعداد و شمار کی تفصیل یہاں بیان کرنے کا وقت نہیں ہے۔ مگر جو بعض جماعتیں ہیں غیر معمولی طور پر قربانی میں آگے ہیں اور پہلے بھی آگے رہی ہیں، ان میں پاکستان میں لاہور اور کراچی کے علاوہ اور بہت سے ایسے قصبات ہیں، جو غیر معمولی طور پر مصائب کا شکار رہے ہیں۔ معاشی طور پر بھی ان کو شدید صدمے پہنچے ہیں اور دین کے لئے قربانی دینے میں انہوں نے بڑی بڑی اذیتیں اٹھائی ہیں۔ بعض جگہ سینکڑوں نوجوان قیدوں میں رہے، ان کی تجارتوں پر اثر پڑا، ان کے زمیندارے پر اثر پڑا لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاص احسان ہے، اس کے باوجود ان سب کا قدم ترقی کی طرف ہے۔ اور میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ کے فضلوں اور احسانوں پر انحصار کرتے ہوئے آئندہ بھی انشاء اللہ ترقی کی طرف رہے گا۔ ان کے متعلق میں صرف یہ کہوں گا کہ آپ اپنی دعاؤں میں خصوصیت سے یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مشکلات دور فرمائے، اللہ تعالیٰ ان کی نیک تمنائیں، جو خدا کی راہ میں قربانی کرنے کی ہیں، انہیں بھی پورا فرمائے اور اللہ دین و دنیا کے حسنات ان کو عطا فرماتا چلا جائے۔ ان کا سہارا بنے اور یہ ہر لمحہ محسوس کریں کہ خدا کے نازل ہونے والے فضلوں کے مقابل ان کی قربانیاں کوئی بھی حیثیت نہیں رکھتیں۔ اس کثرت سے اللہ کے فضلوں کی بارشیں ان پر نازل ہوں کہ یہ اپنی قربانیوں کو ان کے مقابل پر حقیر اور بے معنی دیکھیں۔

جہاں تک بیرونی دنیا کا تعلق ہے، خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ یو۔کے (U.K) کی جماعت کو نمایاں خدمت کی توفیق ملی ہے۔ اور ان کا گزشتہ سال کا جو وعدہ تھا، ساٹھ ہزار پاؤنڈ کا، وہ آج کی تاریخ تک مکمل پورا ہو چکا ہے۔ اور آئندہ سال کے لئے ان کے امیر مکرم آفتاب احمد خان صاحب کی طرف سے فون پر اطلاع ملی ہے کہ 75,000 پاؤنڈ کا وعدہ جماعت کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ امیر صاحب کینیڈا کی طرف سے اطلاع ملی ہے کہ گزشتہ سال ان کا وعدہ ساٹھ ہزار ڈالر کا تھا، نئے سال کے لئے وہ 75,000 ڈالر کا وعدہ پیش کرتے ہیں۔ لیکن یہاں انہوں نے یہ نہیں بتایا کہ گزشتہ ساٹھ ہزار ڈالر کا وعدہ پورا ہو چکا ہے کہ نہیں۔ اس کی میں امید رکھتا ہوں کہ ہو گیا ہوگا، ورنہ ہو جائے گا۔ مگر اس فقرے کا فقدان بتا رہا ہے کہ شاید ایسا نہ ہو سکا ہو۔ لیکن ابھی تحریک کی وصولی کے کچھ مہینے باقی ہیں، اس لئے فکر کی بات نہیں ہے۔ اگر کچھ حصہ رہ گیا ہو تو انشاء اللہ وہ وصول ہو جائے گا۔ امریکہ کی طرف سے مکرم شیخ مبارک احمد صاحب کی یہ اطلاع چند منٹ پہلے ملی ہے کہ ان کا وعدہ ایک لاکھ ڈالر کا تھا یعنی امریکہ کی جماعت کا، جس میں سے غالباً نوے ہزار وصول ہوا ہے۔ غالباً میں اس لئے کہتا ہوں کہ انہوں نے پہلے کوئی اور (Figure) لکھی تھی، پھر اسے مٹا کر

اور (Figure) لکھ دی۔ اگر یقینی طور پر ان کو علم ہوتا تو وہ کبھی ایسا نہ کرتے۔ اس لئے ان کو امید ہے کہ اتنا ادا ہو چکا ہوگا۔ خدا کرے کہ ان کی امید صحیح ہو۔ لیکن بہر حال جتنا ان کا ادائیگی کا اندازہ ہے، وہ بھی بھاری ادائیگی ہے۔ میں امید رکھتا ہوں کہ بقیہ ادائیگی ایک دو مہینے کے اندر ہو جائے گی۔ وہ، امریکہ کی جماعت وعدے کو بڑھا کر ایک لاکھ دس ہزار ڈالرز کا وعدہ پیش کرتے ہیں۔

جہاں تک عمومی طور پر ساری دنیا کے بجٹ کا تعلق ہے، سال 1986ء میں پوری دنیا کی صرف تحریک جدید کا بجٹ صرف 1,56,17,400 روپے تھا۔ کیونکہ کرنسی دنیا میں مختلف ہیں، ہمارا اصل بڑا دفتر پاکستان میں واقع ہے، اس لئے روایات کے مطابق یہی دستور رہا ہے کہ ہر کرنسی کو پاکستانی روپے میں تبدیل کر کے پھر عمومی بجٹ پاکستانی کرنسی کی شکل میں پیش کیا جاتا ہے۔ اس پہلو سے جب میں کہتا ہوں روپے تو مراد ہے کہ ہر ملک نے اپنے اپنے رنگ میں اس میں حصہ لیا ہے، اس کو پاکستانی روپے میں تبدیل کریں تو یہ رقم بنے گی۔ اور جہاں تک وصولی کا تعلق ہے، اس سال یہ وصولی، اس سال یہ وعدہ (اس سال سے مراد، جو گزر چکا یا جو آج ختم ہوا سال کے اختتام تک) یہ وعدہ بڑھ کر 1,94,39,000 روپے ہو چکا تھا۔

عمومی وصولی کا جہاں تک تعلق ہے، گزشتہ سال اگرچہ سال کے آخر تک خدا تعالیٰ کے فضل سے تمام وعدہ پورا ہو چکا تھا لیکن اس وقت تک 72,24,380 روپے کی وصولی ہوئی۔ یعنی کل وعدہ 1,56,00,000 روپے کے مقابل پر آج کی تاریخ تک 72,00,000 روپے وصولی تھی۔ گویا کے نصف سے کم تھی۔ لیکن بقیہ مہینوں میں خدا کے فضل سے وہ وصولی پوری ہوگئی اور کوئی بقایا نہ رہا۔ امسال 1,94,00,000 روپے کے وعدوں کے مقابل پر وصولی 94,61,000 روپے ہے۔ یعنی تقریباً نصف۔ اور جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے، ابھی سال کے کچھ مہینے باقی ہیں اور عموماً یہ رجحان پایا جاتا ہے کہ آخری مہینوں میں تیزی کے ساتھ ادائیگی کی جاتی ہے۔ دوسرے یہ جو رپورٹ چلی تھی پاکستان سے، اس کو چلے کافی وقت گزر چکا ہے۔ اس عرصے میں انگلستان نے اپنی وصولی کی مکمل ادائیگی کروا دی ہے اور باقی ملکوں میں بھی کافی محنت کی ہے۔ اس عرصہ میں، میں امید کرتا ہوں کہ ابھی وصولی بڑھ چکی ہوگی۔

جہاں تک کل تعداد چندہ دینے والوں کی ہے، اس لحاظ سے ابھی بہت کام کی گنجائش ہے۔ خصوصاً پاکستان سے باہر۔ اگرچہ پاکستان کے باہر کا چندہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت اچھا ہے اور خوشکن ہے۔ لیکن وہ مجاہدین، جو چندوں میں حصہ لے رہے ہیں، تحریک جدید کے چندوں میں میری مراد ہے، ان کی تعداد ابھی پاکستان کی تعداد سے بہت ہی پیچھے ہے۔ پاکستان میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ستر ہزار سے

زائد مجاہدین ہیں، جو تحریک جدید میں شامل ہو گئے ہیں۔ اور بیرون پاکستان صرف اٹھارہ ہزار، ایک سو، پچاس۔ اور یہ تعداد بہت ہی قابل فکر ہے۔ میں نے گزشتہ سال بھی یہ بات کہی تھی اور اب پھر اس کی یاددہانی کرانا چاہتا ہوں کہ اموال تو خدا تعالیٰ مہیا ضرور کرتا ہے اور ہمارا تجربہ ہے۔ کوئی جماعت کے کام پیسے کی کمی کی وجہ سے پیچھے نہیں رہے۔ لیکن چندہ دینے والا بہت ہی زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ ہمیں اس کی طرف توجہ کرنی چاہئے۔ جو شخص چندہ دینا شروع کر دے، اس کے اندر اللہ تعالیٰ بہت سی پاک تبدیلیاں پیدا کرتا ہے اور اسے ایک نئی زندگی ودیعت ہوتی ہے، نئی زندگی اللہ کی طرف سے عطا ہوتی ہے۔ تو ہمیں ایسے لوگوں کی تعداد میں اضافہ کرنا چاہئے، جن کو چندہ دینے کا مزہ آنا شروع ہو جائے۔ جن کو معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا کتنا عظیم کام ہے، کتنی عظیم سعادت ہے۔ اس پہلو سے میں نے گزشتہ سال بھی بہت زور دیا تھا کہ محض وعدوں کو بڑھا کر پیش کرنے سے تسلی نہ پایا کریں۔ خوشی کی بات ہے۔ ایک دوسرے سے بے شک مقابلہ کریں۔ جتنا مقابلہ کریں اچھا ہے۔ کبھی امریکہ آگے بڑھا، کبھی کینیڈا آگے بڑھا اور کبھی انگلستان آگے بڑھا۔ یہ مقابلہ برا نہیں ہے۔ کیونکہ ہمارے اسلام مسلمانوں کی تعمیر کا مقصد یہ ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کے بنائے جانے کا مقصد یہ ہے:۔

فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ

(البقرة:149)

ایک دوسرے سے نیکیوں میں مقابلہ کرو اور آگے بڑھو۔ مگر اس سے بڑھ کر ضروری یہ ہے کہ یہ مقابلہ کریں کہ آپ کے ملک میں جتنے افراد جماعت ہیں، وہ کتنی جلدی سارے کے سارے تحریک جدید کے چندے میں شامل ہو چکے ہیں۔ اور یہ جو مقابلہ ہے کہ سو فیصد احباب جماعت کو مردوں، عورتوں اور بچوں کو تحریک کے چندے میں شامل کر دیا جائے، یہ بہت ہی عظیم مقابلہ ہے۔ اور اس کے لئے آپ کو ایسے تردد کی ضرورت نہیں کہ غریب آدمی تھوڑی دے سکتا ہے تو آپ کہیں کہ اس سے فرق کیا پڑے گا۔ بعض دفعہ کھاتہ رکھنے میں زیادہ مشکل پڑتی ہے بنسبت اس شخص کے چندے کی آمد کی حیثیت کے لحاظ سے۔ مگر اس کا کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہاں ایک احمدی اگر ایسا نیا شامل کریں، جو پہلے کچھ نہیں دیتا تھا، اگر وہ نصف ڈالر بھی دے تو تب بھی خدا تعالیٰ اس کو ایسی نیکی کی توفیق بخشے گا، جس کے نتیجے میں نیکیاں پھر ترقی کریں گی اور وہ پھر اپنے اندر ایک عظمت کردار محسوس کرے گا۔ تو روپیہ دینے والا، روپے سے زیادہ اہم ہے۔ اور اس کی تربیت بہت زیادہ اہم ہے۔ کیونکہ روپے دینے کے مقاصد میں انسانی تربیت شامل ہے۔ اس لئے

محض اس بات پر تسلی نہ پایا کریں کہ آپ میں سے امیر بڑے بڑے چندے دے کر ملک کے عمومی بجٹ کو بڑھا رہے ہیں۔ بلکہ یہ دیکھا کریں کہ کتنے غریب یا دل کے غریب ایسے ہیں، جو توفیق ہونے کے باوجود اس چندے میں شامل نہیں ہو سکے۔ ان کی تعداد بڑھانے کی طرف توجہ کریں۔ اس سے آپ کو نیک آدمیوں کی تعداد میں اضافہ کرنے کا موقع ملے گا۔ کیونکہ چندہ دینے والوں میں نیکی پیدا ہوتی ہے اور جماعت کا انحصار نیکی پر ہے۔ اگر ہم زیادہ نیک آدمی بنا سکتے ہیں تو اتنی ہی زیادہ جماعت ترقی کرے گی۔ اس پہلو سے اب اپنے کمزوروں پر رحم کریں اور ان کے لئے باقاعدہ سارا سال کوشش کرتے رہا کریں کہ ان کی تعداد میں اضافہ ہو۔ یہ رپورٹ مجھے نہیں ملتی اور اس سے مجھے اندازہ ہو جاتا ہے کہ اس پہلو سے سقم ہے۔ کیونکہ جماعتوں میں رپورٹ بھیجنے کا رجحان یہ ہوتا ہے کہ جس چیز میں وہ کوئی قابل فخر کام کریں، اس کو اور Over Emphasize کر دیتے ہیں۔ یعنی زیادہ بڑھا کر بیان کرتے ہیں، بڑھا کر واقعات کا نہیں بلکہ نمایاں رنگ میں، میں کہنا چاہتا ہوں تا کہ میری نظر اس پر پڑے اور میرا دل خوش ہو اور ان کی نیت نیک ہوتی ہے تا کہ ان کے لئے دعا دل سے نکلے کہ بہت اچھا کام کر رہے ہیں۔ جو پہلو تشنہ رہ گئے ہوں، ان کا ذکر ہی نہیں کرتے تا کہ دماغ میں یہ خیال ہی نہ جائے کہ کوئی خلاء ہے اور وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ کس طرح میری نظر سے ان کی کوئی بات بھی اوجھل نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے مزاج ہی ایسا عطا فرمایا ہوا ہے کہ میں سارے پہلوؤں پر نظر ڈال کر رپورٹ دیکھتا ہوں۔ اگر بعض پہلوؤں کا ذکر نہ ہو تو مجھے یقین ہو جاتا ہے کہ اس پہلو میں کام ہی نہیں ہوا، ورنہ وہ ذکر کرتے۔ اور میں نے نصیحت کی تھی گزشتہ سال بھی کہ آپ اپنے ہاتھ سے لکھ دیا کریں کہ ہم نے اس معاملے میں اب تک کوئی کام نہیں کیا۔ اس میں برکت ہے۔ یہ قول سدید ہے۔ اس سے آپ کو ایک کام کی طرف بار بار توجہ پیدا ہوگی اور وہ خلاء بھرنا شروع ہو جائے گا۔ جب آپ اپنی کمزوری چھپانے کے لئے ایک جگہ سے چھلانگ لگا کر دوسری جگہ پہنچتے ہیں اور بیچ میں ایک خلاء پیدا کر دیتے ہیں تو جو مقصد ہے، وہ تو پورا نہیں ہوا۔ نہ مجھے دھوکہ دیا جا سکا، نہ خدا کو کوئی دے سکتا ہے۔ تو بے مقصد ایسی غلطی کر رہے ہیں، جس کا آپ کو اپنا نقصان ہے۔ آپ اگر یہ لکھتے اور آگے جا کر مجھے Brief کرنا پڑے گا، بیچ میں خلاء آ رہا ہے تو ہم بدقسمتی سے اس خلاء کو پر نہیں کر سکے۔ ہر رپورٹ میں اگر یہ لکھا جائے تو انسانی ضمیر آخر کچو کے دیتا ہے، توجہ دلاتا ہے۔ پھر انسان کوشش کرتا ہے کہ اس خلاء کو کسی رنگ میں پر کرے۔ اور اس کے نتیجے میں ترقی ہوتی ہے۔ تبھی خدا تعالیٰ نے فلاح کی راہ یہی بتائی ہے کہ قول سدید اختیار کرو۔

تو میں جماعتوں سے یہ بھی توقع رکھتا ہوں کہ جو تحریک جدید کے ٹارگٹ مقرر کئے جاتے ہیں، ان میں اگر وہ بدقسمتی سے کسی پہلو سے پیچھے بھی رہ جائیں تو خواہ مخواہ اس کو چھپانے کی کوشش نہ کیا کریں۔ جرأت کے ساتھ صاف لکھا کریں۔ اس کے نتیجے میں بھی تو دعا پیدا ہوتی ہے، یہ بات بھول جاتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ صرف اچھے کاموں کے نتیجے میں دعا نکلتی ہے۔ اور پڑھتا ہوں اور دل خوش ہو جاتا ہے۔ حالانکہ جو کمزور کام ہیں، ان پر بعض دفعہ زیادہ دردناک دعا نکلتی ہے۔ اس بارے میں بھی خدا ان کو توفیق عطا کر دے، اس بارے میں بھی اللہ تعالیٰ ان کی ہمتیں بڑھائے، ان کو توفیق اور نصرت عطا فرمائے اور بعض دفعہ کمزوری دیکھ کر زیادہ دردمند دعا اٹھتی ہے۔ اس لئے دعا تو دونوں صورتوں میں ملنی ہے۔ جب آپ خلاء پیدا کریں گے تو ایک پہلو سے دعا میں بھی خلاء پیدا ہو جائے گا۔ امید رکھتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ سال اس بات پر غیر معمولی زور دیا جائے گا۔

ہر احمدی مرد، عورت اور بچہ جہاں تک ممکن ہے، تحریک جدید کی قربانیوں میں شامل ہو۔ خواہ بہت تھوڑا ادے کر، کیونکہ اس کے نتیجے میں اس کا مستقبل بنے گا، اس کے اندر قربانی کا جذبہ پیدا ہوگا، ایک احساس ذمہ داری پیدا ہوگا اور جماعت کو پہلے سے بہت زیادہ تعداد متقی لوگوں کی نصیب ہو جائے گی۔ اور اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو۔ اور یہ جماعت ہر پہلو سے خدا کی نظر میں ترقی کرے۔ ہماری رپورٹوں کی نظر سے نہیں بلکہ خدا کی نظر ہمارے ہر شعبے پر محبت اور پیار سے پڑ رہی ہو کہ یہ بندے میری خاطر کام کرتے ہوئے ہر شعبے میں میرے قریب تر ہوتے چلے جا رہے ہیں''۔

(مطبوعہ خطبات طاہر جلد 06 صفحہ 705 تا 719)

# اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھی بننا ہے تو پھر ہر احمدی پر تبلیغ فرض ہے

## خطبہ جمعہ فرمودہ 06 نومبر 1987ء

".....قرآن کریم کی رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری شان میں جو لوگ بھی ہوں گے، وہ بلاواسطہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ساتھی قرار دیئے گئے ہیں۔ گویا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد تو ساتھی بنانے کا ایک ذریعہ ہے۔ لیکن ساتھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی بنتے ہیں۔ اس پہلو سے جماعت احمدیہ کا جو مقام ہے، وہ عام دوسرے تمام فرقوں اور دوسرے تمام مذاہب سے بالکل مختلف ہو جاتا ہے، بلند تر ہو جاتا ہے، ایک امتیاز اختیار کر جاتا ہے۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی قرار دے دینا، کسی جماعت کو اس سے بڑا اعزاز ممکن ہی نہیں ہے۔ چنانچہ اس پہلو سے جماعت احمدیہ کو اپنے حالات کا جائزہ لیتے رہنا چاہئے اور اپنے مقام کا جائزہ لیتے رہنا چاہئے۔ اور اس مقام سے جو توقعات وابستہ ہیں، ان کے اوپر نظر رکھنی چاہئے کہ وہ کیا توقعات ہیں"۔

".....اس بات کو بھلا دینے کی وجہ سے ہم نے بہت نقصان اٹھایا ہے۔ اس بات کو بھلا دینے کی وجہ سے ہر احمدی کو یہ پتا ہی نہیں کہ قرآن کریم میں میرا کیا مقام بیان ہوا ہے۔ ہر احمدی سے جب میں توقع رکھتا ہوں کہ وہ تبلیغ کرے اور خدا کی راہ میں ایک کھیتی اگائے اور روحانی اولاد پیدا کرے تو لوگ سمجھتے ہیں، شاید اس کو اپنا ذاتی جنون ہی ہو گیا ہے۔ بار بار یہ ذکر کرتا ہے اور اس ذکر کو چھوڑتا نہیں، حالانکہ قرآن کریم کی رو سے ہر شخص پر تبلیغ فرض نہیں ہے۔ لیکن اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی بننا ہے تو پھر ضرور فرض ہے۔ پھر ہر شخص پر فرض ہے۔ کیونکہ قرآن کریم نے تعریف ہی یہ بیان فرمائی کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ ساتھی، جو دور آخر میں پیدا ہوں گے، ان کی یہ مثال انجیل میں بیان بھی ہوئی ہے، پیشگوئی کے طور پر۔ اور وہی ساتھی شمار ہوں گے، جو خدا کی راہ میں کھیتی اگائیں گے۔ اور پھر اس کی پرورش خود کریں گے، یہاں تک کہ وہ کھیتی توانا ہو جائے۔ تو ہر جگہ ہر احمدی جو دعوت الی اللہ کا کام کرتا ہے، اس کا قرآن کریم میں ذکر موجود ہے"۔

".....اگر قرآن کریم کی تعریف کی رو سے آپ محمد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی بنتے ہیں تو آپ کو لازماً خدا کی راہ میں ایک کھیتی اگانی ہوگی اور نئے نئے روحانی بچے پیدا کرنے ہوں گے۔ اور

جب آپ یہ کریں گے تو قرآن کہتا ہے کہ لازماً دشمن غصہ کھائے گا اور خدا کی راہ میں کام کرنے کے نتیجے میں، دین کی خدمت کے نتیجے میں جو دشمن کو غصہ پیدا ہوتا ہے، اس سے اللہ تعالیٰ بچاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے حفاظت بخشتا ہے۔

یہ وہ مضمون ہے، جو قرآن کریم میں جماعت احمدیہ کے متعلق بیان ہوا۔ اور یہی مضمون ہے، جو بار بار میں خطبوں میں یاد کراتا ہوں۔ لیکن یہ جو مثال ہے زمیندار کی، اس پر میں نے جتنا غور کیا ہے، اتنا ہی میں حیرت میں ڈوب جاتا ہوں کہ اس میں اتنے تفصیلی مضامین بیان ہوئے ہیں کہ ان پر جتنا بھی آدمی غور کرے، نئے نئے مضامین اس پر کھلتے چلے جاتے ہیں۔ نئی نئی تبلیغ کی راہیں اس پر روشن ہوتی چلی جاتی ہیں۔ اور پھر جو تجربہ مجھے ہو رہا ہے، اس تجربے کی رو سے بھی میں سمجھتا ہوں کہ یہ آیت ایک حیرت انگیز مضامین کا خزانہ اپنے اندر رکھتی ہے۔

کھیتیوں کے متعلق اکثر زمیندار جانتے ہیں کہ جب وہ زمین کے اوپر محنت کرتے ہیں، بیج ڈالتے ہیں، ہل چلاتے ہیں، پانی دیتے ہیں تو سب زمینیں ایک طرح ردعمل نہیں دکھاتیں۔ بعض زمینیں اس محنت کو قبول کرتی ہیں اور جلدی پھل اگاتی ہیں۔ بعض زمینیں اس محنت کو قبول نہیں کرتیں۔ پھر بعض کھیتوں کے بعض حصے محنت کو زیادہ قبول کرتے ہیں اور بعض دوسرے حصے قبول نہیں کرتے۔

تو ایک پہلو سے یہ مثال ساری جماعت پر اطلاق پاتی ہے اور ایک پہلو سے یہ ہر اس شخص پر اطلاق پاتی ہے، جو دوسروں کو اس کھیتی لگانے کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ اس نسبت سے جماعت کھیتی بن جائے گی اور خلیفہ وقت وہ زمیندار ہوگا، جو کھیتی لگانے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس کی نصیحتیں جو جماعت کو کی جاتی ہیں، وہ بیج بن جائے گا۔ اور جماعت جو ردعمل دکھاتی ہے، وہ زمین کا ردعمل ہے، جو بیج اور محنت کے نتیجے میں زمین دکھایا کرتی ہے۔ تو اس مثال کو الٹائیں پلٹائیں، مختلف زاویوں سے دیکھیں تو کئی قسم کے نئے نئے نظارے سامنے آتے ہیں۔ لیکن یہ مرکزی بات ہمیشہ پیش نظر رہنی چاہئے کہ اس مثال میں ہم سب کے لئے بہت سے سبق ہیں۔ تبلیغ کے بے شمار مضامین اس چھوٹی سی آیت میں بیان ہو گئے ہیں۔ اور جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے، تبلیغ کا کام لینے والوں میں خلیفۂ وقت کے بعد تمام امرائے جماعت ہیں، تمام مربیان سلسلہ ہیں۔ اس پہلو سے الزراع وہ بن جائیں گے اور جماعت وہ کھیتی ہوگی، جس کو وہ نصیحت کرتے ہیں، جس سے چاہتے ہیں کہ وہ مضبوط ہو اور جلد جلد بڑھے اور توانا ہو جائے۔ اور اپنی مرکزی ڈنڈی پر اس طرح اپنی ذات میں قائم ہو جائے کہ دشمن کی دشمنیوں سے بے نیاز ہو جائے۔ اس پہلو سے یہ مثال خلیفۂ وقت پر بھی صادق آتی اور اس کے ساتھ کام کرنے والے منتظمین پر بھی صادق آتی ہے۔

اس پہلو سے جب میں غور کرتا ہوں تو مختلف جماعتوں کے مختلف ردعمل دکھائی دیتے ہیں اور مختلف جماعتوں میں پھر آگے مختلف ردعمل نظر آتے ہیں۔ اگر کینیڈا کو مثلاً ایک کھیت کے طور پر تصور کریں اور گزشتہ سارے خطبات، جن میں تبلیغ کا ذکر کیا گیا ہے، ان خطبات کے نتیجے میں جماعت کینیڈا کے ردعمل کو دیکھیں اور میرے ساتھ شامل ہونے والے، دیگر نصیحت کرنے والوں کو اگر الـزراع میں داخل کر لیا جائے، یعنی امیر ہے، مقامی امراء ہیں، سیکرٹریان تبلیغ ہیں، وہ سارے محنت کر رہے ہیں، اس لئے ہم سب پر جمع کا صیغہ آئے گا۔ اس پہلو سے ایک اور بات بھی ذہن میں آتی ہے کہ یہ آیت فصاحت و بلاغت کے درجہ کمال تک پہنچی ہوئی ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کا ذکر فرمایا اور پھر و الذین معه کہہ کہ اس مضمون کو پھیلا دیا کہ اس کے ساتھ اور بھی بہت سے ساتھی ہیں۔ اسی طرح الـزراع میں بھی ایک مرکزی نقطہ ہو گا، جو سارے نظام زراعت کا انچارج ہو گا۔ اور اس کے ساتھ پھر اور کام کرنے والے شامل ہوتے چلے جائیں گے اور ایک بڑی جماعت بن جائے گی۔ یہ مضمون ہے، جو اس میں ساتھ بیان فرمایا گیا۔ یہاں مرکزی نقطہ سے مراد خلیفہ وقت نہیں بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہیں اور آپ کے ساتھ شامل ہونے والے خلفاء اور پھر ان کے ساتھ شامل ہونے والے دیگر ساتھی اور اس طرح یہ مضمون پھیلتا چلا جاتا ہے۔

اس پہلو سے جب میں غور کرتا ہوں تو بعض ممالک خدا تعالیٰ کے فضل سے ان کوششوں کے نتیجے میں بہت ہی اچھا ردعمل دکھاتے ہیں۔ بعض زمینیں ہیں، جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت جلد محنت کا بدلہ اگلتی ہیں۔ بیج ان میں داخل کریں تو اسے بڑھا کر واپس کرتی ہیں۔ تھوڑی محنت کریں، زیادہ پھل دیتی ہیں۔ اور بعض زمینیں ہیں، جو نسبتاً بہت زیادہ محنت چاہتی ہیں، بہت زیادہ توجہ چاہتی ہیں۔ چنانچہ بعض چھوٹے چھوٹے ممالک ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ توفیق ملتی ہے کہ جب میں تحریک کرتا ہوں، بڑی کثرت کے ساتھ اس کے نتیجے وہاں ظاہر ہوتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ الـزراع جن کا قرآن کریم میں ذکر ہے، ان کی تعداد بھی بڑھتی چلی جارہی ہے۔ اپنے رقبے کے لحاظ سے چھوٹے، اپنی آبادی کے لحاظ سے چھوٹے، جماعت احمدیہ کے لحاظ سے چھوٹے لیکن کھیتیاں اگانے کے لحاظ سے بہت ہی زرخیز اور بہت ہی وسیع اور اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ بڑی تیزی کے ساتھ ان میں روز بروز ترقی ہوتی چلی جارہی ہے۔

افریقہ کے بعض ممالک ہیں، جن میں پہلے بہت سستی تھی۔ گزشتہ چند سال سے میں ان سے یہ توقع رکھ رہا ہوں کہ اپنا دائرہ بڑھاؤ، کھیتی لگانے والے زیادہ سے زیادہ تیار کرو اور اپنی جماعت کو بڑھاؤ۔ یعنی حقیقی وہ جماعت، جس کا قرآن کریم میں ذکر ہے، جو لازماً خدا کی راہ میں کچھ بیج لگاتے ہیں اور پھر ان کی

پرورش کرتے ہیں، ان لوگوں کی تعداد میں اضافہ کرو۔ اس نصیحت کے نتیجے میں، میں نے ان کے سامنے ایک کسوٹی رکھی۔ اس کسوٹی کے اوپر اپنی کوششوں کو پرکھا کرو۔ وہ یہ تھی کہ آپ ہر سال دگنا ہونے کی کوشش کرو۔ اگر تمہاری کوششیں پچھلے سال سے دگنا پھل دیتی ہیں اور آئندہ سال پھر وہ دگنا ہو جاتا ہے اور آئندہ سال پھر وہ دگنا ہو جاتا ہے تو اس سے میں یہ نتیجہ نکالوں گا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے تم نصیحتوں پر پوری طرح عمل کرنے والے ہو۔ اور خدا تعالیٰ کا فضل اس بات کو ثابت کر رہا ہے کہ تمہاری کوئی محنت ضائع نہیں جا رہی۔ چنانچہ کئی ممالک ہیں، جو مسلسل گزشتہ چار سال سے اسی طرح دگنا اور پھر دگنا اور پھر دگنا نتیجہ دکھاتے چلے جا رہے ہیں۔ ہوسکتا ہے ایک موقع پر جا کر یہ رفتار اس طرح تیزی کے ساتھ قائم نہ رہ سکے۔ کیونکہ انسانی استعدادوں کی اپنی حد بندی ہوا کرتی ہے۔ اور یہ لازمی نہیں ہوا کرتا کہ اس طرح ہر جماعت ہر سال اپنے نیک نتائج کو دگنا کر سکے۔ لیکن اب تک بہر حال خدا کے فضل سے یہ نتیجہ ظاہر ہو رہا ہے۔

پھر بعض یورپین ممالک ہیں، جن میں تبلیغ کی طرف عملاً کوئی بھی توجہ نہیں تھی۔ لیکن گزشتہ چند سالوں میں حیرت انگیز تبدیلیاں واقع ہوئیں۔ ناروے ان میں سے ایک ہے۔ بہت چھوٹی سی جماعت ہے۔ ایک زمانے میں چند گنتی کے احمدی تھے لیکن اب خدا کے فضل سے ہر سال، ہر جہت میں وہ جماعت پھیلتی چلی جا رہی ہے۔ اس وقت دنیا میں سب سے زیادہ بعض عرب ممالک کے بعد، سب سے زیادہ عربوں میں تبلیغ میں وہ جماعت کامیاب ہے۔ اور ایک سے زائد آدمی ہیں، جو وہاں کام کر رہے ہیں۔

لیکن جب کینیڈا کو دیکھا جائے تو یہ زمین سخت نظر آتی ہے۔ یہاں سے جواب نہیں ملتا۔ آواز تو یہاں پہنچتی ہے لیکن جس طرح بیج کھیت میں ہر طرف پھیلایا جاتا ہے، زمیندار کسی زمین کے ٹکڑے سے کنجوسی تو نہیں کیا کرتا ہر طرف بار بار پھیلاتا ہے۔ یہاں بھی اسی طرح وہ بیج ڈالا جا رہا ہے۔ نیک نصیحتوں کا بیج۔ لیکن اگتے بہت تھوڑے ہیں۔ اتنی تھوڑی تعداد ہے، Respond کرنے والوں کی، لبیک کہنے والوں کی، ہاں میں جواب دینے والوں کی کہ آدمی حیران ہو جاتا ہے کہ کیا واقعہ ہے؟ جب جماعت کا دورہ کرتا ہوں، دوستوں سے ملتا ہوں تو ان میں مجھے اخلاص بھی دکھائی دیتا ہے، سچائی بھی نظر آتی ہے، دین سے محبت بھی دکھائی دیتی ہے، نیک تمنائیں بھی نظر آ رہی ہیں۔ لیکن جب دعوت الی اللہ کی طرف بلاتا ہوں تو عجیب بات ہے کہ خاموشی دکھائی دیتی ہے۔ اس لئے اپنی کچھ فکر کریں، سوچیں کہ کیا وجہ ہے؟ کیوں آپ لوگ ان لوگوں میں شامل ہونے کی تمنا نہیں رکھتے، جن کا قرآن کریم میں ذکر ہے؟ بہت ہی خوش نصیب لوگ ہیں وہ، جن کا قرآن کریم میں ذکر ہے، خدا کے کلام میں ذکر ہے۔ سوچیں تو سہی کہ کتنا عظیم مقام ہے اور اس مقام کو حاصل کرنے کے لئے آپ سے جو توقع کی جا رہی ہے، وہ ناممکن نہیں ہے۔ اتنا بڑا کام نہیں ہے، جو ہو نہ سکے۔

امر واقعہ یہ ہے کہ بہت سے احمدی جو علمی لحاظ سے بہت کمزور ہیں، صرف سچے اخلاص سے کوشش کرتے ہیں اور ہمہ تن مصروف رہتے ہیں تبلیغ کے کاموں میں اور سوچتے رہتے ہیں، دعائیں کرتے رہتے ہیں، ان کو ضرور پھل ملتا ہے اور بہت بہت بڑے اچھے اچھے پھل ملتے ہیں۔ ان کے علم کے مقابل پر نہیں بلکہ ان کے اخلاص کے مقابل پر ان کو پھل ملتا ہے۔ علم کی بنا پر نہیں بلکہ اخلاص کی بنا پر ان کو پھل ملتا ہے۔ اس لئے کچھ نہ کچھ ایسی بات ضرور ہے یا عدم توجہ ہے یا کہیں کوئی اور کمزوری ہے یا دنیا داری کی دلچسپیاں ہیں، جنہوں نے اپنی طرف توجہ مائل کی ہوئی ہے۔ لیکن اگر آپ میں سے ہر شخص اس آواز پر لبیک کہنا چاہے تو ہر شخص کے لئے رستہ کھلا ہے۔ تبلیغ کے اتنے مواقع دنیا میں پیدا ہوتے رہتے ہیں کہ ایک شخص جو بیدار مغزی کے ساتھ رستے تلاش کرنا چاہے، اللہ تعالیٰ خود اس کو رستے مہیا فرما دیتا ہے۔ رستہ چلتے کوئی سیر گاہ میں آپ جا رہے ہوں، سیر کر رہے ہوں سیر تو ہو گی ہی ساتھ لیکن کئی رستے میں ایسے دوست ملتے ہیں، جن کے ساتھ علیک سلیک ہو جاتی ہے، ان کے ساتھ محبت کا سلوک کیا جائے، اخلاص کا سلوک کیا جائے تو فوری طور پر متوجہ ہوتے ہیں۔ اور چونکہ عام طور پر دوسرے سیر کرنے والے ایک دوسرے سے غیر معمولی حسن و احسان کا سلوک نہیں کرتے، اس لئے وہ غیر معمولی طور پر ایسے اخلاق کے مظاہرہ سے متاثر ہوتے ہیں۔ اور اس وقت جو تعلقات قائم ہوتے ہیں، اس کے نتیجے میں پھر تبلیغی روابط آگے بڑھ جاتے ہیں۔ اسی طرح رستہ چلتے، بازار میں جاتے ہوئے، شاپنگ کرتے ہوئے دیگر اپنے کاموں کے دوران جن لوگوں کو شوق پیدا ہو جائے، وہ کچھ نہ کچھ نئے لوگ تلاش کر ہی لیا کرتے ہیں۔ اور کچھ مشکل نہیں ہے۔ اور سارا سال چند دوستوں کو چن لینا، ان سے خاص طور پر پیار اور محبت کا سلوک کرنا، رفتہ رفتہ ان کو یہ بتانا کہ میں اگر مختلف ہوں تو کیوں مختلف ہوں، اپنی ذات میں ان کی دلچسپی پیدا کرنا اور پھر اس ذاتی دلچسپی کو جماعتی دلچسپی میں تبدیل کر دینا، یہ ایک عام بات ہے۔ کوئی بہت مشکل کام نہیں ہے۔ اگر آپ کرنا شروع کریں گے اور دعا کریں گے تو آپ کو بھی آ جائے گا۔ لیکن عموماً میں نے دیکھا ہے کہ لوگ ایک بات کو سن کر اثر قبول کرتے ہیں اور پھر اگر کچھ عرصہ اس اثر سے فائدہ نہ اٹھائیں تو وہ اثر بھی مٹ جایا کرتا ہے۔ پھر نیند آ جاتی ہے، پھر اپنی پہلی حالت پر وہ راضی ہو جاتے ہیں۔ تو جب بھی آپ اچھی بات سنتے ہیں، وہ وقت ہوتا ہے، اس پر عمل کرنے کا۔ اسی وقت کچھ فیصلے کیا کریں، اسی وقت اپنے طرز عمل میں کچھ تبدیلیاں پیدا کیا کریں۔ اگر آپ ایسا کریں گے تو پھر اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ نیک نصیحتیں آپ کے اندر نئی روحانی روئیدگی پیدا کریں گی اور آپ کے اندر سے نئی نئی ترقی کی شاخیں پھوٹیں گی۔ آپ کے وجود میں پاک تبدیلیاں پیدا ہوں گی۔ جن کے نتیجے میں ماحول میں آپ پاک تبدیلیاں پیدا کرنے کے اہل ہو جائیں گے۔

اسی طرح اور بھی کئی پہلوؤں سے یہ مثال تبلیغ کے معاملے میں حیرت انگیز طور پر صادق آتی ہے۔ زمینداروں کو تجربہ ہے کہ جب وہ کھیت میں گندم یا کوئی اور بیج ڈالتے ہیں، اس پہ محنت کرتے ہیں، جیسا میں نے بیان کیا، بعض حصے جواب نہیں دیتے، بعض جواب دیتے ہیں۔ لیکن اگر وہ مسلسل محنت کرتے رہیں تو جو پہلے جواب نہیں دیتے تھے، وہ بھی جواب دینے لگ جاتے ہیں۔ زمیندار جانتا ہے کہ جس کھیت کی طرف توجہ رکھی جائے، وہ آہستہ آہستہ پہلے سے زیادہ Responsive ہونا شروع ہو جاتا ہے اور کچھ اور زمین کے ٹکڑے، جو پہلے ناکارہ تھے، شامل ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ پھر بنے کٹ کٹ کے کھیت میں داخل ہونے لگ جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ درمیان میں چلنے کی جگہ بھی تھوڑی سی رہ جاتی ہے۔ کھیتوں کے درمیان جو ڈنڈیاں بنی ہوئی ہیں، اچھے زمیندار جانتے ہیں کہ آہستہ آہستہ وہ بھی کھیت میں داخل ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ جو کلر زمین ہے، اس کا کلر کم ہونا شروع ہو جاتا ہے، جو لیول (Level) نہیں تھی، پانی نہیں پہنچتا تھا، پھر وہ لیول ہونی شروع ہو جاتی ہے۔ تو وہ کھیت جن پر محنت کی جائے، وہ جواب دیتے ہیں۔ اس لئے بار بار یاددہانی کرانے کی ضرورت ہے اور بار بار محنت کی ضرورت ہے۔

امراء کو یہ بات یاد رکھنی چاہئے اور ان کی مجالس عاملہ کو یہ بات یاد رکھنی چاہئے، سیکرٹریان تبلیغ کو یہ بات یاد رکھنی چاہئے۔ صرف ایک دفعہ کی یا دو دفعہ کی نصیحت کافی نہیں ہے۔ آپ سب، جو جماعت کے عہدیدار ہیں، آپ کا جماعت سے واسطہ روز روز کا پڑنے والا ہے۔ میں ہر خطبے میں تو اس بات کو چھیڑ نہیں سکتا اور بہت سے مضامین ہیں، جن کی طرف توجہ دینی پڑتی ہے۔ ساری دنیا کے بہت سے مسائل ہیں، جن کو باری باری زیر نظر لا کر جماعت کے سامنے رکھنا ہوتا ہے۔ اور نہ میں بار بار یہاں آ سکتا ہوں۔ اس لئے جو عہدیدار ہیں، وہ ان الزراع میں داخل ہیں، جو میرے ساتھ شامل کئے گئے ہیں۔ ان کو مسلسل توجہ کرنی چاہئے"۔

"..... یہ مضمون جو ہے، یہ ان سب الزراع پر صادق آتا ہے، جو کسی ملک کی انتظامیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ مجلس عاملہ مرکزیہ ہو یا مقامی مجالس عاملہ ہوں۔ کیونکہ میں نے تمام مجالس عاملہ کی ذمہ داری لگائی ہے کہ ہر مہینے وہ تبلیغ کے موضوع کو ضرور زیر بحث لائیں۔ اور کوئی مجلس عاملہ ایسی نہ ہو، جس میں مہینے میں ایک بار ایجنڈے پر یہ مضمون نہ ہو کہ ہم نے تبلیغ کو زیر نظر لانا ہے اور دیکھنا ہے کہ ہم کیا کوششیں کر رہے ہیں؟ ان کوششوں کا کیا نتیجہ نکل رہا ہے؟ کتنے نئے احمدیوں کو ہم نے داعی الی اللہ بنا دیا ہے اور ایک نیا اعزاز بخشا ہے؟ داعی الی اللہ بنا کے ان لوگوں میں شامل کر دیا ہے، جن کا قرآن کریم میں ذکر ہے۔ اور کتنے داعی الی اللہ ہیں، جو کمزور تھے یا ان کو طریقہ نہیں آتا تھا، ان کو ہم نے طریقے سمجھائے، ان کی کمزوری

کو دور کیا، ان کی مدد کی، یہاں تک کہ اللہ کے فضل کے ساتھ وہ پہلے سے بہتر داعی الی اللہ بن گئے؟ اس قسم کے مضامین پر غور کرنے کے لئے میں نے ہدایت کی تھی کہ ہر مجلس عاملہ ایک دفعہ اسے زیر غور لائے۔ لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ ایسا نہیں ہوا۔ بہت کم ممالک نے سنجیدگی سے اس ہدایت کی طرف توجہ دی ہے۔

اور یہ میں آپ کو بتا دیتا ہوں کہ اگر آپ خلیفۂ وقت کی ہدایت، میں ہوں یا کوئی بھی ہو، جو بھی اس منصب پر فائز ہوتا ہے، خواہ میرے جیسا کمزور ہی کیوں نہ ہو، اگر اس کی ہدایات کو آپ نظر انداز کریں یا تخفیف کی نظر سے دیکھیں گے تو آپ سے برکتیں اٹھ جائیں گی۔ میرا ساری زندگی کا تجربہ ہے۔ یعنی میں تو خلیفہ ابھی چند سال ہوئے بنا۔ لیکن میں نے دو خلافتوں کو دیکھا ہے، بڑے غور کے ساتھ اور قریب سے۔ اور میرا ساری زندگی کے تجربے کا نچوڑ یہ ہے کہ خلیفۂ وقت کی ہدایت پر اگر آپ اخلاص کے ساتھ، سنجیدگی کے ساتھ توجہ دیں گے، خواہ آپ کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے تو آپ کے کاموں میں غیر معمولی برکت پڑے گی۔ اور اگر آپ ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے بھلائیں گے تو پھر آپ کے کاموں میں سے برکت اٹھ جائے گی۔ جماعت کو اس وقت بڑی تیزی کے ساتھ کام کو آگے بڑھانے کی ضرورت ہے۔ اور کثرت کے ساتھ الـــــزراع پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ اس لئے اس معاملے کی طرف زیادہ سنجیدگی سے توجہ کرنی چاہئے۔

پھر اس مثال کو اور طرح سے بھی پرکھ کر دیکھیں۔ حیرت انگیز وسعت اس مثال میں پائی جاتی ہے۔ ایک آیت ہے لیکن اتنا وسیع مضمون بیان ہوا ہے کہ آدمی حیران رہ جاتا ہے۔ بعض کھیتوں پر میں نے کام کر کے دیکھا ہے، جب آپ محنت کرتے ہیں، بار بار یا زیادہ کھاد ڈالتے ہیں تو بعض جگہ وہ کھاد ضائع جاتی ہے اور بعض جگہوں پر فصل بہت زیادہ اگتی ہے۔ اور ہر محنت میں وہی حصہ جواب دیتا ہے۔ چنانچہ بعض دفعہ بعض ٹکڑوں کا زرخیز ہونا باقی کھیت کے عیب بھی ڈھانپ لیتا ہے۔ چنانچہ میں نے بھی یہ تجربہ کر کے دیکھا ہے کہ جماعت کو جب بھی تبلیغ کی نصیحت کرتا ہوں، زیادہ تر وہی لوگ دوبارہ سامنے آتے ہیں، جو پہلے ہی تبلیغ کر رہے ہوتے ہیں۔ زیادہ تر وہی لوگ اپنی محنت کو اور زیادہ بڑھا دیتے ہیں اور زیادہ کوشش کرتے ہیں، دعاؤں کو بڑھا دیتے ہیں اور ان کے پھل میں اضافہ ہوتا ہے۔ کم ایسا دیکھا گیا ہے کہ جو نہیں کرتے، وہ شامل ہو جائے۔ اور ان کی وجہ سے بعض دفعہ باقی کھیت کی جو کمزوری ہے، وہ چھپ جاتی ہے۔

ابھی اس امریکہ کے دورے میں بھی میں نے محسوس کیا ہے کہ بعض جماعتوں میں چند آدمی ہیں، جو کام کر رہے ہیں۔ اور ان کے کام کے نتیجے میں غیر معمولی طور پر کثرت کے ساتھ تبلیغ ہو رہی ہے، کثرت کے ساتھ غیر احمدی مسلمان، کثرت کے ساتھ غیر مسلم عیسائی اور یہودی اور اس قسم کے دوسرے مذاہب سے

تعلق رکھنے والے جماعت کا لٹریچر پڑھ رہے ہیں۔ جماعت کی مجالس میں شامل ہوتے ہیں اور جب بلایا جاتا ہے تو وہ شوق سے حاضر ہوتے ہیں۔ لیکن اگر آپ غور سے دیکھیں تو وہ چند کام کرنے والے ہیں اور اکثر آدمی ابھی بھی کام نہیں کر رہے۔ لیکن جماعت کے چہرے پر رونق آگئی۔ دور سے دیکھنے والا یہی سمجھتا ہے کہ وہ جماعت غیر معمولی طور پر فعال ہوگئی ہے۔ لیکن جس زمیندار نے دیکھنا ہے اپنی کھیتی کو، وہ اس نظر سے نہیں دیکھا کرتا۔ اگر اس نظر سے وہ بھی دیکھے تو اس کی کھیتی ترقی نہیں کر سکتی۔ اس کا زمیندارہ نشوونما نہیں پا سکتا۔ زمیندار کو اور نظر سے دیکھنا پڑتا ہے۔ وہ یہ دیکھتا ہے کہ کھیت کا کتنا حصہ خالی پڑا ہے۔ کتنے حصے نے محنت کا جواب نہیں دیا۔ اور وہ بعض حصوں کی روئیدگی سے خوش ہو کر مطمئن نہیں ہوا کرتا۔ بلکہ جو کمزور حصے ہیں، ان کی طرف دیکھ کر اور فکر مند ہوتا ہے۔ جب تک وہ شامل نہ ہو جائیں، وہ اطمینان نہیں پاتا۔ لیکن بعض امراء یہ سمجھتے ہیں کہ اگر رپورٹوں میں بعض لوگوں کے زیادہ کام کو دکھا دیا جائے تو میں مطمئن ہو جاؤں گا۔ وہ سمجھتے ہیں کہ کہہ دیا جائے، دیکھیں شکاگو کی جماعت ماشاء اللہ کیسا اچھا کام کر رہی ہے۔ واقعی اچھا کام کر رہی ہے لیکن چند کام کر رہے ہیں۔ اس بات کو وہ مجھ سے چھپا نہیں سکتے۔

جب میں دورہ کرتا ہوں، ملتا ہوں لوگوں سے تو خدا تعالیٰ مجھے ساتھ دکھا دیتا ہے کہ کون لوگ ہیں؟ کتنا کام کر رہے ہیں؟ اور ساری جماعت اس محنت میں شامل ہے یا چند لوگوں کی محنت باقی جماعت کھا رہی ہے۔ پھر اسی طرح بعض شہروں میں کوئی کام نہیں ہو رہا لیکن سارے ملک کی مجموعی محنت کے نتیجے میں خدا تعالیٰ جو فضل نازل فرما رہا ہے، بعض امراء وہی دکھاتے ہیں۔ حالانکہ ان کو یہ دکھانا چاہئے کہ میرے ملک میں کتنے حصے ابھی تک سوئے پڑے ہیں؟ کتنی کھیتیاں ہیں، جو بیکار پڑی ہیں؟ اور ان کے لئے میں کیا کر رہا ہوں؟ ان کے لئے میری مجلس عاملہ کیا کر رہی ہے؟ اور میرے ساتھی کس طرح توجہ کر رہے ہیں؟ اس طرف سے نظر ہٹا کر چند لوگوں کی محنت پر خوش ہو جاتے ہیں۔ ان کی محنت پر خوش ہونا تو ضروری ہے لیکن ان کی خاطر، ان کی محنت کے نتیجے میں دوسروں سے خوش ہونے کا کیا مطلب؟ یعنی جنہوں نے کام کیا ہے، ان کی محنت پر تو بہر حال خوش ہونا ہے۔ لیکن ان کی محنت کو باقی سب پر تقسیم کر کے سب سے برابر خوش ہو جانا، یہ کوئی معقول بات نہیں۔ اس لئے ان کی طرف خصوصی توجہ کی ضرورت ہے۔ لیکن بہر حال میں نے دیکھا ہے کہ جہاں بڑی رونق دکھائی دیتی ہے تبلیغ کے لحاظ سے ان لوگوں میں بھی جب قریب سے جا کر آپ مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ ابھی تک جماعت کا اکثر حصہ فعال نہیں ہے۔ بہت چند گنتی کے لوگ ہیں، ہر جماعت میں جو محنت کر رہے ہیں اور ان کے پھل کو اس ساری جماعت کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ اور ساری جماعت پھر فخر کرتی ہے کہ ہاں ہم نے یہ کام کیا ہے۔ حالانکہ چند ہیں، جو کام کرنے والے ہیں“۔

"......آپ خدا کے وہ شیر ہیں، آپ میں سے ہر ایک کا ذکر قرآن کریم میں ان شیروں کے طور پر ملتا ہے، جنہوں نے خدا کی راہ میں کچھ Produce کرنا ہے، کچھ پیدا کرنا ہے اور بھیک منگے نہیں بننا، لوگوں کے شکار پر زندہ نہیں رہنا بلکہ اپنا شکار خود پیدا کرنا ہے۔ آپ میں سے ہر ایک کو زراع کی جماعت میں داخل ہونا چاہئے۔ اور ہر ایک کو خدا کی راہ میں کچھ پیدا کرنا چاہئے۔ تا کہ لوگ آپ کے شکار سے فائدہ اٹھائیں۔ آپ لوگوں کے مارے ہوئے شکار کی طرف نظریں نہ جمائیں۔ اس شان کی جماعت بننا ہے آپ کو۔ اس لئے یہ ٹھیک ہے کہ آپ کی جماعت میں چند لوگ بھی اگر کام کریں گے تو ساری جماعت کے چہرے پر رونق آئے گی۔ لیکن آپ ان کی پیدا کردہ رونق کے محتاج ہوں گے، ان کی وجہ سے آپ کا نام بلند ہو رہا ہوگا۔ ان لوگوں میں کیوں نہیں شامل ہوتے، جن کی وجہ سے دوسروں کے نام بلند ہوا کرتے ہیں۔

اس لئے ہر جماعت کے فرد کو اس پہلو سے اپنا جائزہ لینا چاہئے۔ اور واقعۃً اس میں کوئی بھی مبالغہ نہیں کہ اگر آپ اپنے طور پر خدا کی راہ میں کھیتی لگانے والوں میں شامل ہو جائیں گے تو اس جماعت میں داخل ہوں گے، جن کا ذکر ان آیات میں ملتا ہے کہ

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کا رسول ہے۔ کس شان کا رسول ہے اور کس شان کے ساتھی اس نے پیدا کر دیئے ہیں کہ یہ یہ ان کی صفات ہے۔ اور دوسرے دور میں بھی اس کے کچھ ساتھی پیدا ہوں گے، جو الزراع ہوں گے، خدا کی راہ میں کھیتی لگانے والے ہوں گے اور ان کی کھیتیاں نشوونما پائیں گی۔ اور اس کثرت سے وہ پھیلیں گے کہ غیر کے لئے غضب کے سوا کچھ بھی باقی نہیں رہے گا۔ یہ بھی مضمون ہے۔ اس میں غیر کا غضب بیکار ہو جایا کرتا ہے۔ اگر نشوونما تیز ہو جائے اور اگر نشوونما کمزور رہے تو پھر غضب کا نقصان بھی ضرور پہنچا کرتا ہے۔ تو نشوونما کی تیزی کے نتیجے میں صرف غضب کا ذکر فرمایا۔ اس کے نقصان کا ذکر نہیں فرمایا۔ اگر جماعت احمدیہ اس تیزی سے پھیلنا شروع ہو جائے تو ناممکن ہے کہ کوئی حاسد، کوئی جماعت کا دشمن جماعت کو کوئی نقصان پہنچا سکے۔ کثرت کے ساتھ اور تیزی ساتھ پھیلنے والی جماعتوں کو کوئی دنیا میں نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ جو اپنی جگہ کھڑی ہو جاتی ہیں، جو کمزور پڑ جاتی ہیں، نشوونما بند کر دیتی ہیں، ان کو نقصان پہنچتا ہے۔

چنانچہ قرآن کریم کی اس مثال کا اطلاق اس پہلو سے بھی کھیتی باڑی کے اوپر خوب صادق آتا ہے، وہ پودے جو بڑھ رہے ہوتے ہیں، ان کے اوپر بھی کیڑے مکوڑے بیٹھتے ہیں لیکن ان کا نقصان نہیں کر سکتے۔ جن کی صحت اندورنی طور پر اچھی ہو، ان کے اوپر بھی دوسرے کیڑے حملہ کرتے ہیں لیکن ان کا

نقصان نہیں کر سکتے۔ لیکن جو پودے اندرونی طور پر کمزور پڑ جائیں، جن کی نشو ونما کھڑی ہو جائے، Stinted Growth جس کو کہتے ہیں، وہ رک رک کر بڑھیں یا ایک جگہ کھڑے ہوں، اس کثرت سے کیڑے مکوڑے ان پر حملہ کرتے ہیں کہ ان کی رہی سہی جان بھی ختم کر دیتے ہیں۔ تنے سے بیماری شروع ہوتی ہے، جڑوں تک اتر جاتی ہے۔ جڑوں سے شروع ہوتی ہے تو سارے تنے کو کھا جاتی ہے۔ تو غالباً یہ وجہ ہے کہ قرآن کریم نے دشمن کے غضب کا تو ذکر فرمایا، اس کے نقصان کا کوئی ذکر نہیں فرمایا۔ اس لئے کہ مثال ایک ایسی کھیتی سے دی ہے، جو بڑی تیزی سے بڑھ رہی ہے، روز روز نئے رنگ دکھا رہی ہے، نئی کونپلیں پھوٹ رہی ہیں اور اس کے تنے میں نئی توانائی پیدا ہوتی چلی جا رہی ہے۔

اس پہلو سے اگر جماعت احمدیہ ترقی کرنا شروع کرے اور اس کا انحصار ہر فرد جماعت پر ہے۔ یہ یاد رکھنے والی بات ہے، عمومی طور پر جماعت احمدیہ سے نہیں، ہر فرد جماعت سے۔ اگر ہر فرد جماعت محمد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت میں داخل ہونا چاہے اور ان لوگوں میں شامل ہونا چاہے، جو آخرین میں ہو کر بھی پہلوں سے مل گئے تھے تو یہ وہ راز ہے، جو قرآن کریم نے ہمیں سمجھایا ہے۔ اور اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت ہر شر اور ہر خطرے سے آزاد ہو جائے گی۔ کوئی دنیا کی طاقت آپ کو سمیٹ نہیں سکتی، کسی جگہ۔ سارا کینیڈا خالی پڑا ہے، سارا امریکہ خالی پڑا ہے۔ بہت سے لوگ ہیں یہاں، قابل توجہ۔ ان کی طرف توجہ کرنی چاہئے اور اکثر لوگ ان کی طرف توجہ نہیں کر رہے۔

امریکہ کی جماعت کو میں نے بار بار سمجھایا اور ایک خطبے میں خاص طور پر اس طرف متوجہ کیا کہ بہت سے ایسے امریکن ہیں، جن کو کالے امریکن کہا جاتا ہے۔ اور ہم ان کو Afro-American کہتے ہیں۔ یعنی افریقائی امریکن تا کہ وہ کالے کا لفظ جو اپنے اندر داغ رکھتا ہے، اس سے ان کو صاف کیا جائے۔ ویسے تو رنگ میں کوئی برائی نہیں لیکن کیونکہ کالے لفظ کے ساتھ ایک تذلیل کا معنی شامل کر دیا گیا ہے، اس لئے ہم یہ پسند نہیں کرتے کہ ان کو کالے افریقین کہا جائے۔ بلکہ کہتے ہیں افریقائی امریکن۔ جو افریقی باشندے ہیں اور آغاز کے لحاظ سے۔ لیکن بعد میں امریکہ میں آباد ہو کر امریکن بن گئے۔ میں نے ان کو سمجھایا کہ آپ نے اس قوم کی طرف توجہ ہی نہیں کی نتیجۃً بہت سے بعد میں آنے والے ان کے بہت سے حصے کو اپنے ساتھ شامل کر گئے۔ حالانکہ وہ آپ کے تھے پہلے۔ آپ تھے پہلے جو امریکہ میں پہنچے۔ آپ کے یہاں امریکہ میں آنے کے نتیجے میں اسلام داخل ہوا ہے، یہاں۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے سب سے پہلا اسلام کا مشن جس جماعت کو کھولنے کی توفیق ملی، وہ جماعت احمدیہ تھی۔ لیکن عدم توجہ کے

نتیجے میں آپ نے بہت عظیم الشان مواقع اپنے ہاتھ سے گنوا دیئے۔ اب بھی توجہ کریں۔ اور یہ وہ زمین ہے، یعنی یہاں بھی اسی آیت کے مضمون کا اطلاق پاتا ہے، جو زرخیز ہی نہیں بلکہ بہت جلد جلد بہترین جواب دینے والی زمین ہے، لبیک کہنے والی زمین ہے۔ تھوڑا کام کریں آپ افریقین امریکنوں پر بہت بڑے نتیجے نکلتے ہیں۔ تو جو زمینیں زرخیز اور نتیجہ خیز ہیں، جو تعاون کرنے والی زمینیں ہیں، ان کو آپ چھوڑ رہے ہیں اور سفید چمڑی کے پیچھے پڑ گئے ہیں کہ سفید ہوگا تو آپ کو عزت ملے گی۔ عزتیں کون سی ہیں، جو دنیا سے تعلق رکھنے والی ہیں۔

فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا

(النساء:140)

عزتیں تو ساری کی ساری خدا کی ہیں اور خدا کے ہاتھ میں ہیں۔ جو قوم خدا کے نام پر لبیک کہتی ہے، نیک باتوں کو توجہ سے سنتی ہے اور جلد آگے بڑھتی ہے، وہی عزت والی قوم ہے۔ اسی کے آنے سے آپ کی عزت بڑھے گی۔ جو توجہ نہیں کرتے، ان کی طرف آپ کا توجہ دینا، قرآن کی نصیحت کے منافی بات ہے، قرآنی تعلیم کے منافی بات ہے"۔

"......اس مضمون کو میں نے امریکہ میں بھی بیان کیا اور آپ کے سامنے بھی رکھتا ہوں۔ وہ قومیں، جو پسماندہ قومیں کہلاتی ہیں، وہ لوگ، جن کو لوگ تحقیر کی نظر سے دیکھتے ہیں، عموماً دیکھا گیا ہے کہ جب ان تک دین کا پیغام پہنچایا جائے تو وہ جلدی جواب دیتے ہیں، جلدی لبیک کہتے ہیں۔ تو یہ سب خدا کی زمینیں ہیں۔ خدا کی نظر میں کوئی بھی گھٹیا اور پسماندہ نہیں ہے اور کوئی بھی ذلیل نہیں۔ ایک ریڈ انڈین اگر آپ کی بات کا جواب دے تو وہی خدا کی نظر میں معزز ہے۔ اس لئے آپ زمینوں کی تلاش میں بھی عقل اور ہوش سے کام لیا کریں۔ جو جلد جواب دیتے ہیں، جلد لبیک کہتے ہیں، جلد تعاون کرتے ہیں، ان کی طرف زیادہ توجہ دیں۔ جو بار بار بات سننے کے باوجود رسماً توجہ کرتے ہیں اور حقیقی طور پر تبدیلی پیدا نہیں کرتے، ان کو نظر انداز کر دیا کریں یا معمولی توجہ دیا کریں، اسی نسبت کے لحاظ سے۔ بہر حال یہ مضمون تو بہت ہی وسیع ہے، نہ ختم ہونے والا ہے۔

میں آخر پر آپ کو یہی نصیحت کرتا ہوں کہ جو کچھ بھی بار بار آپ کے سامنے پروگرام رکھے جاتے ہیں، ان کو توجہ سے سنا کریں، انہیں قبول کیا کریں اور عمل کے سانچوں میں ڈھالا کریں۔ اگر آپ یہ کریں گے تو آپ کو تکلیف نہیں ہوگی۔ آپ کی زندگیوں میں پاک تبدیلیاں پیدا ہوں گی۔ آپ کو زندہ رہنے کا زیادہ

لطف آئے گا۔ آپ کو ایک موقع پر یہ محسوس ہوگا کہ آپ کی پہلی زندگی بیکار اور بے معنی تھی۔ اب جو زندگی آپ نے بنائی ہے، وہ بہت زیادہ پر لطف ہے اور بہت زیادہ معنی خیز ہے، بامقصد ہے۔ اس پہلو سے وہ لوگ، جو دعوت الی اللہ کی طرف توجہ نہیں دیتے، وہ بیچارے قابل رحم ہیں۔ بالکل اسی طرح قابل رحم ہیں، جس طرح ایک کلر والا کھیت یا کسی اور بیماری کے نتیجے میں ایسا کھیت، جو بیج کو اگانے کی بجائے اپنے اندر سمیٹ لیا کرتا ہے۔ نصیحت سے فائدہ اٹھانے کی بجائے اسے ضائع کر دیتا ہے۔ ان کھیتوں کی طرف جب نظر پڑتی ہے تو آپ دیکھیں آپ کو ان کے اوپر یا غصہ آئے گا یا رحم آئے گا۔ لیکن جو کھیت زرخیز ہوں، ان کی تو کیفیت ہی اور ہوتی ہے۔ ان کو دیکھ کر نظر تازہ ہو جاتی ہے۔ پہاڑوں کی طرف دیکھیں، جن کو خدا تعالیٰ نے رونق بخشی ہے، سرسبزی اور ہریاول کی، ان کی طرف دیکھنے سے اور لطف آتا ہے۔ جو بنجر اور ویران ہیں، ان کی طرف دیکھ کر اور قسم کے خیالات اور جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ تو اس لحاظ سے جماعت کا وہ حصہ، جو ابھی زرخیز نہیں ہوا، میری نظر میں اس کی حالت قابل رحم ہے۔ ان کو خود نہیں پتا کہ ان کی زندگی کیسی بے معنی ہے۔ جب وہ زرخیز ہو جائیں گے، جب وہ خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ نشو و نما کے آثار ظاہر کریں گے تو وہ خود محسوس کریں گے کہ ان کے اندر ایک عظیم الشان انقلاب پیدا ہو چکا ہے، ان کی زندگی پہلے سے بہت زیادہ پر لطف ہو جائے گی۔ اس لئے اپنے اوپر رحم کریں اور ان نصیحتوں کی طرف توجہ دیا کریں۔ اور ساری جماعت کو بالعموم چاہئے کہ اس معاملے میں ایک دوسرے کو نصیحت کرتی رہے اور یاد کراتی رہے۔ اگر اس طرح کا ردعمل آپ نصیحتوں پر دکھائیں گے تو انشاء اللہ روز بروز آپ کی حالت تبدیل ہونی شروع ہو جائے گی۔ پھر ہر سال آپ کے اندر حیرت انگیز تبدیلیاں پیدا ہوں گی۔

توانائی کا احساس ایک بہت ہی پر لطف احساس ہے۔ کمزوری کا احساس اگر وہ دعاؤں میں نہ بدلے تو نہایت ہی تکلیف دہ احساس ہے۔ اس لئے اپنے کمزوری کے احساس کو دعاؤں کے نتیجے میں اور نیک اعمال کے نتیجے میں توانائی کے احساس میں تبدیل کریں۔ آپ کے اوپر دنیا میں ورنہ کوئی رحم نہیں کرے گا، آپ کو ہمیشہ تذلیل کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔ آپ دنیا میں کوئی مقام نہیں پیدا کر سکتے، جب تک آپ ان رستوں پر نہ چلیں، جو توانائی حاصل کرنے کے رستے ہیں۔ یہ دنیا اخلاق کی دنیا نہیں ہے، جس میں آپ زندہ ہیں۔ یہ دنیا محض "جس کی لاٹھی، اس کی بھینس" کی دنیا ہے۔ اس اصول کی دنیا ہے۔ اور وہی قومیں پنپتی ہیں اور عزت پاتی ہیں، جو توانا ہو جایا کرتی ہیں یا توانائی کے رستوں پر چل پڑتی ہیں۔ جو قومیں کمزور رہتی ہیں، ان کو شاید بعض لوگ رحم کی نظر سے دیکھتے ہوں۔ ورنہ اکثر تو ان کو کھا جانے کی سوچتے ہیں۔ ان کو اور زیادہ ذلیل و رسوا کرنے کی سوچتے ہیں۔

اس ملک میں جو کینیڈا ہے یا امریکہ، شمالی امریکہ میں اور جنوبی امریکہ میں بھی آپ نے دیکھا ہے کہ کمزور قومیں کس طرح صفحہ ہستی سے ایسے غائب ہوگئیں۔ اس لئے توانائی کا حاصل کرنا ضروری ہے۔ ان رستوں پر چل کر جن رستوں پر خدا نے چلنے کی تلقین فرمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم اپنے اندر وہ پاک تبدیلیاں پیدا کریں کہ جس کے نتیجے میں ہم روز بروز بڑھنا شروع کریں، پھولنا اور پھیلنا اور پھلنا شروع کریں۔ ہمارے اندر خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ نشوونما کی ایک انقلابی کیفیت ظاہر ہو۔ جو پہلے سے بالکل مختلف ہو جائے۔ ہمارے بچوں کے چہرے پر بھی ان حالات کو دیکھ کر رونق آجائے۔ وہ محسوس کریں کہ وہ ایک طاقتور جماعت سے تعلق رکھتے ہیں، بڑھنے اور پھیلنے والی جماعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ تبدیلیاں اگر آپ کے اندر پیدا ہو جائیں گی تو آپ کو زندگی کے نئے لطف آئیں گے، جن سے پہلے آپ ناآشنا ہیں۔ خدا تعالیٰ کرے کہ جلد تر ایسا ہو“۔

(مطبوعہ خطبات طاہر جلد 06 صفحہ 721 تا 742)

# واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً

## خطبہ جمعہ فرمودہ 13 نومبر 1987ء

''.....امریکہ سے روانگی سے پہلے یہ میرا آخری خطبہ ہے، جو اس دورے میں، میں یہاں دینے کے لئے کھڑا ہوا ہوں۔ اس دورے کے تجربے کی روشنی میں، جس میں مجھے بہت سی امریکہ کی احمدی جماعتوں کے اکثر ممبران سے ملنے کا موقع ملا، میں آپ کو بعض نصائح کرنی چاہتا ہوں۔ اور میں امید رکھتا ہوں کہ انشاء اللہ ان نصیحتوں کو آپ مضبوطی سے پکڑ لیں گے۔ اور اگر آپ ایسا کریں گے تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ دنیا کی کوئی طاقت آپ کو یا اس پیارے دین کو، جس کے ساتھ آپ چمٹے ہوئے ہیں، یعنی دین اسلام، اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گی''۔

''.....بعض نصائح کو زیادہ کھول کر اور اپنے تجربے کی روشنی میں بعض پہلوؤں سے اجاگر کر کے آج آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ پہلی نصیحت یہ فرمائی گئی ہے کہ

وَاعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰهِ جَمِيۡعًا

اللہ کی رسی کو سب کے سب مضبوطی سے پکڑ لو۔

حبل اللہ سے کیا مراد ہے؟ اس کے متعلق بارہا جماعت کے علماء کی طرف سے اور اس سے پہلے خود حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفاء کی طرف سے جماعت کے سامنے یہ بات کھولی گئی ہے کہ حبل اللہ سے مراد وہ لوگ ہیں، جو خدا کی طرف سے پیغام لے کر آتے ہیں۔ اور اول طور پر حبل اللہ سے مراد اللہ کے نبی ہیں اور اللہ کے پیغمبر ہیں۔ وہی وہ رسی ہے، جس کو مضبوطی سے اجتماعی طور پر پکڑنے کی ان آیات میں نصیحت فرمائی گئی ہے۔ نبوت کے بعد یہ رسی خلافت کے نام سے موسوم ہوتی ہے اور اسی پہلو سے خلفاء کے ساتھ مضبوطی سے اپنا تعلق قائم کرنا جماعتی زندگی کے لئے انتہائی ضروری ہے۔ اور اس تعلق میں بیچ میں کوئی اور واسطہ بیان نہیں فرمایا گیا۔ اور اس تعلق میں واقعۃً عملی زندگی میں بھی کوئی اور واسطہ ہمیں دکھائی نہیں دیتا۔ خلیفۂ وقت اور احمدی مسلمان، ان کے درمیان ایک ایسا تعلق ہے، جس میں کوئی نظام جماعت اور کوئی نظام جماعت کا نمائندہ حائل نہیں ہوتا۔ اور یہی وہ تعلق ہے، جو سب سے پہلے نبی اپنے اور اپنے متبعین کے درمیان قائم فرماتا ہے۔ اور اسی تعلق کو جاری رکھنے کے لئے نظام خلافت

ہے۔ یہ ایک روحانی تعلق ہے۔ اگر اس بلا واسطہ تعلق کی نسبت سے آپ اس مضمون کو سمجھیں گے اور اس تعلق کی حفاظت کریں گے تو آپ بہت سے خطرات اور خدشات سے محفوظ رہیں گے۔ بالعموم جماعت میں جو رخنہ ڈالنے کی کوششیں کی جاتی ہیں، ان میں خلیفہٗ وقت کو پہلے سامنے نہیں رکھا جاتا۔ بلکہ خلیفہٗ وقت کے نمائندوں پر حملہ کیا جاتا ہے۔ خلیفہٗ وقت کے نمائندوں کو اپنے تخریبی Criticism یا الزامات کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ اور یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ ہمارا خلیفہٗ وقت سے تو تعلق ہے۔ یہ لوگ جو بیچ میں حائل ہیں، انہوں نے صحیح نمائندگی نہیں کی۔ یہ لوگ جو بیچ میں حائل ہیں، ان کا کردار ایسا نہیں کہ ان کے ہوتے ہوئے نظام جماعت سے وفا کی جائے۔ چنانچہ اکثر فتنوں کا آغاز اسی طریق پر ہوا ہے۔ قرآن کریم یہ مضمون بیان فرما رہا ہے کہ تمہارا بنیادوں سے تعلق ہے۔ اور جن کا بنیادوں سے تعلق ہو، شاخوں کے خراب ہونے سے وہ تعلق ٹوٹ نہیں جایا کرتا۔ اس لئے جڑوں سے اپنا تعلق مضبوط کرو"۔

"..... یہی وہ مضمون ہے، جس کا سمجھنا جماعت کے لئے آج پہلے سے بھی زیادہ ضروری ہے۔ کیونکہ آج جماعت ایسے دور میں داخل ہو رہی ہے، جب کہ مختلف سمتوں سے کئی قسم کے خطرات درپیش ہیں۔ اور سب سے پہلے آپ کے ایمان پر حملہ ہوگا۔ اگر ایمان کو نقصان پہنچا اور حبل اللہ پر سے آپ کا ہاتھ ڈھیلا پڑ گیا تو پھر باقی کچھ باقی نہیں رہے گا۔ اس لئے حبل اللہ کے مضمون کو خوب اچھی طرح سمجھ لینا نہایت ضروری ہے۔

ہر احمدی کا تعلق حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو یا آپ کے خلفاء سے یا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یا آپ کے خلفاء سے، اس کی بنیاد اللہ کے تعلق پر ہے۔ اگر اس کی بنیاد اللہ کے تعلق پر نہیں ہے تو یہ تعلق مصنوعی اور جعلی اور بے معنی ہے۔ اگر اللہ کی محبت یہ تعلق پیدا کرتی ہے اور اللہ کی محبت جتنا بڑھتی ہے، اتنا ہی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق بڑھتا چلا جا رہا ہے تو پھر یقین جانئے کہ ایسے شخص کو کسی قسم کا کوئی خطرہ درپیش نہیں۔ نہ اس دنیا میں، نہ اس دنیا میں۔ اور یہ تعلق والے جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے، ہر فتنے سے محفوظ رہتے ہیں۔ جب بھی کوئی ایسی بات کی جاتی ہے، جس سے ان کے نزدیک ان کا خدا ناراض ہو سکتا ہے، وہ جانتے ہیں کہ ایسی بات شیطان کی طرف سے آئی ہے۔ جب بھی کوئی ایسی بات کی جاتی ہے، جو خدا تعالیٰ کی واضح ہدایات کے منافی نتیجے پیدا کرنے والی ہو، خواہ وہ کیسا ہی بھیس بدل کر بات کی گئی ہو، اللہ سے تعلق والے جانتے ہیں کہ یہ بات جھوٹی اور شیطان کی طرف سے ہے۔ اس لئے ایسی جماعت میں، جو اللہ کی رسی پر ہاتھ ڈال لے اور اس تعلق کو مضبوط کر لے کسی قسم کا کوئی رخنہ پیدا نہیں کیا جا سکتا"۔

”.....جس قوم میں یہ صفات پیدا ہو جائیں کہ اللہ کے تعلق کے نتیجے میں ان کے سارے تعلق قائم ہوں اور ہر اس تعلق کی عظمت ان کے دل میں قائم ہو جائے، جو اللہ کے تعلق کے نتیجے میں قائم ہوا ہے، ان کی حمیت ان کی غیرت برداشت نہ کر سکے کہ اس شخص پر ہاتھ ڈالے کسی کی زبان یا کسی کا ہاتھ اس شخص پر دراز ہو، جس سے وہ خدا کی خاطر محبت کرتا ہے۔ ایسی جماعت کو کون منتشر کر سکتا ہے؟ کیسے ممکن ہے کہ اس جماعت کا شیرازہ کوئی بکھیر سکے۔ اور ایسی جماعت کے اندر ایک ایسی عظیم الشان مقناطیسی طاقت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ دوسروں کو ہدایت کی طرف بلانے کی اہل بن جاتی ہے۔

دعوت الی اللہ کا اس مضمون سے بڑا گہرا تعلق ہے۔ برائیوں کو دور کرنے کے لئے جو آپ نصیحت کرتے ہیں، اس کا اس مضمون سے بڑا گہرا تعلق ہے۔ جب تک آپ کے اندر یہ بنیادی صفات پیدا نہ ہو جائیں کہ آپ خدا کے ہو جائیں اور خدا کے ہونے کے نتیجے میں آپ کے تعلق استوار ہوں، اس وقت تک آپ کی نصیحت میں وزن پیدا نہیں ہوگا، اس وقت تک آپ کی نصیحت میں طاقت پیدا نہیں ہوگی۔ زبان کی بات تو ہوگی لیکن دلوں کو تبدیل کرنے کی اس میں کوئی طاقت نہیں ہوگی، کوئی اہلیت نہیں ہوگی“۔

”....اس معاشرے میں جس میں آپ زندگی بسر رہے ہیں....... یہاں تو قدم قدم پر صرف مومنوں کے لئے نہیں بلکہ غیر مومنوں کے لئے بھی خطرات ہیں۔ اور ان لوگوں کے لئے بھی خطرات ہیں، جن کا یہ معاشرہ ہے۔ اور اتنے زیادہ خطرات ہیں کہ آپ ان کو شمار نہیں کر سکتے۔ ہر قدم پر روحانی زندگی کے لئے اس ملک میں ایک چیلنج ہے۔ اور آپ نے صرف اپنی زندگی نہیں بچانی بلکہ غیروں کی زندگی بچانی ہے۔ غیروں کو ان خطرات سے محفوظ کرنا ہے۔ دلائل کے ذریعے آپ ایسا نہیں کر سکیں گے۔ تعلق باللہ کو مضبوط کریں اور اس تعلق باللہ کے نتیجے میں خود ایک ہوں، خود ایک دوسرے سے محبت پیدا کریں۔ یا یوں کہنا چاہئے کہ اس تعلق باللہ کے اظہار کے طور پر آپ ایک ہو جائیں۔ اور خود ایک طبعی قانون کے طور پر آپ کے دل ایک دوسرے کے ساتھ باندھے جائیں۔ تب آپ میں وہ عظمت پیدا ہوگی، جس کے نتیجے میں آپ کی نصیحتوں میں وہ عظمت پیدا ہو جائے گی، آپ کے کلام میں ایک وزن پیدا ہوگا۔ ایک ایسی قوت ہو گی کہ دوسرا اس کا انکار نہیں کر سکتا“۔

”.....اس لئے آپ کو اپنے گردوپیش کو برائی سے بچانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اور اپنے ماحول کو نیکی کی طرف بلانا چاہئے اور نیک نصیحت اور جذبے کے ساتھ ایسا کرنا چاہئے۔ اگر آپ اس طرح کام شروع کریں گے تو لازماً لوگ آپ کی آواز پر لبیک کہیں گے۔ اگر دلائل کے رستے اور منطق کی دقیق راہوں سے آپ دنیا کو اپنی طرف بلانے کی کوشش کریں گے تو اول تو ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں کہ

وہ دلیل کو عمدگی سے پیش کر سکے اور دوسرے محض دلیل کے ذریعے معاشرے تبدیل نہیں ہوا کرتے۔ لوگ سمجھتے بھی ہیں کہ ایک چیز بری ہے مگر اسے چھوڑنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ لوگ جانتے ہیں کہ اچھی نصیحت کی جارہی ہے لیکن اس نصیحت کے اندر ایسی کشش نہیں پاتے کہ اپنی برائی کی کشش پر اس کو غالب آتا ہوا دیکھیں۔ سمجھتے ہیں، عقلاً جانتے ہیں کہ ہاں یہ چیز بری ہے، نصیحت اچھی ہے۔ مگر برائی کے اندر ایک کشش ہے اور کشش ثقل کی طرح، ایک قانون کی طرح وہ کام کرتی ہے۔ اس لئے ناممکن ہے کہ نصیحتوں کے ذریعے، جن کے اندر کوئی اور وزن نہ ہو، آپ لوگوں کو برائیوں سے الگ کر سکیں"۔

"....اس لئے اس کے مقابل پر کوئی طاقت ہونی چاہئے۔ اور قرآن کریم فرمارہا ہے کہ تمہارے تعلق باللہ کے نتیجے میں تمہاری ذات میں ایک کشش پیدا ہوگی۔ وہ کشش لوگوں کو کھینچے گی، وہ کشش ان کی برائی سے محبت کے مقابل پر زیادہ قوی ہو جائے گی۔ کیونکہ کشش ثقل زمین کی طرف بلاتی ہے اور خدا کی محبت آسمان کی طرف بلاتی ہے۔ اور خدا کی محبت زمین کی محبت پر غالب آجاتی ہے، اگر وہ سچی ہو۔ اس لئے لازماً وہ لوگ خدا کی طرف کھینچے جائیں گے، اگر ان کو بلانے والے خدا کی طرف تھے، اگر ان کو بلانے والے خدا کی محبت اپنے دل میں رکھتے ہوں۔ پس اس پہلو سے قرآن کریم فرماتا ہے: ہاں! اب تم تیار ہو گئے ہو کہ بنی نوع انسان کو نیکی کی طرف بلاؤ اور برائیوں سے روکو کیونکہ تمہارا حبل اللہ سے تعلق قائم ہو چکا ہے۔ کیونکہ تم اللہ کی محبت کے نتیجے میں اس کے بندوں اور اس کے غلاموں سے محبت کرنے کے اہل ہو گئے ہو"۔

"....لیکن پھر اگلی نسلیں آتی ہیں، ان کو یہ باتیں ورثہ میں ملتی ہیں، ان کے لئے یہ تاریخ ہو جاتی ہے۔ ان کو مخاطب کر کے فرمایا:

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ

کہ خبردار! یہ نہ سمجھنا کہ یہ بندھن ہمیشہ مضبوط رہیں گے۔ خطرہ ہے کہ آئندہ نسلوں میں یہ بندھن کمزور ہو جائیں اور ان تعلقات کو تم رسمی تعلقات سمجھ لو۔ تم یہ سمجھ لو کہ ماں باپ کے تعلق تھے، جو ہمیں ورثے میں ملے ہیں، ہم تمہیں متنبہ کرتے ہیں کہ اس طرح یہ تعلق قائم رہنے کے نہیں، یہ پھر ٹوٹ جائیں گے"۔

".....پس اس پہلو سے جماعت احمدیہ کی موجودہ نسل کے لئے ایک بہت ہی بڑی تنبیہ ہے۔ ورثہ میں وہ سب رتبے تم پاؤ گے۔ اگر ورثہ میں خدا کی محبت بھی تمہیں ملی ہو اور اگر خدا کی محبت تمہیں ورثہ میں نہیں ملی اور حبل اللہ سے تعلق کمزور ہو گیا ہے تو بزرگوں کے ورثہ میں سے کچھ بھی تمہارے حصے میں نہیں آئے گا۔ بلکہ ان کا ورثہ پاؤ گے، جو تمہارے بڑوں اور تمہارے بزرگوں کے دشمن تھے۔ جنہوں نے اپنی

زندگی میں ان کی مخالفت کر کے عذاب کمایا تھا۔ فرمایا: تمہارے مقدر میں بھی ان کا ورثہ آئے گا۔ اپنے بزرگ والدین اور اپنی پہلی نسلوں کا ورثہ پانے والوں میں سے نہیں ہو گے۔

یہ وہ بڑی واضح اور عظیم اور کھلی کھلی نصیحت ہے، جس کو بار بار جماعت کے سامنے لانے کی ضرورت ہے۔ اور خصوصاً امریکہ کے اس دورے کے نتیجے میں، میں نے محسوس کیا کہ جماعت کے سامنے اسے پھر رکھنے کی ضرورت ہے۔ آپ کے دلوں میں بھی رخنے پیدا کرنے کے لئے شیطان کئی طرح سے کوشش کرتا ہے اور کر رہا ہے۔ کئی طرح سے جماعت کے خلاف کوشش کی جارہی ہے۔ پہلے بھی کی جاتی تھی، آئندہ بھی ہوتی رہے گی۔ اس لئے یاد رکھیں کہ ہر وہ کوشش، جو اللہ سے محبت کے اوپر حملہ کرنے والی ہو اور اس محبت کے نتیجے میں ان لوگوں کی محبت پر حملہ کرے، جو خدا کی خاطر آپ کو پیارے ہیں، اس نظام پر حملہ کریں، جو خدا کی خاطر آپ کو پیارا ہے۔ وہ شیطان ہیں، جو یہ آواز اٹھانے والے ہیں۔ ان کی آواز کو دھتکار دیں اور رد کر دیں۔ بعض دفعہ یہ شیطان واضح ہو کر حملہ کرتا ہے، بعض دفعہ چھپ کر حملہ کرتا ہے۔ بعض دفعہ براہ راست حملہ کرتا ہے، بعض دفعہ ایسے نمائندوں کے ذریعے حملہ کرتا ہے، جن کو آپ نیک دیکھتے ہیں، جن کو آپ اچھا پاتے ہیں۔ دیکھتے ہیں کہ وہ لمبے سجدے کر رہے ہیں، وہ نمازوں میں آگے ہیں اور دین کے کاموں میں بظاہر پیش پیش ہیں اور اس نتیجے میں آپ دھوکا کھا جاتے ہیں۔ قرآن کریم نے یہ نہیں فرمایا کہ کیا دیکھو؟ کس طرف سے بات آرہی ہے؟ قرآن کریم نے فرمایا کہ میری محبت کو عزیز تر کر لو اور اپنے تعلق کو میرے تعلق کی بناء پر مضبوط کرو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو پھر تمہیں کوئی خطرہ نہیں۔

پس اگر ایک نیک آدمی کی طرف سے ایک ایسی آواز اٹھتی ہو، جس کے نتیجے میں وہ لوگ جو خدا کی خاطر آپ کو پیارے ہوں، ان کے خلاف دل میں بغض پیدا ہوتا ہے تو وہ آواز نیک انسان کی طرف سے نہیں، شیطان کی طرف سے ہے۔ وہ نیک آدمی اگر بظاہر نیک ہے تو پھر وہ شیطان کا نمائندہ بن چکا ہے، آلہ کار بن چکا ہے۔ اس کو علم نہیں کہ وہ کیا کر رہا ہے؟ اس لئے ہر اس کوشش کو پہچانیں کہ وہ اپنی ذات میں بد ہے یا اچھی ہے۔ اگر وہ تفرقہ پیدا کرنے والی کوشش ہے تو یقیناً خدا کی طرف سے نہیں"۔

".....اس لئے کسی نوع کا افتراق ہو، جو بات بالآخر آپ کو اپنے بھائیوں سے دور لے جانے والی ہو، نظام جماعت سے دور لے جانے والی ہو، وہ آواز خدا کی آواز نہیں ہے۔

اس ملک میں کئی قسم کے ایسے خطرات ہیں۔ بعض دفعہ آپ کو کہنے والے یہ کہیں گے کہ فلاں آدمی امیر ہے اور اس کی زیادہ عزت ہے اور ہم غریب ہیں یا فلاں غریب ہے، اس کی عزت نہیں ہے۔ اس لئے

جماعت تقویٰ سے ہٹ گئی ہے۔ اس لئے جماعت سے تعلق کمزور ہو جانا چاہئے۔ اس لئے ایسے لوگوں کو اپنی تنقید کا نشانہ بنانا چاہئے۔ واقعہ یہ ہے کہ اگر یہ ایسی بات درست ہے تو وہ بدنصیب ہے، جو کسی امیر کی محض اس کی امارت کی وجہ سے عزت کرتا ہے۔ لیکن وہ اس سے بھی زیادہ بدنصیب ہے، جو جماعت سے اس لئے تعلق توڑ لیتا ہے کہ جماعت کا کوئی شخص کسی امیر کی محض دولت کی خاطر عزت کر رہا ہے۔ اس لئے وہ اس سے بڑھ کر بدنصیب کیوں ہوتا ہے، جس کی بدنصیبی کو وہ اپنی طعن و تشنیع کا نشانہ بنا رہا ہے؟ کیا دولتوں کی طرف رجحان کے نتیجے میں آپ کا تعلق خدا سے پیدا ہوا تھا؟ کیا آپ کا تعلق خدا سے اس لئے تھا کہ تمام مسلمان امیر لوگوں کو ذلیل کرتے ہیں اور غریبوں کو عزت دیتے ہیں؟

یہ ایسی ثانوی چیزیں ہیں، جن کا خدا سے تعلق سے کوئی بھی تعلق نہیں۔ اس لئے خدا کا تعلق بنیاد ہے۔ اگر کسی شخص کا تعلق خدا سے مضبوط ہے اور اسے کوئی یہ کہہ دے کہ فلاں شخص، جو جماعت کا نمائندہ ہے، اس نے تمہیں ذلیل سمجھا تو کیا اس کے نتیجے میں وہ خدا سے تعلق توڑ لے گا؟

امر واقعہ یہ ہے کہ سب سے زیادہ ذلیل دنیا میں ان لوگوں کو سمجھا گیا، جن کا خدا سے سب سے زیادہ تعلق تھا۔ دنیا میں اپنے وطن میں سب سے زیادہ ذلیل انبیاء کئے گئے ہیں اور سب سے زیادہ تحقیر ان کی کی گئی ہے۔ کیا انہوں نے کبھی اس بناء پر کہ خدا کے بندوں نے ان پر ناجائز حملے کئے، خدا سے اپنے تعلق کو کمزور کر لیا"۔

"....اس مضمون کو آپ اچھی طرح سمجھیں تو پھر کوئی شخص آپ کو دھوکا نہیں دے سکتا۔ کوئی شخص آپ کو یہ آکر کہتا ہے کہ ہم ایک ایسا اجلاس بلاتے ہیں، جس میں صرف African Americans شامل ہوں گے، پاکستانی شامل نہیں ہوں گے۔ ہر African American کو سمجھ جانا چاہئے کہ یہ شیطان کی آواز ہے۔ یہ ایک ایسی آواز ہے، جو انفرادی تفریق نہیں پیدا کر رہی بلکہ جماعت کو دونیم کرنا چاہتی ہے۔ جو جماعت کے ایک طبقے کے ساتھ دوسرے طبقے میں فرق پیدا کرنا چاہتی ہے۔ اور یہی وہ ردعمل ہے، جو یہاں کی جماعت نے ایک موقع پر دکھایا۔ جبکہ ایسی آواز ابھی اٹھائی گئی۔ تمام ایسے African Americans جو اپنے اخلاص اور محبت میں خالص ہیں اور مجھے خوشی ہے کہ ایک بڑی بھاری تعداد ایسی ہے، جو اپنی محبت اور اپنی اخلاص میں خالص ہیں، انہوں نے اس بات کو تحقیر کی نظر سے دیکھا اور رد کر دیا۔ اور ہر ایک نے یہ فیصلہ کیا کہ ہم کسی ایسے اجلاس میں شریک نہیں ہوں گے، جو خدا کی جماعت کو دونیم کرنے والا ہو۔ اور جو خدا کی جماعت میں تفریق پیدا کرنے والا ہو۔ اگرچہ بظاہر ان کی محبت کی خاطر

یہ آواز اٹھائی گئی تھی۔ یہ میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ شخص، جس نے اس آواز کو اٹھایا، اس کے دل میں شیطان نے اثر کیا تھا اور براہ راست اس کے دل سے یہ آواز اٹھی تھی یا کسی شیطان نے اس کو اپنا آلہ ٔ کار بنایا تھا۔ مگر دونوں صورتوں میں اس کی ایک بدنصیبی ہے۔ وہ خدا کے دشمن کا آلہ ٔ کار بن گیا۔ خواہ لاعلمی میں بنا، خواہ جان کر اور اس بات کو خوب پہچاننے کے بعد بنا۔ مگر دونوں صورتوں میں اس کی ایک بدنصیبی ہے۔ اور میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ امریکہ کی جماعت پر اس نوع میں بھی کئی قسم کے حملے پہلے ہو چکے ہیں۔ یہ حملے ہمیشہ ایک طرف پر نہیں ہوا کرتے۔ قرآن کریم ہمیں دوسری طرح مطلع فرماتا ہے کہ شیطان تم پر اس طرح حملے کرتا ہے کہ خود چھپ جاتا ہے اور تمہیں یہ بھی نہیں پتہ چلتا کہ کس طرف سے حملہ ہو رہا ہے"۔

"..... چنانچہ یہ جو حملے ہیں، مختلف رنگ میں ہوتے ہیں۔ کبھی بلند شکل میں پیدا ہوتے ہیں، کبھی چھوٹوں کی شکل میں پیدا ہوتے ہیں۔ کبھی محبت کے نام پر پیدا ہوتے ہیں، کبھی دشمنی کے نام پر پیدا ہوتے ہیں۔ اور یہ وسوسے اپنے رنگ بدلتے رہتے ہیں، نتیجہ ایک ہی ہے کہ وہ لوگ، جو حبل اللہ کو مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں، ان کے درمیان میں رخنہ پڑ جائے اور ان کے درمیان افتراق پیدا ہو جائے اور ان کے اوپر قبضہ کر لیا جائے۔

چنانچہ امریکہ ہی میں ایک ایسا دور تھا، جبکہ امریکہ کی جماعت پر نیکی کے نام پر قبضہ کیا جانے کی کوششیں کی جارہی تھیں۔ بعض لوگ ایسے تھے، جنہوں نے ایک دم جماعت کے کاموں میں آگے آنا شروع کر دیا۔ اور ان کا ایک گروہ تھا، جن کا آپس میں تعلق تھا۔ اور وہ ایک دوسرے کو بڑھاتے تھے۔ اور جب میں نے تحقیق کی تو اس تحقیق کے نتیجے میں یہ بات سامنے آئی کہ بعض ان کے ایجنٹ جماعتوں میں پھرتے تھے اور ان کی تعریفیں کرتے تھے۔ کہتے تھے: فلاں شخص بہت نیک ہے اور بہت اعلیٰ خدمات کرنے والا ہے، کیوں اس کو آگے نہیں لایا جا رہا؟ کہیں یہ وجہ تو نہیں کہ پاکستانی لیڈر شپ کو یہ خطرہ ہے کہ اس لیڈر شپ پر مقامی لوگ قابض ہو جائیں گے۔ اس لئے ہمیں اچھے لوگوں کو ووٹ دینا چاہئے۔ جو ہم میں سے نیک ہیں، ان کا حق ہے کہ وہ آگے آئیں۔ اس طرح پروپیگنڈا کر کے بعض نہایت ہی اسلام کے خطرناک لوگوں کو آگے لانے کی کوشش کی جارہی تھی۔

جب میں 1978ء میں ایک عام احمدی کی حیثیت سے آیا یعنی خلافت کے منصب پر ابھی خدا تعالیٰ نے مجھے فائز نہیں فرمایا تھا۔ لیکن خدا تعالیٰ نے کچھ نہ کچھ بصیرت مجھے ایسی عطا فرمائی تھی، جس سے میں ان باتوں کو بھانپ لیتا تھا، پہچان لیتا تھا۔ ان سب لوگوں سے میں نے تعلق قائم کیا، ایک ذاتی دورہ تھا، میں پھر رہا تھا

اور جہاں جہاں بھی موقع ملا، مقامی، بیرونی، ہر قسم کے احمدیوں سے بڑی محبت سے ملا اور ان کو قریب سے دیکھا۔ اور واپس جا کر میں نے بعض لوگوں کے متعلق یہ رپورٹ کی کہ مجھے یہ نہایت خطرناک سازش دکھائی دے رہی ہے۔ کچھ لوگ نیکی کے نام پر جماعت پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں اور دو طرح کے خطرات ہیں۔

اول: اگر وہ واقعۃً نیک ہیں تو ان کو جماعت کے نظام کا علم کوئی نہیں۔ ان کے اندر احمدیت گہری طور پر جذب نہیں ہے۔ وہ بیرونی خیالات سے متاثر ہیں اور احمدیت اور اسلام کو اپنے رنگ میں ڈھالنے کی کوشش کریں گے۔

اور دوسرے: مجھے یہ خطرہ محسوس ہو رہا ہے کہ ایک سازش کے نتیجے میں ایسا ہو رہا ہے۔

چنانچہ ایسے لوگوں کو یہاں کے بعض مخلص احمدیوں نے نہایت سادگی سے ان کو نیک سمجھتے ہوئے اوپر لانے کی کوشش کی۔ اور چونکہ مرکز متنبہ ہو چکا تھا، ان کی اس کوششوں کو رد کر دیا گیا۔ اور ان کو وہ عہدے نہیں دیئے گئے، جن کے لئے ان کے نام پیش ہوئے تھے۔ نتیجۃً کچھ لوگوں کے اندر تو یہ غصہ سلگتا رہا کہ جماعت نے ہمیں چنا اور مرکز نے رد کر دیا، یہ کیا وجہ ہے؟ یہ کس قسم کی Democracy ہے؟ میں بتا دینا چاہتا ہوں کہ یہاں دنیاوی کوئی Democracy نہیں ہے۔ نظام جماعت خدا کی رسی سے شروع ہوتا ہے اور آسمان سے لٹکنے والی رسی ہے، جو نظام جماعت کی نمائندگی کرتی ہے۔ زمین سے اٹھنے والی کوئی رسی نہیں ہے، جس کو آپ Democracy کہہ کر دنیا کے سامنے پیش کر سکیں۔ اگر واقعۃً آپ کا تعلق اللہ سے ہے تو آپ کی نظر اللہ پر رہے گی۔ اور ان لوگوں کی رضا آپ کی رضا بن جائے گی، جو خدا کی رضا پر چلتے ہیں۔ اور Democracy کا بالکل ایک مختلف سے مختلف تصور پیدا ہوتا ہے۔ وہ جو خدا کے لئے کام کرنے والے ہیں، جن کا خدا سے تعلق مضبوط ہے، ان کی رضا آپ کی اپنی رضا پر غالب آ جاتی ہے۔ اور ایسے شخص کو پھر کوئی خطرہ نہیں۔ چنانچہ اس مضمون کو نہ سمجھنے کے نتیجے میں کچھ لوگوں کے دلوں میں اعتراض پیدا ہوئے۔

لیکن وہ نہیں جانتے تھے کہ جن کو خدا نے ایک بڑا عظیم الشان دنیا کا کام سپرد فرمایا ہے، جن کی تربیت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود فرمائی، جن کو تقویٰ پر قائم کیا، ان کو اہل تقویٰ کی بصیرتیں عطا فرمائیں، پھر خلافت کے زیر سایہ انہوں نے لمبی پرورش پائی، بچپن سے بڑے ہوتے تک، بڑے ہو کر جوان ہوتے تک، جوان ہو کر بوڑھے ہوتے تک اور مرتے دم تک کامل وفا سے وہ اسلام کے ساتھ بڑی محبت کے ساتھ چمٹے رہے۔ یہ وہ لوگ ہیں، جن کو خدا تعالیٰ نے تقویٰ پر قائم فرمایا ہے۔ ان کے فیصلے اپنی انا کے مطابق نہیں ہوتے، ان کے فیصلے ہرگز اس بنا پر نہیں ہوتے کہ کوئی قوم کسی دوسری قوم پر غالب آ جائے۔

ان کے فیصلے خالصۃً اس بات پر قائم ہوتے ہیں کہ اللہ، غیر اللہ پر غالب آجائے اور اللہ کی محبت غیر اللہ کی محبت پر غالب آجائے۔اس لئے کسی ایسے خطرے کو برداشت نہیں کر سکتے۔اس کے خلاف نبرد آزما ہونا، ان کی فطرت ثانیہ بن جاتی ہے، جس سے نظام جماعت پر حملہ ہو رہا ہو۔اس بناء پر وہ فیصلے ہوتے ہیں لیکن دنیا میں بہت سے نئے آنے والے، مختلف جگہوں سے دین میں بعد میں شامل ہونے والے اس مضمون کو گہرائی سے نہیں سمجھتے۔اس لئے وہ بعض دفعہ دشمن کے پروپیگنڈے کا شکار ہو جاتے ہیں۔

بہر حال ایک یہ بھی دور تھا، جب اس رنگ میں کوشش کی گئی۔اور بعض دفعہ پھر بھی ایسی کوششیں کی جائیں گی۔لیکن آپ یاد رکھیں اگر آپ خلیفۃ المسیح سے آپ کی بیعت سچی ہے، اگر خلیفۃ المسیح پر آپ کا اعتماد ہے اور آپ جانتے ہیں کہ وہ خدا کی طرف سے ہے اور آج دنیا میں سب سے زیادہ خدا کی نمائندگی کا اس کو حق حاصل ہے تو پھر اپنے فیصلوں اور اپنی آراء کو اس کی رائے پر اور اس کے فیصلے پر کبھی ترجیح نہ دیں۔اگر آپ نے کبھی ترجیح دی تو حبل اللہ سے آپ کا ہاتھ چھوٹ جائے گا اور قرآن کریم کی آیت آپ کو حفاظت کی کوئی ضمانت نہیں دے گی۔آپ مشورہ دیتے ہیں اور مشورے میں تقویٰ ضروری ہے۔اور بسا اوقات ایک ناتجربہ کار آدمی تقویٰ پر مبنی مشورہ بھی دیتا ہے اور وہ مشورہ قابل قبول نہیں ہوتا۔اس لئے آخری فیصلہ دین میں نبی اور نبی کے بعد خلیفہ کے ہاتھ میں رکھا گیا ہے"۔

".....آپ جتنے بھی مشورے دیتے ہیں، اپنی انا کی خاطر نہیں دیتے، اپنی قومیت کی خاطر نہیں دیتے، اپنے رنگ اور نسل کی خاطر نہیں دیتے، محض اللہ کی خاطر دیتے ہیں۔اور اس لئے وہ جس کی بیعت آپ نے اللہ کی خاطر کی ہے، اس کے فیصلے کو خدا کی خاطر قبول کرنا، آپ کے ایمان کا جز ہے۔آپ کے ایمان کا جز ہی نہیں بلکہ آپ کے ایمان کی بنیادی شرائط میں داخل ہیں۔

یہی وہ تربیت ہے، جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے آپ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم نے پائی۔اور یہی وہ تربیت ہے، جو خلفاء نے ہمیشہ جماعت کی کی۔اور اسی تربیت میں ہم پل کر جوان ہوئے ہیں۔میں کسی قیمت پر یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ اس عظیم تربیت سے آپ کے قدم ہٹنے دوں، اس راہ سے آپ کو بھٹکنے دوں۔اس لئے میں خوب کھول کر بیان کرنا چاہتا ہوں کہ حبل اللہ سے تعلق کا یہ مطلب ہے۔آپ میں سے جو خدا سے وفا کرتے ہیں، وہ لازماً خدا کے نمائندوں سے وفا کریں گے۔اور مجھے ان کے متعلق کوئی بھی خدشہ نہیں۔خدا خود ان کی حفاظت فرمائے گا اور جو بے وفائی کے جذبے دل میں رکھتا ہے اور احمدیت کو قومی نفرتوں کے لئے ایک آلۂ کار بنانا چاہتا ہے، اس کی کوششیں مردود ہوں گی۔میں یقیناً

آپ کو بتاتا ہوں اور اس میں کوئی بھی شک نہیں کہ خدا خود اس جماعت کی حفاظت کرنے والا ہے، وہ نگران ہے۔ اور وہ ہر ایسی کوشش کو نامراد اور ناکام کر دے گا، جو جماعت میں تفرقہ پیدا کرنے والی ہے۔ اور حبل اللہ پر ہاتھ ڈالنے والوں کے اجتماع کے خلاف کوشش کی ہے۔ خدا نے خود یہ وعدہ فرمایا ہے، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام سے اور بڑے کھلے الفاظ میں دنیا کی آئندہ ہونے والی سازشوں کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا کہ خدا تجھے محفوظ رکھے گا۔

چنانچہ 1905ء میں جبکہ پہلی مرتبہ فری میسنز (Free Masons) کے متعلق انگریزی زبان میں ایک کتاب شائع ہوئی، جس میں یہ بیان کیا گیا کہ ایک سیکرٹ سوسائٹی ہے، جو دنیا کی طاقتوں پر قبضہ کرنا چاہتی ہے۔ اس وقت جب کہ فری میسنز (Free Masons) کے لفظ سے ہندوستان کے شاید گنتی کے چند باشندے آگاہ ہوں اور ہندوستان کی بھاری اکثریت نے کبھی نام بھی نہیں سنا تھا کہ فری میسن ہوتے کیا ہیں۔ 1901ء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کا الہام ہوا:۔

"فری میسن مسلط نہیں کیے جائیں گے"

(تذکرۃ صفحہ:336)

یعنی خدا تعالیٰ تمہیں اور تمہارے ماننے والوں کو فری میسنز کے تسلط سے محفوظ رکھے گا۔ کتنا عظیم الشان وعدہ ہے اور کتنا یقین کی چٹانوں پر قائم کرنے والا وعدہ ہے۔ اس لئے خطرات سے آگاہ کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ میں آپ کو خوفزدہ کر رہا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ آپ جو خدا والے ہیں، آپ کو کوئی خطرہ نہیں۔ لیکن متنبہ کرنا پھر بھی ضروری ہے۔ کیونکہ قرآن کریم بار بار متنبہ فرماتا ہے۔ بعض دفعہ تنبیہ نہ ہونے کے نتیجے میں بعض لوگوں کو خدشہ پیدا ہو جاتا ہے، بعض کمزور لوگ ٹھوکر کھا جاتے ہیں، وہ منصب سے ہٹ جایا کرتے ہیں۔ اس لئے جماعت کو تنبیہ نہیں ہے، ان کمزوروں کو بچانے کی خاطر ایک نصیحت ہے کہ تم باخبر رہو، کس طرف سے لوگ تم پر حملہ کرتے ہیں، کس طرح تمہیں خطرات لاحق ہوتے ہیں۔ اور علاج ایک ہے کہ اللہ کی رسی کو پکڑ لو۔ اور اس رسی کو پکڑ لو، جس کے متعلق خدا فرماتا ہے کہ اس رسی کے پکڑنے والوں پر کوئی مسلط نہیں کیا جائے گا۔

فری میسنری کیا ہے؟ اس کی تفصیل کے متعلق ہمیں جاننے کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن یہ ایک سمبل (Symbol) بن چکا ہے، خفیہ سازش کے ذریعے دنیا کی طاقتوں پر قبضہ کرنے کا۔ کہاں تک یہ بات درست ہے، کہاں تک یہ بات غلط ہے، اس سے بحث نہیں۔ لیکن آج دنیا فری میسنری کو ایک خفیہ تنظیم کے طور پر جانتی ہے، جو دنیا کی نظر سے اوجھل ہو کر طاقتوں کے سرچشمے پر قبضہ کرنے کی کوشش کرتی

ہے۔ اور اس کوشش میں دنیا کے اکثر ممالک میں کامیاب ہو چکی ہے۔ اور بار ہا دنیا کے اخبارات میں، کتب میں، ٹیلی ویژنز پر، ریڈیو پر ایسے پروگرام آپ سنتے ہوں گے، جن میں ان معاملات کی تفصیل بیان کی جاتی ہے کہ کس طرح کتنے اہم لوگ فری میسنری کے ممبر بن گئے۔ جب یہ کہا جاتا ہے کہ یہ قبضہ ہے تو وہ انکار کرتے ہیں کہ نہیں، ہم تو ایک نیک سوسائٹی کے ممبر ہیں لیکن واقعۃً نتیجہ یہی نکلتا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے اس الہام کے ذریعے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یقین دلا دیا کہ تو اور تیرے غلام ہر خفیہ تنظیم کی سازش سے محفوظ کئے جائیں گے۔ کیونکہ خدا یہ فرماتا ہے۔ اس نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ تمہیں غیر اللہ کے تسلط سے آزاد کرے گا۔ کیسے آپ آزاد رہیں گے؟ اس لئے کہ جب خدا کی محبت آپ کے دلوں پر غالب آئے گی تو غیر اللہ کا رنگ اس پر چڑھ ہی نہیں سکتا، آ ہی نہیں سکتا۔ ایک دل میں دو محبتیں نہیں رہا کرتیں۔ قرآن کریم فرماتا ہے کہ ایک سینے میں دو دل ہم نے پیدا نہیں کئے۔ مراد یہ ہے کہ جو محبت ایک دفعہ دل پر غالب آجائے، اس محبت کی طاقت ہے، جو ہر غیر محبت کو دھتکار دیا کرتی ہے۔ یہ راز ہے، ایک طاقت کے سرچشمے کا۔ اس لئے آپ خدا کی محبت کو مضبوطی سے پکڑ لیں اور اس محبت کی خاطر اپنے سارے تعلق مضبوط کریں۔ اس محبت کی بناء پر خلافت سے تعلق قائم رکھیں۔ تو یقیناً پھر آپ کو کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔ ہر دوسرا تعلق جس کی طرف آپ کو بلایا جائے گا، اس کی آپ کے نزدیک کوئی بھی اہمیت اور کوئی بھی قیمت نہیں ہوگی۔

پھر اسی طرح اور بھی کئی ذرائع سے رفتہ رفتہ رخنہ پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ شوریٰ کے لئے جو تجاویز میں نے دیکھیں، چند دن ہوئے، میں حیران ہو گیا کہ کس طرح بعض لوگ لاعلمی سے اور بعض لوگ غالباً عمداً ایسی تجویزیں رفتہ رفتہ داخل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، جس کے نتیجے میں وہ لوگ جو امریکن پرورش میں جوان ہوئے ہیں، یہاں پیدا ہوئے اور یہیں بڑے ہوئے اور بعض امریکن قدروں سے واقف ہیں، وہ دھوکے میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔ اور نیکی کے نام پر ان کو برائی کی طرف منتقل کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً اگر یہ آواز اٹھے بار بار کہ جماعت احمدیہ کو امریکن مزاج کو سمجھنا چاہئے اور امریکن مزاج کو سمجھنے کے ذریعے وہ تبلیغ کر سکتے ہیں ورنہ ناکام ہو جائیں گے۔ اس لئے امریکن مزاج جاننے والے اوپر آنے چاہئیں۔ یہ ظاہری نتیجہ ہے، جس کو مخفی رکھا جاتا ہے۔ اگر جماعت احمدیہ امریکہ کے مزاج سے ناواقف ہے، خلیفۂ وقت تو امریکہ کی پیداوار نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے آئندہ کبھی خدا تعالیٰ اس ملک کو بھی اگر یہ تقویٰ کی آماجگاہ بن جائے، خلافت کا مرکز بنا دے۔ کوئی اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ مگر سر دست تو خدا تعالیٰ نے خلیفہ وہاں سے چنا ہے، جو امریکہ کی پیداوار نہیں اور بظاہر اس کو امریکہ کے مزاج کا کوئی علم نہیں ہونا چاہئے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ امریکہ کے مزاج سمجھنے کے لئے امریکن لوگ آگے آنے چاہئیں۔ جاپان کا مزاج پھر کیوں اہمیت نہیں رکھتا؟ جاپان کا مزاج بھی تو اہمیت رکھتا ہے، اس کو سمجھنے کے لئے اور اس کو غالب کرنے کے لئے جاپانیوں کے ہاتھ میں لیڈر شپ چلی جانی چاہئے۔ اور نائیجیریا کا مزاج سمجھنا چاہئے اور پھر غانا کا مزاج سمجھنا چاہئے اور سیرالیون کا مزاج سمجھنا چاہئے، انگلستان کا سمجھنا چاہئے، جرمنی کا سمجھنا چاہئے، چین کا سمجھنا چاہئے، کوریا کا سمجھنا چاہئے، بے شمار دنیا میں ممالک ہیں۔ ایک سو چودہ (114) ممالک میں جماعت احمدیہ خدا کے فضل سے قائم ہو چکی ہے۔ کیا خلیفہ ایک سو چودہ ممالک میں پیدا ہوگا بیک وقت؟ اور ایک سو چودہ کی ممالک کی تربیت میں جوان ہوگا؟ اگر نہیں تو پھر وہ کیسے دنیا کو اسلام کا پیغام پہنچائے گا۔ یہ آواز اٹھ رہی ہے۔

حالانکہ قرآن کریم بتاتا ہے کہ ایک ہی مزاج ہے، جس پہ انسان کو پیدا کیا گیا ہے۔ اور اس مزاج پر اسلام کو پیدا کیا گیا ہے۔ یہ دین فطرت ہے۔ یہ دعویٰ ہے اسلام کا۔ اس دعوے کی بناء پر یہ عالمگیر مذہب ہونے کا اہل ہے۔ یہ آواز جو اٹھتی ہے کہ امریکہ کے لئے امریکہ کا مزاج سمجھنے والے چاہئیں۔ یہ بظاہر ایک جدید آواز ہے لیکن قدیم ترین آواز ہے۔ ایک پرانے زمانے کی آواز ہے۔ اس زمانے کی آواز ہے، جبکہ مذاہب قومی اور ملکی ہوا کرتے تھے، ابھی اسلام پیدا نہیں ہوا تھا۔ امریکہ میں امریکہ کی طرف نبی آئے تھے، یورپ کے ممالک میں یورپ کے ممالک کو مخاطب کرنے والے نبی آئے تھے، جاپان میں جاپان کو خطاب کرنے والے نبی آئے تھے اور Middle East میں Middle East سے تخاطب کرنے والے نبی پیدا ہوئے۔ ساری دنیا کے مزاج کو خدا نے ملحوظ رکھا۔ لیکن علاقائی نبی پیدا کئے۔ کیونکہ علاقائی مزاج کو سمجھ کر پیغام دینے والا دنیا کو مخاطب نہیں ہو سکتا۔ ایک ہی صورت تھی تمام دنیا کو ایک ہاتھ پر اکٹھا کرنے کی، ایک ایسے عالمی نبی کو پیدا کیا جاتا، جو فطرت کا مزاج سمجھتا۔ اس فطرت کا مزاج سمجھتا، جس پر خدا نے انسان کو پیدا کیا ہے۔ جس پر ہر کالے کو پیدا کیا ہے، جس پر ہر گورے کو پیدا کیا ہے، جس پر ہر سرخ کو پیدا کیا ہے، جس پر ہر زرد کو پیدا کیا ہے۔ مشرق کو بھی پیدا کیا ہے، مغرب کو بھی پیدا کیا ہے۔ چنانچہ اس نور کا، جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کرتے ہوئے قرآن فرماتا ہے:۔

لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ

(النور:36)

یہ تو عالمی نور ہے۔ نہ یہ مشرق کی جائیداد ہے، نہ مغرب کی جائیداد ہے۔ ہر ملک اور ہر قوم کی نمائندگی کرنے والا نبی ہے۔ اسی لئے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری خطاب

میں، جو حجۃ الوداع کہلاتا ہے، بڑی شدت کے ساتھ، بڑی سختی کے ساتھ قبائلی تقسیموں کو رد فرمایا۔ جاہلیت قرار دیا۔ انسان کو ایک ہاتھ پر اکٹھا رہنے کی نصیحت فرمائی۔ اور فرمایا کہ آج اس دن اور اس دن کی عزت کی قسم! جس دن میں بات کر رہا ہوں (یعنی حج اکبر کا دن تھا) اس مقام کی قسم! جس مقام پر میں کھڑا ہوں، اس دن کی حرمت، اس مقام کی حرمت میں تمہیں یاد دلاتا ہوں۔ میں ان سارے جاہلیت کے خیالات کو، جو انسان کو مختلف قوموں اور نظریوں میں تفریق کرنے والے ہیں، اپنے پاؤں کے نیچے کچل رہا ہوں، ہمیشہ کے لئے میں ان کو کچل چکا ہوں، کبھی کوئی تم میں سے ان کو زندہ کرنے کی کوشش نہیں کرے گا۔ اگر تم سچے مسلمان ہو، اگر تم میری اس آخری نصیحت کی کوئی بھی قدر کرتے ہو تو یہ تفریقیں تمہارے پاؤں کے نیچے بھی ہمیشہ کچلی جانی چاہئے۔ یہ وہ دین ہے، جو دین واحد ہے۔ جس نے تمام دنیا کی قوموں کو ایک ہاتھ پر اکٹھا کرنا ہے۔ یہ ہے محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا دین، جو عالمی نبی تھے۔ ہر قوم کو پیغام دینے کے لئے خدا کی طرف سے چنے گئے تھے۔

پس پہلے بھی جب میں اس دورے پر حاضر ہوا تھا اپنے ذاتی طور پر، ایک مجلس میں یہ سوال اٹھایا گیا کہ آپ ایسے آدمیوں کو بھیج دیتے ہیں، جو امریکن مزاج نہیں سمجھتے۔ میں نے ان سے کہا کہ وہ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاج سمجھتے ہیں کہ نہیں؟ مجھے صرف اس میں دلچسپی ہے۔ اگر محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاج سمجھنے والے غلام تمہارے سامنے حاضر ہوتے ہیں تو امریکن مزاج سمجھتے ہوں یا نہ سمجھتے ہوں، جاپانی مزاج سمجھتے ہوں یا نہ سمجھتے ہوں، افریقین مزاج سمجھتے ہوں یا نہ سمجھتے ہوں، لازماً وہ اس بات کے اہل ہیں کہ تمہاری تربیت کر سکیں۔ تمہارے مزاج اگر بگڑ جائیں گے تو اسلام کہاں کہاں تمہارے اس بگڑے ہوئے مزاجوں کی پیروی کرتا پھرے گا۔ اگر تمہاری سوچیں ٹیڑھی ہو چکی ہوں گی اور مقامی بن گئی ہوں گی تو کہاں کہاں اسلام ٹیڑھا ہو کر تمہاری سوچوں کی پیروی کرتا پھرے گا۔ تمہیں ان ٹیڑھی سوچوں کو چھوڑنا ہوگا اور اس مرکزی بنیادی مزاج کی طرف آنا ہوگا، جو محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاج ہے''۔

''.....تم چاہتے ہو کہ اسلام تمہاری کجیوں کی پیروی کرے، تمہارے مطابق اپنا مزاج بدلنا شروع کرے، یہ نہیں ہوسکتا۔ کسی قوم کو یہ اجازت نہیں دی جائے گی کہ اسلام کے عالمی مزاج کو قومی مزاج میں تبدیل کرنے کی کوشش کرے۔

اسی طرح جاپانیوں نے ہر مذہب کا حلیہ بگاڑا۔ آج بھی بڑے فخر سے کہتے ہیں کہ جو مذہب جاپان میں داخل ہوا، ہم نے اس کو Japanised کر دیا۔ یعنی بدھ ازم کو بھی Japanised بدھ ازم کے طور پر اپنایا،

کنفیوشس ازم کو بھی Japanised کنفیوشس ازم کے طور پر اپنایا اور تاؤ ازم کو بھی Japanised تاؤ ازم کے طور پر اپنایا اور آج اسلام کو بھی Japanised اسلام کے طور پر اپنا رہے ہیں۔

چنانچہ ایک جاپان کا مسلمان لیڈر مجھے ملا اور اس سے میں نے پوچھا کہ آپ بتائیں کہ اسلام کو آپ جس طرح Japanised کر رہے ہیں، اس کی مثال دیں؟ کہتا: مثلاً ہم نے وہاں شراب حلال کر دی، سؤر حلال کر دیا۔ سب جاپانی مسلمانوں کو ہم کہتے ہیں کہ یہ پرانے زمانے کی باتیں تھیں۔ جاپانی مزاج کے مطابق ہم سؤر اور شراب کے بغیر رہ ہی نہیں سکتے، اس لئے اسلام کو بدلنا ہوگا۔ اس طرح تو اسلام دوبارہ ہزار ہا ملکوں اور قوموں میں تبدیل ہو جائے گا۔ وہ وحدت ملی کہاں رہی، جس کی طرف دنیا کو بلایا جا رہا تھا؟ وہ ایک پیغام کہاں چلا گیا، جس کی طرف سارے انسانوں کو دعوت دی جا رہی تھی؟ دنیا واپس لوٹ جائے گی، ان قدیم زمانوں کی طرف جب ملکی نبی ملکی پیغام لے کر آیا کرتے تھے، ملکی مزاج کو ملحوظ رکھا کرتے تھے۔

اس لئے ان باتوں کو خوب سمجھیں اور اپنے پلے باندھ لیں۔ یہ مضمون بہت وسیع اور بہت لمبا ہے۔ میں اب اس بات کو مختصر کرتا ہوں کیونکہ آج اس کے بعد شوریٰ کی کاروائی بھی ہونی ہے۔

اللہ آپ کو اپنی حفاظت میں رکھے، خدا آپ کو اپنی خالص محبت عطا کرے۔ کیونکہ سب ضمانتوں سے بڑھ کر، سب ضمانتوں کی جان خدا کی محبت ہے۔ یہ محبت آپ کے دل میں پیدا ہوگئی تو مجھے آپ کے بارے میں کوئی خطرہ نہیں رہے گا۔ میری ساری فکریں دور ہو جائیں گی۔ میں کامل اطمینان رکھوں گا کہ میں آپ کو خدا کی حفاظت میں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ لیکن اگر آپ نے اس محبت کو خطرہ پیدا ہونے دیا، اس محبت پر آنچ آنے دی تو میری ساری نصیحتیں ہوا میں بکھر جائیں گی، میرے سارے غم قائم رہیں گے، میں ہمیشہ آپ کے بارے میں فکروں میں مبتلا رہوں گا۔ خدا کی خاطر ایک ہو جائیں، خدا سے اپنا پیار بڑھائیں، مجھ سے اگر پیار کرتے ہیں تو محض خدا کی خاطر کریں۔ پھر آپ کو کوئی دنیا کی طاقت نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ پھر آپ کی جمعیت ہمیشہ قائم رہے گی، پھر آپ پھولیں گے اور پھلیں گے اور بڑھیں گے اور کوئی دنیا کی طاقت آپ کو سمیٹ نہیں سکے گی۔ آپ کے پیغام میں وہ عظمت پیدا ہو جائے گی، جس میں خدا کی محبت غیر معمولی کشش پیدا کرتی ہے۔ آپ وہ آسمانی آواز ہو جائیں گے، جو زمینی طاقتوں کے مقابل پر غالب آئے گی۔ اور زمین پر جھکنے والوں کو آپ اٹھائیں گے اور آسمان کی بلندیوں پر لے جائیں گے۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو"۔

(مطبوعہ خطبات طاہر جلد 06 صفحہ 747 تا 766)

# اللہ تعالیٰ کے فضل سے دنیا میں اسلام کے غلبہ کی ہوا چل پڑی ہے

## خطبہ جمعہ فرمودہ 20 نومبر 1987ء

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:۔

”ابھی چند روز پہلے میں شمالی امریکہ کے دورے سے واپس آیا ہوں۔ شمالی امریکہ اس لئے کہ شمالی امریکہ میں کینیڈا بھی شامل ہے۔ اور اگرچہ زیادہ تر سفر کا مقصد امریکہ یعنی یونائیٹڈ سٹیٹس آف امریکہ (United States of America) کا دورہ کرنا تھا مگر اس موقع سے استفادہ کرتے ہوئے دو مرتبہ کینیڈا بھی جانے کا موقع ملا۔ اور مشرقی کینیڈا اور مغربی کینیڈا کی بعض جماعتوں میں جا کر کئی قسم کی تقریبات میں شامل ہونے کی توفیق ملی۔ یہ سفر چونکہ بہت طویل تھا، بہت وسیع ملک ہے، تقریباً ڈیڑھ مہینہ اس سفر میں گزرا۔ اور خدا تعالیٰ کے فضل سے تقریباً تمام جماعتوں میں سب میں تو نہیں لیکن اکثر جماعتوں میں جانے کا موقع ملا۔ اور اکثر جماعتوں کے تقریباً اکثر احمدی احباب سے ملنے کا موقع ملا۔ ان میں مرد و زن، بچے سب شامل کر کے ہزارہا کی تعداد بنتی ہے۔ اور تفصیلاً سب سے ملاقات کا تو وقت نہیں تھا لیکن بعض صورتوں میں لمبی ملاقاتیں بھی کرنی پڑیں۔ بعض صورتوں میں مختصر مگر بالعموم تمام احباب جماعت یا یوں کہنا چاہئے کہ احباب جماعت کی اکثریت سے خود مل کر ان کے حالات کا جائزہ لینے کی توفیق ملی۔

یہ ایک بڑا اہم مقصد تھا، جس کی خاطر میں نے یہ سفر شروع کیا تھا۔ اور شروع میں ہی میں نے یہ ہدایت بھجوائی تھی کہ میرا بنیادی مقصد امریکہ جانے کا غیروں سے ملاقاتیں اور بڑے بڑے فنکشنز اور تقریبات میں خطابات کرنے نہیں۔ بلکہ جماعتی حالات کا جائزہ لینا ہے اور یہ دیکھنا ہے کہ کس حد تک وہاں کی جماعت ان مختلف ہدایات سے استفادہ کر رہی ہے، جو گزشتہ چند سالوں میں، میں خصوصیت کے ساتھ جماعت کو دیتا رہا ہوں۔ اور اسی طرح بعض ایسے مسائل ہیں، جن کا امریکہ سے بطور خاص تعلق تھا۔ ان مسائل کو سمجھنے کے لئے بھی ہر طبقۂ جماعت سے تفصیلی ملاقات کی یا بعضوں سے ان میں سے تفصیلی ملاقات کی ضرورت تھی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ مقصد بہت عمدگی سے پورا ہوا لیکن اس سے استفادہ کرتے ہوئے، وہاں کی جماعتوں نے ہر جگہ دوسرے پروگرام بھی بنائے ہوئے تھے۔ اس میں کئی قسم کے پروگرام شامل تھے۔ پبلک ایڈریسز

(Public Addresses) اور یعنی عام مجالس سے خطاب اور پھر سوال و جواب کا موقع فراہم کرنا، ان میں پاکستانی احباب، جو امریکہ میں بسے ہوئے ہیں، ان کے لئے بھی مجالس منعقد کی گئیں اور امریکن اور مغربی ممالک کے رہنے والے افراد کے لئے بھی الگ مجالس مقرر کی گئیں۔ اور اسی طرح جس طرح انگلستان میں ہم مجالس سوال و جواب منعقد کرتے رہے ہیں، جماعتی طور پر بھی مجالس سوال و جواب منعقد کی گئیں۔ پھر پریس سے انٹرویو بھی کثرت کے ساتھ ہوئے۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے ساتھ انٹرویو بھی ہوئے۔ پھر بعض مشہور شخصیتوں، اہم شخصیتوں سے ملاقات کا بھی انتظام کیا گیا۔ لیکن ان اجتماعی تقریبات میں سب سے اہم تقریبات وہ تھیں، جن کا مساجد کی تعمیر یا مساجد کے افتتاح سے تعلق تھا۔

اس پہلو سے جو بہت ہی خوش کن خبر ہے، وہ یہ ہے کہ اس دورے میں تین مساجد کے افتتاح کی توفیق ملی۔ ان میں سے ایک فلاڈلفیا میں ایک ہماری چھوٹی سی جماعت ہے۔ ان میں بعض بہت ہی مخلص فدائی ممبر ہیں، جنہوں نے زیادہ بوجھ اٹھایا ہے۔ اور اللہ کے فضل سے اپنی توفیق سے جیسا کہ نظر آتا ہے بڑھ کر تو نہیں کہہ سکتے لیکن توفیق کے آخری کناروں تک پہنچ کر بڑی ہمت سے انہوں نے بہت ہی خوبصورت جگہ جماعت کے لئے خریدی اور وہاں پہلے سے ایک عمارت موجود تھی، اس پہ مزید کام کر کے مزید اس کا نقشہ بدل کر اس میں ایک مسجد بنائی گئی، مستورات کے لئے الگ، مردوں کے لئے الگ اور کافی وسیع فلورز (Floors) یعنی ایسے کمرے ہیں، ہال قسم کے جن کو مسجد میں تبدیل کیا گیا ہے۔ اور دیگر ضروریات کا بھی خیال رکھا گیا۔ چنانچہ اللہ کے فضل سے بہت ہی اچھی جگہ انہوں نے حاصل کر لی ہے۔

پھر Tosan ایک جگہ ہے، مغرب کی طرف، وہاں بھی جماعت چھوٹی ہونے کے باوجود بہت ہی خوبصورت اور باموقع مسجد کی تعمیر کی ان کو توفیق ملی۔ اور وہاں بھی افتتاح کی تقریب ہوئی۔

پھر Portland شمال مغربی حصے میں واقع ہے، یہ Origan سٹیٹ کا دارالخلافہ یا Capital City ہے۔ اس جگہ بھی خدا کے فضل سے چھوٹی سی جماعت نے بہت ہی پیاری اور بڑی خوبصورت مسجد بنائی ہے۔ اور امید رکھتے ہیں کہ آئندہ کئی سالوں تک ان کی ضروریات پوری ہوتی رہیں گی۔ صرف چار خاندانوں کی جماعت ہے۔ امریکہ کی جماعتوں میں غالباً سب سے چھوٹی ہے۔ اور ان کو یہ تاریخی خدمت کی توفیق ملی کہ سارے امریکہ کے مغربی ساحل میں بیان کیا جاتا ہے کہ یہ پہلی مسجد ہے، جس کی پہلی اینٹ اس غرض سے رکھی گئی تھی کہ خدا کا گھر بنے گا۔ اور سارے مغربی امریکہ کے اندر یہ جو اعزاز ہے، اس کے مغربی ساحل کے اندر پہلی مسجد بنانے کا یہ بہت ہی ایک تاریخی نوعیت کا اعزاز ہے۔ اگرچہ دیگر ممالک کے

مسلمانوں نے بھی اور پاکستانیوں نے بھی بعض مراکز قائم کئے ہیں، جن میں وہ نمازیں ادا کرتے ہیں، جس طرح جماعت احمدیہ بھی کثرت سے ایسے مراکز قائم کرتی ہے۔لیکن بیان یہ کیا گیا ہے، پہلی خدا کی خاطر بنائی جانے والی عمارت یعنی آغاز سے لے کر آخر تک مسجد کی خاطر جو بنائی گئی تھی، وہ یہ پہلی مسجد ہے۔

جہاں تک جماعتوں کے تعلقات کا معاملہ ہے۔اکثر یہ محسوس کیا گیا ہے کہ احباب جماعت خدا کے فضل سے غیروں پر اچھا اثر رکھتے ہیں اور ان کے تعلقات بہت وسیع ہیں۔بعض صورتوں میں تو بہت چھوٹا ہونے کے باوجود تعداد میں ان کا رسوخ اور ان کا نیک اثر بہت ہی وسیع ہے۔چنانچہ Portland ہی میں جو تقریب منعقد کی گئی مسجد کی اور اس کے بعد مجھ سے ملاقات کروانے اور پھر سوال و جواب کی مجلس منعقد کرنے کی، اس میں Portland کی تقریباً ساری سوسائٹی کی کریم (Cream) آئی ہوئی تھی۔یعنی جو ان کی سوسائٹی میں اہم لوگ ہیں، بڑے بڑے دانشور اور سائنسدان اور ڈاکٹرز اور جراح، ہر قسم کے قابل لوگ وہاں اکٹھے ہوئے تھے۔اور اس علاقے کے سینیٹر، جہاں مسجد بنی ہے، وہ بھی اور ان کی بیگم بھی، جو اس شہر کی میئر ہیں، وہ بھی تشریف لائے ہوئے تھے، تقریب میں۔اور ان کے ردّعمل سے جو باتوں کے دوران ظاہر ہوا، یہ معلوم ہوتا ہے کہ جماعت نے وہاں بہت ہی نیک اثر ان لوگوں پر چھوڑا ہوا ہے۔چنانچہ بعض لوگوں نے بتایا کہ اپنی دلچسپی کی تقریبات اور کلبوں کی شمولیت کو محض اس لئے وہ قربان کر کے آئے کہ جن دوستوں نے ان کو دعوت دی تھی، ان کا انکار نہیں کر سکتے تھے۔تو اس پہلو سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ جماعت امریکہ میں بالعموم بہت ہی زیادہ کام کرنے کی گنجائش پیدا ہو چکی ہے اور بہت ہی نیک اثر احمدیوں کا اپنے اپنے علاقوں میں ہے۔تقریبات میں شمولیت کے بعد وہاں کی جماعت نے جو تاثرات بھجوائے یا اس وقت بھی بعد میں بیان کئے، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں اسلام کے لئے یعنی سچے اسلام کے لئے، اس اسلام کے لئے، جسے جماعت احمدیہ دیکھتی ہے اور جس پر جماعت احمدیہ عاشق ہے، بہت ہی عظیم الشان گنجائش موجود ہے۔

اکثر امریکہ کے متعلق جو یہ تاثر ہے کہ لوگ اسلام سے نفرت کرتے ہیں، یہ درست ہے کہ لوگ اسلام سے نفرت کرتے ہیں۔لیکن اس اسلام سے نفرت نہیں کرتے، جو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسلام تھا۔اس اسلام سے نفرت نہیں کرتے، جسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آنکھوں نے دیکھا اور جس سے ہم پیار کرتے ہیں۔بلکہ ایک ایسے فرضی اسلام سے نفرت کرتے ہیں، جس کا دو طرح سے انہوں نے مشاہدہ کیا ہے۔

اوّل: وہ اسلام، جو ان کے پروپیگنڈا میڈیا، ریڈیو، ٹیلی ویژن اور اخبارات ان کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اور وہ چونکہ ایک خاص نفرت کے زاویے سے تصویر پیش کی جاتی ہے، جس میں سیاسی مصالح شامل ہو چکے ہیں اور بہت حد تک عمداً مکروہ صورت میں اسلام کو پیش کیا جاتا ہے۔ اس لئے اس زاویے سے جب اسلام کو دیکھا جائے تو واقعی ایک نہایت ہی مکروہ تصویر ابھرتی ہے۔ اس لئے جو عوام الناس ہیں، ان کا اس میں کوئی قصور نہیں۔ جب آپ ایک بدصورت نقشہ کھینچیں گے تو طبیعت طبعاً اس سے متنفر ہوگی اور دور بھاگے گی۔

دوسرا: جو بعض مسلمان ممالک کے جارحانہ اقدامات ہیں اور ان کے خاص ظالمانہ برتاؤ خود اپنے ممالک کے بسنے والوں سے ہیں، اس کا بہت برا اثر ہے۔ اور جب بھی مجالس لگتی ہیں، ان میں یہ سوال ضرور اٹھتے ہیں۔

بہر حال یہ ایک الگ لمبی روئیداد ہے، جس کی تفصیل میں اس وقت جانے کی گنجائش نہیں۔ مگر جہاں جہاں بھی مجالس لگیں، وہاں ان مسائل پر سوال اٹھتے رہے اور جماعت کی طرف سے جو صحیح اسلام کی تصویر ہے، اسے پیش کرنے کی کوشش کی جاتی رہی۔ خود اسی جگہ یعنی Portland میں بھی جہاں کی بات ہو رہی تھی، وہاں سے ہمارے احمدی دوستوں نے بعض زبانی تأثر بھی بیان کیا، پھر ان کے تحریری خطوط بھی بھجوائے، جو لوگ شامل ہوئے تھے تو ان میں سے ایک صاحب، جنہوں نے اسلام کی Violence کے اوپر سوال کیا تھا۔ وہاں کے چوٹی کے قابل سرجنز (Surgeons) میں ان کا شمار ہے اور دنیا میں شہرت رکھنے والے دوست ہیں۔ ان کو جب میں نے اس کا جواب دیا تفصیل سے تو اس کے بعد ان کا یہ تأثر تھا، انہوں نے اپنے دوست کو بتایا کہ میں تو اپنی شام کی محفل اور کلب قربان کر کے صرف تمہاری خاطر آیا تھا۔ اور میں تیار ہو کے آیا تھا کہ ایک دو گھنٹے بہت ہی بور ہوں گا اور بڑی مشکل سے وقت گزرے۔ لیکن ایسی مجلس میں آ کر میں نے محسوس کیا کہ اگر یہ مجلس ہے تو میں اس کے لئے ہر جگہ جا کر اپنا وقت خرچ کرنے کے لئے شوق سے تیار ہوں گا۔ کیونکہ اسلام کے متعلق اور بعض دیگر امور میں ایسی ایسی معلومات حاصل ہوئیں کہ اس سے پہلے ہمارے تصور میں بھی نہیں تھا۔

پھر اسی طرح ایک اور دوست، اسی جگہ، وہ بھی ایک بہت قابل ڈاکٹر ہیں اور عملاً دہریہ، مذہب سے متنفر تھے۔ انہوں نے ایک سوال کیا اور سوال کے جواب کے بعد ان کا تأثر یہ تھا کہ دوسرے دن وہ خود اپنے دوست کے پاس پہنچے اور کہا کہ میں آج تک ساری زندگی مذہب سے متنفر رہا ہوں، کوئی کبھی دلچسپی نہیں لی۔ لیکن صرف ایک سوال کرنے کے نتیجے میں جب اسلامک نظریہ مجھے معلوم ہوا ہے تو مجھ میں اتنی دلچسپی پیدا ہو گئی ہے

کہ اب میں لٹریچر مانگنے کے لئے آیا ہوں۔ مجھے مذہب کے متعلق ہر قسم کا لٹریچر دو۔ مذہب سے مراد اسلام تھی اور میں اس کا مطالعہ کرنا چاہتا ہوں۔ اور اس کے علاوہ بھی کثرت سے وہاں سے مطالبے شروع ہو گئے۔

تو صرف یہ ایک نمونہ ہے، جو ہر جگہ اسی طرح دہرایا گیا ہے، اللہ کے فضل سے۔ تو میں نے یہ محسوس کیا کہ باوجود اس کے کہ عام تأثر یہی ہے کہ امریکہ میں اسلام کے خلاف شدید نفرت پائی جاتی ہے۔ یہ تأثر درست بھی ہے اور غلط بھی ہے۔ اسلام کے خلاف نفرت نہیں ہے۔ اس اسلام کے خلاف نفرت ہے، جو بگڑی ہوئی صورت میں آج امریکہ کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے۔

ایک اور پہلو سے ان سب مواقع پر ان کی سوسائٹی کا مطالعہ کرنے کا موقع ملا۔ کیونکہ میں تو اس نظر سے ان کو دیکھتا رہا کہ اسلام کے داخل کرنے کے لئے کون کون سے مواقع ہیں؟ کون کون سے نئے رستے کھل سکتے ہیں؟

جیسا کہ میں پہلے بیان کرتا رہا ہوں، میرا تأثر امریکہ کے متعلق یہی تھا اور وہ درست ہے کہ سب دنیا میں اس وقت گندگی پھیلانے کا سب سے بڑا مرکز امریکہ ہے۔ اور ہر بدی وہاں ایجاد ہوتی ہے، ہر دنیا کی برائی امریکہ سے پھوٹ رہی ہے۔ لیکن ایک اور پہلو سے مجھے اس سفر میں جب ان کے حالات کے مطالعہ کا موقع ملا۔ تو معلوم ہوا کہ یہ پوری صحیح تصویر نہیں ہے۔ اس کو زیادہ وضاحت کے ساتھ پیش کرنے کی ضرورت ہے۔ چنانچہ اس کی طرف مجھے ایک امریکہ کے کانگرس مین نے توجہ دلائی۔ جب وہ ملاقات کے لئے تشریف لائے تو ضمناً ان کو یہ اندازہ ہو گیا کہ میری امریکہ کے متعلق رائے اچھی نہیں ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ آپ اس پہلو سے جب ملاقاتیں کریں گے، تصور کریں گے تو اس پہلو سے ضرور مطالعہ کریں کہ امریکن عوام اچھے لوگ ہیں، دل کے اچھے ہیں، سادہ ہیں اور ان کے دل میں برائی نہیں ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ خود بعض بڑے بڑے Cartels کا شکار ہو چکے ہیں۔ بڑی بڑی مافیا قسم کی تنظیموں کے نیچے وہ بے بس ہیں۔ یہ آخری لفظ تو انہوں نے نہیں کہے مگر مراد یہی تھی کہ آپ ان کو دیکھیں گے کہ وہ خود معصوم اور بے قصور لوگ ہیں۔

چنانچہ اس سے مجھے بڑا فائدہ پہنچا۔ انہوں نے جو یہ اس زاویے سے امریکنوں کے حالات کے جائزے کا مشورہ دیا تو اس کا میں بڑا ممنون ہوں۔ کیونکہ اس سے مجھے واقعۃً بہت فائدہ پہنچا اور سارے امریکہ کے سفر کے دوران ملاقاتوں کے بعد، جن میں گورے بھی تھے، کالے بھی۔ افریقین بسے ہوئے بھی اور دوسرے ملکوں سے آئے ہوئے بھی۔ میں نے یہ اندازہ کیا کہ سارا امریکہ خود اس وقت غلام بنا ہوا ہے، اپنے

نظام کا۔اور یہ جو نہایت ہی ذلیل قسم کا مالیاتی نظام، سودی نظام اور مادہ پرستی کا نظام ان کے اوپر نافذ ہو چکا ہے، اس سے وہ نکل نہیں سکتے۔اب بالکل بے اختیار ہو چکے ہیں، ان کے ہاتھوں میں۔اور چند بڑے بڑے ایسے Cartels ہیں، چند ایسے بڑے بڑے جتھے ہیں، اموال کے اوپر قبضہ کرنے والے، جن کے قبضے میں سارے امریکہ کی ہر چیز آچکی ہے۔ان کا تمدن، ان کا معاشرہ، ان کا مذہب، ان کی سیاست، ان کا عام رہن سہن، بولنے کے انداز، رہنے کے انداز، یہ تمام کے تمام اس وقت چوٹی کے چند اہم جتھوں کے قبضے میں ہے۔جو Sources پر، یعنی جو بھی قوتوں کے منبع ہیں، ان پر قابض ہو چکے ہیں۔اور اپنے مفاد کو قائم رکھنے اور آگے بڑھانے کے لئے وہ ہر قسم کی بدی امریکن عوام کو دیتے ہیں۔اور ان کے مزاج کو بگاڑتے، ان کے مزاج کو بگاڑنے کے بعد بگڑی ہوئی چیزیں پھر ان کو مہیا کرنے کی ذمہ داری لیتے گویا کہ آخری چیز پیسہ ہے۔اور وہ پیسہ، چونکہ چند لوگوں کے قبضے میں ہے، اس لئے پیسے کی خاطر وہ قوم کی ہر چیز کو قربان کر سکتے ہیں، ان کے مزاج کو، ان کے خیالات کو، ان کی سیاست کو، ان کے بین الاقوامی تعلقات کو۔تو بہت ہی مظلوم حالت ہے، اس قوم کی اس پہلو سے اور جب بھی اس مسئلے کو چھیڑا جائے تو فوراً محسوس ہوتا ہے کہ اس کا ایک مبہم سا احساس تو کم از کم ہر دل میں موجود ہے۔لیکن بعض لوگوں میں باشعور احساس ہے، شدت سے اس کے خلاف ردّ عمل پیدا ہو رہا ہے۔لیکن وہ نہیں جانتے کہ وہ کس طرح اس مصیبت سے آزاد ہو سکتے ہیں۔

پھر بین الاقوامی سیاست نے بھی وہاں رخنے ڈالے ہوئے ہیں۔اور بعض خرابیوں کو بڑھا رہے ہیں۔مثلاً جن کو کالا امریکن کہا جاتا ہے، ہم ان کو Afro-American کہتے ہیں۔کیونکہ Afro-American لفظ میں کوئی تذلیل نہیں۔لیکن بدبختی سے کالا امریکن کے اندر ایک تذلیل کا پہلو داخل ہو چکا ہے۔اس لئے میں ہمیشہ اس اصطلاح سے گریز کرتا رہا اور جماعت کو بھی یہی کہتا رہا کہ اس اصطلاح سے اس لئے گریز کریں کہ Black Americans لفظ میں ایک تذلیل کا، جس طرح پہلے زمانوں میں Nigger کے لفظ میں تذلیل کا پہلو پایا جاتا تھا، اس میں بھی داخل ہو چکا ہے۔اور ہمیں Afro-American کہنا چاہئے۔تو African Americans میں بھی بین الاقوامی سازشیں کام کر رہی ہیں۔اور جو سینکڑوں سال کی محرومی کا احساس ہے، اس کو مشتعل کر کے خود ان کو اپنے مفاد کے خلاف غلط رستوں پر ڈالا جا رہا ہے۔اور سیاہ اور سفید کی تفریق کو اس رنگ میں ابھارا جا رہا ہے کہ اس کے نتیجے میں سیاہ فام اپنے حقوق لینے کی بجائے پہلے سے بھی زیادہ بدتر حال تک پہنچ جائیں۔اور عملاً اشتعال انگیزی کے لئے غیر قومیں اور غیر طاقتیں اپنے روپے کے بل بوتے پر ان کو استعمال کر رہی ہیں۔پھر مذہب کے

معاملے میں بھی ان کے ساتھ کھیلا جا رہا ہے۔ یہاں تک ظلم ہے کہ اسلام کے نام پر قتل و غارت کی تعلیم دینے والی تنظیموں نے ان میں سے ایک بڑے حصے پر قبضہ کیا ہوا ہے اور مختلف ناموں سے اس وقت اسلامی فرقے وہاں کام کر رہے ہیں اور ان سب کے پیچھے کسی بیرونی طاقت کا ہاتھ ہے۔ کسی تیل کی طاقت کا ہاتھ ہے، جسے وہ اپنے طور پر استعمال کر رہی ہے۔ جس کو کہتے ہیں، Petrodollars، وہ وہاں خرچ کر کے تو ان سب تنظیمات کے اخراجات مہیا کئے جاتے ہیں۔ اور ان کو مساجد اور مراکز بنا کے دیئے جاتے ہیں۔ اور پھر ان کی پالیسیز (Policies) پہ نہ صرف کنٹرول ہوتا ہے بلکہ عملاً ان کو لیڈر شپ بھی باہر سے مہیا کی جاتی ہے۔ اور اس کے نتیجے میں بعض بڑے بڑے خطرناک رجحانات ان لوگوں میں اسلام کے نام پر داخل کئے جا رہے ہیں۔ ایک یہ بھی وجہ ہے، جس کی وجہ سے اسلام مزید بدنام ہو رہا ہے۔

تو یہ مسائل اور اس کے علاوہ اور بھی بہت سے مسائل کو قریب سے دیکھنے اور سمجھنے کی توفیق ملی۔ اور میں نے محسوس کیا کہ وہ لوگ صحیح اور نیک مشورے کی قدر کرتے ہیں اور بڑی جلدی اس کی طرف متوجہ ہونے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اس لئے یہ سارے خوفناک نقشوں کے باوجود جو ہمیں وہاں دکھائی دے رہے ہیں۔ امریکہ سے ہمیں ایک امید رکھنی چاہئے اور بھی کئی ایسے پہلو ہیں، جس کے نتیجے میں ہمیں امریکہ کی طرف نسبتاً زیادہ توجہ دینی چاہئے۔

اکثر ان ملاقاتوں کے بعد جو مجالس میں ہوئیں، بہت سے دوستوں کی طرف سے اس خواہش کا اظہار کیا گیا کہ ہمیں علیحدہ ملاقات کے موقعے بھی دیئے جائیں۔ اور ان میں بعض Afro-American لیڈرز بھی تھے، اپنے اپنے علاقے کے، جنہوں نے اس خواہش کا اظہار کیا کیونکہ میرے پاس وقت تھوڑا تھا، اس لئے میں خود تو ان سے دوبارہ مل نہیں سکتا تھا، میں نے ان کو اپنے مقامی جماعتوں کے پتے دیئے۔ بعض ایسی شخصیتوں کے، جن کے متعلق مجھے امید تھی کہ ان کو مطمئن کر سکیں گے۔ لیکن اس کے باوجود ان کا مطالبہ یہ رہا کہ ہمارے مسائل میں راہنمائی کی خاطر آپ ہمیں خود بھی ضرور وقت دیں۔ چنانچہ بعد میں کہا کہ اگر آپ ہمیں لنڈن میں وقت دینا چاہتے ہیں تو ہم وہاں آنے کے لئے تیار ہیں۔ چنانچہ بعضوں کو ان میں سے وقت میں نے دیا ہے کہ وہ لنڈن، جب بھی تشریف لائیں یا اسی غرض سے اگر سفر کرنا چاہتے ہیں، تب بھی وہ تشریف لائیں اور انشاء اللہ جتنا بھی ممکن ہوا، میں ان کو وقت دے سکا تو اتنا وقت دوں گا۔

تو کئی پہلوؤں سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ سفر بہت ہی مصروف گزرا۔ اور جس حد تک بھی انسان اپنے وقت کو بہترین مصرف میں استعمال کر سکتا ہے، وہاں کی جماعت نے کوشش کی کہ میرے وقت

کو اس کا ایک ایک منٹ جس حد تک بھی باندھا جا سکتا ہے، مصروفیتوں میں وہ باندھا جائے اور اس کے نیک نتائج حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔

جہاں تک نیک نتائج کا تعلق ہے، اس میں ایک ذرہ بھی شک نہیں کہ نیک نتائج تو خدا ہی کے ہاتھ میں ہوتے ہیں۔ کوششیں آپ جتنی چاہیں، کریں۔ اگر دعا شامل حال نہ ہو یا اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت شامل حال نہ ہو تو وہ ساری کوششیں ناکام جاتی ہیں۔ چنانچہ ہماری کوششوں کے مقابل پر بعض حکومتیں اس سفر کو ناکام بنانے کے لئے ہم سے بہت زیادہ قوی کوششیں کر رہی تھیں۔ یہاں تک کہ غیروں نے خود ان کے متعلق ہمیں تفاصیل بیان کیں کہ کتنی توجہ کے ساتھ آپ کے دورے کو ناکام بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

ایک Voice of America کے انٹرویو کے بعد ہی وہاں کے انٹرویو لینے والے نے ہمیں فون پر اطلاع دی کہ ایک ہمارے سفارت خانے پر اتنا دباؤ ڈالا جا رہا ہے کہ ان کا کوئی انٹرویو، وہاں سے براڈکاسٹ نہ کیا جائے کہ اب تک ہمیں چھ Telex موصول ہو چکی ہیں۔ اور اس دباؤ کے نتیجے میں اگرچہ میں تو بالکل دبنے والا انسان نہیں ہوں مگر ہمارے شعبے کے بڑے سربراہ وہ ڈر گئے ہیں۔ اور انہوں نے مجھے کہا ہے کہ اس انٹرویو کو شائع نہ کرو۔ چنانچہ ہم نے ان سے پوچھا: میں نے خود تو بات نہیں کی، جو مجھے بتایا گیا تو میں نے کہا: پھر ان سے پوچھو کہ پھر انہوں نے کیا فیصلہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: میرا فیصلہ تو یہی ہے کہ لازماً اس انٹرویو کو میں براڈکاسٹ کروں گا۔ لیکن میں نے اپنے افسران سے یہ کہا ہے کہ آپ ایک بورڈ بٹھا دیں، وہ اس کی سکروٹنی (Scrutiny) کریں اور اگر ان کو کوئی قابل اعتراض چیز نظر آئی تو بے شک اس حصے کو نکال دیں۔ لیکن یہ کوئی قابل قبول بات نہیں ہے کہ کوئی حکومت پسند نہیں کرتی کہ کسی کا انٹرویو ہو اور وہ انٹرویو اس لائق ہو کہ ہمارے عوام اس کو سنیں یا دنیا کے دوسرے عوام اس کو سنیں اور ہم اس کو بند کر دیں۔ یہ میری سمجھ سے بالا بات ہے۔ چنانچہ تین یا چار آدمیوں کا ایک بورڈ بیٹھا، اس نے تفصیل سے اس انٹرویو کو سنا اور اس کو کڑی نظر سے دیکھا اور آخر پر فیصلہ کیا ایک فقرے کے متعلق کہ اگر یہ نہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔ تو جس نے انٹرویو لیا تھا، اس نے کہا کہ میرے نزدیک تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔ انہوں نے کہا: ٹھیک ہے، پھر اس کو بھی بیچ میں شامل کر دو۔

تو یہ حالت تھی، شدید مخالفانہ کوششیں کی جا رہی تھیں۔ ہر جگہ جہاں ہم پہنچتے تھے، تقریباً ہر جگہ یعنی اکثر صورتوں میں ایک ایک گھر چٹھیاں پہنچائی گئیں کہ ان کی بات سننے کے لئے کوئی نہ آئے۔ مسلمان کو بھی اور غیر مسلموں کو بھی روکا گیا کہ کوئی ان کی بات نہ سنے۔ اور اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کے فضل سے

لوگ رکے نہیں اور چلے آئے۔ اور خدا کے فضل سے بہت ہی نیک اثرات ظاہر ہوئے اور بڑے اچھے خیالات کا اظہار کرتے رہے۔ بعض جگہ تو ایسی شکل تھی کہ ایک خاوند ہیں بڑے قابل پاکستانی اور یجن کے یعنی خاوند میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ آگے بیوی کا ذکر اس رنگ میں آنے والا ہے کہ ان کا تعارف خاوند کے طور پر ہی ہونا چاہئے، وہ اپنے بیوی بچوں کو احمدیوں سے ملنے سے روکا کرتے تھے اور کبھی بھی تقریبات میں آنے نہیں دیتے تھے۔ ان کے گھر میں کوئی عزیز بیمار ہو گیا تو چونکہ عورتوں میں زیادہ توجہ ہوتی ہے دعا کی طرف بالعموم یہ دیکھا گیا ہے، خصوصاً بچوں کے معاملے میں زیادہ تر۔ پھر وہ ہر تعصب کو بالائے طاق رکھ کر جہاں سے بھی ان کو امید ہو کہ دعا کے نتیجے فائدہ ہو سکتا ہے، وہ کوشش کرتیں ہیں۔ تو ان کی بیوی اس خیال سے کہ شاید ان کی دعا سے ہمارے بچے بچی کی مراد پوری ہو جائے، ٹھیک ہو جائے، وہ تشریف لے آئیں، ہماری ایک مجلس سوال و جواب میں۔ اور ان کے ساتھ ان کی ایک بچی بھی تھی۔ اور اس کے بعد پھر ملاقات کی۔ پھر انہوں نے مجھے بتایا کہ یہ ہمارا مسئلہ ہے، اس میں دعا بھی کریں اور اگر دوا بھی ہو سکتی ہے تو وہ بھی دیں۔ ان کے ساتھ جو بچی تھی، اس کو ایک اپنی چھوٹی سی معصوم سی ایک تکلیف تھی، یعنی ایک خواہش تھی اور ایک تکلیف تھی، اس کا اس نے ذکر کیا۔ اس نے کہا کہ کافی عرصہ سے مجھے یہ پریشانی ہے تو میرے لئے بھی دعا کریں اور اللہ تعالیٰ کی ایسی شان اس طرح ظاہر ہوئی، میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ نتیجے خدا ظاہر فرماتا ہے۔ کس طرح خدا نے ان کے خاندان کا دل بدلنے کے لئے انتظام کئے کہ دوسرے دن ہی اس بچی کی وہ خواہش، جس کے پورے ہونے کے کوئی آثار نظر نہیں آرہے تھے، وہ پوری ہو گئی۔ اور جس رنگ میں ہوئی، وہ حیرت انگیز تھا۔ چنانچہ جب اس کے والد کام سے واپس آئے تو اس وقت اس نے یہ راز کھول دیا، ان کے سامنے کہ آپ تو منع کیا کرتے تھے اور یہ واقعہ ہوا ہے۔ ہم وہاں گئے ہیں اور یہ باتیں سنیں۔ اور پھر یہ دعا کروائی اور یہ دیکھ لیں کہ یہ خدا کے فضل سے پوری بھی ہو گئی۔ تو ان کے والد کا فون آیا، اس بچی کے والد کا کہ اگلی مجلس میں، میں بھی شامل ہونا چاہتا ہوں۔ چنانچہ نئی دوسری مجلس، جو غیروں کے لئے تھی۔ خصوصیت سے غیروں سے مراد ہے، غیر مسلموں کے لئے بعض اس میں پاکستانی بھی تھے، ان کو بھی بلا لیا گیا۔ اور اللہ کے فضل سے نتیجہ یہ نکلا کہ جب میں وہاں سے (لاس اینجلس کی بات ہے) سان فرانسسکو گیا تو انہوں نے اپنے بھائی کو جو وہاں رہتے تھے، فون کر کے یہ تاکید کی کہ وہ مجھ سے ضرور ملیں اور اپنی فیملی کو لے کے آئیں۔ چنانچہ انہوں نے بھی وقت لیا اور ان سے بھی اچھی گفتگو ہوئی۔

تو ہر جگہ خدا تعالیٰ اپنے فضل سے دلوں پر تصرف فرما رہا تھا۔ اور بہت ہی نیک نتائج اس کے ظاہر ہوتے چلے گئے۔ کئی جگہ شروع میں ملنے والوں کا رویہ جارحانہ تھا۔ ان میں عیسائی بھی تھے اور دوسرے

بھی۔ مثلاً ایک پریس کے انٹرویو لینے والے دوست نے بڑے ہی جارحانہ انداز میں اسلام کے خلاف باتیں شروع کیں۔ اور مسائل کے متعلق اسلام کا عالمی تصور کیا ہے؟ کس طرح مسائل حل ہوں گے؟ کس طرح انسان کو Peace ملے گی؟ کس طرح دنیا میں امن قائم ہوگا؟ اس قسم کے سوالات تھے۔ اور مسلمان ممالک کے متعلق، جو ان کے ذہن میں تصویر تھی، اس کے پیش نظر ان کے سوالات میں کافی جارحیت تھی۔ تو ان کو میں نے پہلے ہی جواب دیا۔ میں نے کہا: بڑا آسان طریق ہے، احمدی ہو جائیں آپ تو ساری دنیا میں امن آجائے گا۔ اور عیسائی بھی، یہودی بھی سب جھگڑے ختم۔ اور وہ پہلے تو ہنس پڑے، سمجھے کہ میں مذاق کر رہا ہوں۔ پھر انہوں نے دوبارہ پوچھا کہ تم سنجیدہ ہو، اس جواب میں؟ میں نے کہا: ہاں! نہ صرف سنجیدہ ہوں بلکہ کامل یقین ہے، مجھے۔ تو اس نے کہا: یہ تو لغو جواب ہے، بالکل بے معنی جواب۔ میں تو نہیں توقع رکھتا کہ اس قسم کے سوال کا جواب یہ ہو۔ میں نے کہا: پھر اسی پہ گفتگو ہو جائے کہ بے معنی جواب ہے کہ نہیں؟ اور میں ساری تفصیل سے آپ کو سمجھاتا ہوں۔

چنانچہ جب ان کو سمجھایا تو جارحیت تو درکنار ان کے اندر غیر معمولی دوستی پیدا ہوگئی۔ اور انہوں نے کہا کہ اگر اجازت ہو تو اب جو اس کے بعد آپ کی تقریب ہو رہی ہے، مجلس اس میں بھی میں شامل ہو جاؤں؟ میں نے کہا: ہاں! ضرور شوق سے تشریف لائیں۔ چنانچہ وہ اس میں شامل ہوئے۔ پھر دوبارہ اجازت لے کر قریب آکے کرسی پہ بیٹھ گئے۔ پھر انہوں نے کہا: میں آپ کو ایک بات بتانا چاہتا ہوں۔ اسلام سے جو مجھے نفرت ہوئی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ میں ایک دفعہ مسلمان ہو گیا تھا اور مسلمان ہونے کے بعد جن لوگوں کے پلے پڑا، جس قسم کے مسلمانوں سے واسطہ پڑا، غیر ملکوں کا خصوصاً ذکر کیا، انہوں نے غیر ملکی نمائندوں سے اس سے مجھے شدید جھٹکا پہنچا اور پھر میں نے دعا کی کہ اے خدا! میں تو ہدایت کی خاطر اس طرف آیا تھا، یہاں تو اس قسم کے لوگ ہیں، اس قسم کے ان کے تصورات ہیں، میری فطرت کے خلاف ہے، یہ اسلام۔ تو میری ہدایت فرما۔ کہتے ہیں: اس دوران مجھے دھکا لگا بڑی زور سے اور میں چاروں شانے چت جا گرا۔ اور اس سے میں نے یہ اندازہ لگایا کہ خدا نے مجھے کہا ہے کہ اس اسلام کو رد کر دو۔ اور یہ دھکا ملا ہے اور میں نے اسی وقت پھر چھوڑ دیا۔ اور شروع میں جو میرے سوالات میں ایک جارحیت پائی جاتی تھی، اس کی وجہ یہ تھی کہ ایک پس منظر ہے میری دشمنی اور نفرت کا۔ لیکن آج جو میں نے انٹرویو کے دوران اور یہاں مجلس میں باتیں سنی ہیں، میں اب شک میں پڑ گیا ہوں کہ میرا فیصلہ درست تھا یا غلط تھا۔ اور اس کی تعبیر کیا تھی، جو واقعہ میرے ساتھ گزرا؟ اور پھر انہوں نے اس کے ساتھ ایک اور نظارہ

بتایا کہ یہ نظارہ بھی میں نے دیکھا، مجھے اس کی تعبیر چاہئے۔تو جب میں نے ان کو سمجھایا تو ان کی بالکل کیفیت بدل گئی۔اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے دلچسپی اور بڑھ گئی۔ یہاں تک کہ انہوں نے کہا کہ آپ اب ٹیلی ویژن پہ انٹرویو کے لئے جارہے ہیں تو مجھے اجازت ہے، میں بھی ساتھ آجاؤں؟ میں نے کہا: ہاں! شوق سے آئیں۔اور وہاں بھی بیٹھے رہے اور بڑا ہی چہرے پہ محبت کے آثار ظاہر ہو رہے تھے۔

تو خدا تعالیٰ کے فضل سے جیسا کہ میں نے دیکھا ہے، جب اللہ تعالیٰ دل بدلنا چاہتا ہے تو بالکل اچانک بدل دیتا ہے۔جیسے مشرق سے کسی کا سر پکڑ کے مغرب کی طرف کر دے۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی نقشہ کھینچا ہے۔فرمایا: خدا کی دو انگلیوں کے درمیان اس طرح دل ہیں، یوں اس کو پلٹ دے تو رخ ادھر ہو جاتا ہے۔یوں کر دے تو رخ ادھر ہو جاتا ہے۔اور خدا ہی کے ہاتھ میں دل ہے۔

(مسلم کتاب القدر حدیث نمبر:4798)

اس لئے کوئی بھی دورہ، کوئی بھی کوشش کامیاب نہیں ہو سکتی، جب تک دعاؤں پر انحصار نہ ہو۔اور جب اللہ تعالیٰ فضل فرمائے تو معمولی کوششوں کے بھی اچھے نتیجے ظاہر ہوتے ہیں، اچھے پھل ظاہر ہوتے ہیں۔وہاں بھی جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے، بے ساختہ اچانک پھل ملتے رہے۔

واشنگٹن میں، جو سب سے اہم جگہ ہے، امریکہ کی طاقت کے سرچشموں کا مرکز ہے۔وہاں جو مجلس ہوئی، وہاں غیر احمدی مسلمانوں کی طرف سے ایک باقاعدہ منظّم سازش کے نتیجے میں شرارت کی کوشش کی گئی۔اور بعض سوالات ایسے کئے گئے، جس کے نتیجے میں ان کا خیال تھا کہ جو مسلمان آئے ہوئے ہیں اور ان میں بڑی بڑی اہم شخصیتیں شامل تھیں، کیونکہ واشنگٹن چونکہ مرکز ہے، وہاں سارے عالم اسلام سے اہم لوگ آکے بسے ہوئے ہیں اور پاکستان کے نمائندہ بھی وہیں ہیں زیادہ تر۔وہاں بڑی منظّم سازش کی گئی اور بعض ایسے سوال اٹھائے گئے، جن کے نتیجے میں وہ لوگ سمجھتے تھے کہ دوسرے مسلمانوں پر اگر کوئی نیک اثر پڑ رہا ہے تو وہ فوراً ٹل جائے گا۔اس کا الٹ نتیجہ خدا نے پیدا کیا، ان کے نقطۂ نگاہ سے۔اور جتنی کوشش کی گئی جماعت کے اثر کو مٹانے کی، اتنی ہی زیادہ قوت کے ساتھ جماعت کا اثر ظاہر ہوا۔چنانچہ مجلس ختم ہونے سے پہلے ہی مستورات کے سیکشن سے مجھے پیغام ملا کہ بعض خواتین ہیں غیر مسلم، وہ آئیں ہوئیں ہیں، وہ اتنا زیادہ دلچسپی لینے لگ گئی ہیں اسلام میں کہ وہ کہتی ہیں کہ ہماری پیاس نہیں بجھے گی، اگر وہ ہمارے پاس آکر خود بالمشافہ ہمیں موقع نہ دیں گفتگو کا۔اور بعض سوال، جو ہم وہاں نہیں کرنا چاہتیں، ہم یہاں ان سے کرنا چاہتی ہیں۔چنانچہ معاً بعد میں اس مجلس میں گیا۔اور ان میں یہودی بھی تھیں، مسلمان بھی تھیں، ہندو بھی، سکھ بھی، عیسائی عورتیں بھی اور اچھی خاصی ایسی مجلس تھی، جو وہ نمائندہ کلاسز کی مجلس ہوتی ہے۔نمائندہ طبقات کی مجلس

کہلا سکتی ہے۔ اور بڑی گہری دلچسپی انہوں نے لی اور اس کے بعد جب باہر آیا ملاقاتیں ہوئی تو وہاں بھی دوستوں نے بڑی محبت کے ساتھ، بڑے اچھے خیالات کا اظہار فرمایا۔ اس وقت تک کھڑے رہے، وہیں رہے، جب تک میں واپس نہیں آ گیا۔ اور ملاقات کے بغیر باہر نہیں گئے، الا ماشاء اللہ۔ اور واپسی کے وقت مجھے پتا لگا، نیویارک میں ایک خاتون، جو اس مجلس میں آئیں ہوئیں تھیں، امریکن، انہوں نے بیعت کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ وہ چاہتی ہیں کہ خود آئیں۔ چنانچہ جب بیعت کی، ان سے میں نے پوچھا کہ کیا خاص وجہ تھی، آپ کی بیعت کی؟ تو انہوں نے کہا: وہ واشنگٹن کی مجلس میں، میں شامل ہوئی تھی اور اس میں جو آپ کے اوپر خاص رنگ میں حملے کئے گئے تھے اور کوشش کی گئی تھی کہ آپ کے اثر کو مٹایا جائے، جس طرح آپ نے احمدیت کے دفاع میں جواب دیئے، مجھے اسی وقت یقین ہو گیا تھا کہ آپ سچے ہیں اور یہ لوگ جھوٹے ہیں۔ اور میرے دل میں میخ کی طرح گڑ گئی تھی، یہ بات کہ احمدیت سچی ہے۔ پھر کچھ وقت لگا، مجھے، کیونکہ میرا معاشرہ مختلف ہے اور اچانک مذہب بدلنا، پھر اپنی عادات بدلنا، خیالات بدلنا، یعنی طرزِ رہائش بدلنا، یہ آسان کام نہیں۔ لیکن اب مجھے توفیق مل گئی ہے۔ اور وہ پہلی مجلس میں ہی برقع پہن کے آئیں تھیں۔ سفید فام امریکن تھیں لیکن ان کے اندر ایک اور خوشی کا پہلو یہ تھا کہ ریڈ انڈین بلڈ بھی موجود تھا، جس کی ہمیں ضرورت ہے، تعارف کی۔ اور ریڈ انڈین ان کے رشتہ داریوں کے تعلقات بھی ابھی تک قائم تھے۔ تو مجھے تو بڑی تلاش تھی، ایسے لوگوں کی، جن کے ذریعے ہم ریڈ انڈینز (Red Indians) میں بھی داخل ہو سکیں۔ تو اس پہلو سے میرے نزدیک اس کی بڑی اہمیت تھی۔ لیکن مجھے بتایا یہ گیا کہ جب انہوں نے فیصلہ کیا، دوسرے دن بیعت کرنی ہے تو ساری رات بیٹھ کے برقع سیا اور برقع پہن کر آئیں۔ تو یہ اچانک تبدیلیاں ہے، یہ انسان کے بس کی بات ہی نہیں۔ یہ خدا تعالیٰ کے تصرف میں جو دل ہیں، اس کے کرشمے ہیں۔ اور وہ دل بدلتا ہے اور اچانک اس طرح کایا پلٹ دیتا ہے کہ کس معاشرے سے اٹھی بچی ایک اور نوجوان لڑکی، جب وہ بیعت کی، اس نے اور میں نے کہا: آپ دستخط کر دیں اور دعا کر لیتے ہیں اکٹھے۔ تو اس کے بعد وہ اتنی زیادہ جذباتی ہو گئیں تھیں کہ جو خواتین ان کو ساتھ لے کر آئیں تھیں، ان کے ساتھ، ایک ایک کے ساتھ گلے مل مل کے روتی تھی کہ الحمد للہ! آج میری قسمت جاگ گئی، آج مجھے خدا نے یہ دن دکھایا اور بے انتہا خوشی کے جذبات اور آنسوؤں کی جھڑی لگی ہوئی تھی، ان کی۔

تو یہ ایسے پاکیزہ پھل، خدا جو عطا فرماتا ہے، اس کے بے انتہا مواقع موجود ہیں۔ اور ایک جگہ نہیں، کئی جگہ ایسے واقعات ہوئے کہ ایک مجلس کے بعد ہی شامل ہونے والوں میں سے کسی نے اظہار کیا کہ ہم بیعت کرنا چاہتے ہیں۔ ایک ہندو نے بھی بیعت کی خدا کے فضل سے۔ ایک اور جگہ شکاگو میں بھی

ایک سفید فام خاتون نے بیعت کی۔ اور ایک اور دلچسپ واقعہ وہاں یہ ہوا کہ چونکہ واشنگٹن میں ایسے آثار ظاہر ہوئے تھے کہ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ مجھ پر حملے کی ایک سازش تیار کی گئی ہے۔ اس لئے اگرچہ پہلے بھی جماعت کی طرف سے بہت اچھے انتظامات تھے۔ اور امیر صاحب یونائیٹڈ سٹیٹس (United States) اور نائب امیر، دونوں نے مل کے سیکیورٹی کی طرف بڑی توجہ دی تھی۔ لیکن اس واقعہ کے بعد وہاں شکاگو کی جماعت نے یہ فیصلہ کیا کہ باقاعدہ سیکیورٹی کی جو ایجنسیز (Agencies) ہیں، ان کو بھی حفاظت کے لئے کرائے پر لینا چاہئے۔ اور جو بھی خرچ ہو لیکن بہر حال اس قسم کے ہم کوئی خطرہ مول نہیں لے سکتے کہ دوبارہ ایسی شرارت کے متعلق کوئی سوچ سکے۔ چنانچہ وہاں کی ایک تجربہ کار سیکیورٹی کی ایجنسی، جس کے افسر پولیس کے ایک پرانے تجربہ کار افسر تھے، ان کو مقرر کیا ہوا تھا۔ اور چار دن کا دورہ تھا شکاگو کا۔ چلنے سے ایک رات پہلے وہ پہنچے مسجد میں، انہوں نے کہا کہ میں بیعت کرنی چاہتا ہوں۔ آپ مجھے سیکیورٹی افسر کے طور پر دیکھ رہے تھے کہ گویا میں ہوں یا نہ ہوں، میں اپنے کام میں لگا ہوا ہوں۔ لیکن میں اس نظر سے دیکھ رہا تھا کہ یہ کیا باتیں ہیں؟ اور واقعۃً اس طرف سچائی ہے کہ نہیں؟ اور دو دن کے اندر اندر میرے دل کی حالت بدل گئی ہے۔ اور میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ جماعت احمدیہ، جس اسلام کو پیش کر رہی ہے، وہی سچا اسلام ہے۔ اور یہ اسلام ایسا نہیں، جس سے میں باہر رہ سکوں۔ اس لئے مجھے شامل کیا جائے۔ اور پھر اسی رات کو وہ ہمارے ساتھ نماز عشاء میں بھی شامل ہوئے اور اللہ کے فضل سے بڑی جلدی جلدی پاک تبدیلیاں پیدا ہوتی ہوئی، ہم نے لوگوں میں دیکھیں۔ اور بہت سے نیک اثرات ہیں، جو انشاء اللہ لمبے عرصے تک ایک رحمت کے سائے کے طور پر جماعت امریکہ پر رہیں گے۔ اور میں امید رکھتا ہوں کہ جن لوگوں سے واسطے پڑے ہیں اور تعلقات وسیع ہوئے ہیں، ان لوگوں میں جماعت بھی اپنی دلچسپی کو جاری رکھے گی۔ اور ان میں بہت سے انشاء اللہ تعالیٰ اچھے پھل ہیں، جو تیار ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت کی جھولی میں آنے والے ہیں۔ وہ اس سے باہر جا نہیں سکتے۔ کیونکہ ملاقاتوں کے دوران بھی اور عمومی سوال و جواب کے رجحانات کو دیکھتے ہوئے، میں نے یہ اندازہ لگایا کہ جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں، امریکن عوام کے دل میں سعادت ابھی تک زندہ ہے، مادہ پرستی کے باوجود۔ باوجود اس کے کہ وہ ایک ایسے نظام کے غلام ہیں، جس کے چنگل میں پھنسے ہوئے، جدھر وہ زنجیروں میں باندھ کر لے جا رہا ہے، اس طرف چلے جا رہے ہیں۔ لیکن ان کے دل میں کچھ سچائی کی محبت موجود ہے، ابھی تک۔ اور آزادی کی محبت بھی موجود ہے۔ چاہتے بھی ہیں کہ اس قسم کی مصیبتوں سے ان کو نجات ملے۔ اپنے

معاشرے کی بدیوں کا احساس بھی ان کے دل میں پیدا ہو چکا ہے۔ اس لئے خدا کے فضل سے بے حد مواقع موجود ہیں۔ ان واقعات کا جو تذکرہ ہے، وہ تو بہت ہی لمبا ہو جائے گا۔ میں نے نمونۃً ایک دو باتیں آپ کے سامنے اس لئے رکھی ہیں تاکہ دو نتائج کی طرف آپ کو توجہ دلاؤں۔

امریکہ کے سفر کے دوران، جہاں میں نے یہ محسوس کیا کہ کثرت سے لوگوں کے دلوں میں اسلام کو قبول کرنے کی صلاحیت ہے، وہاں یہ بھی محسوس کیا، جماعت کی اکثریت اس صلاحیت سے استفادہ نہیں کر رہی۔ اور کم وبیش یہی صورت یورپ کی جماعتوں پر بھی اطلاق پاتی ہے۔ انگلستان کی جماعت پر بھی اطلاق پاتی ہے۔ گنتی کے چند ایسے احباب ہیں، جو ایک مشن کے طور پر دعوت الی اللہ کو اپنا شیوہ اور اپنا وطیرہ بنالیں، اپنی زندگی کا مقصد بنالیں، عادت میں داخل کر لیں۔ اور جہاں جہاں ایسے دوست ہیں، ان کے بہت ہی نیک نتیجے اللہ تعالیٰ ظاہر فرماتا ہے۔ چنانچہ جو مجالس اور کثرت کے ساتھ ایسی مجالس تھیں، یعنی ان کا تو شمار اس وقت میں کر ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ صبح سے لے کر رات تک مختلف پروگرام ہی چل رہے تھے مسلسل۔ ان میں، میں نے یہ اندازہ لگایا کہ صرف چند احمدیوں کی کوششوں کے نتیجے میں اس کثرت سے لوگوں نے دلچسپی لی ہے۔ شکاگو میں مثلاً کہ جس مجلس میں صرف غیر مسلم مہمانوں کو مدعو کیا گیا تھا، اس میں تقریباً ایک سو مرد اور ساٹھ عورتیں تھیں۔ اور صرف چند گنتی کے احمدیوں کی کوششوں کے نتیجے میں وہ سب آئے تھے۔ چار یا پانچ سے زیادہ وہ لوگ نہیں ہیں، جن کو دعوت الی اللہ کا چسکا ہے۔ اور بعض تو ایسے تھے، جن کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ کم سے کم ایک تہائی مدعوئین ان کے ذاتی تعلق کی وجہ سے آئے ہوئے تھے۔ اور اسی طرح جیسا کہ میں نے پورٹ لینڈ کا واقعہ بیان کیا ہے، صرف چار خاندان ہیں۔ اور اس کثرت کے ساتھ ان کا نیک اثر تھا۔ چونکہ اللہ کے فضل سے وہ چاروں خاندان کے سربراہ ہی جماعت سے محبت رکھنے والے اور تعلق رکھنے والے ہیں۔

تو پوٹینشل (Potential) یعنی جو امکانات موجود ہیں، جماعت کے اندر طاقت کے، وہ اتنے زیادہ ہیں کہ اگر ان ساروں کو استعمال کیا جائے تو باوجود اس کے کہ امریکہ میں جماعت بہت تھوڑی ہے، پوٹینشل کے لحاظ سے بہت عظیم قوت ہے۔ اور بہت بڑے بڑے انقلابات پیدا کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔ اور جو لوگ داعی الی اللہ نہیں بنے، ان کو میں متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی رحمت لوگوں کو اسلام کے قریب لا رہی ہے۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ لوگ اسلام سے متنفر ہو رہے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ خدا کی رحمت اسلام کے قریب لا رہی ہے۔ کیونکہ جب یہ Parallax پیدا ہو جائے، ایک فرضی بات میں اور ایک

حقیقت میں بعد پیدا ہو جائے تو جب حقیقت دکھائی دیتی ہے تو اس وقت انسان کو حقیقت سے عام حالات کی نسبت سے زیادہ دلچسپی پیدا ہو جاتی ہے۔ مراد میری یہ ہے کہ ایک فرضی تصویر ہوتی ہے اور ایک حقیقی تصویر، اگر فرضی تصویر بدصورت ہو جائے، اگر فرضی تصویر میں نہایت ہی مکروہ نقوش پیدا کئے گئے ہوں اور حقیقی تصویر خوبصورت ہو تو جب بھی ایسا شخص، جو فرضی تصویر کے نتیجے میں کسی تصور سے نفرت کر رہا ہے، حقیقی تصویر کے نقش دیکھتا ہے تو عام حالات سے زیادہ اس میں دلچسپی لیتا ہے۔ عام حالات سے زیادہ ردّعمل کے طور پر اس کے دل میں محبت پیدا ہوتی ہے۔ اور مذہب کی دنیا میں ہمیشہ یہی ہوتا رہا ہے۔

حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی یہی کرشمے آپ کو دکھائی دیتے ہیں۔ آج ایک شخص شدید نفرت کا شکار ہے کیونکہ اس نے ایک فرضی تصویر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دیکھی، جو اسے دکھائی گئی تھی اور وہ قابل نفرت تصویر تھی۔ جب حقیقی حسن کو دیکھا تو عام حالات میں بھی وہ حسن شیفتہ بنانے والا حسن تھا لیکن اس نے سفر کیا ہے، اس حسن کی طرف اس فرضی تصویر سے اور اس نے زیادہ فاصلہ طے کیا ہے آپ کی طرف آنے میں اور زیادہ شدید محبت کے ساتھ اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق کیا ہے۔ کیونکہ اس کے دل میں یہ تأثر بھی تھا کہ پہلے میں اس پیارے وجود سے نفرت کیا کرتا تھا۔ اس کا ایک نفسیاتی ردّعمل تھا، جس نے بہت زیادہ قوت کے ساتھ اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس کو مائل کیا۔

یہی مضمون جماعت احمدیہ کی شکل میں بھی ہمیں دکھائی دے رہا ہے، آج۔ جتنا مولوی مکروہ تصویر جماعت احمدیہ کی کھینچ رہا ہے، اتنا ہی جب لوگ قریب سے آ کے دیکھتے ہیں تو ردّعمل کے طور پر زیادہ جلدی جماعت احمدیہ کی محبت میں گرفتار ہوتے ہیں۔ اور امریکہ میں یا یورپ میں اسلام کی جو تصویر ہے، اس کا بھی یہی حال ہے۔ ایک فرضی قابل نفرت تصویر کھینچی جا رہی ہے۔ اگر جماعت احمدیہ اپنے اعمال کی رو سے، اپنے ذات کے تعارف کے ذریعے دنیا کو اسلام سے متعارف کروائے، اسلام کا بہترین نمونہ اپنی ذات میں پیش کرے، یہ مطلب ہے۔ اور وہ اسلام دنیا کو دکھائے، صرف سنائے نہیں، جو کہ خوبصورت اسلام ہے تو اسی قسم کا ردّعمل اس دنیا میں ظاہر ہوگا۔ اور بہت کثرت کے ساتھ اور بڑی شدت سے اسلام سے محبت کرنے والے یہاں پیدا ہونے شروع ہو جائیں گے۔

اس لئے وہ احمدی، جو ابھی تک دعوت الی اللہ کے کام سے غافل ہیں، ان کو میں بتاتا ہوں کہ اب تو یہ حالت ہے کہ وہ مجرم بنتے چلے جا رہے ہیں۔ خدا کی تقدیر ان لوگوں کو قریب لانے کے انتظام کر

رہی ہے، ان کو اس وقت۔ حالت یہ ہے کہ اپنے معاشرے سے بھی نفرت پیدا ہو رہی ہے، اپنے مغربی فلسفوں سے بھی یہ لوگ متنفر ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ بے اطمینانی ہے، تلاش میں ہیں کہیں ان کو سکون قلب مل سکے۔ جو تعلق ہے، وہ ایک سطحی تعلق ہے اپنے معاشرے سے۔ یعنی چونکہ ظاہری کشش پائی جاتی ہے، اس لئے اس میں مگن ہیں۔ ایک قسم کے شراب کے نشے کی طرح ان کی کیفیت ہے۔ اس نشے کی حالت میں اپنے معاشرے کے ساتھ یہ تعلق رکھ رہے ہیں۔ کیونکہ ظاہری کشش ہے ایک۔ لیکن جب بھی دل کو ٹٹول کے دیکھیں، آپ کو اطمینان نظر نہیں آئے گا، سکینت نظر نہیں آئے گی، ہر جگہ بے اطمینانی پائی جاتی ہے۔ وہ بھی آپ کی مدد کر رہی ہے۔ جو اسلام کی حقیقی تصویر آپ کھینچ سکتے ہیں، جو تصور اسلام کا آپ پیش کر سکتے ہیں، وہ اتنا دلکش ہے کہ اس موقع پر اگر وہ ان کے سامنے رکھا جائے تو بے اختیار یہ اس کی طرف مائل ہوں گے۔ اس کے باوجود ان کو محروم رکھنے کا گناہ اگر آپ اپنے سر لیتے ہیں تو بڑی جرأت ہے اور بڑی بے حسی بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے وہ ہوائیں چلا دی ہیں، جس کے نتیجے میں اسلامی انقلاب قریب تر آ رہا ہے، دل مائل ہو رہے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کی تقدیر خود دلوں کو مائل کرنے کے انتظامات بھی فرما رہی ہے۔ اور جب بھی آپ دلچسپی لیتے ہیں، خدا کی تقدیر ان دلوں میں دلچسپی لینے لگ جاتی ہے، جن میں آپ دلچسپی لیتے ہیں۔ ان حالات کے باوجود سعادت سے محروم رہنا، یہ نہ عقل کے مطابق ہے، نہ کسی پہلو سے بھی کوئی معقول بات دکھائی نہیں دیتی اور محرومی نہیں بلکہ گناہ بن جاتا ہے۔

اس لئے میں یورپ اور امریکہ میں بسنے والی جماعتوں کو بالخصوص اور تمام دنیا کی جماعتوں کو پھر یاد کراتا ہوں کہ وہ ہوا چل پڑی ہے، جس ہوا کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اسلام کو بالآخر دنیا پہ غلبہ نصیب ہونا ہے۔ اور آپ کی جدوجہد اور کوشش اور دلچسپی کی ضرورت ہے۔ دلچسپی جب میں کہتا ہوں تو اکثر دوستوں کو پتا نہیں چلتا کہ کس طرح دلچسپی لیں۔ اکثر دوستوں کو طریقہ نہیں پتا۔ اور اسی لئے میں نے بار بار جماعتوں کو متوجہ کیا ہے کہ وہ اپنی مجالس عاملہ میں ہر مہینے یہ بات رکھا کریں، کتنے دوست تبلیغ میں دلچسپی لے رہے ہیں؟ جو لے رہے ہیں، ان کو تبلیغ کا سلیقہ بھی ہے کہ نہیں؟ اور جو نہیں لے رہے، وہ کیوں نہیں لے رہے؟ اکثر ان میں سے ایسے ہوں گے، جن کے دل میں تمنا تو ہوگی لیکن پتا نہیں ہوگا، کیسے کرنی ہے؟ اور امریکہ کے دورے کے دوران مجھے یہ بھی معلوم ہوئی بات کہ اس معاملے میں امریکہ کا نظام جماعت غفلت کا مرتکب رہا ہے۔ انہوں نے اس ہدایت کو سنجیدگی سے نہیں لیا۔ نہ مرکزی جماعت نے، نہ شہروں

کی جماعتوں نے۔ اور نتیجہ یہ نکلا کہ مجالس عاملہ کے اجلاسات اگر ہوتے بھی ہیں، یہ نہیں مجھے پتا کے باقاعدگی کے ساتھ ہوتے بھی ہیں کہ نہیں؟ اگر ہوتے بھی ہیں تو اس سنجیدگی کے ساتھ ان مسائل پر غور نہیں کیا جاتا۔ چنانچہ اس سفر کے دوران میں ان کو متوجہ کرتا رہا ہوں کہ جب خلیفہ وقت کی طرف سے کوئی بات آپ کو پہنچائی جائے، اس میں حکمت ہوتی ہے، اس میں ایک فائدہ ہوتا ہے۔ اس کو نظر انداز کرنے سے آپ بہت سی سعادتوں سے محروم رہ جاتے ہیں۔ اور جو کھلی کھلی برسر عام ہدایت دی گئی ہے، اس کی خلاف ورزی کرنا تو ایک قسم کا باغیانہ رجحان ہے۔

تو نظام جماعت کے نمائندہ لوگوں کا فرض بن جاتا ہے کہ جب بھی کوئی ایسی ہدایت دی جائے اس کے اوپر عمل کرنا شروع کریں۔ اور اس سعادت کے نتیجے میں ہی خدا ان کو بہت ساری نیکیاں نصیب فرمائے گا، بہت ساری نئی نیکیوں کی توفیق عطا فرمائے گا، ان کی کوششوں کو مزید بہتر پھل لگنے شروع ہو جائیں گے۔ اس لئے میں یہ دوبارہ یاددہانی کروانا چاہتا ہوں کہ یورپ میں بھی اور امریکہ میں بھی لیکن ساری دنیا میں تمام دنیا کی جماعتیں اس بات پر پابندی کے ساتھ قائم ہو جائیں کہ ہر مہینے ایک دفعہ مجلس عاملہ میں ان باتوں پہ غور کیا جائے کہ کہاں تک جماعت دعوت الی اللہ کا کام کر رہی ہے؟ جہاں نہیں کر رہے، وہاں کیوں نہیں کر رہے؟ اور کون سے ایسے ذرائع ہمیں اختیار کرنے چاہئیں، جن کے نتیجے میں دعوت الی اللہ کا کام تیز ہو سکے اور معنی خیز ہو سکے۔ پس اگر ہم اس سنجیدگی کے ساتھ کام کریں گے تو مجھے یقین ہے کہ بہت تیزی کے ساتھ دنیا میں انقلاب پیدا ہونا شروع ہو جائے گا۔

سائنس سے جو لوگ واقف ہیں، وہ جانتے ہیں کہ بعض امور میں رفتار معنی خیز ہوا کرتی ہے۔ کتنے قدم طے کئے ہیں، یہ بات معنی خیز نہیں ہوتی۔ بلکہ رفتار کیا ہے، آگے بڑھنے کی۔ جو جماعتیں نظریاتی طور پر اور روحانی طور پر دنیا پر غالب آیا کرتی ہیں، ان پر بالخصوص یہ اصول کارفرما ہوتا ہے کہ آگے بڑھنے کی رفتار کیا ہے؟ کتنے احمدی ہو رہے ہیں سال میں؟ کتنے مسلمان بن رہے ہیں؟ یہ بحث نہیں ہے۔ جو کچھ ہمارے پاس ہے، ہمارے آگے بڑھنے کی رفتار کیا ہے؟ یہ ہے، اصل فیصلہ کن بات۔ اس پہلو سے ہماری رفتار میرا اندازہ ہے کہ پچاسی گنا یا نوے گنا زیادہ ہو سکتی ہے۔ کیونکہ زیادہ سے زیادہ جماعت کے دس فیصدی حصے کو ہم فعال داعی الی اللہ قرار دے سکتے ہیں۔ اور یہ بھی میں نے بہت بڑی چھلانگ لگائی ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ اگر میں حقیقی جائزہ پیش کروں، چند تجربوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے تو شاید پانچ فیصدی بھی نہ ہوں۔ لیکن بعض ممالک پر میں حسن ظنی کرتا ہوں مثلاً افریقہ میں نسبتاً زیادہ لوگ کر رہے ہوں گے۔

کیونکہ ان کے نتائج سے بھی یہی لگ رہا ہے۔ بعض اور ممالک میں بھی کر رہے ہوں گے۔ اس لئے میں نے زیادہ سے زیادہ دس فیصدی داعی الی اللہ کی تعداد مقرر کی۔ لیکن میرے خیال میں تو پانچ فیصدی بھی نہیں ہے پوری۔ اگر پانچ فیصدی سمجھی جائے تو پچانوے فیصد مزید اضافے کی گنجائش موجود ہے۔ اور بہت بڑی گنجائش ہے۔ اگر آپ کی رفتار پانچ میل فی گھنٹہ کی بجائے سو میل فی گھنٹہ ہو جائے تو اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ آپ کے فاصلے طے کرنے کی قوت میں کتنا بڑا اضافہ ہوتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی اس رفتار کے نتیجے میں جو شامل ہونے والے ساتھ شامل ہو رہے ہیں، وہ اس رفتار میں Acceleration پیدا کر دیتے ہیں، یہ ہے، وہ اصل سائنسی نقطہ، جسے سمجھنا چاہئے۔

پانچ آدمی سال میں سو آدمی پر جو داخل ہو رہے ہوں، ان کے نتیجے میں Acceleration پیدا نہیں ہوتی۔ یعنی رفتار اس طرح نہیں بڑھتی، جس طرح زمین کی طرف گرنے والی چیز کی رفتار بڑھ رہی ہوتی ہے۔ بلکہ ایک قسم کی Steady ایک معتدل سی رفتار کی شکل بن جاتی ہے۔ Acceleration کے نتیجے میں تو ہر اگلی رفتار غیر معمولی طور پر اور بڑھنا شروع ہو جاتی ہے۔ ہر اگلے گھنٹے کی رفتار اور ہو جاتی ہے، ہر اگلے دن اور ہفتے اور مہینے اور سال کی رفتار میں فرق پڑنا شروع ہو جاتا ہے۔ تو پانچ فیصد بھی اگر ہیں تو یہ کافی نہیں ہیں، Acceleration پیدا کرنے کے لئے۔ اگر آپ سو فیصدی نہ بھی ہوں، میں یقین رکھتا ہوں کہ اگر پچاس فیصد احمدی بھی حقیقی معنوں میں داعی الی اللہ بن جائے تو اتنی تیزی سے دنیا میں اسلام کا انقلاب آنا شروع ہو جائے کہ آپ بھی کبھی اس کا تصور نہیں کر سکتے۔ دنوں میں، ہفتوں میں، مہینوں میں کیفیتیں اس طرح تبدیل ہونے لگیں کہ آپ حیران ہو جائیں گے دیکھ کر کہ دنیا کو کیا ہو گیا ہے۔ بہت بڑی طاقت جماعت کو خدا عطا کر چکا ہے۔ اور یہ طاقت انفرادی طور پر نہیں بلکہ جماعت کے اخلاص کے لحاظ سے ہے۔

چنانچہ میں نے امریکہ کے دورے میں یہ بھی محسوس کیا کہ باوجود اس کے کہ اکثریت داعی الی اللہ نہیں لیکن اخلاص اور محبت کے لحاظ سے ہر ایک ان میں سے داعی الی اللہ بننے کا اہل بن چکا ہے۔ بہت فرق پڑا ہے، پہلے کی نسبت۔ جب میں 1978ء میں امریکہ گیا تھا، اس امریکہ میں اور آج کے امریکہ میں بہت بڑا فرق پڑ چکا ہے۔ اس وقت اکثر خاندان بے تعلق سے یا تعلق تھا بھی تو ہلکا ہلکا، نرم رفتار، نرم گفتار سا تعلق تھا۔ لیکن اب تو کیفیت یہ ہے کہ دلوں میں جذبے اچھلتے ہوئے میں نے دیکھے ہیں۔ ہر خاندان میں اکثر ممبران خاندان کے اکثر ممبروں کی جماعت سے محبت کی حالت میں بہت بڑا فرق پڑا ہوا ہے۔ اور خصوصیت سے مجھے خوشی اس بات کی ہوئی کہ احمدی خواتین میں خدمت دین کا جذبہ بہت بیدار ہو چکا ہے۔ غیر معمولی

محبت اسلام کی اور اسلام کی خاطر قربانیاں پیش کرنے کی تمنا ان کے دل میں پیدا ہو چکی ہے۔ چنانچہ یہ نظارہ میں نے دیکھا ہے اکثر خاندانوں میں ملاقات کے وقت ان کی مائیں جب بچے پیش کرتی تھیں تو ان بچوں کے اوپر ان کی محنت ہوئی ہوئی دکھائی دیتی تھی۔ معلوم ہوتا تھا کہ ایک لمبے عرصے سے گھر میں انہوں نے دینی ماحول بنایا ہوا ہے۔ بچوں کو خدا اور رسول کی باتیں بتاتی ہیں۔ فخر کے ساتھ ان سے وہ کلمے سنواتی تھیں، قرآن کریم کی آیات، جو یاد کی ہوئیں تھیں، وہ سنواتی تھیں۔ دین کی محبت کے اظہار والی نظمیں ان کو یاد کروائی ہوئی تھیں۔ اور بچوں کے دل میں بڑا نمایاں طور پر اسلام کا پیار دکھائی دے رہا تھا۔

تو یہ جو چیز ہے، یہ خوش کن بھی بہت ہے کہ باوجود اس کے کہ ہم میں سے اکثر ابھی داعی الی اللہ نہیں بن سکے لیکن داعی الی اللہ بننے کے لئے جو مرکزی طاقت چاہئے، محبت اور اخلاص کی، وہ موجود ہے۔ اس لئے کوئی فرضی بات نہیں ہے کہ پچاس فیصدی احمدی حقیقۃً داعی الی اللہ بن جائیں۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ پچاس فیصدی احمدی داعی الی اللہ بننے کے اہل بن چکے ہیں، اللہ کے فضل سے۔ سب سے زیادہ ضرورت دعوت الی اللہ کے لئے ایک جذبے کی ہے، دوسرے دعا کی ہے۔ علم اور دلیلیں باقی سب چیزیں بعد کی باتیں ہیں۔ یہ دو باتیں آپ اپنے اندر پیدا کر لیں، جذبہ پیدا کر لیں اور دعا کرنی شروع کر دیں اپنے لئے کہ خدا آپ کو توفیق دے تو باقی سب مراحل آسانی سے طے ہو جائیں گے۔ تو امید رکھتا ہوں کہ جماعت اس طرف خصوصیت سے توجہ دے گی۔

جہاں تک یورپ کی جماعتوں کا تعلق ہے، ان کو بھی نسبتاً زیادہ تفصیل سے منصوبہ بندی کرنی چاہئے۔ اب بہت تھوڑا وقت اگلی صدی کے شروع ہونے میں رہ گیا ہے۔ اور وہ صدی اسلام کے مستقبل میں بہت ہی اہم کردار ادا کرنے والی ہے۔ اور آپ یعنی آج کی نسلیں بڑی خوش نصیب ہیں، اس لحاظ سے کہ ایک نئے اسلام کے تاریخی دور میں داخل ہونے والی ہیں۔ ایک ایسے اہم تاریخی دور میں داخل ہونے والی ہیں، ایک ڈیڑھ سال کے اندر اندر جماعت کے نکتۂ نگاہ سے اور جو دنیا کی صدی کے حساب ہیں، اس لحاظ سے بھی اگلی صدی بہت دور نہیں رہی۔ تو آپ ایک دو سال کے لحاظ سے جماعت کے نکتہ نگاہ سے یا چند سالوں میں دنیاوی نکتہ نگاہ سے اگلی صدی میں داخل ہونے والے ہیں۔ خدا کرے کہ ہم میں سے بھاری اکثریت اگلی صدی میں بالکل نئی سج دھج کے ساتھ داخل ہو۔ ان کے ارادوں میں ایک عظمت پیدا ہو چکی ہو، ان کے حوصلے بلند ہو چکے ہوں، وہ سر بلندی کے ساتھ اسلام کے نام کو اور اسلام کے کام کو آگے بڑھانے کے اہل بن چکے ہوں۔ اور یہ نیتیں لے کر داخل ہوں کہ ہم نے اگلی صدی نہیں ختم ہونے دینی

یہاں تک کہ اسلام دنیا میں غالب نہ آجائے۔ اور یہ دعائیں کر کے داخل ہونے والے ہوں کہ ہماری نسلیں بھی اس پیغام کو لے کر نئی شان اور نئی ہمت اور نئے استقلال اور جذبوں کے ساتھ آگے بڑھے۔ اس لئے اس صدی کا قریب آنا بھی آپ کے دلوں میں ایک ہلچل مچا دینے والا موقع ہے۔ اس لحاظ سے بھی نگاہ کریں کہ آپ کس زمانے میں پیدا ہوئے ہیں، جہاں دو صدیاں ملائی جارہی ہیں، جو مجمع البحرین ہیں، جو ذوالقرنین کے لحاظ سے ایک خاص اہمیت کا زمانہ ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں ظلی طور پر ذوالقرنین ہیں۔ اور آپ ایک پرانے زمانے کو یعنی جاہلیت کے زمانے کو جبکہ دنیا کی اکثریت اسلام سے غافل تھی، ایک نئے زمانے سے ملانے والے ہیں، جبکہ دنیا کی اکثریت اسلام قبول کرنے والی ہے۔ آپ کو اس کام کے لئے چنا گیا ہے۔ آپ کو اس سنگم پر پیدا کر دیا گیا ہے، جہاں یہ دو صدیاں ملنے والی ہیں۔ ایک وہ صدی، جسے اگلی صدی کا انسان پرانے زمانے کی صدی شمار کرے گا، جبکہ دنیا کی اکثریت اسلام سے غافل تھی۔ ایک وہ صدی، جس میں اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق دے گا اور آپ کی نسلوں کو توفیق دے گا کہ صدی ختم ہونے سے پہلے اسلام غالب آجائے۔

پس ان سب باتوں پر نگاہ رکھیں۔ اپنی خوش نصیبی پر ناز کریں اور اس خوش نصیبی سے فائدہ اٹھائیں۔ اگر ہمت نہیں ہے، خواہش ہے تو دعا کریں تو ہمت بھی پیدا ہو جائے گی۔ بہر حال اب وقت ضائع کرنے کا نہیں ہے۔ ہم میں سے ہر ایک کو دعوت الی اللہ کے کام میں مصروف ہو جانا چاہئے“۔

(مطبوعہ خطبات طاہر جلد 06 صفحہ 771 تا 794)

# غالب آنے کے ہتھیار- صبر، استغفار، انکسار، تسبیح و تحمید

## خطبہ جمعہ فرمودہ 11 دسمبر 1987ء

"..... پس جہاں تک استغفار اور تسبیح اور تحمید کا تعلق ہے، سورۂ نصر میں فتح کے نتیجے میں ان امور کی طرف توجہ دلائی گئی۔ اور فتح کے وعدے کے انتظار میں، وعدے کے پورا ہونے کے انتظار میں بھی اسی مضمون کی طرف توجہ دلائی گئی لیکن وہاں تسبیح اور تحمید کے بعد استغفار کا ذکر ہے، یہاں تسبیح و تحمید سے پہلے استغفار کا ذکر ہے۔ اور اس سے پہلے صبر کی نصیحت کا اضافہ فرما دیا گیا۔

اس پر غور کرنے سے بہت سے نکات ہاتھ آتے ہیں اور فتح و نصرت کو قریب تر لانے کے لئے جو اسباب ہیں، ان پر نظر پڑتی ہے۔ اور انسان اس مضمون کو سمجھنے کے بعد پہلے سے بہتر دعوت الی اللہ کرنے کا اہل ہو جاتا ہے۔

چنانچہ بہت سے دوست، جو مجھ سے پوچھتے ہیں کہ دعوت الی اللہ تو ہم کر رہے ہیں لیکن ہماری دعوت کو پھل نہیں لگتا۔ جبکہ اور بہت سے ہیں، جو دعوت الی اللہ کا کام کرتے ہیں، ہم سے کم وقت دیتے ہیں اور بظاہر علم میں بھی ہم سے زیادہ نہیں مگر ان کی دعوت کو پھل لگتا ہے۔ اس کا کیا علاج ہے؟ قرآن کریم کی اس آیت پر غور کرنے سے اس کا علاج سمجھ میں آجاتا ہے۔ خدا نے جس نصرت کا وعدہ فرمایا ہے کہ جوق در جوق لوگ دین اسلام میں داخل ہوں گے، اس نصرت سے پہلے سب سے پہلے صبر کی تلقین فرمائی گئی۔ فرمایا کہ صبر کرنے والوں کے سوا اس عظیم الشان فتح کو دوسرے لوگ نہیں دیکھ سکتے۔ اور یہ فتح صبر کرنے والوں کے مقدر میں لکھی گئی ہے۔ اس لئے صبر کے مضمون کو سب سے زیادہ اس میں اہمیت ہے۔

وجہ یہ ہے کہ جب بھی غیر سے مقابلہ ہوتا ہے، جیسا کہ دوسری آیت اس مضمون کو اور کھول دے گی تو اس مقابلے میں دنیا کی نظر کے لحاظ سے ایک طرف انتہائی کمزوری اور ایک طرف انتہائی بڑی طاقت ہوتی ہے۔ اور کمزوری کو وعدہ دیا جا رہا ہے کہ وہ طاقت پہ غالب آجائے گی۔ اور کمزور لوگ اس وعدے کے انتظار میں خدا سے ایک آس لگائے بیٹھے ہوتے ہیں۔ چنانچہ غالب کے مقابل پر جب کمزور کو کھڑا کر دیا جائے تو کمزور اس مقابلے میں استقلال اختیار کر ہی نہیں سکتا، جب تک اس کے اندر غیر معمولی صبر کی طاقت موجود نہ ہو۔

اور صبر کے اندر دو مضامین ہیں۔ ایک تو یہ کہ ہر قسم کی تکلیف کو برداشت کرتے چلے جانا اور کسی تکلیف کے موقع پر بھی مایوسی کا اظہار نہ کرنا۔ یقین کامل رکھنا کہ میں بہر حال غالب آؤں گا۔ وقت کی بات ہے، اس لئے جیسے کیسے بھی وقت کو کاٹوں۔ کیونکہ بالآخر اس برے وقت نے ٹل جانا ہے اور اچھے وقت نے لازماً آنا ہے۔ پس صبر کے مضمون میں یقین کامل کا مضمون بھی داخل ہے۔ اور وہی لوگ صبر کر سکتے ہیں، جن کا ایمان قوی ہو۔ جو اپنے مقصد کے غلبے پر کامل یقین رکھتے ہوں اور کبھی بھی اس بارے میں متذبذب نہ ہوں۔ کیونکہ یقین اور صبر دونوں کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ جہاں یقین میں کمی آئی، وہیں صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جائے گا"۔

".....صبر کے اس مضمون میں اور بھی بہت سی چیزیں داخل ہیں لیکن اس وقت اس تفصیل میں جانے کا وقت نہیں ہے۔ پہلے بھی بعض مواقع پر صبر کے متعلق میں تفصیلاً بیان کر چکا ہوں۔ ایک بات بہر حال ذہن نشین رکھنی ضروری ہے، ہر دعوت الی اللہ کرنے والے کے لئے کہ صبر کے بغیر نہ دعوت الی اللہ ہو سکتی ہے، نہ صبر کے بغیر فتح کا دن دیکھنا نصیب ہو سکتا ہے۔ صبر کے بغیر انسان اپنی اچھی باتوں پر قائم بھی نہیں رہ سکتا۔ صبر کے بغیر ممکن نہیں ہے کہ انسان مایوسی سے بچ سکے اور اپنی نیکیوں پر استقلال اختیار کر سکے۔ اس لئے صبر بہت ہی ضروری ہے۔ لیکن اس یقین کے ساتھ صبر جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے کہ بالآخر خدا تعالیٰ لازماً فتح کا دن طلوع فرمائے گا"۔

"....بات یہ ہے کہ جو شخص بھی خدا کی طرف بلانے والا ہو، اگر اس کی توجہ اپنی اندرونی صفائی کی طرف نہ ہو تو اس کی دعوت میں طاقت پیدا نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ دعوت کا تعلق اعمال صالحہ سے ہے۔ جتنی کسی کو زیادہ نیکی کی توفیق ملتی ہے، اتنا ہی اس کی بات میں وزن پیدا ہو جاتا ہے۔ جتنا ہلکا اور کھوکھلا انسان ہو، خواہ وہ کیسی ہی عمدہ تقریریں کرنے والا ہو، دلائل میں کیسا ہی غالب آنے کی اہلیت رکھتا ہو، اس کی بات میں قوت پیدا نہیں ہوتی۔ اس لئے تبلیغ کرنے والوں کے لئے یہ راز سمجھنا بہت ضروری ہے کہ ان کو اعمال صالحہ کی طرف لازماً توجہ کرنی ہوگی۔

اعمال صالحہ کا مضمون تو لامتناہی ہے۔ ایک انسان ایک وقت کسی حالت میں ہے، دوسرے وقت کسی حالت میں ہے، تیسرے وقت کسی حالت میں ہے۔ اگر وہ مسلسل بھی ترقی کر رہا ہو تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے عمل صالح کا آخری مقام حاصل کر لیا۔ اس لئے یہ شرط نہیں لگائی جا سکتی کہ جب تک عمل صالح کامل نہ ہو جائے، اس وقت تک تم تبلیغ نہ شروع کرو۔ اگر یہ شرط لگ جائے تو خدا کے بعض معصوم بندوں

کے سوا دنیا میں کوئی کسی کو تبلیغ نہ کر سکے۔اس لئے یہاں شرط یہ رکھ دی واستغفر لذنبک کامل طور پر حسین عمل تمہیں نصیب نہیں بھی ہوئے تو استغفار تو کرو، اپنی کمزوریوں کی طرف توجہ تو کرو۔ یہ تو سوچا کرو کہ تم میں کیا کیا خامیاں ہیں؟ اپنے اندرونے کی طرف نگاہ رکھو اور پھر خدا سے مدد مانگتے رہو۔ اگر تم یہ کرنا شروع کر دو تو پھر تمہاری دعوت میں طاقت پیدا ہو جائے گی۔ کیونکہ اس کے نتیجے میں پھر خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ فتح کا دن لازماً آئے گا۔

استغفار کا نصیحت کے ساتھ ایک اور بھی بڑا گہرا تعلق ہے، جسے اکثر لوگ بھلا دیتے ہیں۔ وہ لوگ، جن کی نظریں دوسروں کی برائیاں تلاش کرنے کی طرف رہتی ہیں، وہ نصیحت کی اہلیت ہی نہیں رکھتے۔ان کی باتوں میں تیزی پیدا ہو جاتی ہے، وہ تلوار کی طرح کاٹنے والی باتیں ہوتی ہیں، وہ زہر سے سارے وجود کو بھر دیتی ہیں اور جس کو بھی وہ نصیحت کرتے ہیں، اس نصیحت سے وہ تکلیف پہنچاتے ہیں، اس کی اصلاح کی اہلیت نہیں رکھتے"۔

".....اس لئے نصیحت کس کی کامیاب ہوتی ہے اور کس کی نہیں ہوتی؟ اس کا راز یہاں بیان فرمایا گیا۔ وہ لوگ، جن کی نظر اپنے تک رہتی ہے، اپنی برائیاں تلاش کرتے رہتے ہیں، اپنی کمزوریاں دیکھتے رہتے ہیں اور خدا سے مدد مانگتے رہتے ہیں کہ اے خدا! ہم تو بہت ہی کمزور ہیں، بہت ہی گناہ گار ہیں، جو کام تو نے سارے عالم کو نصیحت کرنے کا ہمارے سپرد فرما دیا، اس کام کی ہم اہلیت نہیں رکھتے۔ کیونکہ ہم اندر سے داغدار ہیں اور تجھ سے بہتر اور کوئی نہیں ہے، جو ہمارے گناہوں پر نظر رکھتا ہے اور ہمارے گناہوں کو جانتا ہے۔اس لئے تیرے حکم کے تابع ہم نصیحت کر رہے ہیں۔اس زعم میں نصیحت نہیں کر رہے کہ ہم نصیحت کے اہل ہیں۔ تیرے ارشاد کی تعمیل میں ہم دعوت الی اللہ کے لئے نکلے ہیں۔اس برتے اور اس زعم پر نہیں کہ ہم اتنے ولی اللہ بن چکے ہیں کہ ہم لوگوں کو اپنی طرف بلائیں۔ یہ جو انکسار ہے طبیعت کا، یہ دعوت الی اللہ میں طاقت پیدا کرتا ہے۔

یہ انکسار جو ہے طبیعت کا، یہ استغفار کی طرف کثرت سے مائل کرتا ہے۔اور ایسا انسان، جو مؤثر داعی الی اللہ بننا چاہے، اس نکتے کو نظر انداز کر کے وہ کبھی مؤثر داعی الی اللہ نہیں بن سکتا۔ آپ کے اندر جو Humility، انکسار ہونا چاہئے، جس سے بات میں اثر پیدا ہوتا ہے اور بات میں مٹھاس پیدا ہوتی ہے، اس مضمون کی طرف خدا نے توجہ فرمائی ہے کہ واستغفر لذنبک ہمہ وقت، ہر دم اپنے گناہوں کی طرف متوجہ رہ اور خدا تعالیٰ سے ان کی بخشش کے لئے طلب گار رہ۔اس کے نتیجے میں تسبیح وتحمید کا مضمون خود بخود

ابھرتا ہے۔ جب انسان اپنے آپ کو گناہوں سے پاک نہیں دیکھتا اور خوبیوں سے خالی پاتا ہے تو اس کے نتیجے میں ایک ہی ذات اس کے لئے باقی رہ جاتی ہے، جو سب گناہوں سے پاک ہے اور ساری خوبیوں سے مرصع ہے یعنی خدا تعالیٰ۔ پس اپنی نفی کے نتیجے میں خدا کا اثبات پیدا ہوتا ہے"۔

"..... تو استغفار ذنب کے ساتھ تسبیح وتحمید کے مضمون کا ایک نہ ٹوٹنے والا تعلق ہے۔ اور Inverse Proportion ہے۔ ان کی یعنی ایک کم ہوگا تو دوسرا زیادہ ہو جائے گا، دوسرا کم ہوگا تو پہلا زیادہ ہو جائے۔ جب پہلا زیادہ ہوگا تو دوسرا کم ہو جائے گا۔ بیک وقت دونوں نہیں بڑھتے یعنی انکسار اور تسبیح ان دونوں کا یہ اس قسم کا تعلق ہے کہ اپنے آپ کو کم دیکھیں گے تو خدا زیادہ نظر آئے گا۔ اپنے آپ کو زیادہ دیکھیں گے تو خدا کم نظر آئے گا"۔

".....خدا سے استغفار کرتے ہوئے، اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہوئے، جب پھر انسان کسی دوسرے کو نصیحت کرتا ہے تو اس نصیحت میں خدا کی تسبیح وتحمید کی قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اس انکسار کے نتیجے میں اس کے دل سے تسبیح اٹھتی ہے اور تحمید اٹھتی ہے۔ اور جو باتیں وہ خدا کی طرف منسوب کرتا ہے اور خدا کی طرف بڑے محبت اور پیار سے منسوب کرتا ہے، خدا وہی باتیں اس میں پیدا کرنے لگ جاتا ہے۔ اسی لئے اس کی زبان میں ایک غیر معمولی شان اور غیر معمولی طاقت پیدا ہو جاتی ہے"۔

".....اس کے برعکس کچھ لوگ ہیں، جو خدا کے نام کو پھیلانے والوں کے خلاف ایک مہم کا آغاز کرتے ہیں اور وہ طاقت میں بڑے ہوتے ہیں، وہ جھگڑے میں زیادہ شدید ہوتے ہیں اور بڑی قوت کے ساتھ وہ ان کمزور تھوڑی تعداد کے لوگوں پر حملہ کرتے ہیں جو خدا کی طرف بلانے کا عزم لے کر دنیا میں خدا ہی کی خاطر نکل کھڑے ہوتے ہیں"۔

"....خدا تعالیٰ نے تو ان کو کوئی ایسی دلیل عطا نہیں کی، جس کے نتیجے میں وہ دنیا میں غالب آنے کے خواب وخیال بھی کر سکیں۔ چھوٹی موٹی گھٹیا، ذلیل باتیں ہیں، جو لے کر تم سے جھگڑنے کے لئے نکلے ہیں لیکن سلطان ان کے پاس کوئی نہیں"۔

"......جب سلطان نہیں تو پھر لڑتے کس برتے پہ ہیں؟ ہاتھ میں تلوار ہے، یہ مضمون اس کے اندر شامل کر دیا گیا ہے........اس لئے کہ اپنے آپ کو بڑا سمجھ رہے ہیں۔ جو شخص دنیا کی طاقت رکھتا ہو، دنیا کا غلبہ رکھتا ہو، اس کے اندر ایک کبر پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے، میں بہت بڑا ہوں، مجھے اختیار ہے، جو چاہے، میں کروں"۔

”.....ان کے دل میں کبر ہے لیکن وہ اس کبر کو پا نہیں سکیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ کبر ان کا جاتا رہے گا۔ ان کی ساری طاقتیں چھین لی جائیں گی اور اگر وہ خدا کی مخالفت کے نتیجے میں اور خدا کے پاک بندوں کی مخالفت کے نتیجے میں دنیا میں کسی بڑائی کو چاہتے ہوں اور ان کی مخالفت کے نتیجے میں دنیا والوں سے کوئی داد چاہتے ہوں اور رتبہ چاہتے ہوں اور اپنی طاقت کو بڑھانا چاہتے ہوں، جیسا کہ ہمیشہ جماعت احمدیہ کی مخالفت میں مخالفین کے یہ پیش نظر رہا تو آغاز تو کبر سے ہوا لیکن فرمایا کہ وہ جس مقصد کو چاہتے ہیں، یعنی دنیا کی طاقت کو بڑھانے کے لئے یہ شرارت کرتے ہیں، وہ دنیا کی طاقتوں کو خدا کی جماعتوں کی مخالفت کے ذریعے نہیں پاسکتے۔ بلکہ جو کبر ان کے دل کا ہے، وہ بھی چھین لیا جائے گا۔ وہ دنیا میں ذلیل و رسوا اور نہتے کر دیئے جائیں گے“۔

”....صاف بتا دیا کہ صرف ان کی ناکامی کی پیشگوئی نہیں بلکہ مومنوں کی فتح کی بھی پیشگوئی فرما دی گئی ہے۔ فرمایا: ان کے ہاتھ سے تو ان کا کبر جاتا رہے گا لیکن مومنوں کو وہ فتح ضرور نصیب ہوگی، جس کا وعدہ دیا گیا ہے اور جس فتح کے آخر پر استغفار کی طرف توجہ دلائی گئی۔

پس یہ عجیب خدا کے بندوں کا حال ہے، عجیب نقشہ ہے۔ فرمایا: جب وہ خدا کی خاطر لڑنے کے لئے نکلتے ہیں تو بظاہر کتنے بڑے دشمن ان کے سامنے صف آراء ہوں، وہ صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتے۔ ایک لمحہ کے لئے مایوس نہیں ہوتے اور اپنی بڑائی نہیں سمجھتے بلکہ ہر لمحہ اپنے آپ کو کمزور دیکھتے ہیں اور خدا تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی استغفار کرتے ہوئے، اس کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔ اور ان کے ہتھیار خدا کی تسبیح اور خدا کی تحمید ہیں۔ ان کے مقابل پر ان کا دشمن ہے، اس کے پاس دنیا کی طاقتیں تو موجود ہیں، جس کے نتیجے میں اس کے دل میں کبر پیدا ہو گیا ہے مگر وہ سلطان سے خالی ہیں۔ کوئی ایسی دلیل ان کے پاس نہیں، جو خدا نے ان کو عطا کی ہو اور کوئی غالب آنے والی علامت ان میں موجود نہیں، جس کے نتیجے میں سلطانی عطا کی جاتی۔ اور جو کبر ان کے پاس ہے، ایک وقت ایسا آئے گا کہ خدا اس کبر سے بھی ان کو محروم کر دے گا۔ یعنی کبر کی ظاہری وجہ سے بھی ان کو محروم کر دے گا اور مومنوں کو لازماً فتح عطا کرے گا۔ فرمایا: فاستغفر باللّٰہ پھر استغفار کرو۔

تو مومنوں کے آغاز میں بھی استغفار ہے اور انجام میں بھی استغفار ہے۔ اور بہت سے مضامین کے علاوہ اس کی ایک وجہ یہ ہے، جسے جماعت احمدیہ کو ہمیشہ ملحوظ رکھنا چاہئے کہ اگر آغاز میں انکسار سچا تھا تو فتح کے بعد دل میں یہ خیال نہیں پیدا ہونا چاہئے کہ ہم نے یہ چالاکی کی تھی، ہم نے ایسی زبردست لڑائی کی

تھی، ہم نے یہ ہوشیاری کی تھی، اس لئے خدا نے ہمیں فتح دی۔ بلکہ وہ انکسار قائم رہنا چاہئے۔ مومن کے انکسار کی حالت میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔ فتح سے پہلے بھی اس کے اندر انکسار ہوتا ہے، فتح کے بعد بھی اس میں انکسار ہوتا ہے۔ جب اپنے آپ کو کمزور دیکھتا ہے، اس وقت بھی اس میں انکسار ہوتا ہے۔ جب اپنے آپ کو طاقتور اور غالب دیکھتا ہے، اس وقت بھی اس کے اندر انکسار ہوتا ہے''۔

''......تو فرمایا کہ تمہارا استغفار تبھی معنی رکھے گا، اگر فتح کے بعد بھی قائم رہے۔ اگر فتح سے پہلے کی حالت اور ہو گی اور فتح کے بعد کی حالت اور ہو جائے گی تو تم خدا کی فوج میں داخل ہونے کے اہل نہیں ہو گے۔ اگر تم سچے تھے پہلے کہ تمہاری اپنی طاقتوں سے نہیں بلکہ خدا کے فضل سے ہی تمہیں فتح نصیب ہونی ہے تو اس سچ کو پھر قائم رکھنا اور فتح کے بعد بھی یہ نہ خیال کر لینا کہ تمہاری طاقت کے نتیجے میں، تمہاری ہوشیاریوں کے نتیجے میں، تمہارے منصوبے کے نتیجے میں خدا تعالیٰ نے فتح بخشی ہے بلکہ اپنے اندر کچھ بھی نہ دیکھنا اور خدا کی تسبیح و تحمید میں مصروف رہنا۔

جن قوموں نے غالب آنا ہے، خدا کے نام پر، ان کے لئے تو ضروری ہتھیار ہے۔ اگر وہ ان ہتھیاروں کے بغیر لڑنے کی کوشش کریں گے تو یہ ان کی سادگی کی انتہا ہے۔ وہ کبھی کامیاب نہیں ہوں گے۔ اور اگر وہ ان ہتھیاروں کو سجائیں گے اور ان ہتھیاروں پر بھروسہ کرتے ہوئے صبر کے ساتھ آگے بڑھیں گے تو خدا کا وعدہ ہے کہ سلطان ان کے مقدر میں ہے۔ اور ان کا دشمن ہر سلطان سے محروم کر دیا جائے گا''۔

(مطبوعہ خطبات طاہر جلد 06 صفحہ 837 تا 848)

# آپ نے فجی میں امن کے پیغامبر کے طور پر کام کرنا ہے

## پیغام برموقع جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ فجی منعقدہ 24 تا26 دسمبر 1987ء

بسم اللہ الرحمان الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

عزیز بھائیو اور بہنو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مجھے یہ معلوم کر کے بہت خوشی ہوئی ہے کہ جماعت احمدیہ فجی 24 تا26 دسمبر1987ء کو SUVA میں اپنا جلسہ سالانہ منعقد کر رہی ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس جلسہ کو ہر جہت سے کامیاب اور بابرکت فرمائے۔ آپ کو فجی میں اسلام کے پیغام امن وسلامتی کے پھیلانے کے لئے ایک غیر معمولی جوش اور ولولہ عطا ہو۔

مذہب کے بارہ میں یہ جو جاہلانہ تصور ہے کہ اس سے فساد پھیلتے ہیں اور آپس میں نفرت پیدا ہوتی ہے، اس تصور کو جماعت احمدیہ نے نہ صرف اپنی زبان سے بلکہ اپنے عمل سے ثابت کرنا ہے کہ جھوٹا ہے اور یہ ثابت کرنا ہے کہ مذہب انسانوں کے درمیان امن اور صلح وآشتی بڑھانے کا موجب ہے۔ اس کے برعکس یہ تصور کہ مذہب فساد کا موجب بنتا ہے، یہ آج کی کوئی نئی بات نہیں۔ بلکہ قرآن کریم بتاتا ہے کہ خداتعالیٰ کے پہلے خلیفہ کے قائم کرنے پر ہی فرشتوں نے اس کا اظہار کیا تھا۔ مگر خداتعالیٰ نے اس اعتراض کو رد کر دیا۔ فساد ہمیشہ مذہب کے نام پر مذہب دشمن طاقتیں کرتی ہیں۔ اس لئے جو کوئی مذہب کے نام پر فساد کرتا ہے تو اس کا مذہب جھوٹا ہے یا وہ اپنے مذہب کو جھوٹا ثابت کرتا ہے۔

پس میں نہیں چاہتا کہ احمدی کوئی ایسا نمونہ دکھائیں، جس سے اسلام کے پاک نام کو داغ لگے اور اس کی طرف فساد منسوب ہو۔ آج اسلام کا جھنڈا آپ کے ہاتھوں میں ہے، آپ نے فجی میں امن کے

پیغامبر کے طور پر کام کرنا ہے اور سارے فجی کو امن اور صلح سے معمور کرنا ہے۔ خدا تعالیٰ آپ کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

والسلام

خاکسار

(مرزا طاہر احمد)

خلیفۃ المسیح الرابع

(مطبوعہ ہفت روزہ النصر 10 اپریل 1987ء)

# احمدیت اپنی ذات میں نہایت خوبصورت چیز ہے

## ارشادات فرمودہ دوران مجالس عرفان 1986ء

سوال: کیا آپ کے زمانے میں دنیا میں ایک ایسا ملک ہے، جو اسلام کی، جو قرآن کریم میں تعلیم پائی جاتی ہے، اس کے اخلاقی اور اس کے اقتصادی اور اس کے سوشل حصوں پر اس طرح عمل کرتا ہو؟ اگر ہے، وہ کون ہے اور کہاں ہے؟

فرمایا: ''ایک بھی ایسا ملک نہیں دنیا میں۔ لیکن ربوہ، جو جماعت احمدیہ کا مرکز ہے، وہ ایسا مقام ہے، جو اس تصور کے قریب ترین ہے، جو اسلام پیدا کرنا چاہتا ہے۔ لیکن ساتھ ہی میں آپ کو متنبہ کرنا چاہتا ہوں کہ دنیا میں Ideal ہمیشہ خیال میں رہتا ہے، عمل میں دنیا میں آج تک Ideal پیدا نہیں ہوا۔ اعلیٰ سے اعلیٰ سوسائٹی میں بھی کمزوریاں ضرور پائی جاتی ہیں۔ اس لئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس تصور کے قریب پہنچ گئے ہیں۔ اس تصور کو حاصل کر لیا، یہ دنیا میں کوئی دعویٰ نہیں کر سکتا۔ خصوصاً مسلمان تو یہ دعویٰ کر ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ قرآن کریم کے مطابق سب سے اعلیٰ سوسائٹی، جو ظہور میں آئی، وہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں آپ کے ماننے والوں کی تھی۔ اور وہ قرآن بتاتا ہے کہ ان میں منافقین بھی تھے، ان میں جھوٹے الزام لگانے والے بھی تھے، ان میں گنہگار بھی، ان میں ہر قسم کے کمزور انسان بھی تھے۔ تو خدا کا کلام واقعاتی ہے، فرضی نہیں ہے۔ اور انسانی فطرت سے نظر انداز کر کے بات نہیں کرتا۔ اس سے اونچا مقام، جو رسول اللہؐ کے زمانے میں انسان کو حاصل ہوا، اگر کوئی پہنچ کا دعویٰ کرتا ہے تو لازماً جھوٹا ہے، ہمارے نزدیک۔ اس لئے میں بھی یہ دعویٰ نہیں کرتا۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ بڑی دیانتداری کے ساتھ اگر کسی ایک شہر میں آپ اسلام کے نمونے پر عمل پیرا ہوتے لوگوں کو دیکھنا چاہتے ہیں تو وہ ربوہ ہے۔ وہاں تشریف لے جائیں، جائزہ لیں تو خود آپ کا دل بتا دے گا کہ یہاں دیانتداری کے ساتھ یہ لوگ اس بات پر عمل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ معاشرہ بھی اس طرح کا ہے، اقتصادیات بھی اس سے ملتی جلتی ہے۔ سودی نظام نہیں۔ غریب کی نگہبانی ہے۔ سردیوں میں غریب کو کپڑے ملتے ہیں، بغیر مانگے۔ اس کی گندم کی ضرورت پوری کی جاتی ہے۔ گرمیوں میں اس کی ضرورت پوری کی جاتی ہے۔ ہونہار طالب علموں کو انتہائی

مقام تک تعلیم کے لئے مواقع مہیا کئے جاتے ہیں۔کوشش کی جاتی ہے کہ کوئی کسی سے زیادتی اور ظلم نہ کرے۔عدالتوں میں کسی کو چارہ جوئی ہو یا نہ ہو، اگر قضا میں وہ جاتا ہے تو وہاں اس کی چارہ جوئی کی کوشش کی جاتی ہے۔کوئی نہیں مانتا تو اس کو جماعت سے خارج کیا جاتا ہے۔تو جہاں تک دیانت دارانہ کوشش کا تعلق ہے، ربوہ میں اسلامی نظام کو نافذ کرنے کی نہایت دیانت دارانہ کوشش کی جارہی ہے"۔

(مطبوعہ ہفت روزہ النصر 9اکتوبر1987ء، بشکریہ اخبار احمدیہ مغربی جرمنی)

## 13 جون

سوال: آج جب آپ کے خدام لٹریچر تقسیم کر رہے تھے تو میں نے اور میری لڑکی نے دیکھا کہ بعض ڈچ لوگوں نے اچھا سلوک نہیں کیا تو میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا آپ لوگ اس معاملہ میں ہالینڈ میں مشکلات محسوس کرتے ہیں یا نہیں؟

فرمایا: "ہمارا عمومی تأثر یہ ہے کہ ہالینڈ کے لوگ بہت ہی شریف لوگ ہیں اور مذہبی آزادی کے اصول کو تسلیم کرتے ہیں۔خواہ مذہب میں دلچسپی نہ بھی ہو تو تب بھی مذہبی لوگوں کی راہ میں حائل نہیں ہوتے۔ان کو اپنا معاملہ سمجھنے دیتے ہیں۔ہم نے ہزار ہا لٹریچر تقسیم کیا ہے اور ہوسکتا ہے، ایک دو آدمیوں نے ایسا کیا ہو۔لیکن اس سے ملکی طور پر بد اثر نہیں پڑنا چاہئے اور نہ ہم نے وہ لیا ہے۔ہمیں پتہ ہے، بعض دماغی یا نفسیاتی مریض ہوتے ہیں۔اور اس وجہ سے خوامخواہ ہم ہالینڈ کو بدنام کریں اور یہ سمجھیں کہ ہالینڈ میں مذہبی آزادی نہیں ہے۔ہم اس قسم کے بے وقوف لوگ نہیں کہ غلط تاثر قائم کرلیں۔ہم آپ کے قانون کا احترام کرتے ہیں اور اسے پسندیدگی کی نظر سے دیکھتے ہیں۔اور آپ کی قوم بھی مذہبی آزادی کے اصول پر قائم دکھائی دے رہی ہے۔

دوسرے یہ کہ تکلیف کا احساس تو ایک نسبتی چیز ہے۔اگر انسان برے حال سے اچھے حال میں آئے تو اسے لطف آتا ہے۔کہ میں بڑے اچھے حال میں آگیا ہوں۔کچھ دیر کے بعد اگر اس سے بھی اچھے حال میں چلا جائے تو پہلے حال کو نسبتاً تکلیف والا حال سمجھتا ہے۔ہمارے اکثر دوست، جنہوں نے یہ اشتہار تقسیم کیا ہے، وہ پاکستان سے آئے ہیں۔اور اگر پاکستان میں تقسیم کر رہے ہوتے تو نصف گھنٹے کے اندر اندر سب نے جیل پہنچا ہونا تھا۔اس لئے آپ کے بے حد ممنون ہیں اور حیران ہیں کہ آپ نے کیوں ان پر سختی نہیں کی"۔

(مطبوعہ ضمیمہ ماہنامہ انصار اللہ اکتوبر1987ء)

**29 ستمبر**

سوال: عرب حکومت نے احمدیوں کے حج ادا کرنے پر پابندی لگادی ہے۔ اس سلسلے میں جماعت کیا کر رہی ہے؟

فرمایا: ”جماعت ہر جگہ عربوں سے رابطہ قائم کر رہی ہے، خاص طور عرب علماء سے۔ جو لوگ براہ راست اس فعل کے ذمہ دار ہیں، ان کو قرآن کریم کے الفاظ میں تنبیہی خطوط لکھے جا رہے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ جلد ہی یہ صورت حال بدل جائے گی۔ کیونکہ عرب اللہ تعالیٰ کے فضل سے کثرت سے احمدیت قبول کر رہے ہیں۔ پچھلے سال جتنے عربوں نے احمدیت قبول کی ہے، اس سے نصف نے بھی گزشتہ دس سال میں نہیں کی تھی۔ اور احمدیت قبول کرنے والے افراد میں ہر طبقہ کے لوگ شامل ہیں۔ بلکہ وہ لوگ زیادہ ہیں، جو اپنے معاشرے میں معزز اور معتبر سمجھے جاتے ہیں۔

حال ہی میں ناروے میں مقیم دو صحافی، جن میں سے ایک کا تعلق عراق سے اور دوسرے کا مراکش سے ہے، احمدی ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک اپنے علاقے یعنی شمالی افریقہ میں اہل قلم اصحاب میں کافی مشہور ہیں۔ میں ان سے ملا ہوں، میں نے انہیں نہایت ذہین پایا ہے۔ وہ عربی، فرنچ اور انگلش پر مادری زبان کی طرح عبور رکھتے ہیں اور بیک وقت میری تقریر کا تین زبانوں میں ترجمہ کر سکتے تھے۔

اسی طرح (یو۔کے) کے گزشتہ جلسہ سالانہ میں اردن کے ایک عرب جن کا نام ابراہیم ابونعب تھا، شرکت کی۔ وہ چند ماہ قبل احمدیت قبول کر چکے تھے۔ وہ اتنی اہم شخصیت کے مالک تھے کہ ان کے احمدیت قبول کرنے پر اردن کے مفتیٔ اعظم نے ٹیلی ویژن پر آ کر احمدیت کے خلاف بیان دیا اور کہا کہ اردن کی اہم شخصیت نے احمدیت قبول کر لی ہے۔ گو ان کا نام نہیں لیا گیا لیکن جو تفصیلات انہوں نے بیان کیں، ان سب کا اطلاق ابراہیم پر ہوتا تھا۔

بہر حال ایک تو یہ ردعمل ہے، ہماری کوششوں کا۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہماری معمولی کوششوں کو بڑے بڑے پھل لگا رہا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ احمدیت کے خلاف اقدام اٹھانے والے دراصل احمدیت کی اصلیت سے بالکل نابلد ہیں۔ اور جو کچھ غلط پراپیگنڈہ ان کے سامنے کیا جاتا ہے، اس سے متاثر ہو جاتے ہیں اور اپنی رائے قائم کر لیتے ہیں۔ حتیٰ کہ جب وہ آپ سے ملتے ہیں تو آپ کو اس سے بالکل الٹ پاتے ہیں، جو آپ کے متعلق کہا گیا تھا۔ اور بعض ان میں سے ایسے بھی ہیں کہ آپ ان کو حقیقت بتانا بھی چاہیں تو وہ سننے کو بالکل تیار نہیں ہوتے۔ اس صورت حال کا ازالہ کرنے کے لئے ہم مختلف کوششیں کر رہے ہیں۔

اس سلسلے میں ہماری پہلی کوشش یہ ہے کہ عربی میں ہر قسم کے موضوع پر کثیر تعداد میں لٹریچر شائع کر رہے ہیں، جو پہلے نہیں ہوا۔ اس لٹریچر کو وسیع پیمانے پر تقسیم کرنے کی ایک سکیم تیار کی ہے، جس کے تحت عرب لیڈرز کی ایک بڑی تعداد کو یہ لٹریچر بھجوایا جا رہا ہے۔

اس سلسلے میں ہمارا دوسرا قدم عربی کا ایک ماہوار رسالہ شائع کرنے کا پروگرام ہے، جس میں ہر قسم کے موضوعات کے مختلف پہلوؤں کو زیر بحث لایا جائے گا۔ جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ اس سکیم کے نیک اثرات ظاہر ہونے شروع ہو چکے ہیں۔ نہ صرف یہ کہ لوگ احمدیت قبول کر رہے ہیں بلکہ کئی دوسرے معنوں میں بھی لوگ احمدیت سے متعارف ہو رہے ہیں"۔

حضور نے فرمایا:۔

"عرب امارتوں میں کئی ایسے شیخ ہیں، جنہوں نے صرف احمدیت کے مخالفین کی باتیں سنیں تھیں، اب انہوں نے احمدیت کا دوسرا رخ دیکھا ہے تو ان کی مخالفت اور تعصب میں کمی ہو رہی ہے۔ ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک عربی قصیدہ لکھ کر متعدد عرب امارتوں میں مختلف لوگوں کو بھجوایا تھا۔ ایک عرب امارت میں یہ قصیدہ وہاں خواتین کے رسالے میں کسی نے چھپوا دیا اور بہت پسند کیا گیا۔ مجھے اس کی اطلاع مل چکی تھی۔ لیکن آج صبح کی ڈاک میں مجھے ایک خط وہاں کے امیر کی بیوی کا موصول ہوا ہے کہ ہمیں اس قسم کا مواد بھجوائیں، ہم اس کو فوراً شائع کروا دیں گے"۔

حضور رحمہ اللہ نے فرمایا کہ

"احمدیت (جو اپنی ذات میں نہایت خوبصورت چیز ہے) کی طرف ہر قسم کی برائی منسوب کی جا چکی ہے، لہٰذا اس صورت حال کو بدلنا پڑے گا۔

اور جہاں تک حج کا تعلق ہے، پوری تاریخ میں ایک شخص کو حج سے روکا گیا تھا اور وہ حضرت اقدس محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات تھی۔ آپ اور آپ کے صحابہ کرامؓ وہ لوگ تھے، جن کو کفار مکہ سے معاہدہ امن کے تحت اس سال حج کرنے سے روک دیا تھا اور کہا تھا کہ اس معاہدہ کی رو سے اگلے سال حج اور عمرہ کے لئے واپس آنا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بالکل مقابلہ نہیں کیا۔ حالانکہ صحابہ کرامؓ بھی واپس جانے کے حق میں نہیں تھے بلکہ آخری سانس تک لڑ کر حج کرنے کے خواہشمند تھے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بات بھی نہیں مانی۔ ہمارے لئے صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل قابل پیروی ہے، باقی باتوں سے ہمیں کوئی سروکار نہیں۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ قدم قرآن کریم کی ان آیات کی

روشنی میں اٹھایا تھا، جن میں یہ حکم ہے کہ تم پر حج صرف اس وقت فرض ہے، جبکہ تمہارا راستہ محفوظ ہو۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے لئے اس وقت حج کا راستہ محفوظ نہیں تھا، اس لئے آپؐ نے مکہ کی جانب ایک قدم بھی نہیں اٹھایا۔ ہم بھی جب تک راستہ ہمارے لئے صاف نہ ہو جائے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی کرتے جائیں گے۔ اور ہمیں یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جو سلوک، اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ سے تھا، وہی اب انشاء اللہ ہمارے ساتھ ہوگا''۔

حضور نے مزید فرمایا:۔

''آپ کو معلوم ہے کہ حج کیوں کیا جاتا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حج اگر قبول ہو جائے گا تو تمہارے ماضی کے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ لیکن اگر اللہ تعالیٰ قبول نہ فرمائے تو یہ ایک بیکار اور ناکام کوشش ہے۔ وہ حج، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجبوری کی وجہ سے نہ کر سکے، اصولاً اس کا ثواب ان کو نہیں ملنا چاہئے تھا۔ لیکن عجیب بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سورۃ الفتح میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے اس حج کے متعلق فرماتا ہے، جو آپ ادا نہ کر سکے، اے اللہ کے نبی اللہ کی خاطر حج سے باز رہنے کا ثواب یہ ہے کہ حج کرنے کی صورت میں صرف تمہارے ماضی کے تمام گناہ معاف ہوتے تھے، اب میں نے تمہارے وہ گناہ بھی معاف کر دیئے ہیں، جو آئندہ ہونے والے تھے۔ نیکی صرف ظاہر طور پر کرنے یا نہ کرنے کا نام نہیں۔ بلکہ نیکی کی اصل جڑھ اللہ تعالیٰ کی مرضی اور رضا کے سامنے سر جھکانا ہے۔ اللہ تعالیٰ بعض اوقات کسی کام کی نیت کرنے سے ہی اس کام کو قبول کر کے اس کا ثواب دے دیتا ہے''۔

فرمایا:۔

''مجھے پورا یقین ہے کہ جب تک سعودی حکومت احمدیوں کو حج کرنے کی اجازت نہیں دیتی۔ مجھے ان لوگوں کے حج کے قبول ہونے میں شک ہو سکتا ہے، جو وہاں حج کرنے جاتے ہیں۔ لیکن مجھے ان احمدیوں کے حج کے قبول ہونے میں کوئی شک نہیں، جو حج کرنے کی تڑپ دل میں رکھتے ہیں اور بوجہ پابندی کے وہاں نہیں جا سکتے''۔

(مطبوعہ ہفت روزہ النصر 25 مارچ 1988ء)

# اشاریہ

1۔ آیات قرآنیہ

2۔ احادیث مبارکہ

3۔ کلید مضامین

4۔ اسماء

5۔ مقامات

6۔ کتابیات

# آیات قرآنیہ

الفاتحة
35,97,133,149,167,169,190,205,
219,221,241,310,331,365,367,369,
413,439,463,497,561,562,625,631,
699,721,729,755,764,799,841
الحمدللّٰہ رب العالمین......(2)117
ایاک نعبدو وایاک نستعین (5)500,764
البقرة
ھدی للمتقین (03)707,728
الذین یو منو ن بالغیب.......(04)504
وبالا خرۃ ھم یو قنون (05)541
واولئک ھم المفلحون (06)622
یخدعون اللّٰہ والذین.... (10)506
واذقال ربک للملا ئکة..... (31)99
واستعینو ابالصبر والصلوة.... (46)269
وا ذیرفع ابراھیم القواعد..... (128)699
ربنا واجعلنا مسلمین لک .... (129)
699,700,703,705,708,709,766
ربنا وابعث فیھم رسولا منھم...(130)
699,701,702
ولکل وجھة ھو مولیھا....(149)809
فاذکرونی اذکرکم.... (153)369
اذاسالک عبادی عنی ....(187)
390,604,750
رب ارنی کیف تحی الموتی(261)732,735
ومانفقتم من نفقة ...... (271)
241-244,247,248,250,257
ان تبدواالصدقت ....(272)
241,244,246,247,256
لیس علیک ھدھم .....(273)
241,248-251,256
آل عمران
405
رب انی نذرت لک ما فی بطنی(36)556
فتقبلہا ربہا بقبول حسن...(38)
700,701,703,705
فی المھد وکہلا(47)613
نحن انصاراللّٰہ.... (53)74,275
لن تنالو االبر.....(93)553,554
واعتصموا بحبل اللّٰہ......(104)
295,296,482,827
ولا تکونوا کالذین......(106)830
کنتم خیر امة اخرجت للناس(111)
597,741

وما تخفی صدورھم اکبر.....(119) 115
اضعافامضعفة....(131) 251
انک لا تخلف المیعاد(195) 508,513
النساء
خلقکم من نفس واحدة (2) 312
ظالمی انفسھم(98) 715
فان العزة للّٰہ جمیعا(140) 823
المائدة
623
تعاونوا علی البروالتقوی.....(03) 624
واتل علیھم نباابنی ادم بالحق(28) 702
فاستبقوا الخیرات(49) 654
یاایھاالرسول بلغ ما انزل الیک.....(68)
97,100,105,106
الانعام
قل ان صلاتی و نسکی......(163) 555
الاعراف
خذوازینتکم عند کل مسجد(32) 723
قل یا یھا النا س انی رسو ل اللّٰہ...(159) 303
الانفال
لو انفقت ما فی الارض جمیعا......(64) 206
التوبة
لیظھرہ علی الدین....(33) 27,327
رضوان من اللّٰہ اکبر....(72) 187
السابقون الاولون....(100) 805
ان اللّٰہ اشتری......(111) 451,455,459
وما کان المؤمنون......(122) 145
یونس
365
لا تبدیل لکلمات اللّٰہ ...(65) 510
ھود
ان الحسنت یذھبن السیات(115) 785,787
یوسف
لا جدیع یوسف .....(95) 540
قل ھذہ سبیلی ادعوا.....(109) 266
الرعد
له معقبت من بین .......(12) 67,363
الا بذکر اللّٰہ تطمئن القلوب(29) 390,439
ابراھیم
لئن شکرتم لا زیدنکم......(8)
238,415,511
یوم تبدل الارض ....(49) 344
النحل
367
ا ن اللّٰہ یامربالعدل......(91) 126
بنی اسرائیل
واذا انعمنا علی الانسان.....(84) 231
الکہف
فلعلک باخع نفسک...(7) 761

مریم
ولم اکن بدعائك رب شقیا( 5 ) 558
اسمه یحییٰ( 8 ) 559
النور
لا شرقیه ولا غربیه ( 36 ) 312,838
الشعرآء
لشرذمة قلیلون........( 55 ) 109
الروم
ظهر الفساد......( 42 ) 302
السجدة
یدعون ربهم خوفا و طمعا..... ( 17 ) 139
الاحزاب
فمنهم من قضی نحبه.....( 24 ) 256,571
سبا
نحن اکثر اموالا و اولادا( 36 ) 607
وماامو الکم ولا اولادکم ....( 38 )
607,609,612
الزمر
للذین احسنوا فی هذه الدنیا....( 11 )
139,141,149,150
المؤمن
انی اخاف ان یبدل دینکم ....( 27 ) 98
واستغفر لذنبك( 56 ) 863
حم السجدة
نحن اولیاؤکم فی الحیوة......( 32 ) 169
ومن احسن قولاً ممن دعا....( 34 ) 232
ادفع بالتی هی احسن....( 35 ) 429
الزخرف
اهم یقسمون رحمت ربك( 33 ) 303
محمد
فهل ینظرون الا الساعة ....( 19 ) 323
الفتح
لیظهره علی الدین کله ( 29 ) 741
محمد رسول الله...( 30 ) 821
الحجرات
ان اکرمکم عندالله.....( 14 ) 259
قٓ
نحن اقرب الیه من حبل الورید( 17 ) 238
الرحمان
کل یوم هو فی شان( 30 ) 392,517
هل جزاء الاحسان.....( 61 )
191,193,199,204
الواقعة
لا یمسه الا المطهرون( 80 ) 134
الحشر
ومن یوق شح نفسه....( 10 ) 332
والتنظر نفس ما قدمت لغد....( 19 )
267,272,470,788,789
ولاتکونو کالذین نسوا الله...( 20 ) 788

الصف

ومن اظلم ممن افترى....( 8 ) 243

هو الذى ارسل رسوله بالهدى ...( 10 ) 497

انصارى الى الله.....( 15 ) 243

الجمعة

38,39,41

يعلمهم الكتاب....( 3 ) 706

واخرين منهم لما يلحقوا بهم ( 04 )

38,349

يايها الذين امنوا اذا نودى......( 10 ) 39

فاذاقضيت الصلوٰة........( 11 ) 40-42

التحريم

نورهم يسعى بين ايديهم( 9 ) 595

الجن

قام عبدالله( 20 ) 765

المدثر

قم فانذر( 03 ) 302

الفجر

65,361

الذين طغوا فى البلاد ( 12 ) 65,361

فاكثروا فيها الفساد( 13 ) 65,361

راضية مرضية.......( 29 ) 45

الضحىٰ

ووجدك ضآلا فهدىٰ....( 8 ) 231

الزلزال

فمن يعمل مثقال ذرة....( 8تا9 ) 699

العصر

والعصر..... بالصبر( 2تا4 )

272,435-437,583,584

# احادیث مبارکہ

من اطاع امیری فقد اطاعنی..... 146,383
ید اللّٰہ علی الجماعۃ 146
الجنۃ تحت اقدام الامہات 262,447
ید اللّٰہ فوق الجماعۃ 281
ان اکرمکم عنداللّٰہ اتقاکم 304
لو اقسم علی اللّٰہ لابرہ اللّٰہ 543
الحکمۃ ضالۃ المؤمن 581,624

## احادیث بالمعنی

خدا تعالیٰ کا معمولی حرکت کو لامتناہی حرکت میں بدلنا 7
تمام فتنوں کا منبع وماویٰ 16
عیسائیت اسلام کے لئے سب سے بڑا خطرہ 29
قیصر وکسریٰ کی خوشخبریاں 38
چوری کرنے پر بیٹی کا بھی ہاتھ کاٹ دینے کا ارشاد 98
وحی کے نزول کا آغاز 100
مظلوم کی دعا کا مقبول ہونا 204
کسر صلیب 213
قیامت کی تیاری کے متعلق استفسار فرمانا 267,272
اگر آج یہ لوگ ہلاک ہو گئے تو قیامت تک عبادت کرنے والا کوئی نہ ہوگا 273,274
ایمان کا ثریا ستارے سے واپس لانا 425,441,616
عاجزی اختیار کرنے والے کی ساتویں آسمان تک رفعت 425
دین کے سورج کا مغرب سے طلوع ہونا 445
نیکی کی ترغیب پر بھی نیکی کرنے کا ثواب 532
کسی کے گھر میں داخل ہونے سے قبل اجازت لینا 581
کشتی کے پیندے میں سوراخ کرنے سے ہلاکت 583
فرشتے دنیا کے حالات کے متعلق ریکارڈ رکھتے ہیں 597
تماشا دیکھنے والے بھی ہلاک ہو جاتے ہیں 625
غربت کے باوجود تکبر کرنے والا خدا تعالیٰ کے نزدیک ناپسندیدہ ترین اشخاص میں سے ہے 778
زبان کی تیزی سے کسی کا حق لے جانے والا جہنم کا ٹکڑا لے جاتا ہے 780
خطبہ حجۃ الوداع 839
انسان کے دل کا خدا تعالیٰ کی دو انگلیوں میں ہونا 851
صلح حدیبیہ، حج نہ کرنا 872

# کلید مضامین

آ

آخرت
149,169,258,308,409,539,542,623
آداب 287
آڈٹ 335-337,383,384
آڈیو وڈیو کیسٹس سکیم 20,
64,117,195,215,216,271,371,377,378,
390,392,393,551,664-667,733,737,783
آرتھوڈوکس چرچ 679
آزادی 367
آزادی حقوق 13
مذہبی آزادی 870
آزمائش (نیز دیکھئے ابتلاء) 760,761
آشتی 167,179,311,312
آمین،تقریب 48,70
آئمۃ الکفر 107

ا

اللہ سبحانہ و تعالیٰ رخدا تعالیٰ
1,29,
30,40,58,61,63,129,137,147,164,167,
189,205,220,230-232,247,248,265,390,
410,468,477,544,594,595,604,623,864
اللہ تعالیٰ کے افضال راحسانات رانعامات
1,4,6-8,11,19,25,32,33,
36,37,56,58,59,63,65,71,73,77,81,85,
86,103,111,112,114,116,122,137,140,
141,143,149,151,153,160,167,170,173,
177,193,198,203-207,219,221-223,237-
239,261,285,313,318,319,332,340,347,
349,351,369-371,401,405,413-415,420,
421,424,443,463,464,475,477,481,485,
488,502,536,561-654,566,575,584,585,
589,590,600,605,615-617,620,622-624,
627,628,631,632,636,637,639,641,642,
644,645,647,651-655,661,665,667-669,
672,673,675,676,682,688,690,693,696,
697,712,714,718,719,722,726,735,739,
743,744,746,765,767,771,780,783,791,
796-803,805,807,808,815,838,848-854
الٰہی سلسلے 657,711,780
الٰہی نظام 369
اولیاء اللہ 340,407,408,409
اہل اللہ 304
بشارت/بشارات الٰہیہ 94,169,187,
285,349,351,523,561-564,715,726
تائید/تائیدات الٰہی 19,261,
419,604,650,660,698,712,737,748,837
تصرف الٰہی 205,206,650,651,850,851

تعلق باللہ 72,134,135, 165,168,
173-176,190,284,312,407-409,411,428,
431,533,575,586,595,599,749,753,758,
768,780,789,794,795,829,830,832-836
تقدیرِ الٰہی 6,9,176,200,261,302,566,
611,620,628,640,655,681,686,690,705,
712,716,717,722,726,744,753,756,762
توجہ الی اللہ 750
توحید
30,32,94,95,125,189,190,218,262,295,
355,447,448,464-467,475,478,482,571
توکل علی اللہ 35,37,38,71,85,
106,127,178,217,280,284,300,302,403,
542,543,548,549,605,716,736,740,797
حبل اللہ 615
حفاظتِ الٰہی 749-751,753,840
حمد باری تعالیٰ
58,86,139,161,167,191,206,216,
219,526,565,566,631,771,861,863-866
خوفِ خدا 336
ذکرِ الٰہی 35,37,
40-42,270,396,439,597,631,793,794
رجوع الی اللہ 184
رحمانیت 743
رحمتِ الٰہی 63,203,204,206,237,303,317
رحیمیت 743
رضائے الٰہی 3,8,28,33,45,170,187,188,
190,247,249,256,304,518,574,873
سنتِ الٰہی 5,58,703
شکرِ الٰہی 4,6,21,58,63,238,239,365,385,
414-416,491,565,589,628,631,676,774
صفاتِ باری تعالیٰ 232,327,352
عشقِ الٰہی 765,776,796
عنایتِ الٰہی 94
غضب/قہرِ الٰہی 698,779
قربِ الٰہی 86,179,188,190,408,526,608
محبتِ الٰہی 1,35,36,40,71,134,139,
175,190,203,217,284,395,410,439,448,
508,518,612,613,750,793,794,828,837
مظہر اللہ 477
نصرتِ الٰہی 275,276,356,694,711,749
ہستی باری تعالیٰ 84,185,314,390-392,673,674
ابتغاء فضل 40-42
ابتلاء/مصائب/تکالیف
8,21,79,97,139,150,168-
170,219,220,324,328,333,349,351,353,
406,489,715,717,721,722,724,743,749
اتحاد 16,343,510,549,615,616,719
اٹالین قوم 213
اجارہ داری 482
اجتماع/اجتماعات 23,73,133,589
اجر 258,532
احترام 287,288
احترام مذہب 424
احتیاط 106

احرار / تحریک احرار 177
احساس کمتری 769,770,777-779,791
احسان 47,57,126,181,
388,454,455,708,709,807
احکام
اسلامی احکام 120
احمدیت / جماعت احمدیہ / سلسلہ احمدیہ
1,2,4-15,19,
20,22,27,29-34,37,41,43,44,47,55,56,
63,65,66,70,73-77,81,85-88,90,93,94,
97,102-106,108,109,111-116,119,121,
122,125,129,133,134,139,141,142,144,
146,150,152,153,156,158,160,163,167-
169,174,176-179,183,184,191,192,194,
197,200,212,215,218,220-223,228,233,
235,239,250,252,255,256,259,261,265,
270,271,273,275,276,279,283,287,288,
290,291,293,296,300,301,304,307-311,
313-315,317-319,323-325,327,328,333-
335,338-340,343,344,347,351,354-356,
358,359,361-363,365,366,369-372,377,
378,386-388,395-398,401,403,405-407,
409,414-416,418-423,427,428,435,441,
442,444,447,449,451-455,459,461,463,
464,468,473-475,478,481,485,487,489,
491-495,498,500,504,507,513,516,517,
525,539,542,549,551,552,558,561-567,
573,577,578,580,584,585,590,591,593,
594,597,599,603,604,609,610-612,614-
622,625,631-643,645,646,649-657,659-
663,666-676,678,682,684,687-690,692,
693-695,697,698,704,711-719,721,724-
726,729-732,734-736,738,739,741,743,
745,747,750,752,757,758,765,767,769-
773,776-780,783-785,787,791,794,802,
803,805-810,813-822,824,827,828,830-
838,841,852-855,857,865,867,871,872
الٰہی جماعت 344
احمدیت کی اشاعت 111
تاریخ احمدیت 487,804
جماعت احمدیہ اور سورۃ جمعہ 38-40
جماعتی ترقی 365,611
جماعتی روایات 287-292
غلبہ احمدیت 401,694,714
احمدیت کی مقبولیت
2,14-16,20,102,103,112,140-
143,156,170-173,175,193-195,198,199,
205,207,208,209,224-227,238,313-315,
415,417-420,423,463,488,516,611,627-
629,656,666,671,676,677,688,689,692,
695,844,845,848-853,855,856,871,872
احیاء
احیائے اسلام 234,323
احیائے موتیٰ 732,735
احیاءِ نو 17,731

اختلاف/اختلافات
283,284,296,414,482,615,616,621
اخراجات 335
اخفاء 245,246,256
اخلاص/خلوص
6,7,15,20,58,89,90,95,158,160,187,
188,238,239,280,300,458,461,467,468,
502,519,525,531,605,616,646,686,687,
691,704,705,713,714,726,805,817,832
اخلاق/اخلاقیات
79,107,108,296,300,361,404,441,
458,468,515,516,526,548,581,724
اخلاق حسنہ 428,624
اخلاق عالیہ 445
اخلاقی برائیاں 579,582,592,593
اخلاقی تعلیم 305
اخلاقی حفاظت 723
بداخلاقی 189,756
حسن خلق 107,108,465
اخوت/بھائی چارہ 167,179,
188,295,296,298,312,447,482,551,620
ادب 288,615,616
ارتداد 13
ارتقاء 390
استعماریت 617
استغفار
285,331,340,402,437,500,781,863-866

استقامت 310,479,482
استقلال 75,127,300,403,860,862
اسلام
10,12,13,17,23,27,
29-32,37,43,45,47,59,63,69,70,80,93,
112,119-121,125,128,138,139,142,160,
164,165,167,168,173-175,179,184,194,
195,197,198,209,210,212,213,217,219,
222,223,227-229,231,233,235,238,260-
262,269,270,272,275,284,293,296,299,
303,304,311-315,321,323,327,347,349,
351,353-356,367-369,377,382,390,396-
398,406,415,416,419,420,427-430,435-
437,441-444,449,464,465,468-473,475-
477,481,482,485,487-489,494,497,509,
515,519,541,553,561,562,565,567,569,
575,580,581,584,586,587,590,611,623,
624,637,652,659,666,672,682,688,704,
723,724,729,730,741,750-752,754,757,
759,765,767,768,772,773,775,777,780
784,797,800,809,833,834,838-840,843-
845,847,850,853-855,859,860,867,869
اسلامی احکام 120
اسلامی اقدار 66,70
اسلامی تعلیمات 69,120,126,790
اسلامی تمدن 467
اسلامی تہذیب 70,119,772

اسلامی دنیا 10,757
اسلامی زندگی 138
اسلامی معاشرہ 121,122,138,869
اسلامی نظام 869,870
احیائے اسلام 234,323
اشاعت اسلام 19,20,279,288,354,380
تبلیغ اسلام 371
ترقی اسلام 721
غلبۂ اسلام
263,347,428,453,499,741,784,787,791
اسوۂ حسنہ 294,401,477,515,
761-765,774-776,790,793,797
اسیر /اسیران راہ مولیٰ 124,352,353,571
اشاعت 20,22,159,160,
184,192,226,229,314,372,376,493,494,
668-673,680,684,685,687,741,787,872
اشاعت اسلام 19,20,279,288,354,380
اشاعت قرآن 89,257,353,354,397,398,679
اشاعت تراجم قرآن 20
احمدیت کی اشاعت 111
نشرواشاعت 12,377
وکالت اشاعت 372,687
اشتراکیت 318,319,675,680,755
اشتعال انگیزی 725,846
اشعار و مصرعے
مجھ کو کیا ملکوں سے میرا ملک ہے سب سے جدا 28
ہے ساعت سعد آئی اسلام کی جنگوں کی 35
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا 38
بہار آئی ہے اس وقت خزاں میں 45
نہ آوے ان کے گھر تک رعب دجال 66
زنہار نہ ہونا طرف ان بے ادبوں کے 105
چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک 108
مجھے پکڑنے پہ قدرت کہاں تجھے صیاد 178
ہمیں پکڑنے کی قدرت کہاں تجھے صیاد 178
بہرہ ہوں میں تو چاہئے دونا ہو التفات 222
عسر ہو یسر ہو، تنگی ہو کہ آسائش ہو 277
کل کے لئے کر آج نہ خست شراب میں 359
نہ آوے ان کے گھر تک رعب دجال 362
الٰہی تیرے فضلوں کو کروں یاد 369
بہار آئی ہے اس وقت خزاں میں 369
عشق اول در دل معشوق پیدا می شود 443
ہم نے اسلام کو خود تجربہ کر کے دیکھا 469
آگ ہے پر آگ سے وہ سب بچائے جائیں گے 489
تم دیکھو گے انہی سے قطرات محبت ٹپکیں گے 526,686
ہم ہوئے خیر امم تجھ سے ہی اے خیر رسلؐ! 532
آ رہی ہے اب تو خوشبو میرے یوسف کی مجھے 540
ہیں تری پیاری نگاہیں دلبرا اک تیغ تیز 565
یہ زخم تمہارے سینوں کے بن جائیں گے رشک چمن اک دن
571
اسمعو صوت السمآء جاء المسیح جاء المسیح 661
آئینہ تیری قدر کیا جانے 692
اگر خواہی دلیل عاشقش باش 764
اصلاح 15,80,247-249,258,267,
321,388,390,428,430,470,587

اصلاح احوال 387,431,621
اصلاح اعمال 396,429
اصلاح معاشرہ 582,615,776,780,781,788
اصلاح نفس 256,363,389,429,444,733,793
اصول 724
اطاعت 59,146,272,283,284,303,383,
384,392,507,556,608,615,616,620,835
اطفال الاحمدیہ 313,383,451,549
اظہار خوشنودی 61
اعتراض/اعتراضات 303,367,390,399,
417,492,493,651,672,675,736,828
اعتکاف 646
اعتماد 717
بے اعتمادی 716,751
خوداعتمادی 740
اعزاز 481
افاضہ خیر 598
افتتاح 34-36,38,219
افرادی قوت 533
اقتصادیات 755
اقتدار 66,444,592
اسلامی اقتدار 66,70
مذہبی اقتدار 428
اقوام متحدہ 39
اکاؤنٹس 382
اکثریت
عددی اکثریت 327,328,607
البانین قوم 561
الفت 295,296
الہام/الہامات/وحی 481,562
جماعت کو ریت کے ذروں کی طرح دکھانا.....27
روس میں جماعت ریت کے ذروں کی طرح......27
دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا......28
میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا
28,365,629
وسع مکانک 37,150,193
زندگی کے فیشن سے دور جا پڑے ہیں 466
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پناہ گزین ہوئے قلعہ ہند میں 481
آگ ہماری غلام بلکہ ہمارے غلاموں کی غلام ہے 489
دوشنبہ ہے، مبارک دوشنبہ 562
بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے 627,628
الیس اللہ بکاف عبدہ 638
فری میسن مسلط نہیں کئے جائیں گے 836
الیکٹرانک میڈیا 668,669,672
امارت 620
صدارت یا امارت کا نظام 273
امام/آئمہ/امامت 471-473
امام مہدی 17,39,556,667
آئمۃ الکفر 107
امانت 97,98,145
امانت فنڈ 380
امت
امت محمدیہ/مسلمہ 98,296,304
امت واحدہ 404,477,551,552,621,622

خیرامت 597,741
امتحان (نیز دیکھئے ابتلاء) 760
امر بالمعروف 352,624,741
املاک
جماعتی املاک کی حفاظت 382
امن 167,168,179,188,308,
312,368,406,435-437,439,482,515,516,
548,623,725,756-758,765,850,867,868
انانیت 622
انبیاءؑ/نبی/رسل/رسول/نبوت/رسالت
10,32,74,100,101,105,106,108,164,
187,247,250,295,307,362,402,408,498,
554-557,571,607,623,657,699,700,702,
703,705,707,709,716,722,727,731,732,
735,736,738,741,758,759,765,766,768,
770,773,777,778,827,832,835,838,839
تاریخ انبیاء 352
ظہور انبیاء 716
قصص الانبیاء 105
انتشار/منتشر 388
انتقام 234,235
انجام 411
انذار 242,243
انس 181
انصاراللہ (مقام،فرائض،ذمہ داریاں) 7,
53,73-78,82-84,192,259,273,275,277,
283,284,313,383,451,474,531,549,749
انصاف 758
انعام/انعامات 55,169,588
انفاق فی سبیل اللہ 87,243-252,358,
359,372,410,451,455,745,774
انقلاب 3,81,93,94,125,173,174,
200,324,343,344,366,495,533,584,592,
661,751,771,777,778,796,797,856,858
روحانی انقلاب 365,403,593
انکسار/انکساری (نیز دیکھئے عاجزی/عجز)
100,188,206,499,587,588,608,622,
705,709,739,750,774,781,796,863-866
انگریزی ترجمہ کی ہدایت 69
انگریزی زبان کے بارے میں اصولی ہدایت 91
اولاد
تربیت اولاد 67,262,411,414,
559,612,787-790,794,795
اولیاءاللہ 340,407-409
اہل اللہ 304
ایثار 100,101,192,397
ایذاء 421
ایذاءدہی 12,13
ایکسلاریشن 3,6,858
ایمان/ایمانیات 8,58,78,149,
325,329,425,441,458,583,594,607,608,
612,616,623,624,715,723,724,769,835
ایمان بالغیب 504,508,544

ب

بادشاہت 627,628

بخل 332,333

بد

بداخلاقی 189,756

بددیانتی 335,336,338

بدصورتی 179

بدظنی 716,780

بدعادات 579,582,583

بدمذہب 637,662

بدمعاشرہ 783,785

بدنظمی 414

بدعت/بدعات 94

بدھمت/ازم 367,839

بدی/برائی 48,115,478,583,845

اخلاقی برائیاں 579,582,592,593

معاشرتی برائیاں 791

برتھ ڈے(نیز دیکھئے سالگرہ) 47,48

برداشت 721,738

برکت/برکات

2,35,65,93,109,114,202,238,241,
252-254,276,281,284,297,300,318,329,
334,336,337,339-341,345,346,392,401,
558,573,574,588,615,641,713,719,726

بڑائی 769

بشارت/بشارات الٰہیہ 94,169,187,
285,349,351,523,561-564,715,726

بعثت 38,39

بعثت مسیح موعود 187,189

مامور کی بعثت کی غرض 447

بقاء 340

بنی نوع انسان/انسان/انسانیت

14,87,101,107,146,185,189,190,
308,310-312,337,356,405,425,448,479,
489,516,547,583,586,587,597,598,616,
619,631,691,699,715,722,741,755,756,
758-762,767,768,774,796,797,801,831

انسانی فطرت 321

پیدائش انسانی 31

انسانی ہمدردی 482

بھائی چارہ(دیکھئے اخوت)

بہشت 189

بے اعتمادی 716,751

بے حیائی 368

بیعت 20,55,
58,63,75,103,117,141-143,171,194-
196,198,199,202,309,315,323,365,370,
371,379,385,386,391,423,442,485,510,
520,532,533,561,562,564,565,610,634,
635,639,640,642-644,651,652,656,660-
664,671,672,692,738,776,777,835,852

شرائط بیعت 40

عہد بیعت 41

بیوت الحمد سکیم 21,746

پ

پاک تبدیلی 777

پاکدامنی 138

پاکیزگی 407,489,580

پردہ 121,122

پردہ پوشی 511,512,709

پروٹسٹنٹ 636

پرورش 432

پریس/پریس کانفرنس(الیکٹرانک و پرنٹ میڈیا)

89,113,142,175,195,183,197,198,212,
226-228,309,414,418,421,422,562,592,
676,679,682-685,697,842,844,850,851

الیکٹرانک میڈیا 668,669,672

پرنٹ میڈیا 669,670,673

پریس اینڈ پبلیکشن سیل 686

پوپ 213,214

پیار(دیکھئے محبت)

پیدائش

پیدائش انسانی 31

پیشگوئی/پیشگوئیاں

پیشگوئی مصلح موعود 323,324

ت

تاثیر/تاثیرات 98

تاثیرات روحانیہ 93

تاریخ 12,14,233,762,767,800,802

تاریخ احمدیت 487,804

تاریخ انبیاء 352

تاریخ عالم 93

تاریخ مذاہب 539,607,758,759

تاوازم 840

تائید/تائیدات الٰہی 19,261,
419,604,650,660,698,712,737,748,837

تباہی(دیکھئے ہلاکت)

تبدیلی

پاک تبدیلی 777

روحانی تبدیلی 340

تبشیر

وکالت تبشیر 378,392,513

تبلیغ/دعوت الی اللہ

2,3,5-7,11,12,15,23-25,27,29,37,43,
55,58,59,63,67,75,76,78-84,94,97-109,
111,112,116,117,127,133-135,140-142,
145-147,150,156,159,171,172,174,194,
195,197,200-203,205,210,213-216,232,
259-261,265,266,279,280,284,289,290,
292,293,296,298-300,308-311,314,318,
345,346,363,370,371,377-379,381,382,
385-387,390-393,396,397,403,404,410,
416,420,427,441,444,470,479,481,482,
494,510,513,515,519-523,525,530,531,
536,541,547,549,550,557,561-563,567,
575,585,600,611,615,634,637,640,642,
644-649,656-659,661,664,665,672,704,
729-735,737-739,741,752,767,770,773,
815-820,824,829,837,854-857,859-863

تبلیغ اسلام 371
تثلیث 189,213
تجارت 380,381,591
تجزیہ 289
تجدید دین 70
تحریک/ تحریکات 340,714
احرار/ تحریک احرار 177
تحریک شدھی 693,694
تحریک جدید
53,85,241,251-254,258,451-453,455-
459,464,487,532,536,632,689,802-811
دفاتر تحریک جدید
دفتر اول 254,255,451-455,803-806
دفتر دوم 451,452,804
دفتر سوم 451,452,804
دفتر چہارم 258,451,452,456,804
وکالت اشاعت 372,687
وکالت تبشیر 378,392,513
شعبہ جائیداد 288,289
شعبہ سمعی وبصری 663,664
ٹرکش ڈیسک 372,689
چائنیز ڈیسک 372,687,688
رشین ڈیسک 372,688
سپینش ڈیسک 377
عریبک ڈیسک 372,690
فرنچ ڈیسک 372
تحفظ 368
تحفظات 755
تحمل 738
تخلیق 179
تخلیق آدم 99,104
تدبر 361
تدبیر 65,834
تذلل 304
تربیت
7,66,67,75,77,79,82,83,
119,122,130,145,146,162,215,259,267-
274,291,312,313,362,376,377,398,407,
410,427,429-433,448,464,467-471,473,
515,516,531,574,575,611,613,617,641,
649,701,703,707,708,719,732,734,735,
739,765,784-786,804,805,809,834,859
تربیت اولاد 67,262,411,414,
559,612,787-790,794,795
تربیت نفس 284
ترجمہ/ تراجم 162,314,377,494,652
انگریزی ترجمہ کی ہدایت 69
تراجم قرآن کریم 87,88,
196,213,257,351-353,355,357,358,
372,389,391,488,489,493,675,678-684
اشاعت تراجم قرآن 20
تراجم کتب حضرت اقدس مسیح موعودؑ 88
تراجم کتب 20,313

ترقی/ترقیات
1,2,5-8,32,65,76,84,116,157,158,160,
178,200,239,281,284,301,349,361,416,
443,453,463,488,499,515,541,565,573,
718,719,754,766,802,803,805,807,822
ترقی اسلام 721
جماعتی ترقی 365,611
مادی ترقی 66
تزکیہ 573,574,707
تزکیہ نفس 285,526,706
تشدد 31,406
تصرف الٰہی 205,206,650,651,850,851
تصنع 70
تصویر/تصاویر 393,671
تعاون 59,284
عدم تعاون 283
تعدی 101
تعلق
تعلق باللہ 72,134,135,165,168,
173-176,190,284,312,407-409,411,428,
431,533,575,586,595,599,749,753,758,
768,780,789,794,795,829,830,832-836
قلبی تعلق 83
تعلیم/تعلیمات 15,16,30,130,
145,158,184,259,310,377,432,467,531,
547,580,581,624,691,735,847,869,870
اخلاقی تعلیم 305
اسلامی تعلیمات 69,120,126,790
پاکیزہ تعلیم 641
تعلیم القرآن 381
تفریق 768,779
تفسیر 323
تفسیر سورۃ فاتحہ 167
تفسیر سورۃ جمعہ 38-42
تفسیر قرآن 347
تقدیر 137,202,203,301,499,523,542,856
تقدیر الٰہی 6,9,176,200,261,302,566,
611,620,628,640,655,681,686,690,705,
712,716,717,722,726,744,753,756,762
تقدیر مبرم 127
تقریب/تقریبات
آمین، تقریب 48,70
تقویٰ
1,3,107,177,187,196,259,280,
291,304,325,327-329,331-337,339-341,
343,347,473,478,479,502,519,520,525,
526,551,552,566,574,596,604,616,621,
624,625,703,704,707,709,736,758,772-
774,789,792,793,795,811,834,835,837
تقویت 420
تکبر/متکبر 222,607,608,611,
694,769,772,774,776,778,864,865
تکفیر 13
تکلف 69

تکلیف/تکالیف (دیکھئے ابتلاء)
تمدن 465,466,592
اسلامی تمدن 467
تنبیہ 98,102,334,335,347,407,
578,618,621,625,780,786
تنظیمیں
جماعتی رذیلی تنظیمیں (نیز دیکھئے انصاراللہ،اطفال الاحمدیہ،خدام الاحمدیہ،لجنہ اماءاللہ،ناصرات)
273,383,384,451,474,515
تنقید 123,388
تنگ دستی 767
توبہ (نیز دیکھئے استغفار) 128,700,709
توجہ الی اللہ 750
توحید
30,32,94,95,125,189,190,218,262,295,
355,447,448,464-467,475,478,482,571
توکل علی اللہ 35,37,38,71,85,
106,127,178,217,280,284,300,302,403,
542,543,548,549,605,716,736,740,797
توہمات 269
تہجد 69
تھرڈورلڈ 293
تہذیب 69,70,119,579
اسلامی تہذیب 70,119,772
مغربی تہذیب 119-121,407,431
ٹ
ٹرکش ڈیسک 372,689
ث
ثابت قدمی/ثبات قدم 8
ج
جامع/جامعیت 146
جامعہ احمدیہ 375,379,690,691,736
جانسوزی 127
جبر 31,101,179,590,844,847
جدوجہد 10,13
جرأت 97,403,525
جرمن قوم 168,181,198,443-445,567
جرنلزم 377
جزا/جزاسزا 10,63,156,392
جلسہ سالانہ 55,57,
61,65,155,187,295,299,301,303,361,
441,515,525,527,547,567,573,631,867
جلسہ صد سالہ جوبلی 373,382,509
جلسہ ہائے سیرت النبیؐ 397,398,692
جلوس 10
جماعت احمدیہ (دیکھئے احمدیت)
جماعتوں کا قیام 2,19,369,370,464,
534-537,632-639,643-645,647,651
جماعتی املاک کی حفاظت 382
جماعتی بینک 380
جماعت اسلامی 693
جمعہ 802
تفسیر سورۃ جمعہ 38-42
جماعت احمدیہ اور سورۃ جمعہ 38-40

جنت 451,460
جنگ/لڑائی/جنگ وجدل 10,81,168,308
آخری جنگ 9
جنگ بدر 273
جنگ عظیم 472
جواب طلبی 729,730
جہاد فی سبیل اللہ 47,48,78,133,134,146,
190,217,269,270,280,284,508,547,716
جھوٹ 15,189,542,543

چ

چائنیز ڈیسک 372,687,688
چرچ 651
آرتھوڈوکس چرچ 679
رومن کیتھولک 140,141,198,
227,228,390,561,636,637
چندہ/چندہ جات (وعدہ،ادائیگی،وصولی)
7,20,21,53,85-89,113,115,142,245,
248,252-254,257,258,331,332,339,340,
370,372,383,388,410,420,452,453,455-
459,485,500-502,504-513,525,530,531,
573,574,603-605,610,695,696,802-810
چینی قوم 213

ح

حال/احوال
اصلاح احوال 387,431,621
حب الوطنی 94
حبل اللہ 615
حج 871-873
مقبول حج 873
حدیث (دیکھئے احادیث مبارکہ)
حرام 339
حسد 85,109,448,517
حسن 855
حسن خلق 107,108,465
حسن سلوک 63,388,431,515,705
حسن ظن 505
حسن عمل 520
حسن قول 520,523
حفاظت 81,97,100,105,
106,290,336,409,478,745
حفاظت الٰہی 749-751,753,840
اخلاقی حفاظت 723
جماعتی املاک کی حفاظت 382
حفظ قرآن 325,329
حق/حقوق 121,291,312
حقوق العباد 304,743,744
آزادی حقوق 13
حکم وعدل 48
حکمت 65,98,100,101,106,361,
581,692,707,734,761,772
حکومت/حکومتیں
9,10,14,16,29,307,458,620,651,
653,657,662,670,682,725,730,767
مذہب کے نام پر قائم ہونے والی حکومتیں 9
حکومتی سازش/سازشیں 743,744

حلال 339
حمد باری تعالیٰ
58,86,139,161,167,191,206,216,
219,526,565,566,631,771,861,863-866
حوصلہ 587,791
حیات
حیات بعد الموت 208,392
حیاء
بے حیائی 368

خ

خانہ کعبہ 405,699
خدام الاحمدیہ 7,53,73,75,76,
82,125,133,135,192,273,299,312,329,
331,345,383,403,425,439,443,444,451,
471,474,477,531,549,574,577,589,749
خدمت/خدمات
15,16,19,51,63,90,125,126
139,185,192,304,331,337,351,353,364,
373,441,443,479,516,526,547,596,682
خدمت خلق 310,371,372,381,394,425,691
خدمت دین 448,697,712,713,715,726,728
خدمت قرآن 89,678
خشیت اللہ 616,617
خطبہ 793
خطبہ جمعہ 375,783,784
خطبہ حجۃ الوداع 839
خلاء 491,494
خلوص (دیکھئے اخلاص)
خلوص نیت 392
خلافت/خلافت احمدیہ/خلیفۂ وقت/خلفاء احمدیت
75,112,158,288,383,
392,474,479,515,558,609,610,612,619,
622,650,665,704,747,748,785,802,814-
816,819,822,824,827,828,835,837,857
خواب (دیکھئے رؤیا)
خواہش/خواہشات
نفسانی خواہشات 188
خوبصورتی 179
خوداعتمادی 740
خوف 409
خوف خدا 336
کامل خوف 94
خیر/خیرات 100,188,431
افاضہ خیر 598
مسابقت فی الخیرات 391,457
خیرامت 597,741

د

داعی/داعیان الی اللہ
2,3,23,43,55,58,82-84,94,111,140,
238,260,262,266,280,284,290,292,293,
298,370,386,392,444,485,494,519-521,
525,531,532,534,594,633,634,636,642-
645,655,656,659,660,664,665,667,731,
734,736,738,739,818,854,857-859,863

دجال/دجالیت 29,30,128
درس 325,329
درس قرآن 347
درود شریف 218,258,308,727,764
دشمن/دشمنی 9,10,12,14,80,81,85,125,
150,161,174,178,517,523,632
دعا/دعائیں 24,36,43-
46,49,53,55,58,59,63,65-67,69-72,106,
126,127,135,158,160,161,196,197,202-
204,206,212,214,216-218,220,222,223,
230,232,233,260,262,269,281,284,285,
296-298,300,302,324,325,343,345-347,
352,356,361-363,366,381,382,386,390,
396,397,401-404,408,409,415,416,419,
421,423-425,437,441,442,444,445,448,
453,460,475,482,485,496,499,500,502,
525,526,533,534,537,547-550,558,559,
564-566,575,577,585-588,598,600,601,
604,605,612,614,622,628,634,636,644,
647,660,697-699,701,702,705,707,708,
716,736,738-740,743,751,752,764,766,
781,788,796,797,807,811,817,849,851
قبولیت دعا 86,181,196,203,218,314,
533,599,660,698,706,751,777,849
دفاتر تحریک جدید
دفتر اول 254,255,451-455,803-806
دفتر دوم 451,452,804
دفتر سوم 451,452,804
دفتر چہارم 258,451,452,456,804
دلی وابستگی 83
دکھ 7,14,108,109,149,165,169,354
دنیا 149,188
اسلامی دنیا 10,757
دنیا پرست 222
دنیاداری 66
دوراندیشی 344
دورہ/دورہ جات 678
دورہ امریکہ 747
دورہ شمالی امریکہ 841-860
دورہ سوئٹزرلینڈ 691
دورہ کینیڈا 413-424,427,671
دورہ یورپ
183,185,191,192,194-199,207-212,214,
215,217-235,237,238,463-468,475,729
دولت 177
دہریہ/دہریت 30,135,188,203,227,386,
390-392,417,561,598,666,673,844
دہشت گردی 405,406,580,591
دھوکہ/دھوکہ دہی 506
دیانت/دیانتداری 334,713,751
بددیانتی 335,336,338
دین 790
دین فطرت 838
تجدید دین 70

خدمت دین 448,697,712,713,715,726,728
لادینیت 184,756
دیو بند 12,693

ڈ

ڈاکٹرز 336-339
ڈچ قوم 163

ذ

ذکر الٰہی 35,37,40-42,270,
396,439,597,631,793,794
ذمہ داری/ذمہ داریاں 23,65,74,77,78,125,
160,173,218,232,239,259,261,275,292,
301,302,361,396,439,444,445,447,472,
474,491-493,527-530,537,574,584,619,
620,696,701,713,715,718,730,731,734,
740,741,805,806,809-811,818,822,829
احساس ذمہ داری 752
ذوالقرنین 860
ذہانت 591

ر

رابطہ 290
رابطہ عالم اسلامی 662,723
راز 541
راستی/راست بازی (دیکھئے سچ وصداقت وصدق)
رپورٹ 290,291,379,392,467,731
رجوع الی اللہ 184
رحم 777
رحمانیت 743
رحمت 1,8,20,44,100,101,129,
143,177,401,598,707,708,762
رحمت الٰہی 63,206,203,204,237,303,317
رحیمیت 743
رزق 57,114
رستگاری 324
رسم/رسوم/رسوم ورواج
47-49,69,70,71,94,119
برتھ ڈے 47,48
سالگرہ 70
رضا الٰہی 3,8,28,33,45,170,187,188,
190,247,249,256,304,518,574,873
رشوت 582
رشین ڈیسک 372,688
رعب دجال 66
رفع 198,304
رفعت 441
رمضان المبارک/روزے/صیام 646
رواداری 179
روایات
جماعتی روایات 287-292
روحانی/روحانیت 94,230,269,311
روحانی انقلاب 365,403,593
روحانی تبدیلی 340
روحانی نقصان 723
روحانی خزائن (دیکھئے کتب حضرت اقدس مسیح موعودؑ)
رومن کیتھولک 140,141,198,
227,228,390,561,636,637

رؤیا/کشوف/خواب 58,127,275,276,
349,350,411,502,503,600,646,661
ریاء/ریا کاری 69,243,246,248,713
ز
زبان/زبان دانی (سیکھنا،اہمیت،ضرورت،اشاعت لٹریچر)
378,444,445,460,461,474,737
انگریزی زبان کے بارے میں اصولی ہدایت 91
زکوۃ 380,573
زمانہ جاہلیت 304
زندگی 133
اسلامی زندگی 138
عائلی زندگی 368,436,437,790
زینت 723,743
س
سادگی 69,70
سازش 834
حکومتی سازش/سازشیں 743,744
ساعت 323
سالانہ بجٹ 382,808,810
سالگرہ (نیز دیکھئے برتھ ڈے) 70
سائنس 857
سپینش ڈیسک 377
سچ/سچائی (نیز دیکھئے راستی وصداقت وصدق)
15,280,311,479,625,769,816
سکول 158,159
سکھ مت 422,482,851
سکیم/سکیمیں
آڈیو وڈیو کیسٹس سکیم 20,
64,117,195,215,216,271,371,377,378,
390,392,393,551,664-667,733,737,783
بیوت الحمد سکیم 21,746
سلامتی 188,308
سلسلہ/سلسلے
الٰہی سلسلے 657,711,780
سلسلہ عالیہ احمدیہ (دیکھئے احمدیت)
سنت 47-49
سنت الٰہی 5,58,703
سود 380
سیاست 324,405,487,757,773
سیاسی حالات 379
سیدنا بلال فنڈ 352-354,357-359
سیرت
سیرت النبیؐ
352,396,399,492,758,759,761-764,766,
776,778,779,787,791,793,797,821,839
جلسہ ہائے سیرت النبیؐ 397,398,692
سیرت وسوانح 307
ش
شر 188
شرارت 14
شرافت 769
شرائط بیعت 40
شرک/مشرک/مشرکین 94,189,188,269

شریعت 47,48
شعبہ جائیداد 288,289
شعبہ سمعی وبصری 663,664
شفاعت 761
شفقت 100,101,707
شکر 5,41,63,
129,133,139,143,160,163,167,178,191,
179,206,216,219,354,406,420,424,458,
459,509,511,515,698,756,799,800,802
شکرالٰہی 4,6,21,58,63,238,239,365,385,
414-416,491,565,589,628,631,676,774
شکست 9
شوریٰ/مشاورت
281,287-290,375,376,382,619,837,840
شہادت 67,362,363,372
شہید 66,571
شیطان/شیطانیت 270,542,831-833

ص

صبر 24,55,75,83,100,
127,149,204,269,270,285,435,474,479,
482,525,583,584,721,861,862,865,866
صحابہ کرامؓ
10,38,245,247,279,280,295,477,525
صحابہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ
767,771,804,805,835
صدارت یاامارت کانظام 273
صداقت (دیکھئے راستی وسچ وصدق)
صدرانجمن احمدیہ 53,451,532
صدسالہ احمدیہ جوبلی
21,63,352,369,502,513,517-519,521,
522,527-530,551,632,682,684,685,690
صدصالہ احمدیہ جوبلی منصوبہ 500,534
صدسالہ احمدیہ جوبلی فنڈ
500,504-513,603,604,605,695,745
جلسہ صدسالہ جوبلی 373,382,509
صدق (دیکھئے راستی،سچ،صداقت)
صدقہ/صدقات 48,245,246,431
صفت/صفات
صفات باری تعالیٰ 232 327,352
صفات حسنہ 600
صفائی 580
صلح 311,312

ط

طاقت 134,489,586,766
طالب علم/طلبہ 379,389
طمانیت قلب 439,481,599,600
طہارت 280

ظ

ظالم 246,247
ظلم/مظالم 49,81,101,
111,189,243,244,307,324,367,372,373,
401,421,437,507,571,743,759,761,807
ظن
بدظنی 716,780

حسن ظن 505
ظہور انبیاء 716

## ع

عاجزی/ عجز (نیز دیکھئے انکسار/انکساری) ,100
161,425,441,499,608,731,739,743,772
عادت/عادات 581
بدعادات 579,582,583
عائلی زندگی 368,436,437,790
عائلی معاملات 343
عبادت/عبادات/پرستش
1,6,40,57,79,95,269-271,274,
352,429,431,458,479,575,624,765,802
عبادات سے لاتعلقی 427
عبادت گاہ/عبادت گاہیں 405,406
عبد/عباد
عبد شکور 479
حقوق العباد 304,743,744
عبرت
نشان عبرت 343
عداوت 482
عددی اکثریت 327,328,607
عدل 126,652
عدم تعاون 283
عدم مساوات 748,832
عرب قوم 201
عروج
قوموں کا عروج وزوال 543,578
عربیک ڈیسک 372,690
عزت
حقیقی عزت 259
عزم ,8,15,30,41,44,129
280,443,444,537,791
عزیمت 12
عشق
عشق الٰہی 765,776,796
عشق رسولؐ 395,693,764,765,766,775,777
عشق مسیح موعودؑ 201
عصبیت 304
عظمت 66
عفو/عفوودرگذر 57,515
عقائد 13,310,607
علاج 766
علم/علوم/علماء
121,134,135,173-175,280,467,590,
640,654,659,667,693,724,736,738,827
سائنسی علوم 120
علم کلام 228,738
علمائے سوء 284,741
علم وعرفان 16
علیحدگی پسند 80,81
عمل/اعمال ,123
149,187,247-249,293,427,435,436,583,
594,599,600,609,623,743,855,867,869
اصلاح اعمال 396,429

عمل/اعمال صالح
396,399,607,608,612,862
حسن عمل 520
عنایت الٰہی 94
عہد 234,235,521,717
عہد بیعت 41
عہدہ/عہدیداران 76-78,291,292,
304,388,495,615,618,619,621,711-714
716,717,729,730,731,732,734,749,818
عہدیداران کو ہدایات 293
عیسائی/عیسائیت
13,14,16,28-30,87,94,119,120,140,141,
184,197,198,214,283,284,314,352,367,
390,397,422,476,553,561,567,592,617,
618,623,633,634,636,637,651,652,657,
659,665,674,757,759,819,849,850,851
عید/عیدین 7,69,351,355,362,
569,571,646,689,699,703,727

غ

غربت 529
غریب
غریب پروری 48,515
غضب/قہر الٰہی 698,779
غفلت 73,77,283,292
غلام 717
غلبہ 27,31,39,42-45,120,
146,267-269,272,275-277,279,284,296,
299-301,321,327,328,369,430,431,436,
437,445,485,497-499,509,517,542,552,
559,600,726,775,797,856,857,862,866
غلبہ احمدیت 401,694,714
غلبۂ اسلام 263,347,428,
453,499,741,784,787,791
غلبہ حق 402
روحانی غلبہ 429
غم 8,137,224,225
غوث 42
غیب
ایمان بالغیب 504,508,544
غیرت 108,109,217

ف

فتح/فتوحات 27,29,32,41,43,44,56,81,113,
218,262,267-269,273,276,311,416,428,
429,435,436,441,443,485,516,539-542,
545,598,739,741,776,861-863,865,866
آخری فتح 28
عالمی فتح 31
فتنہ و فساد
13,15,16,98-102,104,105,296,482,867
فراست 794
فرحت 81
فرض/فرائض 447
فرنچ ڈیسک 372
فرنگی محل 12

فری میسنز 837
فسق وفجور 188
فضل (دیکھئے اللہ تعالیٰ کے افضال)
فضیلت 768,770,775
فطرت
انسانی فطرت 321
دین فطرت 838
فقہ 174
فلاح وبہبود 126
فلسفہ 499
فہم قرآن کریم 676
فیشن 466
فیض/فیوض 341
Friday the 10th 41,563,564,565

ق

قانون/قوانین
قانون قدرت 766
قبولیت دعا 86,181,196,203,218,314,
533,599,660,698,706,751,777,849
قحط الرجال 716,717
قرآن کریم 20,
28,30,31,47,66,70,74,78,85,97,98,102,
104,115,125,134,169,205,212,231,241,
247,261,265,269,271,290,296,303,308,
-310,312,323-325,327-329,332,343,344,
349,351,354,362,389,393,396,398,399,
405-408,427,430,431,439,451,470,488,
489,491,493,494,497,521,523,542,558,
573,574,578,583,595,597-599,610,613,
620,623-625,636,652,654,677,684-686,
699,703,706,707,716,727,731,736,744,
751,759-762,765,770,773,774,785-792,
793,797,801,813-816,818,821-823,828,
830,831,833,835-838,859,861,867,869
اشاعت قرآن 89,257,353,354,397,398,679
اشاعت تراجم قرآن 20
تراجم قرآن کریم 87,
88,196,213,257,351-353,355,357,358,
372,389,391,488,489,493,675,678-684
تعلیم القرآن 381
تفسیر قرآن 347
حفظ قرآن 325,329
خدمت قرآن 89,678
درس قرآن 347
فہم قرآن کریم 676
قرب الٰہی 86,179,190,188,408,526,608
قربانی/قربانیاں (روحانی، جانی، مالی، دینی، اولاد اور وقت کی)
7,10,28,31,43,53,57,
66,76,79,85-87,90,94,100,114,115,137,
204,220,235,238,241,242,245-249,251,
253-257,261,299,331-334,340,341,353-
355,357-359,362,372,388,394,397,410,
441,443,451,452,454-461,469,470,474,
475,488,501,502,506,507,509-512,516,

518,525,526,553-555,559,562,573,574,
603-605,608-610,612,614,650,654,657,
685,686,691,695-697,699,702,703,705,
709,714,727,745,746,760,761,765-768,
770,775,776,779,802-808,810,811,859
مقبول قربانی 699-704,707,708
قصص الانبیاء 105
قطب 42
قلب
طمانیت قلب 439,481,599,600
قلبی تعلق 83
قواعد
قواعد وضوابط 288,376
قوت
افرادی قوت 533
قوت جاذبہ 3
قوت قدسی/قدسیہ 93,258,706,717
قول
حسن قول 520,523
قوم/اقوام 719
قومی زندگی 578
البانین قوم 561
اٹالین قوم 213
جرمن قوم 168,181,198,443-445,567
چینی قوم 213
ڈچ قوم 163
عرب قوم 201
قوم واحد 19
یورپین اقوام 591
قہر
غضب/قہر الٰہی 698,779
قیامت 267,323,392,708,721,735,805
ک
کارکن/کارکنان
53,114,333,335,452,619,719
کافر/کفر/انکار 16,31,106,107
آئمۃ الکفر 107
مکفرین 106
کفران نعمت 753
کائنات 31,460,801
کتب
کتب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام 88
کتب سلسلہ 687
کرسمس 69
کریڈٹ 531,532
کسب معاش 57
کشش ثقل 3
کشف (دیکھئے رؤیا/خواب)
کفارہ 31
کلمہ طیبہ 9,10,353,354,372
کمیٹی/سب کمیٹی 288,289
کمیونزم 135,386
کمیونسٹ 314
کنفیوشس ازم 367,840

کھیل 122,138,393,589
کیسٹس
آڈیو وڈیو کیسٹس سکیم 20,
64,117,195,215,216,271,371,377,378,
390,392,393,551,664-667,733,737,783

گ

گناہ 188

ل

لاپرواہی 718
لادینیت 184,756
لائبریری (لائبریریوں کی ضرورت واہمیت وقیام) 737
لجنہ اماء اللہ/ لجنات/ عورت
119-121,129,133,138,192,261,262,
273,299,312,368,383,447,448,451,549
عورت کا مقام 367
لذت/لذات 81,82
لٹریچر (ضرورت،اہمیت،اشاعت)
20,88,89,103,104,111,113,116,117,142,
159,160,174,195,196,214-216,220,224,
309,310,312,314,315,372,376-378,385,
387,389,390,393,474,493,494,536,574,
590,648,649,652,658,665,683-687,688,
690,733,737,756,759,820,845,870,872
تربیتی لٹریچر 471

م

مادہ پرستی/مادیت 222,390,555,846
مادی ترقی 66
مالی تحریک 383
مالی معاملات 388
مالی نظام 473
مامور کی بعثت کی غرض 447
مایوسی 542,722
مبلغ/ مبلغین/مربیان/مبشرین (مقام،فرائض،ذمہ داریاں)
12,14-16,41,
45,76,82,86,102,104,105,108,140,151,
170,171,173,192,197,200,209-211,215,
218,220,221,225,229,234,235,238,259,
270-272,284,315,317,370,371,378,379,
385-389,391-393,414,460,464,489,495,
512,520,531,532,534,547,561-563,575,
632-635,638,640-644,648,650,651,656-
660,664,665,667,670,671,673-675,690,
719,729,732-734,736,737,752,770,773
مبلغین کو ہدایات 385
متقی 492,618
مجمع البحرین 860
محاسبہ 23,300,339,389,789
محاسبہ نفس 332,787,790-792,795,796
محبت (پیار)
55,59,80,101,106,164,167,181,284,
295,296,387,406,408,409,447,515,553-
556,558,600,616,646,717,738,855,859
محبت الٰہی 1,35,36,40,71,134,139,
175,190,203,217,284,395,410,439,448,
508,518,612,613,750,793,794,828,837

باہمی محبت 343
بے لوث محبت 448
کامل محبت 94
محبت رسول 373
محنت 1,43,57,63,160,192,
239,299,411,441,452,533
مخالف/مخالفین/مخالفت
7-10,12-14,20,27,29,32,81,99-102,104-
107,113,114,284,310,312,351,372,373,
379,395,396,402,433,453,458,523,525,
526,604,640-642,644,646,651,657-659,
662,665,666,675,678,685,686,689,694,
698,711-714,716,721,724,725,758-760,
762,802,803,848,849,851,853,864,865
مخلصین 715
مذہب/مذاہب 12,13,69,71,105,
120,135,168,184,227,230,284,309-312,
319,367,390,391,461,465,466,476,482,
487,488,579,590,592,594,599,623,633-
637,651,657,662,741,756,757,759,768,
769,784,785,813,819,838,839,845,867
مذہبی آزادی 870
احترام مذہب 424
مذہبی اقدار 428
بدمذہب 637,662
تاریخ مذاہب 539,607,758,759
موازنہ مذاہب 598
مردانگی 722
مردہ پرستی 30-28
مرکز/مرکزیت 284,388,464,737
مرکزی انجمنیں 451
مسابقت 743,751,809
مسابقت فی الخیرات 391,457
مساوات 303,304,367,465,488,
749,768,769,775,838,839,846
عدم مساوات 748,832
مستشرقین 69,160,399,590
مسجد/مساجد (ضرورت، اہمیت، قیام) 4,21,25,33,
63,141,151,154,163,171,177,179,191,
192,197,211,217,219-221,223-225,317,
318,351,353,365,370,373,397,405,406,
428,471,573,610,640-643,648-651,653-
655,657,663,665,675,689,721-728,738,
743-745,775,785,799,801,802,842,843
مسلم/مسلمان 11-13,70,87,120,141,233,
290,312,471,481,561,562,564,565,580,
590,633,659,665,675,682,688,693,694,
741,758,759,773,780,809,819,827,851
مسئلہ/مسائل 79,137,389,471,712,
756,766,772,818,841-847,850
مشکلات 4
مشن/مشن ہاؤسز (ضرورت، اہمیت، قیام)
5,6,11,12,21,33,34,37,57,137,140
141,150-162,165,167,170-172,176-179,

183,191,192,194,197,206,207,210,211,
213,214,219-225,317-319,334,351,370,
393,397,417,573,590,634-636,643,638,
649,650,651,653,654,667,671,675,822
یورپین مشنز 19
مشورہ 835
مصیبت/مصائب (دیکھئے ابتلاء)
مظاہرہ/مظاہرے 10
مظلوم 571
مظہر اللہ 477
معاش
کسب معاش 57
معاشرہ 65,66,119,311,312,
321,361,465,476,793,869
اسلامی معاشرہ 121,122,138,869
اصلاح معاشرہ 582,615,776,780,781,788
بدمعاشرہ 783,785
مغربی معاشرہ 121
معاشرتی برائیاں 791
معاملہ/معاملات
عائلی معاملات 343
مالی معاملات 388
معبد 707
معبود
باطل معبود 95
معجزہ/معجزات 228,295,599
معرفت
کامل معرفت 94
مغربیت 304,427
مغربی معاشرہ 121
مغفرت 700,715
مغلوب الغضب 738
مفاد 12
مقبول/مقبولیت
احمدیت کی مقبولیت
2,14-16,20,102,103,112,140-
143,156,170-173,175,193-195,198,199,
205,207,208,209,224-227,238,313-315,
415,417-420,423,463,488,516,611,627-
629,656,666,671,676,677,688,689,692,
695,844,845,848-853,855,856,871,872
مقبول حج 873
مقبول قربانی 699-704,707,708
مقصد
مقصد حیات 312
مکفرین 106
ملّا/مولوی/مولویت
135,395,421,471,724,725
ملت واحدہ 466
منافق/منافقین 779
موازنہ مذاہب 598
موت 17
احیاء موتی 732,735
حیات بعد الموت 208,392

مومن/مومنین 137,281,343,451,551,595,
596,598,624,711,712,722,728,779,866
میڈیا
الیکٹرانک میڈیا 668,669,672
پرنٹ میڈیا 669,670,673
ن
نازی ازم 80
ناصرات الاحمدیہ 313,383,451,549
ناموس رسالتؐ 10
نبی/نبوت/رسول (دیکھئے انبیاء)
نجات 14,16,548,757,762,763
ندوۃ العلماء 12
نذر 257,700
نشان/نشانات 8,20
نشان عبرت 343
نشرواشاعت 12,377
نصرت الٰہی 275,276,356,694,711,749
نصرت جہاں آگے بڑھو 371
نصرت جہاں سکیم 20,691,692
نصیحت/نصائح 82,83,578,823,830,831,863
نظافت 580,743
نظام
الٰہی نظام 369
اسلامی نظام 869,870
سودی نظام 846
نظام شمسی 7
صدارت یا امارت کا نظام 273
مالی نظام 473
نظام جماعت (دیکھئے احمدیت)
نظام سے وابستگی 747
نظریہ/نظریات
80,81,287,312,435,592,598,599
نظم وضبط 145,146,184,291,292
بدنظمی 414
نعمت 137
کفران نعمت 753
نفرت 14,16,79,80,188,406,
488,517,843,844,861,867
نفس
اصلاح نفس 256,363,389,429,444,733,793
تربیت نفس 284
تزکیہ نفس 285,526,706
محاسبہ نفس 332,787,790-792,795,796
نفسانی خواہشات 188
نفع 722
نقصان/نقصانات 583,722-725
روحانی نقصان 723
نماز/صلوٰۃ 7,58,66,
67,69,125,269-273,325,329,362,363,
428-430,458,467,471,472,575,764,790
نمودونمائش 69
نوجوان
2,7,16,63,125,126,133,174,176,184,
185,377,386,425,443,467,468,573,592

نہی عن المنکر 352,624,741
نیت 242-244,246-249,337,338
نیک نیتی 15
خلوص نیت 392
نیک/نیکی 48,57,58,63,76,115,478,553,554

و

وابستگی 181,479
دلی وابستگی 83
واقفین زندگی/عارضی
41,158,223,229-231,333,
336,338,371,375,381,557-559,608,611,
637,641,642,648,690,691,694,695,767
وحدت 464
ورلڈ
تھرڈ ورلڈ 293
وصیت 309
وقار عمل 726,728
وکالت اشاعت 372,687
وکالت تبشیر 378,392,513
وسعت/وسعتیں
139-143,149-151,157,161,163,169-173,
178,191,194,196,199,200,205-207,551
وسعت قلبی 443
وطن 94,260
وعدہ/عہد
149,169,178,191,199,327,333,543
ایفائے عہد 502
وعدہ خلافی 542
وفا 285,470
وفاداری 127
وفات مسیح ناصریؑ 198,199,382
وقت 491,493,495
وقت کا ضیاع 492
وقف/وقف زندگی/وقف نو/جائیداد/ آمد/اولاد/عارضی
31,40-42,103,109,
114-116,143,159,192,312,337-339,371,
375,451,455,459,487,535,536,555-559,
567,608-614,632,638,641,644,652,653,
666,689,690,695,700,703-705,708,709
وقف جدید 53,310,331,381,451,471,694
ولی/ولایت 42,407-409,411
ولی اللہ 411,523,863

ہ

ہجرت 57,176
ہدایت 27,73,82,106,107,126,231,
248,249,296,308,405,729,857
انگریزی ترجمہ کی ہدایت 69
انگریزی زبان کے بارے میں اصولی ہدایت 91
عہدیداران کو ہدایات 293
ہستی باری تعالیٰ 84,185,314,390-392,673,674
ہلاکت 67,76,188,308,363,
407,445,489,578,586,615
ہمت 300,791

ہمدردی 107,126,147,295,447,479,599
741,758,759,761,774
انسانی ہمدردی 482
ہمدردی خلق 448,482
ہندو/ہندومت 120,422,482,693,694,851,852
ہواوہوس 367

ی

یتیم/یتامیٰ 610
کفالت یتامیٰ 432,433
یتیم خانہ 432
یقین 127,539-543,545,599,862
یکجہتی 296
یورپین اقوام 591
یورپین مشنز کی تحریک 4
یہود/یہودی/یہودیت/صیہونیت 79-81,
307,308,367,623,673,707,819,850,851

# اسماء

آ

آدم،حضرت،علیہ السلام
98,104,702,703,722

آفتاب احمد خان 137,807

آیت اللہ،امام خمینی 212,580,672

ا

ابراہیم ابونعب 871

ابراہیم،حضرت،علیہ السلام 556,699-
702,705-709,727,731,732,735,766

ابوبکر صدیق،حضرت،رضی اللہ تعالیٰ عنہ 234,245

ابونائب 666

احمد مختار چوہدری 681

ارشد باقی 137

اسماعیل،حضرت،علیہ السلام 271,699,701,727

افتخار احمد ایاز 520,536,546

الائجا محمد 487,488

امینہ،سسٹر 636

انوار احمد ڈاکٹر 682

انور احمد کاہلوں،چوہدری 137

انور حسین،چوہدری 678

اوبا آف ایڈی کروکواوباجے ایل اوجولی کوا یکوالاجے
ایجنڈوکو 629

اوباسانیوکوافولالواوبالادی اوافون 627,628

ایڈولف ہٹلر 472

ب

باہری،مسز 151

بائرن 763

بشیر(ابن مولوی کرم الٰہی ظفر صاحب) 666

بشیر احمد آرچرڈ 46

بشیر احمد رفیق 684

بشیر الدین 678

بشیر الدین محمود احمد،مرزا،حضرت خلیفة المسیح الثانی، المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ
35,74,89,122,125,158,177,
201,202,221,223,251,261,277,290,
291,323,324,378,381,444,448,487,
681,686,767,771,799,802,803,804

بلال،حضرت،رضی اللہ تعالیٰ عنہ 10,775

ج

جلال الدین محمد رومی،مولانا 596

Juliet 210

چ

چرچل،سرونسٹن سپنسر 473,674

ح

حمید 154

حمیدالرحمٰن ڈاکٹر 680

حمیداللہ، چوہدری 678, 375,536

حمید نصراللہ خان، چوہدری 375,502

خ

خالد بن ولید، حضرت، رضی اللہ تعالیٰ عنہ 217

خاور 87

خدیجہ، حضرت، رضی اللہ عنہا 100

خیرالدین باروس 639

د

دانیال خان 680

داؤد علیہ السلام، حضرت 340

داؤد احمد حنیف 281

ر

رفیق چانن 129,677

Romeo 210

ز

زکریا علیہ السلام 558,559,613

س

سلطان محمود انور 678

ش

شاہ نواز، چوہدری 680

شبیر احمد، چوہدری 678

شجراحمد فاروقی 678

شمس الدین خان مولانا 682

شیخو شغاری 15

شیر علی، حضرت مولوی ؓ 488

ص

صابر صدیقی 87

ط

طارق بن زیاد 217

طاہر احمد، مرزا، حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ
1,2,
4-8,10,11,16,19-21,23-25,33-36,
44,46-49,51,53,55,56,58-61,63-68,
70,71,73-78,81-84,86-91,93-95,97,
100,108,111,113-116,119,125,128-
131,133-135,138,140-142,145,147,
149-165,167-174,179,181,183-185,
187,190-198,200-209,211,213-217-
219,221-223,225-235,237,241,247,251-
257,259-261,265-269,275,277,279,
280,282-284,286-289,291-293,295,
296,298-302,305,307,308,310,313-
315,318,319,321,323-325,327,331-
337,339,340,344-347,349-351,353-
361,363,365,366,368,369,371-373,

375-385,388-392,396-399,403-405,
407-409,411,413-416,419-425,427,
428,430-432,436,437,439,441-443,
447,449,451-456,458,460,461,463,
467,468,469,471,472,474,475,477,479,
481,483-486,491,492,494,495,497-503,
508-512,515-519,521-523,525-528,
530,531,533,536,537,539,540,542,
545,547-553,557,559,561-565,567-
569,571-575,577,582,585-587,589,
592-595,597,604,605,608-612,615-
618,620-629,631-637,639-647,649-
651,653-658,660-665,667-690,692,
694-699,703-705,708,711-719,721-
727,729,734735,737-739,741,743-
751,755,764,767,768,770,773,775-
779,783-785,787,788,791,793,795-
797,799,802-808,810,811,814-820,
822-824,827,828,831-837,839-841,
843-859,861,862,867-869,871-873

## ظ

ظفراللہ خاں،حضرت سرچوہدری،رضی اللہ تعالیٰ عنہ 489,502,503,506,507,509
ظفرعلی،خان 13
ظہیرالدین بابر 554

## ع

عائشہ 129
عبدالباقی 667
عبدالرحیم اشرف،مدیرالمنبر 696
عبدالرشید آرکیٹیکٹ 678
عبدالعزیز مغل،حضرت 735
عبدالستار خان 215
عبدالسلام،ڈاکٹر 211-213,680
عبداللطیف شہید،حضرت صاحبزادہ سید،رضی اللہ تعالیٰ عنہ 474
عبداللہ واگس ہاؤزر 58,175
عبدالمنان 644
عبدالوہاب آدم 678
عطاءالمجیب راشد 390
عطاءاللہ کلیم 678
علی حمیصی 645
عمر فاروق،حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ 245,304 775
عمر معاذ 644
عمران،حضرت 556
عزیزالرحمٰن ڈاکٹر 680
عیسیٰ جان 680
عیسیٰ،حضرت مسیح علیہ السلام 30,74,94,168, 189,198-200,275,307,553,759,764

غ

غازی محمود دھرم پال 13
غلام احمد قادیانی، مرزا، حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام 8,19,27-30,35, 37,38,40,41,45,47-49,57,59,66, 74,87,88,89,93-95,119-121,125-128,134,146,147,161,176,187,189, 190,192,193,196,201,202,220,228, 233,251,253,256,258,261-263,265, 268,269,275,276,279,285,295-297, 299-301,307,308,313,314,340,341, 362,365,382,386,393,408,425,447, 448,466,468,469,474,477,478,481-483,487,489,526,530-532,534,540-542,547,556,562,565,584,600,616, 619,620,627-629,646,656,660,661, 667,671,678,681,685,692,693,706, 716,734-736,738,741,763,777,805, 813,815,827,834-837,843,860,872
غلام احمد، صاحبزادہ مرزا 678

ف

فاطمۃ الزہراء، حضرت، رضی اللہ عنہا 98
فتح محمد سیال، چوہدری، رضی اللہ عنہ 11
فرعون 98,102,108 ,109,736
فرید الیس جعفری 16
فہیم احمد 648

ق

قدرت اللہ سنوری، حضرت مولوی 202
قیصر (عیسائی بادشاہ، شاہ روم) 38

ک

کانڈے بورے 15
کرل ہینکن 673,674
کرم الٰہی ظفر، مولوی 215,229,666
کسریٰ (شاہ ایران) 38
کمال یوسف 634

ل

لائیلا 406
لوفتھر رائی مات 635

م

مبارک احمد ساقی 678
مبارک احمد، شیخ 394,654,807
مبشر احمد کاہلوں 678
محمد اسحاق، چوہدری 370
محمد اکرم احمدی 634
محمد الیاس، چوہدری 370,638,647
محمد الوسی البغدادی، علامہ ابوالفضل شہاب الدین السید 323
محمد جلال شمس 665,678,684,689

محمد شریف،مولوی 210
محمد صادق،حضرت مفتی،رضی اللہ تعالیٰ عنہ 767,771
محمد ضیاء الحق،جنرل 10
محمد عثمان چاؤچونگ سائی (چینی) 681,687
محمد علی جناح،قائداعظم 665
محمد عمر،مولوی 678
محمد مصطفیٰ،حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
6,10,16,17,27,29,31,32,35,36,
38,39,42-45,47-49,59,69,70,78,84,
93,95,97,98,100,101,105,106,108,
126,127,135,146,164,204,205,212
213,217,218,220,228,234,235,242-
251,258,262,267,274,280,281,293,
294,299,301-304,307,308,311,312,
321,327,328,345-347,351,352,354,
355,365,367,373,383,395-399,401,
416,425,428,429,441,445,447-449,
477,481,482,491,492,497,498,517,
518,520,531,532,537,543,544,554,
555,557,565,571,578,580,581,583,
584,591,596,597,616,619,622,624,
625,641,643,656,662,685,692,693,
702,705-707,709,716,717,755,758,
759,761-766,774-781,787,788,791,
793,797,813,815,821,822,828,838,
839,843,849,855,860,869,872,873
محمد یامین 680
محمود احمد بنگالی 678
محمود احمد ناصر،سید میر 215-217,224-226
محمود مجید ملک 678
محمودہ مبارکہ مظفر 58
مریم علیہا السلام،حضرت
30,555,556,613,700,707
مسعود احمد جہلمی 675
مسعود احمد خان 638
مشتاق احمد شائق 678
مصطفیٰ ثابت 666
مصطفیٰ سنوسی 4,15
مظفر احمد،حافظ 678
مظفر احمد،صاحبزادہ مرزا 375
معمر قذافی 580
مقصود ورک 648
منصور احمد،حضرت صاحبزادہ مرزا 571
منصور احمد خان 211,232
منصور احمد عمر ملک 58
منصور الٰہی،ڈاکٹر 233
منور احمد 680
منیر الدین شمس 678,687
موسیٰ،حضرت،علیہ السلام 98,176,736,759

ن

ناصر احمد،شیخ 211,674

ناصراحمد،مرزا،حضرت خلیفۃالمسیح الثالثؒ
210,214,313,381,
498,500,529,551,804
نسیم احمد باجوہ 392
نسیم مہدی 638,673
نصرت جہاں بیگم،حضرت،اماں جانؓ
121,349,350,351
نصیراحمد سید 638
نصیرالدین ہمایوں 554
نعمان(نیومین) 683
نکرومہ،صدر 16
نوح،حضرت،علیہ السلام768,770,773
نورالدین،الحاج حکیم مولانا،حضرت خلیفۃالمسیح
الاول،رضی اللہ تعالیٰ عنہ 487
نورمحمد،نسیم سیفی 14

و

واکر،مسٹر 697
وسیم احمد ڈاکٹر 638
William Shakespeare 210

ہ

ہدایت اللہ بنگوی 51
ہدایت اللہ جمیل 58
ہدایت اللہ ہیوبش 175

ی

یحییٰ،حضرت،علیہ السلام 558,613
یسوع 29
یعقوب،حضرت،علیہ السلام539,540

# مقامات

آ

آسٹریا 590
آسٹریلیا,113,301,302,632,
636,669,684,730,731
آئرلینڈ370,580,653
آئس لینڈ 561,632,635
آئیوری کوسٹ ,457,525,639,
649,650,662,669,678
ابوظہبی 680
اپاسے 651
اٹلی ,11,183,210-214,
219,318,513,583,649
ارجنٹائنا/ارجنٹائن 632,637
اردن 871
اسرائیل 308
اسلام آباد 10,275
اسلام آباد(ٹلفورڈ)
37,119,137,138,150,153,155,157,
192,370,372,376,377,389,432,433
افریقہ,14-16,20,86,87,139,207,222,
253,259,260,268-270,272,283,315,
336,378,404,420,432,456,458,464,
518,552,610,618,629,642,649,651,
656,658,662,668,690,691,815,857

افغانستان 253
الاسکا 638
البانیہ 11
الجزائر 649
الجیریا 370
الحمراء پیلس 232
امبالہ642,650
امرتسر121,220
امریکہ,11,15,21,28,65-67,77,93,94,
104,113,122,127,213,253,308,317,
318,335,336,361-363,375,391,394,
416,419,420,423,457,464,477,511,
512,552,573-575,583,614,632,647,
654,669,678,680,682,747,752,755-
758,761,765-768,770,772,773,775,
776,780,783,790,796,799,807-809,
819,822,823,825,827,831,833,837,
838,841-843,845-847,851,853-857
اندلس 227,231,232
انڈونیشیا,113,184,
370,391,464,633,634,639,646,678
انگلستان/انگلینڈ ,2-5,
10,12,19,37,44,76,84,88,113,125,

137,138,141,143,150,151,158,159
162,183,192,215,221,335,336,365,
370,379,389,392,395,399,413,420,
422,431-433,437,464,465,491,493,
494,502,506,507,509,510,519,582-
584,589,623,634,668,696,715,721,
724,726,763,808,809,838,842,854
انگولا 633,645
اورین دا 653
اوقیانوس،بحر 635
ایتھوپیا 644
ایران 680
ایلسلواڈور 432,638
ایشیاء
20,93,127,296,300,404,518,552
ایڈمنٹن 669
ایڈنبرا 635
ایران 757
Origan 842

ب

باتھنیا 675,676
بحرالکاہل 633,636
بحیرہ بالٹک 634
برازیل 141,317,318,370,536,636,637
برازاویل 633
برانٹ فورڈ 669
برسلز 171,183
برطانیہ 25,129,133,183,365,
369,393,457,501,631,635
برکینافاسو 644
برلن 183
برما 11,678
برونائی 646
برونڈی 645
برہمن بڑیہ 659
بلاڈے 642
بلوچستان 27
بنگال 769
بنگلہ دیش 184,569,659,678,680,745
بوٹسوانا 645
بولیویا 632,637,638
بہاول نگر 453
بھارت 640,641,669
بہشتی مقبرہ(قادیان) 349
بھوٹان 695
بیت النصر،کولون،جرمنی 167
بیت النور،فرینکفورٹ 63
بیت النور،ہالینڈ 163
بیلجئم
170,171,183,463,475,511,649,678
بے لیز 632,638

پ

پاپوانیوگنی 632,633,634
پاکستان 1,7-16,19,

20,29,53,57,58,75,86,94,111,113,
133,140-142,155,159,175,177,203,
216,226,251,252,254,258,268,275,
313,333,334,337,351-353,357,371,
372,375,381,395,414,421,422,430,
437,453,454,456-459,463,468,469,
500-502,507,508,536,552,569,603,
605,625,628,637,639,654,655,657,
659,662,669,670,678,685,686,689,
690,692,694,695,697,698,715,717,
723-725,748,803,807-809,851,870
پانامہ 638,647
پرتگال 318,632,635,636
پشاور 453
پنجاب 120,350,469,482,771
پنجاب (بھارتی) 19
پورٹ ساؤتھ پسیفک 646
پورٹ لینڈ 799,842-844,854
پورٹ مورس بی 633
پولینڈ 11,167,314,647
پیڈروآباد/پیدروآباد 225,228
پیرس 6,183,220-223
پیراگوئے 637
پیرو 637
پینڈا 645

ت

ترکی 111,665,666,689
تنزانیہ 184,187,385,394,
457,645,649,661,671
تل گنڈہ 640
توالو/طوالو 633,636,651,652,669,692
تھائی لینڈ 370
تینی باغ 633

ٹ

ٹرینیڈاڈ 678
ٹلفورڈ 19,307
ٹورانٹو 669
ٹیچی مان 259
Trieste 211
Tosan 842

ج

جاپان 28,310,437,464,
552,647,838-840
جاکوئی 656
جرمنی 2-5,
55,57-59,63,133,135,151,158,165,
167,168,175,177,181,183,184,195,
196,215,224,435,437,439,443,444,
457,459,463,467,468,472-475,509,
521,567,568,584,666,729,738,838
جنوبی افریقہ 184
جنوبی امریکہ 141,317-319,535,
537,637,638,664,825
جنیوا 141

چ
چلی 637
چیکوسلواکیہ 11,679
چین/چائنا 28,314,437,464,552,
680,681,687,688,838
ح
حیدرآباد(دکن) 640
خ
خانہ کعبہ(بیت اللہ شریف) 699
خلیج 113
د
دنی پیگ 669
دہلی 220
ڈ
ڈنمارک 510,561,562,584,627,
635,649,669,678,729
ڈومینیکن ری پبلک 647
ڈیٹرائٹ 21
ر
راڈرک آئی لینڈ 645
راولپنڈی 453
ربوہ 122,150,155,319,336,351,358,
432,433,517,527,529,869,870
روس(رشیا) 27,28,65,143,167,
361,647,680,688,758,796
روانڈا 645,649
روم 44
رومانیہ 686
ری یونین مڈغاسکر 645
Rio De Janeiro 317
ز
زائر 633,639,649,669,692
زائرے 678
زمبابوے 647
زنجبار 370
زیمبیا 645
زیورک/زیورچ 183,205-207,673
س
سان فرانسسکو 849
ساہیوال 370,453
ساؤتھ افریقہ 103
سپین 11,183,200,211,214-
219,221,224,225,227,229-234,318,
377,441,511,610,635-637,649,669
سپین ویلی 682
سرینام/سورینام 279,280,647,678
سسکاٹون 669
سعودی عرب/سعودی عربیہ 723,757
سکاٹ لینڈ
33,35,38,41,43,44,352,386,561
سکم 695
سنٹرل افریقین ری پبلک 633
سندھ 202,680
سنگاپور 678

سنیان 656
سویڈن
299,300,510,634,647,678,729
سوئٹزرلینڈ 5,6,183,184,205,
211,389,673,677,678,691
سیرالیون 15,86,283,284,425,547,
548,645,649,650,655,838
سیشلز 644,645
سیلون 733
سینیگال 639,642,643,656
Suva 867

ش

شام/سیریا 44,200,757
شاہ جہان پور 641,642
شکاگو 21,820,852-854
شمالی افریقہ 513,871
شمالی امریکہ 318,416,825,841

ص

صومالیہ 370,644

ط

طائف 220

ع

عراق 871
عرب 44,59,69,
107,171,173,193,198,199,238,297,
311,367,371,381,393,603,647,648,
666,690,733,769,775,816,871,872

غ

غانا 11,16,
86,259,260,365,371,385,393403,
457,512,639,644,658,665,678,838
غرناطہ
183,214,219,224,225,227-233,653

ف

فجی 139,
140,184,549,633,646,665,867,868
فرانس 6,7,183,219-224
399,463,475,476,511,678
فرنچ گنی 638
فرینکفورٹ/فرینکفرٹ 5,19,63,167,
172,179,183,191,192,195,197,237
فضل، مسجد 9
فلاڈلفیا 842
فن لینڈ 632,634,647
فیصل آباد 9

ق

قادیان دارالامان
120,122,155,253,255,319,339,
349,447,481,527,667,752,767
قرطبہ 183

ک

کارنیوال 352
کانگو 632,633
کانگیلے 642

کراچی 453,807
کراکلی 640
کرناٹک 265
کشمیر 145
کواٹ 642
کوراگو 648
کوریا647,838
کوسٹاریکا 638
کولن/ کولون/ کوئلن
5,19,165,167,172,183
کوموروآئی لینڈ 644
کومیلے 642
کوہ طور 176
کھمم 640
کیمرون 633,645
کینبرا 684
کینیا 184,457,642,644
کینیڈا
77,113,138,318,370,382,405,413-416,419-423,427,457,511,637,638,646,666,668,669-673,678,680,783,790,807,809,815,816,822,825,841
کیوبا 638

گ

گال دے 653
گجرات 201
گروس گیراؤ 19,179
گرین لینڈ 635
گلاسگو 4,38,561
گنی 645
گنی بساؤ 643
گواریا 197
گورداسپور 19
گوئٹے مالا 638,647
گیانا 678
گیبون 633
گیمبیا ,23,281,385,391,639,642-644,650,655-657,691

ل

لارگوٹاؤن 664
لاس اینجلس 21,785,849
لاطینی امریکہ 318
لاکھور 656
لاہور16,77,120,375,503,735,807
لائبیریا 515,562,645,664,665,678
لبنان 80
لدھیانہ 323
لکسمبرگ 648
لندن/لنڈن 9,13,56,113,127,137,222,138,181,308,309,311,313,323,345,376,380,382,390,425,569,572,632,635,646,664,668,676,678,697,847
لوپاز 637
لیبیا 257,580,672,680,757

لینن گراڈ 143,314
Lakes District 210

م

ماریشس 141,184,665,6693
ماسکو 688,689
مالدیپ 695
مالمو 647
مالی 644
مدراس 678
مدینہ منورہ 246,311
مڈل سیکس 345
مراکش 370,871
مسس ساگا 405
مشرقی افریقہ 11
مصر 80
مغربی افریقہ 11,13,14,393
مغربی امریکہ 799,842
مغربی جرمنی 19,55,57,61,63,64,179,
439,509,567,568,639,665,678
مغربی یورپ 635
مکہ مکرمہ 218,872,873
ملاوی 370,645
ملائیشیا/ملیشیا 295,296,457,464,633
ملتان 453
ملکانہ 693
ملیر 640
موریطانیہ 184,644
موزمبیق 645
میڈرڈ/ماترید 183,225,653
میڈیسن 93
میکسیکو 638,647
میونخ 5,183,197,219,224

ن

ناڈرو 632
ناروے 510,511,634,635,647,
668,669,678,729,733,816,871
ناصر آباد 55
ناصر باغ 179,191
نائیجیریا
11,13-15,86,261,303,370,371,380,
381,385,627,628,639,678,680,838
ناؤرو 636,637
نکاراگوا 638
نیپال 695
نیروبی 642
نیویارک 21,573,745,852
Nadi 549
Niteroi 317
Nunspeet 169

و

وارنگل 640
وسطی امریکہ 638
واشنگٹن 766,783,851-853
ونڈسر کاسل 431

وکٹوریہ 424
ویت نام 733
ویرونا 183,210,211
ویسٹرن سموا 370
ویلز 352,682
وینکوور 423,424

ہ

ہارٹلے پول 563
ہالینڈ 4,5,151,153-156,
159-161,163,169-171,183,389,457,
461,475,476,577,589,601,627,648,
678,721,725,726,729,744,745,870
ہلرزفیلڈ 307
ہمالیہ 536,728
ہمبرگ/ہیمبرگ
5,167,172,183,191,197,224,738
ہند/ہندوستان
11,12,119,120,184,253,255,437,
469,470,481,482,640,693,695,748
ہنگری 11,143,167,319,535,632
ہونڈوراس 638
ہیٹی 647
ہیگ 151,183

ی

یادگیر 265
یارک شائر 352
یورپ 2,15,30,63,
93,94,119,122,125-128,138,140,
142,158,183-185,191,213,219-222,
226,231,237,238,253,296,299,300,
325,370,404,419,435,439,443-445,
464,472,473,476,519,552,567,577,
581,583,588,589,592,597,600,605,
610,624,653,690,729,854-857,859
یوکے 51,73,76,78,83,119,125,155
237,287,288,307,329,807,871
یوگنڈا 184,385,457,639,642
یوگوسلاویہ 143,313,370,561,675

# کتابیات

انجیل 623,813
بائبل 598
تفسیر روح المعانی 323
تورات 623
جامع ترمذی 581
دیوان غالب 222,359
سنن ابی داؤد 780
صحیح بخاری 543,581,616
صحیح مسلم 778,851
قرطاس ابیض 12-14
مستدرک لحاکم 775
Romeo and Juliet 210

کتب سلسلہ عالیہ احمدیہ

اربعین (نمبر 01) 19,147
اربعین (نمبر 04) 8,187
ازالہ اوہام 125,127,188
اسلامی اصول کی فلاسفی 88,120
القصائد الاحمدیہ 717
انوار الاسلام 276
ایام الصلح 297
براہین احمدیہ 28,275
براہین احمدیہ حصہ پنجم 28
برکات الدعا 60,297
تبلیغ رسالت 189
تذکرۃ
27,28,37,128,150,466,481,562,836
تذکرۃ الشہادتین 276,285
تفسیر کبیر 88
حقیقۃ الوحی 681
خطبات طاہر 8,
16,32,46,90,109,117,143,162,165,
178,204,218,235,258,274,319,321,
328,341,344,356,359,399,402,411,
424,432,437,461,476,495,512,513,
523,537,545,552,559,566,588,605,
614,622,709,719,728,740,746,754,
766,781,797,811,825,840,860,866
درثمین 38,45,469,532,540,565
دیباچہ تفسیر القرآن 20
رسالہ الوصیت 190,296,300,479
روحانی خزائن 8,28,60,90,93,94,125-
127,147,187,188,190,262,265,276,
275,296,297,300,478,479,526,681
فتح اسلام 90,93,262,386,478,487
کتاب البریہ 265
کشتی نوح 126,188,526
کلام محمود 35,178
لیکچر سیالکوٹ 297

لیکچر لاہور 94
مجموعہ اشتہارات 30,31,128
مژدے 684
مسیح ہندوستان میں 313
ملفوظات 279,285,296,340,447,482
میر انذہب 684
Distinctive features of Islam 684
Revival of Relegion 684

## اخبارات ورسائل واشتہارات

احمدیہ بلیٹن 601
اخبار احمدیہ 870
البدر 449,483
الفضل 15,376
المنبر 696
النصر
10,24,25,49,67,72,84,95,123,128,
135,147,163,164,168,185,190,220,
239,260,263,266,277,280,282,286,
294,298,300,302,305,308,311,313,
315,324,325,346,347,373,376,382,
384,394,404,406,425,439,442,449,
479,483,486-489,516,526,548,550,
569,572,575,625,741,868,870,873
النور 575
انصاراللہ 53,72,91,95,131,135,147,
179,181,190,298,305,308,363,445,
568,569,625,629,638,661,698,870
انقلاب 12
پاکستان ٹائمز 16
تحریک جدید 60,64,128,165,
179,300,324,366,572,677
جنگ 676
حنیف 13
خالد 185,266,280,302,
305,368,373,406,653,686
دی افریقن ورلڈ 13
زمیندار 11-13
مصباح 21,51,56,61,163,239,260,
263,282,286,307,329,366,601,668
The Daily Jang London 25

## ملٹی میڈیا

Voice of America 848